

از قلم رابعہ خان

NOVEL BANK

کارپ ڈائم

کارپ ڈائم

از قلم رابعہ خان

مکمل ناول

ناول بینک ویب پر شائع ہونے والے تمام ناولز کے جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام
محفوظ ہے۔ خلاف ورزی کرنے والے کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جا سکتی ہے۔ اگر
آپ اپنی تحریر ناول بینک پر شائع کروانا چاہتے ہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں سینڈ
کر دیں۔ آپ کی تحریر ناول بینک ویب پر شائع کردی جائے گی۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

E-mail : pdfnovelbank@gmail.com

WhatsApp : 92 306 1756508

ناول بینک انتظامیہ

Visit For More Novels : www.urdunovelbank.com

Page 1

E-mail pdfnovelbank@gmail.com WhatsApp 03061756508

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com

google.com/search?q=u 1 :



Google



urdunovelbank



All

Images

News

Videos

Books

Sea

visit for more novels
www.urdunovelbank.com



<https://www.urdunovelbank.com> ...



Urdu Novel Bank

interesting and best famous urdu novels free Pdf Download on One click. all Categories new and old urdu novel stories..

[All Urdu Novels List](#)

Urdu Novel Bank website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں۔۔۔

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

کارپے ڈاگم

از فلم: رابعہ حنان

وہ تنہا اس پل پر کھڑی تھی۔۔ بالکل تنہا۔۔

اسکی آنکھوں میں۔۔ اس سیاہ رات تلے۔۔ بہت سے آنسو چمک رہے تھے۔۔

وہ رو نہیں رہی تھی۔۔ وہ آسانی سے نہیں رویا کرتی تھی۔۔

visit for more novels:

اسے اپنے آنسو روکنے میں مہارت حاصل تھی۔۔

وہ ایک ایکٹریں تھی۔۔ ایک ماہر اداکارہ۔۔

جس نے ایک زندگی قربان کر کے۔۔ دوسری زندگی حاصل کی تھی۔۔

اور اب وہ اسی زندگی سے ہاتھ دھونے جا رہی تھی۔۔

اسے اپنا کام عزیز تھا۔۔ اپنی یہ چچماتی زندگی عزیز تھی۔۔

اسے اپنا کیریئر عزیز تھا۔۔

اور سب سے بڑھ کر اسے اپنے کام کا یاد رہ جانا عزیز تھا۔۔

لیکن اب سب کچھ جیسے ریت کا بُھر بُھرا سا ڈھیر بتا جا رہا تھا۔۔

گرنے کو بے تاب۔۔ گر کر فنا ہونے کے لیے تیار۔۔

ایک سال بعد۔۔

وہ باریک ہیلز سے چلتی کار پورچ سے نکلتی ہوئی سامنے آ رہی تھی۔ اسکی ہیلز باریک اور کئی انچ لمبی تھیں۔ سیاہ چمکتی خوبصورت ہیلز۔۔

سیاہ ڈیزائن ڈریس میں اسکا خوبصورت سراپا واضح تھا۔ ڈریس کی آہستنیں غائب تھیں اور اس سے اسکے سفید دودھیا بازو نکل رہے تھے۔ ان بازوؤں کی ساخت اتنی نرم اور برابر تھی کہ کوئی بھی ان پر نگاہ ٹکائے بغیر گزر نہیں سکتا تھا۔ ڈریس کا گلو اور گردان تک نیٹ کے باریک کپڑے سے بند ہوتا تھا اور پیچھے کمر کا حصہ کافی حد تک کھلا ہوا تھا۔ وہ ایک مغربی ساخت کا لباس تھا جسے اس ملک میں عام طبقہ اچھے انداز سے نہیں دیکھتا تھا۔ لیکن جس شعبے سے وہ وابستہ تھی، وہاں ایسے ملبوسات کو سراہتی ہوئی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔

گردان جھکا کر دیکھا جاتا تو لباس ٹخنوں سے ذرا اونچا تھا۔۔ شلوار کے نام پر اونچا سا پچامہ بمشكل اسکی پنڈلیوں تک آتا تھا۔۔ دوپٹہ تو خیر سے اس لباس کا حصہ تھا ہی نہیں۔۔ اور نہ ہی اسے دوپٹے کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔۔ پہلے پہل جب وہ اس انڈسٹری میں نئی نئی ایکٹریس بن کر ابھری

تھی تب اسے دوپٹے کی کمی کا احساس شدت سے ہوا کرتا تھا۔ لیکن اب۔۔ وقت کے کمی دہانے پار کرنے کے بعد یہ ضرورت فضا میں گھل کر گویا اپنا وجود کھو چکی تھی۔۔ اسے دوپٹہ اب ایکسٹرا پیس محسوس ہونے لگا تھا۔۔

اس نے نگاہوں پر چڑھا قیمتی چشمہ آنکھوں سے اتارا تو دنیا اپنے رنگ میں دکھائی دینے لگی۔ اسکے لمبے شہد رنگ خوبصورت بال اسٹریٹ کر کے کندھے پر ایک جانب ڈالے گئے تھے۔ لباس کا پچھلا کھلا حصہ کچھ اور واضح ہو گیا تھا۔۔ اس نے آس پاس دیکھے بغیر سفید ٹائلز سے مزین ہال عبور کیا اور لفت تک چلی آئی۔۔ انڈسٹری کے لیے کام کرتی پرائیوٹ ایجنٹی کے کئی ورکرز اسے پلٹ پلٹ کر دیکھنا نہیں بھولے تھے۔ ایسی ایجنٹی کا روانج پہلے اس ملک میں اتنا عام نہیں تھا۔ لیکن جب سے ایک دو انٹر ٹینمنٹ ایجنٹی کی کامیابی کو انڈسٹری کے صارفین نے دیکھا تو کئی ڈاریکٹرز نے اپنی اپنی پرائیوٹ ایجنٹی کا آغاز کر دیا۔۔ وہ بھی انہی ایجنٹی میں سے ایک تھی۔۔ گلیمر ایجنٹی۔۔

پرائیوٹ لفت کا بُٹن دبا کر وہ نزاکت سے کھڑی دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگی۔ اسے اپنی پُشت پر بہت سی نگاہیں محسوس ہو رہی تھیں۔۔ لیکن وہ کمال مہارت سے سب نگاہوں کو خاطر میں لائے بغیر شانے نزاکت سے سیدھے کئے ایستادہ رہی۔۔ لفت کھلنے سے قاصر ہی رہی۔۔ اس نے نامجھی سے ابرو سکیٹر کر بُٹن دوبارہ دبایا۔۔ دروازہ اب بھی نہ گھلا۔۔ لفت کے اوپر لگی چھوٹی سی ایل ای ڈی پر سرخ لفظوں میں کچھ لکھا آرہا تھا۔۔

"Please Insert Card"

اس نے ساتھ سے گزرتے ایک ورکر کو آواز دے کر روکا تو وہ جھٹکے سے رکا۔ پھر خوفزدہ ہو کر اسکی جانب دیکھا۔ وہ اس انڈسٹری میں "نیچ" مشہور تھی۔ لوگوں کا اس سے ڈرنا بتا ہی تھا۔ یہ الگ بحث تھی کہ وہ اصل میں نیچ (کُتی) تھی بھی یا نہیں۔

ورکر تھوک نگل کر آگے آیا۔ پھر اسکی جانب دیکھا۔

"کونسا کارڈ۔؟"

"یہ لفت صرف آفیشلز کے لیے ہے۔ آپکو اسے کھولنے کے لیے ایجنسی کا کارڈ انسرٹ کرنا پڑے گا۔" وہ ایک سال بعد اس ایجنسی میں آئی تھی۔ ایک سال بعد تو وہ ہرگز بھی اس ایجنسی کی آفیشل ایکٹریس "نہیں رہی تھی۔ کارڈ کیا اسکے پاس خاک ہونا تھا۔! اس نے ایک بے بس سی نگاہ اس بند چمچاتی لفت پر ڈالی اور ساتھ بنی "پلک" لفت کی جانب بڑھ گئی۔

بلند و بالا عمارت کی آخری منزل پر موجود، شیشے کی چمکتی کھڑکیوں سے ڈھکا آفس اس صحیح شانت محسوس ہو رہا تھا۔ جھولتی گرسی پر اس ایجنسی کا سربراہ بر اجمان تھا۔ بالوں کے اسپائنس کھڑے کئے آنکھوں پر فریم لیس عینک لگائے۔ اسکی عمر چالیس کے لگ بھگ تھی اور قلموں میں باریک سی سفیدی اسے مزید ڈیسینٹ بناتی تھی۔ اگلے ہی پل آفس کا دروازہ "دھاڑ" کی آواز کے ساتھ گھلا تو وہ اپنی جھولتی گرسی پر اچھل سا گیا۔

سامنے خونخوار نگاہیں لیے وہ کھڑی تھی۔ اس ایجنسی کی سابقہ آفیشل ایکٹریس۔ سیلینہ مظہر۔

جس کے پاس اسپیشل لفت میں داخلے کا کارڈ موجود نہیں تھا۔ اور وہ عام سی لفت میں سوار ہو کر آئی تھی۔

وہ تک تک ہمیں سے اندر چلی آئی۔ اپنے پیچھے آفس کا دروازہ بند کیا۔ پھر قریب آ کر اپنا لمبی چین والا قیمتی پرس صوفے پر رکھا اور تیزی سے جھولتی کرسی والے کی ٹیبل تک چلی آئی۔

"میرا کارڈ کہاں ہے بھائی؟" کہا تو بس یہی۔ خفا خفا سا۔ غصہ ہو کر۔ نظر امجد نے اگلے ہی پل سکون کا سانس لیا تھا۔ کارڈ۔ بس کارڈ کی بات تھی۔ ایک سال تک اسے کام نہ دینے پر، اسے نئی ایکٹریس کے آجائے کے بعد نظر انداز کرنے پر، کئی آفیشل پارٹیز میں اسکے داخلے کو منوع قرار دینے پر بھی۔ وہ اس سے صرف کارڈ پر ناراض تھی۔ یہ واضح تھا کہ وہ شروع دن سے اتنی ہی بیوقوف تھی۔

"سیلینہ تم کب بڑی ہو گی؟ ابھی تمہیں اس ایجننسی کا آفیشل کارڈ نہیں جاری کیا جا سکتا۔ اگر ایسا ہوا تو جو ایکٹریس تمہارے علاوہ یہاں کام کر رہی ہیں وہ مجھ سے طرح طرح کے سوالات کریں گی"

"لیکن میں پبلک لفت میں سوار ہو کر آئی ہوں۔ آپکو تھوڑا تو میری سیلف ریسپیکٹ کا خیال ہونا چاہیے۔ اگر کوئی ایکٹریس مجھے اس پبلک لفت سے نکلتا دیکھ لیتی تو کتنی سبکی ہوتی میری۔"

ڈھیروں خنگی لیے وہ دھم سے آکر صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ کچھ لمبے پہلے کی نزاکت عنقا ہو گئی۔ کندھے سیدھے اور کمر کو اک خاص انداز سے رکھنے کی ساری کوششیں جاتی رہیں۔ وہ بالکل ٹین ایجرز کی طرح ہاتھ خنگی سے باندھے، منه پھلا کر بیٹھی تھی۔ نظر نے اک گھری سانس لی۔

"ہزار دفعہ کہا ہے کہ یوں دھڑام سے مت بیٹھا کرو صوفے پر۔۔ ایکٹریں ہو تم۔۔ کچھ اپنی فگر اور پاسچر کا ہی خیال کرلو۔۔"

"بھاڑ میں گیا فگر اور پاسچر۔۔ آپ مجھے ابھی کہ ابھی وہ کارڈ دے رہے ہیں۔۔" اسکی آواز پہلے سے بھی زیادہ بلند تھی۔۔ نظر امجد کے سر میں اب درد سا ہونے لگا تھا۔۔ پھر وہ اپنی کرسی سے اٹھ آیا۔۔ آگے بڑھ کر سربراہی صوفے پر بیٹھا اور اسے نرم نگاہوں سے دیکھا۔۔ اسکا چہرہ بیضوی اور چمکتا ہوا تھا۔۔ آنکھیں بڑی اور گہری تھیں۔۔ شہد کے گاڑھے رنگ جیسی۔۔ بھرے بھرے سے گلابی لبوں کے اوپر دائیں جانب سیاہ تل تھا۔۔ وہ ایک خوبصورت ایکٹریں تھی۔۔ اسکی خوبصورتی میں کسی کو کوئی شک نہ تھا۔۔ شک اسکی قابلیت میں بھی نہیں تھا۔۔ بس شگاف شاید اسکی قسمت میں تھا۔۔

"فضول باتیں چھوڑو۔۔ آج تمہیں ایک اہم کام کے لیے بلایا ہے میں نے۔۔ وہ کام اگر فائنل ہو گیا تو تمہیں کارڈ بھی مل جائے گا۔۔" آخری بات میں کچھ وزن تھا۔۔ وہ سیدھی ہو بیٹھی۔۔ البتہ نگاہوں میں خنگی اب تک تھی۔۔

"کیسا کام۔۔؟"

"ایک رائٹر سے ڈیل فائنل ہوئی ہے ڈرامے کی۔۔ وہ چاہتے ہیں کہ ایکٹریں کو روول کے حساب سے میں خود مختص کروں۔۔ پہلے پہل میں نے ان سے وقت مانگا لیکن اب میں طے کر چکا ہوں کہ یہ کام تمہیں ہی ملنا چاہیے۔۔ آفر بڑی نہیں ہے۔۔ ایک چھوٹے اور کم دیکھے جانے والے چینل کا ڈرامہ ہے۔۔ لیکن کام نہ ہونے سے ہونا بہتر ہے۔۔ بتاؤ۔۔ کیا راضی ہو تم۔۔؟"

وہ آنکھیں کھولے جرت سے چند پل نظر کو دیکھتی رہی۔ ایک سال بعد۔۔ اسے کام پر واپس آنے کا موقع دیا جا رہا تھا۔۔ اس نے بڑی بڑی فلموں میں بڑے ناموں کے ساتھ کام کیا تھا۔۔ لیکن اب اس چھوٹے سے ڈرامے کے مل جانے پر جتنی خوشی اسے ہو رہی تھی۔۔ وہ بیان سے باہر تھی۔۔ "سچ۔۔؟ لیکن اگر انہیں میرے کام کرنے کا پتہ چلا اور انہوں نے اسکرپٹ واپس لینے کا کہا تو۔۔ ؟ آپ جانتے ہیں پہلے بھی ایسا بہت دفعہ ہو چکا ہے۔۔ اسکینڈ لائز ایکٹریس کے ساتھ کام کرنا رسمی ہوتا ہے۔۔ اور کوئی بھی ایسا رسمی یقیناً نہیں لینا چاہتا ہو گا۔۔" اسکا دودھیا چہرہ مجھ سا گیا تھا۔۔ نظر نے گھرا سانس لیا۔۔

"وہ تب ہوتا ہے جب رائٹر اور ایجنسی کا ڈائیریکٹر باہمی کاظمیکٹ سائیں کرتے ہیں۔ بالخصوص ایکٹریس کے چُناؤ کے لیے۔۔ لیکن اگر وہ ڈائیریکٹر کو اسکے تجربے کی بنا پر چُناؤ کا اختیار دیں تو پھر کوئی جواز نہیں رہ جاتا ان کے پاس آجیکٹ کرنے کا۔۔"

visit for more novels:

وہ اسکی بات سن کر چپ سی ہو گئی تھی لمحے بھر کو آفس میں نگاہ دوڑائی۔۔ بلند و بالا دیواروں پر بڑے فریمز میں اس انٹریمنٹ ایجنسی کی کامیاب ایکٹریس کی تصاویر آویزاں تھیں۔۔ یہ تصاویر ہر سال، ہر پراجیکٹ کی بھالی کے بعد تبدیل کی جاتی تھیں۔۔ اور ان تصاویر میں۔۔ اسکی تصویر نہیں تھا۔۔ وہ ایک سال پہلے ہی اتار کر کسی کبڑی میں پھینکی جا چکی تھی۔۔ اسکا دل خراب ہونے لگا۔۔

"مجھے آفر قبول ہے۔۔" کچھ لمحات بعد اس نے بھاری دل کے ساتھ کہا تو نظر نے گھرا سانس لیا۔۔

"گلڈ۔۔"

"اسکرپٹ کب تک دیں گے آپ مجھے؟"

"جلد ہی یوول کے ساتھ تمہارے اپارٹمنٹ بھجوادونگا۔ وہ بھی تمہارے لیے کام کا سن کر بہت خوش ہوا تھا۔" یوول اسکا پی اے تھا۔ اسکے مصروف شیڈول کو متوازن رکھنا، اسے کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دینا، اسکے میک اپ آرٹسٹس اور دیگر لوازمات کا دھیان رکھنا۔ یہاں تک اسکے ڈائٹ پلان کو بھی مد نظر رکھنا۔ سب یوول کی ذمہ داری تھی۔ اور اسکے ساتھ کام کرنے کے عرصے میں وہ اس سے خاصہ مانوس بھی ہو گیا تھا۔ اس انڈسٹری میں بہت کم لوگ تھے جو انسان سے مُخلاص ہوا کرتے تھے۔ اس کے ایسے مُخلاص لوگوں میں نظر اور یوول کا نام سرفہrst تھا۔ ان دوناموں کے علاوہ اسکے پاس کوئی مُخلاص نام نہیں تھا پکارنے کے لیے۔

"یوول کیا کر رہا ہے آجکل۔؟ کس کے ساتھ کام کر رہا ہے۔؟" اس نے پوچھا تو نظر نے انتہائی افسوس سے سر ہلا�ا۔

"وہ کہتا ہے کہ جب تک سیلینہ دوبارہ کام پرداپیں نہیں آ جاتی۔ وہ کسی دوسری ایکٹریس کے ساتھ کام نہیں کرے گا۔" اسکی تو آنکھیں ہی بھیگنے والی ہو رہی تھیں۔ آہ یوول۔ پاگل لڑکے۔

"بھائی۔ آپ اور یوول کتنا خیال کرتے ہیں میرا۔ اب میں آپ لوگوں کا احسان کیسے اتنا روگنگی۔؟" نظر نے اسکی بات سن کر بمشکل خشک پڑتے لبوں پر زبان پھیری تھی۔ پھر زبردستی مسکرا یا۔ ساتھ ہی محتاط نگاہ دروازے پر بھی ڈالی۔

"کیا مجھے لیڈ ایکٹریس کا روں ملے گا؟" کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔۔۔ اسے امید تو نہیں تھی لیکن پھر بھی پوچھنے میں کیا ہرج تھا بھلا۔۔۔ نظر نے لمحے بھر کو گھرا سانس لے کر اس سے نگاہیں چڑائی تھیں۔۔۔

"میں نے۔۔۔ کوشش کی تھی لیکن۔۔۔"

"کوئی بات نہیں، بھائی۔۔۔ آپ نے میرے لیے اتنا رسک لیا ہے۔۔۔ وہ ہی بہت ہے۔۔۔ میں بہت اپنے سے۔۔۔ محنت کے ساتھ کام کروں گی۔۔۔ مجھے بڑی اسکرین پر واپس آنا ہے۔۔۔" وہ نرمی سے کہ کر اٹھنے ہی لگی تھی کہ آفس کا دروازہ گھلا اور وہاں سے رپورٹرز کی بھرمار کے ساتھ ایک نازک سی دوشیزہ اندر داخل ہوئی۔۔۔ یہ نازک اور حسین دوشیزہ آجکل بڑی اسکرین پر موجود کی ایکٹریس میں سے ایک بڑا نام تھی۔۔۔ روشنیوں تلے اسکا قیمتی اور مختصر لباس میں قید وجود دمک رہا تھا۔ بالوں کو اسٹائل کیے، مشہور میک اپ آرٹسٹ کے زیر نگرانی کیے گئے میک اپ میں وہ واقعتاً بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔۔۔ لیکن یہ اسکی خوبصورتی نہیں تھی جس کے باعث سیلینہ اٹھتے بیٹھ گئی تھی۔۔۔ یہ تو اسکے ساتھ، دائیں جانب۔۔۔ اسکا ہینڈ بیگ ہاتھ میں لیے کھڑا یوول تھا۔۔۔ جسے دیکھ کر وہ ساکت ہو گئی تھی۔۔۔ اس نے اسی تیزی سے حیرت زدہ نگاہیں پھیر کر نظر کو دیکھا۔۔۔ وہ سفید چہرہ لیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔۔ اس نے یوول کے بارے میں اس سے جھوٹ بولا تھا۔۔۔ بس اسی لیے تاکہ اسکا دل مزید نہ خراب ہو۔۔۔ لیکن غلط وقت پر۔۔۔ سب غلط ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔

اس نے شکوہ کناں نگاہیں پھیر کر عمرہ زاہد کی جانب دیکھا۔ یوول انتہائی کنفیوژن ہوا اسکی شعلہ بار نگاہوں کو تک رہا تھا۔ عمرہ نے مسکرا کر اسکی جانب دیکھا اور پھر نزاکت سے چلتی اسکے عین سامنے آبیٹھی۔ ٹانگ پر ٹانگ جما کر اسے دیکھا۔

"نظر صاحب۔ آپ نے اتنی اہم گیست کی آمد پر کسی کو آگاہی دینا ضروری کیوں نہیں سمجھا۔؟ پچ پچ۔ بہت غلط بات۔ کیا ہوا اگر اس انڈسٹری میں آپکی گیست کو کوئی پوچھ نہیں رہا تو۔ ہم ایکٹریس تو ایک دوسرے کا درد سمجھتی ہیں نا۔!" اسکے بناؤٹی لمحے اور خالی ہنسی پر سیلینہ کا روای رواں کھول رہا تھا۔ اس نے ایک گھائل نگاہ اپنے دونوں مخلصین پر ڈالی اور ٹانگ پر ٹانگ جما کر بیٹھ گئی۔ یوول نے بمشکل رپورٹر کو باہر دھکیل کر دروازہ بند کر دیا تھا۔

"سعید نواز کے ساتھ کام کرنے پر بہت مبارک ہو آپکو۔" اس نے کہا تو نظر اور یوول کو اپنے چہرے سفید پڑتے محسوس ہوئے۔ لمحے بھر کو چہرہ تو عمرہ کا بھی سفید ہوا تھا۔ سب جانتے تھے کہ سعید نواز کے ساتھ کام کرنے کے لیے ایکٹریس کو ہر قسم کے نامناسب کام کرنے پڑتے تھے۔ اس آفتر تک پہنچنے کے لیے اپنی نسوائیت تک پہنچنی پڑتی تھی۔

"مجھے ان کے ساتھ کام کرنے پر فخر ہے۔ انڈسٹری میں سرکولیٹ کرتے ہوئے ڈریٹی جو کس کا سہارا تو بہت پرانی ٹرک ہے۔ لیکن اوہ۔" وہ لمحے بھر کو ٹھہری۔ آنکھوں میں ہتک سی اُتر آئی۔ "تم تو ایک سال تک اس انڈسٹری سے کٹ کر رہی ہو۔ یقیناً یہاں کے بدلتے اطوار کو سیکھنے کے لیے تھوڑا وقت درکار ہو گا تمہیں۔"

ایکٹریس پھر ایکٹریس ہی ہوتی ہیں۔۔ سیلینہ کی آنکھوں میں تکلیف سے دھواں سا بھرنے لگا تھا۔ اس نے اس ایک سال میں بہت اذیت سہی تھی۔۔

"انڈسٹری میں سرکولیٹ کرتے ڈرٹی جو کس پرانے تو ہو سکتے ہیں۔۔ لیکن وہ کبھی جھوٹ نہیں ہو سکتے۔۔" عمرہ بغیر اثر لیے اسکے دلکش وجود کو تکنی رہی۔۔

"کامیابی کے زینے کیسے چڑھے جائیں۔۔ یہ کوئی نہیں پوچھتا۔۔ کامیابی حاصل کرنے کے بعد لوگ صرف چہرے اٹھا کر اوپر موجود شخص کی بلندی کو سراہ رہے ہوتے ہیں۔۔ میں ایک کامیاب ایکٹریس ہوں۔۔ اور میرے زینوں کی جانب کسی کی توجہ نہیں ہے۔۔"

مسکراہٹ عنقا ہو گئی تھی۔۔ عمرہ کی آنکھیں سپاٹ تھیں۔۔ اس نے صوف سے اپنا پرس جھپٹا اور اگلے ہی پل اٹھ کھڑی ہوئی۔۔

"اور مان لو، سیلینہ مظہر۔۔ کے تم۔۔ ایک ناکام ایکٹریس ہو۔۔"

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com
اس نے گلابی پڑتی آنکھوں سے سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھا۔۔ ایک زہر آلو دنگا نظر پر ڈال کر وہ آگے بڑھ آئی۔۔ پھر لمحے بھر کو ٹھہری۔۔ پلٹ کر مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔۔

"عمرہ زاہد۔۔ میں ایک ناکام ایکٹریس ہونا تو قبول کر سکتی ہوں۔۔ لیکن میں اپنے جسم کا سودا کرنے والی بے غیرت ایکٹریس بننا کبھی گوارہ نہیں کر سکتی۔۔ آپکو آپکی کامیابی مبارک ہو۔۔"

عمرہ کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔۔ وہ ایک لمحے کے لیے بھی رُکے بغیر آگے بڑھ آئی تھی۔۔ اس نے پیک لفت کو ایک نظر دیکھا اور پھر دانت پیس کر، گیلی آنکھیں لیے زینوں کی جانب بڑھ گئی۔۔

لطف کھلتے ہی رپورٹرز کا ٹولہ یقیناً اسکا انتظار کر رہا ہو گا۔ اسکے پاس آفیشل لفت میں داخل ہونے کا کارڈ نہیں تھا۔ وہ مزید ان لوگوں کے سامنے اپنا تماشہ نہیں بناسکتی تھی۔ اسے اب زینوں سے ہی اتر کر جانا تھا۔۔۔

کچھ لمحات قبل۔۔۔

اس نے کار پارکنگ ایریا میں پارک کی اور پھر کئی لمحے گاڑی کے اندر ہی بیٹھا رہا۔ اسکے ماتھے پر کی بل تھے اور نقوش انتہائی اکھڑے اکھڑے تھے۔ جیسے اسکا مود سخت خراب ہو۔ اگلے ہی پل گمراہ سانس لیے وہ باہر نکل آیا۔ دروازہ بند کیا۔ اور جو نہیں پلٹا، سیاہ لباس میں سیلینہ کو نزاکت سے چلتا دیکھ کر ٹھہر سا گیا۔ وہ اس ایجنسی میں کافی عرصے سے کام کر رہا تھا لیکن اس نے اس سارے عرصے میں سیلینہ کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ پہلے ٹوی پر نظر آتی تھی لیکن وقت کے ساتھ ساتھ جیسے وہ غائب ہو گئی تھی۔ خیر۔ اسے وہ کبھی اچھی نہیں لگی تھی۔ ایکٹریس اور ان کے پلاسٹک انداز۔۔۔!

وہ سر جھکلتا آگے بڑھ آیا۔ تھری پیس سیاہ سوٹ میں، سیاہ ہی ٹائی لگائے، بالوں کو جیل سے پچھے جمائے۔ وہ ایک خوش شکل، دراز قد جوان تھا۔ کان میں لگے بیلو ٹوٹھ اور کسرتی جسم سے اسکے کام کا اندازہ ہوتا تھا۔ وہ اس ایجنسی میں موجود ایک ایکٹریس کا بادی گارڈ تھا۔ پرسنل گارڈ۔۔۔

ایسے پرسنل بادی گارڈ رکھنے کی ضرورت اکثر پیش تو نہیں آتی تھی لیکن بعض دفعہ ایکٹریس کی جان کو خطرہ لاحق ہوا کرتا تھا۔ شہرت بڑھ جائے تو دشمن دُگنے ہو جایا کرتے ہیں۔ جو نہیں کوئی

ایکٹریس شہرت کی بلندیوں کو چھونے لگتی تو اسکے گارڈز بڑھا دیے جاتے۔۔ یہ ایجنسی کا اصول تھا۔۔ اور اسی اصول کے تحت وہ بادی گارڈز کو پرسنل ٹرین کیا کرتی تھی۔۔ اگر ایکٹریس کی حفاظت یقینی بنائی جاتی تو انڈسٹری میں پھلنے پھولنے کے موقع کی زیادہ ہوتے۔۔ وہ بھی اسی ایجنسی سے ٹریننڈ ہوا ایک بادی گارڈ تھا۔۔ اسے اپنا کام عزیز تھا۔۔ لیکن فی الحال اسکے کام نے اسکی زندگی اجیرن کر دی تھی۔۔

اس نے نگاہوں پر سیاہ چشمہ چڑھایا اور پھر آگے بڑھ آیا۔۔ پبلک لفت میں بُرے موڈ کے ساتھ داخل ہوتی سیلینہ کو اس نے بالکل خاموش نگاہوں سے دیکھا تھا۔۔ ایک لفت میں سوار ہونے سے ہی اسکی حیثیت کا پتہ چل رہا تھا۔۔ ایجنسیز بھی بعض دفعہ کتنی ظالم ہو جاتی ہیں۔۔ اس نے گہرا سانس لیا اور داخلی ہال کے بعد سفید ٹائمز والی راہداری میں چلا آیا۔۔ اس راہداری میں کئی آفسس کے دروازے بند تھے۔۔ وہ ایک جانے پہچانے آفس کی جانب بڑھ آیا۔۔ پھر گہرا سانس لے کر ہاتھ اسکے ناب پر رکھا۔۔

"بس۔۔ یہ آخری دفعہ ہو گا۔۔" اگلے ہی پل اب وہ دروازہ کھولے اندر داخل ہو رہا تھا۔۔ سربراہی گھر سی پر جو لیا بیٹھی، ساتھ کھڑی سیکریٹری کو آج کے شیڈول کے حساب سے آگاہ کر رہی تھی۔۔ اسے اندر داخل ہوتا دیکھ کر لمحے بھر کو ٹھکنی۔۔ پھر شہناز کو اشارہ کیا تو وہ موڈب سی گردن جھکائے باہر نکل گئی۔۔ وہ دروازے سے آگے بڑھ آیا تھا۔۔

"بیٹھو۔۔" جو لیا نے مسکرا کر پیش کش کی تو اس نے نفی میں سر ہلا کیا۔۔ چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔۔ بے تاثر۔۔ بادی گارڈز کا خاصہ۔۔

"یہ میرا ریز گنیشن لیٹر ہے۔۔۔" اس نے کوٹ پر ایک ہاتھ ادب سے رکھا اور پھر ہلا سا جھک کر سفید لفافے میں قید اپنا الوداعی لیٹر رکھا۔۔۔ جو لیا کی آنکھیں لمحے بھر کو حیرت سے کھلی تھیں۔۔۔

"واٹ۔۔۔؟ تم میرے بادی گارڈ ہو۔۔۔ ہمارے درمیان طے ہوئے کانٹریکٹ کی میعاد ختم ہونے سے قبل تم ریزاں نہیں کر سکتے۔۔۔" اس نے ٹھنڈی آنکھوں سے اسکا چہرہ دیکھا۔۔۔ آنکھوں پر سیاہ چشمہ چڑھا ہونے کے باعث وہ اسکی آنکھیں پڑھنے سے قاصر تھی۔۔۔

"میعاد کل رات ختم ہو چکی ہے۔۔۔"

"تو ہم اس کانٹریکٹ کو روئی نیو کر سکتے ہیں۔۔۔"

"مجھے ایسا کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔۔۔" اسکی آواز بالکل ہموار تھی۔۔۔ غصے اور بے ادبی سے خالی۔۔۔ جو لیا نے طیش سے ہاتھ میں کپڑی فائل سامنے رکھے ٹیبل پر چینکی۔۔۔ کئی پیپرز فائل سے ٹکرایا کر اسکے سیاہ جو توں کے پاس آگرے تھے۔۔۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"اپنی آنکھوں سے یہ بلڈی چشمہ اتار کر بات کیا کرو مجھ سے۔۔۔" اس نے ہاتھ اوچا کیا اور چشمہ اتار لیا۔۔۔ بے تاثر سی سرمی آنکھیں واضح ہوئیں۔۔۔

"میں تمہارے ہر مطالبے کو ماننے کے لیے تیار ہوں۔۔۔ لگز ریز اپارٹمنٹ، نیو ماؤنٹ کی گاڑی، بہتر لائف اسٹائل اور ایک مستحکم تنخواہ۔۔۔ میں سب کچھ روئی نیو کر سکتی ہوں۔۔۔ میں تمہاری زندگی بدل سکتی ہوں۔۔۔ تم ایسے مجھے چھوڑ کر نہیں جاسکتے۔۔۔" وہ کھول کر بولی تو اس نے پہلی دفعہ سرمی

آنکھوں سے اسے دیکھا۔ وہ آنکھیں اتنی خاموش تھیں کہ جو لیا لمحے بھر کو چپ سی ہو گئی۔ شاید اس نے اسکا چشمہ اتروا کر غلطی کر لی تھی۔۔۔

"مجھے آپکی کسی آفر میں کوئی دلچسپی نہیں ہے، میڈم۔۔۔"

"یاسر عالم۔۔۔!" اس نے بہت ضبط سے اسکا نام لیا تھا۔

"میں حفاظت کا کام کر سکتا ہوں۔ آپکے لیے پارٹ ٹائم لذت کا سامان نہیں کر سکتا۔ کانٹریکٹ کے پتھکل آرٹیکل کے تحت میں۔۔۔ یا۔۔۔ آپ۔۔۔ بغیر کسی حفاظتی وجہ کے ایک دوسرے کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ لیکن آپ نے اس اصول کی پابندی نہیں کی۔ آپ نے مجھے بغیر کسی وجہ کے اپنے اپارٹمنٹ میں بلا یا اور اس سے بھی بڑھ کر۔ آپ نے درمیان میں کھینچ گئے بنس فاصلے کو بھی عبور کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ میں مزید آپ کے ساتھ کام نہیں کر سکتا۔"

ایک لمحے کے لیے سارے آفس میں سنٹا چھا گیا تھا۔ جو لیا کو اسکے جواز پر جیسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ۔۔۔ ایک اعلیٰ پائے کی اداکارہ۔۔۔ جس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے لوگ کئی گھنٹوں تک قطار میں لگے رہتے تھے۔۔۔ وہ اسے یہ موقع فراہم کر رہی تھی لیکن سامنے کھڑا یہ جوان ایسے موقع کو گنو رہا تھا۔ اب جب کہ وہ اسے دوسرے لفظوں میں "ریجیکٹ" کر رہا تھا تو وہ اسے اور شدت سے اچھا لگنے لگا تھا۔ اس اکھڑے انداز اور پرکشش نقوش کے لیے ہی تو اتنا نیچے گر رہی تھی۔۔۔

"تم جانتے بھی ہو کہ کیا کہہ رہے ہو۔۔۔؟" اسکی آنکھیں ہنگ سے جیسے سُرخ ہو گئی۔۔۔

میں دوبارہ وہ سب دوہر اکر آپکو مزید شرمندہ نہیں کرنا چاہتا۔ آپ کسی اور کو اپنا بادی گارڈ رکھ "سکتی ہیں۔"

"تم۔۔۔ تم ایسے چھوڑ کر نہیں جاسکتے۔۔۔ میں اگر تمہاری زندگی بنا سکتی ہوں تو اسے تباہ بھی کر سکتی ہوں۔۔۔" اس نے جولیا کو اب کہ واضح حیرت سے دیکھا تھا۔

"گو اہیڈ۔۔۔"

"تمہاری حیثیت اس انڈسٹری میں ایک پھوٹی کوٹی کے برابر بھی نہیں رہنے دوں گی میں، یا سر۔ میں تم پر الزامات عائد کروں گی۔۔۔ میں تم پر جنسی ہر اسمنٹ کا کیس فائل کروں گی۔۔۔ میرے مداح رات کے اندر یہرے میں تمہارے گھر پر پھرلوں کی بارش کر دینگے اور تمہیں میرے پاس۔۔۔ اس سب کے بعد۔۔۔ آنا پڑے گا۔۔۔ وہ خوفناک تھی۔۔۔ یا سر کو اسکا اندازہ تھا۔۔۔

visit for more novels.

"گو اہیڈ۔۔۔" اسکے دونوں ہاتھ مودب سے انداز میں آگے بندھے ہوئے تھے۔ جولیا کی تقریر کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا جیسے۔۔۔

"کیا ثبوت ہے تمہارے پاس اپنے الزامات سچ ثابت کرنے کا۔۔۔؟" کچھ پل بعد وہ جیسے واقعی جانا چاہتی تھی۔

"آپ نے مجھے۔۔۔"

Assault

کیا ہے، میڈم۔ ثبوت کی بات میرے سامنے مت کریں۔ آپ کے اپارٹمنٹ اور آفس کے کیمرے کوں کنٹرول کرتا ہے کیا میں آپکو بتاؤں۔۔۔؟"

"فوٹیجز میں ڈیلیٹ کرو اچکی ہوں۔۔۔" اور یہ پہلی دفعہ تھا۔۔۔ جب وہ ہلکا سا مسکرا یا تھا۔۔۔ جو لیا نے اسکو بہت کم مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔۔۔

"آپکی ڈیلیٹ فوٹیجز میرے پاس موجود ہیں۔ اگر میرے چارم سے متاثر ہوئے بغیر آپ کا نظریکٹ کی شق نمبر سات کو دھیان سے پڑھتیں تو شاید مجھے آپکو بتانا نہیں پڑتا۔۔۔ کہ باڈی گارڈز کے پاس حفاظتی اقدامات کے لیے ڈیلیٹ فوٹیجز کا رکھنا جائز ہوتا ہے۔ آپ مجھ پر۔۔۔ کسی بھی کورٹ میں۔۔۔ کسی بھی قسم کے چار جز فائل کرنے کا۔۔۔ کوئی حق نہیں رکھتیں۔۔۔" وہ آہستگی سے پلٹا تھا۔ جو لیا نے کھلے منہ کے ساتھ اسکی پُشت کو دیکھا۔ پھر دانت پیس کر وہ اس پر چلائی۔۔۔

"میں تمہیں تباہ کر دوں گی۔۔۔ میں تمہیں مسخ کر دوں گی۔۔۔!" دروازے تک پہنچ کر اس نے ایک پل کے لیے پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔

"جاتے جاتے ایک لیگل ایڈ واس دینا میرا فرض ہے۔۔۔" وہ آگے بڑھا اور پھر صوف کی پُشت پر رکھا اپنا اسکارف اٹھایا۔ وہ سیاہ رنگ کا ریشمی مفلر تھا، جو اس نے ٹھنڈ کی وجہ سے جو لیا کو دیا تھا۔ اس دفعہ۔۔۔ باڈی گارڈ اپنے باپ کی عمر کا اپنٹ کیجیے گا۔ نہیں تو وہ دن دور نہیں جب کوئی بھی گارڈ آپ کے ساتھ کام کرنے پر راضی نہیں ہو گا۔۔۔ اور ہاں۔۔۔" وہ دونوں ہاتھ ٹیبل پر رکھے، دہکتی آنکھوں سے اسے تک رہی تھی۔۔۔" مرد کو اپنی خوبصورتیوں سے کبھی اکسانا نہیں چاہیے۔ وہ کب انسان سے بھیڑیا بن جائے۔۔۔ آپ کو اندازہ بھی نہیں ہے اس بات کا۔۔۔"

"رکھو۔۔ یہ مفلر بیہیں رکھ دو۔۔" وہ اس پر چلائی تھی۔۔ اس نے چہرہ جھکا کر اپنے اسکارف کو دیکھا۔۔

"کیا آپ کو کسی نے بتایا نہیں کہ دوسروں کی چیزوں کو ان کی پریمیشن کے بغیر نہیں رکھا کرتے۔۔؟" ایک آخری چمکتی نگاہ اس پر ڈالی اور باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔ مفلر اسکے ہاتھ میں اب تک تھا اور دماغ کافی حد گھوما ہوا تھا۔۔ پچھے آفس سے کوئی بھاری شے زمین پر آگئے کی آواز آئی تھی۔ جو لیا کی سیکریٹری تیزی سے اندر بھاگی تھی۔ وہ آگے بڑھ آیا۔۔ اسکا کام ہو گیا تھا۔۔

وہ زینوں سے اترتے اترتے تھک گئی تھی۔۔ آخری زینوں تک اسکی ٹانگیں کانپنے لگی تھیں۔۔ کچھ دیر پھولے سانس کو بحال کرنے کے لیے وہ زینوں پر ہی بیٹھ گئی۔۔ یکایک اسکا موبائل پیغام کی ٹون کے ساتھ بجا تو اس نے

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

اگلے ہی پل اسکی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔۔ اپنے اکاؤنٹ سے ہوئی ساٹھ ہزار کی تازہ ٹرانزیشن دیکھ کر اسکا دماغ بھک سے اڑا تھا۔۔ اگلے ہی پل اس نے دانت پیس کر فون پر نمبر ڈائل کیا اور اسے کان سے لگایا۔۔

"یہ کیا ہے، ماں۔۔؟ ساٹھ ہزار۔۔! آپکو کیا ضرورت پڑ گئی اتنے پیسوں کی۔۔؟" دوسری جانب جیسے اسکا سوال سن کر سامع نے تلخی سے فون کو دیکھا تھا۔۔

"میں نے ایک بیگ لیا ہے۔۔ عمرہ زاہد کی ماں کے پاس بھی یہ لمیٹڈ ایڈیشن ہے۔۔ اگر اس نے لیا ہے تو مجھے بھی لینا چاہیے نا۔۔ لوگ کیا کہیں گے کہ بیٹی کے فلاپ ہوتے ہی ماں نے بازاروں کے بیگز پر گزارہ کرنا شروع کر دیا ہے۔۔ یہ سب میں تمہارے لیے ہی کر رہی ہوں، بیٹا۔۔" اس کا دل کیا زور سے ان پر چلانے۔۔ ادھر اسکے پاس اپنے اپارٹمنٹ کا کراچیہ دینے کے پیسے پورے نہیں ہو رہے تھے۔۔ اور ادھر اسکی ماں کو

aristocrat

بننے سے فرصت نہیں تھی۔۔

وہ بے بسی سے فون کو لمحے بھر کے لیے دیکھ کر رہ گئی تھی۔۔ یہ سب کیا ہو رہا تھا آخر۔۔ سب لوگ آخر اسکا دل رکھنے کے لیے۔۔ اسے ہی کیوں کنگال کر رہے تھے۔۔ پہلے نظر امجد۔۔ پھر اسکی ماں۔۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"آپکو اندازہ بھی ہے کہ وہ سماں ہزارا بھی میرے لیے کس قدر اہم ہیں۔۔! آپ اتنی لاپرواہ کیسے ہو سکتی ہیں اپنی بیٹی کے مسائل سے۔۔؟" وہ ان پر چیختی تھی۔۔

"ایک بیگ لینے سے تم غریب نہیں ہو جاؤ گی۔۔" وہ بھی جواباً اتنی ہی تلنگ سے پھنکاری۔۔ سیلینہ کو اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔

"آپکے پاس ایسے قیمتی بیگز کی بھرمار ہے، ماں۔۔ میں نے آپکو سب کچھ لے کر دیا ہے۔۔"

"ایک سال سے تم نے مجھ پر اپنا ہاتھ جیسے تنگ رکھا ہوا ہے۔۔ وہ میں جانتی ہوں۔۔ میرا دم گھٹتا ہے گنے پختے پیسے لے کر تم سے۔۔ آخر کب ختم ہو گا تمہارا یہ فلاپ ایکٹریس کا ڈرامہ۔۔؟"

اسے لگا جیسے اسکا دل ڈوب رہا ہے۔ وہ چند پل کچھ نہ بولی تھی۔۔

"اب آپ۔۔ میرے اکاؤنٹ سے کوئی پسیے نہیں نکالیں گی۔۔ یہ میری وارنگ ہے آپکو۔۔" وہ سختی سے کہہ کر جیسے ہی اٹھی تو دوسری جانب سنٹا چھا گیا۔۔

"سمجھ گئیں۔۔؟"

"بس آخری دفعہ مجھے پچاس ہزار دے دو۔۔" اسکا دماغ ایک بار پھر بھک سے اڑا تھا۔ اس نے بے یقینی سے فون کو دیکھا۔۔

"آپ پاگل تو نہیں ہو گئی ہیں کہیں۔۔؟"

"سیلین۔۔ ماں کی مجبوری سمجھو بیٹا۔۔"

"پہلے بتائیں۔۔ آپکو یہ پسیے کیوں چاہیے۔۔؟" اس نے کمال ضبط سے پوچھا تھا۔۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"وہ۔۔ تم ناراض نہیں ہونا۔۔"

"پہلے بتائیں۔۔"

"مجھے کسینو میں وہ پسیے لوٹانے ہیں۔۔" زینے جیسے اسکے سر پر آگرے تھے۔ کسینو۔۔! اسکی ماں پھر سے گیبلنگ (جو) کھلنے لگی تھی! وہ جیسے کچھ بولنے کی قابل ہی نہیں رہی تھی۔۔

"ماں۔۔ آپ۔۔!" اسے سمجھ نہیں آیا کہ کیا کہنا چاہیے۔۔

"میں ادھر کام کے لیے در در بھٹک رہی ہوں، ماں۔ لوگوں کی کڑوی کسلی باتیں سن رہی ہوں تاکہ آپکو کسی چیز کی کمی نہ ہونے دوں۔۔ اور آپ۔۔ یہ آپ کیا کر رہی ہیں میرے ساتھ۔۔؟ کوئی

پیسہ نہیں ملے گا آپکو اب۔۔۔ ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں۔۔۔ "اس نے اگلے ہی پل فون کان سے ہٹایا اور لرزتے قدموں سے آگے بڑھ آئی۔۔۔ اسکا رنگ سفید ہوا تھا۔۔۔ دروازہ کھول کر اس نے جیسے ہی باہر قدم رکھا تو رپورٹر کا ایک جم غیر اس پر جھپٹا۔۔۔ لائٹس۔۔۔ سوالات۔۔۔ ماں کی بے حسی۔۔۔ یوں اور نظر امجد کی حرکت۔۔۔ عمریہ زاہد کے زہر اُگلتے طرز۔۔۔ سب کچھ اس پر جیسے ایک ساتھ وارد ہوا تھا۔۔۔

"آپ کا اسکینڈل اب تک خبروں میں کیوں گردش کر رہا ہے۔۔۔؟ کیا آپ اب بھی زیر اینڈ سنز کے چھوٹے بیٹے کے ساتھ ریلیشن شپ میں ہیں۔۔۔؟"

"کیا آپ کے بارے میں تمام الیکٹریشن درست ہیں۔۔۔؟"

"کیا یہ سچ ہے کہ آپ کورٹ کے سمن کرنے پر بھی حاضر نہیں ہوئی تھیں۔۔۔؟"

"کیا آپ واقعی ڈرگز کی ٹریننگ میں زیر حسن کے بیٹے کے ساتھ ملوث رہی تھیں۔۔۔؟"

"کچھ کہیں پلیز۔۔۔" رپورٹر کا ایک ہجوم تھا جو اسکے آس پاس ابل رہا تھا۔۔۔ اسکا سانس رکنے لگا تھا۔۔۔ کوئی گارڈ اسکی حفاظت کے لیے موجود نہیں تھا۔۔۔ اسکے پاس گارڈ ہائی کرنے کے پیسے نہیں تھے۔۔۔ رپورٹر اسے چھوڑ رہے تھے۔۔۔ نازیبا سوالات کر رہے تھے۔۔۔ وہ سفید پڑتے چہرے کے ساتھ درمیان سے نکلنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن ہر کوشش ندارد۔۔۔ وہ بہت زیادہ تھے۔۔۔ اور سیلین اکیلی تھی۔۔۔ کیا یہی ہوتا ہے فلاپ ایکٹریس کا مقدر؟ نازیبا سوالات اور ذو معنی نظریں۔۔۔

یکاک کوئی اس جم غیر کو تیر کی طرح چیرتا ہوا آگے بڑھا۔ اس نے اپنے ہاتھ پھیلا کر سیلینہ کے آس پاس رکھے۔ سب رپورٹر اسکی آمد پر یکدم ہی پچھے ہوئے تھے۔ وہ سرمی آنکھوں والا، دراز قد، بادی گارڈ تھا۔ اسکے بازوؤں میں اتنی طاقت تھی کہ وہ کئی لوگوں کو ایک ساتھ پرے دھکیل سکتا تھا۔ اور اس نے یہی کیا تھا۔

"فاصلہ رکھ کر بات کریں۔" اس کی جھاڑ پر رپورٹر شرمندگی سے پچھے ہوئے تھے۔ سیلینہ اس نئے چہرے کو حیرت سے تک رہی تھی۔ سرمی آنکھوں والا اسکی جانب گھوما۔

"کیا آپ بات کریں گی۔؟" سرگوشی میں اس سے پوچھا۔ سیلینہ نے صرف اپنا سر نفی میں ہلا کیا۔ یہ اشارہ یاسر کے لیے کافی تھا۔ اس نے تیزی سے رپورٹر کو پرے دھکیلا۔ کی ایک دوسرے سے ٹکرا کر زمین پر جا گرے۔

"آپ کون ہیں سیلینہ کے۔؟" کسی رپورٹر نے ہانک لگائی تو اس نے سپاٹ آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"بادی گارڈ۔"

اور پھر اسی تیزی کے ساتھ سیلینہ کو لیے ایجنسی کے داخلی ہال سے باہر لیے آگے بڑھ آیا۔

وہ دروازہ اپنے پیچھے بند کرتا ہوا باہر نکل آیا تھا۔ آفس سے بھاری شے زمین پر مارے جانے کی آواز باہر تک سنائی دی تھی۔ جولیا کی سیکریٹری نے اندر بھاگتے ہوئے اس پر ایک افسر دہ نگاہ ڈالی تھی۔ جولیا کا یہ لیا دیا سا بادی گارڈ اسے شروع دن سے ہی نہیں پسند تھا۔

وہ ہاتھ میں مفلر لیے، آگے بڑھ آیا تھا۔ ہال کے ایک جانب لفٹ کے سامنے رپورٹرز کا جم غیر موجود تھا۔ وہ سب یقیناً ایک سال کے بعد، سیلینہ کی اچانک آمد پر خاصے چونکے ہوئے تھے۔ اور یہ تو طے تھا کہ اب وہ اس سے سوالات پوچھے بغیر ملنے والے نہیں تھے۔

یاسر کی خاموش نگاہیں لفت سے زینوں کے دروازے تک پھیلیں۔ وہ یقیناً لفت سے نہیں اُترے گی۔ ابھی اس نے چند قدم آگے بڑھائے ہی تھے کہ زینوں کا دروازہ گھلا اور سیلینہ سفید چہرے کے ساتھ باہر نکلی۔ لفت کے سامنے ایستادہ جم غیر اسکی جانب تیزی سے لپکا تھا۔

وہ نظر انداز کر کے آگے بڑھنا چاہتا تھا۔

visit for more novels:

www.urdinovelsbank.com

اس نے ہاتھ میں قید مفلر کو پوری طرح سے مٹھی میں جکڑے رکھا تھا۔ یہ اسکا مسئلہ نہیں تھا۔ رپورٹرز کے سوالات اسکی سماعت میں اُترے۔ وہ اور سیلینہ کے ارد گرد موجود رپورٹرز کا جم غیر ایک ساتھ ہی داخلی دروازے کی جانب بڑھ رہے تھے۔ اس نے ایک نظر رپورٹرز کے درمیان برف چہرے کے ساتھ کھڑی، بچتی بچاتی سیلینہ کو دیکھا۔ اور بس۔

سامنے کی جانب بڑھتے اسکے قدم اگلے ہی پل اس ہجوم کی جانب گھومے۔ ہجوم کو پرے دھکیل کر وہ تیزی سے اسکی جانب بڑھا۔ باقی کام آسان تھا۔ یہ کام اسکا معمول تھا۔ اسے لوگوں کو پرے دھکیلنے میں مہارت حاصل تھی۔ لیکن وہ ایک دفعہ سیلینہ سے پوچھنا چاہتا تھا۔ اگر وہ

رپورٹرز کے سوالات کا جواب دینا چاہتی تھی تو وہ اسکے لیے راہ ہموار کر سکتا تھا۔ لیکن وہ بہت سپٹائی ہوئی لگ رہی تھی۔ میک اپ کی چڑھی تھہ تلے اسے سیلینہ کا چہرہ حد درجہ مُردہ محسوس ہوا تھا۔ اس مُردہ چہرے کو دیکھ کر اسے لمحے بھر کے لیے کچھ بہت شدت سے یاد آیا تھا۔ اور اس یاد کے لپکتے ہی، اسکے ہاتھوں میں مزید تیزی آگئی تھی۔

اس نے کئی رپورٹرز کو راستے سے ہٹایا اور اسکے لیے راستہ بناتا ہوا، اسے اپنی کارتک لے کر آیا۔ رپورٹرز اسکی کار کے دروازے تک سوالات کر رہے تھے۔ اس نے پچھلا دروازہ کھولا اور سیلینہ کو اندر بٹھایا۔ پھر فرنٹ سیٹ سنبھال کر اگلے ہی پل گاڑی تیزی سے باہر نکال لایا۔

"یہ سب کیا تھا نظر بھائی؟" عمرہ کو بمشکل قابو کر کے اس نے ریسٹ روم میں جانے کے لیے راضی کیا اور پھر تیزی سے نظر کی جانب گھوما۔

visit for more novels:

"آپ نے اس سے میرے بارے میں جھوٹ کیوں بولا، بھائی؟" یوں یکدم ہی بہت پریشان نظر آنے لگا تھا۔ وہ ستائیں سالہ خوش شکل جوان تھا۔ اسے واقعتاً سیلینہ سے بہت لگا تو تھا لیکن یہ بھی سچ تھا کہ وہ اپنا کام چھوڑ کر نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ اگر وہ بیٹھ جاتا تو کھاتا کہاں سے۔؟ پچھلے سال کے عرصے میں کئی دفعہ اس نے بہت سے لکھاریوں کو سیلینہ کے لیڈرول کے لیے راضی کرنے کی کوششیں کی تھیں۔ وہ انہیں نظر کے آفس تک لانے میں بھی کامیاب ہو گیا تھا۔ لیکن جب وہ سیلینہ کا نام سننے تو ان کے نقوش یکدم ہی سیاہ پڑ جایا کرتے تھے۔ وہ یوں بدکتے گویا کسی زہر یہ جانور نے انہیں ڈنک مار دیا ہو۔ شروع شروع میں وہ خود بھی اسکے حالات سے کافی فرستھیٹ رہا۔

تھا۔ لیکن جب اس نے اپنی سی کوششیں کر کے بھی پھل نہیں دیکھا۔ تو پھر وہ یہ سب ترک کر کے اپنے کام کی جانب متوجہ ہو گیا۔

لیکن ابھی جو نظر امجد نے جھوٹ بولا تھا۔ وہ بھی اسکی بابت۔ اسکی اجازت کے بغیر۔ اس پر اسے بہت افسوس ہوا تھا۔

"آپکو اندازہ بھی ہے کہ وہ کتنی ہرٹ نظر آ رہی تھی۔!" اسکی آواز میں ڈکھ ابھر آیا تھا۔ نظر نے بھاری دل کے ساتھ گھرا سانس لیا۔

"میں اسے مزید ہرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ہم سب اپنی اپنی جگہوں پر کام کر رہے ہیں۔ ہم اپنی زندگیوں میں آگے بڑھ رہے ہیں اور وہ کہیں بہت پچھے رہ گئی ہے۔ میں بس اس احساس کو مزید گھرا نہیں کرنا چاہتا تھا۔" یوول نے بے چین سی سانس خارج کی۔

"اور اب جو میں آپ نے کری ایٹ کیا ہے۔۔۔ اسکا کیا کرنا ہے۔۔۔؟ سیلینہ آپکی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہے گی اب۔۔۔ آپکی کیا۔۔۔ بلکہ اب تو وہ میری شکل بھی نہیں دیکھے گی۔۔۔" اس نے سر دونوں ہاتھوں میں گرا یا اور صوف پر گر سا گیا۔

"تمہیں اسکرپٹ لے کر جانا ہے اسکے اپارٹمنٹ۔۔۔" چند پل کی خاموشی کے بعد نظر نے کھنکھار کر کہا تو یوول نے چونک کر چہرہ اٹھایا۔۔۔

کیا مطلب۔۔۔ یہ فس کری ایٹ کرنے کے بعد آپ مجھے شیر کے بل میں اکیلا بھیجنा چاہتے " "ہیں۔۔۔؟"

"شیر بل میں نہیں رہتا، گدھے۔۔!" نظر نے نظریں چراتے ہوئے اسے ٹوکا تھا۔

"وہ کہیں بھی رہتا ہو لیکن میں اسکرپٹ لے کر اکیلے اسکے اپارٹمنٹ نہیں جاؤں گا۔۔ وہ میرا یقین نہیں کرے گی۔۔"

"تو کیا چاہتے ہو تم۔۔؟" نظر کو اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہورہا تھا۔ ڈائیریکٹر آف گلیمیر انڈسٹری کے پسینے چھوٹ رہے تھے۔ سیلینہ کا غصہ۔۔ اف۔۔ گھبرا کر سر جھٹکا تھا اس نے۔۔

"آپ میرے ساتھ چل رہے ہیں اور یہ سب کلیئر کر رہے ہیں۔ آپ اسماڑ بنے کی کوشش کرتے ہی کیوں ہیں جب آپ ہیں نہیں تو۔۔؟" آخر میں وہ جھنجھلا کر اٹھا تھا۔ پھر اسکے اڑے رنگ کی جانب دیکھے بغیر دروازہ ٹھاہ کی آواز کے ساتھ بند کرتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔ سیلینہ اور یوول۔۔ کسی دن اسے ہارت اٹیک دیں گے یقیناً۔۔!

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

اس شہری ہماہی سے خاصہ دورِ اک گاؤں واقع تھا۔ اسکے سرسبز لہلہتے قطعوں پر بہت خوبصورت سن فلاورز کھلے ہوئے تھے۔ سورج کی روشنی تلے ان کے رُخ خورشید کے چمکتے روپ کی جانب تھے۔ سرسراتی ہوا تلے کی ایکٹر پر پھیلی زمینوں کے درمیان۔۔ بہت خوبصورت سا سفید گھر ایستادہ تھا۔۔ چھوٹا سا، لکڑی کی باڑ کے پیچھے موجود۔۔ سورج مکھی کے پھولوں کی روشنی تلے دکھتا ہوا۔۔ سفید باڑ کا چھوٹا سا دروازہ ہوا سے جھول رہا تھا۔ ذرا آگے گھاس کے قطعے پر اک کار پارک تھی۔۔ اور یہ سواری کسی کی آمد کا پتہ دیتی تھی۔۔

گھاس کا حصہ عبور کرتے ہی گھر کے دو لکڑی سے بنے زینے واضح تھے۔ داخلی دروازہ بھاری لکڑی کا بنا تھا۔۔۔

اسے دھکیل کر اندر قدم رکھا جاتا تو لکڑی سے بنا وہ بغلہ ٹھنڈا سا خاموش محسوس ہوتا۔۔۔

دائیں جانب بنے مہمان خانے میں دو نفوس براجمان تھے۔ مہمان خانے کا نقشہ خاصہ آسان تھا۔۔۔ سفید بے داغ قیمتی صوفوں کے سامنے قد آور گلاس وال موجود تھی۔ اس گلاس وال سے باہر موجود سر سبز باغ دور تک پھیلے ہوئے نظر آیا کرتے تھے۔ یہ اس شاداب سے علاقے میں ایک ہی گھر تھا۔۔۔ تنہا، سفید۔۔۔ چھوٹا سا محل۔۔۔

اندر براجمان نفوس ایک دوسرے کے مقابل تھے۔۔۔ خاموشی سے۔۔۔

"کیسے آنا ہوا۔۔۔؟" ایک جانب بیٹھے بزرگ سردار عالم نے پہلا استفسار کیا تھا۔ ان کے صحت مند سے رُخسار گلابی ہو رہے تھے اور سر کے بالوں میں اک بھی سیاہ بال موجود نہیں تھا۔ لیکن اس بڑھتی عمر نے بھی ان کے وقار میں کمی نہیں کی تھی۔ وہ عمر کے اس حصے میں بھی وجہہ دکھ رہے تھے۔

"میرا بیٹا نظر نہیں آرہا، بابا۔۔۔ کتنا عرصہ ہو گیا ہے میں نے اس سے بات نہیں کی ہے۔۔۔" سلطانہ نے نرمی سے کہا تھا۔ باب کٹ بالوں کی چونچ اسکی صراحی دار گردن پر پڑی تھی۔ ان بالوں کا رنگ گہرا نمرخ تھا۔ ایسے کہ وہ دھوپ میں سرخ محسوس ہوتے لیکن کم روشنی والی جگہوں میں ان کا رنگ گہرا کٹھی محسوس ہوتا تھا۔ ڈیزائنر ڈریس زیب تن کیے۔۔۔ نازک سراپے والی سلطانہ ناز اپنے وقت کی ماہی ناز اداکارہ رہ چکی تھی۔ اور ایسا نہیں تھا کہ وہ اب بھی کہیں دب کر پچھے رہ گئی

تھی۔۔ اپنی خوبصورتی، جلد اور فگر کا خیال رکھنے کی وجہ سے وہ آج تک اسکرین کی زینت تھی۔۔
اس کے لیے ترقی کے زینے اب تک ہموار تھے۔۔

"کام پر گیا ہوا ہے۔۔" سردار نے تخل سے کہہ کر اس کی جانب دیکھا تھا۔

"ہمیشہ ایک ہی جواب دے کر آپ کو شرمندگی نہیں ہوتی، بابا۔۔؟" وہ مسکرا کر نرم لبھے میں
پوچھ رہی تھی۔ سردار نے گھر اسانس لیا۔۔

"وہ تمہیں پسند نہیں کرتا، سلطانہ۔ وہ تمہیں نہیں دیکھنا چاہتا۔ نہ ہی تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔ مجھے
بھی ہمیشہ تمہیں ایک ہی جواب دے کر اچھا نہیں لگتا لیکن مجھے اپنے پوتے کا سکون زیادہ عزیز
ہے۔" ان کی آواز میں نرمی کے ساتھ شفقت بھی تھی۔۔

"کیا کسی ایسے بیٹے کو دیکھا ہے آپ نے جو اپنی ہی ماں سے بد ظن ہو۔۔؟ ایسا نہیں ہوتا، بابا۔ آج
یا کل بچہ ماضی کی تلخیوں کو بھول کر اپنی ماں کے پاس واپس آ جاتا ہے۔ لیکن میرا بچہ میرے پاس
واپس نہیں آ رہا۔ کہیں آپ۔۔ اسے مجھ سے دور کرنے کی سماں تو نہیں کر رہے۔۔؟" وہ اب تک
مسکرا رہی تھی۔ شہد لہجہ اور نپے تسلی جملے۔ اس کی موجودگی کے باعث کمرے میں موجود ہرشے
مرعوب سی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ یا سر عالم کی ماں تھی۔۔ خوبصورت سُرمی آنکھوں والی۔۔

"بچے تب واپس آتے ہیں جب ان کے زخم بھر جائیں۔ جب زخم تازہ رہیں تو وہ واپسی کے راستے
بھول جاتے ہیں۔"

زخم کسے نہیں لگتے۔؟ لیکن اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ اپنی ماں کی شکل کو بھی دیکھنا گوارہ نہ "کیا جائے۔

"تم اس سے یہ بات خود کیوں نہیں پوچھ لیتی۔؟" سردار عالم نے سوکی ایک بات کہی تھی۔
"وہ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتا۔" اب کہ سلطانہ کے جڑوں میں ہلکی سی سختی محسوس ہوئی تھی۔

"میں بھی بہت دفعہ اس سے تمہارے حوالے سے بات کرنے کی کوششیں کر چکا ہوں۔ وہ مجھے ہر دفعہ ایک ہی جواب دیتا ہے۔" دادا ہم اس موضوع پر اب بات نہیں کریں گے۔" یاسر کے انداز میں کہہ کر سردار نے گویا سلطانہ کو حیران کر دیا تھا۔ کیا وہ اب تک اس سے نفرت کرتا تھا۔؟ اب تک۔!

چند پل وہ چہرہ جھکائے اپنے چائے کے کپ کو دیکھتی رہی۔ اس میں موجود چائے کا رنگ ہلاکا سبز تھا اور اوپر چند پتے کیموائل کے ڈلے ہوئے تھے۔ بے داغ پیامی کی اوپری سطح پر تیرتے۔ سفید پھول۔

"جانتے ہیں، بابا۔ ساری زندگی میں کیموائل ٹی پیتی رہی۔ اس چائے کی مجھے اتنی عادت ہو گئی ہے کہ اب تو کسی

دوسری چائے کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ لیکن اسے یہ چائے کبھی پسند نہیں آئی۔۔۔ سردار عالم اسے شفقت سے تک رہے تھے۔ سلطانہ نے سر اٹھایا تو آنکھیں ہلکی سی بھیگی ہوئی تھیں۔۔۔

"یاسر کو اس چائے کے ذائقے اور خوبیوں سے الگ طرح کا بیر تھا۔ وہ مجھ سے اکثر پوچھا کرتا تھا کہ میں اتنی بد ذائقہ چائے کیوں پیتی ہوں۔۔۔" وہ ٹھہری تو سفید گھر میں ہر جانب خاموشی سی پھیل گئی۔۔۔ سردار جانتے تھے کہ اب وہ کیا کہنے والی تھی۔۔۔

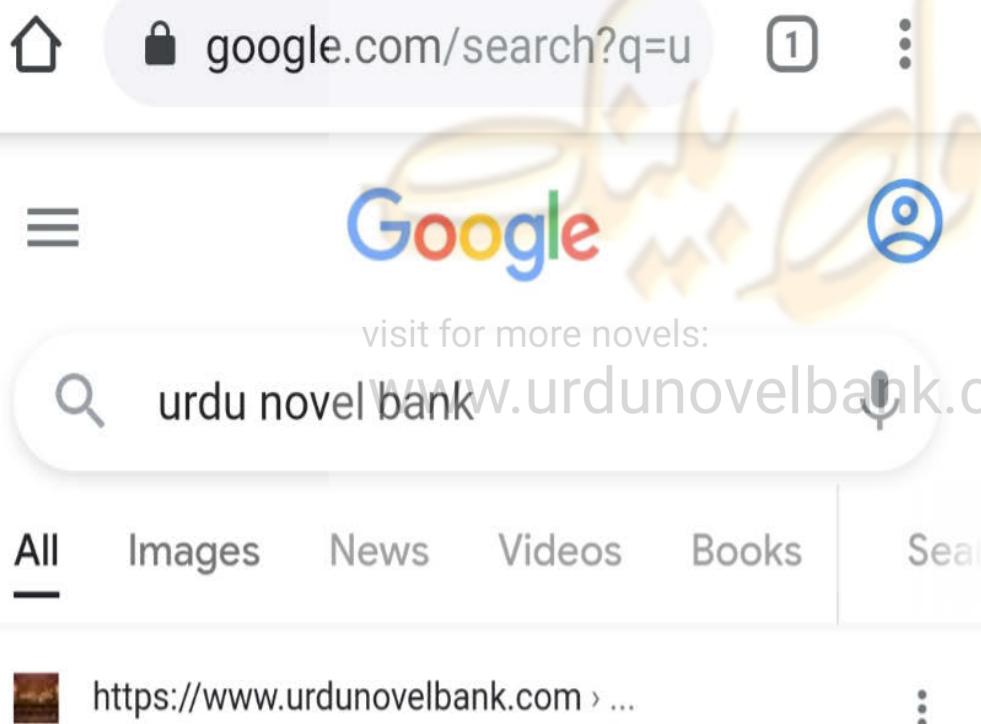
"میں اسے اتنی چھوٹی سی عمر میں یہ نہیں بتا سکی بابا۔۔۔ کہ یہ چائے ذہنی دباؤ کو کم اور اعصاب کو پر سکون رکھنے میں مدد دیتی ہے۔ یہ چائے اسٹریس کو زائل کرتی ہے۔ میں نے غلطی کی۔۔۔ مجھے اسے بتا دینا چاہیے تھا کہ اسکی ماں اسٹریس ہے۔ اب اگر میں اسے یہ بتاؤں گی تو وہ میری بات کا یقین نہیں کرے گا۔۔۔ ایکٹریس کی زندگی میں اگر یہ کیمومائیل چائے نہ ہو۔۔۔ تو بعض دفعہ وہ زندہ نہیں رہ پاتی، بابا۔۔۔ میری یہ آخری بات اسے بتا دیجیے گا۔۔۔" چائے کا کپ آہستگی سے پرچ میں رکھ کر۔۔۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ سردار عالم اسے دکھ بھری نظروں سے دیکھتے رہے۔۔۔ وہ آگے بڑھتے بڑھتے۔۔۔ لمحے بھر کو ٹھہر کر ان کی جانب مُڑی تھی۔۔۔

"اور اسے یہ بھی بتا دیجیے گا۔۔۔ کہ میرے پاس اسے بلاں کے ہزاروں طریقے ہیں۔۔۔ اور کچھ طریقے ایسے بھی ہیں۔۔۔ کہ جن سے وہ کبھی رُخ نہیں پھیر سکے گا۔۔۔ اسے ہمیشہ میرے پاس آنا پڑے گا۔۔۔" وہ کہہ کر تیزی سے داخلی دروازہ عبور کرتی باہر نکلتی چلی گئی تھی۔ لکڑی کے فرش پر اسکی ہسیلز کی باز گشت گو نجتی رہی۔۔۔ مہماں خانے میں سردار عالم تنہارہ گئے تھے۔۔۔

ہلکے سبز رنگ سے مزین چائے کی خوشبو ماند پڑ گی تھی اور رنگ اب زہر آلو دسا معلوم ہونے لگا
تھا۔۔

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com



Urdu Novel Bank website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں---

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

[All Urdu Novels List](#)

()

گاڑی رپورٹر کی پہنچ سے نکل کر اب مرکزی شاہراہ پر دوڑ رہی تھی۔ سیلیسہ کارگ اب تک سفید تھا لیکن وہ خود کو کافی حد تک سنبھال چکی تھی۔ یاسر کی نگاہیں سیدھ میں دیکھتے ہوئے سامنے سڑک پر مرکوز تھیں۔ لیکن تھیں ہی وہ اپنے کندھے پر کھلی ہتھیلی دیکھ کر چونکا۔۔۔

"کیا۔۔۔؟"

"پید دو۔۔۔ اور ساتھ میں پین بھی دینا۔۔۔ تمہیں آٹوگراف دوں اور پلیز زیادہ لمبی بات مت کرنا مجھ سے۔۔۔ میں بہت بڑے موڑ میں ہوں۔" وہ ایک ہاتھ سے کنپٹی دباتے ہوئے، تھکن زدہ سا کہہ رہی تھی۔ یاسر نے اسکا ہاتھ اپنے کندھے سے پیچھے کیا تو وہ چونکی۔۔۔

"کیا تمہیں میرا آٹوگراف نہیں چاہیے۔۔۔؟" وہ حیران ہوئی تھی۔

"نہیں--"

"تم میرے فین نہیں ہو۔۔۔؟" بیک ویو مرر میں اسکا چہرہ دیکھتے ہوئے، سیلینہ نے متعجب سا استفسار کیا۔ اس سے زیادہ یاسر کی برداشت نہیں تھی۔ اس نے کار سڑک کے ایک جانب لگائی اور پھر سنجیدگی سے اسے مرر میں دیکھا۔

"ہرگز نہیں--"

"پھر کیا ہو۔۔۔؟ اسٹاکر۔۔۔؟"

"اسٹاکر۔۔۔!" وہ حیران ہوا تھا۔۔۔

"فین نہیں ہو۔۔۔ اسٹاکر نہیں ہو۔۔۔ پھر کیا ہو۔۔۔؟ لور۔۔۔؟" اسکی آنکھیں کیدم ہی چمکی تھیں۔ یاسر نے گھر اسنس لیا۔۔۔

"اتنی واٹلڈ اسیجنیشن رکھنے کے بعد ایکٹریں کیوں بنی ہیں آپ۔۔۔؟ رائٹر کیوں نہیں بن جاتیں۔۔۔؟" اسکا ٹھنڈا سا طنز سُن کر وہ بد مزہ ہو کر پیچھے ہو بیٹھی تھی۔۔۔

"میں اپنی اگلی زندگی میں کبھی کبھی رائٹر نہیں بنوں گی۔۔۔ انتہائی خود پسند اور گھٹیا لوگ ہوتے ہیں یہ رائٹرز۔۔۔" اسے پچھلے سال میں ہر لکھاری سے ریجیکٹ ہونے کے دکھ اچانک سے یاد آگئے تھے۔۔۔

"اگر تم میرے لور ہو بھی تو میں تم سے ابھی شادی نہیں کر سکتی۔ مجھے فی الحال اپنے کیریئر پر فوکس کرنا ہے۔ ان چیزوں کے لیے وقت نہیں ہے میرے پاس۔" ہاتھ جھلا کر نزاکت سے کہا تھا۔
وہ اسے بیک مرر میں لمحے بھر کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔

"ابھی اتنے برعے دن نہیں آئے ہیں مجھ پر۔۔ خیر میری گاڑی سے اتریں۔۔"

"کیا مطلب۔۔؟ تم مجھے میرے اپارٹمنٹ تک نہیں چھوڑ رہے۔۔؟" وہ پچھلی نشست پر بدکی تھی۔

"نہیں۔"

"کیوں۔۔؟"

"کیونکہ میں آپکا ملازم نہیں ہوں۔"

"پھر پہلے میری مدد کیوں کی تھی۔۔؟" اس نے خنگی سے پوچھا۔ ساتھ ہی ہاتھ بھی باندھ لیے۔ اسکی برف سی رنگت اب کہ بحال ہو رہی تھی۔

"کیونکہ وہ سب میری

Nerves

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

(اعصاب) پر آ رہا تھا۔ اگر آپ اپنے روپورٹز کو جواب دے دیتیں تو مجھے یہ قدم نہیں اٹھانا پڑتا۔"

"جیسے مجھے تو الہام ہوا تھا کہ وہ سب تمہاری نروز پر آ رہا ہے۔۔ ہے نا۔۔!" اس نے مسکرا کر کہا تو یاسر نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ پھر اگلا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ آگے بڑھ کر اسکی جانب کا دروازہ کھولا۔۔ سیلین کو تو اسکی حرکت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

"تم مجھے یوں پچ سڑک پر نہیں اتار سکتے۔ بنیادی میز ر بھی نہیں ہیں کیا تم میں--؟" وہ دن دھاڑے پیدل چل کر کیسے جائے گی اپنے بلاک تک۔ ان ہائی ہیلز کے ساتھ سڑک پر چلنا عذاب تھا۔

"باہر نکلیں۔۔" اسکے سختی سے کہنے پر سیلینہ کے رخسار ہٹک سے سرخ ہوئے تھے۔ اسے چار و ناچار کار سے نکلنا ہی پڑا۔

"رپورٹرز اب تک چھٹ پکھے ہوں گے۔ ہم ایجنسی سے زیادہ دور نہیں ہیں۔ آپ واپس جائیں اور اپنی کار لے کر جہاں جانا چاہتی ہیں جائیں۔۔"

"میں کار نہیں لای تھی ساتھ۔۔" اس نے سرعت سے جھوٹ بولا تو یاسر نے اسے "اچھا" والی نظر وہ سے دیکھا۔۔

"آپکی کار کی چابی آپکے پرس میں نہیں ہے۔۔ مجھے یہ ثابت کرنے کے لیے صرف آپکا پرس یہاں سڑک پر الٹنا ہو گا۔۔ منظور ہے۔۔؟" سیلین نے اسکی بات پر جلدی سے اپنا پرس پیچھے چھپایا تھا۔ پھر اسے خونخوار نگاہوں سے دیکھا۔ وہ اب جھک کر ڈیش بورڈ سے کچھ اٹھا رہا تھا۔ پھر اسکی جانب بے مرتوی سے سیاہ مفلر بڑھایا۔۔

"یہ کس لیے ہے اب۔۔؟" وہ چٹکر بولی تھی۔

"آپکے۔۔ کام آئے گا۔۔" اس کا اشارہ سمجھ کر سیلینہ کو یکلخت ہی اپنی کھلی پُشت کا احساس ہوا تھا۔
اس نے جلدی سے اپنے شہد رنگ بالوں کو پچھے جھٹکا تو اگلے ہی پل کمر چھپ گئی۔ پھر ساتھ ہی
ایک جھٹکے سے اسکے ہاتھ میں پکڑا مفلر کھینچا۔۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا کہ تم نے میری مدد، میری خوبصورتی سے مرعوب ہو کر نہیں کی تھی۔۔"

"اتنی بھی کوئی خوبصورت نہیں ہیں آپ۔۔" کار میں بیٹھتے ہوئے اس نے صاف گوئی سے کہا تو وہ
بھک سے اڑی۔ پھر اسکی کھڑکی کے کھلے شیشے پر جھکی۔۔

"تم جانتے ہو تم نے کیا کہا ہے۔۔؟" اسکا دل کیا اپنا قیمتی پرس اسکے منہ پر دے مارے۔۔

"ایک نارمل لڑکی اگر اتنا ہی میک اپ کرے جتنا کہ آپ ایکٹریس کرتی ہیں۔۔ تو وہ بھی ایسی
لگ سکتی ہے۔۔" لمحے بھر کو سرمی آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ ان میں ہلکی سی استھناء مسکراہٹ
تھی۔۔ "خوبصورت آئی میں۔۔" سکون سے جملہ مکمل کیا اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتی گاڑی
زن سے آگے بڑھا لے گیا۔ وہ چند پل تو گنگے سی کھڑی اپنی تازہ ہوئی بے عزتی پر غور کرتی
رہی۔۔ پھر اسکے پچھے زور سے چلائی۔۔

"جاہل۔۔ بد تہیز۔!" ساتھ ہی اس نے مفلر منہ پر لپیٹا، سن گلاس آنکھوں پر چڑھانے اور ہمیز
میں دکھتے پیروں کے ساتھ مخالف سمت کی جانب بڑھ آئی۔۔ آج کا دن ہی منحوس تھا۔۔

اگلی شام اسکے اپارٹمنٹ کا دروازہ بجا۔ دروازہ کھولنے پر اس نے تنی سے چہرہ موڑ لیا تھا۔ سامنے اسکی ماں کھڑی تھی۔۔۔ سیاہ چم چم کرتا لباس زیب تن کیے۔۔۔ میک اپ کی اک گھری تھہ چہرے پر چڑھائے، کانوں میں ڈائمنڈز اور ہاتھوں میں قیمتی اسٹونز جڑا بریسلیٹ پہنے۔۔۔ اس نے کوئی بات نہیں کی۔۔۔ پچھے ہٹ گی۔۔۔ وہ اپنے پچھے دروازہ بند کرتی اسکے پچھے تیزی سے آ رہی تھی۔۔۔

"کیا پچاس ہزار کا بندوبست ہو گیا، سیلین ڈارلنگ۔۔۔؟" اس نے افسر دنگاہوں سے اپنی ماں کا کھلا سا چہرہ دیکھا تھا۔ اسکے بے چین سراپے کے برعکس اسکی ماں خاصی فریش لگ رہی تھی۔۔۔ گویا کھلا ہوا گلاب ہو۔۔۔

"کیا آپ کو مجھ پر ترس بھی نہیں آتا ہے، ماں۔۔۔؟" وہ واقعی جاننا چاہتی تھی۔ شنگفتہ نے اسکے لمحے کی افسردگی کا ذرا بھی نوٹس نہیں لیا تھا۔۔۔ وہ اب تک داخلی راہداری میں کھڑی تھی۔

"پچاس ہزار اب کوئی اتنی بھی بڑی رقم نہیں ہے کہ جس پر تم ایسے جاہلوں کی طرح ری ایکٹ کرو۔" وہ اب صاف سترھ سے کشادہ ٹوٹی لاونچ میں، پر تکلف سے انداز میں براجمان تھی۔
ہاتھ بڑھا کر ریموت سے ٹوٹی وی بھی آن کر لیا تھا۔ یہ اسکا اپارٹمنٹ تھا۔ مرکزی شاہراہ کے وسط میں موجود۔۔۔ گلاس والز اور خوبصورت فرنچیز سے آ راستہ۔۔۔ اوپن کچن اور نچلے فلور پر واقع چم کی سہولت سے لیس۔۔۔ وہ الگ بات تھی کہ پیسے کی کمی کے باعث وہ

A1

اپارٹمنٹس سے

A3

تک آگئی تھی۔ یہ ایکٹریس کی نیٹ ورٹھ کے حساب سے دیے جانے والے پروٹوکول تھے۔ اے ون، اے ٹو، اے تھری۔۔۔

وہ اے ون سے اے تھری تک پہنچ گئی تھی لیکن اسکی ماں کو اس پر رحم نہیں آتا تھا۔ اسے اپنا آپ اب اے فور تک جاتا ہوا نظر آرہا تھا۔ جس تیزی سے وہ ڈوب رہی تھی۔۔۔ ایسا ہونا یقینی تھا۔۔۔

"جاہلوں کی طرح میں ری ایکٹ کر رہی ہوں۔۔۔؟ میرے حالات آپکو نظر نہیں آرہے۔۔۔؟ میرے پاس پچاس ہزار نہیں ہیں، ماں۔ آپکے جوے کے لیے تو ہرگز بھی نہیں۔۔۔" غصے سے گیلی آنکھیں لیے وہ زور سے بولی تھی۔۔۔ شگفتہ نے اک ناگوار سی نگاہ اس پر ڈالی تھی۔۔۔

"ساری زندگی میں پالتی آئی ہوں تمہیں۔۔۔ اب تمہاری باری ہے۔۔۔" اسی لمحے تیڈی وی پر اک وجہہ سا مرد نظر آنے لگا تھا۔ وہ اس ملک کا قابلِ قدر سیاست دان تھا۔ کم عمری میں ہی اتنی بڑی سیٹ حاصل کرنے پر اور عوام میں بے پناہ مقبولیت کے بعد وہ جہاں بھی جاتا تھا، میدیا اسکے پیچھے ہوتا تھا۔ اب بھی وہ اپنی خوبصورت اسماڑ سی بیوی کے ساتھ اپنے اکلوتے بیٹے کی اسکول میٹنگ اٹینڈ کرنے آیا تھا۔ ایک خوبصورت گھرانہ۔۔۔ مکمل فیملی۔۔۔ کامیاب باپ۔۔۔ حسین بیوی اور صحت مند بچہ۔۔۔ شگفتہ نے اک گھرے افسوس سے داخلی راہداری میں کھڑی سیلینہ کو دیکھا تھا۔ کھلے بال اور ڈھیلی سی ٹی شرط پہنے وہ خاصی بکھری بکھری لگ رہی تھی۔۔۔

"کاش کہ تم واجد حسن کو کبھی اپنے ہاتھوں سے جانے نہیں دیتیں۔۔۔ تو آج اس لڑکی کی جگہ تم اسکی بیوی ہوتیں اور ہماری حالات اتنے بُرے نہیں ہوتے۔۔۔" یہ ایک جملہ۔۔۔ یہ زہر میں بُجھا طعنہ

اسکے سینے کے آر پار ہو گیا تھا۔ واجد حسن اب اپنے سحر انگیز انداز میں مسکراتا ہوا میڈیا والوں سے گفتگو کر رہا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اپنی بیوی کو بھی اپنے ساتھ لگا رکھا تھا۔ سیلینہ کو لمحے بھر کے لیے سب کچھ دھنڈلا سا دکھائی دیا تھا۔ وہ اسکی پہلی محبت تھا۔ اس نے اس شخص سے اپنی زندگی سے بھی بڑھ کر پیار کیا تھا۔ لیکن وہ اسکا نہیں ہو سکا تھا۔ ایکٹریس کے نصیب میں اچھے گھرانے کے مرد کہاں آسکتے تھے۔؟ وہ ایک شریف گھرانے کا اکلوتا چشم و چراغ تھا۔ اسکی شادی شوبز میں کام کرنے والی اداکارہ سے کیسے ہو سکتی تھی۔؟ "ایکٹریس تو بد کردار ہوتی ہیں ناں۔۔۔"!!!

اسکے باپ نے سیلینہ کو دیکھ کر یہی کہا تھا۔ اس جملے کی بازگشت اب تک تکلیف دیتی تھی۔—"تمہاری جذباتیت اور واجد کی بُздی نے سارا کھیل بر باد کر دیا۔ تم اگر اسکے بچے سے پر یگنینٹ ہو جاتیں تو اسکے پاس کوئی جواز نہیں ہوتا تمہیں چھوڑنے کے لیے۔ لیکن تم۔۔۔ تمہاری اس اخلاقیت نے سب تباہ کر دیا۔ بعد میں شادی ہو جاتی اور کسی کو اندازہ بھی نہیں ہوتا۔۔۔ کاش تم عقل سے کام لیتیں۔" وہ ایسے کہہ رہی تھی گویا موسم کی کسی خبر سے اسے آگاہ کر رہی ہو۔ اس نے بھاری ہوتے حلق کے ساتھ آگے بڑھ کر شنگفتہ کے ہاتھ سے ریموٹ جھپٹا اور تیزی سے ٹُوی بند کیا۔

"میں کسی کی زندگی میں دھوکے کے ساتھ داخل نہیں ہونا چاہتی تھی، ماں۔ میں عزت کا رشتہ چاہتی تھی۔ میں نے ساری زندگی آپکو اپنے باپ کے گھر والوں کے طعنے سنتے دیکھا ہے۔ میں وہ تکلیف دیتی زندگی اپنے لیے نہیں چھننا چاہتی تھی۔ میں ایک عزت دار بیوی بننا چاہتی تھی۔۔۔ کیا یہ

سب چاہنا بہت زیادہ ہے۔۔؟ کیا ہر لڑکی ایسا نہیں چاہتی۔۔؟ میں ایکٹریں ہوں۔۔ میں بد کردار نہیں ہوں۔۔"

آنکھیں گیلی تھیں لیکن ایک بھی آنسو رخسار پر نہیں پھسلا تھا۔ تکلیف بہت تھی لیکن وہ پھر بھی جم کر کھڑی تھی۔۔ شگفتہ نے اثر لیے بغیر گہرا سانس لے کر اسے دیکھا تھا۔۔

"عزت کچھ نہیں ہوتی، سیلین۔ پیسہ ہو تو عزتیں بھی خرید لی جاتی ہیں۔۔ تم کیوں اتنی بیوقوف" "ہو۔۔؟

"ہاں ہوں میں بیوقوف۔ مجھے پتہ ہے انڈسٹری میں سب میری پیٹھ پیچھے مجھے بیوقوف، بُدھو اور عقل سے پیدل کہتے ہیں۔ میں عزت چاہتی ہوں۔۔ اگر میں بیوقوف ہوں تو ٹھیک ہے۔۔ مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔۔" اس نے تیزی سے کہہ کر اپنا بڑھتا سانس بحال کرنے کی کوشش کی تھی۔۔
شگفتہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر اسکی مقابل آئی تھی۔۔

visit for more novels:

"اچھا۔۔ اگر تمہارا یہ عزت کا ڈھونگ میرا اور تمہارا پیٹ بھر سکتا ہے تو ضرور مجھے پچاس ہزار دے دینا۔۔ تمہاری عزت، غیرت اور کردار اگر میری ضرورتیں پوری کر سکتے ہیں تو مجھے تمہارے اس عزت کے تنگ سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔۔" وہ اگلے ہی پل اسکے ساتھ سے نکل کر آگے بڑھ چکی تھی۔۔ سیلین لرزتے لب لیے اسکی جانب مڑی تھی۔۔

"کوئی پیسے نہیں ملیں گے آپکو۔۔ کچھ بھی نہیں دوں گی میں آپکو۔۔" وہ پیچھے سے چلا رہی تھی لیکن شگفتہ کانوں پر ہاتھ رکھے دروازہ کھول کر باہر کی جانب بڑھ چکی تھی۔۔ اپارٹمنٹ کے کھلے دروازے کے باہر یوں اور نظر امجد اس بحث کو سُن کر ساکت ہو گئے تھے۔ ان کی سب سے

پیاری کو لیگ بہت تکلیف میں تھی۔ کچھ دیر بعد وہ دونوں ایک دوسرے سے نظریں چراتے اندر داخل ہوئے تھے۔ سیلین صوفے پر بے حال سی بیٹھی تھی۔ سامنے ٹوی چل رہا تھا اور اس نے ریبوٹ سختی سے ہاتھ میں جکڑا ہوا تھا۔ واجد حسن اب تک میٹھی باتیں کرتا اپنی بیوی کو ہنسا رہا تھا۔ اسکی آنکھوں میں بہت سی کرچیاں تھیں۔ یوول نے جلدی سے آگے بڑھ کر ٹوی کا مین پلگ نکال لیا تھا۔ وہ جامد ہی رہی۔ ہلی تک نہیں۔ نظر اور یوول نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔ "اتنے منحوس آدمی کو کیوں دیکھ رہی ہو تم، سیلین۔؟" یوول نے ناگواری سے کہا تھا۔ وہ خاموش رہی۔

"وہ منحوس نہیں ہے، یوول۔ وہ ایک خوش بخت مرد ہے۔ جس کے نصیب میں عزت دار بیوی کا ساتھ ر قم ہے۔ اس نے مجھے چھوڑ کر ایک اچھا فیصلہ کیا تھا۔" کچھ پل بعد اسکی آواز ابھری تھی۔ نظر نے آگے بڑھ کر اسکے سامنے اسکرپٹ رکھی۔ اسکی نگاہ سامنے ٹیبل پر رکھی اسکرپٹ پر پھسلی۔

"تم پہلے سے بھی زیادہ طاقت ور ایکٹر لیں بن کر ابھرو گی۔" نظر نے آہستگی سے مسکرا کر کہا تھا۔ یوول بھی سر اثبات میں ہلا کر اسے دیکھتے ہوئے مسکرا یا تھا۔ وہ بھی انہیں دیکھ کر ہلاکا سما مسکرا دی تھی۔ اسکے مخلصین۔

"میں مسکرا رہی ہوں۔ اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں ناراض نہیں ہوں۔" اور اگلے ہی پل اس نے اپنی دونوں ہیلز اٹھا کر ایک نظر اور دوسری یوول کو ماری تھی۔ اپار ٹمنٹ میں، یوول اور

نظر تیزی سے آگے بھاگ رہے تھے اور وہ ان کے پیچھے انہیں مارنے کے لیے دوڑ رہی تھی۔ اب ساری رات کان پکڑ کر معافی مانگتے ہوئے گزرنی تھی۔۔

اگلی صبح وہ ایجنسی کے داخلی دروازے سے اندر آیا تو ہر جانب ہماہی سی محسوس ہوئی۔ جو لیا اینڈر سن اپنے آفس سے باہر نکلی کی رپورٹرز کو اپنے آنے والے پروجیکٹ کی بابت بریف کر رہی تھی۔ وہ ایک مشہور اداکارہ تھی۔۔ اسکی موجودگی پر رپورٹرز کا جم غیر یقینی سی بات تھی۔۔ یکایک، جو لیا کی نظر اس ہجوم میں بھی یاسر پر پڑ گئی تھی۔ لیکن نہ ہی اسکے چہرے سے مسکراہٹ غالب ہوئی اور نہ ہی چہرے کا کوئی تاثر تبدیل ہوا۔۔ آنکھوں کی سختی البتہ قدرے بڑھ گئی تھی۔۔ اس نے بے تاثر سی نگاہ ڈالی اور پھر آگے بڑھ آیا۔۔ اپنے مخصوص بادی گارڈ کے لباس میں ملبوس۔۔ بالوں کو پیچھے جمائے، آنکھوں پر سیاہ چشمہ لگائے۔۔ وہ اونچے قد کا قدرے فٹ بندہ تھا۔ جسم کسرتی تھا اور چہرہ سنجیدہ۔۔ اس نے انڈر گراونڈ جاتی لفت کے سینسرز پر اپنا کارڈ رکھا تو اگلے ہی پل لفت کے دروازے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔۔ اگلے کئی لمحات میں وہ انٹر ٹینمنٹ ایجنسی کے انڈر گراونڈ فلور پر موجود تھا۔ اس فلور پر ایک طاقت ور سیکیورٹی نیٹ ورک کام کرتا تھا۔ یہ نیٹ ورک اس ایجنسی میں کام کرتی سینکڑوں ایکٹریس کی حفاظت کو یقینی بنانے کے لیے تشکیل دیا گیا تھا۔ نہ صرف ایکٹریس کی سیکیورٹی بلکہ ادارے کی حفاظت کو ہر بیرونی تحریک سے محفوظ رکھنا بھی ان کی ذمہ داریوں میں شامل تھا۔

اس میں ہر رینک کا بادی گارڈ، چیف ان چارج اور کمانڈنگ چیف موجود تھے۔ جیسے ملکی سلامتی کے لیے سیکیورٹی نیٹ ورکس ہوتے ہیں۔۔۔ یہ بھی ایک ایسا ہی نیٹ ورک تھا لیکن پرائیوٹ۔۔۔ وہ خود ہی پیسہ کما کر اپنے پیروں پر کھڑے تھے۔ گورنمنٹ کی جانب سے ان کی کسی آمدنی کا امکان موجود نہیں تھا۔

وہ بھی ایک ہائی رینک کا بادی گارڈ تھا۔ رینکنگ تجربے اور سبیکٹ کی قابلیت پر منحصر تھی۔ ساتھ ہی کمانڈنگ چیف اسے کن نظروں سے دیکھتے تھے۔۔۔ کیا وہ ان کے بھروسے کے قابل تھا بھی یا نہیں۔۔۔ اس نے کئی سال محنت سے کام کر کے ایک قابلِ قدر بادی گارڈ کا درجہ حاصل کیا تھا۔ ایک جولیا اینڈرسن اسے زمیں بوس نہیں کر سکتی تھی۔ کئی راہداریوں میں بہت سے ورکرز نے اسے سلام کیا تھا۔ سر کے خم سے جواب دیتا وہ آگے بڑھ آیا۔ کئی دروازے چھوڑ کر وہ سب سے نچلے حصے میں واقع کمانڈنگ چیف کے آفس چلا آیا تھا۔ یہ ملاقات یقینی تھی۔۔۔ یقیناً جولیا نے اسکے خلاف شکایت درج کر دیا تھی۔ وہ آفس میں داخل ہوا اور پھر مودب سا آگے بڑھ آیا۔ فیضی میز کے پیچے حنیفہ بر اجمان تھے۔۔۔ اسے دیکھ کر گھر اسنس بھرتے اپنی کرسی پر پیچھے ہو بیٹھے۔۔۔

"ایسا کیا کیا ہے تم نے جولیا کے ساتھ۔۔۔ کہ وہ رپورٹ فالل کرتے ہوئے غصے سے کیکپارہی تھی۔۔۔" ٹھنڈی سی آواز میں پوچھا۔۔۔ اس نے بیزاریت سے انہیں دیکھا تھا۔۔۔

"میں دوہرانا نہیں چاہتا۔۔۔"

"اتنے اونچے درجے پر پہنچ کر ایسے ود ڈرا نہیں کیا کرتے۔ آپکے پروفیشن پر اثر پڑتا ہے۔"

"یہ بات مجھے پتہ ہے، چیف۔۔۔"

"یہی تو مصیبت ہے۔ سب کچھ پتہ ہوتا ہے تمہیں۔ انسان حیران ہی ہو جاتا ہے کبھی۔۔۔" وہ خفگی سے بولے تھے۔ یاسر پہلی دفعہ مسکرا یا تھا۔

"مجھے حیران کرنے کے ساتھ آپ اتنے آبسیڈ کیوں ہیں۔۔۔؟"

"کیونکہ تمہارا یہ ٹھنڈا اور پر سکون چہرہ بعض دفعہ میری نس پر لگتا ہے۔" وہ مسکراتا ہوا کرسی کھینچ بیٹھا تھا۔

"چہرہ تبدیل کروالیتا ہوں پھر۔۔۔"

"رہنے دو۔۔۔ چہرہ اچھا ہے جبھی برداشت ہو جاتے ہو تم۔۔۔ نہیں تو تمہیں جھیلنا بہت مشکل ہے۔۔۔" وہ مسکراتا رہا۔ کمانڈنگ چیف خنیفہ سے اسکی بہت بنتی تھی۔ لیکن بہت بننے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ان کے درمیان لڑائی نہیں ہوتی تھی۔۔۔ سب سے زیادہ بحث بھی وہ انہی کے ساتھ کیا کرتا تھا۔۔۔

"یہ کل کیا کیا تھا تم نے۔۔۔؟" کل سیلینہ والے واقعہ کی جانب اشارہ تھا ان کا۔۔۔ وہ گھر اس انس بھر کر رہ گیا تھا۔

"وہ سب کے درمیان اکیلی تھی۔ نکلنے کی جگہ نہیں دے رہے تھے روپورڑز اسے۔۔۔" کھسیانے سے انداز میں کہہ کر گردن پر ہاتھ پھیرا۔۔۔

"کوئلہ سے یاسر کے پاس دل بھی ہے مطلب۔۔۔" وہ اسکے جواز سے محظوظ ہوئے تھے۔ یاسر انہیں دیکھ کر رہ گیا تھا۔ کچھ پل بعد انہوں نے ریموت سے سامنے موجود دیوار پر لگی بڑی سی اسکرین کو آپریٹ کیا۔ پوری اسکرین پر ایجنسی کا نقشہ پھیلا ہوا تھا۔ کئی پیچیدہ سبز اور سُرخ لکیریں مختلف داخلی

اور خارجی دروازوں کی جانب نشاندہی کر رہی تھیں۔ اس نقشے کو سمجھنے کے لیے بھی دماغ چاہیے تھا۔

"سیلینہ مظہر کی جان کو خطرہ ہے۔۔۔" حنفیہ نے آہستگی سے کہا تو وہ بری طرح چونکا۔ پھر ان کی جانب گھوما۔۔۔

"کیا مطلب۔۔۔؟"

"واجد حسن کی بیوی۔۔۔ ماریہ حسن۔۔۔" وہ اٹھ کر آگے بڑھے اور پھر شلیف میں موجود گتب کے اوپر رکھی فائل اٹھائی۔ آگے بڑھ کر اسے تھامی۔۔۔

"وہ ایک سال سے غائب تھی۔ لیکن کل وہ ٹی وی اسکرین پر ایک بار نظر آئی ہے۔ جتنی نظریں اس پر ایک سال پہلے تھیں وہ پھر سے پلٹ آئی ہیں۔ اسکا اصل ڈشمن تو منظر عام پر نہیں آیا لیکن ثانوی ڈشمن بہت ہیں اس لڑکی کے۔۔۔" فائل کھولے سنجیدگی سے سیلینہ کی زندگی کا ہر فعل وہ پڑھتا جا رہا تھا۔ اس ایجنسی میں کام کرتی ہر ایکٹریں کا ایسا ڈیبا بیس موجود تھا۔

"ایک اسٹالکر کی نشاندہی کی گئی ہے اس کے پیچھے۔ کل وہ واپس جب اپنی گاڑی لیتے آئی تب ایک اسٹالکر کی فوٹج ہمارے پاس محفوظ رہ گئی ہے۔ وہ کوئی فین اسٹالکر نہیں ہے۔۔۔ اسکی چال فارمر ملٹری آفسر جیسی ہے۔ غالب گمان یہی ہے کہ اسے ماریہ واجد نے ہائیر کیا ہے۔ ہر کوئی فارمر ملٹنیس کو ہائیر نہیں کر سکتا، یا سر۔ ایسا کرنے کے لیے سیاسی پاور کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ ماریہ حسن ایک طاقت ور سیاسی فیملی سے ہے۔۔۔"

اب وہ اپنا لیپ ٹاپ کھولے اسکے سامنے کل کی فوٹج چلا رہے تھے۔ وہ آنکھیں چھوٹی کیے بغور سامنے چلتی

تصویر کو تک رہا تھا۔۔

"نہ صرف سیلینہ۔۔ بلکہ جولیا کو بھی تحریٹ ملا ہے۔۔" اور اب کہ وہ بری طرح ٹھٹکا تھا۔
"میں یہ کہنا تو نہیں چاہتا تھا، یا سر۔۔ لیکن ایجنسی میں کچھ گڑبرڑ چل رہی ہے۔ کوئی ہمارے درمیان موجود ہے۔۔ بہت خاموشی سے۔۔" ان کی ٹھنڈی سی خاموش سرگوشی پر اسکی کمر میں سننسی سی دوڑگی تھی۔۔

"اور وہ جو کوئی بھی ہے۔۔ ہماری کمزور ایکٹریس کو ٹارگیٹ کر رہا ہے۔ تم پچھلے کئی مہینوں سے دادا کی طبیعت کی وجہ سے ڈکلائش پر تھے۔۔ یہ معاملات تب سے ہی مشکوک ہیں۔۔" اس نے کئی دفعہ فوٹج کو دیکھا۔۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"مجھ سے کیا چاہتے ہیں آپ۔۔؟" اس نے لیپ ٹاپ سے نظریں ہٹاتے ہوئے ان کی جانب دیکھا تھا۔

"میں تمہیں جولیا یا سیلینہ کے ساتھ کام کرنے کا نہیں کہہ رہا۔ ایک کے ساتھ تم کام کرتے ہوئے غیر آرام دہ ہو اور دوسری کے پاس تمہیں ہائیر کرنے کے پیسے نہیں ہیں۔ تمہیں اندر پلتے اس شخص کو ڈھونڈنا ہے۔ یہ معاملہ تمہارے، میرے اور ڈائیئرکٹر ان چیف تک محدود ہے بس۔۔ انتہائی

کانفیڈینشنل۔۔۔"اس نے سر اثبات میں ہلا کیا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔سیلینہ کی فائل بھی ساتھ لے لی--

"میں جلد ہی آپکو اپڈیٹ کروں گا۔۔۔"اتنا کہا اور باہر نکل آیا۔۔۔پچھے موجود چیف اب تک اس فوج کو تک رہے تھے۔ ان کے چہرے پر اب کہ پریشانی واضح طور پر نظر آنے لگی تھی۔۔۔انہوں نے ہاتھ آگے بڑھا کر اسکرین پر نظر آتے سیلینہ کے ساکت وجود کو چھووا۔۔۔

جانتے ہو ان کا پورا نام کیا تھا۔۔۔؟

حنیفہ۔۔۔حنیفہ مظہر۔۔۔!

وہ نچلا لب دانتوں تلنے دبائے، اوپر بڑھتی لفت میں موجود تھا۔ اگلے فلور پر پہنچ کر لفت کا دروازہ کھلا تو وہ باہر نکل آیا۔۔۔پھر ایک پل کو ٹھہر سا گیا۔۔۔سامنے موجود ڈائیریکٹر کے آفس سے سیلینہ اداس سی نکل رہی تھی۔۔۔یوول اسکے پیچھے آیا تھا۔۔۔ان کی آوازیں اسے یہاں تک سنائی دے رہی تھیں۔۔۔

شايد رائٹر نے سیلینہ کو ڈرامے میں لینے سے انکار کر دیا تھا۔ ایک اور تکلیف دہ ریکیکشن۔۔۔یوول نے اسے تسلی دی اور چلا گیا۔۔۔وہ پرس ہاتھ میں تھامے کھلے سے ہال میں کھڑی رہ گئی۔۔۔آج اس نے سیاہ میکی زیب تن کر رکھی تھی۔۔۔دور سے دیکھنے پر اسکا وجود چک رہا تھا۔۔۔یاسر چپ چاپ

اسے دیکھئے گیا۔ اسی پل وہ زینوں کے دروازے کی جانب بڑھی تو دور سے آتی کولیگ ورکرز کو دیکھ کر ٹھہر سی گئی۔ پھر مسکرا کر ان سے حال احوال لینے لگی۔

"اوہ۔ آپ لفت کیوں یوز نہیں کر رہیں۔؟" ایک نے پوچھا تو وہ ہنس دی۔

"تحوڑا ویٹ لوٹ کرنا چاہ رہی ہوں۔ سیڑھیاں بیسٹ ہیں ویٹ لوٹ کرنے کے لیے۔" پچھے کھڑے یاسر نے افسوس سے گھر انسانس لیا تھا۔ ورکرز آگے بڑھیں تو وہ گھر انسانس بھرتی دروازہ کھول کر زینوں پر اتر آئی۔ وہ میکانگی سے انداز میں اسکے پچھے بڑھا تھا۔ وہ زینوں سے تنہا اتر کرتی تھی۔ کوئی بھی اسکی روٹین ٹریک کر کے اسے نقصان پہنچا سکتا تھا۔

زینوں پر دو نفوس بالکل خاموشی سے اتر رہے تھے۔

سیلینہ اوپری زینوں پر خاموشی سے اترتے یاسر کی موجودگی سے بے خبر تھی۔

لیکن وہ اسکی موجودگی سے باخبر تھا۔ فال اب تک اسکے ہاتھ میں تھی اور زینوں پر اترتے اسکے قدموں کی چاپ نہ ہونے کے برابر تھی۔ اور یہ تو طے تھا کہ بادی گارڈ یاسر عالم جلد ہی اس کا نفیڈ نشل کام کا حصہ بننے والا تھا۔

وہ اسکے پچھے بالکل خاموشی سے اتر رہا تھا۔ اسکا دماغ اپنے اور چیف خنیفہ کے درمیان ہوئی گفتگو کے درمیان الجھا ہوا تھا۔ اسی اثناء میں اسے احساس ہی نہ ہو سکا کہ سیلینہ کی ٹک ٹک کرتی ہیلز رُک چکی ہیں۔ وہ زینوں پر غائب دماغی کے ساتھ اتر رہا تھا کہ یکدم گڑ بڑا کر پچھے ہوا۔ سیلینہ

سامنے موجود زینوں کے گشادہ حصے میں کھڑی، ہاتھ باندھے اسے گھور رہی تھی۔۔۔ اس نے کھنکھار کر آس پاس دیکھا۔۔۔

"تم نے کل کہا تھا کہ تم اسٹالکر نہیں ہو۔۔۔" وہ اسے آنکھیں چھوٹی کیے گھورتی ہوئی زینے چڑھ رہی تھی۔۔۔ پھر اس سے ایک زینے نیچے رُک گئی۔۔۔

"میں اپنے راستے جا رہا تھا۔۔۔"

"پچھے آنے والا ہمیشہ پیچھا کر رہا ہوتا ہے۔۔۔" آنکھیں اب تک چھوٹی تھیں۔۔۔ رنگت جو لکھاری کے انکار پر زرد پڑ رہی تھی۔۔۔ اب کہ کچھ کچھ بحال محسوس ہو رہی تھی۔۔۔

"کہیں تم مجھے تنہا پا کر مجھ سے فائدہ تو نہیں اٹھانے والے تھے۔۔۔؟ ایسا سوچنا بھی مت۔۔۔ میں نے گنگ فُو میں کرائے کر رکھے ہیں۔۔۔" گردن اٹھا کر کہا تو یاسر کے ابرو تعجب سے اوپر کو اٹھے۔۔۔ اس نے ایسا جملہ آج تک نہیں سنا تھا۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"گنگ فُو میں کرائے۔۔۔؟"

"نہ صرف یہ بلکہ ہتھیار بھی موجود ہے میرے پاس۔۔۔" اگلے ہی پل اس نے اپنے سیاہ پرس سے سیب کاٹنے والی چھری نکال کر یاسر پر تانی تھی۔۔۔

"یہ ہتھیار ہے۔۔۔؟ اسے کھلونا نہیں کہتے۔۔۔؟" کیا کمال سنجیدگی سے پوچھا تھا اس نے۔

"اسکا استعمال اسے خطرناک بناتا ہے۔۔۔"

"آپکو اسکا استعمال آتا ہے۔۔۔؟"

"کیا تم پر تجربہ کر کے ثابت کروں۔۔۔؟" ابرو اٹھا کر پوچھا۔۔۔ وہ بیزار ہونے لگا تھا۔۔۔

"اگر آپ راستہ دیں گی تو میں اپنی مطلوبہ جگہ تک پہنچ سکتا ہوں۔۔۔"

"پہلے یہ بتاؤ کہ لفت چھوڑ کر تم سیڑھیوں سے کیوں نیچے جا رہے ہو۔۔۔؟ ایک مضبوط جواز دو۔۔۔
چند پل ٹھہر کر یاسرنے اپنے بال کھجائے تھے۔۔۔

"میں تھوڑا۔۔۔ ویٹ لوٹ کرنا چاہ رہا تھا۔۔۔" وہ اسکے جواب پر چند پل کے لیے لا جواب ہوئی تھی۔

"میرا۔۔۔ مزاق اڑا رہے ہو تم۔۔۔؟ میں تمہیں اٹھا کر پھینک سکتی ہوں ان سیڑھیوں سے نیچے۔۔۔"
چبا کر کہا تو یاسرنے ایک ناقدانہ سی نگاہ اس کے سراپے پر ڈالی۔۔۔ سیاہ مغلی میکسی اسکے پیروں تک
تھی۔۔۔ لیکن اسکا اوپری حصہ گھلا تھا۔۔۔ اس کھلے حصے سے اسکی کاربونز واضح طور پر اُبھری ہوئی نظر
آرہی تھیں۔۔۔ جسم اس قدر نازک تھا کہ دیکھنے پر بھی اسکی ہڈیاں نظر آیا کرتی تھیں۔۔۔ یہ اسکا نہیں
اسکے پروفیشن کا قصور تھا۔۔۔ ایکٹریس اور ان کی ایکسٹریم ڈائنس۔۔۔!

"آپ شیور ہیں کہ مجھے اٹھا کر پھینک سکتی ہیں۔۔۔؟" اس نے پوچھ ہی لیا۔۔۔ اسکے ایسے پوچھنے پر وہ
ذراع گڑبڑائی تھی۔۔۔ پھر پیچھے ہوئی۔۔۔ ہاتھ باندھ کر، گردن ترچھی کیے اسے دیکھا۔۔۔

"جا سکتے ہو تم۔۔۔" راستہ دے کر احسان جتایا گیا تو یاسر گھر اس انس بھر کر سر ہلاتا نیچے اُتر گیا۔۔۔ پھر
لمح بھر کو ٹھہر ا۔۔۔

"سیڑھیاں محفوظ نہیں ہیں۔ یہاں کسی بھی اینگل پر سی سی ٹی وی موجود نہیں ہے۔ نچلا دروازہ اور داخلی دروازہ بند کر دیا جائے تو نکلنے کی کوئی جگہ نہیں ہوتی۔ کون آپکا نچلے زینوں پر انتظار کر رہا ہے، آپ ادراک نہیں کر سکتی۔ بہتر یہی ہے کہ لفٹ کا استعمال کیا جائے۔"

کہہ کر وہ تیزی سے نیچے اُترا تو سیلینہ کو اسکا اچانک سے محتاط انداز سمجھنے نہیں آیا۔ چھری پرس میں رکھتے ہوئے وہ بھی تیزی سے اسکے پچھے اُتری لیکن اسکی ہائی ہیلز میں قید ایڑھی بُری طرح مڑی۔۔۔ یکدم ہی پیر رپٹا اور وہ اوندھے منہ زینوں پر قلاں بازی کھاتی نیچے جا گری۔۔۔ وہ یکخت ہی ایک جانب ہو گیا تھا۔۔۔ اسکا سر بُری طرح دیوار سے ٹکرایا تھا اور کمر پر ریلنگ کا کونہ زور سے لگا تھا۔۔۔

آہ۔۔۔ اسکی کراہ بے ساختہ تھی۔۔۔

یاسر نے لمبے بھر کو ٹھہر کر گھر اسنس لیا اور پھر سر نفی میں ہلا�ا۔ یہ لڑکی آخر کوئی بھی کام

visit for more novels:

ڈھنگ سے کیوں نہیں کر سکتی تھی۔۔۔؟

"کیا تم ہاتھ دے کر نہیں اٹھاؤ گے۔۔۔؟" اس نے آنکھوں میں تنکیف دہ حیرت لیے، بُت بن کر کھڑے یاسر کی جانب دیکھ کر کہا تھا۔ اسے چاروں ناچار اپنا ہاتھ اسکی جانب بڑھانا ہی پڑا۔ سیلینہ نے اسکا ہاتھ تھاما اور جو نہی میکسی کی لمبائی سمیٹ کر اٹھنے لگی تو کڑچ کی آواز کے ساتھ کچھ ٹوٹنے کی آواز آئی۔۔۔ آوچ۔۔۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کی جانب چونک کر دیکھا تھا۔۔۔

ہیل ٹوٹ چکی تھی۔۔۔ اسکی مہنگی سیاہ ہیل ٹوٹ چکی تھی۔۔۔!!

"میری ہیل۔۔!" اس نے خوفزدہ ہو کر اپنے پیروں کی جانب دیکھا تھا۔ ساتھ ہی اس نے یاسر کے کندھے کا ایک ہاتھ سے سہارہ بھی لے رکھا تھا۔ وہ انتہائی غیر آرام دہ ہوا، بیوں کو سیدھی لکیر میں بند کیے ہوئے تھا۔۔

"میری اتنی مہنگی ہیل تھی۔۔ یا اللہ۔۔ میرے پاس تو پسیے بھی نہیں ہیں، ہیلز لینے کے۔۔" وہ درمیان سے ٹوٹی ہیل کو ہاتھ میں اٹھائے روہانی ہوئی کہہ رہی تھی۔ یاسر اس وقت کو کوس رہا تھا جب وہ اسکے پیچھے زینوں پر آیا تھا۔

"بادی گارڈ۔۔ ہیل ٹوٹ گئی ہے۔۔" اس نے اسکی جانب دیکھ کر کہا تھا۔ آنکھوں میں آنسو بھی تھے۔۔ وہ اسے دیکھ کر حیران ہوا تھا۔ وہ رنجیکشن پر نہیں رونے والی لڑکی نہیں تھی۔ وہ اپنی ہیل کے ٹوٹ جانے پر رونے والی لڑکی تھی۔۔

"میں بھی دیکھ سکتا ہوں یہ۔۔" اس نے اسکا ہاتھ نا محسوس طریقے سے اپنے کندھے سے ہٹایا تھا۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"اب میں کیا کروں گی۔۔؟"

"تخمل سے بھی اتر سکتی تھیں آپ۔۔"

"میں یہاں پر وکٹم ہوں۔۔"

"یہاں پر سب سے بڑا وکٹم ابھی میں ہوں۔۔" اس نے ضبط سے گھرا سانس لے کر کہا اور جو نہیں نیچے اترنے لگا تو سیلینہ نے اسکا بازو کہنی سے تھام لیا۔۔

"اب میں نگے پیر کیسے جاؤ گی، بادی گارڈ۔؟ ایکٹر یس کو اور موقع مل جائے گا میرے پیچھے باتیں کرنے کا۔ دیکھو ذرا۔۔۔ پہلے تو کارڈ نہیں تھا آفیشل لفت کا۔۔۔ اب تو جو تے بھی چلے گئے۔۔۔ ایسے کہیں گی سب۔"

اسٹائل ہوئے بالوں کا بیڑہ غرق ہو چکا تھا۔ ہاتھ لگنے کی وجہ سے آنکھ پر لگا سیاہ لائزر پھیل کر رُخسار تک آ رہا تھا۔ وہ عجیب مضجعہ خیز لگ رہی تھی۔۔۔

"تو آپ فائنسی مان رہی ہیں کہ آفیشل کارڈ نہ ہونے کی وجہ سے آپ زینے استعمال کر رہی تھیں۔۔۔؟" سیلینہ نے چونک کر خشک ہوتے رنگ کے ساتھ یاسر کی سرمی آنکھیں دیکھی تھیں۔
یہ کیا کہہ دیا اس نے۔۔۔!

"نہیں تو۔۔۔ مطلب۔۔۔ ہاں۔۔۔" ہار ماننا ہی پڑی۔۔۔ وہ اسکے سامنے انجانے میں اعتراف کر چکی تھی۔

"پبلک لفت کھائے گی نہیں آپکو۔"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"لیکن لوگوں کی باتیں اور نظریں ضرور کھا جائیں گی۔۔۔" اس نے آہستہ سے کہا تو یاسر چُپ سا ہو گیا۔ پھر اسکے نگے پیروں کی جانب دیکھا۔۔۔

"گارڈ جی۔۔۔ کیا آپ میری مدد کرو گے۔۔۔؟ میں خدا کی قسم آپکو آئندہ چھری نہیں دکھاؤ گی۔ مجھے تو اس سے صرف سیب کاٹنے آتے ہیں۔ اور میں نے کرائی میں گنگ فو بھی نہیں کر رکھا۔"

"اُنگ فُو میں کرائے نہیں ہوتا۔ اُنگ فُو کرائے ہوتا ہے۔" یاسر نے اس حالت میں بھی صحیح کی تھی اسکی۔ وہ اب بھوکوں کی طرح اسکے چھپماتے سیاہ جوتوں کو دیکھ رہی تھی۔ پھر چمکتی آنکھیں لیے، مسکراتے ہوئے جو نہیں

چہرہ اٹھا کر لب کھولے ہی تھے کہ۔۔۔

"میں اپنے جوتوے نہیں دونگا۔" اسکے بے مرتوتی سے کہنے پر اس نے ماہی سے لب بند کر لیے۔۔۔
پھر جھک کر دونوں ہیلز اٹھا کر ہاتھ میں تھام لیں۔۔۔

"غیریب کی بد دعا لے کر کبھی خوش نہیں رہو گے تم۔" وہ ننگے پیر نیچے اترتی ہوئی اسے دھمکا رہی تھی۔ وہ ہاتھ میں فائل تھامے کھڑا رہا پھر اسے آواز دی۔۔۔

"رکو۔۔۔ وہ فوراً اوپر آئی تھی۔۔۔

"مجھے پتہ تھا تم مجھے اپنے جوتوے دے دو گے۔۔۔ مطلب شکل اچھی نہیں ہے تو کیا ہوا حرکتیں تو اچھی ہو گئی ناں۔۔۔"

"میں تمہیں اپنے جوتوے نہیں دے رہا۔۔۔" اس نے قطیعت سے کہا تو ننگے پیر کھڑی سیلینہ کا دل کیا اس پر لعنت بھیج دے۔۔۔

"پھر روکا کیوں تھا۔۔۔؟" وہ تڑخی۔۔۔

"یہاں رکو۔۔۔ میں جوتوے لے کر آتا ہوں۔۔۔" اسی کے ساتھ وہ تیزی سے زینے پھلانگتا اگلے ہی پل آنکھوں کے سامنے سے غائب ہو چکا تھا۔ وہ ہونقوں کی طرح اسکے غائب ہو جانے پر کھڑی

رہی۔۔ کیا یہ پرینک کر کے گیا ہے۔۔؟ پرینک والا بندہ لگتا تو نہیں ہے خیر۔۔ اس نے گھر اسنس لیا اور موبائل نظر وں کے سامنے کرتی زینوں پر ہی بیٹھ گئی۔۔ کینڈی کرش کھیلنے کی آواز زینوں پر اوپر تک گونج رہی تھی۔۔

یاسر لفت میں سوار ہوا اندر گراونڈ فلور پر پھر سے جا رہا تھا۔ چیف حنیفہ کے بہت سے جو تے اور کپڑے بہاں

پر بطور ایم جنسی موجود تھے۔ اسے کسی بھی طرح نظر بچا کر ان کے جو تے اڑانے تھے۔ وہ ان کے آفس میں داخل ہوا۔ حنیفہ شاید واش روم میں تھے۔ اس نے ایک محتاط نظر واش روم کے بند دروازے پر ڈالی۔ پھر ایک جانب بنے کینٹی کا دروازہ کھولا۔ اندر کی جو تے رکھے تھے۔ وہ ایک لمبے کے لیے رُک سا گیا تھا۔ اندر کسی لڑکی کے جو تے بھی رکھے تھے۔ بالکل نئے۔ سیاہ ہیلز۔ اس نے نام صحیح سے پلت کر واش روم کے بند دروازے کو دیکھا تھا۔

visit for more novels:

اس عمر میں بھی۔۔؟ سیر نسلی۔!

اگلا پل ضائع کیے بغیر وہ جھکا اور ہیلز نکال لیں۔۔ پھر تیزی سے باہر نکلا اور لفت کی جانب بڑھا۔ سات سالوں میں یاسر عالم کو کسی نے ہاتھ میں ہیلز لیے بھاگتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ لفت میں موجود بادی گارڈن نے اسکے ہاتھ میں ہیلز دیکھیں تو چونک سے گئے۔۔

"آفیسر۔۔ یہ ہیلز۔۔؟"

"آ۔۔ یہ میری ہیں۔۔"

"جبی---؟" سب ایک ساتھ بولے تھے۔ اس نے آنکھیں یکخت بند کر کے کھولیں۔ اف--

"میرا مطلب میری ماما کی ہیں--"

"آپکی ماما کی ہیلز ایجنسی کے انڈر گراونڈ فلور پر کیا کر رہی ہیں---؟" وہ بھی باڑی گارڈز تھے۔۔۔ نہس کر پوچھا تو اسکے کان سُرخ ہوئے۔۔۔

"میں انہیں بر تھہ ڈے پر گفت کرنا چاہتا تھا۔ سب سے زیادہ محفوظ جگہ اس فلور پر موجود میرا آفس ہی

ہے--"

"اوہ۔۔۔ ہماری طرف سے بھی وش کر دیں آٹھی کو۔۔۔" ایک اور باڑی گارڈ بولا تو اس نے سر اثبات میں ہلا�ا۔۔۔ لفت کے اوپر پہنچتے ہی وہ تیزی سے زینوں کی جانب بھاگا تھا۔ یوول اور نظر جو آفس سے نکل رہے تھے اسے ہیلز ہاتھ میں لیے زینوں کی جانب بڑھتے دیکھ کر ٹھہر سے گئے۔۔۔ پھر ایک دوسرے کو دیکھا۔۔۔

"یہ گارڈز آجکل کس قسم کا فیشن کر رہے ہیں۔۔۔؟" نظر کے کہنے پر یوول نے کندھے اچکائے تھے۔

"یہ لو۔۔۔" پھولہ سانس بحال کرتے ہوئے اس نے ہیلز اس کے سامنے رکھیں تو وہ آنکھیں پوری کھول کر اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔ پھر چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔۔۔

"اپنی گرل فرینڈ کی تو چُرا کر نہیں لے آئے کہیں۔۔۔؟" وہ جانا چاہتی تھی۔ اس نے انتہائی کوفت زدہ سی نگاہ اس پر ڈالی۔

"پلک لفت استعمال کرنا، اکیلے سیڑھیوں پر چڑھنے اتنے سے بہتر ہے۔۔۔" وہ اسے ایک بار پھر نصیحت کرنے لگا تھا لیکن سیلینہ مجال ہے جو اسے سن رہی ہو۔

"بھاؤ میں جائے پلک لفت۔۔۔ میں سیڑھیوں سے بہت خوش ہوں۔۔۔ اچھا بتاؤ۔۔۔ میں ٹھیک تو لوگ رہی ہوں نا۔۔۔؟" اس نے ٹھہر کر چہرہ اٹھاتے ہوئے پوچھا تو یاسر نے ایک۔۔۔ بس ایک نظر اسے دیکھا۔ پھر سرا ثبات میں ہلا کر تیزی سے زینے اتھ گیا۔ اپنے پیچھے زینوں کا دروازہ زور سے بند کیا تو سیلینہ اوپر ڈر سی گئی۔

"اسے کیا ہوا؟"

ہیلز اسے تھوڑی بڑی تھیں لیکن وہ ان میں باآسانی چل سکتی تھی۔۔۔

اپنا پرس اور فون ہاتھ میں لیے وہ پھیلے لائزر اور بکھرے بالوں کی پرواہ کیے بغیر باہر نکل آئی تھی۔ ساتھ سے گزرتے لوگ اسے دیکھ کر مسکراہٹ دپاتے گزر رہے تھے۔۔۔ اس نے اپنے چہرے پر ہاتھ لگایا۔ کیا کچھ لگا ہوا تھا اس کے منه پر۔۔۔؟ وہ تیزی سے گردن جھکا کر اپنی کار کی جانب بڑھی اور جو نہی بیک مرر میں اپنا چہرہ دیکھا تو دھک سے رہ گئی۔۔۔

"جاہل بادی گاررررررڑ۔۔۔!! بتا نہیں سکتا تھا۔۔۔ گدھا کہیں کا۔۔۔!" وہ اب اسٹیرنگ و ہیل پر سر رکھے یاسر کو کو سنے دے رہی تھی۔ کتنے لوگوں نے اسے ایسے دیکھا تھا۔۔۔ اف اف۔۔۔

"پچھلے دنوں سیلینہ مظہر کو گلیمر ایجنسی کے داخلی ہال میں دیکھا گیا ہے۔ رپورٹرز کے مستقل سوالات پر بھی وہ خاموشی سے سرجھ کائے اپنے باڈی گارڈ کے ہمراہ چلی گئیں۔ مختلف ایجنسیز کے ماہر تبصرہ نگاروں کا یہی خیال ہے کہ سیلینہ اپنے کم بیک کی تیاری بھرپور انداز سے کرنا چاہتی ہیں لیکن وہ کیپٹل (پسی) کی کمی کے باعث خاموش ہیں۔ تبصرہ نگاروں کے حساب سے آنے والے دنوں میں سیلینہ مختلف کمر شلنگ میں بھی نظر آسکتی ہیں۔"

وسیع سے قیمتی ٹی وی لاونچ میں چلتے ٹی وی کی آواز پر داخلی دروازے سے اندر داخل ہوتی ماریہ لمح بھر کو ٹھہر گئی تھی۔ آف وائٹ بیش قیمت صوفوں پر بر اجمان واجد حسن افسوس بھری نگاہوں سے ٹی وی اسکرین کو تنک رہا تھا۔ وہ شاید ابھی ابھی کام سے واپس آیا تھا۔ اسکی ڈریس شرط کے اوپری بُن آرام دہ سے انداز میں کھلے تھے اور ٹائی کی گرہ ڈھیلی تھی۔

ماریہ کو لمحوں ہی میں اپنا وجود جلتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔ لیڈیز تھری پیس سوٹ میں، ورک ہیلز پہنے، چھوٹے کٹے بالوں کے ساتھ وہ باو قار لگ رہی تھی۔ وہ ایک خوبصورت عورت تھی۔ واجد کے عین لاک--

"دن کیسا رہا، واجد۔؟" وہ مسکرا کر آگے آئی تو واجد چونکا۔ وہ اسکی موجودگی سے بے خبر لگتا تھا۔ پھر تھکن زدہ سا مسکرا کر ٹی وی آف کیا۔ وہ ماریہ کی موجودگی میں سیلینہ کو نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ اس نے بارہا کہا تھا کہ وہ اسے چھوڑ چکا تھا لیکن دل کے کسی خانے میں وہ آج تک پوری آب و تاب کے ساتھ پہنچا تھی۔

"ویسے ہی۔۔ نارمل ورک ڈے تھا۔۔ تمہاری میٹنگ کیسی رہی۔۔؟" ماریہ اپنے باپ اکرم اعوان کی این جی اوز کو ریگیولیٹ کرتی فرم کی ڈائریکٹر انچارج تھی۔۔ اسکے اندر کی بارسونخ این جی اوز سوشنل ورک کیا کرتی تھیں۔۔

"ہوں۔۔ اچھا تھا۔۔ لائز کانہ کا پراجیکٹ ہمیں مل چکا ہے۔۔ جلد ہی پرائمری ایجوکیشن پر کام شروع کریں گے۔۔ فنڈنگز کی بابت بات ہوئی ہے لیکن کچھ خاص انویسٹریز ابھی دلچسپی لیتے نظر نہیں آرہے اس پراجیکٹ میں۔۔ جو نہیں اس پراجیکٹ کے جیک پاٹ کا اندازہ ہو گا تو لوگ خود ہی کھنچے چلے آئیں گے۔۔" اس نے خالص کاروباری زبان میں مدعایاں کیا تو واحد سمجھ کر سر ہلانے لگا۔۔ ماریہ کی زیرک آنکھیں اس کے نچڑے رنگ پر جمی تھیں۔۔

"کیا ہوا۔۔؟ تم ٹھیک ہو۔۔" اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر اسکے رُخسار پر رکھا تو واحد نے نامحسوس طریقے سے اسکا ہاتھ اپنے رخسار سے ہٹایا۔۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"ہاں ٹھیک ہوں۔۔"

"سیلینہ کی وجہ سے پریشان ہو۔۔؟" نرم لمحے میں کیے گئے استفسار پر وہ بُری طرح چونکا تھا۔۔ اتنی بُری طرح کہ ماریہ کو اسکے انداز پر حیرت ہونے لگی۔۔ اسے اپنے اندر خالی پن سا محسوس ہونے لگا تھا۔۔

"نہیں۔۔ مطلب۔۔ اب اس سے میرا کیا تعلق ہے۔۔؟" بمشکل مسکرا کر کہا لیکن اسکی رنگت عجیب سی تھی۔۔

"تم مجھ سے شیئر کر سکتے ہو، واجد۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تو واجد کے پرکشش نقوش پر سایہ سا لہرا یا۔۔

"ہاں۔۔ پریشان ہوں اسکی وجہ سے۔۔ ایک سال سے بہت کرائسٹس میں ہے وہ۔۔ پتہ نہیں کام کے بغیر خود کو کیسے مینیچ کر پار ہی ہے وہ۔۔؟" اور اسکی بات سنتے ہی ماریہ کے اندر اک آگ سی جلنے لگی تھی۔۔ اس نے تنگ ہوتے سینے کے ساتھ اسکا ہاتھ تھپتی پایا تھا۔۔

"تم بات کیوں نہیں کر لیتے اس سے۔۔" کچھ لمحوں بعد اس نے کہا تو واجد نرمی سے مسکرا یا۔۔ پھر اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ میں اسکی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔۔ وہ میری کسی مدد کے لیے راضی نہیں ہو گی۔۔

"کیا میں بات کروں اس سے۔۔؟" اس نے کہا تو واجد نرمی سے مسکرا یا۔۔ پھر اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ سے نکال لیا۔۔ ماریہ کو کبھی اپنا ہاتھ اتنا خالی محسوس نہیں ہوا تھا۔۔

"نہیں۔۔ وہ ہمارا مسئلہ نہیں ہے۔۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔۔ ساتھ ہی صوف کے ہتھ سے اپنا کوٹ بھی اٹھالیا۔۔

"وہ ہمارا مسئلہ نہیں ہے۔۔ لیکن تم اسے ہمارا مسئلہ بنارہے ہو، واجد۔۔" اس نے بہت ضبط سے کہا تھا۔۔ وہ آگے بڑھتے بڑھتے ٹھہر سا گیا۔۔ پھر مڑ کر اسے دیکھا۔۔

"میں نے دوبارہ اسے کبھی اپر ووچ نہیں کیا، ماریہ۔۔" یہ سچ تھا۔۔ اس نے کبھی سیلینہ کی جانب پلٹ کر بھی نہیں دیکھا تھا۔۔ ماریہ نے ضبط سے گلابی پڑتی آنکھوں سے اسے دیکھا اور پھر اٹھ کر اسکے مقابل آکھڑی ہوئی۔۔ وہ واجد سے چھوٹی تھی۔۔

"خرابی بہاں ہے، واجد حسن۔۔" اس نے اسکے دل پر انگلی رکھ کر کہا تھا۔ ایک لمحے کو سامنے کھڑے شخص کے دل پر زوردار سا گھونسا پڑا۔ اسکی بیوی اسکے لاکھ چھپانے پر بھی۔۔ اسے جانتی تھی۔۔

"میں اس بارے میں بات نہیں کرنا چاہتا۔" وہ اسکا ہاتھ ہٹا کر تیزی سے باہر نکل گیا۔ ماریہ جانے کب تک لاوچ کے وسط میں ایستادہ رہی۔۔ ٹانگیں جب درد کرنے لگیں تو وہ آہستگی سے صوف پر بیٹھ گئی۔۔ اسکا چہرہ آسیجن کی کمی کے باعث سفید لگ رہا تھا اور رگوں میں پلتی جلن ہر لمحہ بڑھ رہی تھی۔۔ اسکی زندگی میں اگر کوئی ایک شگاف تھا۔۔ تو اس کا نام سیلینہ مظہر تھا۔۔ اور وہ اس شگاف کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا چاہتی تھی۔۔

"یاسر راضی ہے اس انویسٹیگیشن کے لیے۔۔؟" سلمان عابد نے جھولتی گرسی پر پچھے ہوتے ہوئے

پوچھا تھا۔ وہ ایک درجہ بُلند رینک کے چیف تھے۔ سامنے براجمان حنفیہ نے سر اثبات میں ہلا�ا تھا۔

"کچھ خاص جواب تو نہیں دیا ہے اس نے ابھی۔۔ دیکھتے ہیں۔۔ اپڈیٹ کرنے کا کہہ کر گیا ہے۔۔ اگر یہ انویسٹیگیشن ہمارے انڈر ہو سکتی ہے تو ٹھیک ہے۔۔ نہیں تو پھر ہمیں پولیس کی مدد لینی پڑے گی۔۔" سلمان نے ساتھ رکھی فائلز میں سے ایک کھول کر سامنے رکھی۔۔

"اگر یاسر نے منع کر دیا تو۔۔؟"

"تو ہمارے پاس اور بھی منجھے ہوئے بادی گارڈز ہیں۔ ہم سیکیورٹی بڑھا سکتے ہیں۔ ادارے اور ایکٹریس دونوں کی۔۔۔ بہر حال ہمارا کام یہی ہے۔۔۔ حفاظت کرنا۔۔"

"ہوں۔۔۔ انویسٹیگیٹ کرنا ہمارا کام ہے بھی نہیں۔۔۔ لیکن اگر ایجنسی کی بات یہیں رہ جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ باہر سے پولیس کو انوالو کرنے کا مطلب تم اچھے سے جانتے ہو۔۔۔ ہماری مکمل ساکھ پر اثر پڑ سکتا ہے۔۔۔" وہ فائل کھولے، ورق گردانی کرتے ہوئے مصروف ساکھہ رہے تھے۔

"سیلینہ کے پاس بادی گارڈ نہیں ہے، خنیفہ۔۔۔ میں نے سنا ہے اسکے حالات اچھے نہیں چل رہے۔" اب کہ انہوں نے فکر مندی سے چہرہ اٹھا کر پوچھا تو خنیفہ نے اک گہرا سانس لیا۔۔۔ دل پر بوجھ تو ان کے بھی تھا۔۔۔

"جانتا ہوں۔۔۔ میں بادی گارڈ رکھوا سکتا ہوں اسکے لیے۔۔۔ لیکن کیا جواز پیش کروں گا اپنی اس پر سنبل خدمت کا۔۔۔؟ میرے پاس جواز نہیں ہے اسکی ایسے مدد کرنے کا۔۔۔" ان کے لمحے میں عجیب بے بسی تھی۔۔۔ سلمان نے افسوس نے سر ہلایا تھا۔۔۔

"بتا کیوں نہیں دیتے تم اسے۔۔۔ کب تک یوں دور سے دیکھتے رہو گے اسے۔۔۔؟"

"میں نے ساری زندگی اسکے لیے کچھ نہیں کیا۔ اپنی آخری عمر میں اسکے سامنے جا کر اپنے اعمال کی جسٹیفیکیشن نہیں دے سکتا میں۔۔۔ سو چیپ نا۔۔۔؟" وہ مسکراتے لیکن سلمان نہیں مسکرا سکے۔۔۔

"کچھ شک نہیں کہ یاسر کے ہیڈ ہو تم۔ ایسی ہی باتیں کرتا ہے وہ بھی۔۔۔"

"وہ باتیں کرتا کب ہے، چیف۔۔۔ بمشکل منه سے چند لفظ نکال کر ہم پر احسان کرتا ہے۔۔۔ ایک سے زائد سوال کرو تو یوں گھورتا ہے جیسے کھا جائے گا۔۔۔ ان کے کہنے پر سلمان ہنس پڑے تھے۔۔۔ اسی لمحے دروازہ کھٹکھایا گیا تو وہ اس طرف متوجہ ہوئے۔۔۔ سامنے تین بادی گارڈز کھڑے تھے۔۔۔ مخصوص بادی گارڈز کے یونیفارم میں ملبوس۔۔۔ بالوں کو جیل سے پچھے جمائے۔۔۔

یہ سب ایک ہی ٹیم کا حصہ تھے۔۔۔ ان کی ٹیم کا نام "ٹیم بی" تھا۔۔۔ ٹیم اے کا آفس ان سے پہلے تھا۔۔۔ اسی ترتیب کے حساب سے انہیں نام دیا گیا تھا۔۔۔

ایسی کئی ٹیمز اس ایجنسی میں مختلف چیف انچارجز کے انڈر کام کر رہی تھیں۔۔۔ وہ کس ایکٹریس کے بادی گارڈ تھے اور ایجنسی میں ان کی کیا ذمہ داریاں تھیں۔۔۔ ان سب پر چیک رکھنا خنیفہ مظہر کا کام تھا۔۔۔ اور خنیفہ مظہر پر چیک رکھنا سلمان عابد کا کام تھا۔۔۔ اسی ٹیم کا حصہ یاسر بھی تھا۔۔۔

"تم تین کیوں ہو۔۔۔؟ یاسر کہاں ہے۔۔۔؟" سلمان کے پوچھنے پر وہ تینوں آگے بڑھ آئے تھے۔

"وہ اپنی ہیلز لے کر اوپر فلور پر گئے ہیں۔۔۔" ان میں سے ایک کی زبان پھسلی۔۔۔ اس کا نام شیر حسن تھا۔۔۔ اسکے ساتھ کھڑے دونوں بادی گارڈز کے مقابلے میں اسکا قد چھوٹا تھا اور وہ اکثر قدرے گھبرا یا ہوا لگتا تھا۔۔۔ اس ٹیم کا سب سے چھوٹا گارڈ۔۔۔ صاف رنگت اور بُھوری آنکھوں والا۔۔۔

"وات۔۔۔؟" اسکے جواب پر خنیفہ کے منه سے بے ساختہ نکلا تھا۔۔۔ شیر کے ساتھ، سینہ تان کر کھڑے زار کی ہنسی بے ساختہ تھی۔۔۔ اسے ہزار دفعہ کہا تھا کہ اتنا زیادہ سینہ تان کر مت کھڑے

ہوا کرو۔ لیکن وہ زار ہی کیا جو کسی کام میں مبالغہ آرائی سے کام نہ لے۔ اسکا قد حسن سے لمبا تھا۔ رنگت گندمی اور آنکھیں گھری سیاہ تھیں۔ وہ ایک پُر کشش دکھنے والا مرد تھا۔

مطلوب۔۔۔ وہ ان کی ماما کی ہیلز تھیں۔ ان کی برتھ ڈے کا گفت تھا۔۔۔ وہی لے کر گئے ہیں " آفیسر۔۔۔

"کیا بکواس کر رہے ہو، شیر۔۔۔" خنیفہ نے اسکے مزاق پر اسے گھر کا تھا۔" اسکی ماں کی ہیلز یہاں کیا کر رہی تھیں۔۔۔؟"

"اس کا کہنا تھا کہ گھر میں اس کے پاس ہیلز چھپانے کی جگہ نہیں تھی۔۔۔" اب کہ بولنے والا ساحر تھا۔ مضبوط جبڑے، ٹین ہوئی رنگت اور کسرتی جسم والا ساحر۔۔۔ اسکی اٹھان سے ہی اسکی ٹف روٹیں کا اندازہ ہوتا تھا۔

وہ بہت کم بولتا تھا۔ زیادہ تر خاموش ہی رہتا۔۔۔ مسکرانا تو بالکل بھی نہیں آتا تھا اسے۔۔۔ جانے وہ سارا سال سیدھے جبڑے کے ساتھ کیسے گزارتا آیا تھا۔ ساحر، زار اور یا سر ہم عمر تھے۔ اسی لیے وہ آپس میں آرام دہ ہو کر گفتگو کیا کرتے تھے۔ شیر نیا تھا۔۔۔ وہ ان سے "تم" سے بات نہیں کر سکتا تھا۔ وہ تین پینڈ سم گارڈ تھے۔۔۔ اور ان کا سپریم پینڈ سم پارٹ ماں کی ہیلز لیے اوپر فلور پر موجود تھا۔۔۔

"اس نے کہا کہ اس کے پاس گھر میں ہیلز چھپانے کی جگہ نہیں تھی اور تم لوگوں نے یقین کر لیا۔۔۔؟" خنیفہ نے انتہائی سکون سے ہاتھ باندھ کر ان تین گدھوں کی جانب دیکھا تھا۔ سلمان نے بکشکل مسکراہٹ دبای۔

"ہمیں پتہ ہے وہ جھوٹ بول رہا تھا۔۔۔"زار کی ذہین آنکھیں چمکی تھیں۔۔۔

"یقیناً کسی ایکٹریں کو ہیلز کی ضرورت ہوگی اور پرائیوسی کے خیال سے یاسرنے یہ جھوٹ بولا ہو گا۔۔۔ وہ بھی جانتا ہے کہ ہم نے اسکے جھوٹ پر یقین نہیں کیا ہے۔۔۔ لیکن ہم سب نے ایسے ایکٹ کیا جیسے اسکے علاوہ کچھ سچ نہیں ہے۔۔۔ ماں کی ہیلز ہیں تو ہیں۔۔۔ اب کونسی ماں کی ہیلز ہیں یہ تو اللہ جانتا ہے۔۔۔"سلمان ہنس پڑے تھے اور حنفیہ اسکی صاف گوئی سے محظوظ ہوئے تھے۔۔۔

"یہ بات یاسرنے کے سامنے کر کے دکھاؤ تو مانوں۔۔۔؟" ہاتھ باندھ کر مراقب اڑاتے انداز میں کہا تو زار نے انہیں ایسے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو۔۔۔ "یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں۔۔۔"

"میں یہ اسکے سامنے بھی کہہ سکتا ہوں، سر۔۔۔"

"بالکل۔۔۔ کہنے کے بعد دو تین دن تک پھر آپ کچھ کہنے کے قابل نہیں رہ سکیں گے، زار بھائی۔۔۔"حسن نے سمجھ کر معصومیت سے کہا تو اسکی مسکراہٹ غائب ہوئی۔۔۔ یاسرنے واٹلسس سے کون واقف نہیں تھا۔۔۔ بقول ساحر کے۔۔۔ اسکا دماغ خراب ہوتے دیر نہیں لگتی تھی۔۔۔"حنفیہ اور سلمان نے ایک ساتھ چہروں پر ابھرتی مسکراہٹ روکی تھی۔۔۔ زار نے حسن کو ایسے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو "بیٹا تو باہر نچ۔۔۔"

"تم چُپ رہو۔۔۔"

"آپ بھی چُپ رہیں۔۔۔" وہ دونوں سرگوشی میں ایک دوسرے سے لٹر رہے تھے۔۔۔ جبکہ ساحر ان کے ساتھ بالکل سنجیدگی سے کھڑا تھا۔۔۔

"یا سر کچھ عرصے تک ایک سنگل کیس پر کام کرے گا۔ کیس کے حوالے سے بریف کر دیا ہے میں نے اسے۔ کچھ دنوں تک جواب دے گا وہ مجھے۔ تم دونوں تو اس کیس میں آفیشلی کام نہیں کر سکتے۔" ان کا اشارہ زار اور حسن کی جانب تھا۔ وہ دونوں عمیرہ زاہد کے بادی گارڈز تھے۔ "کیونکہ عمیرہ زاہد کا ورلڈ ٹور متوقع ہے اگلے دنوں میں۔۔۔ ہو سکتا ہے تم دونوں کو باقی گارڈز کے ساتھ سیکیورٹی کے حساب سے جانا پڑے۔۔۔ ایسے میں صرف ساحر مدد کر سکتا ہے اسکی۔۔۔ اگر اسے مدد درکار ہو تو دیکھ لینا تم تینوں۔۔۔ خاص کر تم ساحر۔۔۔ انہوں نے آخر میں سنجیدگی سے اسکی جانب اشارہ کر کے کہا تو ساحر نے سرا اثبات میں ہلایا۔ پھر وہ تینوں چیف کے آفس سے پلٹ آئے۔۔۔

"کیا کیس ہو گا۔۔۔؟" باہر نکلتے ہی شیر نے پوچھا تو زار نے کندھے اچکائے۔

"انہوں نے ہمیں کیس کی نوعیت نہیں بتائی۔ شاید بہت کافیڈینشن ہو۔۔۔ ون آن ون کام کرنے والا کیس ہو۔۔۔ ایسے کیس میں ون میں انویسٹریگیکشن ہوتی ہے۔۔۔ ٹیمز تحقیقات نہیں کیا کرتیں۔۔۔" لیکن اکیلے انسان کے لیے مشکل نہیں ہو گا کیس ہینڈل کرنا۔۔۔؟" ساتھ چلتے حسن نے پوچھا تو زار نے سرا اثبات میں ہلایا۔۔۔

"کیس پیچیدہ نہیں ہوتا زیادہ۔۔۔ یا پھر وہ انسان اس قابل ہوتا ہے کہ کیس کو اکیلے ہینڈل کر سکے۔۔۔" حسن نے سمجھ کر سر ہلایا۔ اسکے لیے بہت سی اصطلاحات اب بھی نہ تھیں۔

"اور ایسا بھی ہوتا ہے۔۔۔ کہ چیف اس کیس کے حوالے سے کسی اور پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔۔۔" خاموشی سے ساتھ چلتے ساحر نے پہلی دفعہ کہا تو وہ دونوں ہی سر ہلانے لگے۔ ساحر ان سے تجربے

میں کہیں زیادہ تھا۔ وہ اور یاسر دونوں ایک ساتھ ہی اس ایجنسی کے لیے اپائٹ ہوئے تھے۔ جبکہ زار اور حسن بعد میں ان کی ٹیم کا حصہ بنے تھے۔

"یاسر اکیلا نہیں ہے۔۔۔ ہم ہر ممکن مدد کریں گے اس کی۔۔۔" کچھ پل بعد زار نے کہا تھا۔ وہ اس گروپ کا برین تھا۔ دی اسیل جس ون۔۔۔ ساحر خاموش رہ کر ٹھنڈے دماغ سے کام کرنے والا آدمی تھا۔ اسکا جسم ان چاروں میں خاصہ کسرتی تھا۔ اسے ورک آؤٹ کرنے کا بے حد شوق تھا اور وہ اپنے فارغ اوقات میں حم ہی میں پایا جاتا تھا۔۔۔ شیر چھوٹا اور معصوم تھا۔۔۔ لیکن اپنے کام سے لگاؤ اسے بھی ان چاروں جتنا ہی تھا۔ آنے والے وقت میں وہ ایک اہم رُکن بننے والا تھا۔۔۔ اور سب سے آخر میں یاسر تھا۔۔۔ کم گو، سنجیدہ، زیر ک اور بہت لیا دیا سا۔۔۔ بقول زار کے اسکے چہرے پر لکھا ہوتا تھا کہ "مجھ سے بات مت کرو۔۔۔" وہ ایک جانب بنے اپنے کیسر کی جانب بڑھ آئے تھے۔۔۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"السلام علیکم احباب"

"

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com

A screenshot of a Google search results page. The search bar at the top contains the query "google.com/search?q=u". Below the search bar, the Google logo is visible. The search results show a link to "urdud novel bank" with the URL "https://www.urdunovelbank.com". The page title "Urdu Novel Bank" is displayed in purple. The snippet below the title reads: "interesting and best famous urdu novels free Pdf Download on One click. all Categories new and old urdu novel stories..". There are also links for "All Images", "News", "Videos", "Books", and "Sea".

Urdu Novel Bank

interesting and best famous urdu novels free Pdf
Download on One click. all Categories new and
old urdu novel stories..

All Urdu Novels List

Urdu Novel Bank
website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں ---

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
کمکمل ناول مفت میں

"تم آج شام افراد کے نکاح میں شرکت نہیں کر رہی ہو، سیلین۔ مجھے تمہارے باپ کے گھرانے سے شدید نفرت ہے۔ میں ان کی شکلیں تک نہیں دیکھنا چاہتی۔۔۔ اسی لیے تم بھی وہاں نہیں جاؤ گی۔۔۔" ابھی وہ نہا کر نکلی ہی تھی کہ ماں کو لاوچ کے صوف پر براجمان دیکھ کر یہ لکھت ہی سیدھی ہوئی۔۔۔ افراد اسکے تایا کا بیٹا تھا۔

"اس پوری دنیا میں میرے پاس آپکے علاوہ اور کوئی رشتہ نہیں ہے، ماں۔۔۔ وہ لوگ جیسا بھی سلوک ہمارے ساتھ رکھتے رہے ہوں۔۔۔ لیکن وہ ہمارے رشتے دار ہیں۔۔۔ رشتے داروں کو معاف کیا جاسکتا ہے۔۔۔ پلیز۔۔۔ مجھے میرے رشتے بچانے دیں۔۔۔" اسے اگر کسی چیز سے اس دنیا میں نفرت تھی تو وہ تھا قطع تعلق کرنا۔۔۔ رشتے توڑنا۔۔۔ جو دل رشتے توڑنے کے لیے درکار تھا۔۔۔ وہ اس دل سے خالی تھی۔۔۔ اسکے پاس وہ دل نہیں تھا جو قطع رحمی کر سکتا ہو۔۔۔ شگفتہ نے انہی کڑوی نگاہ ڈالی تھی اسکے سراپے پر۔۔۔

"وہ تمہارے سوتیلے رشتے دار ہیں بیوقوف لڑکی۔۔۔ نفرت کرتے ہیں تم سے۔۔۔ مجھ سے۔۔۔ تمہیں صرف ذلیل کرنے کے لیے ہلا رہے ہیں وہ لوگ۔۔۔"

"سگے ہوں یا سوتیلے۔۔۔ رشتے تو ہیں ناں۔۔۔ میرے پاس ان رشتتوں کو گنوانے کا کوئی جواز نہیں ہے۔۔۔" اس نے کہا تو آواز آخر میں لرز سی گئی۔۔۔ اندر کہیں وہ جانتی تھی کہ شگفتہ درست تھی۔۔۔ وہ اسے پسند نہیں کرتے تھے۔۔۔ وہ مذہبی لوگ تھے۔۔۔ نیک اور متقدی۔۔۔ پرہیز گاروں کی صاف میں اس جیسی اداکارہ کی کوئی جگہ نہیں تھی۔۔۔

"تمہیں خود شوق ہے اپنے دل کو چھلنی کرنے کا۔ جاؤ۔۔۔ شوق سے جاؤ۔۔۔ لیکن جب وہ تمہارا دل توڑ دیں تو میرے پاس روتی ہوئی مت آنا۔۔۔ میں تب تمہاری شکل بھی نہیں دیکھوں گی۔۔۔" وہ پھنکار کر یکلخت ہی اٹھی اور تیزی سے داخلی دروازہ پار کر نکلتی چلی گئی۔۔۔ شام کے اس پھر اپارٹمنٹ مدھم روشنیوں سے روشن تھا۔ وہ اداس آنکھیں لیے درمیان میں ہی کھڑی رہ گئی۔۔۔ پھر دانت جما کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ آئی۔۔۔ شگفتہ کی کسی بات پر اس نے دھیان نہیں دیا تھا۔۔۔ سُرخ ریشمی لباس پر چم چم کرتے سفید ستاروں کا کامدار جوڑا پہنے وہ خاموشی سے اپنے بالوں کو سنوار رہی تھی۔۔۔ اس لمبی قمیص اور چوڑی دار پجامے کے ساتھ اسکے پاس کامدار دوپٹہ بھی موجود تھا۔۔۔ دوپٹہ۔۔۔ جو وہ اکثر نہیں لیا کرتی تھی۔۔۔

شہد رنگ بالوں کو گھلا چھوڑے، چہرے کو مناسب میک اپ سے سجا کر وہ اپنے کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔۔۔ کمرے میں ایک جانب بنے جوتوں کے دراز کا دروازہ کھول کر جھکی تو بال لہرا کر آگے کو آگرے۔۔۔ وہ لمحے بھر کو ٹھہر گئی تھی۔۔۔ اسکی سُرخ مخملی ہسیلز کے ساتھ بادی گارڈ کی دی گئی ہسیلز بھی رکھی تھیں۔۔۔ اگلے ہی پل اس نے سر جھٹک کر سُرخ ہسیلز نکالیں اور بیڈ پر بیٹھ کر اسکے نازک اسٹرپیس باندھنے لگی۔۔۔

جن کے گھر وہ نکاح کی دعوت پر جا رہی تھی وہ واقعتاً اسکے سوتیلے رشتے دار تھے۔۔۔ اسکی ماں نے اپنے پہلے شوہر سے طلاق لے لی تھی۔۔۔ وہ اسکی کم مایہ سی تتخواہ پر گزارہ نہیں کر سکتی تھی۔۔۔ پھر وہ ایک بار میں جا ب کرتی رہی۔۔۔ سیلینہ تب محض چھ سال کی تھی۔۔۔ اسکی ماں اگلے کی سالوں میں بار ہو سٹیس کے عہدے پر فائز ہو گئی۔۔۔ انہی دنوں وہ اپنے دوسرے شوہر سے ملی تھی۔۔۔ وہ بار میں

صرف اور صرف شنگتہ کے لیے آیا کرتے تھے۔۔ شنگتہ اپنی زندگی سے خوش تھی لیکن اپنے لیے ایک امیر گھرانے کے بیٹے کو محبت میں پاگل دیکھ کر وہ مزید اسے ٹال نہیں سکی۔۔ اسکا سوتیلا باپ ایک شریف نفس شخص تھا۔ اسے شنگتہ سے نکاح کر کے عزت سے اپنے گھر لے جانا تھا۔ یہاں تک کہ اسے سیلینہ کے وجود سے بھی کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ لیکن پھر جو سوچا ویسا نہ ہو سکا۔۔

اس نے اپارٹمنٹ کا دروازہ بند کیا اور لفت کی جانب بڑھ آئی۔ کار پارکنگ ایریا میں آگے بڑھتے ہوئے لمبے بھر

کے لیے اسے کچھ محسوس ہوا تھا۔۔ وہ ٹھہر سی گئی۔۔ پھر پلٹ کر خوفزدہ نگاہوں سے اپنے پیچھے دیکھا۔۔ مغرب بیت چکی تھی اور پارکنگ ایریا خاصہ سنسان ہو رہا تھا۔ گھبرا کر اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور اندر آ بیٹھی۔۔ اگلے ہی پل اب وہ سڑک پر، سوچوں میں گم ہم صم می ڈرائیو کر رہی تھی۔۔

visit for more novels:

اس کی ماں اور احسن علی نے شادی کر لی۔۔ وہ ان دونوں کو عزت کی چادر اور ٹھاکر اپنے گھر لے آئے۔۔ لیکن ان کے گھر والے بار ہو سٹیں اور اسکے وجود کو برداشت نہیں کر سکے۔۔ وہ اپنے قیمتی سپوت کو ان دو زندگیوں کے ساتھ ذلت سے دوچار ہوتا ہوا نہیں دیکھ سکتے تھے۔۔ احسن علی تین بھائی تھے۔ مراد علی اور شہیر علی دونوں اسکے تایا تھے۔۔ وہی جنہیں وہ کبھی ایک آنکھ بھی نہیں بھائی تھی۔۔ قسمت نے ساتھ نہیں دیا اور احسن کی اچانک موت نے ان دونوں پر آسمان گرا دیا۔۔ وہ اس گھر میں نوکرانی کی سی حیثیت سے زندگی گزارنے لگیں۔۔ اس نے بمشکل دھکوں سے سیکنڈ ایئر کلیسٹ کیا اور پھر اپنی زندگی کے لیے نکل پڑی۔۔ نظر امجد اسکا پہلا مددگار تھا۔ اسی کے

ذریعے اسے ایک ڈرامے میں چھوٹا سا روپ مل گیا تھا۔۔۔ وہ خوبصورت تھی۔۔۔ پیٹ خالی اور اذیت ناک محرومی کے بعد وہ اس آفر کو ٹھکرانے کی جسارت نہیں کر سکتی تھی۔۔۔

اسے ٹی وی اسکرین پر دیکھ کر گھر میں ایک طوفان سا بروپا ہو گیا تھا۔۔۔ وہ ان کے بھائی کی سوتیلی بیٹی تھی۔۔۔ وہ مانتے یا نہیں مانتے لیکن دنیا مانتی تھی۔۔۔ لوگوں نے ان سے طرح طرح کے سوالات کیے تو وہ جواب نہیں دے سکے۔۔۔ اور پھر رد عمل یہ نکلا کہ شہیر نے بھرے گھر میں۔۔۔ اسے سب کے سامنے مارا۔۔۔ اسے یاد تھا وہ اس وقت بہت کمزور تھی۔۔۔ ان کے تھپڑ سے زمین پر جاگری تھی۔۔۔ لیکن اس نے اف تک نہیں کہا۔۔۔ گھر والوں نے ان دونوں ماں بیٹی سے بایکاٹ کر لیا۔۔۔ کچھ عرصے تک وہ انہیں برداشت کرتے رہے لیکن پھر جب سیلینہ کو ایک بڑے ڈرامے میں کام کرنے کی آفر آئی۔۔۔ اور اس نے وہ آفر قبول کر لی۔۔۔ تب وہ رات۔۔۔ ان کی اس گھر میں آخری رات ثابت ہوئی۔۔۔ انہیں گھر بدر کر دیا گیا۔۔۔ وہ اپنی ماں کے ساتھ نظر کی چوکھٹ تک چلی آئی تھی۔۔۔ ڈرامہ کامیاب ہوا تو اس نے اپارٹمنٹ کرائے پر لے لیا۔۔۔ کی سال گزر گئے اور اسکا نام صفِ اول کی ایکٹریس میں آنے لگا۔۔۔ اسکے حالات اچھے ہو گئے۔۔۔ وہ اپنی ماں اور اپنا پیٹ پالنے کے قابل ہو گئی تھی۔۔۔ انہی دنوں اسکے سوتیلے رشتے داروں نے اس سے رابطہ کر کے اسے اپنے پاس واپس آنے کی دعوت دی تو وہ شگفتہ کی تنبیہہ پر بھی ان کو انکار نہ کر سکی۔۔۔ وہ رشتوں کو کبھی انکار نہیں کر سکتی تھی۔۔۔

لیکن وقت گواہ تھا۔۔ جب بھی دوبارہ وہ اس گھر میں بلائی گئی تھی ذلت کے لیے بلائی گئی تھی۔۔
شہیر اور مراد دونوں خاصے سخت مذہبی تھے۔۔ وہ اسے ناپسند کرتے تھے۔۔ لیکن عمر اسے ہمیشہ بلا
لیا کرتا تھا۔۔ عمر اس گھر میں اسکا خیر خواہ تھا۔۔

ڈرائیو کرتے ہوئے وہ پھر سے اسی جگہ جا رہی تھی۔۔ اسی جگہ جہاں سے ہمیشہ تکلیف ملا کرتی تھی۔۔
ہمیشہ کی طرح اس امید پر۔۔ کہ شاید اب کچھ بدلت گیا ہو۔۔ شاید اب دلوں میں رحم آگیا ہو۔۔ جو
اللہ کے قریب ہوں ان کے دل تو نرم ہوتے ہیں نا۔۔ پھر اسکے سوتیلے رشتے داروں کے دل
اسکے لیے اتنے سخت کیوں تھے بھلا۔۔؟ وہ زیادہ مذہب کو نہیں جانتی تھی۔۔ لیکن جانے کیوں وہ
مذہبی لوگوں سے اچھی امید رکھا کرتی تھی۔۔ ایسے لوگ امید دیا کرتے تھے۔۔ اور اسے ناامید
ہونے سے نفرت تھی۔۔

سرٹک پر بڑھتی کار در میانی رفتار سے چل رہی تھی۔۔ اور وہ ڈرائیو کرتی گھری سوچوں میں گم
تھی۔۔

اگلے کئی لمحات میں وہ اپنے باپ کے گھر کی چھت تلے موجود تھی۔۔ وسیع و عریض بنگلہ اک شان
سے سراٹھاے کھڑا تھا۔۔ سبزہ زار پر برقی قمیں لگے تھے۔۔ ان سنہری قمقوں نلے وہ سرخ لباس
میں دمک رہی تھی۔۔ افرحہ اور عزیز مراد کے بیٹے تھے۔۔ جبکہ ماہ جبین اور عمر شہیر کے بچے
تھے۔۔ وہ ایک چھوٹا سا خوشحال گھرانہ تھا جو اس وسیع سے خوبصورت بنگلے میں رہا کرتا تھا۔۔

رشتے داروں نے اسے سبزہ زار پر بیٹھے دیکھا تو رُخ پھیر لیا۔ ڈرگز والے کیس کے بعد تو وہ ان کے لیے اور بھی قابل نفرت ہو گئی تھی۔ اس نے بھاری دل کے ساتھ بالوں کو کان کے پچھے اڑسا اور پھر وہاں سے اٹھ آئی۔ لاونچ میں مہمانوں کی بہتات تھی۔ نکاح سادگی سے کیا جا رہا تھا اور مہندی جیسی رسومات سے پرہیز کیا جا رہا تھا۔ عزت دار گھرانوں کی نشانی۔ کاش وہ بھی اتنی ہی عزت سے کسی کی زندگی میں داخل ہو سکے۔

زُبیدہ اور راحمہ تائی نے اسے داخلی دروازے میں کھڑے دیکھا تو نفرت سے چہرہ پھیر لیا۔ راحمہ کے ہزار دفعہ منے کرنے پر بھی عمر نے سیلینہ کو دعوت دے دی تھی۔

صوفوں پر براجمان مہمان اسے گرد نیں موڑ کر دیکھ رہے تھے۔ اسکے رخسار گلابی ہوئے۔ بمشکل مسکراتے ہوئے وہ آگے بڑھ آئی۔ سلام کیا تو دبی سی آواز میں بہت ماوس سا "و علیکم السلام" موصول ہوا۔ اس نے ایک جانب رکھا خالی صوفہ دیکھا اور پھر وہاں بڑھ گئی۔ مہمانوں کے درمیان کوئی بھی اسے اپنے پاس بٹھانے کے لیے تیار نہیں تھا۔ وہ پھر بھی مسکراتی رہی۔ یکاک کسی کے آواز دینے پر اس نے گردن پھیر کر دیکھا تو لمح بھر کے لیے ساری اداسی عنقا ہو گئی۔ سامنے عمر کھڑا تھا۔ اس گھر میں واحد انسان جو سیلینہ کو انسان سمجھتا تھا۔

وہ چوبیس سالہ نوجوان تھا۔ وجیہہ اور دراز قد۔ سیاہ بال اور سیاہ آنکھیں بہت محبت سے سیلینہ کو تک رہی تھیں۔ پھر وہ آگے بڑھ آیا۔

"کیسی ہیں آپ ایکٹر لیں صاحبہ۔؟" وہ بے تکلفی سے کہتا اسکے ساتھ آ بیٹھا تھا۔ سفید کرتا شلوار میں مبوس بہت ہینڈ سم دکھ رہا تھا وہ۔

"میں تو ٹھیک ہوں تم بتاؤ۔۔۔ کیسے ہو۔۔۔ کہاں ہو اتنے دن سے۔۔۔؟" وہ ایک عمر کے آجائے سے بہت خوش ہو گئی تھی۔ عمر اس سے عمر میں تین سال چھوڑا تھا لیکن ان کے درمیان کی بے تکلفی بہت عزت والی تھی۔ البتہ راحمہ تائی کو اپنے بیٹے کی اس سے بے تکلفی ایک آنکھ نہیں بھایا کرتی تھی۔۔۔

"یہیں تھا۔۔۔ بابا کے ساتھ بنس میں ہاتھ بٹا رہا ہوں۔۔۔ آفس جاتا ہوں۔۔۔ آپکو بہت مس کرتا ہوں۔۔۔ پرسوں آپکو ٹوی وی پر دیکھا تھا۔۔۔ بہت خوشی ہوئی۔۔۔ پھر کب آرہا ہے آپکا ڈرامہ۔۔۔؟" اس نے پوچھا تو سیلینہ نے اسے کندھے اچکا کر دیکھا۔۔۔

"کوئی کام نہیں کرنا چاہتا میرے ساتھ۔۔۔" اسکا جواب سن کر وہ لمجھے بھر کے لیے چپ سا ہو گیا تھا۔۔۔ پھر آنکھوں میں ڈھیروں غصہ لیے بولا۔۔۔

"سب بیوقوف ہیں۔۔۔ انہیں آپکی ورثھ نہیں پتہ۔ جس دن پتہ چل گئی کوئی آپکو انکار کرنے کی جسارت نہیں کر سکے گا۔۔۔" اسے اپنے لیے حساس ہوتا دیکھ کر اسکا دل محبت سے بھر گیا تھا۔ کوئی تو تھا جو اسکی پرواہ کیا کرتا تھا۔ اس نے مسکرا کر اسے دیکھا۔۔۔

"بس ینگ میں۔۔۔ اتنا جذباتی نہیں ہوتے۔۔۔ تمہاری مامانے تمہیں میرے ساتھ بیٹھا دیکھ لیا ناں تو خیر نہیں ہو گی پھر تمہاری۔۔۔" اس نے مسکراہٹ دبا کر اسے چھیڑا تو وہ ہنس دیا۔۔۔

"اب بڑا ہو گیا ہوں میں۔۔۔ اب آپکو یا مجھے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔۔۔" سیلینہ مسکرا دی۔۔۔ لیکن وہ اسے یہ نہیں بتا سکی کہ لوگ جملے کسے کبھی نہیں چھوڑا کرتے تھے۔۔۔ لوگ دل توڑنے کا کام ہمیشہ اچھے سے کیا کرتے

تھے۔۔

"کتنی پیاری پیاری لڑکیاں آئی ہوں ہیں آج۔۔ دیکھو ذرا۔۔" اس نے اسے پھر چھپڑا تو وہ اسے آنکھیں چھوٹی کیے دیکھنے لگا۔۔

"آپ سے زیادہ کوئی خوبصورت نہیں لگ رہی یہاں۔۔" وہ اسکے کہنے پر چونکی تھی۔ پھر گہر اسنس لے کر اسکے کندھے پر دھپ رسید کی۔۔

"تاں تمہیں مار دینگی۔۔ ایسی بات سوچنا بھی مت۔۔"

"شادی کروں گا تو کوئی کچھ نہیں کہہ سکے گا۔۔"

"لوگ شادی کے بعد بھی نہیں بخشنے۔ میں زندہ مثال ہوں تمہارے سامنے۔۔" ابھی وہ دونوں بات کر رہی رہے تھے کہ راحمہ تائی یکدم دندناتی ہوئی آگے بڑھیں اور عمر کو بازو سے گھسیٹ کر اٹھایا۔ ان کی اس جارحانہ حرکت پر یکدم ہی لاوٹخ میں بر اجمان خواتین دلچسپی سے ان کی جانب دیکھنے لگی تھیں۔ عمر اور سیلینہ بھی راحمہ کے ایسے رد عمل پر حیران رہ گئے تھے۔۔

"اما کیا کر رہی ہیں آپ۔۔؟" عمر نے احتجاج کہا لیکن راحمہ اسے نہیں سن رہی تھی۔ وہ انگلی اٹھائے سیلینہ کو تنپیہہ کر رہی تھی۔۔

"میرے بیٹے سے دور رہو تم۔۔ کچھ اور نہیں تو کم از کم عمر کے فرق کا ہی لحاظ کرلو۔۔" اسکا رنگ یکدم سفید ہوا تھا۔ عمر نے بے یقین سے اپنی ماں کی جانب دیکھا تھا۔۔

"اما فار گاؤں سیک۔۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔"

"تم نے ہی دعوت دی ہے ناں اسے یہاں۔۔۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ لڑکی ایسی شریف دعوتوں کے لاکن نہیں ہے۔ اسے ایسی مخلفیں زیب نہیں دیا کرتیں۔ اور جیسی مخلفیں اسے زیب دیتی ہیں وہ ہم افورد نہیں کر سکتے۔۔۔ "حلق میں یکدم ہی بہت سے کانٹے ابھر آئے تھے۔ اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن الفاظ نے ساتھ نہیں دیا۔ مہماں کی نظریں۔۔۔ بر قی قمقوں کی آنکھوں کو چندھیاتی ہوئی روشنی۔۔۔ اپنا سفید پڑتا رنگ۔۔۔ سب کچھ گلڈ مڈ ہو رہا تھا۔۔۔

"اما خدا کے لیے۔۔۔"

"ہمیشہ کی بے عنقی بھی یاد نہیں رہتی اس لڑکی کو۔۔۔ اگر عمر تمہیں انسانیت کے ناطے دعوت دیے دیتا ہے تو کم از کم اپنی غیرت کا ہی خیال کر لیا کرو۔۔۔ ہمیشہ بے شرموں کی طرح منہ اٹھا کر یہاں آنا ضروری نہیں ہے۔ کیا تم نہیں جانتی کہ کچھ جگہوں پر دعوتیں دینا ضروری ہوتا ہے۔۔۔ ناچاہتے ہوئے بھی مکروہ لوگوں کو بلانا پڑتا ہے۔۔۔ ایسے میں ان لوگوں کو چاہیے کہ اپنی اور آگے والوں کی مشکل آسان کر کے نہ ہی آئیں۔۔۔ ایسی بد مزگی سے تو نچ جائیگا سب کچھ۔۔۔ "شہد رنگ آنکھوں میں بہت سے آنسو چمک رہے تھے۔۔۔ لیکن رخسار خشک رہے۔۔۔ وہ آنسو آنکھوں کے اندر ہی رکھنے کی عادی تھی۔۔۔ اسکے آنسو باہر نہیں گرا کرتے تھے۔۔۔

"اما آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں۔۔۔ چلیں یہاں سے۔۔۔ سیلینہ۔۔۔ بات سنیں سیلینہ۔۔۔" وہ سیلینہ کو باہر کی جانب بھاگتے ہوئے دیکھ کر اسے آوازیں دیتا اسکے پیچھے گیا تھا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی۔ کئی مرد اسے پلٹ کر دیکھ رہے تھے۔ سبزہ زار پر سرخ ہیلز میں بھاگتی لڑکی کا دل ایک بار پھر زخمی کر دیا گیا تھا۔ عمر اسکے پیچھے اسے آوازیں دیتا بھاگ رہا تھا۔۔۔

"سیلینہ۔۔ کہاں جا رہی ہیں آپ۔۔؟" اس نے اسے کہنی سے تھام کر روکا تو وہ ٹھہر گئی۔۔ اسکی جانب مڑنے کی

ہمت نہیں تھی اسکے اندر۔۔ وہ اسکے سامنے آیا۔۔ اسکا چہرہ اونچا کر کے اسے دیکھا۔۔ اسکی آنکھیں گلابی تھیں۔۔ عمر کو تکلیف ہونے لگی۔۔

"آئم سوری سیلین۔۔ ریلی سوری۔۔" اس نے نم آنکھوں سے مسکرا کر نفی میں سر ہلا�ا تھا۔
"کوئی بات نہیں۔۔ تم اندر جاؤ۔۔ نہیں تو تائی بلاوجہ تایا سے شکایت کریں گی اور پھر وہ والنس پر اتر آئیں گے۔۔ کوئی پوچھے تو مجھے ڈینڈ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔ اپنی زندگی میری وجہ سے مشکل مت بناؤ۔۔" اس نے کہا اور پھر اسکے ساتھ سے نکل آئی۔۔ کار میں بیٹھ کر اس نے جلد از جلد یہاں سے نکل جانے ہی میں عافیت جانی تھی۔۔ عمر اب تک بے بسی سے اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔۔ سیلینہ کی زندگی میں موجود ہر مرد مجبور تھا۔۔ پہلے واحد حسن۔۔ پھر نظر امجد اور یوول۔۔ اب عمر۔۔ اس نے تیزی سے گاڑی آگے بڑھائی اور مرکزی شاہراہ پر آنکلی۔۔

ایجنسی کی بتیاں حتی الامکان رات کے اس پھر بند تھیں۔۔ ساری ٹیز اپنا اپنا کام سمیٹ کر گھروں کو جا چکی تھیں۔۔ اسکی ٹیم بھی جا چکی تھی۔۔ انٹر ٹینمینٹ ایجنسی کے نچلے فلور پر وہ اپنے کیپن میں تنہا بیٹھا، لیپ ٹاپ نگاہوں کے سامنے کھولے ہوئے تھا۔۔ اندھیرے میں لیپ ٹاپ کی روشن اسکرین اسکے چہرے کو روشن کر رہی تھی۔۔ اپنا سیاہ کوٹ انداز کر کرسی کے پچھلے حصے پر ڈالے، وہ

آہستینیں کہنیوں تک برابر موڑے ہوئے تھا۔ ٹائی کی گرہ ڈھیلی تھی اور وہ بار بار ایک ہی وڈیو مکپ پیچھے کر کے دیکھ رہا تھا۔

یہ وہی فوٹج تھی جو حنیفہ نے اسے دی تھی۔ سیلینہ کو اسٹالک کرتے فارمر ملٹنٹ کی۔ اس نے ویدیو ایک بار پھر روائند کی۔ مکمل سیاہ لباس سے ڈھکا وہ اسٹالکر بالکل خاموشی سے ایک کار کے پیچھے سے نکل کر آیا تھا۔

بالکل کسی سائے کی طرح خاموش انداز تھا اس کا۔ اس نے ویدیو روک رکھی تھی۔

"میں کہنا نہیں چاہتا لیکن ہماری ایجنسی میں کچھ گڑبرٹ چل رہی ہے۔ کوئی ہمارے درمیان بہت خاموشی سے موجود ہے۔" حنیفہ کی بات اسکے کانوں میں گونجی تھی۔ وہ اپنی کرسی پر پیچھے ہو بیٹھا۔ پھر گوگل کا ٹیب کھول کر اس کے چوکھے میں کچھ لکھنے لگا۔

"ماریہ حسن--"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

سرچ میں ماریہ حسن کی تصاویر، واجد حسن سے متعلق مختلف آرٹیکلز اور واجد کے سُسر کی سیاسی کمپین سے متعلق ٹالک شوز اور مشہور تبصرہ نگاروں کے کلم لکھے نظر آرہے تھے۔

"ہر کوئی فارمر ملٹنٹس کو ہائیر نہیں کر سکتا۔ ایسا کرنے کے لیے سیاسی پاور کا ہونا بہت ضروری ہے۔" ماریہ حسن تحقیق کرنے پر اک ادنیٰ سی این جی اوڈ کو ریگیولیٹ کرتی ڈائریکٹر کے طور پر ابھر رہی تھی۔ اس نے کی آرٹیکلز کھول کر پڑھے۔ وہ ایک پڑھی لکھی اور خاصی بارسون خ عورت تھی۔ لیکن فارمر ملٹنٹ ہی کیوں؟ یہ کام تو بہت سے عام اسٹالکرز بھی کر سکتے تھے۔

اسکرین پر ابھری ماریہ کی مسکراتی تصویر کو بالکل خاموشی سے دیکھتے ہوئے وہ کچھ سوچ رہا تھا۔۔۔ کچھ دیر مزید سرچ کرنے کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھ آیا تھا۔۔۔ ایک چھوٹی سی کلپ اور انٹرنیٹ پر موجود چند روی سرچز کے بعد مزید کیا پتہ چل سکتا تھا۔۔۔؟ ابھی وہ اپنی گرسی سے اٹھا ہی تھا کہ یکدم کچھ کھڑکنے کی آواز پر ٹھہر سا گیا۔۔۔ بالکل آہستگی سے چہرہ پھیر کر دروازے کی جانب دیکھا۔۔۔ راہداری کی بقی جل رہی تھی۔۔۔ وہ اپنا کوت اٹھاتا باہر چلا آیا۔۔۔ اسکے قدموں کی آواز نہیں آتی تھی۔۔۔

باہر نکل کر ایک طائرانہ نگاہ گل ہوئی تیوں تلنے موجود، اندھیرے میں ڈوبے کیسنز پر ڈالی۔۔۔ کوئی بھی موجود نہیں تھا۔۔۔ اس نے آہستگی سے ہاتھ بڑھا کر راہداری کی بقی بھی بند کر دی تھی۔۔۔ اب وہ مکمل اندھیرے میں گھرا کھڑا تھا۔۔۔

"اگر شک ہو تو پینک نہیں ہونا۔۔۔ خاموش رہ کر بتیاں بند کرنی ہیں۔۔۔ جو موجود ہو گا وہ اندھیرے کے باعث ہلنے کی کوشش کرے گا۔۔۔ تب تم آواز سننا۔۔۔ قدموں کی۔۔۔ سانس لینے کی۔۔۔ کیا تم جانتے ہو یا سر۔۔۔ انسانی سانس لینے کی آوازیں بہت دلچسپ ہوا کرتی ہیں۔۔۔" کسی کے کہے گئے جملے اسکی سماعت میں گونجے تھے۔۔۔ اگلے ہی پل اسے تیزی سے سانس لینے کی آواز محسوس ہوئی۔۔۔ یوں گویا کوئی اندھیرے میں داخلی دروازے کی جانب بھاگ رہا ہو۔۔۔ وہ بجلی کی تیزی سے آگے بڑھا اور آگے والے نے دروازے کے ناب پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ یا سر نے ٹھنڈی انگلیوں سے اسکی گُددی دبوچ لی۔۔۔ آگے والے کی دبی سی چیخ بلند ہوئی تھی۔۔۔ اس نے یہ آواز کہیں سُن رکھی تھی۔۔۔ سیلینہ سے بات کرتی آواز۔۔۔ یوول۔۔۔!

اگلے ہی پل اس نے قریب میں ہاتھ مار کر لائٹ جلائی تو یوول کا خوف سے زرد چہرہ سامنے آیا۔
وہ سرتا پیر کپکپاہٹ کا شکار تھا۔ اس نے اسے گریبان سے تھام کر دیوار سے لگایا تھا۔۔

"تم اس وقت اندر گراونڈ فلور پر کیا کر رہے ہو۔۔؟ یہاں داخلے کا کارڈ کہاں سے ملا۔۔؟" سرمی
آنکھیں اندھیرے میں سیاہ محسوس ہو رہی تھیں۔۔ آواز بھاری اور ٹھہری ہوئی تھی۔۔ چہرہ ٹھنڈا
تھا۔۔

"می۔۔ میں نظر سر کے کہنے پر آیا تھا یہاں۔۔ س۔۔ سیلینہ کا آفیشل کارڈ اٹھانے۔۔"
اس نے اسکا گریبان چھوڑ دیا تھا۔ پھر دو قدم پیچھے ہٹا۔۔

"تم جانتے ہو یہ سچ نہیں ہے۔۔"

"می۔۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔۔ نظر سر نے مجھے ب۔۔ بھیجا تھا۔ وہ او۔۔ اوپر فلور پر میرا انتظار
کر رہے ہیں۔" اسکی زبان بری طرح لڑکھڑا رہی تھی۔ یا سر نے اسے گریبان سے دبوچ کر گھسیٹا اور
لفٹ میں لیے سوار ہوا۔ ایک ہاتھ سے اس نے اسے گریبان سے پکڑ رکھا تھا اور دوسرے ہاتھ
میں کوٹ تھام رکھا تھا۔۔ اوپر موجود فلور پر نظر امجد واقعی یوول کا انتظار کر رہا تھا۔ نظر نے پسینے
میں شرابور یوول کو یا سر کے ہاتھ تلے کپکپاتے دیکھا تو یکدم ہی آگے بڑھا۔۔ ایک جھٹکے سے اسے
یا سر کی گرفت سے آزاد کروایا۔۔

"تمہارا دماغ درست ہے۔۔؟" وہ اس پر چلایا تھا۔۔ یوول اب نظر کے پیچے کھڑا اسے خوفزدہ
نگاہوں سے تک رہا تھا۔۔

"اسلام علیکم۔۔ کیا اسے آپ نے نچلے فلور پر بھیجا تھا۔۔؟ سیلینہ کا آفیشل کارڈ لینے۔۔؟" اس نے دھیمے لبھ میں پوچھا تو نظر نے مشکوک انداز سے اسے دیکھ کر سر ہلایا۔۔

یہ ادارے کی سیکیورٹی کی بات ہے۔ آپ کسی فارن سبجیکٹ کو یوں حساس سسٹم میں نہیں بھج "سکتے۔۔

"یہ انڈسٹری میرے انڈر کام کرتی ہے۔ میں ڈائیریکٹر ہوں اسکا۔۔ اسی لیے تم اپنی بکواس بند رکھو۔۔ ایک عام بادی گارڈ کی حیثیت نہیں ہے ڈائیریکٹر کو ڈکٹیٹ کرنے کی۔۔" نظر نے سنجیدگی سے کہا تو یوول نے چونک کے اسکے سرد انداز کو دیکھا۔۔ نظر ایسے تو بات نہیں کیا کرتا تھا۔۔

"آپ اس پوری گلیمر ایجنٹی کے ڈائیریکٹر نہیں ہیں۔ آپ اس ایجنٹی میں کام کرتے ایک ادنی سے ڈپارٹمنٹ ڈائیریکٹر ہیں۔ ادارے کی سیکیورٹی کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر آپ اپنی حیثیت کو دیکھیں تو وہ بھی اس قابل نہیں کہ کسی ادنی سے گارڈ کو ڈکٹیٹ کر سکے۔۔ صحیح تک آپکو اپنے آفس میں

visit for more novels:
www.unnovelbazaar.com

چار جڈ فائن اسائین کر دیا جائے گا۔ سیکیورٹی کو ساک پر رکھنے کی وجہ سے فائن کی بھرپائی کریں گے آپ۔۔" اس نے بنا کسی چک کے کہا اور جو نبی پلٹنے لگا تو نظر کی چونکی ہوئی آواز پر ٹھہر گیا۔۔

"تمہارا دماغ درست ہے۔۔؟ اور کیسا فائن۔۔؟ کون چارج کرے گا مجھے۔۔؟ کون فائل کرے گا میرے خلاف شکایت۔۔؟" اس نے ایک نظر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

"میں۔۔ شب بخیر۔۔" کہہ کر وہ مڑا اور پھر تیزی سے زینوں کی جانب بڑھ گیا۔۔ یوول اور نظر اسکے جواب پر لمحے بھر کو ساکت رہ گئے تھے۔۔

"یہ۔۔۔ یہ احمد انسان۔۔۔ کیا کہا اس نے مجھے۔۔۔ ہا۔۔۔ دیکھ لوں گا میں اسے۔۔۔" وہ اب بلند آواز سے بول رہا تھا۔ یوں اسکو بمشکل گھسیٹ کر اب لفت کی جانب لے جا رہا تھا۔ نظر امجد کو آج تک کسی نے ایسے غصہ نہیں دلایا تھا۔۔۔

یاسر اپنی گاڑی میں سفر کرتا اب شہری حدود سے باہر نکلتا جا رہا تھا۔ اسکا کوت فرنٹ سیٹ پر ساتھ ہی رکھا تھا اور وہ رات کے اندر ہیرے میں ڈرائیو کر رہا تھا۔ اسکا شہر میں اپارٹمنٹ موجود تھا لیکن وہ وہاں بہت کم رہا کرتا تھا۔ کیونکہ گاؤں میں اسکے دادا تنہا ہوا کرتے تھے۔ دادی کے انتقال کے بعد وہ خاصے اکیلے ہو گئے تھے۔۔۔ اس نے بارہا انہیں اپنے ساتھ شہر چلنے کو کہا لیکن وہ اپنے گھر کو چھوڑنے پر راضی نہیں تھے۔۔۔ اس نے بھی کہنا چھوڑ دیا۔۔۔ لیکن وہ دادا کو زیادہ دنوں تک اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔۔۔ اسی لیے وہ ہفتے میں کئی دفعہ ان کے پاس رہنے جاتا تھا۔

کار گھاس کے قطعے پر پارک کر کے وہ اتر آیا۔ پھر آہستگی سے گھر میں داخل ہوا۔ دادا یقیناً رات کے اس پھر سور ہے ہونگے۔۔۔ اس نے ابھی داخلی دروازے سے قدم اندر رکھا ہی تھا کہ کسی نے لاونچ کی بتیاں روشن کر دیں۔۔۔ وہ گڑ بڑا یا تھا۔۔۔ دادا ٹانگ پر ٹانگ پر ٹانگ جمائیں صوف پر بر اجمان اسے دیکھ رہے تھے۔۔۔ پھر اٹھ کر اسکے پاس چلے آئے۔۔۔ اس نے بمشکل مسکرانے کی کوشش کی تھی۔۔۔ پھر ہاتھ اٹھا کر انہیں ہلاکا سا "ہائے" بھی کہا۔۔۔

"کس کے ساتھ تھے اب تک۔۔۔؟"

"جی۔۔۔؟"

"اتنی رات بعد آرہے ہو۔۔۔ یقیناً کسی کے ساتھ تو ہو گے نا۔۔۔!"

"میں۔۔۔ اپنے ساتھ تھا۔۔۔"

"یہ اپنے ساتھ تو رہنے کی عمر نہیں ہے۔۔۔ کیا سیلینہ کے ساتھ تھے۔۔۔؟" اور وہ یکخت ہی بھک سے اڑا تھا۔ آنکھیں پھیلا کر انہیں دیکھا۔۔۔

"کیا کہا آپ نے۔۔۔؟"

"سیلینہ مظہر۔۔۔ تم بادی گارڈ ہونا اسکے۔۔۔ ٹی وی پر دیکھا تھا میں نے۔۔۔" اوہ۔۔۔ اس نے گھرا سانس لیا۔۔۔ اف دادا۔۔۔

"انتا ٹی وی کیوں دیکھتے ہیں آپ۔۔۔؟"

"سیلینہ کے ساتھ تھے یا نہیں۔۔۔؟"

"نہیں بابا۔۔۔ کسی کے ساتھ نہیں تھا۔ اور میں اس کا بادی گارڈ نہیں ہوں۔ وہ تو سچویشن ایسی ہو گئی تھی اسی لیے بس۔۔۔ غلط فہمی ہے یہ۔۔۔ آپ تو پتہ نہیں کیا کیا سوچ رہے ہیں۔۔۔" دادا کے چہرے پر یکدم ہی ماہی ابھری تھی۔۔۔ وہ آگے بڑھ کر صوفے پر آ بیٹھا۔۔۔

"اچھا بتاؤ۔۔۔ قریب سے دیکھنے پر کیسی لگتی ہے وہ۔۔۔؟" دادا یکدم ہی پر جوش ہو کر اسکے پیچے آئے۔۔۔ آہ۔۔۔ سیلینہ ان کی فیورٹ تھی۔۔۔ وہ سیلینہ کے بہت بڑے فین تھے۔۔۔ یہ بات کیوں بھول گئی تھی اسے۔۔۔

"ٹھیک تھی بس۔۔۔"

"جھوٹ مت بولو۔۔۔" دادا نے خفگی سے اسے دیکھا تھا۔

"دادا خدا کے لیے۔۔ رات کے اس وقت میں سیلینہ نامہ نہیں سننا چاہتا۔۔"

وہ شدید بیزار ہوا تھا۔ لیکن دادا کو ذرا جو فرق پڑ جاتا۔۔ انہیں بس سیلینہ کے متعلق بات کرنی تھی۔ سیلینہ انہیں اپنے آخری ڈرامے سے بہت پسند تھی۔ اس ڈرامے میں اس نے ایک فرمانبردار بیٹی کا کیا کمال کردار نبھایا تھا۔ جب وہ اسکرین سے غائب ہوئی تو سب سے زیادہ اداس سردار عالم ہی تھے۔۔ اب وہ دوبارہ نظر آنے لگی تھی تو وہ پھولے نہیں سمارہ ہے تھے۔۔

"دادا۔۔ وہ ایک خوبصورت لڑکی ہے۔۔ بس۔۔ سن لیا آپ نے۔۔ اب مجھے آرام کرنے دیں۔۔" وہ اٹھنے ہی لگا تھا کہ سردار نے اسے زبردستی ساتھ بٹھایا۔ وہ ضبط سے آنکھیں مچ کر بیٹھا تھا۔۔ "کیا تم مجھے۔۔ اسکا آٹو گراف لا کر دے سکتے ہو۔۔؟" وہ آنکھوں میں بچوں کی سی خوشی لیے اس سے پوچھ رہے تھے۔۔ وہ انہیں لمحے بھر کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔۔

"آپ کیا ہیں، دادا۔۔ فائیو ایئر اولڈ۔۔؟"

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"یاسر۔۔ میں تمہیں اپنی جائیداد سے عاق کر دوں گا۔۔"

"ایک پرائی لڑکی کے لیے آپ اپنے پوتے کو جائیداد سے عاق کرنے کا کہہ رہے ہیں!" اسکی آنکھوں میں یکدم ہی خفگی ابھری تھی۔ سردار عالم نے چہرہ پھیر لیا۔ وہ ناراض ہو گئے تھے یقیناً۔۔

"اوکے۔۔ لا دوں گا آٹو گراف۔۔" اس نے ہار مانتے ہوئے کہا تو سردار یکدم ہی اسکی جانب گھومے۔۔ پھر اسے گلے لگایا۔۔ وہ بے بسی سے مسکرا کر رہ گیا تھا۔ دادی کے بعد وہ خاصے حساس ہو گئے تھے۔ انہیں منع کرنا اسکے لیے کٹھن ہوتا تھا۔۔

"وہ ایک بہت پیاری ایکٹریں ہے۔ انڈسٹری کو اسکی قدر نہیں معلوم۔"

"جی بالکل۔ پیاری اور بیوقوف۔!" دادا نے اسے گھورا تو وہ کندھے اچکاتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"تمہیں تو کچھ پتہ ہی نہیں ہے۔"

"جی۔ سب کچھ آپکو جو پتہ ہے۔" ان دونوں کا بلیم گیم چلتا رہتا تھا۔

"میں کھانا کھا کر آیا ہوں۔ آپ سو جائیں جا کر۔"

"تمہاری ماں آئی تھی۔" اور وہ جو آگے بڑھنے لگا تھا اپنی جگہ برف سا ہو گیا۔ سردار اسے ہی چہرہ اٹھائے تک رہے تھے۔

"ایک دفعہ مل کر بات کر لینے سے کیا ہو جائے گا، یاسر۔؟ وہ ماں ہے تمہاری بیٹی۔ تم بچے ہو اسکے۔ محبت کرتی ہے وہ تم سے۔ ایسے مت کرو۔ وقت نکل جائے گا تو بہت پچھتاوے گے۔" دادا کی نرم سی آواز ابھری تو وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکا۔ اسکے حلق میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔

"بیٹی ماں کو معاف کر دیتے ہیں۔ اور میں جانتا ہوں کہ میرے بیٹے کا دل بھی بہت بڑا ہے۔" اس نے کچھ

نہیں کہا۔ بس خاموشی سے آگے بڑھ آیا۔ اپنے پیچھے کمرے کا دروازہ آہستگی سے بند کرتا وہ بیڈ تک چلا آیا تھا۔ پھر یونہی آڑھا ترچھا لیٹ گیا۔ چھت کو تکتا رہا۔ رات کے اسی پھر۔ سیلینہ بھی بستر پر دراز اپنے کمرے کی چھت کو تک رہی تھی۔

ان دونوں کے نصیب میں اچھی مائیں نہیں آئی تھیں۔ اور خود غرض ماوں کی اولادوں کو نیندہ ہمیشہ بہت دیر سے آیا کرتی تھی۔ ان کی نیند بھی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

رات گئے تک افراد کا نکاح کیا جا چکا تھا۔ مہمان اپنے گھروں کو رخصت ہو چکے تھے۔ گھر والے درمیانے ہال میں رکھے صوفوں پر آمنے سامنے برا جمان تھے اور ماحول میں تناؤ بخوبی محسوس کیا جاسکتا تھا۔ موضوع گفتگو سیلینہ تھی اور توپوں کا رُخ اسے یہاں دعوت دینے والا عمر کی جانب تھا۔ جس کا مُؤڈ سیلینہ کے ناراض ہو کر جانے پر شدید خراب نظر آرہا تھا۔

"اس لڑکی کو یہاں دعوت دینے کا کیا جواز تھا، عمر۔؟ تم جانتے ہو اب ہمیں ان ماں بیٹی سے کوئی تعلق نہیں رکھنا۔ پہلے ہی وہ بمشکل ہمارے گھرانے سے باہر نکلیں ہیں۔" شہیر نے اپنے سپوت کو سخت زگاہوں سے دیکھ کر استفسار کیا تھا۔ جواباً عمر نے محض سر ہلا�ا تھا۔

"وہ میری کزن ہیں۔ چاچونے شادی کی تھی شگفتہ آنٹی سے۔ ان کے مابین کوئی ناجائز تعلق نہیں تھا۔ میں سیلینہ کو ہمیشہ اپنے گھر کی دعوتوں میں بلا تارہون گا۔ کیونکہ وہ ایک انتہائی اچھا دل رکھنے والی لڑکی ہیں۔" اسکے جواب پر شہیر کی آنکھوں میں موجود سختی گھری ہو گئی تھی۔ ان کے ساتھ ہی سنگل صوفے پر برا جمان مراد علی نے بھی انہی سخت نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ وہ دونوں ادھیر عمر تھے اور ان کی کن پیٹوں میں چمکتی سفیدی انہیں مزید کرخت ظاہر کرتی تھی۔

"وہ ایک بد کردار لڑکی ہے بد بخت۔!" شہیر کے پھنکارنے پر عمر کو اپنی کنپیٹیاں سُلگتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔

"اچھا۔ مجھے ان کے بدکردار ہونے سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔۔۔ جب تک وہ ایک اچھا دل رکھیں گی، میری لیے قابل عزت رہیں گی۔ آپ نے کبھی ان کو کسی غلط کام میں ملوث نہیں دیکھا ہے، ابو۔۔۔ ٹی وی پر بھی کبھی وہ کسی نازیبا روں میں نہیں آئیں۔ آپ نے اپنی آنکھوں سے کچھ بھی نہیں دیکھا ہے۔۔۔ آپ صرف لوگوں کی باتوں پر کان دھرے بیٹھے ہیں۔ ہر ایکٹریس کا بدکردار ہونا لازم نہیں ہے۔۔۔ ہر ایکٹریس کا اپنے شریف گھرانوں میں ذلیل کیا جانا درست نہیں ہے۔۔۔ "بولتے بولتے اسکا سانس پھول گیا تھا۔ گھر کی عورتوں نے اسے ناپسندیدہ نگاہوں اسے دیکھا تھا جبکہ گھر کے مرد اسکی بے باکی پر آتش پا ہو رہے تھے۔۔۔

"مجھے مزید کوئی بحث نہیں کرنی ہے۔ وہ لڑکی اب اس گھر کی کسی دعوت میں شریک نہیں ہو گی۔ ہمارا بڑے بڑے علماء کرام کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہے۔ ہم ہر سوال کا جواب دینے کی نہ ہمت رکھتے ہیں اور نہ ہی جواز۔۔۔ آئندہ۔۔۔ وہ مجھے اس گھر میں نظر نہیں آئے، عمر۔۔۔ "شہیر کی تنبیہہ پر بھی وہ اثر لیے بغیر انہیں دیکھتا رہا تھا۔۔۔ افسوس بھری نظروں سے۔۔۔

"علماء کرام تو دستِ شفقت رکھنے والے انسان ہوتے ہیں نا، ابو۔۔۔ آپ کو کسی نے حق نہیں دیا ہے سیلینہ کو نج کرنے کا۔ وہ کس جہنم میں رہ رہی ہیں آپ اس بات کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ آپ انہیں ہر گناہ سے بری کر دیں۔۔۔ میں بس اتنا کہہ رہا ہوں کہ کم از کم آپ انہیں انسان سمجھیں۔۔۔ انسان فرشتے نہیں ہوا کرتے۔۔۔ انسان، انسان ہوتے ہیں۔ ان سے غلطیاں ہو سکتی ہیں اور انہیں معاف بھی کیا جاسکتا ہے۔۔۔ آپ کے پاس کسی بھی انسان کو ذلیل

کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، ابو۔۔" اسکی آواز میں موجود تکلیف محسوس کر کے لمح بھر کو سب خاموش سے ہو گئے تھے۔۔

"عمر۔۔! ابو کے ساتھ زبان مت چلاو۔۔" راحمہ نے اسے جھاڑ کر کہا تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ کبھی کبھی اسکا اپنے گھر والوں کے ساتھ دم گھٹنے لگتا تھا۔۔

"آپ نے کبھی ان دونوں کا ان کا حق نہیں دیا۔ چاچو ان کے لیے اپنی آخری وصیت میں خرچ باندھ کر گئے تھے۔ وہ چاچو کی فیملی ہیں۔۔ چاچو نے ان دونوں سے محبت کی تھی۔۔ کیا آپ کے علماء کرام رشتہ داروں کے حقوق پر کوئی درس نہیں دیا کرتے۔۔؟" لمح بھر کو ہر جانب سنٹا چھا گیا تھا۔ شہیر اور مراد کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ زبیدہ نے عمر کو کڑوی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"اب تم ہمیں اسلام سکھاؤ گے، لڑ کے۔۔!" مراد کی کرخت آواز پہلی مرتبہ ابھری تھی۔۔ عمر اسی بے خوفی سے جذباتی ہوا انہیں دیکھتا رہا۔۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"نہیں تایا ابو۔۔ وہ تو آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔۔ میں تو بس یہ کہہ رہا ہوں کہ جو رشتہ داروں سے قطع رحمی کرتے ہیں۔۔ انہیں جنت میں داخلے کی اجازت نہیں دی جاتی۔۔"

"بکواس بند کرو اپنی۔۔" وہ اس پر چلانے تھے۔ عمر یکدم ہی بہت ہرٹ نظر آنے لگا تھا۔۔

"مجھے کوئی شرکت نہیں کرنی افرحہ کی شادی میں۔۔ آپ کو اپنا یہ تکبر سے بھرپور مذہبی رویہ مبارک ہو۔۔ جو انسان نہ سمجھیں۔۔ ان کے پاس کوئی جواز نہیں خدا سے محبت کرنے

کا۔۔ ان کا خدا سے محبت کا دعویٰ اس روئے زمین پر بولا گیا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔۔ "اس کے ساتھ ہی وہ پلٹ گیا تھا۔ اسکا رُخ داخلی دروازے کی جانب تھا۔

"تم۔۔ بیٹھو یہاں۔۔ کہاں جا رہے ہو۔۔ پہلے جواب دو ساری باتوں کا۔۔" شہیر اسکے پیچھے دھاڑے لیکن وہ نظر انداز کرتا آگے بڑھ گیا تھا۔ سنبھری بر قی قسمے اب تک ٹھٹھمار ہے تھے لیکن ان کی روشنی میں پہلی سی چمک نہ رہی تھی۔ ان کی تازگی ماند پڑ گی تھی۔۔ اور ہر جانب گھن سی پھیل گی تھی۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"اَسْلَامُ عَلَيْكُمْ اَحْبَابُ

visit for more novels:

"www.urdunovelbank.com

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com

A screenshot of a Google search results page. The search query is "urdu novel bank". The top result is a link to the Urdu Novel Bank website, which is highlighted in purple. The website's title is "Urdu Novel Bank" and its description is "interesting and best famous urdu novels free Pdf Download on One click. all Categories new and old urdu novel stories..". Below the main result, there is a link to "All Urdu Novels List". The page has a yellow decorative background.

Urdu Novel Bank website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں ---

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

اگلی صبح وہ اندر ہیرے میں اٹھا تھا۔ آنکھ کھلی تو خود کو رات والے انداز میں ہی بستر پر سویا ہوا پایا۔ وہ آنکھیں متاثر بیٹھا تھا۔ اگلے کی لمحات میں وہ تازہ شاور لینے کے بعد جینز اور بٹن شرت پہنے کمرے سے باہر نکل رہا تھا۔ سفید شرت کی آسیس کلائیوں تک برابر کرتا وہ چھوٹے سے لاونچ میں چلا آیا تھا۔ تخت لکڑی پر نگے پیر چلتے ہوئے، اب وہ لاونچ کی عقبی دیوار پر دیوار گیر

آئینے میں دیکھتا گیلے بالوں کو ہاتھ سے پچھے جھٹک رہا تھا۔ اسی پھر دادا اپنے کمرے کا دروازہ بند کرتے باہر نکل رہے تھے۔ سفید بے داغ سے قمیص شلوار میں ملبوس۔ سفید بالوں کو سلیقے سے پچھے جمائے ہوئے۔ اسے دیکھ کر لمحے بھر کو ٹھہرے۔

"مسجد جا رہے ہو۔۔۔؟"

"ہوں۔۔۔" اس نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے رُخ ان کی جانب پھیرا۔

"آپ چل رہے ہیں۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔" پھر وہ دونوں داخلی دروازہ عبور کرتے باہر نکل آئے۔ گھاس کے وسیع قطعے پر واقع چھوٹا سا سفید محل

صحیح کی نیلی روشنی میں نیلا محسوس ہورہا تھا۔ دروازے کے اوپر روشن سنہری فمچے تلنے کھڑے دادا اب دروازہ مغل کر رہے تھے۔ پھر چابی ہاتھ میں لیے آگے بڑھ آئے۔
visit for more novels
www.urdunovelbank.com

"ویٹ۔۔۔ کیا ہم کار میں مسجد نہیں چل رہے۔۔۔؟" اس نے کار کے پاس ٹھہر کر پوچھا تو دادا نے نفی میں سر ہلا�ا۔ اس نے گھرا سانس لیا اور پھر ان کے پچھے ہولیا۔

"کیا کبھی آپ میری طرف دار نہیں کر سکتے۔۔۔؟" ان کے ساتھ مناسب رفتار سے چلتے ہوئے اس نے کہا تو سردار نے اسکی جانب مسکرا کر دیکھا۔ وہ دونوں پکی سڑک پر مدھم قدم اٹھاتے نیلی روشنی میں چل رہے تھے۔ فخر کا گھرا اندھیرا چھٹتا ہوا محسوس ہورہا تھا۔ سوندھی سی ہوا سے یاسر کے بال ماتھے پر گر کر لہرانے تھے۔

"تمہیں انکار کر کے بہت مزہ آتا ہے۔ اور ایسے ایکٹ مت کرو جیسے تم تو میری ہر بات بنا چوں چڑا کیے مان لیتے ہو۔ جب تک سو دفعہ اعتراض نہ کرلو تمہیں سکون نہیں آتا۔" ان کے کہنے پر وہ دھیرے سے مسکرا یا تھا۔ جیز کی جیبوں میں ہاتھ اڑ سے وہ سردار کی وجہ سے دھیرے قدموں سے چل رہا تھا۔

"جتنی تیز آپ چل رہے ہیں نا۔ اس حساب سے تو جماعت تک پہنچنا ممکن نہیں ہوگا۔ اسی لیے کار لینے کا کہہ رہا تھا میں۔ لیکن میری یہاں سنتا کون ہے۔؟" یاسر اعتراض پر اعتراض نہ کرتا۔ ایسا تو ممکن ہی نہیں تھا۔

"ہاں تو تم میرے ساتھ کیوں آئے ہو؟ جاؤ۔ جا کر اپنی کار میں بیٹھ جاؤ۔"

"میں نے سوچا اب بوڑھے دادا کو کہاں اکیلا چھوڑ سکتا ہوں سڑک پر۔ ویسے بھی فخر کے اس پہر دور تک کوئی انسان موجود نہیں ہے۔"

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"جیسے روز تو تم میرے ساتھ مسجد جاتے ہو نا۔!" دادا بھی کہاں پیچھے رہنے والے تھے۔ اس نے ترچھی آنکھوں سے انہیں دیکھا۔ خنگی سے۔

"آپ لڑنا چاہتے ہیں۔؟"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں لڑنے پر۔" مسجد کا گھرے نیلے رنگ سے مزین گنبد اب ہلکا سا نظر آنے لگا تھا۔ گاؤں کی داخلی حدود میں بہت سے کسانوں کے گھر موجود تھے۔ بہت سے لوگ سڑک پر اب مسجد کی جانب بڑھتے ہوئے نظر آرہے تھے۔

"مان لیں کہ آپ بوڑھے ہو چکے ہیں۔۔۔" اس نے مسکراہٹ دبا کر ان کی جانب جھکتے ہوئے کہا تھا۔ سردار نے آنکھیں گھمائی تھیں۔ اس نے ان کے ایسے آنکھیں گھمانے پر بمشکل ہنسی روکی تھی۔

"ابھی اگر تمہاری دادی زندہ ہوتی تو کہتی کہ تم سے کہیں زیادہ وجیہہ تو سردار ہیں، یاسر۔۔۔ ان کے سفید بالوں کے درمیان موجود سُرخ و سپید چہرہ کس قدر باوقار لگتا ہے۔۔۔ غور سے دیکھنے پر وہ بالکل ٹام کروس جیسے لگتے ہیں۔۔۔" دادی کی باتیں دھراتے ہوئے وہ مسکرا رہے تھے۔ اور اس دفعہ یاسر نے ان کی مبالغہ آرائی پر انہیں نہیں ٹوکا تھا۔ دادی نے کہا تھا کہ وہ ٹام کروس ہیں تو پھر ہیں۔۔۔

"ٹام کروس نے خود کشی کر لینی ہے۔۔۔" مسجد کے دروازے پر قدم رکھتے ہوئے وہ بولا تو سردار نے ناک سے مکھی اڑایی تھی۔ وہ دونوں مسجد کے ٹھنڈے سفید ٹانکر پر آگے بڑھ آئے تھے۔ دادا اب گاؤں کے لوگوں سے سلام دعا کرتے، ان کا حال احوال دریافت کر رہے تھے۔ یاسر جو کچھ لمحات پہلے تک مسکرا رہا تھا اب سنجیدہ ہو چکا تھا۔ سلام دعا کے علاوہ اس نے کسی سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ وہ محدود لوگوں کے ساتھ بے تکلف تھا۔۔۔ انہی کے ساتھ ہستا اور بولتا تھا۔۔۔ باقی سب اجنبی تھے۔ اور اسے اجنبیوں کو اپنا بنانے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔۔۔

فجر پیتے وقت گزر چکا تھا۔ سفید محل کے کچن سے اٹھا ٹੱخ کی آوازیں آرہی تھیں۔ مغربی طرز پر بنے سفید کچن میں ہر شے صاف ستھری تھی۔ دادا درمیانی گول ٹیبل پر بیٹھے انگریزی اخبار پڑھ

رہے تھے۔ وہ انگریزی ادب کے قابلِ قدر استاد تھے۔ کئی سالوں تک وہ کمپرنس میں پڑھاتے بھی رہے تھے۔ دادی کے انتقال پر انہوں نے ریٹائرمنٹ لے لی تھی۔۔۔ اب وہ سارا دن گھر میں کتابیں پڑھا کرتے تھے۔۔۔ یا پھر میشم کے ساتھ زمینوں پر چلے جاتے۔۔۔ میشم ان کے گھر کا ملازم تھا۔ کھانے سے لے کر صفائی تک کا ہر کام اسکے ذمے تھا۔۔۔ فی الحال گاؤں میں اسکی امی بیمار تھیں اسی لیے وہ چھٹی پر گیا ہوا تھا۔

یاسر نے ناشتہ بنا کر درمیانی ٹیبل پر لگایا۔ ٹریننگ کے دوران وہ شہر میں اکیلا رہا تھا اسی لیے اسکی کھانے پکانے کی اسکن خاصی منجھ گئی تھیں۔ آہستینیں کہنیوں تک موڑے وہ اب کپس میں چائے انڈیل رہا تھا۔ پھر ٹرے اٹھائے ٹیبل پر رکھتا، کرسی کھٹچ بیٹھا۔۔۔

"اگر آٹوگراف نہیں لائے تو گھر مت آنا۔" سردار نے کن آنکھیوں سے اسے دیکھتے ہوئے اعلان کیا تھا۔ ہاتھ میں کانٹا تھامے وہ چونکا۔ رات والا وعدہ آیا۔۔۔ وہ ذہنی طور پر کراہا تھا۔۔۔

visit for more novels:
"دادا پلیز۔۔۔" انہوں نے اخبار بند کر ٹیبل پر چڑھا۔۔۔ یاسر یکدم ہی گڑبردا یا تھا۔۔۔

"گھر۔۔۔ مت آنا۔۔۔ جائیداد تو بھول ہی جاؤ۔۔۔" اسکا چہرہ بگڑا بگڑا سا نظر آنے لگا تھا۔ سردار اب رغبت سے ناشتہ کرنے لگے تھے۔

"اگر اسے بادی گارڈ بن کر بچایا ہے تو آٹوگراف لینے میں اتنا کیا مسئلہ ہے تمہیں۔۔۔؟" انہیں اسکا اعتراض واقعی سمجھ نہیں آیا تھا۔ یاسر نے گھر اسانس لیا۔۔۔ اسے سیلینہ کا پچھلا رویہ یاد تھا۔۔۔ کیسے وہ اسے زبردستی اپنا آٹوگراف دینے پر مصروف تھی۔ اور اس نے کس درشتی سے منع کیا تھا اسے۔۔۔ اب وہ جانے کس منہ سے آٹوگراف مانگے گا۔۔۔

"آپ ڈرامہ کنگ ہیں تو سیلینہ ڈرامہ کوئی نہ ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ مجھے ڈراموں سے سخت نفرت ہے۔" اس نے منہ میں آمیٹ رکھتے ہوئے کہا تھا۔ دادا مسکرائے۔۔۔ اپنے اور سیلینہ کے درمیان مشابہت چاہے جیسی بھی ہو۔۔۔ انہیں بہت عزیز تھی۔۔۔

"ہمیں بھی تمہارے جیسے اکھڑے ہوئے خشک انسان میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" سیونج دادا۔۔۔ اس نے گھر انسان لیا اور پھر ناشتہ کرنے لگا۔

"اپنی ماں سے۔۔۔" اسکا چلتا ہاتھ یکاخت ہی رُک گیا تھا۔ چہرہ بے ساختہ ہی سنجیدہ ہو گیا۔۔۔ "اپنی ماں سے ایک بار مل لینا بیٹا۔۔۔ وہ کہہ کر گئی تھی کہ اگر تم اس کے ٹلانے پر بھی نہیں آئے تو اسکے پاس ہزاروں طریقے ہیں تمہیں اپنے پاس ٹلانے کے۔۔۔ بیٹا وہ کچھ ایسا ویسا نہ کر بیٹھے۔۔۔" ان کی فکر مندر سی آواز پر اس نے کانٹا آہستہ سے پلیٹ میں رکھ دیا تھا۔ سنجیدہ سی سُرمی آنکھیں اٹھا کر انہیں دیکھا۔۔۔

visit for more novels:

"دادا ہم پہلے ہی کلیسر کر چکے ہیں کہ اس بارے میں بات نہیں کریں گے۔"

"یا سر۔۔۔ میری بات بھی نہیں مانو گے۔۔۔؟" ان کی پیاری سی آنکھیں۔۔۔ وہ جانے کیوں انکار نہیں کر پا رہا تھا۔

"میرے پاس ان سے بات کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے، دادا۔۔۔ وہ کچھ بھی کہیں گی تو میری زبان سے ہرٹ ہونا یقینی سی بات ہے۔۔۔ میں بس انہیں ہرٹ ہونے سے بچا رہا ہوں۔۔۔"

"تمہیں اس سے کیا گلہ ہے بیٹا۔ معاف کر دو نا۔۔ عورتوں کو اتنی لمبی سزا نہیں دیا کرتے پچھے۔ وہ نازک ہوتی ہیں۔۔ ان کے ٹوٹنے کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے۔ مرد مضبوط ہوتے ہیں۔ ان کے ٹوٹ جانے پر بھی جڑنے کی امید واٹق ہوتی ہے۔۔" اسکے لبوں پر تنخ سے مسکراہٹ ابھر آئی تھی۔

"بعض دفعہ ٹوٹے ہوئے مرد بھی نہیں جڑ پاتے، دادا۔۔ چاہے امید کتنی ہی گھری کیوں نہ ہو۔۔ عورتیں، مردوں کو توڑتے ہوئے یہ کیوں بھول جاتی ہیں کہ وہ مرد ہونے سے پہلے انسان ہوتے ہیں۔ اور انسان جب ٹوٹتے ہیں تو جنس کی قید سے آزاد ہو کر یکساں تکلیف ہوتی ہے۔ فرق ٹوٹنے میں نہیں ہوتا۔۔ فرق بس اتنا ہوتا ہے کہ عورتیں روکر اپنے ٹوٹنے کا غم منا لیتی ہیں اور مرد۔۔ وہ رونے سے قبل صرف یہ سوچتے ہیں کہ اگر وہ روئے تو جو لوگ انہیں دیکھ کر زندہ ہیں وہ زندہ نہیں رہ سکیں گے۔۔ اور صرف اسی لیے۔۔ مرد۔۔ کبھی نہیں روتے۔۔"

وہ نارمل سی آواز میں کہہ کر اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا۔ سردار نے اسکے ادھورے ناشتے کو دکھ سے دیکھا۔۔

کچھ پل بعد وہ اپنا یونیفارم پہنے کمرے سے باہر چلا آیا تھا۔ بالوں کو سلیقے سے پیچھے جمائے۔۔ آنکھوں پر سیاہ چشمہ چڑھائے۔۔ لاوٹخ میں ٹھہر کر وہ ہاتھ میں گھٹری باندھ رہا تھا۔۔ پھر دادا کو خدا حافظ کہتا باہر نکل آیا۔ سردار نے بے ساختہ ہی اسکے پیچھے حفاظتی دعائیں پڑھ کر دم کیا تھا۔۔ پھر گھر اس انس بھرتے اٹھ کر اسٹڈی کی جانب بڑھ گئے۔۔

وہ ایجنسی پہنچا تو صبح کے وقت بھی خاصی گہما گہمی محسوس ہوئی۔ وہ دوسری کسی بھی جانب توجہ دیے بغیر اندر گراونڈ فلور پر چلا آیا تھا۔ اپنے کیپن کی جانب بڑھتے ہوئے اس نے ٹیم میٹس کو سلام کیا اور پھر کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ ابھی وہ بیٹھا ہی تھا کہ شیشے کے پار بنی راہداری سے ایک گارڈ اندر جھانکا۔ یہ ٹیم سی کا باڈی گارڈ جمال تھا جو حال ہی میں اپانٹ ہو کر آیا تھا۔

"یاسر عالم۔ آپ کو چیف خنیفہ اپنے آفس میں طلب کر رہے ہیں۔" اس نے سن کر اثبات میں سر ہلایا اور پھر اٹھ کر خنیفہ کے آفس کی جانب بڑھ گیا۔ اندر وہ تیوری چڑھائے، مشکوک نظر و نظر سے اسے چند لمحات کے لیے دیکھتے رہے۔

"کیا۔؟ کیا میں نے کچھ ایسا دیکھ لیا ہے جو مجھے نہیں دیکھنا چاہیے تھا۔؟" اسے ان کی خاموشی سے کوفت ہوئی تو کہہ پوچھ لیا۔ خنیفہ "اچھا" والے انداز میں کرسی پر پہنچے ہو بیٹھے۔ پھر کمرے کے دائیں جانب بنے دراز کی طرف اشارہ کیا۔

visit for more novels:
"وہاں سے کچھ غائب ہے، مسٹر ہلا تک نہیں۔" یاسر ہلا تک نہیں بھی نہیں جھپکیں۔ وہ اسے اسکی ڈھنڈتی پر داد دیے بغیر نہیں رہ سکے تھے۔

"کیا غائب ہے۔؟"

"سیاہ ہائی ہیلز۔"

"اوہ۔ افسوس ہوا۔ آپکو اتنا حساس سامان یوں کھلے عام نہیں رکھنا چاہیے تھا۔" ہاتھ باندھ کر سیدھے چہرے کے ساتھ کہا تھا اس نے۔

"میں تمہیں اس اسٹینٹ پر اس آفس سے بے دخل بھی کر سکتا ہوں۔" وہ بھی اتنے ہی سنجیدہ تھے۔ ایک تو سیلینہ کی وجہ سے سب جانے کیوں اسے بے دخل کرنے پر تُلے ہوئے تھے۔ پہلے دادا اب چیف۔۔۔ دادا تو

چیف سے بھی دو ہاتھ آگے تھے۔ وہ تو جائیداد سے ہی عاق کر رہے تھے اسے۔۔۔

"مجھے نہیں پہتہ تھا۔۔۔ کہ تم اپنی ماما کی بر تھوڑے پر دیے جانے والی ہیلز میرے دراز میں رکھ کر بھول گئے تھے۔۔۔" اور ان کے یکدم پکڑ لینے پر وہ پہلی دفعہ بری طرح چونکا تھا۔ ماما کی ہیلز۔۔۔ یہ بات اس نے اپنی ٹیم سے کہی تھی۔۔۔ اور یہ بات یہاں تک پہنچ گئی تھی۔۔۔ چیف حنیفہ کے آفس کے پار۔۔۔ دروازے سے کان لگا کر باتیں سنتے۔۔۔ وہ تینوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔۔۔ ان سے گڑبرڑ ہو گئی تھی۔۔۔ اندر کھڑے یاسر نے گھر اسنس لیا۔۔۔ اب باتیں گھمانے سے کوئی افاقہ نہیں ہونا تھا۔۔۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"بالکل۔۔۔ سی سی ٹی وی میں تم واضح طور پر ہیلز لے کر بھاگتے ہوئے نظر آرہے ہو۔۔۔ کیا تم فوٹج حذف کرنا بھول گئے تھے۔۔۔؟" وہ حیران تھے۔

"مجھے یاد تھا۔۔۔ ڈیلیٹ کرنا ضروری نہیں لگا۔"

"کیوں چاہیے تھیں ہیلز۔۔۔؟" حنیفہ نے سیدھے ہوتے ہوئے اہم سوال کیا تھا اس سے۔۔۔

"سیلینہ کی ہیلز ٹوٹ گئی تھیں۔۔۔"

"تم اسے اپنے جو تے دے سکتے تھے۔"

"لیکن پھر میں ہیلز نہیں پہن سکتا تھا۔" دروازے کے پار موجود شیر اور زار کی دبی دبی سی ہنسی گونجی تھی۔ بہت سے گارڈز بھی اب کہ ان کے ساتھ رکنے لگے تھے۔ یاسر اور حنیفہ کی باہمی گفتگو ہمیشہ بہت مزے کی ہوا کرتی تھی۔

"تم دوسروں کی پرواہ تو نہیں کرتے۔ جانے دیتے اسے نگے پیر۔" اور اس دفعہ وہ جیسے کچھ بول نہیں سکا تھا۔ انہوں نے بغور اسکا خاموش چہرہ دیکھا تھا۔

"خیر۔ کیا ہیلز اسے پوری آگئی تھیں۔؟" اگلے ہی پل وہ سرسری سا بولے تو یاسر نے سر ہلاایا۔

"جی۔ بالکل۔ ایسے جیسے وہ انہی کے لیے لی گئی تھیں۔" اسکے جواب پر جانے کیوں انہوں نے خشک ہوتے حلق کے ساتھ تھوک نگلا تھا۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

" Jasakte ہو تم۔ اور آئندہ۔ ایسی کوئی حرکت نہیں ہونی چاہیے۔ میرے آفس میں داخلے کی اجازت دیے جانے پر ناجائز فائدہ مت الٹھاؤ۔ غصب خدا کا۔ ایک سینٹر گارڈ کا رویہ اتنا غیر سینٹر۔ وہ بڑا رہے تھے۔ یاسر پلٹ آیا۔ جو نہیں دروازہ کھولا تو وہ تینوں جو کان لگائے ہوئے تھے۔ اندر گرتے گرتے بچے۔ اسے دیکھ کر شیر اور زار زبردستی مسکرائے تھے۔ ساحر نے تو اس کی بھی زحمت نہیں کی تھی۔

"تم تینوں کیوں ہو آخر میری زندگی میں۔۔۔؟" اس نے دانت پیس کر کہا اور انہیں گھورتا ہوا باہر چلا آیا۔ وہ تینوں اسکے پیچھے آئے تھے۔

"کیا آپ سیلینہ سے ملے تھے۔۔۔؟" شیر نے متوجس ہو کر پوچھا تو وہ یکدم پلٹا۔ ایک تو اسکے آس پاس موجود ہر مرد سیلینہ کا فین کیوں تھا آخر۔۔۔؟ وہ ڈر کر دو قدم پیچھے ہٹا تھا۔۔۔ اس نے انگلی اٹھا کر اسے دکھائی۔۔۔

"اس عورت کی بات مت کرنا میرے سامنے۔۔۔" اس نے گھور کر تنبیہ کی تھی۔ شیر نے ڈر کر زور سے سر ہلاایا تھا۔ سیلینہ کے متعلق جو بھی بات کرے گا۔۔۔ اب جڑے پر مکا کھائے گا یقیناً اس سے۔۔۔ وہ آفس میں داخل ہوا اور برے موڈ کے ساتھ کرسی کھینچ بیٹھا۔ ان تینوں نے ایک دوسرے کو ایک ساتھ دیکھا تھا۔۔۔ ابھی اس سے بات کرنے کا مطلب ایک سیریس ٹچ کا سامنہ کرنے کو دعوت دینا تھا۔۔۔ اور وہ تینوں ہی ایسی دعوت سے گھبرا کرتے تھے۔۔۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

وہ آج پھر سے سیاہ لباس زیب تن کیے اپنی چلی آئی تھی۔۔۔ سلک کا سیاہ خوبصورت لباس، جو اسکے ٹخنوں سے ذرا اونچا تھا۔۔۔ گلے میں موجود سفید نازک سا چاکر اور ایک کلائی میں باریک سا بریسلیٹ۔۔۔ کانوں میں ٹاپس پہنے، شہد رنگ بالوں کو ایک طرف ڈالے۔۔۔ وہ باریک سیاہ ہیلز میں اعتماد سے چلتی نظر کے آفس کی جانب بڑھ رہی تھی۔ جو لیا جو اپنی سیکریٹری کے ساتھ مخالف سمت میں بنے آفس کی طرف جا رہی تھی لمحے کے ہزاروں حصے میں چونک کر ٹھہری۔۔۔ شہناز بھی اسے

رُکتا دیکھ کر بے ساختہ رُکی تھی۔۔۔ سیاہ مفلر۔۔۔ جو یاسر اس دن اسکے منع کرنے پر بھی اپنے ساتھ لے آیا تھا۔۔۔

وہ پلٹی۔۔۔ اور پھر اسی تیزی سے آگے بڑھ آئی۔۔۔ سیلینہ کو آواز دے کر روکا۔۔۔ "ایکسیوز می۔۔۔" وہ نزاکت سے پلٹی تھی۔ اسے دیکھ کر سوالیہ سا ابرو اچکایا۔۔۔

"جی۔۔۔؟"

"یہ مفلر۔۔۔ آپ کا ہے۔۔۔؟" وہ اسکے سوال پر جذبہ ہوئی تھی۔۔۔ پھر سر نفی میں ہلا کر گلے میں موجود چاکر پر پہنے مفلر کو اتارا۔۔۔ ہلکا سا مسکرائی۔۔۔ آہ۔۔۔ وہ ایکٹریس تھی۔۔۔

"یہ ایک گارڈ نے مجھے دیا تھا۔۔۔ فین تھا میرا۔۔۔ میں نے سوچا رکھ لیتی ہوں۔۔۔" مزے سے کہا تو جو لیا اینڈرسن کے قدموں تلنے موجود زمین لمح بھر کو ہل سی گئی۔۔۔ یاسر عالم۔۔۔ سیلینہ مظہر کا فین تھا۔۔۔؟!

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

اسے اپنے کانوں سے دھواں نکلتا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔ سیلین نے نامہجھی سے اسکا سرخ پڑتا چہرہ دیکھا۔۔۔

"کیا کوئی ایشو ہے۔۔۔؟" اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پاتی جو لیا آگے بڑھی اور اسکے ہاتھ سے مفلر کھینچا۔۔۔ وہ اسکی حرکت پر ششدر رہ گئی تھی۔۔۔ شہناز بھی چونک سی گئی تھی۔۔۔

"اس نے کہا وہ تمہارا فین ہے۔۔۔؟" اسکی مزاق اڑاتی نظریں سیلینہ کو بہت بڑی لگی تھیں۔۔۔

"جی۔۔۔ کیا وہ میرا فین نہیں ہو سکتا۔۔۔؟"

"آئی میں۔۔ اتنی چیپ چیزیں پسند تو نہیں کرتا وہ۔۔!" اسکا انداز بہت برا تھا۔۔

"چیپ کس کو کہا ہے آپ نے۔۔؟ اپنے آپ کو دیکھا ہے۔۔؟ ایسے مفلر کھینچتی ہوئی آپ زیادہ چیپ لگ رہی ہیں۔۔" اس نے بھی اسی تیزی کے ساتھ اسکے ہاتھ سے مفلر کھینچا تھا۔۔ جو لیا کو اسکی جرأت پر جیسے یقین نہیں آیا۔۔ اس نے آگے بڑھ کر اسکے ہاتھ سے دوبارہ مفلر کھینچا اور پھر اسے مسکرا کر دیکھا۔۔

"اب یہ فیصلہ آپکا فین بوائی ہی کرے گا۔۔ کہ اس نے یہ آپکو خود دیا تھا یا نہیں۔۔" اسی کے ساتھ وہ تیزی سے پلٹ کر انڈر گراونڈ جاتی لفت کی جانب بڑھی۔۔ سیلینہ بھی اسی تیزی کے ساتھ اسکے پیچے آئی تھی۔۔ لیکن لفت بند ہو چکی تھی۔۔ اس نے بٹن دبایا۔۔ جواب ندارد۔۔ اف۔۔ ایک تو یہاں کی لفظ کے آفیشل کارڈز۔۔ وہ تیزی سے زینوں کی جانب بھاگی تھی۔۔

اگلے کئی لمحات میں جو لیا یاسر کے سر پر کھڑی تھی۔۔ اسکے ہاتھ میں سیاہ مفلر بھی تھا۔۔ فلور پر کام کرتے تمام گارڈز یاسر کے کپین کے دروازے پر کھڑے تھے۔۔ اور تماشہ بس شروع ہی ہونے والا تھا۔۔ آج سے پہلے کوئی ایکٹریس یوں نیچے نہیں آئی تھی۔۔ یہ پہلی دفعہ تھا اسی لیے سب کی دلچسپی کا مرکز تھا۔۔

"یہ مفلر تم نے دیا تھا اس ایکٹریس کو۔۔؟ ہاؤ ڈیر یو۔۔!" وہ اس پر غرائی۔۔ اسی پل سیلینہ ہانپتی کا نپتی زینوں کا دروازہ کھول کر فلور پر آئی تھی۔۔ اسے دیکھتے ہی گارڈز کے درمیان شور سا مج گیا۔۔ کسی نے اسے دیکھ کر "بیوٹی کوئین" کا نعرہ بھی لگایا تھا۔۔ کوئی کہتا نہیں تھا لیکن وہ ان سب گارڈز کے دلوں پر راج کرتی تھی۔۔

"سیلینہ مظہر آرہی ہیں۔۔" کسی نے چیف خنیفہ کو اطلاع کر دی تھی۔۔ وہ حیرت زدہ سے اپنے آفس سے اٹھ آئے۔۔ کیبن کے باہر لگارش اسے دیکھتے ہی چھٹ گیا تھا۔ وہ سب درمیان سے ہٹے۔۔ سیاہ باریک ہیل کی ٹک ٹک کے ساتھ وہ اندر داخل ہوئی۔۔ کندھے پر پڑے بال پچھے جھٹکے تو شیر حسن کو دل کا دورہ پڑتے پڑتے رہ گیا۔۔ آہ وہ سیلینہ تھی۔۔

"یہ۔۔ جس کے پاس آفیشل کارڈ تک نہیں ہے۔۔ تم نے یہ مفلر اسے دیا تھا۔۔! مجھ پر اسے فوقیت دی تھی۔۔؟" سیلینہ پر ایک ناقدانہ نگاہ ڈال کر بولتی جو لیا نے اچھا نہیں کیا تھا۔ سیاہ لباس والی لڑکی آگے بڑھی اور اسکے ہاتھ سے مفلر زور سے کھینچا۔۔ اسکی جرأت پر پچھے سے گارڈز کی دبی دبی "ہو" کی آواز گونجی تھی۔۔

"میں نے کہا نا۔۔ یہ گارڈ میرا فین ہے۔ فیز اپنے آرٹسٹس کو تھائے دے سکتے ہیں، مس جو لیا۔۔" وہ دونوں یا سر کے سر پر کھڑی لڑ رہی تھیں۔ اور وہ وہ بند لبوں کے ساتھ سامنے دیکھتا ہوا بالکل خاموش بیٹھا تھا۔۔

"اسکا فیصلہ یہ کرے گا۔۔ بتاؤ۔۔" تم اسکے فین ہو یا نہیں۔۔؟" جو لیا ضبط سے بند لبوں کے ساتھ بیٹھے یا سر کی جانب پلٹی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔ ایک طرف، ہاتھ باندھ کر کھڑی سیلینہ پر نگاہ ڈالی اور پھر جو لیا کو دیکھا۔۔

"یہ میں نے ہی انہیں دیا تھا۔۔" اسکے کہنے پر پچھے کھڑے گارڈز نے یکدم اسے سراہا تھا۔ اوئے ہوئے۔۔

"واٹ۔۔! تم نے میرے بجائے اسے مفلر دیا۔۔؟"

"یہ ایک مفلر ہے۔ قارون کا خزانہ نہیں جس پر اتنا سین کری ایٹ کیا جائے۔" سیلینہ نے ابرو تان کر کہا۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا کہ تم اتنے چیپ ہو سکتے ہو۔! اس فلاپ ایکٹریس میں دیکھا کیا ہے تم نے۔؟" اور یہ حد تھی۔ سیاہ سلک کے لباس والی لڑکی آگے بڑھی اور اس نے وہ کیا جو کبھی فراموش کیا جانے والا نہیں تھا۔

اس نے جولیا اینڈرسن کو بالوں سے پکڑا تھا۔ اور اب وہ اسکے بال چھوڑنے پر راضی نہیں تھی۔ دی نجح سیلینہ۔!

"بہت بکواس ہو گئی۔" جولیا نے بھی جواباً اسکے بال پکڑے تھے۔ اور اگلے ہی پل اب سارے گارڈز انہیں چھڑانے کے لیے آگے بھاگے تھے۔ یا سرنے ان دونوں کو الگ کرنا چاہا لیکن ناکام رہا۔ وہ دو لڑتے ہوئے لڑکوں کو تو الگ کر سکتا تھا۔ لیکن دو لڑتی ہوئی لڑکیوں کو الگ کرنا اسکے بس کی بات نہیں تھی۔

"میں تمہارے سارے بال نکال دوں گی۔" جنگی جولیا۔ "وہ دانت کچکھاتی پوری قوت سے اسکے بال کھینچتی ہوئی بولی تھی۔ اس نے بھی جواباً اسکے بالوں کو زور سے کھینچا تھا۔

یکدم ہی فلور پر شور ہنگامہ سا مج گیا۔ لڑائی پورے زور و شور سے جاری تھی۔

"ہی از ماں۔!" جولیا چلائی تو سیلینہ نے گردن جھٹکی۔

"ان یور ڈریمز۔!"

"یہ سب کیا ہو رہا ہے آخر۔؟" اور یہ حد تھی۔۔ چیف کی آواز پر سب کچھ پل بھر کے لیے ساکت ہو گیا تھا۔ گارڈز درمیان سے ہٹے۔۔ سامنے کا منظر واضح ہوا۔۔ سیلینہ نے جولیا کو بالوں سے پکڑا ہوا تھا۔ اور جولیا نے

بھی اسکے بالوں کو مٹھی میں جکڑا ہوا تھا۔ چیف حنیفہ کی آنکھیں حیرت سے کھل سی گئیں۔۔

"یہ آپ دونوں کیا کر رہی ہیں۔؟"

"چیف انگل۔۔ لڑائی پہلے اس نے شروع کی تھی۔۔" سیلینہ کی غصیلی آواز ابھری تو گارڈز کے دبے دبے قہقہے گونجے۔۔ او گاڑ۔۔ چیف انگل۔۔! یاسر ایک جانب بے بسی سے کھڑا دو لڑکیوں کو اپنے لیے لڑتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ آج تو چیف اسے واقعًا آفس سے بے دخل کرنے والے تھے۔۔

"جو لیا۔۔ آپ اوپر جائیں۔۔" اور اسی پل جولیا نے نفرت سے اسکے بالوں کو جھٹکا۔ آہ۔۔ جھٹکے سے بال چھوڑنے پر اسکی کراہ بے ساختہ تھی۔۔ وہ دانت کچکچا کر اسے مارنے آگے بڑھی تو درمیان میں یاسر آگیا۔۔ اسکی خوفزدہ کر دینے والی آنکھیں دیکھ کر وہ سچ میں ٹھہر گئی تھی۔۔

جو لیا کے اوپر جاتے ہی گارڈز نے یکدم تالیاں بجا گئیں۔۔ دی فائر سیلینہ۔۔ بیوی کوئی کوئی سیلینہ۔۔! وہ بکھرے بال، ایک ناک سے نکتے خون اور ایک ہیل پہنے بے اختیار خوش ہو گئی تھی۔۔ اسکی دوسری ہیل لڑائی میں کھل کر اتر گئی تھی۔۔ کچھ لمحات بعد وہ یاسر کے کیمین میں۔۔ اسی کی کرسی پر بر اجمان تھی۔۔ ناک میں ایک روئی بھی اٹکا رکھی تھی۔۔ اور گارڈز اسکے آگے پیچے گھومتے۔۔ اپنی خدمات پیش کر رہے تھے۔۔ وہ مسکرا کر سب کا شکریہ ادا کر رہی تھی۔۔

شیر نے اسکی ایک ہیل اٹھا کر پیروں میں رکھی تو وہ مسکرائی۔۔۔ پھر اسکا شکریہ ادا کیا۔۔۔

"آپ تو لڑتے ہوئے بھی خوبصورت لگ رہی تھیں۔۔۔" اس نے محبت پاش لبجے میں کہا تو وہ ہنس دی۔۔۔ چیف حنیفہ اسی پل ان کے کیبن میں داخل ہوئے تو سب گارڈ پیچھے ہو گئے۔۔۔

"آپ سب باہر جائیں۔۔۔ مجھے سیلینہ سے کچھ بات کرنی ہے۔۔۔" ان کے حکم پر سب باہر کی جانب بڑھ گئے تھے۔ وہ انہیں شہد رنگ سوالیہ آنکھوں سے تک رہی تھی۔ انہوں نے کرسی کھینچی اور پھر اسکے سامنے بیٹھے۔۔۔

"آپ زینوں سے اتر کر کیوں آئی تھیں، سیلینہ۔۔۔؟"

"مجھے کوئی آفیشل کارڈ ہی نہیں دیتا۔۔۔" اس نے بچوں کی طرح کہا تو حنیفہ کا دل لمحہ بھر کو پگھل سا گیا۔ وہ اٹھے۔۔۔ اپنے آفس کی جانب بڑھے۔۔۔ پھر وہاں سے ایک کارڈ اٹھا کر واپس آئے۔۔۔ اسکے سامنے ہاتھ بڑھایا تو وہ کارڈ دیکھ کر چونکی۔۔۔ پھر سیدھی ہو بیٹھی۔۔۔

"یہ۔۔۔ یہ کس کا ہے۔۔۔؟"

"میرا۔۔۔ وہ حیران ہوئی تھی۔۔۔

"آپ اپنا کارڈ۔۔۔ مجھے کیوں دے رہے ہیں۔۔۔؟" اس نے کارڈ لیتے ہوئے پوچھا تھا۔

"آجکل ایجنسی کے حالات کچھ ٹھیک نہیں۔۔۔ زینوں سے چڑھنا اتنا سیف نہیں ہے۔ آپ یہ کارڈ رکھ لو۔۔۔" ان کی آواز شفیق تھی یا مزاج۔۔۔ سیلینہ کی آنکھوں میں جانے کیوں آنسو سے املا آئے تھے۔۔۔

"تھینک یو سوچ، چیف انگل۔۔"

"اب آپ لفت سے اوپر جائیں گی۔۔" انہوں نے رک کر یاد دہانی کروائی تو اس نے سرا ثبات میں ہلایا۔۔ پھر کچھ یاد آنے پر چونکی۔۔

"وہ گارڈ بھی یہی کہہ رہا تھا کہ سیرھیاں سیف نہیں ہیں۔۔ کیا واقعی کچھ ہورہا ہے ایجنسی میں۔۔؟" باہر کی جانب بڑھتے چیف حنفیہ نے گھر اسنس لیا۔۔ پھر اسکی جانب پلٹے۔۔

"ہم آپ کی حفاظت کے لیے ہیں۔۔ آپ پریشان نہ ہوں۔۔" اور پھر آگے بڑھ گئے۔۔ وہ گولڈن کارڈ کو ہر زاویے سے اونچا نیچا کر کے دیکھ رہی تھی۔۔ سیلینہ مظہر بہت خوش تھی۔۔ اسی پل آفس میں یاسر داخل ہوا۔۔ وہ اسے دیکھ کر سیدھی ہو بیٹھی۔۔ وہ کچھ بھی کہے بغیر آگے بڑھا۔۔ ایک رائٹنگ پیڈ اٹھا کر اسکے سامنے پٹھا تو وہ خوفزدہ ہوئی اسے دیکھنے لگی۔۔ وہ جارحانہ سے انداز میں ٹیبل پر رکھا قلم اٹھائے اسکی جانب بڑھا تھا۔۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"آٹو گراف دیں۔۔"

"ایسے کون آٹو گراف مانگتا ہے؟" اس نے کہا تو یاسرنے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔۔ اس نے جلدی سے پین اٹھا کر اسے آٹو گراف دے دیا تھا۔۔

"سوری۔۔ میری وجہ سے آپکو یہ سب فیس کرنا پڑا۔۔"

"میں ابھی کچھ بھی نہیں سننا چاہتا۔۔ آپ جائیں یہاں سے۔۔" وہ تھک کر کہتا ہوا پیچھے ہٹا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔۔ لڑائی ہو گئی تھی لیکن یاسر کا مفلر اسی کے پاس تھا۔۔ حیرت کی بات تھی کہ اس نے

سیلینہ سے وہ مفلر مانگا بھی نہیں تھا۔ وہ اٹھ کر آگے بڑھی اور پھر دروازہ کھولا۔ لمحے بھر کو ٹھہر کر اسے دیکھا۔

"گارڈ جی۔۔ تھینک یو سو ویری چج۔۔!" پھر تیزی سے باہر نکل گئی۔۔ پیچھے یاسر حیران سا کھڑا رہ گیا تھا۔۔

"یور موست ولکم۔۔" اس نے سر ہلاتے ہوئے، آفس کی بکھری حالت دیکھ کر آہستہ سے کہا تھا۔۔

اُتری صبح کو گزرے کافی وقت گزر چکا تھا۔ میڈیکل یونیورسٹی کے اعلیٰ ستون بُلندی سے سر اٹھائے کھڑے تھے۔ ٹیالے رنگ سے سبھی دیواروں کے پار دو عمارتیں موجود تھیں۔ ایک عمارت میڈیکل کی درسگاہ تھی اور اسی کے ساتھ اسی نام سے اسپتال کی عمارت بھی موجود تھی۔ بُلند حفاظتی دیواروں کے اندر قدم رکھتے ہی ڈور ڈور تک پھیلے سبزہ زار کی خوبصورتی کے ساتھ اندر اُتری محسوس ہوتی تھی۔۔

سبزہ زار کے پار پکی اینٹوں کی سُرخ روشن موجود تھی۔ درسگاہ کی بُلند دیواروں تک اس روشن پر چل کر پہلے برآمدے میں قدم رکھا جاتا تھا۔ برآمدے کے چکنے فرش پر بہت سے ڈاکٹرز اپنے لباس پر سفید کوٹ پہنے آ جا رہے تھے۔ اسپتال کے ساتھ بنی اس درسگاہ میں میڈیکل کی پڑھائی ہوا کرتی تھی۔ یہاں پر پڑھانے والے اُستاد اکثر ساتھ موجود اسپتال کے ڈاکٹرز تھے۔۔ وہ ایک قابلِ قدر درسگاہ تھی اور یہاں پر موجود اساتذہ باہر کی بڑی درسگاہوں سے میڈیکل کا علم حاصل

کر کے آئے ہوئے تھے۔ کوئی بھی اس درسگاہ کی علمی حیثیت کو چیلنج کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا
تھا۔۔

گُشادہ سے داخلی برآمدے کے دائیں جانب بہت سے کمرہ جماعت موجود تھے۔ ان میں اساتذہ کرام
معمول کے حساب سے پڑھا رہے تھے۔ اسی برآمدے کی راہداری کے آخری سرے پر موجود ایک
کمرہ جماعت میں بارعہ سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔۔

اوپر کو جاتے زینوں پر لکڑی کی نشستیں بنی تھیں۔ ان نشستوں پر براجمان طالبِ علم محو ہو کر
سامنے موجود پروفیسر کو سُن رہے تھے۔ بلند دیوار گیر شیشے کی کھڑکیوں سے باہر کا ابر آلود سا
سُرمیٰ موسم بھی اندر کو جھانک رہا تھا۔۔

ڈائس کے پار موجود پینتیس سالہ پروفیسر اپنی ٹھہری ہوئی نرم آواز میں کچھ کہہ رہا تھا۔ اسکا قد
دراز تھا۔ آنکھیں زیر ک اور انداز بہت نرم سی ٹھنڈک لیے ہوئے تھا۔ بالوں کو سلیقے سے ایک
جانب جمائے، ڈریس شرط اور سیاہ پینٹ میں ملبوس وہ انتہائی وجیہہ صورت ماهر نفیات تھا۔۔

"پینک اٹیکس، پینک ڈس آرڈرز کیسے بنتے ہیں۔۔؟" اسکا سوال سن طالبِ علم مر عوب سے ہوئے
سُن رہے تھے۔ وہ ڈائس سے ہٹ کر اب ہاتھ اونچا کیے واتھ بورڈ پر سیاہ مار کر سے کچھ رہا تھا۔
اسکے ہاتھ بہت خوبصورت تھے۔۔ انگلیاں لمبی اور سفید تھیں۔۔

"پینک اٹیک ایک وقت تک ہوتا ہے۔ ایک ڈیوریشن کے بعد اٹیک تھم جاتا ہے۔ اینگریزی اور
ذہنی دباؤ جسے ہم عام زبان میں ڈپریشن کہتے ہیں۔۔ یہ دو اہم عصر کسی بھی پینک اٹیک کو جنم

دینے کے لیے کافی ہیں۔ لیکن پھر بہت سے انسانوں کے پینک اٹکس ان کے جزل ڈس آرڈرز میں کیسے بدل جاتے ہیں۔۔۔؟"

وہ بورڈ پر "جزل اینگرزاٹی ڈس آرڈر" لکھ کر پلٹا تھا۔ یہ آج کا موضوع تھا۔

"ہمیں پریشانی کیوں ہوتی ہے۔۔۔؟ اینگرزاٹی کی بڑی وجہ جانتے ہیں کیا ہوتی ہے۔۔۔؟ ڈر اور غیر یقینی۔۔۔؟" اسکے جواب پر خاموش جماعت میں مزید خاموشی پھیلی ہوئی محسوس ہونے لگی تھی۔۔۔

"ہمارا دماغ غیر یقینی سے نفرت کرتا ہے۔

Uncertainty and fear

ہمارے دماغ کے لیے کسی دیمک کی طرح کا کام کرتے ہیں۔ جیسے ہی ہم کسی واقع، آنے والے کل یا پھر پوری معلومات نہ ہونے کی وجہ سے انسرٹینٹی کا شکار ہوتے ہیں تو ہمارا دماغ یکدم ڈر جاتا ہے۔ اسی لیے ہم فوراً سے اس غیر یقینی کو ختم کرنے کے لیے آگے بڑھ کر معلومات اکھٹی کرنے لگتے ہیں۔ یہ معلومات اکھٹی کرتے وقت دراصل ہم اینگرزاٹی کا شکار ہو رہے ہیں لیکن ہمیں اس کا ادراک نہیں ہوتا۔ کچھ لوگ آنے والے کل کا سوچ کر پریشان ہو جاتے ہیں۔۔۔ کیوں ہوتا ہے ایسا کہ رات کو اکثر اپنے فیوچر کے بارے میں سوچ کر آپ کو سانس لینے میں دُشواری سی ہونے لگتی ہے۔۔۔ وہ اسی لیے کیونکہ آپ کے دماغ کو نہیں پہتہ کہ آنے والے کل میں کیا ہونے والا ہے۔۔۔ یہ غیر یقینی اسے پاگل کرنے لگتی ہے۔۔۔ پھر اسے اینگرزاٹی ہوتی ہے۔۔۔ انسان کا سینہ تنگ ہونے لگتا ہے اور دل بند ہوتا محسوس ہونے لگتا ہے۔۔۔ آپ اٹھ کر فوراً پڑھنے بیٹھ جاتے ہیں۔ اگر آپ پڑھیں گے نہیں تو میڈیکل کلیسر نہیں کر پائیں گے۔ یہ نہیں کریں تو آپ ڈاکٹر کیسے

بن پائیں گے۔؟ اس غیر یقینی کو ختم کرنے کے لیے آپ بغیر تھکے پڑھتے رہتے ہیں۔ جب آپکے دماغ کو محسوس ہونے لگتا ہے کہ آپ اس قابل ہیں کہ اپنا فیوچر سیکیور کر سکیں۔ تب اسکی اینگزاٹی تھمنے لگتی ہے۔ کیونکہ انسرٹیٹی کافی حد تک زائل ہو چکی ہوتی ہے۔ اسکے پاس حال کی معلومات آجاتی ہے۔ یہ پینک ہونا چھوڑ دیتا ہے۔ ڈریکدم ہی ختم ہو جاتا ہے۔ آپ پڑھ کر بستر پر واپس چلے جاتے ہیں۔ یاد رہے اٹیک تھم چکا ہے اب۔ لیکن پھر۔ آپکا دماغ آپکو ایک خیال سے ڈنک مارتا ہے۔"

وہ یہاں پر لمحے بھر کے لیے ٹھہرا تھا۔ ساتھ میں ہلاکا سا مسکرا یا بھی تھا۔ طالبِ علم مر عوب سے چہرہ اٹھائے اسے تک رہے تھے۔

"یہ آپکے کان میں سرگوشی کرتا ہے۔ کہ اگر۔ مجھے یہ پینک اٹیک دوبارہ ہوا تو۔؟ ایک اور غیر یقینی۔ اب آپکا دماغ مکمل معلومات نہ ہونے کی وجہ سے ڈر کا شکار ہو جاتا ہے۔ اگر آپکو یہ پینک اٹیکس ہوتے رہے تو۔ آپ تو ذہنی بیمار ہو جائیں گے۔ پھر آپکو کسی اسلام میں بھیج دیا جائے گا۔ آپکا مستقبل تباہ ہو جائے گا۔ آپ وہ انتہائی ٹھنڈے مزاج کے پروفیسر جیسے کیسے بنیں گے پھر۔؟ غیر یقینی پس ڈرم کر آپکو پھر سے پاگل کرنے لگتے ہیں۔ اور یہاں سے پینک اٹیکس، پینک ڈس آرڈر بننے لگتے ہیں۔"

لمحے بھر کو ٹھہر کر وہ بورڈ کی جانب مڑا۔ پھر ایک سیاہ گول دائیہ بنایا۔

"narml دماغ ایک نارمل میں کام کرتا ہے۔ آپکا فیوچر آپکو ڈراتا نہیں ہے۔ آپکے خیالات نارمل رفتار سے آتے جاتے ہیں۔ ایک بالکل نارمل سائیکل چل رہا ہوتا ہے۔ پھر آپکا دماغ اسکا

آرڈر بدل دیتا ہے۔۔۔ اب یہاں غیر یقینی اور ڈر موجود ہے۔۔۔ آپکا دماغ چکر کو الٹی طرف چلانے لگتا ہے۔۔۔ جیسے ہم کار ریورس کرتے ہیں بالکل ویسے ہی۔۔۔ مستقبل کا خیال، غیر یقینی کو جنم دیتا ہے، غیر یقینی ڈر کو جنم دیتی ہے۔۔۔ اور پھر یہ تین چیزیں آپکا آرڈر بن جاتی ہیں۔۔۔ چونکہ یہ نارمل آرڈر نہیں ہے۔۔۔ اسی لیے اسے ڈس آرڈر کہا جاتا ہے۔۔۔ آپکا دماغ سیدھی طرح سوچنے کے بجائے ٹاکسک انداز سے سوچنے لگتا ہے۔۔۔ پھر یہ آپکا بی ہیورل پیٹرن بن جاتا ہے۔۔۔ آپ ہر چیز کو ڈر اور غیر یقینی کے ساتھ سوچنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔۔۔ پھر ہمارے لیے روز مرہ کی اینگزاٹی ایک نارمل رویہ بن جاتی ہے۔۔۔ ایک رئی سرچ کے مطابق، اس پینڈیمک کی زد میں آنے کے بعد دنیا میں موجود اسی فیصد لوگوں کو جزء اینگزاٹی ڈس آرڈر ہو چکا ہے اور وہ اس بات سے بے خبر ہیں۔۔۔ ایک انتہائی ایب نارمل پیٹرن ان کے لیے نارمل بن گیا ہے۔۔۔ ہمارا دماغ ایک بہت عجیب چیز ہے۔۔۔ عجیب اور خطرناک۔۔۔ اگر آپ اسے کنٹرول نہیں کریں گے تو یہ آپکو کنٹرول کرنے لگے گا۔۔۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

اسکے ٹھنڈے سے انداز میں کہنے پر بہت سے طلباء کی ریڑھ کی ہڈی سننسائی تھی۔۔۔ مار کر بند کر کے ڈاکس پر رکھتے ہوئے اب وہ جھک کر سفید کاغذات اٹھا رہا تھا۔۔۔ پھر اسے کلاس مانیٹر کی جانب بڑھایا۔۔۔

"آپ سب کو ایک ہوم ٹاسک دیا جا رہا ہے۔۔۔ اپنے اپنے اینگزاٹی کے چکر دار دائروں کو بغور استدی کرنا ہے۔۔۔ آپ پینک اٹیک کے دوران، آنے والے پینک اٹیکس کے بارے میں کتنا سوچتے ہیں۔۔۔؟ اگر آپ ایسا سوچتے ہیں تو کیا آپ آل ریڈری ڈس آرڈر کا شکار نہیں۔۔۔؟"

"یہ سب سے زیادہ ظالم ہوم ٹاسک ہے، پروفیسر۔" گھنگھریا لے بالوں والی لڑکی نے مسکرا کر کہا تو وہ بھی جواباً

مسکرا یا۔۔

"اپنے آپ کو جانا بہت ظالم ہوتا ہے۔ لیکن جب تک آپ خود کو جانیں گے نہیں تو اپنے ٹاسک پیڑیں کیسے بد لیں گے۔۔؟ خود کو بد لئے کے لیے خود کو جانا انتہائی ناگزیر ہے۔۔" اسکے جواب پر لڑکی آنکھوں میں ڈھیروں ستائش لیے سر ہلانے لگی تھی۔

"بہت شکریہ، پروفیسر مُعید حسن۔۔" اس نے متانت سے مسکرا کر سر ہلایا اور پھر اپنا سفید کوٹ ہاتھ میں لیے راہداری میں آنکلا۔ وہ اس قابلِ قدر درسگاہ کا ایک اہم استاد تھا۔ ایک قابل ماهر نفسیات۔۔ مُعید حسن۔۔ راہداری میں اب بہت سے طلباء اسے ستائش سے تنکتے سلام کر رہے تھے۔ وہ نرم مسکراہٹ کے ساتھ سر کے خم سے ان کے جوابات دیتا بغیر رکے آگے بڑھ رہا تھا۔۔ اسکا کیبین اسپتال کے سائکلیٹر کوارٹ میں موجود تھا۔۔ سفید لمبی انگلیوں والا۔۔ ماہر نفسیات۔۔ اب سنجیدگی سے آگے بڑھ رہا تھا۔

وہ اوپر موجود فلور پر آئی تو یوول سامنے ہی نظر آگیا۔ اسکی حالت دیکھ کر چند پل وہ گنگ سا کھڑا رہا تھا۔۔

"یہ۔۔۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔۔۔؟ تمہارے بالوں کو کیا ہوا۔۔۔؟" وہ آفیشل کارڈ انگلیوں میں گھماتی آگے بڑھ رہی تھی۔ پھر ریسٹ رومن کی جانب بڑھ کر اپنا ہلیہ درست کیا۔۔۔ جب واپس نظر کے آفس میں آئی تو حالت خاصی بہتر تھی۔۔۔ میک اپ کو ہلاکا سانچ دے کر اس نے بالوں میں برش چلا�ا تو سب کچھ اپنے مدار پر درستگی سے آگا۔۔۔

"میری جولیا سے لڑائی ہو گئی تھی۔۔۔" اس نے اعلان کیا تھا۔ نظر جو کرسی پر پیچھے ہو کر بیٹھا تھا گرتے گرتے بچا۔۔۔ وہ دونوں آنکھیں پھیلانے اسے تک رہے تھے۔۔۔

"اس نے مجھ سے بد تیزی کی تو میں نے اسکے بال نوج لیے۔۔۔" کندھے اچکا کر کہا جیسے یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہ ہو۔۔۔ نظر نے بمشکل اپنے بڑھتے بلڈ پریشر کو نارمل رکھا تھا۔۔۔

"سیلینہ۔۔۔ تمہارے حالات ایسے نہیں ہیں کہ تم اتنی امیر ایکٹریس سے لڑتی پھرو۔۔۔ اگر وہ تم پر فائن فائل کر دیتے کے لیے پسیے نہیں ہونگے تمہارے پاس۔۔۔ بہتر یہی ہے کہ خاموش رہ کر اپنا کام کیا جائے۔۔۔"

"اس نے مجھے سب گارڈز کے سامنے فلاپ ایکٹریس کہ تھا، بھائی۔۔۔ یہ کوئی بات نہیں ہوتی۔۔۔" اس نے بھی جواباً اسی خنگی سے کہا تو نظر نے گھرا سانس لیا۔۔۔ پھر مزید بحث کو ٹال کر دراز میں سے کچھ نکالنے لگا۔۔۔ اگلے ہی پل اب وہ اسکی جانب کچھ بڑھا رہا تھا۔ آفیشل کارڈ۔۔۔ سیلینہ نے ایک جھٹکے سے اس سے کارڈ جھپٹا تھا۔۔۔

"واہ واہ۔۔ پہلے ایک کارڈ نہیں مل رہا تھا اب تو دو دو ہو گئے ہیں۔۔" وہ دونوں کو نگاہوں کے سامنے کیے بچوں کی سی خوشی سے کہہ رہی تھی۔ یوول اسکی خوشی دیکھ کر بے ساختہ ہی مسکرا یا تھا۔۔ البتہ نظر کی پیشانی پر

استفہامیہ سے بل نمودار ہوئے تھے۔۔

"یہ دوسرا کارڈ کہاں سے آیا ہے۔۔؟"

"چیف انگل نے دیا ہے اپنا کارڈ۔۔" جتنا کر اسکے گوش گزار کیا تو وہ گھر انسان بھر کر رہ گیا۔ وہ ان دو کارڈز کو دیکھ کر نہیں تھک رہی تھی۔ پھر الوداعی کلمات کہہ کر یوول کے ساتھ باہر کی جانب بڑھ گئی۔۔

"ایک ڈائیریکٹر نے ہم سے تمہارے متعلق رابطہ کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اسکا سیکریٹری تم سے کچھ دنوں تک رابطہ کرے۔۔ اگر ان کا فون آئے تو فوراً ہامی بھر لینا۔۔ لیڈرول کی بات کر رہے تھے وہ۔۔" وہ اسکی جانب خوشی سے چمکتی آنکھیں لیے دیکھتی رہی۔۔ پھر مسکرا کر سر ہلاتی لفت کی جانب بڑھ گئی۔۔ آہ۔۔ آفیشل لفت کا خواب پورا ہوا چاہتا تھا۔۔ یوول اسکی خوشی پر مسکراتا ہوا اسے ہاتھ ہلا رہا تھا۔۔ وہ بھی پر جوش سی ہاتھ ہلاتی رہی۔۔ لفت کے دروازے بند ہوئے تو یوول پلٹ آیا۔۔ نظر اپنے آفس میں پریشانی سے بر اجمان تھا۔۔

"چیف نے اگر خود ہی اسے کارڈ دینا تھا تو ہم سے اتنا رسمی کام کروانے کی کیا ضرورت تھی۔۔؟" یوول نے اندر آتے ہی پوچھا تو نظر نے لاعلمی کے باعث سر نفی میں ہلایا۔۔ چیف کا رویہ اسکے لیے بھی سوالیہ نشان تھا۔۔

اسی فلور کے نچلے فلور پر یا سر ایک بار پھر حنیفہ کے سامنے ہاتھ ادب سے آگے باندھے کھڑا تھا۔
”نظر سے سیلینہ کو آفیشل کارڈ دینے کا میں نے ہی کہا تھا۔“ وہ ان کی بات سن کر ہلاکا سا جیران ہوا تھا۔

”وہ یہاں کی آفیشل ایکٹریس نہیں ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ ایجنسی کے پاس اسے کارڈ دینے کا کوئی جواز نہیں۔ لیکن چونکہ اسکی سیکیورٹی زیادہ اہم ہے تو میں نے نظر کو اسے کارڈ الیگل طریقے سے دینے کا کہا تھا۔ اسکی ذمہ داری میری ہے۔“ نظر یا یوول کی نہیں۔ ”انہوں نے متانت سے کہہ کر یا سر کا نظر کے خلاف چار جڈ فائن رد کر دیا تھا۔ وہ سمجھ کر سر ہلاتا باہر نکل آیا تھا۔ صد شکر کہ چیف نے اس سے آج کے عجیب و غریب حادثے کے بارے میں کوئی بات نہیں کی تھی۔ وہ اپنے کپین میں چلا آیا تھا۔ گارڈز اب تک اسکے سر پر سوار تھے۔ یہاں انہیں ایک ایکٹریس نہیں دیکھتی تھی۔ اور یا سر کے لیے دو دو ایکٹریس لڑ رہی تھیں۔

visit for more novels:

”کیا اب تم سب میرے سر سے ہٹو گے؟“ اس نے بلند آواز سے سب کو جھاڑا تو وہ یکدم ڈر کر پیچھے ہوئے۔ پھر نظریں چرا کر اپنے اپنے کیسنز کی جانب بڑھ گئے۔ اس نے ایک خونخوار نگاہ دروازے پر ڈالی تھی۔ کچھ پل بعد سینٹر گارڈ اسکی جانب ایک فائل لیے بڑھے۔ یہ فائل جو لیا کے متعلق تھی اور اس نے ہی مانگی تھی۔ وہ سر کے خم سے ان کا شکر یہ ادا کر رہا تھا۔ وہ پلٹتے لمحے بھر کو ٹھہرے۔ پھر اسکی جانب جھکے۔

”ایسا کیا کیا ہے تم نے۔ کہ ایک نہیں۔ دو دو حسین عورتیں لڑ رہی تھیں تمہارے لیے۔؟“ وہ سر گوشی میں پوچھ رہے تھے لیکن زار اور شیر کے کانوں تک یہ سر گوشی پہنچ چکی تھی۔ ان کی ہنسی

بے ساختہ تھی۔۔ یاسر کی گھوری پر فوراً سے ہنستے ہنستے کھانسے لگے تھے وہ دونوں۔۔ ساحر جو اسکے ساتھ ہی کرسی پر بیٹھا تھا۔۔ یکخت ہی اسکی جانب جھکا۔۔

"میں بھی جانا چاہتا ہوں۔۔" وہ جو بولتا نہیں تھا۔۔ اب اس سے پوچھ رہا تھا۔ اس نے ضبط سے آنکھیں بند کر کے گھر اسنس لیا تھا۔۔

"میرا خیال ہے میں ہی یہاں سے اٹھ جاتا ہوں۔۔" باہر کی جانب بڑھتے ہوئے اس نے آفس کا دروازہ "ٹھہاہ" کی آواز کے ساتھ بند کیا تھا۔۔ ایسی کی تیسی ان ایکٹریس کی۔۔!

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com

google.com/search?q=u visit for more novels: 1 :

www.urdunovelbank.com

Google

urdu novel bank

All Images News Videos Books Search

<https://www.urdunovelbank.com> > ...

Urdu Novel Bank

interesting and best famous urdu novels free Pdf Download on One click. all Categories new and old urdu novel stories..

[All Urdu Novels List](#)

Urdu Novel Bank website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں۔۔

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

)

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

چند دن قبل--

شام کی گھری ہوتی سیاہی میں ماریہ حسن اپنے باپ کی کمپنی سے باہر نکل رہی تھی۔ کار کی پچھلی نشست پر بیٹھ کر اس نے ڈرائیور کو چلنے کا اشارہ کیا تو وہ موڈب سا سر ہلاتا ڈرائیور کرنے لگا۔ مرکزی شاہرہ سے گزرنے کے بعد اب اسکی سیاہ چھپماتی کار چھوٹی تنگ گلیوں میں داخل ہو رہی تھی۔ ایک تنگ و تاریک گلی کے آخری سرے پر کار رک گئی تھی۔ اس تنگ گلی میں کار نہیں تھی۔

جاسکتی تھی اسی لیے اب اسے خود چل کر جانا تھا۔ گلی کے آخر میں ڈیڈ اینڈ تھا۔ اس دیوار سے ذرا پہلے ایک پرانا سا کار سروس کا ہال موجود تھا۔ یہاں پر خستہ حال سی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ آئں اور کار کے کھلے پرزوں کی عجیب سی بُو تھی اس کباڑ خانے میں۔

وہ ناک پر ہاتھ رکھتی آگے بڑھ آئی تھی۔ ایک جانب اندھیرے میں کوئی موجود تھا۔ وہ اس جگہ کو پہچانتی تھی۔ لیکن اس جگہ کی بُو سے اسے چکر سے آنے لگتے تھے۔ وہ کبھی اس بُو کی عادی نہیں ہو سکتی تھی۔

اندھیرے میں کرسی پر براجمان شخص کا چہرہ واضح نہیں تھا۔ نہ ہی ماریہ نے اسکا چہرہ دیکھنے کی کبھی خواہش کی تھی۔

وہ سامنے رکھے ایک اسٹول پر پر تکلف سی بیٹھ گئی تھی۔

"ملٹن۔۔ میں نہیں جانتی تم کون ہو۔۔ کہاں سے ہو اور کیسے دکھتے ہو۔۔ لیکن میں اتنا جانتی ہوں کہ تم اپنے کام میں خاصے ماہر اور مخچے ہوئے ہو۔۔ اسی لیے۔۔ ہم ڈائریکٹ کام کی بات پر آئیں گے۔۔ آگے سے کوئی جوابی رد عمل نہ ابھرا تو ماریہ نے گہرا سانس بھر کر کہنا شروع کیا۔۔

"سیلینہ مظہر۔۔!" ایک نام لیا تھا اس نے۔۔ پھر اپنے پرس سے ایک تصویر نکال کر آگے بڑھائی۔۔ اندھیرے میں موجود شخص نے آگے بڑھ کر تصویر لے لی تھی۔۔

"اسے تباہ کر دو۔۔ تنکا تنکا کر کے۔۔ اتنا کہ میں اس پر ترس کھا کر اسے اپنے باپ کی چیرٹی پر رکھنے کے لیے مجبور ہو جاؤ۔۔ اسے ایسے توڑنا کہ وہ دوبارہ اٹھ نہ پائے۔۔ ختم کر دو اسے۔۔" ملٹن

نے اندھیرے میں سر ہلایا تھا۔ یوں گویا اس نے حکم سن کر مان لیا ہو۔ ماریہ کی آنکھیں جلن کے باعث اندھیرے میں گلابی ہورہی تھیں۔۔

"لیکن۔۔ تم اسکے تنکا تنکا ہونے پر ہر جگہ مجھے دعوت دو گے۔۔ میں اپنی آنکھوں سے اسے تباہ ہوتا ہوا دیکھنا چاہتی ہوں۔۔ میں یہ ثابت کروں گی کہ وہ کبھی بھی واجد حسن کے قابل نہیں تھی۔۔ واجد حسن کے قابل صرف ایک عورت ہے۔۔ ماریہ حسن۔۔" سینے پر دستک دے کر سُلگتے ہوئے لبھ میں کہا اور پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔۔ اندھیرے میں براجمان شخص خود بھی اندھیرے کا ہی حصہ معلوم ہو رہا تھا۔۔ وہ باہر نکل کر آئی تو تیزی سے ہانپ رہی تھی۔۔ اندر کی گھنٹن اسے سانس نہیں لینے دے رہی تھی۔۔ کچھ پل بعد خود کو کمپوز کر کے اس نے اپنے قدم کار کی جانب بڑھائے اور پھر گاڑی ان مکروہ تنگ گلیوں سے نکلتی چلی گئی۔۔ ان گلیوں سے تعافن کی عجیب سے بُو اٹھ رہی تھی۔۔ یوں گویا۔۔ کچا گوشت پک رہا ہو۔۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

آج۔۔

وہ نہا کر واش روم سے باہر نکلی تو موبائل کی بجتی گھنٹی پر اس جانب کو مڑی۔ غیر شناسا نمبر دیکھ کر لمحے بھر کو رکی۔۔ پھر فیصلہ کر کے فون اٹھالیا۔۔ اسکی توقع کے بر عکس وہ یوں کے بتائے گئے ڈائئریکٹر کے سیکریٹری کا فون تھا۔۔ اسے بس اتنی جلدی رابطے کی توقع نہیں تھی۔۔

"جی۔۔ جی ضرور۔۔ آپ مجھے ایڈریس بھیج دیں۔۔ اسکرپٹ لینے میں خود آجائی ہوں۔۔" آج بہت دنوں بعد اسے اصل معنوں میں زندگی محسوس ہوئی تھی۔۔ پھر فون رکھ کر الماری کی جانب

بڑھی۔ رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ اسے جلد از جلد تیار ہو کر اس جگہ پہنچنا تھا۔ اسے کام جتنی جلدی ملتا اتنا ہی بہتر تھا۔ وہ اب مزید انتظار نہیں کر سکتی تھی۔

دوسری جانب یاسر گھری ہوتی رات کے اندر ہیرے میں گاؤں میں موجود دادا کے سفید محل کے سامنے گاڑی روک رہا تھا۔ پھر چھوٹی سی باڑھ کو پار کرتا آگے بڑھ آیا۔ سردار دروازے میں ہی اسکا انتظار کر رہے تھے۔ ان کے بولنے سے قبل ہی اس نے رائٹنگ پیڈ ان کی جانب بڑھا دیا تھا۔

"آپکا آٹو گراف۔" آہستگی سے کہا تو دادا نے اسکے ہاتھ سے پیڈ جھپٹا۔ پھر صوف پر جا بیٹھے۔ وہ ان کی پشت کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔ اس میں تو انہیں جیسے دلچسپی ہی نہیں تھی۔ اس نے سر ہلایا اور پھر اپنے کمرے کی جانب بڑھ آیا۔ شاور لیا تو طبیعت کچھ بحال ہوئی۔ آج بہت تھکا دینے والا دن تھا۔ جیزر پر سیاہ بُٹن شرٹ پہنے اب وہ آہستینیں کہنیوں سے موڑ رہا تھا۔ پھر موبائل اٹھانا کمرے سے باہر چلا آیا۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"بھیستت" سردار کی آواز خوشی سے بھرائی ہوئی تھی۔ وہ آٹو گراف کو ہر زاویے سے دیکھ رہے تھے۔ انہیں ایسے دیکھ کر لمحے بھر کے لیے اسے سیلینہ یاد آئی تھی۔ وہ بھی اپنا کارڈ ایسے ہی ہر طرف سے دیکھ رہی تھی۔

"کچھ کھانا دیں گے یا پھر آٹو گراف پر ہی گزارہ کرنا پڑے گا مجھے۔؟" اس نے صوف پر بیٹھتے ہوئے کہا تو دادا ہنس کر سر ہلاتے اٹھے۔ وہ آج بہت خوش تھے۔ کچن سے اٹھاٹخ کی آوازوں پر وہ ہلکا سا مسکرا یا۔ پھر موبائل نگاہوں کے سامنے کیا۔ اگلے ہی پل مسکراہٹ غائب ہوئی۔ اسکی

ماں کا پیغام سامنے ہی جگمگا رہا تھا۔ اس نے انگوٹھا رکھ کر پیغام کھولا۔ سانس جیسے رک سا گیا تھا۔ ایک لمحے کے لیے۔ بچپن کی ایک سیاہ رات نظرؤں کے سامنے لہرائی تھی۔

"9090C14"

وہ اگلے ہی پل اٹھ کر تیزی سے باہر کی جانب بھاگا تھا۔ سردار نے اسے باہر بھاگتے دیکھ کر آوازیں دیں لیکن وہ کار تیزی سے ریورس کرتا جانے کہاں جا رہا تھا۔

نک سک سے تیار ہوئی سیلینہ نے ایڈریس دیکھنے کے لیے پیغام کھولا تو آنکھیں لمحے بھر کو پھیل سی گئیں۔ یہ ایڈریس۔ اسکرپٹ لینے کے لیے انہتائی غیر مناسب تھا۔ اگلے ہی پل سیکریٹری کے نمبر سے کال آنے لگی تو اس نے بمشکل مسکرا کر کال اٹھای۔

"نہیں۔ نہیں میں آرہی ہوں۔ پلیز آپ یہ روں کسی اور کو مت دیجیے گا۔" اس نے منت کی تھی۔ پھر اگلی کوئی بھی بات سوچے بغیر باہر کی جانب بڑھی۔ اسے بہت سے کڑوے گھونٹ پینے ہونگے۔ وہ ایسے ہی اپنے پرکھٹری نہیں ہو سکتی تھی۔ پارکنگ ایریا میں موجود اسکی کار کا ٹائر بر سٹ تھا۔ اسے چاروں ناچار ٹیکسی لے کر ہی جانا تھا۔ وہ پریشانی سے کھلے بال پچھے کرتی باہر کی جانب بڑھی تھی۔

شہر کی تاریک گلیوں میں موجود کیفیز تلنے بڑے بڑے کلبز موجود تھے۔ ان کلبز میں دنیا جہان کے فخش، بار سوخ، مافیاز اور سیاست دان آیا کرتے تھے۔ اسکی ماں نے سردار کو بتایا تھا کہ وہ یاسر کو بلانے کے لیے کسی بھی حد تک جاسکتی تھی۔ اور اس نے یہی کیا تھا۔ یاسر کے پاس، پیغام میں موجود نمبر اس کلب میں موجود ایک چیمبر کا نمبر تھا۔ وہ شراب کے نشے میں ڈھت لوگوں کی

جگہ تھی۔۔ وہ اپنی ماں سے جتنی بھی نفرت کرتا لیکن۔۔ وہ انہیں یہاں ایک پل کے لیے بھی اکیلا چھوڑنے کا سوچ نہیں سکتا تھا۔۔

کار گلی میں ایک جانب روک کر وہ ایک کیفے کے اندر بھاگا۔۔ پھر نچلے زینوں پر تیزی سے اترنے لگا۔ لڑکیاں نازیبا لباس زیب تن کیے، نشے میں غرق مردوں کو سہارا دیے اوپر نچے جا رہی تھیں۔ اس نے درمیانی ہال میں پہنچ کر ایک پل کو سانس لیا۔۔ وہ اس جگہ کو پہچانتا تھا۔۔ ہر رنگ کی بتیاں جل رہی تھیں کلب میں۔۔ تیز بجتے میوزک کے باعث کان پڑی آواز تک سنائی نہیں دیتی تھی۔۔

وہ ایک راہداری کی جانب بڑھ آیا۔۔ پھر عورتوں کے آوازیں دینے پر بھی تیزی سے آگے بڑھا اور اس مطلوبہ چیمبر کا دروازہ دھاڑ سے کھولا۔۔

اسکی ماں۔۔ ایک جانب قیمتی نشت پر تنہا بیٹھی اسکا انتظار کر رہی تھی۔۔ اسے دیکھ کر لمبھ بھر کو فاتحانہ سا مسکرائی۔۔ اسکی آنکھیں ضبط سے گلابی ہو رہی تھیں۔۔

سیلینہ اسی پل، اسی کلب کے درمیانی ہال میں زینوں سے اتر آئی تھی۔۔ اسے یہی ایڈر لیں بتایا گیا تھا۔ شراب اور مختلف ڈر گز کی بو سے اسے بے ساختہ ہی متنلی ہوئی تھی۔۔ بکشکل گہرا سانس لیتی وہ مطلوبہ راہداری کی جانب بڑھ آئی تھی۔۔ موبائل پر جگمگاتا چیمبر کا نمبر دیکھ کر اس نے تھوک نگلا اور پھر بچتی بچاتی آگے بڑھ آئی۔۔

"میں نے کہا تھا ناں کہ میں تمہیں بلانے میں ہمیشہ کامیاب ہو جاتی ہوں۔۔ تم مجھ سے انحراف نہیں کر سکتے۔۔" وہ اٹھ کر اسکے پاس چلی آئی تھی۔۔ چیمبر کے اندر بجتے میوزک کی محض دھمک

سنائی دے رہی تھی۔ کمرے کی دیواریں ایسے ڈیزائن کی گئی تھیں کہ باہر کا میوزک اندر موجود نفوس کی گفتگو میں حائل نہیں ہوا کرتا تھا۔۔۔

"آپ کبھی کامیاب نہیں ہونگی۔۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔۔" اس نے اگلے ہی پل انہیں ہاتھ سے تھاما اور باہر نکل آیا۔۔۔ لیکن راہداری میں جو اس نے دیکھا وہ اسکے قدم زنجیر کر دینے کے لیے کافی تھا۔۔۔ سیلینہ کو ایک نشے میں دُھت شخص چمیر کے اندر زبردستی گھسیٹ رہا تھا۔ وہ اس سے اپنا بازو بمشکل چھڑاتی شاید رو رہی تھی۔۔۔ اسکے ساتھ اسکرپٹ کے نام پر اسکام ہو گیا تھا۔۔۔ یکایک اس کی نظر یاسر پر پڑی تو وہ ساکت سی ہو گئی۔۔۔ سلطانہ بھی یاسر کے رک جانے پر چونک کر رک گئی تھی۔۔۔ پھر اسکی نظروں نے یاسر کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔۔۔ ساکت ہوئی سیلینہ پر نظر پڑتے ہی وہ حیران ہوئی تھی۔۔۔

یاسر نے نظر انداز کیا اور سلطانہ کو اپنے ساتھ لیے آگے بڑھ آیا۔ لیکن پھر وہ آگے نہیں بڑھ سکا۔ دو شہد رنگ آنکھیں اسے بہت امید سے تک رہی تھیں۔ نشے میں دُھت شخص اسے گالیاں دیتا اب بری طرح اندر گھسیٹ رہا تھا۔ اس نے آنکھیں ضبط سے بند کی اور پھر سلطانہ کا ہاتھ چھوڑ کر پوری قوت سے مخالف سمت میں بھاگا۔۔۔

ایک زور دار لات اُچھل کر اس شخص کے سینے پر ماری تو وہ لڑکھڑا کر بری طرح پیچھے جا گرا۔۔۔ ایک پل کو جیسے ہر شے رک سی گئی تھی۔۔۔ اس نے ایک لمحہ کو پلٹ کر زخمی آنکھوں سے سیلینہ کو دیکھا تھا۔ پھر گھرے گھرے سانس لیتا آگے بڑھا اور گرے شخص کو گریبان سے کھینچ کر اٹھایا۔۔۔

"لیٹ می ٹچ یو اے فنگ لیسن!" اس نے اگلے ہی پل اس کے جبڑے پر ایک زور دار مکا مارا تھا۔ اور پھر جب تک اس نے اسکا جبڑہ پھاڑ نہیں دیا تب تک مارتا رہا۔ بجتے میوزک کے باعث کسی کو بھی اس چینختے شخص کی آواز نہیں جا رہی تھی۔ نیلی پیلی روشنیوں میں سب جیسے خون آلود ہو گیا تھا۔ وہ اگلے ہی پل پیشانی سے پسینہ صاف کرتا مڑا۔ سیلینہ کو جارحانہ سے انداز میں کہنی سے تھاما اور اپنے ساتھ گھسیتا ہوا آگے بڑھا۔ وہ اسکے ساتھ کچھی چلی جا رہی تھی۔ راہداری کے سرے پر ٹھہر کر دوسرے ہاتھ سے اس نے اپنی ماں کو بھی کہنی سے تھاما اور پھر پھر چہرہ لیے۔ دونوں عورتوں کو تھامے کلب کے مکروہ ماحول سے انہیں بچاتا ہوا نکال لایا۔

کلب کی ایلیٹ کرسی پر بیٹھی، کڑوا مشروب حلق سے اتارتی ماریہ حسن نے دلچسپی سے اس شخص کو دیکھا تھا۔ اس شخص نے سیلینہ کو بچا کر اسکا بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا تھا۔ پھر وہ زہر خندہ سا مسکرائی۔ اس بجتے میوزک میں بھی وہ کچھ گنگنا رہی تھی۔ وہ رابط فراست کی ایک نظم تھی۔ "کارپ ڈائم"۔ پھر ٹھہر کر مسکراتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ گنگنا ہٹ اب تک جاری تھی۔

"Be happy, happy, happy and seize the day of pleasure."

اس نظم سے کوئی کیسا بھی مطلب نکالتا۔ لیکن جو ظالم اور خوفزدہ کر دینے والا مطلب ماریہ نے اس سے اخذ کیا تھا۔ وہ کسی بھی انسانی زندگی میں قابلِ قبول نہیں تھا۔ ایک ہی سطر بار بار گنگنا کر آگے بڑھتی وہ اب تک مسکرا رہی تھی۔

اسکے لیے۔۔ اصل کھیل۔۔ اب شروع ہوا تھا۔۔!

"اما۔۔ بابا بہت بیمار ہیں۔۔ میں بہت اکیلا اور ڈرا ہوا ہوں۔۔ بابا چل نہیں سکتے۔۔ بابا اب کبھی نہیں اٹھ سکتے،اما۔۔ کیا آپ مجھے سُن رہی ہیں؟؟؟" ہسپتال کے کاؤنٹر پر رکھے فون کا ایک سراکان سے لگائے، اسکی ہتھیلیوں میں پسینہ آچکا تھا۔ گیارہ سالہ ایک بچہ بھیگی آنکھیں لیے، رُندھی آواز لیے کہہ رہا تھا۔

"اما۔۔" اس نے ایک بار پھر کہا۔۔ رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔ وہ تکلیف سے تنگ ہوتا سینہ لیے، وہیں کھڑا رہا۔ فون کو سختی سے تھامے۔ گرتے آنسوؤں کے ساتھ۔۔

اسے یاد تھا کہ ہسپتال کا وہ ٹھنڈا فرش، اسکے برہنہ قدموں تنے کس قدر سرد محسوس ہو رہا تھا۔
اسے اس سرد فرش کی ٹھنڈک آج تک اپنی ذات کے اندر کھبٹی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔
اس نے آہستہ سے لمبی تار والا فون رکھ دیا۔ رسپشن کے پار موجود لڑکی نے بہت دُکھ سے اس چھوٹے بچے کو دیکھا تھا۔ اسے یاد تھا۔۔ جب وہ بابا کے ہسپتال والے کمرے کی جانب بڑھ رہا تھا تب اسکی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔۔ وہ اس اسپتال کے ٹھنڈے وجود میں آہستگی سے برف بنتا جا رہا تھا۔۔

ان دنوں کی خوفناک تہائی نے یا سر عالم کا پیچھا کبھی نہیں چھوڑا تھا۔ دادا اور دادی حج کی ادائیگی کے لیے سعودیہ گئے ہوئے تھے۔۔ اسکی ماں اپنی بلاک بسٹر فلم کے لیے نیو یارک کے آسمان تلے

شُوٹنگ پر موجود تھی۔۔ اور وہ اسپتال کے اس ٹھنڈے کمرے میں۔۔ اپنے باپ کے لاغر وجود کے ساتھ بالکل تنہا تھا۔۔

اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر بابا کے ہاتھ کو چھووا۔۔

وہ ہاتھ زندگی سے خالی تھا۔۔

کمرے کے دروازے پر موجود گول شیشے سے بس یہی دکھائی دیتا تھا۔۔ کہ ایک چھوٹا سا لڑکا اپنے باپ سے کچھ کہہ رہا تھا۔۔

اسکے گرم آنسو اپنے باپ کے ٹھنڈے ہاتھوں پر گر رہے تھے۔۔

شايد وہ ان سے کہہ رہا تھا کہ وہ۔۔ انہیں بچا لے گا۔۔

وہ انہیں اپنی ماں کی طرح کبھی تنہا نہیں کرے گا۔۔

ہاں وہ یہی کرے گا۔۔
اس نے یہی کیا تھا۔۔

اس نے گرتے آنسوؤں کے ساتھ اپنے باپ کو اس رات بہت سی کہانیاں سنائی تھیں۔۔

ایسی کہانیاں۔۔

جن میں موت ہار جاتی ہے اور زندگی جیت جاتی ہے۔۔

کہہ برساتی اس سیاہ رات تلے۔۔ یا سر عالم نے پہلی دفعہ اپنی ماں سے نفرت محسوس کی تھی۔۔

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com



google.com/search?q=u

1

:



Google



urdu novel bank

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

All

Images

News

Videos

Books

Sea



[https://www.urdunovelbank.com](http://www.urdunovelbank.com) ...

:

[Urdu Novel Bank](#)

interesting and best famous urdu novels free Pdf
Download on One click. all Categories new and
old urdu novel stories..

[All Urdu Novels List](#)

Urdu Novel Bank
website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں۔۔۔

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

()

وہ ان دونوں کو کلب کی زہریلی روشنیوں سے بچا کر باہر لے آیا تھا۔ سلطانہ جان بُوجھ کر ٹیکسی میں آئی تھی تاکہ یاسر اسے اپنے ساتھ کار میں واپس لے جاسکے۔ البتہ سیلیسہ کے ٹیکسی میں آنے کی وجہ اسکی کار کی خرابی تھی۔ اس نے بغیر کچھ کہے آگے بڑھ کر اپنی گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا۔ سلطانہ نے گہرا سانس لیا اور پھر اندر جا بیٹھی۔ سیلیسہ البتہ اسکی جانب گھومی تھی۔ "گارڈ۔ میں خود چلی جاؤں گی۔" اسکی رنگت سفید اور آنکھیں خشک تھیں۔ لیکن وہ پھر بھی اعصاب پر قابو پائے، اس سے کہہ رہی تھی۔ یاسر کی ٹھنڈی آنکھوں نے لمحے بھر کے لیے اسے دیکھا۔ اور پھر اس نے اگلے ہی پل اسے کلائی سے پکڑ کر اندر بٹھایا۔ وہ اسکے سخت چہرے کو دیکھ کر جیسے کوئی مزاحمت نہیں کر پائی۔ گاڑی تیزی سے باہر ریورس کرتے ہوئے وہ ان دونوں کو ان مکروہ گلیوں سے نکال لایا تھا۔ کار میں تناؤ سے بھرپور خاموشی پھیلی تھی۔ یاسر پتھر چہرے لیے

ڈرائیو کر رہا تھا۔ سلطانہ سنجدہ چہرے کے ساتھ کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ گاہے بگاہے وہ ساتھ پیٹھی سیلینہ پر اک ناپسندیدہ نگاہ بھی ڈال لیتی تھی۔ اس لڑکی کی وجہ سے آج کا سارا لاجع عمل بیکار جا چکا تھا۔ اس کا مُود سخت خراب ہو رہا تھا۔ سیلینہ کا چہرہ سفید اور دھڑکنِ معمول سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ پچھلے واقعہ کا اثر اب تک اسکے اوپر موجود تھا۔

کئی پھر وہ کی ڈرائیو کے بعد یاسرا ب سلطانہ کے بنگلے کے سامنے کار روک رہا تھا۔ اس نے اسے اپنی کار سے اُترنے تک کے لیے نہیں کہا تھا۔ اس کے لب یوں بند تھے گویا قیامت تک بولنے کا ارادہ نہ رکھتے ہوں۔

"یہ سب بیہیں ہے۔ میری اور تمہاری ملاقات۔ تم مجھ سے پھر ملنے آؤ گے۔ اگر نہیں آئے تو میں پھر یہی کروں گی۔ ہزار ایسے طریقے استعمال کروں گی جو تمہیں ناگوار گز ریں گے۔ اور تم مجھ بچانے ہمیشہ چلے آؤ گے۔ کیونکہ تم بے غیرت نہیں ہو۔ یہی بات تمہیں ہمیشہ میری طرف کھینچ لائے گی۔ آج کی ملاقات تو خیر زہر ہو، ہی کئی ہے۔" ایک ناگوار نگاہ سیلینہ پر ڈال کر وہ کار کا دروازہ کھولتی باہر نکل گئی تھی۔ اسکے نکتے ہی یاسرا نے کار آگے بڑھا دی تھی۔ اب اسکا رُخ سیلینہ کے اپارٹمنٹ کی جانب تھا۔

ایک وقت تھا جب وہ اسے پیچ سڑک پر اتار کر چلا گیا تھا۔ اور ایک یہ وقت تھا کہ جب وہ اسکے منع کرنے پر بھی اسے اسکے گھر تک چھوڑنے آیا تھا۔ اپارٹمنٹ آپکا تو وہ اپنی جانب کا دروازہ کھولتا باہر نکلا۔ پھر پچھلی نشست کا دروازہ کھولا تو سیلینہ خاموشی سے باہر نکل آئی۔ لمحے بھر کے لیے محتاط نگاہوں سے یاسرا کا چہرہ دیکھا۔ وہاں اب صرف گھری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

اگلے ہی پل اس نے اپنے پرس سے ایک سفید رومال نکالا اور پھر جھگٹتے ہوئے، جھک کر اسکا زخمی ہاتھ تھاما۔ اب وہ نرمی سے سفید رومال اسکی ہتھیلی کے گرد باندھ رہی تھی۔ یاسر نے اسے نہیں روکا۔ نہ ہی اسے جھٹکا۔ نہ ہی اپنا ہاتھ اسکی گرفت سے نکالنے کی کوشش کی۔

"کس نے بلا یا تھا وہاں پر تمہیں۔؟" سنجیدگی سے پوچھا تو اسکا چلتا ہاتھ لمحے بھر کو ٹھہرا۔ لبوں پر زبان پھیر کر اس نے چہرہ اٹھاتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"یوول نے کہا تھا کہ ایک ڈائیریکٹر نے میرے لیڈ روول کے متعلق بات کی ہے۔ اس نے کہا تھا کہ اگر اس کا سیکریٹری مجھ سے رابطہ کرے تو میں منع نہیں کروں۔ لیکن میرے ساتھ اسکام ہو گیا۔ ایسے اسکام ایکٹریس کے ساتھ ہوتے رہتے ہیں۔ نتھنگ سیریس۔ آخر میں خفیف سا مسکرائی تو یاسر اسکی مسکراہٹ پر حیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ وہ اس سب کے بعد کیسے مسکرا سکتی تھی؟ وہ اس سب کے بعد بھی اتنی ثابت کیوں تھی۔؟ بلکہ اس سب کے بعد وہ اتنی ثابت کیسے تھی؟

اس نے آہستگی سے اسکا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔

"آج کے لیے۔ بہت شکریہ۔" اتنا کہا اور ساتھ سے نکل گئی۔ وہ آہستگی سے اسکی جانب پڑھا۔ بالکل خاموش نگاہوں سے اسے جاتا ہوا دیکھتا رہا۔ اپارٹمنٹ کی جلتی روشنیوں کے باہر، داخلی دروازے پر وہ ایک پل کے لیے ٹھہری تھی۔ دروازے کے ساتھ ایک عورت اپنے نومولود بچے کو سینے سے لگائے، ٹھنڈ سے بچانے کی کوشش میں بُری طرح ناکام ہو رہی تھی۔ وہ آگے بڑھنے کے بجائے تیزی سے اس عورت تک بڑھ آئی تھی۔ اب وہ جھک کر اس سے کچھ کہہ بھی رہی تھی۔ چھرے

پر فکر مندی اور لمحے میں نرمی لیے وہ اس عورت سے یہاں ایسے بیٹھنے کی وجہ پوچھ رہی تھی
شايد۔۔

وہ اسے دیکھے گیا۔۔ اگلے ہی پل وہ تیزی سے آگے بڑھی پھر کئی لمحات بعد جب وہ واپس آئی تو
اس کے ہاتھ میں ایک تہہ شُدہ کمبل موجود تھا۔ اپارٹمنٹ کے اندر ایسے لوگوں کا داخلہ منوع
تھا۔۔ اب وہ اس عورت کے اوپر کمبل کھول کر ڈال رہی تھی۔ ساتھ ہی وہ کچھ کھانے کی اشیاء بھی
لے آئی تھی۔ کچھ لمحات اس عورت سے بات کرنے کے بعد وہ اندر کی جانب بڑھ گئی تھی۔۔ یا سر
کو اسکی چال میں تھکن محسوس ہوئی تھی۔۔ گھری اور ناختم ہونے والی تھکن۔۔

وہ اسے جاتا ہوا دیکھتا رہا۔۔ بالکل خاموشی سے۔۔

سیلینہ مظہر کے لیے اسکا سخت دل جانے کیوں لمحے کے ہزاروں حصے میں پکھل سا گیا تھا۔ اگلے
ہی پل وہ کار میں بیٹھا اور پھر آگے بڑھ گیا۔۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

یوول جو بس کام سمیٹ کر باہر کی جانب بڑھنے ہی لگا تھا لمحے بھر کو چونک کر رُک سا گیا۔ آفس
کے کھلے دروازے کے سامنے یا سر کھڑا تھا۔ اور اسکا چہرہ اس قدر سخت تھا کہ لمحے بھر کے لیے
یوول بھی گٹ بڑایا تھا۔

"آپ۔۔ آپ اس وقت یہاں۔۔؟" لیکن اس کا سوال مکمل نہیں ہوا تھا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا اور ایک ہاتھ سے اسکا گریبان جکڑا۔ پھر سپاٹ چہرہ لیے اسی سختی کے ساتھ اسے دیوار سے لگایا۔ یوول کی آنکھیں پوری طرح گھل گئی تھیں۔ اسے یاسر کا ایسا رویہ سمجھ نہیں آیا تھا۔۔

"سیلینہ کو کس ڈائیریکٹر سے رابطے کا کہا تھا تم نے۔۔؟" اسکی سُرمی آنکھیں سیاہ محسوس ہو رہی تھیں۔ آواز ٹھنڈی اور ٹھہری ہوئی تھی۔ یوول نے نامسجھی سے اسے دیکھا۔۔

"کیا اب اسکے پروفیشنل کام کی تفصیلات بھی آپ کو دینی ہونگی۔۔؟" اسکا سوال بجا تھا۔

"جتنا پوچھا ہے اتنا جواب دو۔۔"

"جی میں نے ہی کہا تھا اسے۔ ایک ڈائیریکٹر نے اسکے لیڈ روکی بات کی تھی ہم سے۔۔ اچھا چانس تھا اسی لیے میں نے سیلین کو پہلے سے ہی آگاہ کر دیا۔ تاکہ موقع ضائع نہ ہو۔ اب سکون آگیا آپکو۔۔؟" انتہائی ناگواری سے پوچھا تھا اس نے۔

"وہ اسکام تھا۔۔" اس نے اتنا کہا اور پھر اسکا گریبان چھوڑ دیا۔ یوول جھوٹ نہیں بول رہا تھا۔ شاید وہ خود بھی نہیں جانتا تھا کہ یہ سب ایک اسکام تھا۔۔ وہ نامسجھی سے اسکی جانب دیکھنے لگا تھا۔

"اسکام۔۔؟"

(scam)

کیسا اسکام---؟ اس کے سیکریٹری سے میری بات ابھی کچھ لمحات پہلے ہی ہوئی ہے۔ وہ کل سیلینہ سے آفیشلی رابطہ کریں گے---"وہ اسکی بات سن کر چونکا تھا۔ پھر آنکھیں چھوٹی کیے اسکی جانب گھوما۔۔۔

"تو پھر وہ کون تھا جس نے سیلینہ کو اسکرپٹ لینے کلب بلا�ا تھا۔۔۔؟" اور اب چونکنے کی باری یوول کی تھی۔ وہ آنکھیں پھیلانے حیرت سے اسے تنکنے لگا تھا۔۔۔

"واٹ۔۔۔! کونسا کلب۔۔۔؟ سیلینہ کیوں گئی تھی وہاں۔۔۔؟ اسکرپٹ تو اب تک ان کے پاس ہی ہے۔۔۔!" اسکے آس پاس خطرے کی گھنٹیاں نج رہی تھیں۔۔۔

"کوئی ہمارے اندر ہی موجود ہے۔ وہ سیلینہ کے ہر کام سے واقف ہے۔ اسی لیے ایسا اسکام تشکیل دینے میں اسے کوئی مسئلہ نہیں ہوا۔۔۔ اب سیلینہ اس ڈائیریکٹر سے اسکرپٹ لینے کہیں بھی نہیں جائے گی۔۔۔ اب وہ یہاں۔۔۔ اس آفس میں اسے اسکرپٹ دینے آئے گا۔ اور تم۔۔۔ یہ بات یقینی بناؤ گے کہ وہ خود آکر اسے اسکرپٹ دے۔۔۔ آخر میں تنبیہہ کی تو یوول بھک سے اڑا۔۔۔ یا سر اتنا کہہ کر آگے بڑھ گیا تھا۔ یوول اسکے پیچھے بھاگتا ہوا آرہا تھا۔۔۔

"میں کسی ڈائیریکٹر کو ڈکٹیٹ نہیں کر سکتا۔ وہ میری بات نہیں مانیں گے۔۔۔"

"یہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔ لیکن اگر اب سیلینہ کو کسی بھی نازیبا جگہ پر بلایا گیا تو سب سے پہلے تمہیں شوت کروں گا میں۔۔۔" اسکی دھمکی پر یوول کے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔ اسے جیسے لمح بھر کو کچھ سمجھ نہیں آیا تھا۔ وہ دونوں تیزی سے لفت کی جانب بڑھ رہے تھے۔ یوول اسکے ساتھ تھا۔۔۔

"میں۔۔۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔۔۔ وہ میری بات نہیں مانیں گے۔۔۔ سیلینہ کو اگر بلایا گیا تو میں کچھ نہیں کر سکتا۔۔۔ سوانٹے انکے حکم کی تعمیل کرنے کے۔۔۔" وہ ہانپتا ہوا کہہ رہا تھا۔ یاسر لمحے بھر کو ٹھہرا تک نہیں۔ لفت کے اندر داخل ہو کر اس نے بس ایک لمحے کے لیے دروازے کے پار کھڑے یوول کو دیکھا تھا۔۔۔

"میں سچ میں کچھ نہیں کر سکتا۔۔۔" یوول نے بے چارگی سے کہا تھا۔۔۔

"ڈائیریکٹر کے ایسے کسی بھی مطالبے پر فون مجھے دے دینا۔۔۔ بس۔۔۔ اتنا کام ہے تمہارا۔۔۔"

"آپ کیا کریں گے۔۔۔؟ اور کس حیثیت سے کریں گے۔۔۔؟" یوول کو اسکا سنجیدہ چہرہ خوفزدہ کر رہا تھا۔ یاسر نے ہاتھ آگے بڑھا کر لفت کا بلٹن دبایا۔ دروازے درمیان سے جڑنے کے لیے آگے بڑھنے لگے۔ اس نے اسکے سوال کا جواب نہیں دیا تھا۔ اسے بلاوجہ کے سوالات زہر لگتے تھے۔ دروازہ درمیان سے بند ہوا تو یوول غائب ہو گیا۔ لفت اب تیزی سے نیچے جا رہی تھی۔ وہ سیدھے چہرے کے ساتھ کھڑا اب کچھ سوچ رہا تھا۔۔۔

اسپتال کے صاف سُتھرے سے حصے میں سائیکلٹر ک وارڈ موجود تھا۔ بہت سے مریض سفید فرش پر رکھیں کر سیوں پر انتظار کر رہے تھے۔ ریپشن پر موجود لڑکیاں فون کان سے لگائے، نرم لمحے میں بول رہی تھیں۔ وہاں گہما گہما تھی لیکن شور محسوس نہیں ہوتا تھا۔ اسکے کانوں کو یہ ٹھنڈی سی گہما گہما بھلی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔

آج اس نے نیلی جیز پر گلابی سی نرم سوئٹ شرط پہن رکھی تھی۔ وہ شرط خاصی ڈھیلی ڈھالی سی تھی۔ اسکی آہستینیں ہتھیلیوں تک آتی تھیں۔ شہد رنگ بالوں پر پھول دار رومال باندھے، آنکھوں پر بڑا سا چشمہ لگائے وہ چہرہ جھکائے اپنے نمبر کا انتظار کر رہی تھی۔ کچھ لمحات بعد وہ بھی اٹھ کر آگے بڑھ آئی۔ دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوتے ہوئے وہ خاموشی سے اندر چلی آئی تھی۔ سامنے براجمان معید حسن نے لمحے بھر کو چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ پھر ہلکا سا مسکرا یا۔ اسکی مسکراہٹ اتنی نرم گرم سی تھی کہ سیلینہ کو اپنی زندگی کے گرم تھیڑے تھمتے محسوس ہوئے تھے۔

"آپ یہاں کیوں آگئیں۔؟ میں آپکو پرنسنل کلینک میں ٹریٹ کر سکتا ہوں۔" نرمی سے مسکرا کر کہا تو وہ بھی جواباً ہلکا سا مسکرا دی۔

"لوگ شاید اسی لیے ماہر نفیسیات سے دور بھاگتے ہیں۔ آپ لوگ اپنے پیشنس کو اپنا عادی بنائیتے ہیں۔ پھر وہ اتنے بے صبرے ہو جاتے ہیں کہ پرنسنل کلینک کے بجائے، پیلک کلینک میں ہی ٹریٹ ہونے چلے آتے ہیں۔" اس نے صاف گوئی سے کہا تو وہ لمحے بھر کو ہلکا سا ہنس دیا۔ اسکی آنکھیں گھرے بھورے رنگ کی تھیں۔ کھڑکی سے اندر کو گرتی دھوپ میں معید کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ سیلینہ نے کبھی کسی مرد کو اتنا خوبصورت نہیں دیکھا تھا۔ وہ ہر دفعہ اسکی خوبصورتی سے مرعوب ہو جایا کرتی تھی۔

"ہم عادتیں چھڑانے والے لوگ ہیں۔ ہمیں ہی عادت بنا لینا ایک بہت بڑا نقصان ثابت ہو سکتا ہے آپکے لیے۔" وہ اسکے جواب پر سر ہلانے لگی تھی۔ معید ٹھیک کہہ رہا تھا۔

"آپکی ذہنی حالت کیسی ہے۔۔؟ پچھلے سیشن کو کافی عرصہ گزر چکا ہے۔ مجھے لگا شاید آپ میڈیسین سے ریکور کر رہی ہیں۔۔ لیکن آپکا اگلا اپانمنٹ دیکھ کر مجھے خاصی حرمت ہوئی تھی۔۔"

"میرے ایونگ ڈس آرڈرز بڑھتے جا رہے ہیں، معید۔۔ میں جب بھی اسٹریس یا پھر پریشانی کا سامنہ کرتی ہوں، تب میں اپنا کھانا یا تو بالکل چھوڑ دیتی ہوں یا پھر اتنا کھا لیتی ہوں کہ مجھے اللیاں ہو جاتی ہیں۔۔ میں میانہ روی سے کھانا نہیں کھا پا رہی۔۔ یہ چیز مجھے پاگل کر رہی ہے۔۔" اس نے کہہ کر آنکھوں پر چڑھا چشمہ اتار لیا تھا۔ اسکی شہد رنگ آنکھیں بھی دھوپ کی تمازت سے چمک رہی تھیں۔ گوری گلابی سی رنگت اور بھرے بھرے سے گلابی ہونٹوں کے اوپر سیاہ ٹل۔۔ معید حسن نے بغور اسکا ستا ہوا چہرہ دیکھا تھا۔

"آپ نے اپنے پیٹرن پر کافی حد قابو پا لیا تھا۔ پھر ایسی کیا چیز ٹریگر بنی کہ آپ پھر سے وہیں جا کھڑی ہوئی ہیں۔۔ جہاں سے چلی تھیں۔۔؟" وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا۔ سفید لمبی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنسائے۔۔ سیلینہ کو اسکے خوبصورت ہاتھوں نے ہمیشہ متاثر کیا تھا۔

"کچھ بھی ٹھیک نہیں ہو رہا، معید۔۔ جب کچھ بھی ٹھیک نہیں ہوتا تو میں اپنی فرسترن کھانے سے نکالنے کی کوشش کرتی ہوں۔ میرا اویٹ بھی اسی لیے بہت زیادہ لوز ہوا ہے۔۔ کیونکہ میں کئی کئی دن کھانا نہیں کھاتی۔۔ کھانے کے نام سے ہی مجھے متلی ہونے لگتی ہے۔۔ پھر کچھ دن ایسے آتے ہیں کہ میں کھانے کو ہی اپنا سب کچھ سمجھنے لگتی ہوں۔ میں اتنا کھاتی ہوں کہ میرا معدہ مزید سہار نہیں پاتا۔۔ مجھے پھر کئی دنوں تک اللیاں ہوتی رہتی ہیں۔۔ یہ پیٹرن پچھلے تین مہینوں سے پھر شروع ہو چکا ہے۔ اور اب یہ میرے ہاتھ سے نکلتا جا رہا ہے۔۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔۔"

اس نے بہت تھک کر کہا تھا۔ ٹاکسک پیٹرن کبھی بھی اسکے جان نہیں چھوڑا کرتے تھے۔

"آپ کو پتہ ہے ناں کہ آپ اس رویے کو مزید تین مہینوں سے زیادہ سہار نہیں سکتی۔۔۔؟" اسکے پوچھنے پر اس نے کسی خفا بچے کی طرح سر ہلاایا تھا۔

"میں اپنے آپ کو روک نہیں پا رہی، معید۔ میرا پیٹرن اتنا مضبوط ہو چکا ہے کہ اب وہ مجھے خود گائیڈ کرتا ہے۔۔۔"

"ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ آپ معاملے کو ٹھیک کرنے کے بجائے عارضی حل یعنی کھانے کی جانب بھاگتی ہیں۔ آپکو اپنے معاملات سے اسٹریس ہوتا ہے۔۔۔ اسٹریس سے اپنے دماغ کو آزاد کرنے کے لیے آپ کھانے کا سہارہ لیتی ہیں۔۔۔ کھانا کھاتے ہی آپ اپنے غم کو بھولنے لگتی ہیں۔۔۔ بس ان چند لمحات کے سکون کے لیے آپ اتنا کھا لیتی ہیں کہ وہ قے کی صورت باہر نکل آتا ہے۔۔۔ یہ ایک انتہائی ٹاکسک بی ہیورل پیٹرن بن چکا ہے آپکا۔ آپ اسے ایسے ہی ختم نہیں کر سکتیں۔ آپکو اس معاملے کو سدھارنا ہو گا جو اس پیٹرن کو شروع کرنے کا باعث بنتا ہے۔۔۔"

وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"میری ورک لائف سب سے بڑا ٹریگر ہے میرے لیے۔۔۔"

"آپ کی فرم میں کام کرتی پچاس سے زائد ایکٹریس اٹینگ ڈس آرڈر کا شکار ہیں۔ اور ان سب کا ٹریگر صرف ایک چیز ہے۔۔۔ ان کی انتہائی اسٹریڈ ورک لائف۔۔۔ آپ اس سب میں اکیلی نہیں ہیں۔۔۔ ایکٹریس کو اٹینگ ڈس آرڈر ز اکثر ہو جایا کرتے ہیں۔۔۔ سیلینہ کو اسکی بات سن کر واقعاً

سکون محسوس ہوا تھا۔ صرف وہ ہی اس سب کا شکار نہیں تھی۔ بلکہ بہت سارے لوگ اس جال میں اسکے ساتھ پھنسے ہوئے تھے۔

"میں اس پیڑن سے بہت بیزار ہو چکی ہوں، معید۔ پلیز میری مدد کرو۔ مجھے اس جال سے آزادی

چاہیے۔" اسکے لمحے میں عجیب سی بے بسی تھی۔ معید سر ہلاتا پیچھے ہو بیٹھا تھا۔ پھر ایک نوٹ پیدا اور پین اسکی جانب بڑھایا۔

"اس پر آپ نے کھانے کے ایب نارمل رویے کا ایک نقشہ بنانا ہے۔ سب سے پہلے اس نقشے کو ٹریگر سے شروع کریں۔ آپکو کیا چیز ایب نارمل طریقے سے کھانے پر اکساتی ہے۔ دوسری چیز۔ آپ کھانا کھانے کے بعد کیسا محسوس کرتی ہیں۔ ہم ان رویوں کو بہت تیزی سے اپنا پیڑن بناتے ہیں، جن رویوں کا نتیجہ ہمیں خوشی دیتا ہے یا پھر اسٹریس سے آزادی دیتا ہے۔ پھر چاہے وہ آزادی چند لمحات کی ہی کیوں نہ ہو۔" سیلینہ اب پیدا پر کچھ لکھ رہی تھی۔ اسٹریس۔ کھانا۔ نتیجہ اسٹریس سے نجات۔ اور گہرا نتیجہ۔ طبیعت کی خرابی۔

"میں اس پیڑن کو بہت دفعہ توڑ چکی ہوں۔ لیکن ایسا کیوں ہوتا ہے کہ یہ بار بار مجھ پر پلٹ آتا ہے۔؟" اس نے پیدا اسکی جانب بڑھاتے ہوئے استفسار کیا تو معید ہلاکا سا مسکرا یا۔ پھر اپنی گھری بھوری آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کیا کبھی بچپن میں آپ کو کھانے کی قلت کا سامنہ رہا ہے، سیلینہ۔؟" اور اسکے ایسے سوال پر وہ لمحہ بھر کو سُن ہوئی اسکا چہرہ تکتی رہی تھی۔ کھانا اسکی زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ رہا تھا۔ جب

اسکی ماں بارہا سٹیسیں تھیں تب بھی اسے لوگوں کا بچا ہوا کھانا پڑتا تھا۔۔۔ پھر جب وہ اپنی ماں کے سرال چلی آئی تب وہاں اس سے اور اسکی ماں سے کھانا چھپا چھپا کر رکھا جاتا۔۔۔ کتنی راتیں وہ بھوک سے بلک کر سوئی تھی۔۔۔ کتنی راتیں اس نے ماں کو روتے ہوئے یہ بتاتے گزاری تھیں کہ وہ بُھوکی ہے۔۔۔

معید کا آفس کہیں بہت پچھے رہ گیا تھا اور اب وہ سڑک پر بے منزل چل رہی تھی۔۔۔ اسکی کار مکینک کے پاس

تھی اسی لیے اسے پیدل ہی سڑک پر چلنا پڑ رہا تھا۔۔۔ اسے اپنے بچپن کے وہ سارے تکلیف وہ لمحات یاد آنے لگے جب وہ بھوک کی شدت سے بلکنے ہوئے سوئی تھی۔۔۔ اسے اس انڈسٹری میں محض ایک شے نے دھکیلا تھا۔۔۔ اور وہ تھی بُھوک۔۔۔ بھوک رہ جانا اس کا سب سے بڑا خوف تھا۔۔۔ کسی بھوک کو دیکھ کر اسے بچپن کی سرد راتوں میں، اپنے اندر پلتی بھوک یاد آجایا کرتی تھی۔۔۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی بھوکوں کو کھلانے پر مجبور ہو جاتی۔۔۔ وہ سڑک پر موجود بھوک کی شدت سے بلکنے ان بے لباس بچوں کو دیکھتی تو اپارٹمنٹ میں کئی پھروں تک چھپ کر روئی رہتی۔۔۔ اسے ان بچوں کی محرومی میں اپنا آپ نظر آیا کرتا تھا۔۔۔

سڑک بہت طویل تھی۔۔۔ شہد رنگ بالوں پر باندھا گیا پھول دار رومال دھوپ میں چمک رہا تھا۔۔۔ وہ اس سڑک پر چلتی کہیں بہت دور نکل آئی تھی۔۔۔ دور۔۔۔ بہت دور۔۔۔

احسن علی سے اسکی ماں کا نکاح ہو چکا تھا۔ وہ ان دونوں کو اپنے گھر لے آئے تھے۔ اسکی ماں نے اسکے رخساروں کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیے۔۔۔ یہاں آنے سے قبل کچھ کہا تھا۔۔۔

"سلیمان۔۔۔ اب ہمارے تکلیف دہ دن ختم بیٹا۔۔۔ اب ہم پیٹ بھر کر کھا سکیں گے۔۔۔" وہ خوش ہو گئی۔۔۔ دو وقت کی روٹی۔۔۔ پیٹ بھر کر۔۔۔ عزت سے۔۔۔ اسے اور کیا چاہیئے تھا۔ لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔۔۔ گھر آتے ہی انتہائی نفرت سے ان دونوں کی جانب دیکھا گیا۔ وہ چھوٹی تھی۔ اسے نفرت کے بارے میں اتنا کچھ خاص پتہ نہیں تھا۔ لیکن اسے اتنا پتہ تھا کہ وہ اور اسکی ماں اس عزت دار گھرانے میں۔۔۔ ایک انتہائی مکروہ حصہ تھے۔ وہ اس گھرانے کے لاکن نہیں تھے۔

احسن علی نے ان کے لیے محاذ پر ہر جنگ لڑی۔ وہ جب تک زندہ رہے تب تک دونوں ماں بیٹی سکون سے کھانا کھا سکے۔ لیکن پھر ان کی اچانک وفات نے ان دونوں کو رزق سے محروم کر دیا۔ گھر کی بھا بھیاں کھانے کے ٹیبل پر انہیں اپنے ساتھ بٹھانا گوارہ نہیں کیا کرتی تھیں۔۔۔ اسکی ماں سارا دن کام کر کے بھی ان کے لیے قابل عزت ثابت نہ ہو سکی۔۔۔ وہ ان کے ساتھ ایک ٹیبل پر بیٹھ کر کھانا کھانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔۔۔

سلیمانہ دروازے کی چوکھ میں کھڑی، محروم نگاہوں سے کھانے کو تکتی رہتی۔۔۔ وہ چھوٹی تھی اور خاصی کمزور بھی۔۔۔ اسکے شہد رنگ بالوں کی دو چھپیا اسکے کندھے پر پڑی ہوتی تھیں۔۔۔ ماہ جبین کے پرانے کپڑے پہنے، وہ محروم نگاہوں سے ان سب کو کھاتے دیکھتی رہی۔۔۔ اس محرومی نے ساری عمر اسکا ساتھ نہیں چھوڑا۔۔۔ رات وہ اپنی ایڑیوں پر اوپنجی ہو کر سلیمانہ پر رکھی روٹیوں کو دیکھتی۔۔۔ وہ سوکھی روٹیاں ہوا کرتی تھیں۔۔۔ اتنی سوکھی کے انہیں حلق سے اتارنا ممکن نہیں تھا۔ وہ انہیں

پانی میں ڈبو کر بمشکل حلق سے اتارا کرتی تھی۔ اسے رونا نہیں آتا تھا۔ اسے پتہ نہیں تھا کہ سوکھی روٹیوں پر رونا چاہیئے۔۔۔

راحمہ اور زبیدہ کے امیر بھائی باہر ملک سے واپس آتے تو گھر کے بچوں کے ہاتھوں میں تھائف سنبلنے سے قاصر ہو جاتے۔ مہنگے پروفیمز، اسٹیشنری، نت نئے رنگوں کی پینسلیں اور خوبصورت جو ہوتے۔ ان کے پاس ہر شے کے ڈھیر لگ جایا کرتے تھے۔ وہ تب بھی دروازے کی چوکھٹ میں کھڑی انہیں تکتی رہتی۔۔۔ اسے یہاں سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں تھی۔ اسکی محرومی سوا ہوتی گئی۔ وہ اندر سے خالی ہوتی جا رہی تھی۔ ماں نے پھر سے کسی بار میں جاب ڈھونڈ لی تھی۔۔۔ شاید یہ اس ایک کم تباہ کو حاصل کرنے والے شوہر کو چھوڑ دینے کا نتیجہ تھا۔۔۔ ایک ذلت جواب تک ان کے چہروں پر مسلط تھی۔۔۔

وہ بھی عمر، ماہ جبین، اور گھر کے مزید بچوں کی طرح کسی کو "بaba" کہنا چاہتی تھی۔ اسکی زبان ترس گئی تھی یہ لفظ کہنے کے لیے۔۔۔ اسے تو احسن کو بھی بابا کہنے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔۔۔ اسے اپنی پوری زندگی میں کسی کو بھی یہ لفظ کہنے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔

اسکی تائیاں اپنے بچوں کو نگاہوں میں تنبیہہ کیا کرتیں۔۔۔ کہ اسکے سامنے کسی بھی تحفے کو نہ کھولیں۔۔۔ نظر لگ جائیگی۔۔۔ وہ ایسی نظریں سمجھنے کے لیے بہت چھوٹی تھی۔۔۔ ان کی تیز نظروں کو معصومیت سے تنکنے کے علاوہ اسکے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا۔۔۔

پھر ماں کی کئی دن گھر نہیں آیا کرتی۔ وہ ان گھر والوں کے رحم و کرم پر رہنے لگی۔ بچوں میں صرف ایک عمر اس سے مانوس تھا۔۔۔ وہ اس سے چھوٹا تھا۔ سیلینہ کو اسے اپنا ساتھ رکھنا اچھا لگتا

تھا۔ لیکن راحمہ اپنے بچے پر اسکا منحوس سایہ پڑ جانے سے ڈرتی تھی۔ اسی لیے وہ اسکی ننھی گود سے عمر کو چھین کر لے جایا کرتی تھیں۔ ساری رات وہ خاموشی سے بستر پر لیٹی عمر کو یاد کرتی رہتی۔ اس نے اپنی زندگی بہت خوفناک تھائی میں گزاری تھی۔ بھوکا رہ جانا۔ اکیلے رہ جانا۔ بھلا دیا جانا۔ اسکے خوف اس کے ساتھ بڑے ہونے لگے تھے۔ پڑھائی میں دلچسپی تھی لیکن اسکی محرومیوں نے اسے پڑھنے نہیں دیا۔ وہ کچھ بڑی ہوئی تو جاب کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی۔ انہی دنوں اسے نظر ملا تھا۔ وہ ایک چھوٹی سی ایجنسی کا ڈائیریکٹر تھا۔ اسکی خوبصورتی اور ضرورت کو دیکھتے ہوئے اسے کام پر رکھ لیا گیا تھا۔ ایکٹنگ میں اس نے اپنی جان کی بازی لگادی۔ وہ ساری زندگی آنسو اپنے اندر رکھتی آئی تھی۔ اس نے وہ سارے آنسو ڈرامے کے سیٹ پر بہا لینے کو ترجیح دی۔ اسکی اداکاری اس قدر تھپرل تھی کہ بڑے بڑے ڈائیریکٹرز کی نگاہیں اس چھوٹی سی لڑکی کی جانب اٹھنے لگی تھیں۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

شہیر نے اسکے پہلے ڈرامے پر اسے بہت برا مارا۔ وہ ایک تھپڑ سے دور جا گری تھی۔ اسکی بالی بھی کان سے ٹوٹ کر دور جا گری تھی۔ بلاشبہ وہ بہت بھاری تھپڑ تھا۔ وہ اسکے چہرے پر نہیں۔ روح پر بر سا تھا۔

"آپ مجھے تھپڑ نہیں مار سکتے، تایا۔ آپ مجھے تھپڑ مارنے کے ہر حق سے محروم ہیں۔" اس نے کپکپاتے لبوں کے ساتھ بس اتنا ہی کہا تھا۔ شہیر اس پر جھکا اور پھر اسے بالوں سے نوج کر کھڑا

کیا۔ وہ اسکے سخت ہاتھوں تلے لرز رہی تھی۔ گھر والے ایک جانب کھڑے سکون سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ عمر اکیڈمی گیا ہوا تھا۔۔۔ نہیں تو وہ اپنے باپ کا ہاتھ ضرور روکتا۔۔۔

"یہ ماں بیٹی۔۔۔ کس چیز کی کمی رکھی ہے تمہارے لیے ہم نے۔۔۔؟ لیکن تم دونوں ناشرکری عورتیں۔۔۔! کبھی عزت کی روئی نہیں کھا سکتی تم دونوں۔۔۔" اس نے اسکے بالوں کو جھٹکا تھا۔ اسکے اندر سب کچھ کرچی کرچی ہوتا جا رہا تھا۔۔۔

"عزت۔۔۔! روئی، روئی ہوتی ہے تایا۔۔۔ اسکا عزت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ میں سوکھی روٹیاں کھا کر بڑی ہوئی ہوں۔۔۔ فرتح کے بند دروازے کو محروم آنکھوں سے دیکھ دیکھ کر اس مقام تک پہنچی ہوں۔۔۔ آپ کے پاس مجھے مارنے کا کوئی حق نہیں ہے۔۔۔ آپ ہر حق سے محروم ہیں۔۔۔" اب کہ رخسار پر پڑنے والا کرخت تھپڑ۔۔۔ مراد کی جانب سے تھا۔ اسکا معصوم رخسار سُرخ ہو گیا تھا۔ بھاری ہاتھ پڑنے کے باعث ہونٹ پھٹ گئے تھے اور اب ان سے خون رس رہا تھا۔۔۔

visit for more novels:

"بکواس کرتی ہے۔۔۔! ہمارے بھائی کی زندگی کو کھانے والی ڈائین بے تو۔۔۔ اور تیری وہ ماں۔۔۔"

اسکے ساتھ ہی اس نے اسے بالوں سے پکڑا اور گھسپٹتا ہوا گھر کے دروازے تک لا یا۔۔۔ دروازے سے اندر آتی شلگفتہ کی آنکھیں لمبے بھر کو پھیل سی گئی تھیں۔ سیلینہ کے چہرے پر تشدید کے نشان تھے اور گھر والے اسے گھر سے باہر پھینک رہے تھے۔۔۔ لیکن پھر کوئی مزاحمت کام نہیں آئی۔۔۔ اسے اور شلگفتہ۔۔۔ دونوں کو کسی گوڑے کی مانند باہر پھینک دیا گیا۔۔۔ وہ روئی رہی۔۔۔ پھر نظر کے پاس چلی آئی۔۔۔ اسکے پاس اپنا کیریر مضبوط کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔۔۔ وہ بھوکا رہنے۔۔۔ اکیلے رہ جانے۔۔۔ اور بھلا دیے جانے سے آج تک خوفزدہ تھی۔۔۔

انڈسٹری والوں نے اسے کئی ہی سالوں میں آسمان پر بٹھا لیا تھا۔ وہ برانڈڈ لباس زیب تن کرنے لگی۔ اسکی رہائش اور سواری سب سے مہنگی تھیں۔ لیکن بچپن کی محرومیاں کبھی ساتھ نہیں چھوڑتی۔ اسکی محرومیاں چھپ ضرور گئی تھیں لیکن وہ آج تک اسکے ساتھ بڑی ہو رہی تھیں۔۔

اپنے ایک ڈرامے کی شُوٹ کے دوران ہی اسے واجد حسن ملا تھا۔ انتہائی نرم دل اور عزت کی نگاہ رکھنے والا واجد۔۔ وہ پہلی ہی نظر میں اسکی دیوانی ہو گئی تھی۔۔ وہ اس سے محبت کرنے لگی تھی۔۔ وہ اسے عزت دے رہا تھا۔۔ اسے ہر عزت دینے والے سے محبت ہو جایا کرتی تھی۔۔ واجد بھی اسے زیادہ دیر تک نظر انداز نہیں کر سکا۔ وہ بہت خوبصورت تھی۔۔ اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔۔ ان دونوں کے درمیان محبت کا رشتہ قائم ہو گیا۔۔ کبھی ساتھ نہ چھوڑنے کے فضیلیں اور وعدوں کا سلسلہ چل نکلا۔۔ وہ اپنے کیریئر کی بلندی پر تھی۔۔ لیکن پھر اس کے ساتھ وہ ہوا جو اسے۔۔ اس بلندی سے پستی میں لیے آگرا۔۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

اور وہ۔۔ واجد حسن کے لیے۔۔ ایک ناقابلِ قبول انسان ثابت ہو گئی تھی۔۔!

سرک تھم گئی تھی۔۔

اس نے رخساروں کو چھو کر دیکھا تو وہ بھیگے ہوئے تھے۔۔ سرک ختم ہو چکی تھی لیکن ماضی کی تکلیف دہ یادیں اب تک ساتھ تھیں۔ وہ داخلی دروازے سے اپارٹمنٹ کی عمارت میں داخل ہوئی۔۔

پھر لفت کی جانب چلی آئی۔۔۔ ابھی لفت کا دروازہ بند ہونے ہی لگا تھا کہ سیاہ دستانے والا ہاتھ لمحہ بھر کو دروازوں کے درمیان آیا۔۔۔

انسانی موجودگی کے باعث دروازہ پھر سے کھل گیا تھا۔ سیاہ لباس میں ملبوس شخص اندر داخل ہوا۔۔۔ اسکے چہرے پر سیاہ ماسک چڑھا تھا اور سر پر کیپ لیے وہ نظریں جھکائے اندر داخل ہوا تھا۔ لفت کا دروازہ بند ہو گیا۔۔۔ سیلینہ نے ایک سرسری سی نگاہ اس شخص پر ڈالی تھی۔ اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پاتی آگے والے نے اسکے گلے میں موٹی سی رسی ڈال کر پیچھے کی جانب زور سے کھینچا تو وہ کھانستی ہوئی آگے جھکی۔۔۔ اسکا سانس بند ہو رہا تھا۔ وہ ہاتھ مارتی بمشکل لفت کے بٹن دبانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ کھینچا تانی میں اسکا رومال گھل کر لفت میں ہی گر گیا تھا۔ حملہ آور پوری قوت سے رسی پیچھے کی جانب کھینچ رہا تھا۔۔۔ وہ ہمت ختم ہونے پر بے ساختہ ہی گھٹنوں کے بل جھکی تھی۔۔۔ گلے سے رسی نکلنے کو شش میں اس نے اپنے ناخنوں سے اپنی ہی گردن زخمی کر لی تھی۔۔۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

اسکا سانس حلق کے بالکل آخری حصے میں اٹکا ہوا تھا۔۔۔ لفت کے بٹن پر رکھا اسکا ہاتھ کپکیا کر نیچے آگرا تھا۔۔۔

زبیر اینڈ سنر کمپنی کا چھوٹا بیٹا اسکا فین تھا۔ لیکن اسے پتہ نہیں تھا کہ وہ ایک اسٹاکر فین ہے۔۔۔ ٹاکسک فین۔۔۔ اس نے اسے اپنی پارٹی میں مدعو کیا تھا۔۔۔ اور پھر اسکے مشروب میں ڈرگز گھول کر اسے پلاڈی تھیں۔۔۔ اگلے کی گھٹنوں میں پولیس کی آمد کے ساتھ ہی وہ نشے میں ڈھت برآمد کر لی گئی تھی۔۔۔ اسکے ٹیسٹ کروانے پر پتہ چلا کہ وہ ڈرگز لے چکی تھی۔۔۔ اسکے کیریئر کی بلندی زمین پر

آگری تھی۔۔ اس اسکینڈل نے کبھی اس کی جان نہیں چھوڑی۔۔ واجد جو اس سے شادی کرنے ہی والا تھا۔۔ اب کبھی اسے اپنی بیوی نہیں بنا سکتا تھا۔۔ وہ ایک بد کردار ایکٹریس ثابت ہوئی تھی۔۔ وہ اس کی بیوی کیسے بن سکتی تھی۔۔

کپکپاتا ہاتھ زمین پر رکھے وہ کھینچ کر سانس لے رہی تھی۔۔ اسکی آنکھوں سے کئی آنسو ٹوٹ کر گرے۔۔ شدت پر اسے لگا گویا اسکے پھیپھڑے پھٹنے کو ہیں۔۔

کیا یہ اسکا انت تھا؟ ایک محروم ایکٹریس کا انعام۔۔!

واجد حسن۔۔ ماں۔۔ محروم زندگی۔۔ شہیر کے ہاتھوں پڑی مار۔۔ بھوک کی اذیت۔۔ اذیت پر اذیت۔۔ اسکی مزاحمت دم توڑ رہی تھی۔۔ وہ مر رہی تھی۔۔ وہ مرنے والی تھی۔۔ کہ یکایک لفڑ کے دونوں دروازے ایک دوسرے سے جُدا ہوئے۔۔ اور کسی نے حملہ آور کو زور دار لات ماری تو وہ پچھے دیوار سے جا لگا۔۔

visit for more novels:

اسے سمجھ نہیں آیا۔۔ وہ نیم بیہو شی کی حالت میں تھی۔۔ آنے والا حملہ آور کو بری طرح مار رہا تھا۔۔ لیکن حملہ آور اسکی گرفت سے نکل کر بھاگ چکا تھا۔۔ اس شخص کے پاس فی الحال اسکے پچھے بھاگنے کا وقت نہیں تھا۔۔ سیلینہ کا وجود ہوا سے بھی زیادہ ہلاکا ہو گیا تھا۔۔ اسے سانس نہیں آرہا تھا۔۔ پھیپھڑے جیسے سانس لینے سے انکاری ہو گئے تھے۔۔

اسکا مسیحا اب اسے سیدھا کیے اس پر جھکا ہوا تھا۔۔ اسکی ادھ کھلی آنکھیں اسے تک رہی تھیں۔۔

وہ شاید اسکا رخسار خپٹھپا کر کچھ کہہ رہا تھا۔۔۔ وہ اسے سن نہیں پا رہی تھی۔۔۔ سب دھندا ہوتا جا رہا تھا۔۔۔ اور پھر۔۔۔ اس شخص نے اسے اپنے ہاتھوں میں اٹھالیا۔۔۔ اب وہ اسے لیے تیزی سے آگے بھاگ رہا تھا۔۔۔ اذیت جیسے قسم رہی تھی۔۔۔ وہ بیہوش ہوئی اسکے ہاتھوں میں چھوول رہی تھی۔۔۔ اسے بس بچانے والے کی آنکھیں یاد تھیں۔۔۔

وہ سرمی آنکھیں تھیں۔۔۔

خوبصورت اور سرمی۔۔۔!

وہ آنکھیں بند کیے دراز تھی۔۔۔ وہ آنکھیں کھولنا چاہتی تھی لیکن نشہ آور دوائیوں کے زیر اثر اسے پلکیں جُدا کرنا ڈشوار معلوم ہو رہا تھا۔۔۔ یکایک اسے اپنے رخسار پر کسی کا ہاتھ محسوس ہوا۔۔۔ ٹھنڈا سا لمس۔۔۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

وہ ہاتھ اب رخسار سے پھسل کر اسکی زخمی گردن پر آٹھرا تھا۔۔۔ اور پھر اسے کسی کی گرم سانسیں اپنے کان کے بے حد قریب محسوس ہوئی تھیں۔۔۔ اسے اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔ کیا وہ کوئی خواب دیکھ رہی تھی۔۔۔؟

"Be happy happy happy and seize the day of pleasure.."

کوئی اسکے بے حد قریب آہستگی سے گنگنا یا تھا۔۔۔ اسے اپنا جسم پسینے میں شرابور ہوتا محسوس ہوا۔۔۔ اور پھر ایک جھٹکے سے اسکی آنکھ کھل گئی۔۔۔ اسکا جسم واقعتاً پسینہ ہو رہا تھا۔۔۔ رخسار پر وہ دہلتا لمس

اب تک موجود تھا۔ اسے اپنی گردن اندیکھے لمس تلے سُلگتی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ ایک خواب تھا۔ ہاں بس۔ ایک خوفناک خواب۔!

اگلی دفعہ اس نے آنکھیں کھولیں تو ہسپتال کی بے داغ سی اوپنجی سفید چہت نگاہوں کے سامنے لہرائی۔ اسے

آنکھیں کھولنے میں ڈشواری سی ہو رہی تھی۔ پلکیں کسی اندیکھے بوجھ تنے دبی معلوم ہو رہی تھیں۔ آہستگی سے پلکیں جھپکتی وہ ہاتھوں پر زور دیتی اٹھنے ہی لگی تھی کہ کسی کی آواز پر چونک کر رُک سی گئی۔

"لیٹی رہو۔ ڈاکٹر نے ابھی اٹھنے سے منع کیا ہے۔" یوول تھا۔ پاس چلا آیا۔ پھر اسے تکیوں کا سہارہ دیتا ٹھیک سے بٹھانے لگا۔ سیلینہ کو ٹھوک نگتے ہوئے شدید تکلیف ہو رہی تھی۔ گردن پر موجود زخموں میں جلن ہوئی تو وہ کراہی۔

"کیا ہوا۔؟ درد ہو رہا ہے۔؟" یوول کی فکرمند سی آواز پر اس نے محض سر ہلایا تھا۔ وہ کئی دنوں سے کھانا ٹھیک سے نہیں کھا رہی تھی۔ اور اسی لیے اس لمحے شدید کمزوری کا احساس ہو رہا تھا۔ پھر یکخت ہی چونک کر آس پاس دیکھا۔ ہسپتال کا کمرہ سفید قمقوں سے روشن تھا اور کھڑکی کے پار موجود شام ڈھلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے حیرت سے یوول کی جانب دیکھا تھا۔

"اتنی دیر کیسے ہو گئی۔؟ میں کب سے ہوں ہاسپیٹل میں۔؟" اسے حملہ یاد تھا۔ حملہ آور بھی یاد تھا۔ اسے وقت اور جگہ بھی یاد تھی۔"

"تم شاک کی وجہ سے بیہوش ہو گئی تھیں۔ ڈاکٹر نے مکمل آرام کی غرض سے نشہ آور دوائیاں دی تھیں۔ اسی لیے تھوڑی دیر ہو گئی۔" وہ اب کرسی کھینچے اسکے بستر کے پاس ہی بیٹھ گیا تھا۔ پھر آنکھوں میں ڈھیروں نرمی لیے اسے دیکھنے لگا۔ وہ اسے ایک ہی دن میں بے حد مض محل محسوس ہو رہی تھی۔

"ایسے کیوں دیکھ رہے ہو۔؟" اس نے زور لگا کر کہا۔ حلق میں تکلیف سی اُبھری۔"

"دیکھ رہا ہوں کہ ایک دن میں ہی کتنی کمزور ہو گئی ہو تم۔ نظر بھائی بھی کہہ رہے تھے کہ تمہارا وزن بہت زیادہ لوز ہوا ہے۔ اتنی جلدی۔ اتنی تیزی سے وزن گرنا اچھی بات نہیں ہوتی۔" وہ نرمی سے کہہ رہا تھا۔ اس نے گھر اسانس لیا۔

"اینگ ڈس آرڈر۔!" بس دو لفظ کہے تھے اس نے۔ یوول کو اسکی نفسیاتی کمزوریوں کے بارے میں علم تھا۔ جب وہ اسکے لیے کام کرتا تھا تب اسے معید کے پاس بھی وہی لے کر جاتا تھا۔

"ڈاکٹر معید سے بات کی۔؟"

"کی تھی۔ پیڑن بہت مضبوط ہو گیا ہے۔ پھر سے توڑنے کے لیے بہت محنت اور توجہ درکار ہے۔" اسکی تھکن زدہ سی آواز اُبھری۔ یوول کو جانے کیوں دکھ سا ہونے لگا۔

"اسکرپٹ کا کیا بنا۔؟" اسکے پوچھنے پر وہ یکدم ہی سیدھا ہو بیٹھا تھا۔ پھر نفی میں سر ہلایا۔۔

"شايد اب تمہیں اسکرپٹ نہ مل سکے۔"

"کیوں۔۔!"

"بادی گارڈ یا سر عالم نے کہا ہے کہ تم اسکرپٹ لینے کہیں نہیں جاؤ گی۔۔ بلکہ ڈائیریکٹرز تمہیں اسکرپٹ دینے خود آئیں گے۔ ایسا چونکہ ممکن نہیں ہے تو شاید وہ رول عمریہ زاہد کو دے دیا جائے۔۔"

اس نے بے چین سا سانس خارج کیا تھا۔ ایک کام خدا خدا کر کے مل رہا تھا۔ وہ اس آئے ہوئے رزق کو کسی اور کی جھوٹی میں گرتا ہوا نہیں دیکھ سکتی تھی۔۔

"بادی گارڈ یا سر۔۔! اچھا تو اسکا نام یا سر ہے۔۔ خیر۔۔ وہ کون ہوتا ہے میرے فیصلے لینے والا۔۔؟ یہ میرا کام ہے اور مجھے ہی کرنا ہے۔ تم تاریخ طے کرو۔۔ میں ان سے اسکرپٹ لینے ضرور جاؤں گی۔۔"

تکلیف اب قدرے کم ہو گئی تھی۔ فکرِ معاش لاحق ہوئی تو ہر تکلیف دھول بن کر عنقا ہوتی محسوس ہونے لگی۔۔

وہ ایک طرح سے ٹھیک کہہ رہا ہے۔ تم پر ایک رات پہلے بھی جملہ ہوا تھا۔ یہ سب اتفاق نہیں " ہو سکتا۔

"میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتی، یوول۔۔! میرے پاس جانے کے لیے کوئی جگہ موجود نہیں ہے۔ میں کماوں گی نہیں تو کھا بھی نہیں سکوں گی۔ میں نے سب کچھ چھوڑ کر اس زندگی کو اپنایا

تھا۔ میں اسے ایسے نہیں گنو سکتی۔۔۔ "وہ جذباتی ہوئے بغیر صاف لمحے میں کہہ رہی تھی۔ کبھی کبھی یوول کو لگتا تھا کہ سیلینہ جتنا کوئی سمجھدار نہیں۔۔۔ اور کبھی کبھی اسے اس جتنا بیوقوف بھی کوئی نہیں لگتا تھا۔۔۔

"میں تمہیں کام چھوڑنے کا نہیں کہہ رہا۔ لیکن ہم تھوڑا انتظار تو کر سکتے ہیں نا۔۔۔!"

"پچھلے ایک سال سے میں انتظار ہی کر رہی ہوں۔ مزید انتظار پیکار ہو گا۔۔۔" وہ اب بستر پر اٹھ بیٹھی۔ پھر چونک کر یکدم رُک سی گی۔

"لفٹ سے مجھے ہاسپٹل تم لے کر آئے تھے۔۔۔؟" اس کے پوچھنے پر یوول جو سیدھا ہو رہا تھا، گھبر گیا۔ پھر دھیرے سے نفی میں سر ہلایا۔

"یا سر عالم۔۔۔" وہ اسکے جواب پر حیران ہوئی تھی۔ پھر پیر نیچے اتارتے ہوئے نامجھی سے اس کی جانب دیکھا۔۔۔

"وہ وہاں کیا کر رہا تھا۔۔۔؟" لا علمی کے باعث یوول نے محض کندھے اچکائے تھے۔

"تمہیں ہاسپٹلانز کرنے کے بعد مجھے ایک کال موصول ہوئی کہ تم یہاں ہو۔ جب میں آیا تو تم نر سس کے زیر گرانی بیہوش تھیں۔ وہ میرے آنے سے پہلے ہی چلا گیا تھا۔۔۔"

"لیکن وہ پہلی دفعہ میرے اپارٹمنٹ آیا ہی کیوں تھا۔۔۔؟" وہ اُلٹھ رہی تھی۔ یوول بھی اب اسکے ساتھ ہی اٹھ

رہا تھا۔

"تمہارے ہا سپٹل کا بل بھی پے کر دیا گیا تھا۔ ڈاکٹرز کو خاص ہدایات بھی دی گئی تھیں کہ میرے علاوہ تمہارے کمرے میں کسی کو بھی داخل نہ ہونے دیں۔ اُس جست آبادی گارڈ تھنگ، یو نو۔" یکاکی اسکا فون بجھنے لگا تو وہ اس طرف کو متوجہ ہوا۔ سیلینہ اب جھک کر اپنے سینڈل کے اسٹرپس بند کر رہی تھی۔ بالوں کو دونوں ہاتھوں سے جھوڑے میں گوندھتی وہ یوول کے چونکے ہوئے چہرے کو بغور دیکھ بھی رہی تھی۔

"میں ابھی نہیں آسکتا نظر بھائی۔" سیلینہ اکیلی ہے۔ "اس نے دبی سی آواز میں دانت کچکچا کر کہا لیکن وہ اسے سن چکی تھی۔ گھر اسنس لے کر وہ اٹھی اور اسکے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ وہ سُرخ چہرے کے ساتھ رابطہ منقطع کر رہا تھا۔ پھر خفیف سا سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کیا ہوا۔؟ نظر بھائی ٹلار ہے ہیں۔؟"

"ہا۔" اسے نہ چاہتے ہوئے بھی جواب دینا پڑا۔ سیلینہ نے نرمی سے مسکرا کر اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ چونکا۔

"یوول، میرے علاوہ بھی تمہاری زندگی میں بہت سے مسائل ہیں۔ خود کو مجھ پر ضائع مت کرو۔ جاؤ۔ میں چلی جاؤں گی۔"

"لیکن تمہارے پاس کار بھی نہیں ہے۔" اسے جیسے سیلینہ کی بات پسند نہیں آئی تھی۔

"میں پیدل جاسکتی ہوں۔۔ تھوڑا سا تو راستہ ہے۔ جانتے ہو ناں میں نے بڑے اور کٹھن راستے عبور کیے ہیں۔ جاؤ۔۔ عمیرہ زاہد کے کام میں کوتاہی کا مطلب جانتے ہو ناں۔۔؟" اور اب کہ وہ پورا سرخ ہو گیا تھا۔۔ آہ۔۔

سیلینہ کو پتہ تھا کہ نظر اسے عمیرہ کے کام کے لیے بلارہا تھا۔
"آئی ایم رسائلی سوری۔۔" وہ مسکرا کر سر نفی میں ہلاتی جا رہی تھی۔۔
یہ تمہارا کام ہے۔۔ اب جاؤ۔۔ اور مجھے اس ڈائیریکٹر سے اسکرپٹ لینے کی تاریخ معلوم کر کے "بتاؤ۔۔"

"تم اسکرپٹ لینے نہیں جاؤ گی۔۔" دروازہ گھلا اور کوئی اسکی بات قطیعت سے کاٹتا ہوا اندر داخل ہوا۔ یوول اور وہ ٹھیک کر دروازے کی جانب گھومے تھے۔ وہاں سرمی آنکھوں والا گارڈ کھڑا تھا۔
یوول نے اگلے ہی پل جلدی سے خدا حافظ کہا اور یاسر کے ساتھ سے نکل گیا۔۔

"یہ فیصلہ میں کروں گی۔۔" وہ ہاتھ باندھ کر بولی تھی۔ یاسر نے لحظہ بھر کو اسے دیکھا۔ پھر آگے بڑھ آیا۔ اسکے زوم کا باریک بینی سے جائزہ لینے لگا۔ سیلینہ اسے گردن پھیرے دیکھ رہی تھی۔۔

"کیا یوول کے علاوہ کوئی یہاں آیا تھا۔۔؟" اس نے رُک کر پوچھا تو سیلینہ کو یکدم وہ خواب یاد آیا۔ اس نے بے ساختہ ہی اپنا سلگتا رُخسار چھووا تھا۔ وہ گنگنا تا سا لجھے۔ اسے جھر جھری آئی تھی۔۔

"یوول کے علاوہ کوئی نہیں آیا۔۔" ایک خواب کی پناپر وہ اسے شک میں بُتلا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ سر ہلاتا اسکے قریب چلا آیا۔ لمحے بھر کو نگاہیں اسکی نشان زدہ گردن کی جانب پھسلیں۔۔

"اسکرپٹ لینے تم نہیں جاؤ گی--"

"تم کس حیثیت سے منع کر رہے ہو مجھے؟"

"ایک گارڈ ہونے کی حیثیت سے--"

"تم میرے گارڈ نہیں ہو۔۔۔ نہ میں نے تمہیں یہ حق دیا ہے۔۔۔ اس نے جواب نہیں دیا۔۔۔ جواب دینا ضروری ہی نہیں سمجھا۔۔۔

خاموشی سے دروازہ دھکلیتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔۔

سیلینہ اسکے پیچھے آ رہی تھی۔۔۔ ایک کندھے پر پرس بھی ٹنگا تھا۔۔۔ کمزوری کے باعث اسے لمحے بھر کو چکر سے آئے۔۔۔

"تم میرے کام میں مداخلت نہیں کر سکتے۔۔۔" وہ خاموشی سے آگے چلتا رہا۔۔۔ سیلینہ کو اسکے ساتھ قدم ملانے میں ڈشواری ہو رہی تھی۔۔۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"مجھے کوئی شوق نہیں ہے مداخلت کرنے کا۔۔۔ لیکن ایجنسی کی سیکیورٹی بھی کسی چیز کا نام ہے۔۔۔ تم پر دو دفعہ حملہ ہو چکا ہے۔۔۔ مزید مجھے کچھ نہیں کہنا۔۔۔"

"اتنے سرد ہو تم۔۔۔ پھر تمہاری آنکھیں کیسے اتنی نرم ہیں۔۔۔؟" وہ ٹھہر کر یکدم زور سے بولی تو یاسر کے بڑھتے قدم رُک گئے۔۔۔ سیلینہ گھرے سانس لیتی اس سے پیچھے کھڑی تھی۔۔۔ وہ آہستہ سے پلٹا۔۔۔ ابرو لمحے بھر کو حیرت سے اوپنے ہوئے تھے۔۔۔

"کیا۔۔۔؟"

"جب تم نے مجھے بچایا تھا۔ تب تمہاری یہ سرمی آنکھیں بہت وارم لگ رہی تھیں۔ اب اتنی سرد کیوں لگ رہی ہیں۔؟" وہ جانے کس بات پر خفا ہو رہی تھی۔ اسے لگا وہ رونے والی ہے۔ سڑک کے اطراف میں موجود درختوں کی ایک طویل قطار کے ساتھ وہ دونوں ایک دوسرے سے قدرے فاصلے پر کھڑے تھے۔ درختوں پر لگے سنہرے قمیں لمحے بھر کو جل اٹھے۔

"تم بچانے کی بات کر رہے ہو۔ سیکیورٹی کی بات کر رہے ہو۔ اور اتنے سرد انداز میں کر رہے ہو کہ مجھے رونا

آرہا ہے۔ حالانکہ ہر جگہ مشہور ہے کہ میں نہیں رو تی۔ حالات کتنے ہی کٹھن کیوں نہ ہو جائیں۔ میں کبھی نہیں رویا کرتی۔" اسکی آنکھوں میں بے ساختہ ہی نمی سی ڈبڈبائی۔ سب کچھ لمحے بھر کو دُھندا لا گیا تھا۔ درختوں کے قمیں اور یاسر کا بلند سراپا۔ سب کچھ نمی کے باعث دُھندا محسوس ہو رہا تھا۔

visit for more novels:

"تم بہت تیز چل رہے ہو۔ میں تم سے قدم نہیں ملا پا رہی مجھے چکر آرہے ہیں۔ کسی بھی لمحے بیہوش ہو کر گر سکتی ہوں میں۔ لیکن تم انتہائی اُکھڑے ہوئے انداز میں باتیں کرتے ہوئے آگے ہی آگے جا رہے ہو۔ ایک بار بھی پیچھے مُڑ کر نہیں دیکھ رہے۔ کیا گارڈز ایسے ہوتے ہیں۔؟" اسکا دل کیا سڑک کا خیال کیے بغیر بلند آواز سے رونے لگ جائے۔ وہ انگشت بدندال اسکے زخمی انداز کو دیکھ رہا تھا۔ بہت سے لوگ بھی سڑک پر رُک کر انہیں دیکھنے لگے تھے۔

"تم اسکرپٹ لینے کے لیے جانے نہیں دے رہے۔ تم کچھ نہیں جانتے کہ کام نہ ہونا کس قدر اذیت ناک ہوتا ہے۔ تمہاری ایسی سیکیورٹی کا میں کیا کروں جب مجھے اپنے رزق کی فکر ہی ختم

کر رہی ہے۔ اتنے ہی جینٹل میں ہو تو مجھے تم خود کیوں اسکرپٹ لا کر نہیں دے دیتے۔" سانس بُری طرح پھول رہا تھا اور وہ تیز تیز کہتی جا رہی تھی۔ کئی مہینوں کا غبار تھا جو اس نے یاس پر نکال دیا تھا۔ سامنے کھڑے بے تاثر سے گارڈ کے حلق میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔ پھر وہ آہستگی سے قدم اٹھاتا اسکی جانب بڑھ آیا۔ ایک فاصلے پر آ کر ٹھہر بھی گیا۔ قمقوں میں اسکا چہرہ واضح ہوا تھا۔

"اب مجھے یہ بتاؤ کہ تم میرے ساتھ کیوں چل رہے ہو۔۔۔؟" وہ اسکے پاس آ کر کھڑا ہوا تو اس نے تیز تنفس کے ساتھ پوچھا۔ یاسر کا چہرہ سنجیدہ ہی رہا۔

"تم لفت سے اپنے اپارٹمنٹ تک نہیں جا سکتی۔"

"ہاں۔۔۔؟" اسکا جواز سمجھ نہیں آیا تھا۔

"تم پر آج دوپہر میں لفت کے اندر حملہ ہوا تھا۔ تم اکیلے لفت سے اپنے اپارٹمنٹ تک نہیں جا سکو گی۔ انسان ہونے کے ناطے ہم اسی فیصلہ ایسی جگہوں پر جانے سے اعتراض بر تھے ہیں، جہاں ہمارے ساتھ کوئی ناگوار حادثہ پیش آیا ہو۔ لیکن تم اس بارے میں نہیں سوچ رہیں کیونکہ تمہیں مجھے کوئی سے فرصت نہیں مل رہی۔" اور اسکے ذہن میں یکدم ہی جھماکہ سا ہوا تھا۔ وہ واقعًا اس واقعے کے بعد لفت سے اپارٹمنٹ تک نہیں جا سکتی تھی۔ لفت کا سوچ کر ہی اسکا دم گھٹنے لگا تھا۔

"لیکن تم۔۔۔"

"میں تمہیں اکیلے سیڑھیوں سے بھینے کا رسک نہیں لے سکتا۔ یہ میری جاب ہے۔۔۔ مزاق نہیں ہے۔۔۔" اسکی سنجیدگی اتنی گہری تھی کہ سیلینہ لمحے بھر کو کچھ بول نہیں سکی۔

"لیکن۔۔۔ تم کیوں میرے پیچھے صرف اس خیال سے آؤ گے کہ میں لفت سے اپنے اپارٹمنٹ تک نہیں جاسکتی۔۔۔؟ تم اتنے رحمدل نہیں لگتے۔"

"میں اتنا رحمدл ہوں بھی نہیں، محترمہ۔۔۔ یہ میری۔۔۔ جاب ہے۔۔۔ جاب سمجھتی ہیں آپ۔۔۔؟" اسے اب شدید کوفت ہو رہی تھی۔ اسے وہ پوری تفصیلات دے نہیں سکتا تھا اور وہ تھی کہ ادھورے جواب پر راضی ہونے کے لیے تیار نہیں تھی۔۔۔

"کیا تم واقعی اسٹاکر نہیں ہو۔۔۔؟" وہ مشکوک ہو چکی تھی۔ اف۔۔۔ اس نے ضبط سے آنکھیں بند کر کے کھولیں۔ ہر بات آخر اسٹاکر پر جا کر کیوں ختم ہوا کرتی تھی؟ وہ اسے جواب دیے بغیر تیزی سے آگے بڑھ آیا تھا۔

visit for more novels:

"نہیں نہیں۔۔۔ تم اسٹاکر نہیں ہو سکتے۔۔۔ اسٹاکر زانتے ہیں۔۔۔ نہ وہ ہیلز لا کر دیتے ہیں۔۔۔ نہ ہی سڑک پر مفلر دیتے ہیں۔۔۔ نہ ہی کلب میں بچانے آتے ہیں۔۔۔ نہ ہی لفت سے بیہوش ایکٹریں کو گود میں اٹھا کر ہاسپٹل لے کر جاتے ہیں۔۔۔ نہ ہی وہ بلاوجہ کی بحث کرتے ہیں۔۔۔ اور بد تیز تو بالکل بھی نہیں ہوتے۔۔۔" وہ اسکے ساتھ تیزی سے چلتی خود کی یقین دہانی کروارہی تھی۔ وہ اسکی کسی بات کا جواب نہیں دینا چاہتا تھا۔

اسکا اپارٹمنٹ ہسپتال سے زیادہ دور نہیں تھا۔ شیشے کا داخلی دروازہ دھکیل کر وہ دونوں ایک ساتھ ہی اندر داخل ہوئے۔

"میں سیڑھیوں سے چلی جاؤں گی، یا سر۔۔۔ تم جاسکتے ہو۔۔۔" وہ مزید اسکا احسان نہیں لینا چاہتی تھی۔
لیکن وہ تو جیسے اسے سن ہی نہیں رہا تھا۔ لفت کا دروازہ گھلا تو اس نے اسے ابرو سے اندر بڑھ
جانے کا اشارہ کیا۔ وہ چاروں ناچار اندر کی جانب بڑھ ہی گئی۔۔۔ وہ بھی اگلے ہی پل اندر آیا تھا۔ اندر
پہلے سے اک لڑکا موجود تھا۔۔۔ سیاہ جیکٹ میں ملبوس۔۔۔

یا سر نے خاموشی سے اسے اپنی دوسری جانب کر لیا۔ اسے احساس نہیں ہوا لیکن وہ اسکی آہستین
کو سختی سے جکڑے ہوئے تھی۔ پیشانی پر پسینہ تھا اور آنکھیں خوفزدہ سے انداز میں بار بار اس
جیکٹ والے لڑکے کی جانب اٹھ رہی تھیں۔

لفٹ کا راستہ عبور کر کے وہ دونوں اسکے اپارٹمنٹ کی جانب بڑھ آئئے تھے۔ اندر داخل ہو کر وہ
چہرہ پھیرے اسکی جانب مڑی۔۔۔

"تم صبح میرے پارٹمنٹ کیوں آئئے تھے۔۔۔؟"

visit for more novels:

"کچھ تفصیلات درکار تھیں مجھے۔۔۔"

"کیسی تفصیلات۔۔۔؟" اسکا ما تھا اٹھنکا۔۔۔ یا سر نے گھر اسنس لے کر سر نفی میں ہلایا۔ گو کہ وہ اسے
 بتانا چاہتا تھا لیکن رات کے اس پھر وہ اسے مزید خوفزدہ نہیں کر سکتا تھا۔۔۔

"ابھی نہیں۔۔۔ پھر بات کریں گے اس بارے میں۔۔۔ اور آج رات اکیلی نہ رہو تو بہتر ہو گا۔۔۔ کسی
گھر والے کا اٹھرنا مناسب ہے۔۔۔" اسکے کہنے پر اسے یاد آیا کہ ماں تو سہیلیوں کے ساتھ کیمپنگ

کرنے کئی ہوئی تھی، یوول مصروف تھا اور سارہ اس شہر میں موجود نہیں تھی۔۔۔ سارہ اسکی بچپن کی سہیلی تھی جو فی الحال کام کے سلسلے میں دوسرے شہر میں موجود تھی۔۔۔

یاسر نے اسکے خاموش چہرے کو دیکھا اور پھر گھر اسنس لیا۔ پھر ہاتھ آگے بڑھایا تو وہ چونکی۔۔۔ "اپنا فون دو۔۔۔" اس نے اسے فون دے دیا۔۔۔ اگلے ہی لمحے اس نے اپنا نمبر محفوظ کر کے فون اسکی جانب بڑھادیا تھا۔۔۔

"میرا نمبر ہے تمہارے پاس۔۔۔ کوئی ایمیر جنسی ہو تو کال کر سکتی ہو تم۔۔۔"

"کہیں تم مجھے پسند تو نہیں کرنے لگے۔۔۔؟" اور آخر کار اس نے پوچھ ہی لیا۔۔۔ انتہائی سیلینہ نما سوال۔۔۔ یاسر کو جیسے اسکے سوال پر یقین نہیں آیا تھا۔۔۔

"واٹ۔۔۔؟"

visit for more novels: www.urdunovelbank.com

"ہر خیال رکھنے والا آپکو پسند کرے ایسا ضروری نہیں ہے۔۔۔"

"مجھ میں کیا خرابی ہے۔۔۔؟ آدھے ملک کے لڑکے مرتے ہیں مجھ پر۔۔۔ ابھی ایک کال دوں تو قطار لگ جائیگی

لڑکوں کی۔۔۔" شہد رنگ بالوں کو جھٹک کر کہا تو وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔۔۔

"دروازہ ٹھیک سے بند کرو۔۔۔ بلاوجہ کسی کے لیے مت کھولنا۔۔۔ کوئی بھی مشکوک حرکت محسوس ہو تو مجھے فوراً کال کرنا۔۔۔ فی الحال کچھ بھی لینے کے لیے گھر سے باہر نہ نکلو تو بہتر ہو گا۔۔۔"

"میرے پاس ملازم نہیں ہے جو مجھے باہر سے کچھ لا کر دے گا۔۔۔ یوں بھی بزی ہے۔۔۔" وہ ستائیں سالہ ایکٹریس کہیں سے نہیں لگ رہی تھی۔ اسے لگ گویا وہ کسی پانچ سالہ بگڑی لڑکی سے مخاطب ہو۔۔۔ اسے خود پر لمحے بھر کو ترس سا آیا تھا۔۔۔

"تم مجھ سے رابطہ کر سکتی ہو۔۔۔ لیکن۔۔۔" وہ ٹھہرا تھا۔۔۔ " بلاوجہ پریشان نہیں کرو گی تم مجھے۔۔۔" اسے تنبیہہ کر کے وہ چلا گیا۔ سیلینہ نے مسکرا کر دروازہ بند کیا۔ اسے نہیں پتہ تھا کہ وہ کیوں مسکرا رہی ہے۔۔۔ اس کا اسے بلاوجہ پریشان کرنے کا خیر سے بہت زیادہ ارادہ تھا۔۔۔

وہ نیچے اترتا تو اسکا فون بجھنے لگ۔ اس نے رسیو کر کے کان سے لگایا۔

"گارڈ جی۔۔۔ تھینک یو۔۔۔ بہت اچھے ہو تم۔۔۔ اور تمہاری آنکھیں تو بہت ہی پیاری ہیں۔۔۔"

"سیلینہ۔۔۔!" اور اسکی آواز سن کر اس نے ایک جھٹکے سے رابطہ منقطع کر دیا تھا۔ اس نے بے یقینی سے فون کو دیکھا تھا۔ کیا اس سے غلطی ہو گئی تھی۔۔۔؟ اتنی بے باک تو جو لیا بھی نہیں تھی جو اسے کہتی کہ اسکی آنکھیں پیاری ہیں۔۔۔ اف۔۔۔ اس نے جھر جھری سی لی تھی۔۔۔

کہاں پھنس گیا تھا وہ۔۔۔؟

اپنے اپارٹمنٹ کی گلاس وال سے اسے جاتا دیکھتی سیلینہ کو یکدم ہی بہت مزہ آیا تھا۔ اپنے موبائل میں محفوظ یا سر کا نمبر دیکھ کر اسے خوشگوار سی لہر نے گھیر لیا تھا۔ اسے اپنے اوپر ہوا جملہ جیسے

نہولے لگا تھا۔ اس بس اب اس گارڈ کی سرمنی سی پیاری آنکھیں ہر جگہ محسوس ہونے لگی
تھیں--

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com

A screenshot of a Google search results page. The search query 'urdud novel bank' is entered in the search bar. The top result is a link to 'Urdu Novel Bank' with the URL <https://www.urdunovelbank.com>. The page title 'Urdu Novel Bank' is visible, along with a brief description: 'interesting and best famous urdu novels free Pdf Download on One click. all Categories new and old urdu novel stories..'. Below the search bar, there are filters for 'All', 'Images', 'News', 'Videos', 'Books', and 'Sea'. The overall background shows a blurred image of a person holding a book.

Urdu Novel Bank

interesting and best famous urdu novels free Pdf
Download on One click. all Categories new and
old urdu novel stories..

[All Urdu Novels List](#)

Urdu Novel Bank
website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں ---

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

()

اور پھر اپنی ہی جگہ ٹھہر سا گیا۔ راہداری کے پار لائٹ جل رہی تھی۔ وہ اس لائٹ کو بُجھانے رکھتا تھا۔ اس نے آہستگی سے قدم آگے بڑھائے اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھ پاتا۔ وہ اپنی جگہ ہی رُک گیا۔

اسکے اوپن کچن میں کوئی کھڑا اپنے لیے تازہ چائے دم پر رکھ رہا تھا۔ یاسر عالم نے ذہنی طور پر آنکھیں ضبط سے بند کی تھیں۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو۔؟" کچن میں موجود نفس اسکی جانب پلٹا۔ وہ دراز قد، لگ بھگ یاسر کی عمر کا ہی تھا۔ بالوں کو ماتھے پر بکھیرے، مسکراتی آنکھیں لیے۔ وہ وجہہ دکھتا تھا۔

"ایک کیس اپنے اختتام کو پہنچا تو میں نے سوچا کہ اپنا بریک اپنے ایک عدد دوست کے ساتھ گزار لوں۔ لیکن دوست تو مجھے دیکھ کر ذرہ بھی خوش نظر نہیں آ رہا۔" وہ اب کپ میں چائے انڈیلتا، بغیر کسی خفگی کے کہہ رہا تھا۔

"ارمان۔۔۔ یہ آخری دفعہ ہے۔۔۔ چائے کے بعد تم اپنے گھر جا رہے ہو۔۔۔"

"ہرگز۔۔۔ بھی نہیں۔۔۔"

"مجھے پسند نہیں کوئی میرے ساتھ رہے۔۔۔"

"تمہاری پسند ناپسند پوچھی ہے کسی نے۔۔۔؟ ویسے تمہارا ہی گھر ہے۔۔۔ اندر آسکتے ہو تم۔۔۔" وہ مزے سے کہتا اپنی چائے لیے صوف پر آبیٹھا تھا۔ یاسر جو اب تک دروازے ہی میں ایستادہ تھا، اندر بڑھ آیا۔ پھر اپنا کوٹ اتار کر صوف کے ہتھ پر ڈالا۔۔۔ آہستینیں کہنیوں تک موڑ کر ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی۔۔۔ اسکا اپارٹمنٹ صاف سُتھرا سا تھا۔۔۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"کیا ہوا۔۔۔ پریشان ہو۔۔۔؟" وہ اگلے ہی پل بھانپ گیا تھا۔ اس نے نفی میں سر ہلا�ا۔ لیکن وہ ارمان کی زیر ک آنکھوں سے نج نہیں سکتا تھا۔ وہ ایک ڈٹیکٹو تھا۔۔۔ پچھلے ہی دنوں اسکی ٹیم نے ایک انتہائی پیچیدہ کیس حل کیا تھا۔۔۔ اسی لیے وہ چند دن کے بریک پر یاسر کے پاس رہنے چلا آیا تھا۔

"جب کیسی جا رہی ہے۔۔۔؟"

"جب سے ریزان کرچکا ہوں میں۔۔۔"

"کیوں---؟ جو لیا ٹھہر دے رہی تھی کیا---؟"

اس نے محض سر ہلایا تھا۔ وہ سمجھ کر اپنی چائے سے گھونٹ بھرنے لگا۔

"پھر کیا کر رہے ہو آجھل۔۔۔؟"

"ایک کیس سالو کر رہا ہوں۔۔۔ چیف خلیفہ نے اسائیں کیا ہے۔۔۔"

"انٹر سٹنگ۔۔۔ کیسا کیس ہے۔۔۔؟"

"کوئی ایجنسی کی کمزور ایکٹریس کو ٹارگیٹ کر رہا ہے۔۔۔ غالب گمان یہی ہے کہ کوئی اندر سے باہر مخبری کر رہا ہے۔۔۔"

"حال میں کون اپائنٹ ہو کر آیا ہے۔۔۔؟" ارمان سنجیدہ ہو گیا تھا۔ یا سر بھی سیدھا ہو بیٹھا۔

"بہت سے گارڈز آئے ہیں۔"

visit for more novels:

www.urdurionlinebook.com

"کوئی اندر ہی موجود ہے۔ مجھے یقین ہے۔۔۔" اس نے کہہ کر ارمان کی جانب دیکھا تو اسکی آنکھیں سُکڑیں۔۔۔

"کیسے۔۔۔؟ تحقیقات کے دوران کبھی بھی اپنے شکوک و شبہات پر یقین نہیں کیا کرتے۔۔۔"

"یہ شک نہیں ہے۔ ایک رات قبل میں نے جب ایجنسی کے فلور پر کسی کو بھاگتے ہوئے پکڑا۔۔۔ تب وہاں۔۔۔ اسکے علاوہ کوئی اور بھی موجود تھا۔ کل رات جب میں فلور پر تحقیقاتی روم میں موجود

تھا۔ تب اندر ہیرے سے کوئی مجھے گھور رہا تھا۔ اسے داخلی اور خارجی دروازوں کا علم ہے۔۔۔ اسے اچجنی کے ہر حصے کا علم ہے۔۔۔

اسکی بات سن کر ارمان خاموش ہو گیا تھا۔ لمحے بھر کو اپارٹمنٹ میں خاموشی چھاگئی۔۔۔ "کونسی بات تنگ کر رہی ہے۔۔۔؟ بول بھی دو اب۔" اس نے چائے کا آخری گھونٹ بھر کر یاسر سے پوچھا تھا۔ وہ گھر انسان لیتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"ایک وقت میں دو ایکٹریس کو سیکیورٹی الرٹ جاری کیے گئے ہیں۔ ایک ایکٹریس بہت مشہور اور بار سوخ ہے۔۔۔ اس پر ہاتھ ڈالنا آسان نہیں۔۔۔ جبکہ دوسری ایکٹریس پینی لیس ہے۔۔۔ وہ ہی اصل طارگیٹ ہے۔۔۔ ایک ہی وقت میں دو ایکٹریس کو کیوں نشانے پر رکھا جا رہا ہے۔۔۔؟ وہ بھی ایسی ایکٹریس کو جو ایک دوسرے سے استٹیس میں کہیں زیادہ مختلف ہیں۔۔۔" وہ فرنچ سے پانی کی بوتل نکال کر، اسے شیشے کے گلاس میں انڈیلیتا کہتا جا رہا تھا۔ اسے کوئی بات بہت بڑی طرح چبھ رہی تھی۔۔۔

"مس ڈائریکشنز۔۔۔!" ایک لمحے کے لیے سب کچھ ساکت ہو گیا تھا۔۔۔ اسکا ہاتھ ٹھہر گیا تھا۔۔۔ ارمان نے کہہ کر مزے سے کندھے اچکائے تھے۔۔۔

"وہ تمہیں مس ڈائریکٹ کر رہے ہیں، برو۔۔۔ اصل طارگیٹ کمزور ایکٹریس ہی ہے۔۔۔"

"کیس میں آئے دن ایسا ہوتا رہتا ہے۔۔۔ جب کوئی کیس بھاری نوعیت کا ہوتا ہے تو اسکے ساتھ ہی بہت سے ایسے کیس کا منہ بھی کھول دیا جاتا ہے۔۔۔ جو کئی دنوں سے بند پڑے ہوتے ہیں۔۔۔"

یہ مس ڈائریکشنز ہوتی ہیں۔۔ ایسے جھنڈے جو آپکو سیدھے راستے سے بھٹکا کر گھرے جنگل کی جانب لے جائیں۔۔ "اور یاسر عالم کو سمجھ آگیا تھا کہ اسے کیا بات چبھ رہی تھی۔۔ اسے جولیا کا کیس میں موجود ہونا چبھ رہا تھا۔ وہ کسی بھی طرح کمزور نہیں تھی۔۔ اسے بس سیلینہ کی جانب سے مس ڈائریکٹ کرنے کے لیے جولیا کا سہارہ لیا گیا تھا۔۔

"کیا پلان کر رہے ہو۔۔؟" اسے خاموشی سے پانی پیتا دیکھ کر وہ پوچھے بنا نہیں رہ سکا تھا۔ اسکی آنکھیں کسی غیر مرئی نقطے کو گھور رہی تھیں۔

"کچھ نہیں۔۔ فی الحال تو میں نے بنیادی معلومات ہی اکھٹی نہیں کی ہے۔ کیس سالو کرنے کے لیے مجھے سبجیکٹ کے کائنٹیکٹس کا علم ہونا چاہیے۔۔"

"ہے کون جسے الرٹ جاری کیا گیا ہے۔۔؟"

"سیلینہ۔۔" اور اسکے جواب پر ارمان چونک سا گیا تھا۔ پھر دلچسپی سے سیدھا ہو بیٹھا۔۔

"سیلینہ مظہر۔۔؟"

یاسر نے محض سر ہلایا تھا۔ پھر کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ کچھ پل بعد وہ آرام دہ لباس میں ملبوس، فریش سا باہر نکل آیا تھا۔ گلے بال ماتھے پر بکھرے تھے اور اسکے ہاتھ میں چند فائلز تھیں۔۔

"سیلینہ مظہر۔۔ پچھلے سال سے کرائسٹس میں ہے وہ تو۔۔"

"جانتا ہوں۔۔"

"تمہیں یہ کیس پولیس کو دے دینا چاہیے۔ ایسا نہیں ہے کہ تم اسے سالو نہیں کر سکتے۔ لیکن جتنے کے لوگ سیلینہ کے ساتھ انوالوڑ ہیں، وہ سب خاصے بارسون ہیں۔۔۔ ان سے دو دو ہاتھ کرنے کے نتائج اچھے ثابت نہیں ہوتے۔۔۔" وہ متنانت سے کہہ رہا تھا۔

"پتہ ہے۔۔۔ لیکن یہ ایجنٹی کی ساکھ سے زیادہ، ایک پرسنل فیور نُما کیس ہے۔ اس انسان کے بہت سے احسانات ہیں مجھ پر اسی لیے انکار نہیں کر سکتا۔ پولیس کو کیس دینا مشکل نہیں ہے۔۔۔ لیکن سیلینہ کی آرڈریڈی خراب ساکھ کے لیے ایسا کرنا بالکل بھی مناسب نہیں ہو گا۔۔۔"

"اور سیلینہ کے لیے پرسنل فیور مانگا کس نے ہے۔۔۔؟" اسے یکدم ہی سارا کیس بے حد دلچسپ معلوم ہونے لگا تھا۔ یاسر کے ورق گردانی کرتے ہاتھ لمحے بھر کو ٹھہر سے گئے تھے۔ چیف حنیفہ کا فکر مند سا چہرہ اسکی نظروں کے سامنے لمحے بھر کو لہرا یا تھا۔۔۔

"اسکے باپ نے۔۔۔"

visit for more novels:

اور ایک لمحے کے لیے ارمان سماكت ہو گیا تھا۔ یاسر کا خاموش جواب اسکے دماغ پر زور سے آلا تھا۔

جہاں تک میں جانتا ہوں سیلینہ مظہر کا باپ مرچکا ہے اور وہ اپنی سنگل مدر کے ساتھ رہتی " ہے۔۔۔

"جو مرا ہے وہ اسکا سوتیلا باپ تھا۔۔۔ اسکا سگا باپ زندہ ہے۔۔۔" اسکے ہاتھ پھر سے ورق گردانی کر رہے تھے۔۔۔ ارمان کو سمجھ نہیں آیا کہ اسکی معلومات پر اسے کیسے داد دے۔۔۔

"امپریسو۔۔! اب یہ بتاؤ کہ تم اس کیس کا حصہ بننے پر راضی کیوں ہوئے ہو۔۔؟" وہ واقعًا نسپیکشن ٹیم کا قابل آفیسر تھا۔۔ اسکے سوالات عام انسانی سوالات سے خاصے مختلف تھے۔۔

"احسان کا بدلہ احسان کے سوا اور کیا ہے۔۔؟" اور اسکا جواب سن کر وہ چُپ سا ہو گیا تھا۔۔
"اسکے باپ کو پتہ ہے کہ تمہیں پتہ ہے کہ وہ اسکا باپ ہے۔۔؟" اسکے سوال پر وہ پہلی دفعہ مسکرا یا تھا۔۔

"تمہاری کمینی مسکراہٹ بتا رہی ہے کہ تم نے اپنے منہ سے بھاپ بھی نکالنے کو حرام کر رکھا ہے۔۔ بیچارے چیف۔۔"

"مجھے لوگوں کی غلط فہمیوں کو ڈور کرنے کا شوق ہرگز نہیں ہے۔۔ ان کے پاس وجوہات ہوں گی مجھے نہ بتانے کی۔۔ اگر ایسا ہے تو میں بھی آخر تک انہیں یقین دلانے کے لیے تیار ہوں کہ مجھے کچھ نہیں پتہ۔۔"

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"تم آخر بادی گارڈ کیوں ہو۔۔؟ تمہیں تو ڈیکٹیو ہونا چاہیے تھا۔۔ اور یاد ہے ہم نے ایک ساتھ ٹیسٹ کلیئر کیا تھا ڈیکٹیو کی ڈیز گنسیز کے لیے۔۔ پھر تم بادی گارڈ بننے چلے گئے۔۔ اپنے دوست کو تھا کر کے۔۔ کبھی معاف نہیں کروں گا تمہیں اسکے لیے۔۔"

"گلڈ۔۔ کبھی معاف مت کرنا مجھے۔۔ لیکن کل تم مجھے یہاں نظر نہ آؤ۔۔ مجھے نفرت ہے اگر کوئی میرے ساتھ آ کر رہے۔۔"

"کچھ دنوں کے لیے کیا تم مجھے اپنی بیوی سمجھ سکتے ہو۔۔؟"

"اور کیا تم یہاں سے دفع ہو سکتے ہو۔۔۔؟" ٹھہر کر پوچھا اور پھر اپنی فائلز لیے صوفے پر پچھے ہو بیٹھا۔ ارمان اسکے جواب پر ہنستا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔۔

"ویسے سیلینہ مظہر میری فیورٹ ہے۔۔۔"

"میرے علاوہ وہ سب کی فیورٹ ہے۔۔۔ مجھے ذرہ بھی حیرت نہیں ہوئی۔۔۔" اسکی ہانک کے جواب میں اس نے سکون سے کہا تھا۔۔۔

"پھر کا دل ہونا چاہیے سیلینہ کو نالپسند کرنے کے لیے۔ میں تو حیران ہوں کہ اسکے ساتھ کام کرتے ہوئے تم اپنے حواس کیسے برقرار رکھتے ہو۔۔۔؟ کیا تمہیں اسکی خوبصورتی ڈسٹریکٹ نہیں کرتی۔۔۔؟"

"مجھے صرف اسکی بیوقوفی ڈسٹریکٹ کرتی ہے۔۔۔" اور اسکے جواب پر کمرے سے ایک اور تھقہہ ابھرا تھا۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com
آنکھوں پر نظر کا چشمہ لگائے وہ اب مصروف سا ہر ایک ورق اللہا جارہا تھا۔

اسکی آنکھ فون کی بجتی گھنٹی سے کھلی تھی۔ کمرے میں موجود کھڑکی سے روشنی چھن کر اسکے درک ٹیبل پر گر رہی تھی۔۔۔ وہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے ہی سو گیا تھا۔۔۔ سامنے کاغذات کا انبار لگا تھا اور اسکا موبائل بھی کئی فائلز کے نیچے ہی دبا ہوا تھا۔ اس نے مندی آنکھوں سے، ہاتھ مار کر موبائل برآمد کیا اور پھر بغیر دیکھے رابطہ جوڑ کر فون کان سے لگا لیا۔۔۔

"یاسر عالم رائٹ۔۔؟ کیا تم مجھے ڈیلائیٹ چاکلیٹ کا ایک بڑا پیک لا کر دے سکتے ہو۔۔؟ دیکھو
میری گاڑی خراب ہے اور پیدل گھر سے نکلنا میرے لیے مناسب نہیں۔۔ اور یہ انہتائی ایم جنسی
کال ہے۔۔ اسے مراقب مت سمجھنا۔۔"

اس نے فون کان سے ہٹا کر ناسمجھی سے دیکھا۔ واط دا ہیل۔۔!

"میں نے بھی آپکو وارن کیا تھا کہ صرف ایم جنسی میں کال کریں گی آپ مجھے۔۔ چاکلیٹس۔۔!"
اسے جیسے یقین نہیں آیا تھا۔۔

"اگر گھر سے اکیلی نکلوں گی تو تکلیف بھی سب سے زیادہ تمہیں ہی ہوگی۔۔!" جتا کر کہا۔ یاسر کا
دل کیا اپنے بال نوچ لے۔۔ کوئا منحوس لمحہ تھا جب اس نے اس کیس کے لیے ہامی بھری
تھی۔۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"میں ہرگز بھی تمہارا نوکر نہیں ہوں۔۔"

"گارڈز بھی ایک طرح کے نوکر ہی ہوتے ہیں۔۔" صحیح وہ دادا کی طرح کیوں لٹر رہی تھی
آخر! کیا ایک دادا کم نہیں تھے۔۔؟

"سیلینہ۔۔ آئی ایم سیریس۔۔"

"آئی ایم ڈیم سیریس۔۔ گارڈ جی۔۔" اسے لگا وہ دوسری جانب مسکرائی ہے۔ اس نے فون کان سے
ہٹایا اور رابطہ منقطع کر دیا۔ اگلے کئی لمحات میں وہ چاکلیٹ کا ایک بڑا پیک لیے اسکے اپارٹمنٹ کی

جانب بڑھ رہا تھا۔ دروازہ کھٹکھٹانے سے قبل ہی کھل چکا تھا۔ اس نے ہوا میں معلق اپنا ہاتھ پیچے کر لیا۔

"تم تو واقعی بہت اچھے ہو۔"

"یہ۔ آخری دفعہ تھا۔" اس نے ٹھہر ٹھہر کر تنپیسہ کی تھی۔ سیلینہ نے تو جیسے سنا ہی نہیں تھا۔ اس کے ہاتھ سے پیکٹ اچکا تو وہ گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔

"یہ لو تمہارے پسیے۔" ساتھ ہی ہاتھ بڑھا کر اسے ہزار کا نوٹ تھایا لیکن وہ پیسوں کی جانب متوجہ نہیں تھا۔ وہ سخت خراب موڈ کے ساتھ بغیر کچھ کہے چلا گیا تھا۔ وہ مسکرا کر دروازہ بند کر رہ تھی۔

اگلے دن ایجنسی میں جب وہ پرنٹر کے پاس کھڑا اپنی ضروری دستاویزات پر نٹ کر رہا تھا تو اسکا فون بجا۔ اس نے کان سے لگا کر مصروف سا "ہیلو" کہا تھا۔

"گارڈ جی۔ میرا زنگر کھانے کا بہت دل چاہ رہا ہے۔ کیا تم مجھے لا کر دے سکتے ہو۔؟ ایک ٹھنڈی ٹھمار کوک کے ساتھ۔؟" اس کے ہاتھ سے کاغذات گرتے گرتے بچے تھے۔ اس نے کاغذات ٹیبل پر لا کر "شڑپ" سے رکھے تو زار اور شیر اسے چہرے اٹھا کر دیکھنے لگے۔ ساحر نے بھی اس پر ایک نگاہ ڈالی تھی۔ ان کے سپریم بینڈ سم پارٹ کا موڈ سخت خراب تھا۔

مزید کچھ نہیں ہوا۔

وہ اگلے کئی لمحات میں کے ایف سی سے باہر نکل رہا تھا۔ اسکے ہاتھ میں بر گر کا ڈبہ اور ساتھ کوک بھی موجود تھی۔ دروازہ بجھنے سے پہلے ہی کھول دیا گیا تھا۔ یوں جیسے وہ اسی کا انتظار کر رہی ہو۔۔۔ اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر اسے دونوں چیزیں تھامائیں۔

"تم اندر آسکتے ہو۔۔۔ میں کاٹتی نہیں ہوں۔۔۔"

لیکن وہ کچھ بھی کہے بغیر پلٹ گیا تھا۔ سیلینہ کی شرارتیں تھمنے میں نہیں آرہی تھیں۔ وہ گاڑی سے نکل رہا ہوتا

یا نچلے فلور پر بہت سے سینٹر گارڈز کے سامنے پریز نیشن دے رہا ہوتا۔۔۔ وہ اس سے۔۔۔ کسی بھی وقت۔۔۔ کبھی بھی۔۔۔ کچھ نہ کچھ فرماش کر رہی ہوتی تھی۔۔۔ اب تو ہو ٹل ماکان بھی اسے مشکوک نظروں سے دیکھنے لگے تھے۔۔۔ اتنا سنجیدہ گارڈ ہاتھوں میں رنگ بر گنی چیزیں لیے آتا جاتا انہیں بہت بھلا معلوم ہوتا تھا۔۔۔

visit for more novels:

ایک رات سیلینہ نے اسے فون کیا تو اس نے اُول تو فون ہی نہیں اٹھایا۔۔۔ لیکن اسکی مستقل کالز پر اسے فون اٹھانا ہی پڑا۔۔۔ وہ دوسری جانب کراہ رہی تھی۔ اسکے معدے میں شدید تکلیف ہو رہی تھی۔ اسے پھر سے بھاگنا پڑا۔۔۔ ہاسپٹل لے کر گیا تو ڈاکٹرز کے انکشاف پر سیلینہ مظہر کو اپنا وجود پکھلتا ہوا محسوس ہونے لگا۔۔۔

"انہیں کھانا ٹھیک سے نہ کھانے کی وجہ سے قبض ہو رہی ہے۔۔۔" اور اسکا دل کیا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ اسکے ایٹنگ ڈس آرڈر کی وجہ سے اکثر معدے میں شدید تکلیف کا سامنہ رہا کرتا تھا۔۔۔ اب کی بار اس سے غلطی ہو گئی تھی۔۔۔ کیا ضرورت تھی گارڈ کو بلانے کی۔۔۔ یا سر البتہ بنا

کسی تاثر کے ڈاکٹر کو سن رہا تھا۔ وہ چیک اپ بیڈ پر دراز تکیے میں اپنا منہ چھپانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔۔۔

"قبض بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے ایسی دوائی کا استعمال کیا جو ہاضمے میں مدد دے۔۔۔
اب انہیں لوز موشن ہورہے ہیں۔۔۔ کیا آپ کھانا بہت کم کھا رہی ہیں۔۔۔؟" ڈاکٹر نے ٹھہر کر پوچھا
تو اس نے یاسر کو دیکھنے سے حتی الامکان پر ہیز کیا۔ البتہ اسکا چہرہ ہٹک سے شدید سرخ ہو رہا تھا۔
"جی۔۔۔ میں ڈائٹ پر ہوں۔۔۔"

اور یاسر نے لمبے بھر کو اسے حیرت سے دیکھا تھا۔ زنگر اور چاکلیٹس کے ساتھ کونسی ڈائٹ ہوتی ہے۔۔۔؟

"دیکھیں۔۔۔ ایکسٹریم ڈائٹ کی وجہ سے ان کا میٹا بالزم انتہائی سلو ہو چکا ہے۔ اسکے لیے انہیں بیلنس ڈائٹ لینے کی ضرورت ہے۔ آپ شوہر ہیں نا ان کے۔۔۔ ان کی ڈائٹ کا خیال رکھیں۔۔۔" اور زمین کو اب واقعتاً پھٹ جانا چاہیے تھا۔ تاکہ وہ ڈھنگ سے اس میں سما سکتی۔۔۔ یاسر کا چہرہ البتہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ اسے جیسے اپنے ساتھ ہوتے واقعات پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ اسے ہسپتال سے لیے باہر چلا آیا۔ وہ رف جیز اور سوئیٹ شرط میں ملبوس تھی۔۔۔ یاسر نے سفید شرط پر بھوری جیکٹ زیب تن کر رکھی تھی۔۔۔ وہ اس سے بہت آگے نیزی سے چل رہی تھی۔۔۔ اب کیسے سامنہ کر سکتی تھی بھلا وہ اسکا۔۔۔؟ قبض۔۔۔ لوز موشن۔۔۔! یا اللہ۔۔۔

"تو تم۔۔۔ وہ سب کچھ کھا نہیں رہی تھیں۔۔۔ بس مجھے تنگ کر رہی تھیں۔۔۔؟" اس نے اپارٹمنٹ کے باہر ٹھہر کر گویا ساری باتوں کا لبِ لباب اخذ کیا تھا۔ اس نے سر نہیں اٹھایا۔ یاسر کو اب اس پر غصہ بھی نہیں آرہا تھا۔۔۔

"اندر جاؤ۔۔۔" کچھ لمبے بعد نرمی سے کہا۔۔۔

"تم ڈانٹو گے نہیں مجھے۔۔۔؟" اسکے کچھ نہ کہنے پر اس نے پہلی دفعہ سر اٹھایا تھا۔ شہد رنگ آنکھوں میں بہت سی حیرت تھی۔ وہ گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔۔۔

"میرے پاس تمہیں کہنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔۔۔"

"سوری۔۔۔" اس نے سر جھکا کر آہستہ سے کہا تھا۔۔۔ وہ سر ہلانے لگا۔۔۔

"اندر جاؤ۔۔۔ دروازہ بلاوجہ مت کھولنا کسی کے لیے۔۔۔" وہ پلٹ گیا۔ سیلینہ بھی اندر کی جانب بڑھ آئی تھی۔ کچن کاؤنٹر پر وہ ساری چیزیں بڑے اہتمام سے رکھی تھیں جو اس نے یاسر سے منگوائی تھیں۔ اس نے ان میں سے کسی چیز کو ہاتھ تک نہیں لگایا تھا۔ اسے بس اپنی ایک پکار پر کسی کے دوڑے چلنے کے احساس نے ان دنوں مسحور کیے رکھا تھا۔ کوئی اسکے لیے بھی آسکتا تھا۔۔۔ ایک پکار پر۔۔۔ عرصہ ہوا اسکی ایک پکار پر دوڑے چلنے آنے والے لوگ تھم گئے تھے۔

شہد رنگ آنکھوں میں جانے کیوں گلابی سی نمی تیرنے لگی تھی۔ وہ خاموش چہرہ لیے اپنے بیڈ روم کی جانب بڑھ آئی تھی۔ اسکا دل ساری دنیا سے خفا ہو گیا تھا۔۔۔

حسن ہاؤس ڈھوپ کی تمازت تلے جھلس رہا تھا۔ اسکے اوپر خوبصورت سُتون اور فیمتی پتھروں جڑا
داخلی دروازہ اسکی شان و شوکت کا علمبردار تھا۔ واجد حسن سربراہی گرسی پر براجمن خاموشی سے
ناشته کر رہا تھا۔ ہال میں محض کانٹے اور چمچ کی آواز گونج رہی تھی۔۔۔ ایک جانب آئی پیدی گھلا رکھا
تھا اور وہ ساتھ ساتھ ای میلز نیچے کرتا ایک نگاہ ڈال رہا تھا۔۔۔

ساتھ بیٹھی ماریہ نے اس پر ایک نظر ڈالی تھی۔۔۔ ان کی آخری تلخ کلامی کے بعد سے وہ دونوں ہی
ایک دوسرے کو نظر انداز کر رہے تھے۔۔۔

"کیا ہم ایک دوسرے کو کسی تیسرے فرد کی وجہ سے اگنور کرتے رہیں گے۔۔۔؟" اس نے کانٹے
سے انڈے کا ٹکڑا منہ میں رکھتے ہوئے، سپاٹ لبھ میں پوچھا تھا۔۔۔ واجد کا ہاتھ لمحے بھر کو ٹھہر سا
گیا تھا۔۔۔ پھر اس نے نظریں اسکی جانب پھیریں۔۔۔

"تیسرے فرد کو تم لائی تھیں درمیان میں۔۔۔"

visit for more novels:

"تم اتنے پارسا نہیں ہو، واجد۔۔۔" وہ تلخ ہوئی تھی۔۔۔ اس نے کانٹا زور سے پلیٹ میں رکھا تو کچن میں
کھڑے نوکر سہم سے گئے۔۔۔

میں نے کبھی بھی بد دیانتی نہیں کی ہے اس رشتے میں۔۔۔ کبھی بھی اسے پلٹ کر نہیں دیکھا میں "۔۔۔

"میں نے کہا ناں تم اتنے پارسا نہیں ہو۔۔۔ تم آج بھی اسے یاد کرتے ہو۔۔۔" ماریہ کو اپنی آنکھیں
دہلتی محسوس ہو رہی تھیں۔۔۔ اسے کسی پل چین نہیں آتا تھا۔۔۔ واجد نے ضبط سے اسکی جانب دیکھا۔۔۔

"بہت ہو گیا، ماریہ۔۔ میں اسے بھولنا بھی چاہوں تو نہیں بھول سکتا۔۔ کیونکہ تم مجھے بھولنے ہی نہیں دیتی ہو۔۔"

"ایسا کیا ہے اس دو طکے کی ایکٹر لیں میں جو تم اسے آج تک اپنے دل سے نکال نہیں سکے ہو۔۔؟ نہ عقل ہے۔۔ نہ شکل ہے۔۔ نہ اسٹیٹس ہے۔۔ نہ ہی اخلاقیات ہیں۔۔ نہ اثر و رسوخ ہیں۔۔ ہے کیا آخر اسکے پاس۔۔؟" وہ ہتھے سے اکھڑ گئی تھی۔۔ واجد نے لمحے بھر کو اسے افسوس سے دیکھا تھا۔۔ یہ عورت اپنا گھر خود بر باد کرنے پر ٹمی ہوئی تھی۔۔

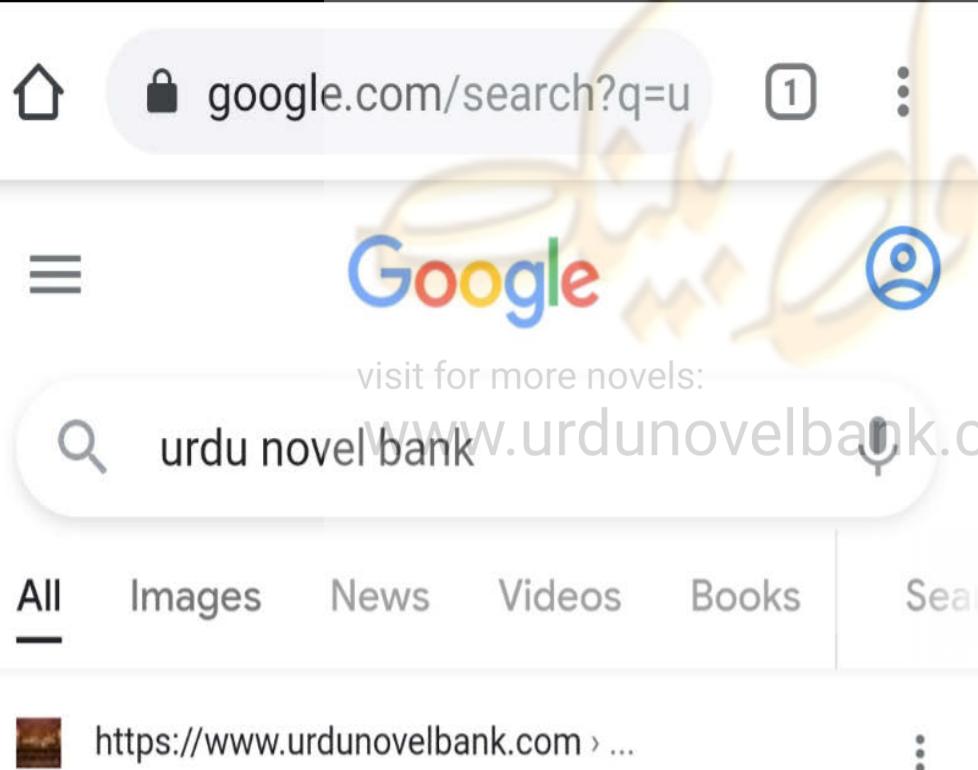
"اسکے پاس۔۔ معصومیت ہے۔۔ بہت شفاف دل ہے۔۔ منافقت سے خالی۔۔ محبت سے بھرا دل ہے۔۔ بغیر کسی تفریق کے محبت دینے پر راضی دل ہے اسکے پاس۔۔ اور یہ تمہارے پاس نہیں ہے، ماریہ۔۔" اس نے ٹھہر ٹھہر کر۔۔ ایک ایک لفظ علیحدگی سے کہا تھا تاکہ وہ اسے پوری طرح سن لے۔۔ اور ماریہ حسن نے اسے سن لیا تھا۔۔ اسے اپنی کنپیاں جلتی محسوس ہو رہی تھیں۔۔ اسکے چہرے پر بہت خوفناک تاثرات ابھر آئئے تھے۔۔

"تم چاہو بھی تو ویسی نہیں بن سکتیں۔۔ دنیا کی کوئی بھی لڑکی چاہے تو میرے لیے سیلینہ مظہر نہیں بن سکتی۔۔ میں چاہوں بھی تو اسکی وہ معصوم عادتیں نہیں بھلا سکتا۔۔ اس دنیا کی ہر شے مجھے اسکا بے داغ وجود یاد دلاتی ہے۔۔ کیا کچھ اور بھی سننا ہے تمہیں۔۔؟" اس نے تیزی سے کرسی گھسیٹی اور ہال سے باہر نکلتا چلا گیا۔۔ پچھے ماریہ کو جیسے اسکے ہتھ آمیز جملوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔۔ واجد حسن نے کئی سوالوں اس جواب کو دینے سے خود کو باز رکھا تھا۔۔ لیکن اب۔۔ اسکا صبر اپنی حد کو پہنچ چکا تھا۔۔

گھر میں ہر طرف خاموشی چھاگی تھی۔ یوں گویا کبھی اس گھر میں کسی نفس نے کلام کو زحمت دی
ہی نہ ہو۔۔

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com



Urdu Novel Bank

interesting and best famous urdu novels free Pdf
Download on One click. all Categories new and
old urdu novel stories..

[All Urdu Novels List](#)

**Urdu Novel Bank
website**

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں ۔۔۔

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

()

اگلے دن اسکی کارٹھیک ہو کر واپس آچکی تھی۔ اسی لیے وہ آج ایجنسی چلی آئی تھی۔ یوول نے اسے کہا تھا کہ وہ آج ڈائیریکٹر سے بات کرے گا۔ ساتھ ہی نظر نے اسکے کم بیک کے لیے ایک فوٹو سوت ترتیب دے دیا تھا۔۔۔ کچھ نہ کچھ کام اسے ملتا تو بہتر تھا۔۔۔

میکے گلابی رنگ کا لباس زیب تن کیے وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ اسکی جالی دار آسمیسیس ہٹھیلیوں تک آتی تھیں۔ سیدھے بالوں کو ایک جانب کندھے پر ڈالے وہ اعتماد سے آگے بڑھ رہی تھی۔ گردن پر نشان البتہ ضرور موجود تھا۔۔۔ ڈریس کا گلا چوکور تھا اسی لیے اسے گردن میں گلابی رنگ کا ڈریس سے پیچ کرتا مفلر لینا پڑا۔۔۔ اسکے فیشن میں کسی کو کیا احساس ہونا تھا بھلا۔۔۔

آفس کی جانب بڑھتے ہوئے اسے یوول دور سے ہی نظر آگیا تھا۔ وہ شاید فون پر کسی سے محو گفتگو تھا۔ سیلینہ نے اسے ہاتھ ہلا�ا اور پھر پاس چلی آئی۔ وہ اسکے ڈائیریکٹر سے ہی بات کر رہا تھا۔ اسکے چہرے پر آس و امید کے ڈورے جڑنے لگے۔

"جی۔ جی بہتر۔ آپ جگہ بتا دیں۔ سیلینہ خود آپ سے اسکرپٹ آکر۔۔۔" لیکن اسکی بات مکمل نہیں ہوئی تھی۔ کسی نے اسکے ہاتھ سے فون اچک لیا تھا۔ ان دونوں نے اس جانب دیکھا تو چونک گئے۔ یا سر اب فون کان سے لگائے بغیر کسی دقت کے ڈائیریکٹر سے بات کر رہا تھا۔

"نہیں سیلینہ نہیں آسکتیں۔ آپ کو ریگولیشنز کے تحت اسکرپٹ یہاں آکر خود دینی چاہیے۔ اگر آپ ایسا نہیں کرنا چاہتے تو بہتر یہی ہو گا کہ اپنی آفر پر دوبارہ غور کر لیا جائے۔ اگر ایجنسی میں آپکے رُوڈ روپے کے بارے میں افواہیں پھیل گئیں تو کوئی ایکٹریں آپکے ساتھ کام کرنے پر راضی نہیں ہو گی۔ کیا یہ بات آپکو منظور ہے۔۔۔؟" سیلینہ اور یوول اس سے موبائل چھین کر ڈائیرکٹر سے معدرت کرنا چاہتے تھے لیکن اس سے موبائل لیتا کون۔۔۔؟ وہ آنکھوں میں تنیہہ لے ان دونوں کو چپ رہنے کا اشارہ کر چکا تھا۔

"افواہ کون پھیلائے گا۔۔۔؟ انڈسٹری میں افواہیں پھیلانا کوئی مشکل کام نہیں۔ اور میں سیلینہ کا باڈی گارڈ بات کر رہا ہوں۔۔۔ کچھ سیکیورٹی ایشوز کے باعث وہ نہیں آسکتیں۔۔۔" کچھ لمحات بات کرنے کے بعد اس نے فون کان سے ہٹا کر یوول کی جانب بڑھایا تو سیلینہ کا دل کیا اپنا پرس اسکے سر پر دے مارے۔۔۔

"یہ کیا تھا۔۔۔؟"

"کچھ نہیں۔ کل وہ اسی وقت تمہیں اسکرپٹ دینے آئے گا۔ وقت پر پہنچ جانا۔" وہ اگلے ہی پل انہیں ہونق بنا چھوڑ کر پلت گیا تھا۔ سیلینہ اسکے پیچھے ہیلز کے ساتھ بھاگتی ہوئی آرہی تھی۔

"یہ تم نے کیسے کیا۔؟"

"میں سات سال سے بادی گارڈ ہوں۔ جھک نہیں مارا ہے میں نے۔ اور بھاگو مت اگر اب ہیلز ٹوٹیں تو ننگے پیر گھر جاؤ گی۔" لیکن وہ نہیں سن رہی تھی۔ وہ اسکے ساتھ قدم ملانے کی کوشش میں ہلاکان ہو رہی تھی۔

"کیا تم میرے بادی گارڈ بنو گے۔؟ میں تمہیں بہت اچھا پے کروں گی۔" وہ اسکے ساتھ ہی لفت میں چڑھ رہی تھی۔ پارکنگ ایریا تک وہ اس سے اپنا بادی گارڈ بننے کے لیے بحث کرتی رہی تھی۔

"ہرگز بھی نہیں۔"

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"کیوں۔؟ کیا میں خوبصورت نہیں ہوں۔؟" اس نے گھر کر اسے دیکھا تھا۔ بس ایک پل کے لیے۔

"بالکل بھی نہیں۔"

سیلینہ نے ضبط سے سانس لیا تھا۔ یہ بد تمیز گارڈ۔ وہ اسکے پیچھے تیزی سے بڑھی اور ابھی اسکا پیر الجھا ہی تھا اور عین ممکن تھا کہ وہ گر پڑتی لیکن یاسرنے بغیر کسی دقت کے ایک ہاتھ سے اسے تھام لیا تھا۔ پھر اسی بازو سے پکڑ کر اسے سیدھا کھڑا کیا۔

"کوئی کام ٹھیک سے کیوں نہیں کرتی تم۔۔؟" اس نے بیزار ہو کر کہا لیکن سیلینہ اسکی جانب متوجہ نہیں تھی۔۔ وہ ایک جگہ ہی ساکت ہو گئی تھی۔ اسکے عین سامنے واجد حسن کھڑا تھا۔ وجیہہ اور ٹھہرا ہوا واجد۔۔ لمحے بھر کو یاسر نے پلٹ کر دیکھا تھا۔۔ واجد کو دیکھ کر اسکی آنکھیں سنجیدہ ہو گئی تھیں۔ اس نے گھر اسنس لیا اور پلٹ کر ان دونوں کے درمیان سے نکل گیا۔ اسکا رُخ اپنی کار کی جانب تھا۔۔

"کتنی کمزور ہو گئی ہو، سیلین۔۔" واجد کے پہلے جملے پر سیلینہ کو لگا وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکے گی۔ کچھ آج بھی ٹوٹ کر جڑ رہا تھا۔۔ جڑ کر ٹوٹ رہا تھا۔ اسکی آنکھیں ڈبڈبائی گئی تھیں۔۔ اس شخص سے کبھی اس نے بہت محبت کی تھی۔۔

"لیکن خوبصورت آج بھی بہت ہو تم۔۔" وہ قریب چلا آیا۔۔ اور قریب تھا کہ اسکے رُخسار کو چھو لیتا لیکن کسی نے اسکا ہاتھ تھام لیا تھا۔ سیلینہ نے چونک کر درمیان میں آئے ہاتھ کو دیکھا تھا۔ پھر اسکی آنکھیں اس شخص کے وجود پر سچسلتی گئیں۔۔ وہ گارڈ تھا۔۔ سُرمی آنکھوں میں ڈھیروں ناگواری لیے۔۔ سامنے والے کا ہاتھ درمیان میں ہی روکے۔۔

"Keep your distance.."

واجد حسن کو جیسے اسکے جملے پر یقین نہیں آیا تھا۔ اس نے ناپسندیدگی سے اسکا ہاتھ جھٹکا تھا۔

"تم کون ہو۔۔؟ اور ایسے ہاتھ روکنے کی بد تہذیبی کی قیمت جانتے ہو نا۔۔؟" اس نے انتہائی ناگواری سے کہا تھا۔ یاسر کا چہرہ بے تاثر ہی رہا۔ فضول سوالات اسے ویسے بھی بے حد زہر لگتے تھے۔۔

"کیا تم اسے جانتی ہو سیلین۔۔؟" اس نے اسکی جانب دیکھ کر نرمی سے پوچھا اور ایک بار پھر آگے بڑھنا چاہا لیکن۔۔ ایسا ممکن نہیں ہو سکا۔۔ یاسر کا ہاتھ درمیان میں موجود تھا۔۔ اس نے ماتھے پر بہت سے بل لیے واجد کو دیکھا تھا۔۔

"فاصلہ۔۔ رکھ کر۔۔ بات کریں۔۔" اور اب کہ اسکی آواز میں واضح وارنگ لہرا رہی تھی۔۔ سیلینہ بہت سی نمی لیے بالکل خاموشی سے بس اس گارڈ کو دیکھ رہی تھی۔۔ جو اسکی زندگی میں آئے باقی مردوں کی مانند بزدل نہیں تھا۔۔ جسے معلوم تھا کہ جرأت اور غیرت کن احساسات کا نام تھا۔۔ جو ہاتھ توڑنا اور روکنا دونوں جانتا تھا۔۔

"اپنی بکواس بند رکھو اور درمیان سے ہٹو۔۔ ہمارے درمیان موجود کئی ماہ و سال ہیں۔۔ تمہاری یہ لیم حرکتیں ان سالوں کو عنقا نہیں کر سکتیں۔۔" واجد کی پھنکار پر وہ پہلی دفعہ مسکرا یا تھا۔۔ ایک پل کو اسے محظوظ نگاہوں سے دیکھا۔۔ پھر چہرہ سیلینہ کی جانب پھیرا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔

visit for more novels:

"کیا آپ انہیں خود کو ہاتھ لگانے دینا چاہتی ہیں، سیلینہ۔۔؟" اس نے پوچھا تو واجد زہر خندہ سا مسکرا یا۔۔ لیکن اسکی مسکراہٹ اگلے ہی پل غائب ہو گئی تھی۔۔ کیونکہ سیلینہ اس گارڈ کو دیکھ کر سر نفی میں ہلا رہی تھی۔۔ اسکی آنکھوں میں موجود التجاء یاسرتک پہنچ گئی تھی۔۔

"اس آدمی کو مجھ سے دور لے جاؤ، یاسر۔۔ مجھے اس سے بچا لو۔۔" اور پھر اس نے سمجھ کر سر ہلاتے ہوئے واجد کی جانب دیکھا تھا۔۔

"میں نے کہیں پڑھا تھا کہ اگر کوئی لڑکی کہے کہ اس سے دور ہو جاؤ تو اخلاق کا دائرہ کار پھی کہتا ہے کہ اس سے دور ہو جانا چاہیے۔۔۔ لیکن اگر پھر ایسے لوگ بات نہ مانیں تو غیرت کا دائرہ کار کہتا ہے کہ مار مار کر ان کی شکل بگاڑ دینی چاہیے۔۔۔!"

اور ایسے کہتا ہوا وہ سیلینہ مظہر کے دل کا ہر دروازہ توڑتا اندر جا بیٹھا تھا۔ کیا کوئی اس لڑکے کو بتائے گا کہ وہ دائیں جانب سے کتنا ہینڈ سم لگتا ہے۔۔۔؟ کوئی اسے بتادے۔۔۔ وہ اس کے لیے واجد سے بحث کر رہا تھا اور وہ۔۔۔ وہ بس محظی کر اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔ پارکنگ ایریا کے اس حصے میں اب ہر جانب محبت کی پریاں اتر آئی تھیں۔۔۔ اور وہ ان سنبھالی پریوں کے حصار میں بھیکی جا رہی تھی۔ آج ایک محبت کا سیاہ نشان دل سے ڈھل گیا تھا۔۔۔ اور دوسری محبت کا سنبھال نشان ثابت ہو گیا تھا۔۔۔

اسکی بھیگی آنکھیں خاموشی سے یاسر کو تک رہی تھیں۔ اگلے ہی پل اس نے واجد کی جانب دیکھا۔ وہ ماتھے پر ناگوار لکیریں لیے، سخت ناپسندیدہ نگاہوں سے گارڈ کو دیکھ رہا تھا۔

"اگر آپکو فاصلہ رکھ کر بات کرنے نہیں آتی تو بہتر یہی ہے کہ آپ بات مت کریں۔۔۔" وہ کہہ رہا تھا۔ واجد نے کرخت انداز سے اسکا ہاتھ دوبارہ جھٹکا تھا۔ لیکن یاسر بنا کسی اثر کے کھڑا رہا۔ شاید اسکی ٹریننگ نے اسے ایسے معاملات کو پرسنل نہ لینا سکھا دیا تھا۔

"یہی بات میں سیلینہ سے سُننا چاہتا ہوں۔ کیا وہ بھی ایسا ہی چاہتی ہے یا تم اس کے منہ میں اپنے لفظ دے رہے ہو۔۔۔" یاسر نے پلٹ کر اسکی جانب دیکھا۔ وہ اسے اس لمحے بہت زرد محسوس ہوئی

تھی۔ لیکن اسکی آنکھیں مُردا تھیں۔۔ وہ آنکھوں میں بے حد عجیب سا تاثر لیے واجد کو دیکھ رہی تھی۔۔

"بادی گارڈ اسی لیے رکھے جاتے ہیں تاکہ وہ اپنے سمجھیٹ کے لیے وہ فیصلہ لے سکیں جو ان کی حفاظت میں معاون ثابت ہو۔ بعض دفعہ ہم خود اپنے لیے فیصلے نہیں لے سکتے۔۔ اسی لیے ہم اپنے گارڈ کے فیصلوں پر بھروسہ کرتے ہیں۔۔ آپ سے کسی قسم کا خطرہ محسوس کر کے ہی وہ درمیان میں آیا ہے۔۔ اور میں۔۔ اسکے درمیان میں آنے پر بالکل بھی ناخوش نہیں ہوں۔۔" اس نے مُردا آنکھیں لیے سپاٹ لبھے میں کہا تھا۔ واجد جو چونکا سو چونکا لیکن ایک لمحے کے لیے یاسرنے بھی اسکے جواب پر۔۔ اسے حیرت سے دیکھا تھا۔ اس نے سیلینہ کو کبھی ایسے انداز میں بات کرتے ہوئے نہیں سننا تھا۔۔

"ایک گارڈ کے فیصلے پر تم بھروسہ کر رہی ہو۔۔؟" وہ بے یقینی سے ہنسا تھا۔۔ "تم تو آج بھی اتنی ہی معصوم اور بیوقوف ہو، سیلین۔۔"

"سیلینہ۔۔!" اس نے قطیعت سے اسکی لٹھج کی تھی۔ واجد حسن کا چہرہ تعجب سے سُرخ ہو گیا تھا۔ "سیلینہ نام ہے میرا۔۔ مجھ سے والستہ لوگوں کے علاوہ مجھے اس نام سے کوئی بھی نہیں پکار سکتا۔۔ آپ بھی نہیں، واجد حسن صاحب۔۔" اور اس نے اپنے اور اسکے درمیان ایک لکیر کھپٹخ دی تھی۔ زندگی میں پہلی دفعہ۔۔

"مجھے پتہ ہے تم آج بھی مجھ سے محبت کرتی ہو۔۔"

"میں نے کی تھی آپ سے محبت۔۔۔ شاید آپ نے ہی مجھ سے کبھی محبت نہیں کی تھی۔۔۔" اسکی بات سن کر واجد بے قراری سے یکدم آگے بڑھا تھا۔ لیکن پھر وہ ایک حد سے آگے نہیں بڑھ سکا۔ درمیان میں یاسر کا ہاتھ موجود تھا۔

"میں۔۔۔ میں نے تم سے بہت محبت کی تھی۔۔۔ اب بھی کرتا ہوں۔۔۔ میں تمہارے لیے آسانیاں پیدا کرنا چاہتا ہوں، سیلینہ۔۔۔ میں بہت سے ڈائیریکٹرز اور مختلف پروڈیوسرز سے تمہارے لیے بات کر سکتا ہوں۔۔۔ میں تمہاری کٹھن زندگی کو بس تھوڑی سی آسانی دینا چاہتا ہوں۔۔۔ مجھے اپنی مدد کرنے سے مت رکو۔۔۔ میں خود کو معاف نہیں کر پا رہا ہوں۔۔۔" اسکا لمحہ منت لیے ہوئے تھا۔ سیلینہ لمحے بھر کو تلخی سے مسکرائی تھی۔۔۔ اس نے یاسر کے بازو کو لمحے بھر کے لیے تھاما۔۔۔ وہ چونکا تک نہیں۔۔۔ اسے سیلینہ کے ہاتھ میں موجود لرزش بخوبی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔

visit for more novels:

"بد کردار۔۔۔ بے غیرت۔۔۔ بذات۔۔۔ یہ الفاظ مجھے آپکے بابا نے کہے تھے۔۔۔ یہ الفاظ میری سماعت سے زائل نہیں ہوتے۔۔۔ مجھے ان لفظوں کی بازگشت پاگل کر دیتی ہے، واجد۔۔۔ مجھے آپ سے کچھ نہیں چاہیے۔۔۔ بھیک میں دی گئی امداد تو ہرگز بھی نہیں۔۔۔ آپ مجھے رُسوا ہونے سے نہیں بچا سکے۔۔۔ آپ میرے لیے استینڈ نہیں لے سکے۔۔۔ آپکی مجبوریاں تھیں۔۔۔ میں آپکو اسکے لیے کبھی بھی گنہگار نہیں ٹھہراؤ گی لیکن۔۔۔" اسکی آواز میں لمحے بھر کا لرزی تھی۔۔۔ یاسر کے بازو پر اسکی گرفت سخت ہو گئی تھی۔۔۔ "جن سے محبت کرتے ہیں نا۔۔۔ انہیں کبھی رُسوا نہیں ہونے دیتے۔۔۔ آپ مجھے ذلیل ہونے سے نہیں بچا سکے۔۔۔ مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں ہے۔۔۔ مجھے بس آپکی محبت سے گلہ تھا۔۔۔" گلابی

پڑتی آنکھیں۔۔ درد کرتا حلق۔۔ اندر گرتے آنسو۔۔ دل پر لگتے زخم۔۔ اگر اس نے یاسر کو تھام نہیں رکھا ہوتا تو وہ گر جاتی۔۔

"میں ان کی طرف سے معافی مانگتا ہوں۔۔ تم بد کردار نہیں ہو۔۔ کبھی بھی نہیں تھیں۔۔"

"یہ بات آپکو وہاں۔۔ پچاس لوگوں کے درمیان کرنی چاہیے تھی، واحد۔۔ آپ وہاں گردن جھکا کر کھڑے رہے اور مجھے ذلیل ہونے کے لیے تنہا کر گئے۔۔ ان چھبھتی نگاہوں کے بعد میرا دل خالی ہو گیا ہے۔۔ کھوکھلا کر دیا تھا مجھے آپکے پار سار شتوں نے۔۔ لیکن پھر بھی۔۔ اس خالی دل میں آپکے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔۔" آنسو باہر نہیں گرے۔۔ اسکا اندر بھیگتا رہا۔۔ اسے سانس لینے میں دشواری سی ہو رہی تھی۔۔

"میں آپکے لاکن نہیں ہوں۔۔ میں ایک کم تر ایکٹریں ہوں۔۔ جس کی ماں ایک بار ہاسٹیں ہے۔۔ میرے پاس لمبے چوڑے اٹاٹھے جات رکھنے والے رشتے دار موجود نہیں ہے۔۔ میں آپکا لیے کبھی بھی اچھا آپشن نہیں تھی۔۔"

"سلیمنہ۔۔ پلیز۔۔" واحد حسن کا لہجہ التجائیہ تھا۔۔ اسی لمحے کوئی قطار میں لگی گاڑیوں سے ہیل کی ٹک ٹک لیے ان کی جانب بڑھا تھا۔۔ اسکے کندھوں تک آتے بال اور پینٹ کوٹ میں ملبوس سراپا دراز اور پتلا سا تھا۔۔ ہاتھ میں قیمتی پرس لیے۔۔ وہ ماریہ حسن تھی۔۔ جو اگلے ہی لمحے واحد حسن کے عین ساتھ آکھڑی ہوئی تھی۔۔ لمحے بھر کو جیسے ہر ذی نفس کا سانس تک رُک گیا تھا۔۔ واحد کا چہرہ بے حد سفید محسوس ہو رہا تھا۔۔ اسے ماریہ کو یہاں دیکھنے کی امید ہرگز نہیں تھی۔۔

"تمہیں کسی اور کے شوہر پر ہاتھ ڈالتے ہوئے ذرا شرم نہیں آتی۔۔؟" اسکا زہریلا لہجہ اور ہٹک آمیز انداز۔۔ سیلینہ کو ان دونوں کے سامنے اپنا آپ بے حد چھوٹا محسوس ہونے لگا تھا۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی لرز رہی تھی۔

"آپ کے شوہر سے یہ بات پوچھی جائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔ کیونکہ میں تو ان کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔۔" اس نے نفرت سے کہا تھا۔ ماریہ استھناء سا مسکرائی۔۔

"کیا تمہاری ماں نے تمہیں یہی سکھایا ہے۔۔؟ ہر لمحہ و کلم کارڈ کھیل کر مردوں کی ہمدردی حاصل کرنا۔۔؟ پتہ ہے کیا۔۔ تم الگ طرح کی بد کردار ہو۔۔ وہ جو ہر موقع پر مظلوم ہونے کا ڈھونگ رچا کر توجہ حاصل کرنے میں ماہر ہوتے ہیں نا۔۔ بالکل ویسی۔۔"

"ماریہ۔۔!" واجد نے اسے تنبیہ کی تھی۔۔ لیکن وہ اسے نہیں سن رہی تھی۔ اسکی آگ برساتی آنکھوں کا رُخ فی الحال سیلینہ تھی۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"تم ایکٹریں کیوں ہو۔۔؟ تمہیں تو ریڈ لائٹ ایریا کی زینت ہونا چاہیے تھا۔۔ خاصی خوبصورت ہو۔۔ اچھا کما لیتی۔۔ بلاوجہ عزت کے ڈھونگ رچا کر اپنا پیٹ کیوں کاٹ رہی ہو۔۔؟ ساتھ میں میرے شوہر اور جانے مزید کتنے لوگوں کو ورگلاء بھی رہی ہو۔۔"

"مجھے ایک منٹ لگے گا یہ ثابت کرنے میں کہ یہاں کون کس کو ورگلاء رہا تھا۔۔" یاسر کی بے تاثر سی آواز ابھری تھی۔ ماریہ نے اس پر اک اچھتی نگاہ ڈالی۔ پھر وہ دو قدم چل کر سیلینہ کے قریب آئی۔۔ اسکی آنکھوں میں اپنی شعلہ بار آنکھیں گاڑیں۔۔

"میں تمہیں تباہ کر دوں گی۔۔۔" اسکی سرگوشی یاسر اور واجد نے بخوبی سن لی تھی۔۔۔

"گو اہیڈ۔۔۔" سپلینہ کے بجائے اس نے جواب دیا تھا۔ اس نے ایک جھٹکے سے چہرہ موڑ کر یاسر کی جانب دیکھا تھا۔ وہ بے حد سنجیدہ تھا۔۔۔ خوفناک حد تک سنجیدہ۔۔۔

"میں اسکے ساتھ کام کرتے ہر فرد کی زندگی جہنم بنا دوں گی۔۔۔" وہ اب خاص طور پر یاسر کی جانب دیکھتی غرائی تھی۔۔۔

"آئی سید گو اہیڈ۔۔۔! ماتھے پر بل ڈال کر کہا۔۔۔

"تم دیکھو گے کہ میں کیا کرتی ہوں۔۔۔" واجد نے اسے ہاتھ سے کپڑ کر پیچھے کھینچا تھا۔ "فار گاڑ سیک، ماریہ" وہ اس پر چلا�ا تھا۔ لیکن ماریہ کو یاسر کا ٹھنڈا سا کاٹ دار انداز بُری طرح چبھ سا گیا تھا۔

"میں دیکھنا پسند کروں گا کہ آپ کیا کرتی ہیں۔ ویسے اگر آپ اپنے شوہر کو سنبھال لیں تو مزید آپکو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔۔۔" ہلکا سا مسکرا یا۔۔۔ ماریہ حسن کو جیسے زور دار چانٹا دے مارا تھا اس نے۔۔۔

"اپنی بکواس بند رکھو۔۔۔ تم ہو کون۔۔۔؟"

"میں وہ ہوں جس کے پاس اس ایجنسی کا سیکیورٹی سسٹم کام کرتا ہے۔ سی سی ٹی وی فوٹج۔۔۔ دروازوں پر کھڑے گارڈز۔۔۔ میری جیب میں اڑسا کیمرہ پین اور پارکنگ ایریا کے اندر کھڑی تمام گاڑیوں میں موجود بلیک باکس۔۔۔ آپ کے شوہر کی گھٹیا حرکت کے گواہ ہیں۔۔۔ اور اس سے پہلے

مُلک کے نامور انڈسٹریلیسٹ آپکی ازدواجی زندگی کے ادھر سے بخیے دیکھ لیں۔۔۔ بہتر یہی ہو گا کہ آپ اپنا شوہر لیں۔۔۔ اور یہاں سے چلی جائیں۔۔۔ اور ہاں۔۔۔ "وہ جو سیلینہ کو کلائی سے تھامے پلٹنے لگا تھا، لمحے بھر کو رُکا۔۔۔" میں نے سنا ہے کہ ریڈ لائٹ ایریا میں کئی شُرفاء آتے ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام شعیب بسطامی ہے۔۔۔ کیا وہ آپ کے والد نہیں۔۔۔؟"

اور اگر وہ کہتا تھا کہ اس نے سات سال سے جھک نہیں مارا تو ٹھیک ہی کہتا تھا۔ ماریہ اور واجد کے چہروں سے لگتا تھا گویا لہو کا آخری قطرہ تک نچوڑ لیا گیا ہو۔

اس نے سیلینہ کو اپنے ساتھ لیا اور آگے بڑھ آیا۔ پھر پارکنگ ایریا کے کنٹرول روم کا دروازہ کھول کر اسے وہاں لے آیا۔ وہ لنج آور تھا اسی لیے ورکرز وہاں موجود نہیں تھے۔ اس نے کہیں سے گرسی لا کر رکھی تو سیلینہ لرزتے قدم لیے بے دم سی بیٹھ گئی۔ کچھ دیر بعد وہ بالکل خاموشی سے اسکے سامنے پانی کا گلاس لیے کھڑا تھا۔ اس نے گلاس لیا اور غلط پانی حلق سے اتارنے لگی۔۔۔ اسے احساس نہیں ہوا کہ وہ اتنی پیاسی ہے۔۔۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

وہ چُپ چاپ اسکے سامنے کھڑا رہا۔۔۔

گلاس اسکے ہاتھ میں اب تک تھا۔۔۔ پھر یکایک ہی کئی آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔ رخسار خاموشی سے بھیگنے لگے۔ وہ خاموش چہرہ لیے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔ وہ ہتھیلی کی پشت سے آنسو رگڑتی جا رہی تھی۔ ناک شدت سے دمک رہی تھی اور لب مزید آنسو روکنے کی سعی میں بے تحاشہ لرز رہے تھے۔۔۔ اس نے ایک نظر سامنے موجود یاسر پر ڈالی۔۔۔

"کتنی بُری لگ رہی ہوں ناں میں روتے ہوئے۔۔" لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا تو وہ گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔۔

"اچھا۔۔ تو تم اسی لیے کسی کے سامنے نہیں روتی۔۔ تمہیں لگتا ہے تم روتے ہوئے بد صورت لگتی ہو۔۔؟" اسکے استفسار پر وہ معصومیت سے سر ہلانے لگی تھی۔۔

"ٹھیک ہی لگتا ہے تمہیں۔۔" لیکن اسکی اگلی بات پر وہ روتے روتے ہنس دی تھی۔۔ یا سر اسکے گورے گلابی سے چہرے کو دیکھے گیا۔۔ وہ روتے روتے ہنس رہی تھی۔۔ وہ اچھا نہیں کر رہی تھی۔۔ اسکے دل کو کچھ ہوا تھا۔۔

"ہستے ہوئے بھی بری لگتی ہو۔۔" آہستہ سے کہا تو۔۔

وہ مزید ہنس دی۔۔ پھر اسکی جانب آنسوؤں سے جگمگاتی آنکھیں لیے دیکھا۔۔ اسکی شہد رنگ آنکھوں میں جیسے بہت سے جگنو چمک رہے تھے۔۔

"تھینک یو۔۔"

"کس لیے۔۔؟"

"میری حفاظت کرنے کے لیے۔۔ مجھے پانی پلانے کے لیے۔۔ میرے لیے لفت سے آنے کے لیے۔۔ ویسے تمہیں کیسے پتہ کہ ماریہ کا باپ ریڈ لائٹ ایریا جاتا ہے۔۔؟" وہ واقعتاً جاننا چاہتی تھی۔۔

"مجھے نہیں پتہ۔۔" اس نے سکون سے کہا تو وہ ٹھکلی۔۔ لمحے بھر کو ناسمجھی سے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔۔ "کیا مطلب۔۔؟"

"میں نے تو بس ایک کہانی بنائی تھی۔۔ ہو سکتا ہے اسکا باپ وہاں نہ جاتا ہو۔۔"

"واٹ۔۔؟"

"کیوں۔۔؟ تمہیں لگتا ہے کہ اداکاری صرف تم کر سکتی ہو۔۔؟" وہ اسکا جواب سن کر سُن ہو گئی۔۔ پھر اٹھ کر اسکے پاس چلی آئی۔۔

"اگر تم مزید ایسے کرتے رہے تو مجھے تم سے محبت ہو جائے گی۔۔"

"اگر تم چاہتی ہو کہ میں تمہارے ساتھ کام کروں تو ایسی بیوقوفی ہرگز مت کرنا۔۔" اس نے دو بدوسکون سے کہا تھا۔ ذرا جو گڑبرڑاتا ہو یہ لڑکا۔۔ اسے کوئی بات حیران نہیں کیا کرتی تھی۔۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"تمہیں مجھ میں کیا نہیں پسند۔۔؟"

وہ دونوں ایک ساتھ کنٹرول روم سے باہر نکل آئے تھے۔ سیلینہ ایک بار پھر سے اسکے پیچھے تھی۔۔ وہ اپنی کار کی جانب بڑھ رہا تھا۔ واجد اور ماریہ کا نام و نشان تک موجود نہیں تھا۔۔

"مجھے تمہاری ایک بھی بات پسند نہیں ہے۔۔ تم انہائی مادیت پسند ہو۔۔ پسیے کی پُجارت، رنگ برلنگے برینڈز سے آب سیسڈ، اور فیشن اور میک اپ کا بے تحاشہ استعمال کرنے والی۔۔ بیوقوفی کی حد تک معصوم ہو اور ہر کسی سے مسکرا کر بات کرتی ہو۔ آئی ہیٹ ایوری تھنگ۔۔!" کار کا اگلا دروازہ کھولتے ہوئے بغیر کسی دقت کے کہا۔۔ وہ تو جیسے اسکی تفصیل پر بولنا ہی بھول گئی تھی۔۔

"اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے خود کو بدل سکتی ہوں۔۔۔" اور اسکے کہنے پر وہ کار میں بیٹھتے بیٹھتے رک سا گیا تھا۔ پھر سنجیدگی سے گویا ہوا۔۔۔

"کبھی کسی لڑکے کے لیے خود کو مت بد لنا۔ دُنیا کی سب سے بڑی بیو قوئی ہے یہ جو لڑکیاں کرتی ہیں۔ رشته سچائی پر بننے چاہیے۔۔۔ تمہیں مجھے ایسے ہی قبول کرنا ہو گا۔۔۔ تمہارا جواب یہ ہونا چاہیے۔۔۔ اگر کوئی تم سے اپنے لیے بدلنے کا کہے تو اس پر پانی پھینک کر وہاں سے اٹھ جانا۔۔۔ ہو سکے تو اسکے بال کھینچ لینا۔۔۔ تمہیں بال کھینچنے آتے ہیں ناں۔۔۔؟" آخر میں جواب کا انتظار کیے بغیر اندر بیٹھ گیا۔ اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پاتی۔۔۔ کار زن سے آگے بڑھا لے گیا۔ سیلینہ مظہر اسکے جواب پر اب تک انگشتِ بدنداں کھڑی تھی۔

فوٹو شوٹ کا وقت متعین کرنے کی غرض سے وہ دوبارہ نظرِ امجد کے آفس کی جانب بڑھ آئی

visit for more novels:

تھی۔ اندر موجود عمرہ زاہد کو دیکھ کر لمحہ بھر کے لیے اس نے گہر انسانس لیا تھا۔ وہ نظر سے اپنے موقع پراجیکٹ کی بابت بات کر رہی تھی۔ اسکی پشت سیلینہ کی جانب تھی۔ وہ اثر لیے بغیر آگے بڑھ آئی۔۔۔ پھر صوفے پر آبیٹھی۔۔۔ عمرہ نے یونہی رُخ پھیر کر دیکھا تو لمحہ بھر کو ٹھٹک سی گی۔۔۔ اسے سیلینہ کی موجودگی کی توقع نہیں تھی۔۔۔

اس نے البتہ مسکرا کر نزاکت سے دو انگلیاں ہلا کر اسے سلام کیا تھا۔ اس نے کڑوی نگاہ ڈال کر چہرہ واپس پھیر لیا تھا۔۔۔ یوں اگلے ہی پل اسکے سامنے آبیٹھا تھا۔ پھر اسے اگلی شوٹ کی جگہ اور اوقات بتانے لگا۔ وہ اب سنجیدگی سے آگے جھکی، پورے انہماں سے اسے سُن رہی تھی۔۔۔

"تمہاری شوٹ کا تھیم نظر بھائی نے خود کو طے کیا ہے۔۔۔" اس نے مختلف تھیمز پر مشتمل کی آوٹ لیس اسکی جانب بڑھائے تھے۔ وہ اب ہر ایک آوٹ لیٹ کو بغور دیکھ رہی تھی۔

"یہ سب تھیمز تو بہت ڈارک ہیں۔۔۔!" اس نے چہرہ اٹھا کر پوچھا۔ پھر آوٹ لیس کو سامنے ٹیبل پر ڈال دیا۔

"وہ اسی لیے تاکہ تم دوبارہ سے انڈسٹری کی نظروں میں آجائے اور تمہارے اوپر سے یہ فلاپ ایکٹریس کا ٹیگ ہٹ جائے۔۔۔" اب کہ جواب دینے والی عمرہ تھی۔ شاید اسکا کام ختم ہو گیا تھا۔ وہ قسمی پرس ہاتھ پر ٹانگے باہر جانے کے لیے بالکل تیار لگ رہی تھی۔۔۔ اسکے جواب پر یوول اور نظر۔۔۔ دونوں نے غیر آرام دہ نگاہ سیلینہ پر ڈالی تھی۔۔۔ وہ خلافِ معمول بہت آرام سے پیٹھی تھی۔۔۔

"اچھا۔۔۔ جبھی آپکو ہمیشہ بہت نیوڈ قسم کے تھیمز ملتے ہیں کیونکہ آپکی بڑھتی عمر کے باعث اگر آپکو اس طرح کے ڈارک تھیمز دیے گئے تو آپ۔۔۔ ایکٹریس کم۔۔۔ اور آپ زیادہ لگیں گی۔۔۔" اس نے سمجھ کر سر ہلا�ا تھا۔ یوول نے بمشکل تھوگ نگلا تھا۔۔۔

"تمہیں مجھ تک آنے کے لیے ہمیشہ انڈسٹری میں پھیلے ڈرٹی جو کس کا سہارہ کیوں لینا پڑتا ہے آخر۔۔۔؟" وہ اندر سے نیچ و تاب کھاتی بظاہر مسکرا کر بولی تھی۔۔۔ اس نے بھی مسکرا کر کندھے اچکائے۔۔۔

"آپکو دیکھ کر ڈرٹی جو کس کے علاوہ اور کسی چیز کا خیال ہی نہیں آتا، عمرہ آپ۔۔۔" مقصومیت سے کہا۔۔۔ آنکھیں پٹپٹا کر۔۔۔ رونے کے بعد اسے اپنا آپ بہت ہلکا محسوس ہو رہا تھا اور وہ پچھلی والی سیلینہ ہی معلوم ہو رہی تھی۔۔۔

"آپ۔۔۔؟"

"مائے بیڈ۔۔۔ عمرہ جی۔۔۔"

"دیکھتی ہوں کہ کتنے دن تم ان فوٹو شوٹس پر زندہ رہ سکتی ہو۔۔۔" اسکے کڑوے انداز پر سیلینہ نے مسکرا کر چہرہ اٹھایا تھا۔

"اب تو لگتا ہے کامیاب ہونا ہی پڑے گا۔۔۔ کیونکہ بہت سارے لوگ میری ناکامی کے منتظر ہیں۔۔۔!" عمرہ اسکی بات پر استھزانہ سا ہنسی تھی۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"جیسے تمہاری خواہش سے تم کامیاب ہو، ہی جاؤ گی۔۔۔"

وہ دونوں ہی قہقهہ لگا کر ہنس پڑی تھیں۔ نظر نے اپنی ٹائی کی ناٹ بے ساختہ ہی ڈھیلی کی تھی۔ وہ ان ایکٹریس کو کبھی نہیں سمجھ سکتا تھا۔۔۔

"میں خواہش نہیں کرتی۔۔۔ بس کام کرتی ہوں۔۔۔ آپ بھی دوسروں کے معاملات میں اپنی ناک لانے کے بجائے اگر محض اپنے کام پر توجہ دیں گی تو ہو سکتا ہے آپکی بڑھتی عمر نظر انداز کر دی جائے۔۔۔" یوول کا یکدم ہی تالی بجانے کا دل چاہا تھا۔ سیلینہ کے جوابات اسکے دل کو سکون پہنچا

رہے تھے۔ عمریہ جیسی عجیب عورت کے ساتھ کام کرتے ہوئے اسکے بھی بہت سے حساب اس عورت کے کھاتے میں نکلتے تھے۔۔

عمریہ نے دانت پیس کر ایک نظر چیرہ جھکا کر مسکراہٹ روکتے یوول پر ڈالی اور پھر دھم دھم کرتی وہاں سے نکلتی چلی گئی۔۔ اسکے جاتے ہی سیلینہ نے ہاتھ یوں جھاڑے گویا خس کم جہاں پاک کا اشارہ کر رہی ہو۔۔

"دیکھو۔۔ تمہارے لیے آج بھی بد لے لے رہی ہوں میں۔۔" اس نے یوول کے جھکے سر کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا کر اسکے آوت لیٹس سمیٹنے لگا۔۔

"یہ۔۔ ہماری مضبوط سیلینہ۔۔!" نظر نے اسے سراہا تھا۔ اس نے ماٹھے تک ہاتھ لے جا کر انہیں سلام کیا۔۔

"اگر کوئی ایکٹریں آپکو ٹف ٹائم دے تو بس مجھے اشارہ کر دیجیے گا۔۔ ایسی طبیعت صاف کرو گی کہ نسلیں یاد رکھیں گی ان کی۔۔" اس نے نظر کو بھی اپنی خدمات سے آگاہ کیا تھا۔۔ وہ یکدم ہی ہنس دیا تھا۔۔

"اب بتائیں۔۔ اتنے ڈارک تھیمز کیوں منتخب کیے ہیں میرے لیے۔۔؟" اس کے پوچھنے پر یوول پیچھے ہو بیٹھا تھا۔

"تاکہ کسی بھی دیکھنے والے کو تم قابلِ ترس نہ لگو۔ بلکہ تم سے آتی واہزدی نجح سیلینہ والی ہوں۔ جو مر تو سکتی ہے۔ لیکن ڈوب نہیں سکتی۔" اس نے ایک نگاہ دلچسپی سے ان تھیمز پر ڈالی تھی۔ پھر پرس ہاتھ پر ڈالتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مجھے تھیمز پر کوئی اعتراض نہیں۔ ذرا انہیں بھی پتہ چلے کہ سیلینہ کس کا نام ہے۔ بائے نظر بھائی۔ چلو یوول، چل کر کافی پیتے ہیں۔" وہ دونوں اٹھ کر نظر کے آفس سے باہر کی جانب بڑھے تو وہ پچھے گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔ سیلینہ کبھی نہیں بدلتی تھی۔ اور سچ تو یہ تھا کہ وہ اسے ایسے ہی پسند تھی۔ شفاف اور کبھی کبھی مسکرا کر طنز کرنے والی۔ جذباتی اور اپنے کام سے مخلص۔ بیوقوف اور معصوم۔

واجد نے اسے بازو سے گھسیتے ہوئے لاونچ میں رکھے صوفے پر دھکیلا تھا۔ اسکی آنکھیں شدت جذبات سے سُرخ پڑ رہی تھیں اور چہرہ تمثیلارہ تھا۔ ماریہ کی حالت بھی اس سے کچھ مختلف نہیں تھی۔

"تم مجھے ٹیل کر رہی ہو۔! مجھے ٹیل کرتی رہی ہو تم۔!" وہ اس پر دھاڑا تھا۔ جواباً وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر اسکے مقابل آئی۔ وہ زخمی لگ رہی تھی۔

"یہ بات تمہیں اپنی پچھلی محبوبہ کے پاس جانے سے پہلے سوچنی چاہیے تھی۔ تم نے کہا تھا کہ تم اس سے رابطے میں نہیں ہو۔ تم اس سے نہیں ملتے۔ تم اس سے دوبارہ کبھی نہیں ملے۔" پھر یہ

سب کیا تھا۔؟ تم وہاں اس پارکنگ ایریا میں کیا کر رہے تھے۔؟" وہ بھی اتنی شدت سے اس پر چلائی تھی۔ واجد نے بدستور تیز ہوتے تنفس کے ساتھ اسے نفرت سے دیکھا۔

"میں اسکی زندگی سہل بنانے گیا تھا۔"

"کیوں!! کیا لگتی ہے وہ تمہاری۔؟ اگر وہ کچھ لگتی ہے تو پھر میں کون ہوں تمہاری؟ مجھے اور اپنی اولاد کو چھوڑ کر تم اس بازاری عورت سے کیا لینے کئے تھے؟" اسکے الفاظ کا چُناوہ بہت گھٹیا تھا۔
گھر کے ملازم دیواروں کے ساتھ کان لگائے سننے لگے تھے۔

"اسکی زندگی میری وجہ سے تباہ ہوئی ہے۔ وہ اس حالت میں میری وجہ سے پہنچی ہے۔ اگر میں اس پر لگے الزامات رد کر دیتا تو کسی کی مجال نہیں تھی اسے اس سب میں گھسٹئے کی۔ لیکن میری بُزدلی نے اسے ذلیل کر دیا۔ میں اس گلٹ سے آزاد نہیں ہو سکتا۔ میں اس سے زیادہ اپنی زندگی کو آسان بنانا چاہتا ہوں۔" اس نے سُرخ آنکھیں لیے طیش سے کہا تھا۔ ماریہ کا سانس دھونکنی کی مانند چلنے لگا۔ اسکا دل کیا کہ اس دنیا اور اس میں پلتی ہر شے کو آگ لگادے۔ اس نے ایک جھٹکے سے واجد کا گریبان جھپٹا تھا۔

"وہ تمہاری کچھ نہیں لگتی ہے، واجد حسن۔! وہ تمہیں بر باد کر دے گی۔ تمہاری سیاسی ساکھ اور کمپیئن تباہ ہو کر رہ جائے گی۔ تمہیں اس دو ٹکے کی لڑکی کے بجائے میرے ساتھ یہ دنیا فتح کرنی چاہیے۔ تمہیں میرا ساتھ مانگنا چاہیے۔ تمہیں میری قدر کرنی چاہیے۔ تمہیں سیاست کے اس بُلند مقام تک لانے والی وہ نہیں۔ میں ہوں۔"

واجد نے اگلے ہی پل ایک جھٹکے سے اسکے ہاتھوں کو پرے کیا۔ پھر سلگتی نگاہیں اس پر جمائیں۔

"تم ایک انتہائی گھٹیا سوچ رکھنے والی سک عورت ہو۔۔ پہلے تمہیں محض برداشت کرنا پڑتا تھا۔۔ لیکن اب گزرتے وقت کے ساتھ تم ناقابلِ برداشت ہوتی جا رہی ہو۔۔ میں وہاں اس سے رشته استوار کرنے نہیں گیا تھا۔ میں اسکی مدد کرنے گیا تھا۔۔"

"بھاڑ میں جائے وہ اور اسکی زندگی۔۔!" وہ دھاڑی تھی۔۔ واجد کو اسکی ذہنی حالت پر شک سا ہونے لگا تھا۔ "اب تم سے کوئی شکایت نہیں کروں گی میں۔۔ اب اس معاملے کو میں خود دیکھوں گی۔۔" وہ اگلے ہی پل تیزی سے مرٹی لیکن واجد نے اسکا ہاتھ کہنی سے تھام لیا تھا۔ اس نے اسی تیزی سے ماریہ کو اپنی جانب گھما�ا تھا۔۔

"تم ایسا ویسا کچھ نہیں کرو گی۔۔!" وہ اسے تنیہہ کر رہا تھا۔ ماریہ نے نفرت سے اسکا ہاتھ جھٹکا تھا۔ پھر اسی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔۔ واجد نے بے بسی سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔۔ اس نے ایک غلط انتخاب کیا تھا۔ اس نے غلط وقت پر غلط فیصلے لیے تھے۔۔ اور اب اسے ان فیصلوں کے خمیازے صدا بُھگلتانے تھے

نچلے فلور پر معمول کی گہما گہمی تھی۔۔ ہر جانب سے فون کی گھنٹیاں سنائی دے رہی تھیں، فائلز ہاتھوں میں لیے آتے جاتے گارڈز، کان میں بلیو ٹوٹھ لگائے ایک دوسرے سے مستقل رابطہ رکھ ہوئے اور بیک وقت مختلف کیسیں پر تحقیق کرتے ہوئے۔۔ وہ سب دن کے مصروف ترین وقت میں سفر کر رہے تھے۔۔

یاسر اپنے کمین میں براجمن جولیا کی فائل کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے سیلینہ کی فائل اٹھا لی۔۔۔ وہ کئی لمحات تک ورق گردانی کرتا رہا تھا۔۔۔ سیلینہ کے شروع سے لے کر اب تک کے پرائیلیٹس، اسکے نامور لوگوں کے ساتھ کام کرنے کی فہرست، آخر میں اسکا اسکینڈل۔۔۔ جس کے بعد اسے کہیں سے بھی کام نہیں ملا تھا۔ اسکی آنکھیں ہر ایک تفصیل اسکین کرتی جا رہی تھیں۔۔۔

لیپ ٹاپ پر مصروف ساحر نے اس پر ایک خفیف سے نگاہ ڈالی۔

"کیا ہوا۔۔۔؟ کہاں اسٹک ہو گئے ہو۔۔۔؟" اس نے فالنر سامنے ٹیبل پر ڈال دیں۔۔۔ پھر نفی میں سر ہلایا۔۔۔

"یہ کیس اتنا سیدھا ہے نہیں جتنا سب کو لگ رہا ہے۔۔۔" اس کے کہنے پر ساحر کی چلتی انگلیاں لمحہ بھر کو رکی تھیں۔ اس نے آنکھیں پھیر کر اسے دیکھا تھا۔۔۔

"کیا مطلب۔۔۔؟ کیا ماریہ حسن نے نہیں بھیجا اس اسٹاکر کو۔۔۔؟"

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

کیس کے حوالے سے کچھ معلومات اسے بھی تھیں۔ یاسر نے گہرا سانس لیا اور پھر سر کرسی کی پشت پر رکھا۔ اسکی آنکھیں پُر سوچ انداز میں سُکڑی ہوئی تھیں۔۔۔

"اسٹاکر کو پکڑنا مشکل نہیں ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اسے ماریہ نے ہی بھیجا ہو گا۔۔۔ لیکن جو حملہ آور میں نے لفت میں کپڑا تھا۔ وہ حملہ آور کوئی اور تھا۔۔۔" اور اسکی آخری بات پر ساحر چونکا تھا۔۔۔

"مطلب۔۔۔ اسے کسی اور نے بھیجا تھا۔۔۔؟" اسکے پوچھنے پر یاسر نے محض سر اثبات میں ہلایا تھا۔

وہ ملٹنٹ نہیں تھا۔ نہ ہی اسے مارنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ اسے بس سیلینہ کو ڈرانے کے لیے "بھیجا گیا تھا۔"

"زیر اینڈ سنز کا چھوٹا بیٹا۔۔۔؟" ساحر نے ایک شک اسکے سامنے رکھا تھا۔

"ہو سکتا ہے۔ لیکن آخری اطلاعات کے مطابق وہ ملک سے باہر تھا۔ کیا تم مجھے کل تک بتا سکتے ہو کہ وہ کہاں ہے؟" ساحر نے سُن کر سر ہلا دیا تھا۔ اسکے لیے ایسی معلومات اکھڑی کرنا مشکل نہیں تھا۔

"ایسے حالات میں سیلینہ کو بادی گارڈ کی سخت ضرورت ہو گی۔ کیا ابھی تک انہوں نے گارڈ نہیں رکھا۔۔۔؟" اسکے استفسار پر وہ سیدھا ہو بیٹھا تھا۔ سیلینہ کی صحیح والی گردان ساعت میں اترنے لگی۔ وہ اسے اپنا بادی گارڈ بنانے کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار تھی۔

"سر یا سر۔۔۔ آپکو چیف اپنے آفس میں بلار ہے ہیں۔۔۔" ساحر کو یونہی چھوڑ کر وہ اگلے ہی پل خنیفہ کے سامنے آکھڑا ہوا تھا۔ انہوں نے دو انگلیوں سے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ کوٹ کا بٹن کھولتا کرسی کھینچ بیٹھا۔۔۔ چیف خنیفہ اسے بہت متذكر محسوس ہوئے تھے۔۔۔

"سیلینہ پر ہوئے حملے کی اطلاع مجھے ملی تھی۔۔۔" انہوں نے بات کا آغاز کیا۔ وہ ہمہ تن گوش تھا۔

"اسے بادی گارڈ کی ضرورت ہے، یا سر۔۔۔ کیا تم تحقیق کے ساتھ اسکے گارڈ بن سکتے ہو۔۔۔؟" ان کی آواز میں فکر ہلکو رے لے رہی تھی۔ وہ انہیں چند پل دیکھتا رہا۔

"اس ایجنسی میں سینکڑوں گارڈز ہیں۔ آپ مجھے ہی کیوں اسکا گارڈ مقرر کرنا چاہتے ہیں۔۔۔؟"

"کیونکہ میں ان سینکڑوں گارڈز میں سے تم پر سب سے زیادہ بھروسہ کرتا ہوں۔" جواب آسان تھا۔ وہ کندھے سیدھے میں رکھے بیٹھا رہا۔ پھر چیف کی جانب دیکھا۔ ان کی آنکھوں کا رنگ اور چہرے کی ساخت بالکل سیلینہ کے چہرے جیسی تھی۔ چہرے پر رقم معصومیت اور نرمی بھی سیلینہ کا پرتو تھی۔

"اس ایجنسی میں آئے دن ایکٹریس کو طرح طرح کے مسائل کا سامنہ رہتا ہے۔ آپ کبھی کسی ایکٹریس کے لیے ایسے متفلکر نہیں ہوئے۔" اسکی بات سن کر وہ چونکے تھے۔ ٹیبل پر رکھے ان کے ہاتھ لمحے بھر کو بے چینی کا شکار ہوئے تھے۔ وہ ان کی ہر ہر حرکت کو بغور تک رہا تھا۔
"یہ ایجنسی کی ذمہ دا۔"

"اوکے۔ میں ان کا گارڈ بننے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن فی الحال میں اپنی شناخت ان کے باڈی گارڈ کے طور پر متعارف نہیں کروانا چاہتا۔ میرے گارڈ رہنے کے چند مطالبات بھی ہونگے۔ اگر آپ ان مطالبات پر راضی ہیں تو میں تحقیق کے ساتھ ان کی حفاظت کرنے کا ذمہ لے سکتا ہوں۔"
اس نے انہیں وقت سے بچا لیا تھا۔ وہ اسے خاموشی سے چند پل دیکھتے رہے۔ انہیں لمحے بھر کو شک سا گزرا تھا۔ کیا وہ جانتا تھا۔؟

"کیسے مطالبات؟" وہ بھی پیچھے ہو بیٹھے تھے۔ ساتھ ہی قلم ہاتھ میں لیے، کورے کاغذ کو نگاہوں کے سامنے کیا۔ سیلینہ کی حفاظت کے لیے وہ کسی بھی حد تک جا سکتے تھے۔

"پہلا۔ میں ان کا کانفیڈینشل گارڈ رہنا چاہتا ہوں۔" کچھ وقت کے لیے۔ جب تک میری تحقیق کو لیڈ نہیں مل جاتی۔ تب تک آپ منظر عام کے لیے کوئی گارڈ ان کے لیے مختص کر سکتے ہیں۔

دوسرے۔ تحقیقات مکمل ہو جانے پر میں ان کا بادی گارڈ نہیں رہوں گا۔ میرے پاس اس جاپ کو ختم کرنے کا حق موجود ہو گا۔ تیسرا۔ میری بادی گارڈ اور تحقیقات کی پہنچ آپ الگ مجھے ارسال کریں گے۔ میں بغیر پسیوں کے کوئی کام نہیں کیا کرتا۔ "وہ اسکی ساری شرائط کو تیزی سے کاغذ پر رقم کرتے جا رہے تھے۔

"اور کچھ۔؟" انہوں نے سراٹھا کر پوچھا تو وہ لمحے بھر کو پچھے ہو بیٹھا۔ انہیں بغور دیکھا۔ "اور یہ۔ کہ آپ مجھ پر شک نہیں کریں گے۔" اسکی آخری بات سن کر وہ رُک سے گئے تھے۔ کاغذ اور قلم ایک جانب رکھ دیا۔ "کیا۔؟ میں تم پر شک کیوں کروں گا۔؟"

"کیونکہ آپ اور میں ایک جیسے ہیں۔" وہ ہلاکا سا مسکرا یا تھا۔ پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ "اگر میں آپکی جگہ ہوتا تو اس گارڈ پر کبھی اندھا بھروسہ نہیں کرتا، جسے میں اتنا اہم کیس اسائیں کرتا۔" حنفیہ اسکی بات سن کر چونک سے گئے تھے۔ ان کی آنکھیں تیکھے انداز میں سُکری تھیں۔

"تم ایسا کیا کرو گے جس سے مجھے تم پر شک کرنے کا موقع ملے گا۔؟"

"میں نے کب کہا کہ میں ایسا کچھ کروں گا۔؟" پر سکون انداز۔ وہ گڑ بڑا تا نہیں تھا۔

"مطلوب تم ایسا کچھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔؟" انہوں نے سمجھ کر سرا ثبات میں ہلایا تھا۔

"نہیں۔"

"ایسا کچھ بھی نہیں ہونا چاہیے، مسٹر عالم۔!" انکی آنکھوں میں کچھ لہرایا تھا۔ تنیہہ۔ وہ ایک واضح تنیہہ تھی۔۔

"میں غیر جانب دار ہو کر اس کیس کو حل کروں گا، چیف۔۔ اسکا مطلب جانتے ہیں ناں آپ۔۔؟ اسکا مطلب یہ ہے کہ سبجیکٹ کی غلطی کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔۔"

"تم سیلینہ کی حفاظت کرنے کے لیے ہائیر کیے جا رہے ہو۔" انہوں نے اسے یاد دلایا تھا۔ آواز میں سختی سی ابھر آئی تھی۔۔

"میں نے محض سبجیکٹ کی بات نہیں کی ہے۔۔ میں نے اس سبجیکٹ سے بواسطہ اور بلا بواسطہ تعلق رکھنے والے ہر فرد کی بات کی ہے۔" اور حنیفہ مظہر اپنی جگہ ٹھہر سے گئے تھے۔ کیا یہ لڑکا جانتا تھا۔؟ انکی پیشانی پر ابھرتا پسینہ یا سر کو اتنی دور سے بھی نظر آرہا تھا۔۔

"اگر آپ میری شرائط پر راضی ہیں تو میں بھی اس کیس کے متعلق کاظمیکٹ دستخط کرنے کے لیے تیار ہوں۔۔" وہ کہہ کر پیٹنے ہی لگا تھا کہ لمح بھر کو چیف کی بات پر ٹھہر سا گیا۔۔

"تم کتنا جانتے ہو۔۔؟" ان کی آواز۔۔ لہجہ۔۔ انداز۔۔ وہ بیوقوف ہرگز نہیں تھے۔۔

"بالکل اتنا ہی جتنا آپ مجھے معلوم نہیں ہونے دینا چاہتے تھے۔" ایک لمح کو پلٹ کر انہیں دیکھا۔۔ "سوری۔۔ میں نے وہ بھی دیکھ لیا جو نہیں دیکھنا چاہیے تھا۔" جانے وہ اتنے سیدھے چہرے کے ساتھ ایسی باتیں کیسے کر لیا کرتا تھا۔؟ وہ پلٹ کر گیا تو چیف نے گھر اسنس لیا۔ وہ جانتا تھا۔۔ انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ وہ جانتا ہے۔۔ اور انہیں اب سمجھ آیا تھا کہ وہ گھیر لیے گئے

تھے۔ وہ انہیں جان بوجھ کر جذباتی کر گیا تھا۔ وہ ایسے سوال کر رہا تھا جو انہیں واضح طور پر سیلینہ کی جانب سے پریشان کر دیتے۔ انہوں نے ایک نظر بند دروازے کو دیکھا تھا۔ وہ انہیں اتنے سالوں بعد بھی حیران کر گیا تھا۔

اس نے اُترتی رات کی سیاہی کے ساتھ ہی کار گھاس کے قطعے پر روکی اور باہر نکل آیا۔ وہ سردار کے پاس پچھلے کئی دنوں سے نہیں آیا تھا۔ وہ اس سے کام کے باعث گلہ نہیں کیا کرتے تھے لیکن بچوں کی طرح خفا ضرور ہو جایا کرتے تھے۔ اس نے داخلی دروازہ دھکیلا اور اندر چلا آیا۔ لکڑی کا فرش ٹھنڈا ہو رہا تھا۔ لاونچ سے متصل کچن سے خوش گپیوں کی آوازیں بھی آرہی تھیں۔ اگلے ہی پل اس نے گہرا سانس لیا اور آگے بڑھ آیا۔ وہ ان آوازوں کو پہچانتا تھا۔

"دادا آپ یقین نہیں کریں گے کس قدر سک تھا وہ مجرم۔ اسے گلٹ محسوس نہیں ہوتا تھا۔ اتنا گھناونا جرم کرنے کے بعد بھی وہ پیشمان ہونے سے قاصر تھا۔ ہماری ٹیم نے کیس کے ساتھ جڑی ڈاکٹر کی ٹیم سے رابطہ کیا تو معلوم ہوا کہ اسے ذہنی بیماری تھی۔ سائیکو تھا وہ۔" دادا ارمان کے ساتھ گول ٹیبل پر بر اجمن، انہاک سے اسکی کہانیاں سن رہے تھے۔ وہ ہاتھوں کو حرکت دیتا، آنکھوں میں ڈھیروں جوش و جذبہ لیے انہیں اپنے آخری کیس کی رو داد سنا رہا تھا۔ میثم ایک جانب کھڑا، اسے حیرت سے تک رہا تھا۔ ارمان کی کہانیاں سُننے میں مزہ تو بہت آتا تھا لیکن پھر اسے اور سردار کو کئی کئی راتیں ڈر سے نیند نہیں آتی تھی۔

"تم اپنی فضول کھانیوں سے باز نہیں آؤ گے۔۔۔؟" اس نے کچن میں دروازے سے آگے بڑھتے ہوئے اسے ٹوکا تھا۔ دادا اسکی آواز پر چونک کر مڑے تھے۔ اسے دیکھ کر جیسے رگ و پے میں خوشی کی لہر سراحت کر گئی تھی۔۔۔ ان کا ہینڈ سم پوتا آج ان کے ساتھ رہنے چلا آیا تھا۔۔۔

"تم کب آئے۔۔۔؟" ارمان نے پوچھا تو اس نے کوٹ اتار کر کرسی پر ڈالا۔ پھر آگے بڑھ کر پانی کی بوتل فرتج سے نکالنے لگا۔۔۔

"جب تم اپنے سائیکو کیس کی رُوداد پورے جوش و خروش سے سنارہے تھے۔۔۔"

"دادا آپکو مزہ آتا ہے ناں سن کر۔۔۔؟" اس نے یقین دہانی کے لیے فوراً پوچھا تھا۔۔۔

"آف کورس۔۔۔" گول دادا جی۔۔۔ ایسے مسکرا کر کہتے وہ بہت پیارے لگے تھے۔۔۔

"ہاں۔۔۔ مزہ آتا ہے اور پھر رات کو کوئی میرے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تاکہ میں انہیں اپنے ساتھ سلا لوں۔۔۔ کیوں۔۔۔؟ کیونکہ ارمان کی کھانیاں سننے کے بعد سیریل مل کر انہیں اپنے سر پر منڈلاتا دکھائی دینے لگتا ہے۔۔۔" اسکا اشارہ سمجھ کر سردار نے خفگی اسے اسے گھورا تھا۔۔۔

"ایک دفعہ بجا یا تھا بس دروازہ۔۔۔"

"میں آپکو آج رات اپنے ساتھ نہیں سلاوے نگا۔۔۔"

"ارمان ہے یہاں۔۔۔ تم سے تو کوئی امید رکھنا ہی فضول ہے۔۔۔"

"آپ اسے ہی کیوں اپنا پوتا نہیں بنالیتے۔۔۔؟" اس نے جل کر کہا تھا۔ ارمان کے پیٹ میں گدگدی سی ہونے لگی۔۔۔

"وہ آکریڈی میرا پوتا ہے۔ میں اسے دل و جان سے اپنا پوتا مان چکا ہوں۔" وہ بھی دو بدو بولے تھے۔ ارمان کا پیروں کی تالی بجائے کا دل چاہا تھا۔

"یقیناً جائیداد میں بھی اسکا حصہ مقرر کر دیا ہو گا آپ نے۔ میرے علاوہ آپ سب کو اپنا وارث بنانا چاہتے ہیں۔" پانی پی کر وہ آہستینیں موڑتا سلیب سے ٹیک لگائے کھڑا ہو گیا تھا۔

"اگر تم اتنا کہہ ہی رہے ہو تو کیوں ناں میں اسے واقعتاً اپنا وارث مقرر کر دوں۔؟" دادا کو ارمان پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ارمان نے ہنس کر تالیاں بجائی تھی۔ میشم کے بھی دانت نکل آئے تھے۔ یاسر نے ہنستے ہوئے میشم کو گھور کر دیکھا تھا۔ اسکے دانت فوراً غائب ہوئے تھے۔

"مجھے چاہیے بھی نہیں آپکی جائیداد۔"

"دادا۔ کوئی جل رہا ہے یہاں پر۔ دیکھیں تو ذرا۔ اسکا چہرہ جلن سے سیاہ پڑ چکا ہے۔" ارمان کا انداز ایسا تھا کہ دادا نے پلٹ کر ایسا منظر ملاحظہ کرنا ضروری سمجھا تھا۔ پھر وہ ہنس کر ارمان کی جانب گھومے۔

"ہماری خوشیوں سے جلتا ہے۔"

"آف کورس۔" اس نے آنکھیں گھماکیں اور باہر نکل آیا۔ کچھ پل بعد وہ فریش ہوا کمرے کا دروازہ بند کرتا

باہر نکل رہا تھا۔ جیز پر سیاہ ٹی شرٹ پہنے۔ گیلے بالوں کو ماتھے پر بکھیرے۔

"کھانا تو کھاہی لیا ہو گا آپ نے ارمان کی کھانیوں کو انجوائے کرتے ہوئے۔؟" اسکی آواز ابھری تھی۔ لاونچ میں ارمان کے ساتھ براجمن سردار نے کندھے اچکائے۔

"ظاہر سی بات ہے۔۔۔ اب اتنی رات گئے تک کوئی بے مروت پوتے کا انتظار بھلا کیوں کرے گا۔۔۔؟" وہ اثر لیے بنا کچن کی جانب بڑھ آیا تھا۔

"بے مروت۔۔۔ میرا ہی دماغ خراب تھا کہ اتنا طویل سفر کر کے آپکے پاس رہنے چلا آیا۔۔۔" اسکی جلی کٹی آواز ابھری تھی۔ سردار اور ارمان نے ایک دوسرے کو دیکھ کر گھر اسنس لیا تھا۔ یوں جیسے دو دوست ایک دوسرے کو دیکھ کر اپنے تیسرے دوست کے انہتائی غیر دوستانہ رویے پر افسوس کر رہے ہوں۔۔۔ پھر جب وہ دونوں اسکے ساتھ ٹیبل پر بیٹھنے لگے تو وہ حیران ہوا۔۔۔

"میرا دل رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ اس نے کہا تو ارمان نے ناک سے مکھی اڑای۔۔۔

"اتنی بھی اچھی شکل نہیں ہے تمہاری کہ محض دل رکھنے کے لیے دوبارہ کھانے بیٹھ جائیں گے تمہارے ساتھ۔۔۔"

میثم اب تازہ کھانا ٹیبل پر لگا رہا تھا۔ دادا نے گرم روٹی اسکے سامنے نکال کر رکھی تو وہ انہیں دیکھنے لگا۔ "نہیں کھایا تھا کھانا تمہارے بغیر۔۔۔ مت سڑو اتنا۔۔۔" اور ان کے ایسے کہنے پر وہ نہ چاہتے ہوئے بھی خفیف سا سُرخ ہوا تھا۔۔۔

"ایکٹ ایسے کرتا ہے جیسے کوئی فرق نہیں پڑتا اسے۔۔۔ دیکھیں دادا۔۔۔ آپکا پوتا ٹو گائے بننے کے چکر میں

بہت جگہوں پر اپنا نرم حصہ چھپانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔" ارمان کی چلتی زبان کہاں رک رہی تھی۔ اس نے اسے ترچھی آنکھوں سے دیکھا تھا۔۔۔

"میں نے کچھ نہیں کہا۔۔۔ کھا لیتے میرے بغیر کھانا۔۔۔"

کندھے اچکا کر یوں کہا جیسے اوہو۔۔۔ یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں۔۔۔ لیکن ارمان اور سردار۔۔۔ دونوں اسے بہت اچھے سے جانتے تھے۔۔۔

"اچھا اب سکون سے کھانا کھاؤ۔۔۔"

وہ تینوں خوش گپیوں کے دوران کھانا کھار ہے تھے۔ ارمان اور دادا بول رہے تھے اور وہ انہیں سن رہا تھا۔ کبھی کبھی نہ پڑتا اور کبھی صرف مسکرانے پر اکتفا کیا کرتا۔۔۔

"ارمان بتا رہا تھا تم نے جو لیا کے گارڈ کی جاب چھوڑ دی۔ اگر ایسا ہے تو ایجنسی جا کر کیا کرتے ہو تم۔۔۔؟" کھانے کے بعد لاونچ میں بر اجمان وہ تینوں سبز چائے پی رہے تھے۔۔۔ جب دادا نے اس سے پوچھا۔ اس نے ارمان کو خونخوار آنکھوں سے دیکھا تھا۔ ایک راز نہیں رکھ سکا گدھا۔۔۔ مگر وہ بھی ڈھیٹ تھا۔۔۔ اسکی آنکھوں کا اثر لیے بغیر بیٹھا رہا۔۔۔

"جی۔۔۔ کچھ مسئلہ ہو گیا تھا۔۔۔"

"پھر اب کیا کر رہے ہو تم۔۔۔؟"

"کچھ خاص نہیں۔۔۔ ایک کیس سالو کر رہا ہوں۔۔۔"

"کیسا کیس۔۔۔؟"

"ہوتے ہیں بہت سے کیسیں ایجنسی میں ایکٹریس کے متعلق۔۔ آپ پریشان مت ہوں۔۔ میں جاب لیس نہیں ہوں۔۔" اس نے یقین دہانی کروائی تھی۔ سردار نے گھر اسنس لیا۔۔

"کتنا کہا تھا تمہیں کہ ایسا تھکا دینے والا پیشہ مت اختیار کرو۔۔ لیکن یہ لڑکا میری بات مانے بھی تو سہی۔۔" ان کے کہنے پر ارمان اسے بالکل خاموش نگاہوں سے تکنے لگا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یاسر بادی گارڈ کیوں بننا تھا۔۔

"سیلینہ سے ملاقات ہوئی تھی تمہاری۔۔؟" انکے الگ استفسار پر وہ سیدھا ہو بیٹھا تھا۔۔ پھر ہاتھ آگے بڑھا کر خالی کپ درمیانے ٹیبل پر رکھ دیا۔۔ گلابی لباس میں ملبوس صحیح والی سیلینہ اسے یو نہیں یاد آئی تھی۔۔

"میں ایجنسی اپنے کام سے جاتا ہوں۔۔ سیلینہ سے ملنے نہیں۔۔" اسکے جواب پر سردار بدمزہ ہوئے تھے۔

visit for more novels:

"کوئی ہو گا اس جیسا جو سیلینہ کو نظر انداز کر سکتا ہو۔۔!" وہ ارمان سے مخاطب تھے۔۔ وہ بھی ان کی بات پر سرد صحن رہا تھا۔۔

"آپ دو فین بوائز ہیں ناں اسکے۔۔ میری کیا ضرورت۔۔؟" اس نے اٹھنے ہوئے کہا تھا۔ پھر شب بخیر کہتا اپنے کمرے کی جانب بڑھ آیا۔ ان دونوں نے اسے نہیں روکا۔ اسے سوریے جلدی اٹھنے کی عادت تھی۔ ایک بادی گارڈ ہونے کی حیثیت سے اسے پہلے اپنی صحت کا خیال رکھنا تھا۔ وہ فٹ ہوتا تب ہی تو کسی دوسرے شخص کی حفاظت کر سکتا تھا۔

رات گئے تک وہ اپنے کمرے میں موجود بیڈ پر دراز تھا۔ اسکا کمرہ صاف سُتھرا اور خاصہ گُشادہ تھا۔ چھت کا پچھلا حصہ سیدھا جبکہ آگے کا حصہ خاصہ نیچے کی جانب جھکا ہوا تھا۔ اس جھکے حصے پر شیشے کی ایک بڑی سی کھڑکی تھی۔ اس کھڑکی سے تاریک آسمان پر جگمگاتے کی ستارے نظر آتے تھے۔

ایک جانب رائٹنگ ٹیبل کے ساتھ ہی دیوار گیر الماریاں موجود تھیں۔ کتابوں کے کئی چھوٹے چھوٹے شیلفز پر کئی کتب ترتیب وار رکھی تھیں۔ ان کتابوں پر فیری لائمس کے سنہری قلمقوں کے جگہ گلگار ہے تھے۔ کمرے میں موجود محض ان چھوٹے سنہری قلمقوں کی مدھم روشنی بکھری تھی۔ ایک جانب دیوار کے ساتھ بُلند سا آئینہ بھی ٹکا کر کھڑا کیا گیا تھا۔ اسکا قیمتی فریم سنہرے رنگ کا تھا۔ فیری لائمس میں اسکا سنہرہ پن دمک رہا تھا۔

رائٹنگ ٹیبل کے ساتھ موجود شیشے کی کھڑکی اور چھت پر لگی اس گلاس وندو سے، باہر اترنے خوبصورت رات کا نظارہ وہ بہت فرصت سے اتنکا رہا تھا۔ گردن کے نیچے ایک ہاتھ تکیے کی صورت رکھے۔ محو ہو کر چھت کو تکتا ہوا۔

یک ایک اسے دروازے کے پار کسی کے قدموں کی چاپ محسوس ہوئی تھی۔ وہ نہیں ہلا۔

پھر اس نے کسی کو آہستگی سے دروازہ دھکیل کر اندر آتے ہوئے محسوس کیا۔ وہ نہیں ہلا۔

اب کوئی بے حد آہستگی سے اسکے ساتھ بیڈ پر دراز ہو رہا تھا۔ یہاں وہ ہلاکا سا مسکرا یا تھا۔ لیکن کمرے میں موجود مسحوم تاریکی کے باعث آنے والے نے اسکی مسکراہٹ نہیں دیکھی تھی۔

"یا سر۔۔" سردار کی معصوم سی آواز پر وہ اس ابھرتی مسکراہٹ کو جیسے روک نہیں پارتا تھا۔ وہ اب بغور اسے دیکھ رہے تھے۔ اسے جاگتا دیکھ کر وہ مسکرانے تھے۔

"دادا۔۔ میری پرائیو سی کا ہی خیال کر لیا کریں۔۔" اس نے گلاس وندو سے آنکھیں نہیں ہٹائیں۔۔ سردار نے اثر لیے بغیر اس کے ساتھ دراز ہو کر سر رکھ دیا تھا۔ اب وہ دونوں، ایک ہی انداز میں ہاتھ سر کے نیچے دیے اوپر موجود رات کا چاندنی سا وجود تک رہے تھے۔۔

"ارمان کے پاس جا رہے تھے ناں آپ تو۔۔؟"

"ارمان گھری نیند سورہا ہے۔۔"

"آپکی نیند اڑا کر وہ گھری نیند ہی سورہا ہو گا۔۔" دادا ہنس رہے تھے۔ ان کے ہنسنے پر وہ مسکرا یا تھا۔
"ارمان کی کہانیاں تو بہانہ ہیں۔۔"

"اچھا۔۔؟" مسکراہٹ دبا کر سوالیہ سا پوچھا۔ دادا سر ہلانے لگے تھے۔۔

"تم مجھے بہت پیارے ہو۔۔"

"رات کے اس وقت آپ مجھ سے اتنی کرپی باتیں نہیں کر سکتے۔۔" وہ پھر سے ہنس دیے تھے۔
پھر کچھ پل بعد آہستہ سے بولے۔۔

"رات کتنی خوبصورت ہے ناں۔۔"

"راتیں تو ہوتی ہی خوبصورت ہیں۔۔" اس نے آنکھیں ہٹائے بغیر آہستگی سے کہا تھا۔۔

"ستاروں کے بغیر راتیں بھی انک معلوم ہوتی ہیں۔۔" دادا نے نرم سا اعتراض کیا تھا۔۔

دیکھنے والے کی آنکھ کا کمال ہے، دادا۔۔ میں نے ستاروں کے بغیر بھی راتوں کو خوبصورت محسوس " کیا ہے--"

"پوتا رات کے اس پھر سونے کے بجائے، جاگ کر ستاروں بھری رات کو دیکھ رہا ہے۔ مجھے تو کچھ گڑبرٹ لگ رہی ہے--"

"پوتا تھک چکا ہے۔۔ وہ سونا چاہتا ہے۔۔ لیکن دادا سونے نہیں دے رہے۔۔ بلاوجہ رات کی خوبصورتی کے قصیدے پڑھ رہے ہیں۔"

"ایسا کیوں بھلا؟" قابلِ قدر ادب کے اُستاد نے استفسار کیا تھا۔

"کیونکہ وہ ادبی انسان ہیں۔۔ ادبی لوگوں کو تارے دیکھ کر رابرت فراست یاد آ جاتا ہے۔ اور پھر جب تک وہ اس رابرت کی نظم میں بیان کی گئی رات کی خوبصورتیوں کو بیان نہ کر لیں۔۔ اپنے پوتے کو چین سے سونے نہیں دیتے۔" اور ادھر سردار کا ایک تھقہہ بلند ہوا تھا۔ انہیں رات دیکھ کر واقعی انگریزی ادب کا ایک نامور شاعر یاد آ گیا تھا۔۔ کتنے اچھے سے جانتا تھا وہ انہیں۔۔

"رابرت فراست ایک عظیم شاعر تھا۔۔" دادا کو اسکی عظمت میں کوئی شک نہیں تھا۔

"دیکھا۔۔ کیا کہا تھا میں نے۔۔" اس نے گھر اسنس لے کر کہا تو وہ ہنسنے رہے۔۔

"اب میں کچھ کہون گا تو تم ناک بھوئیں چڑھاؤ گے۔۔ لیکن چلو اب میں کہہ لیتا ہوں۔۔ مجھے رابرت فراست بہت پسند ہے۔۔ لیکن اسکی شاعری مجھے خوفزدہ کرتی ہے۔۔" ان کے کہنے پر، اس نے چہرہ پھیر کر حیرت سے ان کی جانب دیکھا تھا۔۔

"کیوں---؟ کیا ادب بھی کسی کو خوفزدہ کر سکتا ہے---؟" وہ اسکے سوال پر متبسم ہوئے تھے۔۔

"ادب نہیں پچھے۔۔ انسان، انسانوں کو خوفزدہ کر دیتے ہیں۔ بعض دفعہ وہ اتنا سچ لکھ دیتے ہیں کہ اسے سہارنا مشکل ہو جاتا ہے۔۔"

"ایسا کیا کہہ دیا رابرٹ نے کہ آپ اس سے خوفزدہ ہی ہو گئے۔۔"

"تم یقین نہیں کرو گے کہ مجھے اسکی لکھی کو نسی سطر خوفزدہ کرتی ہے۔۔" اس نے متجسس ہو کر ابرو اوپنچ کیے تھے۔۔

"کونسی۔۔؟"

دادا چند پل خاموش رہے۔۔ پھر ان کی مدھم سی آواز ابھری۔۔

"Be happy happy happy and seize the day of pleasure."

اور وہ واقعی یقین نہیں کر پا رہا تھا۔ یہ سطر تو بہت بے ضرر اور خوبصورت تھی۔۔
visit for more novels
www.urdunovelbank.com

"ریلی۔۔؟"

"مجھے اسکے الفاظ نہیں۔۔ مجھے اس سطر سے نکلتی منفی تو انائی خوفزدہ کرتی ہے۔۔ یہ عجیب سطر ہے۔۔ انسان کو خوف محسوس ہونے لگتا ہے۔۔ جتنی دفعہ اس نے خوش رہنے پر زور دیا ہے۔۔ اتنی ہی دفعہ میرا اس نظم سے ایک عجیب سا تعلق استوار ہوا ہے۔۔"

"کیا الفاظ بھی تو انائی رکھتے ہیں۔۔؟"

"بالکل۔۔ الفاظ جس تو انائی سے لکھے جاتے ہیں، وہی تو انائی پڑھنے والے محسوس کرتے ہیں۔۔ کچھ لکھاری بہت سادہ لکھتے ہیں۔۔ لیکن ان کے الفاظ کی واہز لوگوں کو اپنے سحر میں جبڑ لیتی ہیں۔۔

فراسٹ کی وائے اچھی نہیں

ہے۔۔ "ان کے کہنے پر وہ خاموش ہوا چھٹ کو تکنے لگا تھا۔۔

"خوش رہنے کے لیے آپ سب کچھ نہیں کر سکتے۔۔ ایک حد ہوتی ہے جو انسان کو انسان ہونے کے ناطے کبھی پار نہیں کرنی چاہیے۔۔ لوگ اپنی خوشی کے لیے اس ایک انسانی حد کی بھی حفاظت نہیں کرتے۔۔ بعض لوگ خوش رہنے کے لیے دوسروں کی زندگیوں میں جو زہر گھولتے ہیں، وہ ناقابل تلافی ہوتا ہے۔۔ بعض لوگ اس سطر کو بہت غلط انداز سے اپنی زندگی میں شامل کرتے ہیں۔۔ وہ حال میں خوش رہنے کے لیے، دوسروں کا حال بر باد کرنے سے بھی بعض نہیں آتے۔۔ وہ اپنا راستہ بنانے کے لیے دوسروں کو پیروں تلے کھلتے ہوئے گزرتے چلے جاتے ہیں۔۔"

visit for more novels:

سردار کی بات پر اسے بہت سے چہرے یاد آئئے تھے۔۔ سلطانہ، ماریہ، واجد۔۔ اپنے حال کی خوشی کے لیے دوسروں کا حال بر باد کرنے والے لوگ۔۔ وہ خاموش ہی رہا۔۔

"کیا تم اس نظم کا نام جانتے ہو۔۔؟"

اس نے لاعلمی کے باعث محض سر ہلا کیا تھا۔۔

"کارپ ڈائم۔۔"

"کارپ ڈائم۔۔۔؟"

"یہ لاطینی سطر ہے۔ جس کا مطلب ہے مستقبل اور ماضی کے غم سے آزاد ہو کر حال میں زندہ رہا جائے۔ حال کو اپنی پوری خوشگوار توانائی سے گزارہ جائے۔ مستقبل کی خوفزدہ کر دینے والی فکر سے آزاد ہو کر۔ ماضی کی تکلیف دہ یادوں کو پرے دھکیل کر۔ صرف اور صرف حال کا سپوت بن کر جیا جائے۔"

"یہ تو بہت مشکل کام ہے۔" اس نے کچھ پل بعد کہا تھا۔ سردار کو اس کی بات سے اختلاف نہیں تھا۔

"بالکل۔"

"یہ ایک ایسی عبارت ہے جو انسان کو گرو کرنے میں مدد دیتی ہے۔ ماضی میں قید رہنے والے ایک دائرے میں قید ہو جاتے ہیں۔ وہ بڑھتے نہیں۔ مستقبل میں زندہ رہنے والے ہر لمحہ گھری اذیت کا شکار رہتے ہیں۔ ویسے تم کہاں قید ہو۔؟ ماضی یا مستقبل میں۔؟"

visit for more novels:

انکے استفسار پر وہ چند پل کچھ بھی نہیں بولا تھا۔ اترتی رات کے پار اسے ایک ڈھنڈلا سا منظر محسوس ہوا تھا۔ ہسپتال کا وہ ٹھنڈا فرش۔ جمادینے والی تکلیف۔ اس نے بہت سا تحکوک نگلا تھا۔

"مجھے پتہ ہے تم کہاں قید ہو۔" دادا نے خود ہی سمجھ کر کہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ سردار لا علم نہیں تھے۔

"ہماری زندگیوں میں کوئی ایک لمحہ ایسا ضرور وارد ہوتا ہے کہ ہم اس سے کبھی آزادی حاصل نہیں کر سکتے۔ چاہیں تب بھی نہیں۔ وہ لمحہ یا تو بہت خوشگوار ہوتا ہے یا پھر بہت گھری تکلیف کا

غماز۔۔ ہم صرف وہ ہی لمحات یاد رکھ پاتے ہیں جو ایکسٹریمسٹر کا مظہر ہوں۔۔ ہمیں عام دن رات یاد نہیں رہتے۔۔ ہمیں ایکسٹریمسٹر خوشی یا تکلیف کے لمحات یاد رہ جاتے ہیں۔ اور کیا تم جانتے ہو کہ

اس ایک لمحے کی قید سے آزادی انسان کو ایک عظیم انسان بنادیتی ہے۔۔

باہر اُترتی رات پہلے سے زیادہ خوبصورت اور اداس محسوس ہونے لگی تھی۔ سردار کی باتیں اس رات کی مانند اداس اور خوبصورت تھیں۔۔

"سردار عالم۔۔ آپ بہت بولتے ہیں۔۔" کچھ پل بعد اسکا مدھم سا تبصرہ اُبھرا تو دادا بے بسی سے ہنس دیے۔۔

"سیلینہ کی مدد کر دیا کرو۔۔ بہت اکیلی لگتی ہے وہ مجھے۔۔" ان کے کہنے پر اس نے گھر انسان لیا تھا۔

"اسکے آس پاس بہت لوگ ہیں۔۔ وہ کیسے تنہا ہو سکتی ہے۔۔؟"

"روشنیوں میں گھرے لوگ اکثر تنہا ہوتے ہیں۔۔" دادا اٹھ گئے تھے۔ پھر شفقت سے ہاتھ آگے بڑھا کر بالوں کو چھووا۔ اس نے چھت سے آنکھیں ہٹا کر ان کی جانب دیکھا تھا۔ آنکھوں پر نازک سی عینک لگائے، نرم آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے۔۔ ایک لمحے کے لیے اسکا دل شکر سے بھر گیا تھا۔ لیکن اس نے کہا تو صرف اتنا ہی۔۔

"اب سونے دیں مجھے۔۔"

"ہاں۔۔ سو جاؤ۔۔ گُلد نائیٹ۔۔" وہ اٹھ کر اب دروازے کی جانب بڑھ رہے تھے۔ ایک لمحے کو پلت کر اسکی جانب مسکرا کر دیکھا اور پھر باہر کی جانب بڑھ گئے۔۔ وہ ان کے انداز پر دیر تک مسکراتا رہا تھا۔

عَلَيْكُمْ سَلَامٌ

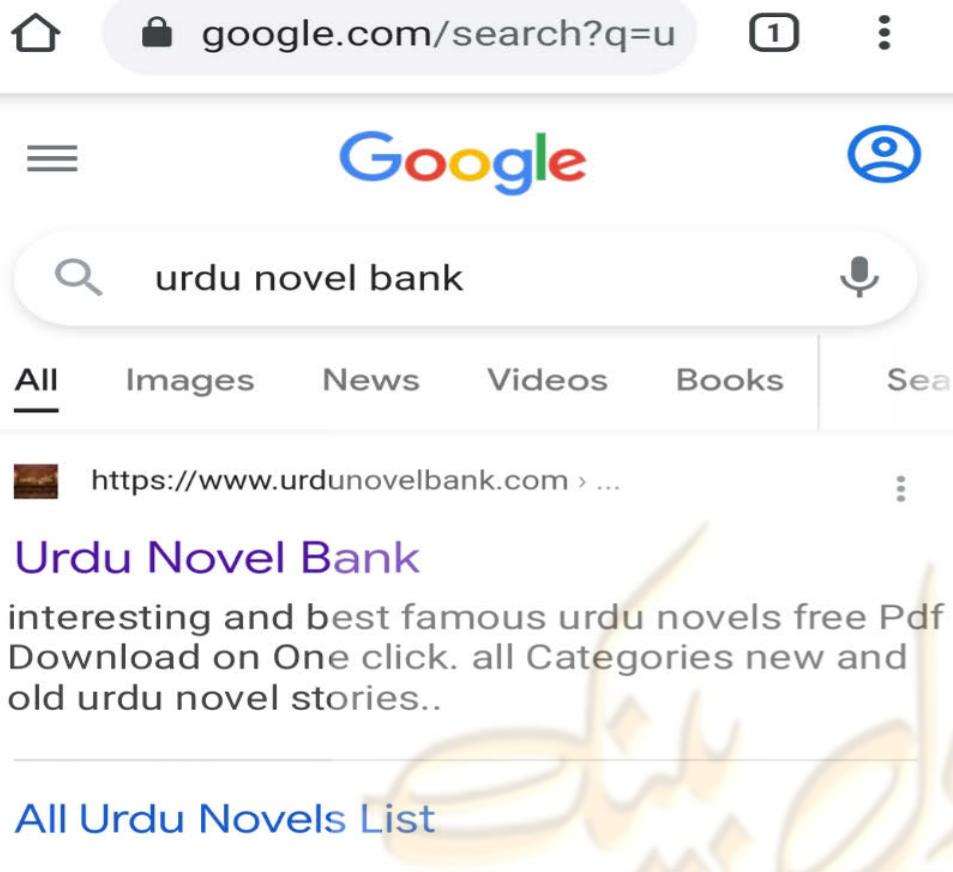
۱۱۱

۱۱۱

/ /

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com



Urdu Novel Bank website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیتیگری میں ---

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

اگلی صبح وہ اسکرپٹ لینے نظر کے آفس چلی آئی تھی۔ لیکن دروازے میں بہت سا جم غیر محسوس کر کے اسکے قدم لمحے بھر کو تھے تھے۔ اسے کسی انہونی کا احساس ہوا تھا۔ وہ اگلے ہی پل راستہ بناتی آگے بڑھنے لگی تھی۔ رپورٹر نے اسے دیکھتے ہی اس پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی تھی۔ یوول نے بمشکل رپورٹر کو پرے دھکیل کر اسے اندر کی جانب کھینچا۔ فلیس لائمس اور سوالات۔۔۔ وہ نامسحیح سے ہر ایک کوتک رہی تھی۔ اور پھر اسکی ہر نامسحیح عنقا ہو گی۔ آفس میں لگے قیمتی صوفیوں پر ماریہ بر اجمان تھی۔ اسکے عین سامنے ڈائیریکٹر بیٹھا تھا۔ نظر امجد ایک جانب بے بسی سے ایستادہ تھا اور ماحول خاصہ تناؤ کا شکار تھا۔۔۔

"کیا آپ ایک بدنام زمانہ ایکٹریس کو اپنے ڈرامے میں لینا چاہیں گے، ڈائیریکٹر صاحب؟" وہ اپنا مدعای پہلے ہی بیان کر چکی تھی۔ اب محض آخری کلمات سے اپنے مدعے پر مہر ثبت کر رہی تھی۔ اسکے قدم پیچھے ہی کہیں جم گئے تھے۔ ڈائیریکٹر نے ایک ملامتی نگاہ اس پر ڈالی تھی۔ یوول اسکے ساتھ ہی کھڑا تھا۔

"میں خود بھی ہچکچاہٹ کا شکار تھا۔ لیکن اب آپکے کہنے پر تو میں انہیں واقعی کام نہیں دے سکتا۔" ماریہ نے اسکی جانب دیکھا۔ لمحے بھر کو مُسکرائی۔ سیلینہ کو اپنا آپ ایک بار پھر سے بہت چھوٹا محسوس ہونے لگا تھا۔ ایسے جیسے وہ اسکے سامنے کسی جسارت کی ہمت نہ رکھتی ہو۔

"ہر ایک کا انکے بارے میں یہی خیال ہے۔ میں بس آپکو کسی بھی پستی کا شکار ہونے سے بچانا چاہتی تھی، ڈائیریکٹر صاحب۔ ان محترمہ کی ہستیری شیٹ بتاتی ہے کہ یہ ماضی میں جس کے ساتھ بھی رہیں، انہیں پستی میں دھکیل گئیں۔ سیلینہ مظہر کا بیڈ لک ان کا پیچھا ہر جگہ کرتا رہا ہے۔" وہ اگلے ہی پل اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ قدموں میں رکھا پرس بھی اٹھا ملیا۔ اسکے کندھوں تک آتے بال سیدھے تھے اور چہرہ دمک رہا تھا۔ وہ اپنا بھرپور خیال رکھنے والی عورت تھی۔ ڈائیریکٹر شبیر رضا بھی اسکے ساتھ ہی اٹھا تھا۔

"میں آپکو اس سے کہیں اچھی ایکٹریس اسائیں کر سکتی ہوں۔ بس خود کو ڈوبنے سے بچائیں۔" آپ یہ ٹھیک نہیں کر رہی ہیں، ماریہ۔ "نظر پہلے بھی اسے روکتا رہا تھا لیکن وہ تو گویا اسکی بات سن ہی نہیں رہی تھی۔ کسی کے رزق کو آپ یوں نہیں چھین سکتی۔"

اس نے ایک ناقدانہ نگاہ نظر پر ڈالی اور پھر بُت بنی سیلینہ کو زہر آلود نفرت سے دیکھا۔ اگلے ہی پل سر جھٹک کر وہ اسکے ساتھ سے نکلتی آگے بڑھ گئی تھی۔ یوول نے بُت بنی سیلینہ کو دیکھا۔ اسکا دل ڈکھی ہو گیا تھا اسے ایسے دیکھ کر۔ لیکن وہ اگلے ہی پل ماریہ کے پچھے بھاگی تھی۔ وہ اب اپنے ساتھ لائے گئے رپورٹرز اور گارڈز کی ہمراہی میں داخلی دروازے کی جانب بڑھ رہی تھی۔

وہ اسکے پچھے بھاگ رہی تھی۔ لفت سے نکلتے ارمان، حنیفہ اور سلمان اپنی ہی جگہ ٹھہر گئے تھے۔ وہ اسے بھاگتا ہوا دیکھے چکے تھے۔ ارمان چیف حنیفہ کو کسی حوالے سے جانتا تھا، اسی لیے وہ ان سے ملنے یا سر کے ساتھ ایجنسی چلا آیا تھا۔ جانے یا سر خود کہاں تھا؟

"میری بات سنیں۔ پلیز۔ ایسے مت کریں۔ آپ ایسے نہیں کر سکتیں۔" اس نے ہلند آواز کے ساتھ کہا تو کئی مردوں میں گھری ماریہ نے لمح بھر کو پلت کر اسکی جانب حیرت سے دیکھا۔ رپورٹرز اب مانگس اور کیمرے اسکی جانب پھیرے کھڑے تھے۔ داخلی دروازے کے قریب تماشہ سالگ گیا تھا۔ وہ تینوں بھی کسی انہوںی احساس کے تحت ہجوم کی جانب بڑھ آئے تھے۔

"میں ایسا کر سکتی ہوں۔ اور میں ایسا کر رہی ہوں۔"

"آپ زیادتی کر رہی ہیں۔ آپ میری ورک پلیس پر آکر پر سلنڈر کو درمیان میں نہیں لا سکتیں۔ آپ اپنے حسد کی وجہ سے میرا کام نہیں خراب کر سکتیں۔!" وہ ضبط سے کہہ رہی تھی۔ رپورٹرز اب اسے دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ ماریہ نے استھناء سر جھٹکا تھا۔ پھر قریب چلی آئی۔ اور اس سے پہلے کوئی کچھ سمجھ پاتا۔ ماریہ نے اسے کھینچ کر چانٹا دے مارا تھا۔ ایک پل کے لیے سب کچھ ساکت ہو گیا تھا۔ یوں گویا کبھی حرکت میں آیا ہی نہ ہو۔ حنیفہ یکخت ہی آگے بڑھنے لگے تو

سلمان نے انہیں ہاتھ سے پکڑ کر روک لیا۔ وہ بے بُسی سے سیلینہ کا سُرخ پڑتا رخسار دیکھ کر رہ گئے تھے۔۔

"دوسروں کے شوہروں پر ڈورے ڈالنے والی بدنام زمانہ ادکارہ اب مجھے ورک اپتھکس سکھائے گی۔۔؟" اسکی ہتھ آمیز آواز ابھری تھی۔ وہ اپنے رخسار پر ہاتھ رکھے ٹھنڈے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"دوسروں کے شوہروں پر ڈورے ڈالنے سے کیا مراد ہے آپکی۔۔؟" ایک رپورٹر نے چٹارے دار سوال داغا تھا۔

"ان جیسی گولڈ ڈگرز کو کون نہیں جانتا۔ اپنے لائف اسٹائل کو بہتر بنانے کے لیے یہ کسی بھی امیر مرد کو پھانس لیتی ہیں۔ اور پھر زندگی بھر ان کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ لیکن اب بہت ہو گیا۔۔ میں مزید ان جیسی عورتوں کو برداشت نہیں کر سکتی۔۔ میرا سینس آف جسٹس مجھے ایسا کرنے سے باز رکھتا ہے۔۔" وہ کہہ کر باہر کی جانب بڑھ گئی تھی۔۔ رپورٹر اسکے پیچھے تیزی سے باہر بڑھے تھے۔ ان سب کو اپنے اخبارات اور نیوز چیلنز کے لیے چٹارے دار خبر درکار تھی۔ وہ پیچھے تہا کھڑی رہ گئی۔۔ اسی پل داخلی دروازے سے یاسر اندر داخل ہوا تھا۔ اسے درمیان میں کھڑا دیکھ کر لمح بھر کو ٹھہرا۔۔ پھر نگاہوں نے باہر موجود رپورٹر کا پیچھا کیا۔۔ اگلے ہی پل اس نے ضبط سے گھر انسان لے کر سیلینہ کی جانب دیکھا تھا۔۔

یاسر اور ارمان۔۔ باؤی گارڈز کا ایک جم غیر جو اسے بے حد پسند کرتا تھا۔۔ حنیفہ اور سلمان۔۔ نظر اور یوول۔۔ ایک بھی انسان اسکی مدد نہیں کر سکا تھا۔ وہ اس ہجوم میں تنہا تھی۔ اس کا ہاتھ رخسار

سے بے دم ہو کر پہلو میں آگرا تھا۔ پھر اس نے کسی بھی جانب دیکھے بغیر مُردہ آنکھیں لیے قدم باہر کی جانب بڑھادیے۔ وہ رو نہیں رہی تھی۔ اسے رونا نہیں آرہا تھا۔ ماریہ نے اسکے اندر امید کی اس آخری آس کو بھی اپنی جلن سے خاکستر کر دیا تھا۔ پچھے سب بے بسی سے کھڑے رہ گئے تھے۔ اس نے پلٹ کر کسی سے مدد نہیں مانگی۔ اس نے کسی کو پُر شکوہ نگاہوں سے دیکھا تک نہیں۔ وہ بس بے دم قدم لیے آگے ہی آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ اگلے کئی لمحات میں وہ معید کے سامنے ایستادہ تھی۔ وہ اسے بے وقت اپنے کلینک میں دیکھ کر چونکا تھا۔

"ہمیں ڈس آرڈرز کیوں ہوتے ہیں، معید۔؟" اسکا چہرہ بے حد سفید تھا۔ معید نے اسے محتاط نگاہوں سے دیکھا۔ اسے بیٹھنے تک کے لیے نہیں کہہ سکا وہ۔ وہ اسے بہت عجیب سی لگ رہی تھی۔

"ہمارا دماغ ہمیں زندہ رکھنے کے لیے کسی بھی حد تک جاسکتا ہے۔ وہ جب دیکھتا ہے کہ پچھلے صحت مند آرڈر سے کام نہیں ہو رہا۔ تو وہ اپنا آرڈر بدل لیتا ہے۔ اسے نہیں پتہ کہ وہ ایک آرڈر کو توڑ کر ایک ٹاکسک چکر میں داخل ہو چکا ہے۔ اسے صرف ایک بات پتہ ہے کہ وہ آپکو زندہ رکھے ہوئے ہے۔ کیسے زندہ رکھے ہوئے ہے۔ وہ اس بارے میں کچھ نہیں جانتا۔" اس نے نرمی سے کہا تھا۔ پھر اٹھ کر اسکی جانب چلا آیا۔ اسے پانی کا گلاس دیا۔ وہ خالی نظرؤں سے اس آب خورے کو دیکھے گئے۔

"اگر ہمارا دماغ سروائیو مود سے ہٹ کر کام کرنا جانتا۔ تو کیا ہماری زندگی آسان ہوتی۔؟"

اس نے آہستگی سے پوچھا تھا۔ مُعید نے گھر اسنس لے کر گلاس ٹیبل پر رکھ دیا۔ پھر اسکی جانب پلٹا۔۔۔

"پھر شاید ہم میں سے کوئی انسان اس روئے زمین پر زندہ نہیں رہتا۔ ہم انسان اکیسویں صدی تک صرف اسی لیے پہنچے ہیں کیونکہ ہمارے پاس ایک ایسا دماغ موجود تھا جو ہمیں کسی بھی حال میں زندہ رکھنے کے لیے راضی تھا۔ سروائیو کرنا آسان نہیں ہوتا۔"

"میں اپنے دماغ کو کیسے بتاؤں کہ میں مزید سروائیو نہیں کرنا چاہتی۔؟" وہ اسکے سوال کو سمجھتا تھا۔ اسی لیے حیران ہوئے بغیر کہنے لگا۔

"آپ اپنے دماغ کو یہ بات کبھی نہیں سمجھا سکتیں۔ وہ آپکو زندہ رکھنے کے لیے کسی بھی حد جائے گا۔ اسے ایسے ہی ترتیب دیا گیا ہے۔ کیا آپ

visit for more novels:

Split personality disorder www.unovelbank.com

کے بارے میں جانتی ہیں۔؟" اس نے پوچھا تو سیلینہ نے اسے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ وہ اسکے جواب کا انتظار کیے بغیر کہتا جا رہا تھا۔

"یہ ایک ایسا ڈس آرڈر ہے جو جسمانی تشدد کے باعث وجود میں آتا ہے۔ اسکی اور بھی وجوہات ہیں۔ لیکن سب سے بڑی وجہ فریکل والننس ہے۔ ایسا والننس جسکا بچپن میں سامنہ کیا گیا ہو۔ مجھے ہمارے دماغ کا یہ ڈس آرڈر سب سے زیادہ فیسینیٹ کرتا ہے۔ جانتی ہیں کیوں۔؟" وہ لمحے بھر کو ٹھہرا تھا۔ پھر پلٹ کر دیوار پر لگی ایک مصوری کی جانب بڑھ آیا۔ اس کیوس پر کی رنگ

ہر جانب سے بکھیرے گئے تھے۔ ان رنگوں کی زبان سمجھنا عام انسان کے لیے کٹھن تھا۔ بالکل ویسے ہی جیسے عام انسان کے لیے انسانی دماغ کو سمجھنا کٹھن تھا۔۔۔

وہ اب جیبوں میں اپنے خوبصورت ہاتھ اڑسے، اس رنگ برلنگی مصوری کو دلچسپی سے تک رہا تھا۔۔۔ پھر اس نے ایک ہاتھ جیب سے نکال کر گھرے نیلے رنگ کے پیٹرن پر پھیرا۔۔۔

"ہمارا دماغ ہر اس یاد کو بلاک کر دیتا ہے جو بہت زیادہ تکلیف دہ ہو۔۔۔ یا جس کی اذیت ہمیں سانس تک نہ لینے دے۔۔۔ ہم جب ایک اذیت برداشت کرنے کی سکت خود میں نہیں پاتے تو اس کے نتیجے میں ہمارا دماغ کی شخصیتیں گھڑ لیتا ہے۔۔۔ وہ پر سنیلٹیز ہماری تکلیف بانٹنے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔۔۔ پھر ہم ان شخصیات کو اپنے سامنے دیکھتے ہیں۔۔۔ بالکل اپنے ہمزاد کی مانند۔ نفیات کی

زبان میں اسے

Hallucination

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com
کہتے ہیں۔۔۔ "اسکی آواز میں کچھ تھا جو بہت گہرا تھا۔۔۔ اس کی لمبی سفید انگلیاں اب تک نیلے رنگ پر اپنا اندیکھا سانشان ثبت کرتی جا رہی تھیں۔۔۔

"ہمارا دماغ صرف ہمیں زندہ رکھنے کے لیے۔۔۔ ہمارے ہی جیسی۔۔۔ کی شخصیات گھڑ لیتا ہے۔۔۔ تاکہ ہم اپنی تکلیف ان سے بانٹ لیں۔۔۔ پھر جو تکلیف آپکی اس ایک شخصیت نے سہی ہوتی ہے وہ آپکی دوسری شخصیت کو یاد تک نہیں ہوتی۔۔۔ یہ ایک ذہنی بیماری ہے۔۔۔ اور جانتی ہیں کہ یہ بیماری کیوں ہوتی ہے۔۔۔؟" نیلا رنگ تھم گیا تھا۔۔۔ اب اسکی انگلیاں گھرے سرمی رنگ پر دائرة کھینچ رہی تھیں۔۔۔

"تاکہ ہم اکلے اپنی تکلیف کا سامنہ نہ کرتے رہیں۔۔ بلکہ ہمارے پاس بھی کوئی ہو جس سے ہم اپنی تکلیف بانٹ سکیں۔ ہمارا دماغ ہمیں زندہ رکھنے کے لیے۔۔ ہمارے ہی جیسی کئی شخصیات گھٹرنے سے بھی نہیں چُکتا۔ وہ کسی بھی حد تک جاسکتا ہے۔۔ لیکن یو نو وات۔۔" وہ پلٹا تھا۔ لبou پر ہلکی سی مسکراہٹ لیے۔۔ یہ مسکراہٹ اسکی شخصیت کا خاصہ تھی۔۔

"There is an irony..!"

رنگ برلنگی مصوری پچھے رہ گئی تھی۔ وہ اس تک چلا آیا تھا۔ اسکے ہاتھ اب جیبوں سے باہر تھے۔۔ "ہمارے دماغ کو نہیں پتہ کہ وہ ہمیں بچانے کے بجائے، ایک گھری اور ناختم ہونے والی دلدل میں دھکیل رہا ہوتا ہے۔ جنہیں پر سنلٹی ڈس آرڈر ہوتا ہے۔۔ وہ اکثر تھکن سے مر جاتے ہیں۔۔ کیونکہ وہ شخصیتیں انسان کے ساتھ بڑی ہوتی ہیں۔۔ وہ وقت کے ساتھ ساتھ ایک الگ انسان کی مانند پختہ ہو جاتی ہیں۔۔ پھر گیم الٹ جاتا ہے۔۔ نہیں بھی زندگی سے اتنا ہی حصہ چاہیئے ہوتا ہے جتنا کہ اصل انسان جی رہا ہوتا ہے۔ وہ اس حصے کو گزارنے کے لیے ہر ممحنہ انسان پر ہاوی ہونے کے لیے تیار ہوتی ہیں۔۔ ایک پر سنلٹی کے سوتے ہی دوسری پر سنلٹی ایکٹو ہو جاتی ہے۔۔ انسان کو پتہ نہیں چلتا۔۔ اور وہ ان شخصیتوں کے ساتھ زندہ رہتے رہتے تھکن سے مر جاتا ہے۔۔ کیونکہ وہ آرام نہیں کر پاتا۔۔ وہ ایک زندگی میں کئی زندگیاں گزار رہا ہوتا ہے۔۔" وہ لحظہ بھر کو ٹھہرا تھا۔۔ "ہے ناں فیسنینگ۔۔؟" وہ اسکے سوال پر مسکرائی تھی۔۔

"یہ فیسنینگ ہونے سے زیادہ۔۔ ڈارک ہے۔۔"

"کس نے کہا کہ ڈارک چیزیں فلینٹنگ نہیں ہو سکتی۔۔؟ دماغ کے کئی حصے بہت سیاہ ہیں اور ان سیاہ حصوں کی داستان اکثر بہت سحر انگیز ہوتی ہے۔ ان سیاہ حصوں کے باعث ہی انسان نے آج تک سروائیو کیا ہے۔۔" وہ اس سے نفسیات کی بحث میں نہیں جیت سکتی تھی۔ پھر کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔۔ اسکی ٹانگیں مستقل کھڑے رہنے سے تھکنے لگی تھیں۔

"ہمارا دماغ ڈس آرڈرز کا شکار صرف اسی لیے ہوتا ہے۔۔ کیونکہ وہ ہم سے پیار کرتا ہے۔ اور جس سے ہم پیار کرتے ہیں۔۔ اسے زندہ رکھنے کے لیے کسی بھی حد کو پار کرنے سے نہیں گھبراتے۔۔" وہ بھی اسکے سامنے کر سی پر جا بیٹھا تھا۔ اسکی گہری بُھوری آنکھیں ٹھنڈے سے انداز میں پُر سکون رہا کرتی تھیں۔ ان میں نرمی تھی۔۔ لیکن اک عجیب سی ٹھنڈک تھی جو سیلینہ کو ان آنکھوں میں ہمیشہ محسوس ہوتی تھی۔۔

"تم تو بیماریوں کو بھی ثابت انداز میں دیکھنے کے عادی ہو، مُعید۔۔! مجھے حیرت ہے کہ کوئی انسان اتنا ثابت کیسے ہو سکتا ہے۔۔؟" وہ اسکے سوال پر ہنس دیا تھا۔ سیلینہ بھی خود کو کافی حد تک بہتر محسوس کر رہی تھی۔ مُعید سے بات کرنے کے بعد اسے ہمیشہ اپنے اندر سکون محسوس ہوتا تھا۔۔

"جو خود کو جانتے ہیں وہ منفی خیالات سے خود کو کبھی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ یہ ایک بہت بڑا فائدہ ہے نفسیات پڑھنے کا۔۔" وہ اب مسکرا رہی تھی۔ کچھ لمحوں قبل وارد ہوا سرد ساخول چٹ گیا تھا۔ وہ اب خود کو پھر سے زندہ محسوس کرنے لگی تھی۔۔

"ویسے آپ میرے آفس بغیر اپارٹمنٹ لیے آئی ہیں۔۔ اور وہ بھی پبلک کلینک۔۔ مجھے لگتا ہے ورک لاکف خاصی کھنچن ہوتی جا رہی ہے۔۔" اس نے سمجھ کر نرمی سے سر ہلا دیا تھا۔۔ سیلینہ نے اسکا خیال رد کرنے کے بجائے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔۔

"کھنچن تو ہے۔۔ لیکن میں اسے ہینڈل کر سکتی ہوں۔۔" اس نے کہا تو وہ اسے دیکھتا رہا۔۔

"میں بھول گئی تھی مُعید کہ میں ایک ایکٹر میں ہوں۔۔ میں نے اس ایک چیز کو ہی بھلا دیا جسے کرنے میں مجھے مہارت حاصل تھی۔۔ میں بھول گئی تھی کہ جو انسان کو کرنا آتا ہے، وہ اسکی جان ہمیشہ بچاتا رہتا ہے۔۔ اب مجھے وہ کرنا ہے جو مجھے بچائے گا۔۔ یعنی۔۔" وہ مسکرا کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔۔ وہ آنکھیں اٹھائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔

"اداکاری۔۔ مجھے اداکاری کرنی ہو گی۔۔" اگلے ہی پل وہ پلت گئی تھی۔۔ وہ فی الحال کسی سے بھی ملنا نہیں چاہتی تھی۔۔ وہ اب کچھ سوچنا چاہتی تھی۔۔ مُعید نے اسکے جواب پر محظوظ ہو کر ابرو اور پر اٹھائے تھے۔۔ اسکا جواب اچھا لگا تھا۔۔

سیلینہ اب اپنے اپارٹمنٹ میں موجود تھی۔۔ وہ داخلی دروازے کے ساتھ ہی لگ کر بیٹھتی چلی گئی تھی۔۔ وہ جانے کتنے ہی پھر وہ ایسے بیٹھی رہی تھی۔۔ اپارٹمنٹ شام ڈھلنے کے باعث گھری سیاہی میں ڈوبا معلوم ہو رہا تھا۔۔ اسکی ماں اپارٹمنٹ کا دروازہ دھڑ دھڑا رہی تھی۔۔ لیکن اس نے کوڈ تبدیل کر دیا تھا۔۔ وہ بجتے دروازے کو جواب دیے بغیر اٹھ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ آئی تھی۔۔ پھر آئینے کے عین سامنے آکھڑی ہوئی۔۔ اسکے فون پر کئی کالز موجود تھیں۔۔ اس نے کسی

رابلے کا جواب نہیں دیا۔ اگلے ہی لمحے نظر امجد کا نمبر اسکرین پر جگہ گانے لگا تو اس نے بے تاثر چہرہ لیے فون کان سے لگا لیا۔۔

"کل صبح دس بجے تمہاری شوٹ ہے۔ کیا تم سویرے سیٹ پر تیار ہونے آسکتی ہو۔۔؟ میں نے کوشش کی تھی کہ وقت تبدیل کروالوں لیکن۔۔۔"

"میں آؤں گی۔۔" اسکے یکخت کہنے پر دوسری جانب موجود نظر لمحے بھر کو ٹھہرا تھا۔ وقت تبدیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ میں آؤں گی۔۔" اس نے اگلی بات سنے بغیر فون رکھ دیا تھا۔

اگلی صبح گھرے اندر ہیرے میں وہ گھر سے نکل آئی تھی۔ ایجنسی کی جانب سے بھی گئی گاڑی میں وہ سیٹ کی لوکیشن پر چلی آئی تھی۔۔۔ یہاں اسکا میک اپ اور ڈریس میک اور ہونا تھا۔۔۔ اسے تیار ہونے میں تین سے چار گھنے لگ گئے تھے۔۔۔ ابھی شوٹ شروع ہونے میں وقت تھا۔ وہ یوول کے ساتھ ایجنسی چلی آئی تھی۔ صبح کے نونج رہے تھے۔۔۔ ایجنسی کی گہما گہما دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔۔۔

اس نے پہلے فلور پر جانے کے لیے کارڈ انسرٹ کیا اور پھر کئی انج لمبی ہیلز سے چلتی آگے بڑھ آئی۔۔۔

اپنے کیبینز میں سر جھکا کر کام کرتے تمام گارڈز اسے سراٹھا کر دیکھنے لگے تھے۔ سیلینہ مظہر آج مسکرا نہیں رہی تھی۔۔۔ وہ آج سنجیدہ تھی۔۔۔

"مجھے ایجنسی کی ریگیو لیشنز کے تحت چند حفاظتی گارڈز چاہیے۔۔۔" وہ چیف خنیفہ کے سامنے کھڑی تھی۔۔۔ وہ بالکل گنگ ہوئے اسے دیکھ رہے تھے۔۔۔

اسکا لباس تھا جو توجہ کھینچتا تھا۔۔۔

وہ قسمی سلک کا گھرے سرخ رنگ کا لباس تھا۔ اسکی لمبائی قدموں تک گرتی تھی۔ اوپری گلا ایک جانب سے بندھ تھا اور ایک آہستین ہتھیلی تک آتی تھی۔ دوسرا کندھا ایک جانب سے برہنہ تھا اور دوسری آہستین غائب تھی۔۔۔ اسکا سفید بازو اور گردن کا نازک حصہ اوپھی بندھی پونی ٹیل کے باعث مزید واضح ہو گیا تھا۔ آگے سے سارے بال سمیٹ کر انہیں

Ariana Grande

visit for more novels:

والی مشہور زمانہ پونی ٹیل میں گوندھا گیا تھا۔ سلک کے لباس پر کمر کے پاس ایک سلوور رنگ کا چمکتا ہوا بیلٹ موجود تھا۔ وہ اس لباس کی خوبصورتی کو چار چاند لگا رہا تھا۔۔۔ آنکھوں پر اسموکی میک اپ کیے، ڈیپ ریڈ رنگ کی لب اسک لگائے۔۔۔ وہ بلاشبہ حسین لگ رہی تھی۔۔۔ گارڈز کو اسکی خوبصورتی سہارنے کے لیے آنکھیں چندھیانی پڑ رہی تھیں۔۔۔

خنیفہ نے اسے ریگیو لیشنز سے زیادہ گارڈز دے دیے تھے۔ وہ انہیں لیے کہیں جانے کی تیاری میں تھی۔ نظر اور یوول کو کہہ دیا تھا کہ وہ سیٹ پر خود کو محفوظ محسوس نہیں کرتی اسی لیے ان گارڈز کو لیے جا رہی ہے۔۔۔ اسکا انداز ایسا تھا کہ کوئی بھی اسے منع نہیں کرسکا۔۔۔

اسکے نکتے ہی یا سر اپنے کمپین میں داخل ہوا تھا۔ چیف خنیفہ پریشانی سے اسکی جانب بڑھے تھے۔۔

"یا سر۔۔ سیلینہ۔۔ وہ کئی گارڈز کو اپنے ساتھ لیے جانے کہاں گئی ہے۔۔" اور وہ ان کی بات سن کر چونکا تھا۔

"کیا میری ٹیم بھی گئی ہے اسکے ساتھ۔۔؟" اور چیف کے سر ہلانے پر وہ تیزی سے اوپر کی جانب بھاگا۔ ساتھ ساتھ اس نے ساحر کے ساتھ بھی رابطہ جوڑا تھا۔۔

"کہاں ہو تم۔۔؟"

اور اسکا جواب سن کر وہ لمحے بھر کو ساکت ہو گیا تھا۔ پھر تیزی سے اپنی کار کی جانب بڑھا۔۔ زن سے گاڑے آگے لے گیا۔

وہ ان گارڈز کی ہمراہی میں ایک بلند و بالا عمارت تک سفر کر کے چلی آئی تھی۔ شہزادی کی جانب کا دروازہ کھولا گیا۔ اور وہ اپنے کئی غلاموں کی معیت میں آگے بڑھ آئی۔ یہ سب غلام اسکے ہر جانب موجود تھے۔ بلند و بالا عمارت میں موجود افراد گھر کر اس سرخ و سفید لڑکی کو ٹکنے لگے تھے۔ اس کاروباری عمارت میں اسکے آتے ہی ہچل سی مچ گئی تھی۔۔

وہ بغیر کسی وقت کے آگے ہی آگے بڑھ رہی تھی۔ اسکی ہیلز کی بازگشت گارڈز کے بوٹوں کی بازگشت میں بھی واضح طور پر سنائی دے رہی تھی۔ اس نے ایک گارڈ کو اشارہ کیا تو وہ اسکے لیے راستہ بنانے لگا۔ اسے اب کافر نہیں روم کی جانب بڑھنا تھا۔ تمام راستے اسے ازبر تھے۔۔ وہ اس این جی اوز کے کسی راستے کو نہیں بھولی تھی۔۔

شیعیب بسطامی کی اکلوتی بیٹی، ماریہ حسن آڈیو ریم نما کانفرنس روم میں موجود ایک میٹنگ کنڈکٹ کر رہی تھی۔ وہ بڑی سی اسکرین کے سامنے کھڑی کی نامور شخصیات کے سامنے اپنے اگلے لائچے عمل کو ترتیب دے رہی تھی۔۔۔

ایجنسی سے این جی او ز کا ہیڈ آفس دور نہیں تھا۔ وہ اپنی کار سے نکل کر تیزی سے اندر بھاگا تھا۔

ماریہ حسن نے اس صحیح ہرشے کی توقع کی تھی۔۔۔ لیکن اس نے سیلینہ مظہر کو اپنے سامنے ایسے دیکھنے کی توقع ہرگز نہیں کی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرائی تھی۔۔۔ پھر آگے بڑھ آئی۔۔۔ سب چہرے اٹھائے اسے دیکھنے لگے

تھے۔

کانفرنس روم خاصہ و سیچ و عریض تھا۔ بلند نشستوں پر انویسٹریز بر اجمان تھے اور ایک جانب نیوز رپورٹر کی کرسیاں لگی تھی۔ کیمروں کی لائٹس اب بہت بڑھ گئی تھیں۔۔۔ کلک کلک کی آوازوں میں تیزی آگئی۔۔۔

یاسرا ب تیزی سے اس روم کی جانب بھاگ رہا تھا۔ اسکی پیشانی پر پسینہ تھا۔۔۔ سانس پھولا ہوا تھا۔۔۔ اسے سیلینہ کو کسی بھی بیوقوفی سے روکنا تھا۔ کافرنس روم کے باہر اسکی ایجنسی کے گارڈز، ماریہ حسن کے گارڈز کو روکے ہوئے تھے۔ اس نے کئی گارڈز کو پرے دھکیل کر راستہ بنایا اور بمشکل اندر داخل ہوا۔۔۔ لیکن پھر دروازے میں ٹھہر بھی گیا۔۔۔ ماریہ اور وہ آمنے سامنے تھے۔۔۔

"تم۔۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی یہاں آنے کی۔۔؟" اس نے دانت سختی سے پسیے تھے۔ سیلینہ نے اسے اسی سکون سے دیکھا۔ پھر چہرہ دروازے کی جانب پھیرا۔ وہاں وہ کھڑا تھا۔ بے یقین سُرمی آنکھوں سے اسے دیکھتا۔ وہ ماریہ کی جانب گھومی۔۔

"لیٹ می ٹھیج یو آفنگ لیسن۔۔!" اس نے کسی کا جملہ دھرا یا تھا۔ اور پھر۔۔ اس نے ایک زناٹے دار چانٹا ماریہ حسن کے رخسار پر عین اسی جانب لگایا۔ جہاں کل وہ اسے چانٹا مار کر گئی تھی۔۔ آواز کانفرنس روم میں کہیں دور تک گونجی تھی۔۔

"نہیں۔۔ سیلینہ نہیں۔۔" یاسرنے بے یقینی سے نفی میں سر ہلا کر بنا آواز کے کہا تھا۔ وہ کل کا واقعہ جانتا تھا۔ لیکن شاید ابھی وہ سیلینہ کو نہیں جانتا تھا۔۔ وہ فاصلہ عبور کر کے اسکے نزدیک آئی تھی۔۔ پھر اسکی جانب جھکی۔۔ پتھر ہوئی ماریہ کے وجود میں کسی جنبش کی گنجائش باقی نہیں تھی۔۔

"مجھے بھول گئی تھی کہ میں ایک ایکٹریس ہوں۔۔ تھینکس ٹو یو۔۔ مجھے اب یاد آگیا ہے کہ میں کون ہوں۔۔" وہ سرد سی سرگوشی کر کے پیچھے ہوئی تھی۔۔ پھر اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

"نام یاد رکھنا۔۔ سیلینہ کہتے ہیں مجھے۔۔ دی نچ سیلینہ۔۔" اور اسی کے ساتھ وہ پلٹ گئی تھی۔۔ ماریہ اتنی بے یقین تھی کہ کسی بھی رد عمل کو دینا اسے یاد ہی نہیں رہا۔۔ وہ بس بے یقینی سے اپنا رخسار پکڑے کھڑی تھی۔۔

سیلینہ نے ٹھہر کر ایک نظر سُرمی آنکھوں والے کو دیکھا تھا پھر وہ اسکے ساتھ سے نکل گئی تھی۔۔ اب وہ گارڈز کی ہمراہی میں، سب کی توجہ کا مرکز بنی، متوازن چال چلتی باہر کی جانب بڑھ رہی تھی۔۔ دن کی روشنیوں میں اسکی دودھیا رنگت جگمگارہی تھی۔۔ سب کی نگاہیں ستائش لیے اسے تک

رہی تھیں۔ ہیلز کی تک ٹک اب تک جاری تھی۔ وہ اب کہیں دور تک سنائی دے رہی تھی۔ وہ پتہ دے رہی تھیں کہ سیلینہ کون تھی۔ وہ کیا تھی۔!

"اور جو آپکو آتا ہے۔ وہ آپکی جان ہمیشہ بچاتا رہے گا۔"

(حالم از نمرہ احمد)

فضا میں ہر جانب ستائیا محسوس ہورہا تھا۔ کسی ذی روح کی آواز نہیں آتی تھی۔ پھر کچھ شیشے کا زمین پر زور سے آگلنے کی آواز اُبھری۔ کچھ ٹوٹ کر چکنے فرش پر ڈور تک بکھر گیا تھا۔

"وہ لڑکی میرے آفس کے اندر تک کیسے گھس کر آئی تھی۔؟ کیا تم سب مر گئے تھے۔!" وہ چلا رہی تھی۔ اسکی آواز میں طیش سے اُبھرتی کپکپاہٹ اور وجود میں سُلگتی آگ اب ہر طرف تباہی بکھیرنے لگی تھی۔ آڈیو ریم نما کانفرنس روم کہیں پیچھے رہ گیا تھا۔ اب وہ اپنے آفس میں کھڑی، گارڈز کی فوج پر چھ رہی تھی۔ اسکی نامور انویسٹر ز کے سامنے جتنی بے عزتی ہو چکی تھی، اُسکا ازالہ ناممکن تھا۔ اسے اپنے اوپر پوری دُنیا ہنستی ہوئی محسوس ہورہی تھی۔ پہلے ازدواجی زندگی۔ پھر کاروباری زندگی۔ سیلینہ مظہر اسکے اعصاب پر بُری طرح سوار ہو گئی تھی۔

"اس نے مجھے سب کے سامنے تھپڑ مارا۔ اسکی اتنی جرأت! اسکی اتنی ہمت۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔" وہ چھ رہی تھی۔ گارڈز خاموشی سے کھڑے رہے۔ ان میں سے کسی کے پاس بھی جواب دینے کا کوئی جواز موجود نہیں تھا۔ وہ اپنے بالوں کو مٹھیوں میں جکڑتی صوفے پر بیٹھ گئی۔

تھی۔ اسے اپنے رُخار پر اب تک سیلینہ کے ہاتھ کا نشان محسوس ہو رہا تھا۔ اسے جیسے اپنے ساتھ ہوئے واقعے پر یقین نہیں آ رہا تھا۔۔

"میم۔۔ شعیب صاحب آپکو اپنے ہیڈ آفس بُلار ہے ہیں۔" اسکے مینجیر نے اطلاع دی تو وہ اگلے ہی پل بھک سے اڑی۔ سرخ چہرہ اٹھا کر حیرت سے سامنے کھڑے مینجیر کو دیکھا۔۔

"انہیں کس نے بتایا۔۔؟ کیا تم نے روپورٹز کو پینڈل نہیں کیا تھا۔۔؟"

"ہم نے اپنی پوری کوشش کی تھی لیکن کسی نے ویڈیو لیک کر دی ہے۔ اب وہ یو ٹیوب پر ٹرینڈنگ پر چل رہی ہے۔" اسکے کہنے پر وہ ساکت ہوئی تھی۔ پھر تیزی سے اٹھ کر لفت کی جانب بھاگی۔ اگلے ہی پل اب وہ شعیب بسطامی کے سامنے تکتمتا چہرہ لیے ایستادہ تھی۔

"یہ سب کیا ہے، ماریہ۔۔؟ کیا بکواس ہے یہ سب؟ کاروباری زندگی میں ذاتی زندگی کی کیا مُداخلت ہے۔۔! ابھی کہ ابھی اس ویڈیو کو ہٹواو۔۔ ان انویسٹرز کو بھی اب تمہاری ساکھ پر شک ہو گیا ہے۔۔ وہ اس پر اجیکٹ پر انویسٹ کرنے والے روپیے سے انکاری ہو جائیں تو حیران مت ہونا۔۔" اسکا سنسناتا طرز جیسے اس پر کوڑے کی طرح آ لگا تھا۔ اسکے باپ نے اس سے کہا تھا کہ وہ اس پر جیکٹ کی کامیابی کے بعد، این جی او ز کی فرم کا اسے سی ای او مقرر کر دے گا۔ لیکن اب سب کچھ تلپٹ ہو گیا تھا۔ اسکی جذباتیت نے اسے ذلیل کر دیا تھا۔

"میں کوشش کر رہی ہوں کہ معاملات مزید گمبھیر نہ ہوں۔۔" اسکی کمزور سی آواز پر شعیب نے اسکی جانب تنفر سے دیکھا تھا۔۔

"کوشش---! یہ لفظ اپنی لغت سے نکال باہر کرو۔ تمہارے اس بُزدل اور لوسر شوہر کی وجہ سے تم آج ان کرائس میں ہو۔ جب تک اس معاملے کو سلچانہ لو۔ میرے سامنے مت آنا۔" وہ اٹھ کر باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ ماریہ حسن نے ایک غلط قدم اٹھایا تھا۔ اور اس غلط قدم کا خمیازہ اب اسکے ساتھ ناگُمر رہنا تھا۔ وہ سفید چہرہ لیے باہر چلی آئی۔ اسکی مینیجنگ ٹیم بھی اسکی جانب بڑھ آئی تھی۔

"وہ ویڈیو جلد ہی حذف ہو جائے گی۔" اس نے آئی ٹی ایسکرپٹ کی بات پر ہاتھ اٹھا کر اسے تھمنے کا اشارہ کیا تھا۔ پھر ٹھہر گئی۔ وہ سب بھی اسکے ساتھ ہی ٹھہر گئے تھے۔

"ہم وہ ویڈیو حذف نہیں کریں گے۔ بہت سے لوگ اس ویڈیو کو دیکھ چکے ہیں۔ اب اسے ہٹانے سے ہمارا ہی نقصان سب سے زیادہ ہو گا۔" وہ اب سوچ سوچ کر کہہ رہی تھی۔ مینیجر نے اسکی بات پر حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

visit for more novels:

"پھر ہم کیا کریں گے۔؟"

"ہم اس مسئلے کو فیض کریں گے۔ ہم اس ویڈیو کے متعلق بیان دیں گے۔" اسکا دماغ ٹھنڈا ہو چکا تھا اور اسے دُنیا واضح طور پر نظر آنے لگی تھی۔

"کیسا بیان۔؟"

"سیلینہ کی کردار گُشتی کا بیان۔ ایک گرل فرینڈ اپنے ایکس کی زندگی میں مُداخلت کر رہی ہے۔ وہ اپنے زمین بوس ہونے مستقبل کو کسی بھی تاریکی سے بچانے کے لیے، امیر سیاست دان کی ازدواجی

زندگی کو تباہ کرنے سے بھی نہیں چُک رہی۔۔۔ پرفیکٹ۔۔۔! "اس نے کہہ کر ان سب کی جانب دیکھا تھا۔ وہ سب پہلے ہی اسکی ذہانت کے متعارف تھے۔ اسکے لیے لمحوں میں تالیاں بجا ڈالیں۔۔۔

اس نے سنجیدگی سے ہاتھ جھلا کر انہیں خاموش ہونے کا کہا۔۔۔

"وسیم۔۔۔ میرے ساتھ آؤ۔۔۔ مینگ کا لائجہ عمل دوبارہ طے کرو۔۔۔ ہمیں اس مسئلے کو حل کرنا ہے۔۔۔" وہ اب ہیلز سے چلتی وسیم کو اگلا لائجہ عمل سمجھا رہی تھی۔۔۔

"یہ وہی لڑکی ہے ناں۔۔۔ سیلینہ۔۔۔؟" حسن مصطفیٰ نے عینک ناک پر قدرے جھکا کر واجد کی جانب دیکھا تھا۔ وہ اس سے ان کے آفس میں برآ جمان تھا۔ اپنی سیاسی کمپیئن کے حوالے سے ان کے ساتھ گفتو شنید کرنے حاضر ہوا تھا۔ لیکن سیلینہ اور ماریہ کی ویڈیو جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔

visit for more novels:

وہ آنکھوں میں ڈھیروں افسوس لیے ان دو ویڈیوز کو دیکھ رہا تھا۔ پہلے ماریہ نے سیلینہ کو استھصال کا نشانہ بنایا تھا اور اب سیلینہ نے ماریہ کو جواباً اپنی حیثیت کا احساس دلایا تھا۔ اسے اپنے سر میں صحیح درد سا محسوس ہونے لگا تھا۔

"جی۔۔۔ یہ وہی ہے۔۔۔"

"یہ اب تمہاری زندگی میں واپس آنے کے لیے اوچھے ہتھکنڈے آزم رہی ہے۔۔۔" ان کی ٹھنڈی سی ٹون پر اس نے چھبھتی آنکھوں سے ان کی جانب دیکھا تھا۔

"ڈیڈ۔۔ ہم اس بارے میں بات ختم کرچکے تھے۔ آپ سیلینہ کے بارے میں کوئی غلط بات نہیں کریں گے۔" اسکا جذباتی سا انداز تھا یا کیا۔۔ لمحے بھر کو مصطفیٰ چونکا تھا۔۔ بالکل ہلکا سا۔۔ پھر آنکھوں سے عینک اُتار کر سامنے رکھی۔۔ پُر سکون انداز لیے سامنے بیٹھے واجد کو دیکھا۔۔ "کیا۔۔؟ تم اب تک اسکے معاملے میں جذباتی ہو۔۔! مردوں کو اتنی طویل محبت نہیں بھاتی۔ تم بھی اپنے اس بچکانہ رویے سے باہر نکل آؤ۔"

اسے اپنے سر میں ٹیس سی اٹھتی محسوس ہو، ہی تھی۔ انہی باتوں کے باعث وہ پہلے ہی سیلینہ کو کھو چکا تھا۔

"محبت بچکانہ نہیں ہوتی، ڈیڈ۔۔!"

"طویل محبت بچکانہ ہی ہوتی ہے۔ ایک فیر سمجھ کر اسے گزار لینا اور اسکے اثر سے آزاد ہونا ہی تمہیں اصل مرد بناتا ہے۔۔ نہیں تو ساری زندگی بُزدل ہی رہو گے۔" وہ اب پھر سے عینک ناک پر جما رہا تھا۔ پھر سامنے رکھا اخبار اٹھا کر نگاہوں کے سامنے کیا۔۔

"بُزدل ہی تو ہوں میں۔۔ بُزدل ہی تھا جبھی اسے کھو دیا۔۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اسے اب مصطفیٰ سے کوئی بات نہیں کرنی تھی۔

"ویسے اچھا ہی ہے تمہاری سیاسی مقبولیت کے لیے۔ دو عورتیں تمہارے سر پر لڑ رہی ہیں۔ تم نوجوانوں میں مزید شہرت حاصل کر سکتے ہو اس واقعے کی بنیاد پر۔۔ بس اسے اچھی میڈیا کو رنج دو

اور بیانات کا سلسلہ جاری رکھو۔۔" واجد نے اسکی جانب گھرے افسوس سے دیکھا تھا۔ وہ بلاشبہ اک سیاست دان تھا۔ اسے ہر زحمت کو اپنے لیے رحمت بنانا آتا تھا۔

اگلے ہی پل وہ اسکے آفس کا دروازہ دھکیلتا باہر نکلا تو پچھے سے وہ اسکی بیوقوفی پر گھر انس بھر کر رہ گیا تھا۔ پھر اخبار نگاہوں کے سامنے کر لیا۔۔ یہ معاملہ اس سے زیادہ اسکی توجہ کا حامل نہیں تھا۔

سیلینہ گارڈز کو لیے واپس ایجنسی چلی آئی تھی۔ پارکنگ ایریا میں تمام گارڈز کی سیاہ گاڑیاں آڑکی تھیں۔ اگلے ہی پل اب تمام گارڈز اسکے سامنے کھڑے تھے۔ وہ بھی اپنی کار کا پچھلا دروازہ کھولتی باہر آنکھی تھی۔ یاسر نے اپنی کار ایک جانب پارک کی اور پھر خاموشی سے ٹھہر کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ اب اپنی کار سے پُشت ٹکائے، سامنے موجود گارڈز کی نفری سے مخاطب تھی۔۔

"آپ سب کی رضاکارانہ خدمت کا بے حد شکر یہ۔۔ آپ سب کا کھانا آج میری طرف سے ہو گا۔۔" اسکے مسکرا کر کہنے پر گارڈز نے تالیاں بجائی تھیں۔ پھر وہ سب اس سے اجازت لیتے چھٹ گئے۔ وہ کار کی پُشت سے ٹکی، ان سب کی جانب مسکرا کر ہاتھ ہلا رہی تھی۔ یاسر اب بھی اک فاصلے سے اسے دیکھ رہا تھا۔ تمام گارڈز ایجنسی کے اندر ونی حصے کی جانب بڑھے تو اسکی مسکراہٹ غائب ہوئی۔۔ اس نے گھرے گھرے سانس لیے تھے۔۔ یوں جیسے وہ اپنا سانس کی لمحات سے روکے رکھے ہوئے ہو۔۔

اس نے اپنے ہاتھوں کو نگاہوں کے سامنے کیا۔۔ وہ کپکپار ہے تھے۔۔ ماریہ حسن جیسی بارسون خشیست کو تھپڑ دے مارنا آسان نہیں تھا۔ اس نے اپنی حیات کی تمام تر ہمت مجتمع کر کے ایسا

فیصلہ لیا تھا۔ لیکن اب وہ اپنے ہی فیصلے کے نتائج تلے لرز رہی تھی۔ سانس بحال کر کے اس نے اپنی کار کی جانب بڑھنا چاہا تو لمبے بھر کو قدم کپکپاہٹ کا شکار محسوس ہوئے۔ وہ الجھ کر گرنے ہی لگی تھی کہ کسی نے اسے کہنی سے تھام کر با آسانی سیدھا کھڑا کیا۔۔۔

وہ چونک کر مڑی۔ سرمی آنکھوں والا گارڈ اسکے قریب کھڑا تھا۔ اس نے سکون کا سانس لیا تھا۔

"کچھ کہو گے نہیں۔۔۔؟"

وہ اسے دیکھتا رہا تو اس نے پوچھ ہی لیا۔۔۔

"بیوقوف۔۔۔!" زیرِ لب آہستگی سے بس یہی کہا تھا اس نے۔

"بیوقوف تو ہوں۔۔۔ اگر نہیں ہوتی تو کیا واجد حسن سے محبت کرتی۔۔۔؟" وہ خود پر ہنسی تھی۔ اسکی ہنسی میں موجود زخم یاسر کو بخوبی محسوس ہوا تھا۔۔۔

"پاؤ اسٹ تو ہے۔۔۔" وہ اسکی کہنی چھوڑ چکا تھا۔ سیلینہ نے خنکی سے دیکھا تھا اسے۔

"کبھی محبت کرو گے نا۔۔۔ پھر پوچھوں گی۔۔۔"

"محبت کرنے کے لیے بیوقوف ہونا پڑتا ہے۔ میں ایسی کسی بھی خوبی سے فی الحال کو سوں دور ہوں۔۔۔" وہ اسکے جواب پر محظوظ ہوئی تھی۔ پھر اسکی جانب دیکھا۔ شہدرنگ آنکھوں میں چمک لیے۔۔۔

"آپ محبت اسی لیے نہیں کرتے کیونکہ آپ بیوقوف ہوتے ہو۔ آپ محبت کر کے بیوقوف ہو جاتے ہو۔ آپکی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ واضح سُرخ نشان تک آپکو خطرے کی نشاندہی کرتا ہوا محسوس

نہیں ہوتا۔ بلکہ آپ اس ریڈ فلیگ کو بھی اپنی محبت کا ضامن سمجھنے لگتے ہو۔ آپکو اندازہ نہیں ہوتا لیکن آپ کسی کی آنکھوں کے اسیر ہو جاتے ہو۔ بالکل خاموشی سے۔ پھر کسی کمزور لمحے میں جا کر آپکو احساس ہوتا ہے کہ آپ تو قید ہو چکے ہو۔ آپکو اپنے ہاتھوں میں بیڑیاں محسوس ہونے لگتی ہیں۔ پھر آپ سوچتے ہو کہ میں تو انتہائی عقل مند انسان تھا۔ میں اس سب میں کیسے پھنس سکتا ہوں۔؟ لیکن تب تک بہت دیر ہو جاتی ہے، یا سر عالم۔ کیا تم جانتے ہو کہ کسی کی آنکھوں کا پسند آجانا کس قدر خطرناک بات ہے۔؟

اسکی جانب سے محبت پر کیے گئے طویل تبصرے پر بھی یاسر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سیلینہ نے نوٹ کیا تھا کہ وہ بغیر ضرورت کے جواب نہیں دیا کرتا تھا۔

"کہاں جا رہی ہو۔؟ میں چھوڑ دیتا ہوں تمہیں۔" اسکے کہنے پر وہ اب کہ واقعًا متعجب ہوئی تھی۔

visit for more novels:
"محبت پر کیے گئے طویل تبصرے کے جواب میں تم یہ کہہ رہے ہو! پچھلے سنگل ہو تم۔ مجھے تو بیچاری جو لیا پر ترس آ رہا ہے۔ تمہارے خشک انداز کو جانے کیسے برداشت کیا ہو گا اس نے۔" وہ اسے چھیڑ رہی تھی۔ اس نے گھر اسانس لیا تھا۔

"اکیلی جا رہی ہو سیٹ پر۔؟" وہ پھر سے استفسار کر رہا تھا۔ اسی سنجیدگی سے۔ لیکن سیلینہ مجال ہے جو سنجیدہ ہو جاتی۔

"کیوں۔ کیا تم میرے لیے پریشان ہو رہے ہو۔؟" آنکھوں میں ڈھیروں شرار特 لیے کہا تو اس نے ماتھے پر کئی لکیریں لیے اسے دیکھا۔

"میں بلاوجہ پریشان نہیں ہوتا۔"

"تم ایک لمحے کے لیے پریشان ہوئے تھے۔ تم مجھے اکیلے سمجھنے کا رسک نہیں لیتے ہو۔ تمہیں یقین ہے کہ تم مجھے پسند نہیں کرنے لگے ہو۔؟" تجسس سے بھرپور استفسار پر اس نے دوسری جانب دیکھا تھا۔ یہ لڑکی کبھی سُدھرنے والی نہیں تھی۔

"کچھ مسائل کی وجہ سے تم پر چیک رکھنا میری ذمہ داری ہے۔ نہیں تو پوری ایجننسی کو معلوم ہے کہ میں تمہیں کتنا ناپسند کرتا ہوں۔" وہ اب اپنی کار کی جانب بڑھ رہا تھا۔ سیلینہ اسکے پیچھے آ رہی تھی۔

"حالانکہ مجھے ناپسند کرنا ایک انتہائی ناممکن سی بات ہے۔"

"اتنی بھی کوئی ناممکن بات نہیں ہے۔"

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"مجھے یقین ہے کہ تم مزید دو تین دن اگر میرے آس اس رہے تو مجھ سے محبت کر بیٹھو گے۔"

"میں وہ دن آنے سے قبل ہی اس جا ب سے مستعفی ہو جاؤں گا۔" وہ اب پچھلی نشست کا دروازہ اسکے لیے کھول رہا تھا۔ ساتھ ساتھ اسے بغیر رُکے جواب بھی دے رہا تھا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ تم ایسا ہی کرو گے۔؟ اگر کچھ گڑ بڑ ہو جائے تو مجھ سے مت کہنا۔ مجھے تو فین بواسز کی جانب سے نچحاور کی گئی محبت کی عادت ہو چکی ہے۔ لیکن تمہارا کیا ہو گا بھلا۔؟" وہ

اب اندر بیٹھتی بولتی جا رہی تھی۔ ایسے جیسے وہ اس سے ہر روز محبت کے موضوع پر ایسے ہی گفتگو کرتی ہو۔ یاسر کار کا اگلا دروازہ کھولے اندر بیٹھ رہا تھا۔

"کس نے کہا کہ میں فین بوائز والی محبت کروں گا۔؟" اور یہاں وہ بری طرح چونگی تھی۔ اپنے سوال پر اندر کھیں وہ خود بھی ٹھٹک سا گیا تھا۔ سیلینہ دلچسپی سے آگے ہوئی۔ اپنی پیاری سی آنکھیں پھیلا کر اسکے چہرے کو دیکھا۔

"پھر۔ کوئی محبت کرو گے۔؟" وہ جاننا چاہتی تھی۔ یاسر نے ذرا آگے نکلے اس کے چہرے کو دیکھنے سے اجتناب بردا تھا۔ اسکے استفسار پر وہ خاموش ہی رہا۔ وہ اب چہرہ ایک ہاتھ پر گرانے اسکی جانب دیکھ رہی تھی۔

"کیا تمہیں پتہ ہے کہ تم دائیں جانب سے کتنے ہینڈ سم لگتے ہو۔؟ تمہاری رائٹ پروفائل بہت اچھی ہے۔" وہ اب بھی کچھ نہیں بولا تھا۔ سیلینہ نے اسکی خاموشی پر گھرا سانس بھرا۔ اسے جیسے اپنے سوالوں کے جواب میں اسکی پرسکون خاموشی کی عادت ہوتی جا رہی تھی۔ اسے بولنے کی عادت تھی اور یاسر کو سننے کی۔ وہ بولتی رہتی اور وہ سنتا رہتا۔ بغیر اسے ٹوکے۔ کتنا اچھا تھا وہ۔

"تمہیں مجھ سے کوفت نہیں ہوتی۔؟" کچھ پل بعد اس نے آہستہ سے پوچھا تھا۔

"ہوتی ہے۔ ابھی بھی ہو رہی ہے۔" اور بیڑہ غرق ہوا اسکے ابھے ہونے کا۔ اپنے دل میں اسے "اچھا" کہنے پر سیلینہ کا دل کیا خود پر لعنت بھیج دے۔

"ہاں تو اُتار دو پچھلی دفعہ کی طرح سڑک پر۔۔۔ کس نے کہا ہے خود پر جبر کرنے کے لیے۔۔۔" وہ تیزی سے پیچھے ہو بیٹھی تھی۔ ساتھ ہی تڑخ کر بولی۔۔۔

"کاش میں ایسا کر سکتا۔۔۔" کیا خوب گھرے افسوس کے ساتھ کہا گیا تھا۔۔۔ ٹھنڈی آہ بھر کر۔۔۔ جیسے اگر وہ ایسا کر سکتا تو کر گزرنا۔۔۔

"تم ایسا کر سکتے ہو۔۔۔" وہ اسی لٹھ مار انداز میں بولی تھی۔

"ہاں لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔۔۔"

"اور کیوں نہیں کرو گے۔۔۔؟"

"کیونکہ ہم ٹریفک کے عین درمیان میں ہیں۔۔۔ تمہیں یہاں پر اتارا بھی تو کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ گاڑیوں کی طویل اور تنگ قطاروں کے درمیان تم کار کا دروازہ بھی کھول کر باہر نہیں نکل سکتیں۔۔۔"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

اور اگر سیلینہ کے ساتھ پرس پڑا ہوتا تو وہ اسے یاسر عالم کے سر پر دے مارتی۔ اس انسان کو ہر طرح سے اسکا موڈ غارت کرنا آتا تھا۔ وہ ضبط سے گھرا سانس لے کر ایک بار پھر سے آگے جھکی تھی۔

"زہر لگ رہی ہے اب تمہاری رائٹ پروفائل۔۔۔!" اور اسکے کہنے پر ڈرائیو کرتے یاسر نے پر سکون نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

"تحینک یو۔۔۔"

سیلینہ نے اسے "بھاڑ میں جاؤ" والی نظر وں سے دیکھا اور خراب موڈ لیے پچھے ہو بیٹھی۔ اب وہ سکون سے خاموشی کے ساتھ ڈرائیو کر رہا تھا اور وہ خالی خالی آنکھیں لیے سڑک پر پچھے کی جانب دوڑتے درختوں کو تک رہی تھی۔ اسکے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔۔۔ بے چینی کے آثار تھے۔۔۔ کیا جو قدم اس نے اٹھایا تھا وہ درست تھا۔۔۔ کہیں اس سے کوئی بڑی کوتاہی تو سرزد نہیں ہو گئی تھی۔۔۔؟

یاسر نے بیک ویو مرر میں اس پر ایک بالکل خاموش نگاہ ڈالی تھی۔ پھر آہستگی سے ہاتھ اٹھا کر شیشہ اوپر کر دیا۔ سیٹ پر پہنچ کر اس نے کار ایک جانب لگائی تھی۔ سیلینہ نے نظریں اٹھا کر اسکے سر کو دیکھا۔ اسکی گُدی کے بالوں پر اُسترا پھیرا گیا تھا۔ کان میں ایک عدد بیلو ٹو تھے لگائے، وہ سیدھ میں دیکھتا، اسٹیرنگ پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔ دائیں جانب سے کیا۔۔۔ وہ تو پچھے سے بھی وجہہ لگتا تھا۔ اس نے گہرا سانس لیا تھا۔

visit for more novels:

"کیا میں نے ٹھیک فیصلہ لیا ہے۔۔۔؟"

"تم نے ایک مشکل فیصلہ لیا ہے۔" اس نے کہا تو سیلینہ کو اپنے کندھوں پر بہت سا بوجھ محسوس ہونے لگا۔ وہ یوں ہی چہرہ پھیرے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی تھی۔ یاسر ٹھیک کہہ رہا تھا۔

"کیا چیز ایک فیصلے کو مشکل بناتی ہے، یاسر۔۔۔؟"

"اسکے نتائج۔۔۔" اسکے جواب پر وہ تھکن سے اپنا سر نشست کی پُشت سے ٹکا گئی تھی۔۔۔ پھر آنکھیں مُوند لیں۔۔۔

"وہ بہت بار سوچ ہے۔۔ اس نے کہا تھا وہ مجھے تباہ کر دے گی۔ مجھے تباہ کر دے گی۔۔ میں نے اسے تھپڑ دے مارا ہے لیکن اب مجھ میں اتنی
مجھے غُربت اور بھوک سے خوف آتا ہے۔۔ میں نے اسے تھپڑ دے مارا ہے لیکن اب مجھ میں اتنی
ہمت نہیں کہ روپر ٹرزا کے برہنہ سوالات کے جواب دے سکوں۔۔ میں واقعی ایک نج کیوں نہیں
ہوں؟" اس نے آنکھیں کھول دی تھیں۔۔ دل بھاری تھا۔۔ سانسوں میں خوف کے آثار تھے۔۔
آگے بیٹھا یاسر بے تاثر ہی رہا۔

"جو ہو چکا ہے اس پر کفِ افسوس ملنے سے کیا فائدہ۔۔؟ بہتر یہی ہے کہ اب اس فیصلے کے نتائج
کا سامنہ کیا جائے۔۔

"مجھے نتائج کا سامنہ نہیں کرنا آتا۔۔"

"تو سیکھو۔۔ نتائج کا سامنہ کرنا سیکھنے سے آتا ہے۔۔"

"کیا تم مجھے تسلی کے دو بول نہیں بول سکتے۔۔؟ کیا ضروری ہے تمہارا اتنا حقیقت پسند ہونا۔۔؟"

www.urdunovelbank.com
وہ اسکے ادائی سے کہنے پر لمح بھر کو چُپ سا ہو گیا تھا۔۔ پھر آہستگی سے بولا۔۔

"ہماری جاب میں کہیں بھی کسی جھول کی گنجائش نہیں ہوتی۔۔ اگر ہم لمح بھر کے لیے بھی حقیقت
سے غافل ہوئے تو حفاظت نہیں کر پائیں گے۔۔ شاید میری جاب نے مجھے تلخ بنادیا ہے۔۔" اس کے
لہجے میں اب کہ معذرت سی تھی۔۔ سیلینہ نے اسکی جانب دیکھا۔۔ پھر ہلاکا سا مسکرائی۔۔

"اتنے پیارے ہو کر تلخی کی حد تک حقیقت پسند کیسے ہو سکتے ہو تم۔۔؟"

"کیا حقیقت پسند ہونے کے لیے بد صورت ہونا پڑتا ہے۔۔؟ ایسی کنڈیشن پہلی دفعہ سنی ہے میں نے۔" اور اسکے سیدھے انداز پر وہ بے بسی سے ہنس پڑی تھی۔ پھر کار سے باہر نکل آئی۔ وہ اسے خاموشی سے جاتا ہوا دیکھتا رہا۔ اسے سیٹ پر چھوڑ کر وہ ایجنسی چلا آیا تھا۔ نچلے فلور پر سامنے ہی اسے خنیفہ مل گئے تھے۔ وہ ان کی فکر مند آنکھیں دیکھ کر لمبے بھر کو ٹھہرا تھا۔۔ پھر گھرا سانس لیا۔۔ اگلے لمحات میں وہ دونوں بلند عمارت کی چھت پر موجود تھے۔۔ نومبر کی سرد ہواں سے ان دونوں کے بال اڑ رہے تھے اور وہ دونوں خاموشی سے سامنے نظر آتے مصروف شہر کو تک رہے تھے۔۔

"کب سے جانتے ہو تم۔۔؟"

خنیفہ کا خاموش سا استفسار ابھرا تھا۔ یاسر نے لمبے بھر کو چہرہ جھکا کر اپنے قدموں کو دیکھا۔۔ پھر

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

چہرہ اٹھایا۔۔

"پچھے عرصے سے۔۔"

"کتنے عرصے سے۔۔؟"

"ایک سال تین مہینے اور دس دن سے۔۔" اس نے آرام سے کہا تو وہ حیران ہوئے۔ گردن اسکی جانب پھیری۔۔

"ایک سال۔۔ ایک سال سے۔۔!"

اس نے محض سر اثبات میں ہلایا تھا۔ حنیفہ نے بمشکل گھرا سانس لیا۔۔

"کتنی غلط بات ہے۔۔" وہ افسوس سے کہہ رہے تھے۔

"جاننا غلط بات ہے یا ایک سال سے جانا غلط بات ہے۔۔؟" اسکے سوال پر وہ چہرہ پھیرے اسکی جانب دیکھنے لگے تھے۔۔

"دونوں۔۔"

"کیوں۔۔؟ جانا کیوں غلط ہے۔۔؟" اسکے پوچھنے پر وہ حیران ہوئے۔

"یہ میرا راز ہے، عالم۔ اسکا لوگوں کو پتہ چلنا کوئی خوش آئند بات نہیں ہے۔"

"یہی پوچھ رہا ہوں، چیف۔ یہ راز کیوں ہے۔۔؟ اس راز کا لوگوں کے لیے جانا خوش آئند کیوں نہیں ہے۔۔؟ اسے راز رکھنا کیوں ضروری ہے۔۔؟ کیا آپ اپنی بیٹی پر پشیمان ہیں۔۔؟" اسکا انداز

بہت خشک تھا۔۔ حنیفہ کو کچھ چھپ سا گیا تھا۔۔

www.urdunovelbank.com

"یا سر۔۔!" انہوں نے اسے تنبیہ کی تھی۔ وہ اثر لیے بغیر، جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا رہا۔

"کیا آپ اسکے اپنی اولاد ہونے پر شرمندہ ہیں۔۔؟"

"کیا تمہیں اپنے بے ادب انداز کا ادراک ہے۔۔؟" وہ ناگواری سے ٹوکے بغیر نہیں رہ سکے تھے۔
یاسر نے انہی سپاٹ آنکھوں سے ان کی جانب دیکھا تھا۔۔

"جو سوال آپکو چھینے لگیں، ان سوالوں کے جواب اکثر بہت کڑوی حقیقت لیے ہوئے ہوتے ہیں، چیف۔ اگر آپ اس حقیقت پر شرمندہ نہیں ہیں تو کیوں آگے بڑھ کر اپنے تعلق کو وضع نہیں

کر لیتے۔؟ آپ اسکے ساتھ سے شرمندہ ہیں۔۔۔ یا۔۔۔ نہیں۔۔۔؟" اس نے اپنا سوال اسی سنجیدگی سے دُھرا یا تھا۔ حنیفہ کو لمحے بھر کے لیے سانس لینے میں دشواری سی ہوئی تھی۔۔۔

"نہیں۔۔۔ وہ میری بیٹی ہے۔۔۔ میرا حصہ ہے وہ۔۔۔ میں کیسے شرمندہ ہو سکتا ہوں اسکے اپنی اولاد ہونے پر۔۔۔؟" ان کی آنکھوں میں زخم سا ابھرا تھا۔ یاسر نے کندھے اچکائے۔۔۔

"میرا اس حقیقت کو جاننا اتنا اہم نہیں ہے۔ جتنا آپ کے لیے اس حقیقت کو قبول کرنا اہم ہے۔ جن رشتتوں کو سرِ عام قبول نہیں کیا جائے، وہ سب سے بڑا سوالیہ نشان ثابت ہوتے ہیں۔ رشتے قبول کرنے کی جرأت نہ رکھتے ہوں تو انہیں پہلی ہی دفعہ استوار کرنے کی جسارت بھی نہیں کرنی چاہیے۔ اگر ایسی جسارت کر بیٹھیں ہیں تو پھر آگے بڑھ کر ان رشتتوں کو اون بھی کرنا چاہیے۔۔۔ چاہیے دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے۔" حنیفہ کو آج اندازہ ہوا تھا کہ وہ کتنا خُشک تھا۔ اسکا انداز کتنا سرد اور بے لچک تھا۔

visit for more novels:

"میں اسکے بھلے کے لیے ہی اتنے سال تک خاموش رہا ہوں" اس کی کمزور سی دلیل پر وہ لمحہ بھر کو تنخی سے مسکرا یا تھا۔ اسے کچھ یاد آگیا تھا۔۔۔ کچھ بہت سرد سا۔۔۔ اسکے قدموں میں پھر سے وہی ٹھنڈک اترنے لگی تھی۔۔۔

"جان لیں چیف۔۔۔ اتنے سال خاموش رہ کر آپ نے اسکے لیے کسی بھلے کو دعوت نہیں دی ہے۔ آپکی خاموشی نے محض تکلیف دی ہے۔۔۔ اسے بھی اور آپکو بھی۔۔۔" وہ اتنا سچ کیوں بولتا تھا۔۔۔ کوئی اس لڑکے کو بتائے کہ اتنی کڑوی سچائی کو سرِ عام بولنے سے پرہیز کیا کرے۔۔۔ لیکن وہ کسی کی سنتا ہی کہاں تھا۔۔۔؟ حنیفہ کو اپنے سامنے نظر آتی دنیا لمحہ بھر کو دھنڈلی محسوس ہوئی تھی۔۔۔

"میں بے بس تھا۔"

"انسان کبھی بے بس نہیں ہوا کرتے۔" اس نے ان کی تاویل پھر سے رد کر دی تھی۔

"میں اس سے بہت پیار کرتا ہوں۔۔۔ ہمیشہ سے کرتا تھا۔ بس کبھی اسے سرِ عام اپنی بیٹی کہنے کی جرأت نہیں کر پایا۔ وہ مجھے میری ایسی سنگدلی پر کبھی معاف نہیں کرے گی۔ میں کبھی اسے اپنی بیٹی بننے پر راضی نہیں کر سکتا، یا سر۔۔۔ میں کیا کروں۔۔۔؟" ان کا سینہ تکلیف سے تنگ ہونے لگا تھا۔ وہ ہر رات سیلینہ کے ساتھ کے لیے ٹرپ کر سوئے تھے۔ وہ اندر سے کہیں بہت زخمی تھے۔ اس نے ان کی جانب دیکھا تک نہیں۔۔۔ ایک لمبے کے لیے بھی نہیں۔۔۔ جانے کیوں۔۔۔ رشتؤں سے پچھے ہٹنے والوں پر اسے کبھی رحم نہیں آتا تھا۔۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔۔

"آپ اس رشتے کو نام دینے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتے۔۔۔ اور اگر۔۔۔ آپ اتنی جرأت نہیں رکھتے تو آئندہ مجھ سے اس موضوع پر بات مت کیجیے گا۔۔۔" اس نے حد واضح کر دی تھی۔ حنیفہ نے ہتھیلی سے آنکھیں رگڑی تھیں۔۔۔ پھر اسکی جانب گلبی ارتکاز سے دیکھا۔۔۔ اسکے سیاہ بال ماتھے پر گر رہے تھے اور وہ انہیں پچھے کرنے کے تکلف سے بے نیاز، جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔۔۔

"کیا وہ مجھے معاف کر دے گی۔۔۔؟"

"اصولًا تو اسے آپکو کبھی معاف نہیں کرنا چاہیے۔۔۔" اس کے کہنے پر وہ گھرا سانس لے کر رہ گئے تھے۔ یاسر کی کسی بات سے انہیں کوئی اختلاف نہیں تھا۔۔۔

"اگر وہ مجھے معاف نہیں کرے گی تو میں کہاں جاؤں گا، یاسر؟"

"وہ آپکو معاف کر دے گی۔ اسے رشتہ توڑنے سے نفرت ہے۔ اپنے اتنے زہریلے رشتے داروں کو ہی نہیں چھوڑ سکی ہے وہ تو اب تک۔ شکر کریں میرے جیسا بیٹا نہیں ملا ہے آپکو۔ شکل تک نہیں دیکھتا آپکی دوبارہ۔" اور یہاں وہ بے ساختہ ہی مسکرا دیے تھے۔

"شکر تم میرے بیٹے نہیں ہو۔"

"مجھے صرف سردار عالم برداشت کر سکتے ہیں۔ آپ تو پہلے ہی مناظرے میں ڈھنے جائیں گے۔" اس نے پہلی دفعہ ہلاکا سا مسکرا کر کہا تھا۔ چیف ہنس دیے تھے۔ ان کی ہنسی میں ہلکی سی نبی موجود تھی۔

"اتنا سچ کیوں بولتے ہو تم۔؟ ہر کوئی اتنا سچ نہیں سن سکتا۔"

"جانتا ہوں۔" اس نے سر اثبات میں ہلا کیا تھا۔ کچھ پل وہ دونوں سامنے موجود شہر کو تکتے رہے۔ ان دونوں کا تعلق بہت عجیب سا تھا۔ بہت سرد اور نرم گرم سا۔ "وہ بہت جذباتی ہے۔ بیوقوف اور جلدی رد عمل دینے والوں میں سے ہے۔ اس نے ماریہ کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ وہ پہلے ہی اسکی اسٹالنگ کے لیے ایک ملٹنٹ ہائیر کر چکی ہے۔ مجھے اب اسکی پہلے سے بھی زیادہ فکر ہو رہی ہے۔"

وہ موسم سرما کی نرم دھوپ کے باعث آنکھیں چھوٹی کیے سامنے دیکھتا رہا۔ دھوپ اب زردے کی مانند سفید

عمارتؤں پر پگھل کر گر رہی تھی۔

"ماریہ اب پتہ نہیں کیا کرے گی۔۔؟" وہ ان کی آواز میں ہلکو رے لیتی فکر کو سمجھتا تھا۔۔

"وہ اب ایک انتہائی گھٹیا بیان دے گی۔۔ وچ ہنٹ۔۔ وہ سیلینہ کی کردار گُشی کرنے کی کوشش کرے گی۔۔" اس کے کہنے پر حنیفہ کو کچھ اور بے چینی ہونے لگی تھی۔۔ یاسر کے اندازے بمشکل ہی غلط ہوا کرتے تھے۔۔

"اب۔۔ اب کیا کریں گے ہم۔۔؟"

"سب سے پہلے تو ساحر کو اسکا باڈی گارڈ مقرر کریں۔۔ اسکے سیٹ پر وہ اسکے ساتھ ہمہ وقت ہونا چاہیے۔۔ اور دوسری بات۔۔ سیلینہ کو منع کرنا ہو گا کہ وہ کوئی بھی جوابی رد عمل دینے سے پرہیز کرے۔۔ فی الحال۔۔"

"اور اسے منع کون کرے گا۔۔؟ کیا وہ منع کرنے سے مان جائے گی۔۔؟"

"نہیں۔۔ آسانی سے تو نہیں مانے گی۔۔ لیکن ہو جائے گی راضی۔۔ میں نظر سے بات کرتا ہوں۔۔" وہ پلٹنے ہی لگا تھا کہ حنیفہ کی آواز پر ٹھہر سا گیا۔۔

"کیا اس نے ماریہ کے ساتھ اتنا بولڈ قدم اٹھا کر ٹھیک کیا ہے۔۔؟" وہ ان کے سوال پر ٹھہر گیا تھا۔۔

"اس نے وہی کیا ہے جو سیلینہ کو کرنا چاہیے تھا۔۔ مجھے لگتا ہے کہ ایک اسی طرز کا چانٹا واجد کو بھی پڑنا چاہیے۔۔" حنیفہ نے اسکی جانب حیرت سے دیکھا تھا۔۔

"واجد۔۔؟"

"ہے ایک مصیبت۔ اور مجھے لگتا ہے کہ یہ مصیبت کسی دن مجھ سے بہت بُرا پڑے گی۔"

"کیا واحد دوبارہ سیلینہ کو تنگ کر رہا ہے۔؟"

"جی۔ اسکا کچھ بندوبست کرنا ہو گا۔"

"کیا تم اسے سیدھا کر سکتے ہو۔؟"

"وقت آنے پر ضرور کروں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ چلو میرے ساتھ۔ نظر اور ساحر دونوں سے بات کرتے ہیں۔ سیلینہ کو اب واقعًا ایک گارڈ کی سخت ضرورت ہے۔" اسی کے ساتھ وہ دونوں زینوں کی جانب بڑھ گئے تھے۔

صح ڈھلے خاصہ وقت گزر چکا تھا۔ لکڑی کے فرش والے سفید محل پر کئی زرد لمحات پگھل کر بہتے چلے گئے تھے۔ سورج ٹھنڈا محسوس ہو رہا تھا۔ گھاس کے اوپر نیچے قطعوں پر میشم پودوں کی تراش خراش میں مصروف تھا۔ اس نے جنگلی گھاس اکھاڑ کر سبزہ زار کی صفائی کر دی تھی۔

گھر کے اندر کچن سے اٹھا ٹخن کی آوازیں آرہی تھیں۔ ارمان آہستینیں پچھے کو چڑھائے، پاستا بنارہا تھا۔ گوشت اور بُخنه مصالحہ کی اشتها انگیز مہک نے سفید محل کو اپنے احاطے میں لے رکھا تھا۔ میشم چونکہ سبزہ زار میں مصروف تھا تو اس نے کھانے کی ذمہ داری لے لی تھی۔ ویسے بھی کیس کے بعد اسکا سردار کے پاس چند دن ٹھہر نے کا ارادہ تھا۔

اس نے ایک نظر پیچھے مُر کر دیکھا۔ سردار لاونج میں براجمان ہاتھ میں کوئی کتاب لیے پڑھ رہے تھے۔ کچن سے لاونج کا آدھا حصہ نظر آتا تھا۔ اسی پھر باہر سے میشم بھاگتا ہوا اندر داخل ہوا تھا۔ سردار نے کتاب نیچے کیے بغیر کہا۔

"کیوں بھاگ رہے ہو، میشم۔؟ کیا او لمپس کی دوڑ میں حصہ لینے کا ارادہ ہے۔؟"

"صاحب جی۔۔۔ وہ باہر ایک میم صاحب آئی ہیں۔۔۔"

اب کے سردار نے کتاب نیچے کی تھی۔ وہ بھی آہستینیں برابر کرتا کچن سے باہر نکل آیا تھا۔
"کونسی میم صاحب؟"

"کہتی ہیں ان کی گاڑی خراب ہو گئی ہے۔ شہر جانے کا کوئی ذریعہ نہیں۔ وہ باہر کھڑی ہیں۔۔۔ کیا میں انہیں اندر لے آؤں۔۔۔؟"

اگلے ہی لمحات میں سردار اور ارمان کے سامنے سیب جیسے گالوں والی لڑکی کھڑی تھی۔ اسکے نقوش تیکھے اور بال سیاہ تھے۔ کندھوں سے ذرا نیچے گرتے، اس سیبیں میں کٹے بال۔۔۔ لباس سے وہ کوئی فیشن آئی کون لگتی تھی۔ اسکے رخسار، پٹھانوں کی مانند دھوپ میں کھڑے رہنے کے باعث سرخ ہو رہے تھے اور سبز آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔۔۔

"گاؤں کے راستے میں پریاں کب سے اترنے لگی ہیں، دادا۔۔۔ اور وہ بھی دن کی چھپماتی روشنی میں۔۔۔؟" اس نے سردار کی جانب جھک کر ہلکی سی سرگوشی کی تھی۔ سردار نے اس پر اک نگاہ ڈالی اور پھر سامنے کھڑی لڑکی سے مخاطب ہوئے۔۔۔

"آپ کا نام کیا ہے بیٹا۔۔؟ اور گاؤں کے سنسان راستوں پر اکیلی کیا کر رہی ہو۔۔؟"

"میں شہر کے راستے ہی جانا چاہتی تھی لیکن کسی نے مجھے یہاں سے شارت کٹ بتایا تھا۔ چونکہ مجھے جلدی پہنچنا تھا تو یہاں سے سفر کرنا بہتر لگا۔۔ لیکن میری گاڑی راستے کے عین درمیان میں خراب ہو گئی۔ نام سارہ ہے

میرا۔۔ سارہ ارمغان۔۔"

"شارٹ کٹس خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔" ارمان کی جاسوسی حس پھر کی تھی۔ کیوں نہ پھر کتی۔۔؟ آخر کو قابل ستائش ڈیکھو جو تھا۔

"مجھے نہیں پتہ تھا۔۔ کیا آپ کچھ دیر مجھے یہاں رہنے پر راضی ہو سکتے ہیں؟" تب تک میں شہر سے اپنی دوست کو کال کر کے بلا لوں گی۔۔ "اس نے کہا تو ان دونوں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا تھا۔ ارمان کو کوئی اعتراض نہیں تھا۔ اسے تو پہلی نظر میں محبت ہونے کا خدشہ محسوس ہو رہا تھا۔ سردار بھی اسے تنہ سڑک پر چھوڑنے کے حق میں نہیں تھے۔ میشم البتہ تجسس سے بھر پور نگاہیں لیے اس خوبصورت میم صاحب کو دیکھ رہا تھا۔

"کھانا کھایا ہے آپ نے۔۔؟" سردار نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"چلو کوئی بات نہیں۔ ہمارے ساتھ کھا لینا۔ جاؤ میشم کھانا لگاؤ۔۔" ارمان میشم کے پیچے کچن کی جانب بڑھا تھا۔ سردار اسے اپنے ساتھ لیے لاونچ میں آ بیٹھے تھے۔

"سوری بیٹے۔۔ لیکن اس گھر میں کوئی عورت نہیں جو آپکو کمپنی دے سکے۔۔ آپکو مردوں کو ہی برداشت کرنا پڑے گا۔۔" اور سارہ پہلی دفعہ ہنس پڑی تھی۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں، انکل۔۔ آپ اتنے سو سیٹ لگ رہے ہیں۔۔"

سردار مسکرائے تھے۔ کتنا شوق تھا انہیں کہ گھر میں بہولے کر آئیں۔ لیکن مجال ہے جو یاسر بد تمیز شادی کے لیے ہامی بھرتا ہو۔ انہیں تو پوتا پوتی دیکھے بغیر ہی اس دنیا سے اپنا پتہ صاف ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

"اے۔۔ تم کیا گھور رہے تھے میدم کو۔۔؟ اب اگر ان کی جانب دیکھا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔" اس

نے میثم کے ساتھ کھانا لگاتے ہوئے اسے گھر کا تھا۔ وہ حیران ہو کر اسے دیکھنے لگا۔۔

"آپ بھی تو گھور رہے تھے۔۔" اس نے احتجاج کہا تھا۔ ارمان نے اسے دیکھا۔ یعنی واقعی دیکھا۔۔
"میں اسے دیکھ رہا تھا۔۔"

"اسے بھی گھورنا کہا جا سکتا ہے۔۔"

"تمہاری زبان زیادہ ہی نہیں چل رہی ہے۔۔؟" اس نے ٹھہر کر اسے لٹاڑا تھا۔ میثم دبک سا گیا۔
کھانا لگا اور پھر سب گول میز کے گرد سمت آئے۔ سارہ اور دادا تو یوں گفتگو کر رہے تھے گویا
ادب کی جماعت میں شانہ بثانہ پڑھتے رہے ہوں۔ وہ اور میثم چُپ کر کے کھانا کھاتے رہے۔۔

"کھانا کھا کر سائرہ کی کار چیک کر لینا، ارمان۔ شاید تم کچھ کر سکو۔" ان کے کہنے پر سائرہ نے اپنی سبز آنکھیں اسکی جانب پھیری تھیں۔ وہ اسے دیکھ کر نرمی سے مسکرا�ا تو وہ بھی جواباً مسکرا دی۔ ارمان کو اپنا دل کانوں میں دھڑکتا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ نرس نہیں ہوتا تھا۔ لیکن وہ اس لڑکی کے سامنے نرس نہیں ہو رہا تھا۔

"آپ گاؤں میں اکیلے رہتے ہیں۔؟"

"اکیلے کہاں۔ میرے دو دو پوتے ہیں۔ دونوں کی جا بز شہر میں ہیں البتہ یہ مجھ سے ملنے ہر ہفتے آتے رہتے ہیں۔ مجھے اکیلا پن محسوس نہیں ہوتا۔"

وہ ان کا جواب سن کر مسکرائی تھی۔ پھر ارمان کی جانب دیکھا۔

"کیا یہ آپکے پوتے ہیں۔؟"

"ہاں۔ یہ بھی میرا پوتا ہی ہے ایک طرح سے۔"

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"ایک طرح سے مطلب۔؟"

"یہ میرے پوتے کا دوست ہے۔ لیکن عزیز مجھے بالکل اسکی طرح ہے۔" ارمان کو سردار پر بے ساختہ ہی پیار آیا تھا۔ وہ اٹھ کر انہیں گلے لگا لیتا اگر جو سائرہ موجود نہیں ہوتی تو۔

"اور شہر والا پوتا۔ کیا وہ بھی اتنے ہی سوئٹ ہیں۔؟" اس نے پوچھا تو کچن میں لمحے بھر کو خاموشی چھا گئی۔ شہر والا پوتا جتنا سوئٹ تھا نا۔ وہ اس بارے میں بات بھی نہیں کرنا چاہتے تھے۔

"ہاں۔۔۔ وہ الگ طرح کا سوئیٹ ہے۔۔۔" دادا کے زبردستی مسکرا کر کہنے پر ارمان کو بے ساختہ ہنسی آئی تھی۔ اس نے کھانس کر اپنی ہنسی روکی تھی۔ میشم نے بھی مسکراہٹ دبانے کے لیے چہرہ جھکا لیا تھا۔۔۔

کھانا کھایا جاچکا تو وہ اسکے ساتھ باہر چلا آیا۔ سردار اب آرام کی غرض سے لینٹے جاچکے تھے۔ اس نے کار کا بونٹ اٹھایا اور پھر اسے راڑ پر ٹکا کر جھکا۔ سائرہ اسکے ساتھ آکھڑی ہوئی تھی۔ گاؤں کی صاف سُتھری سی سڑک پر دوپھر پکھل رہی تھی۔۔۔

سڑک کے اطرافی حصوں میں دور دور تک سورج گھمی کے پھولوں کی طویل زمینیں موجود تھیں۔ وہ اس خوبصورت منظر کو دیکھ دیکھ کر تھک نہیں رہی تھی۔ ارمان اب آہستینیں پیچھے چڑھائے ایک ٹیوب کو ہاتھ سے چھو کر محسوس کر رہا تھا۔

"آپکے ہاتھ۔۔۔" سائرہ نے بے ساختہ کہا تو اس نے چہرہ اسکی جانب پھیرا۔ ان دونوں کی آنکھیں چار ہوئی تھیں۔ سورج گھمی کے پھولوں کی زردی ان دونوں میں گھلنے لگی تھی۔۔۔

کوئی بات نہیں۔۔۔ آپکی کار ٹھیک ہے بس درمیانی ٹیوب میں تھوڑا کچرا آگیا ہے۔ ابھی ٹھیک "ہو جائے گی۔۔۔

اسکے ہاتھوں پر کالک لگ گئی تھی۔ لیکن وہ اثر لیے بغیر جھک کر کام کرتا رہا۔ ایک ہاتھ کار کے اگلے حصے پر رکھے وہ منہمک محسوس ہوتا تھا۔۔۔ سائرہ کو اسکی سیاہ آنکھیں بہت اچھی لگی تھیں۔ نرم۔۔۔ مہربان سی آنکھیں۔۔۔

"گاؤں کا یہ حصہ بالکل کسی کہانی کا حصہ لگ رہا ہے۔ پُر سکون۔۔ خوبصورت اور ٹھہرا ہوا۔۔" اسکے کہنے پر وہ مسکرا یا تھا۔ پھر سیدھا ہوا۔۔ بونٹ راڑ سے ہٹا کر اگلے حصے پر برابر کرنے لگا۔

"چلیں۔۔ آپکی کار ٹھیک ہو گئی۔۔"

"تھینک یو سوچ۔۔" اس نے نفی میں سر ہلا یا تھا۔ سبز آنکھیں اسے بہت بھلی معلوم ہو رہی تھیں۔

"اب آپ کار اسٹارٹ کر کے دیکھیں۔ شروع میں مسئلہ ہو گا لیکن اب ٹیوب صاف ہو گئی ہے تو جلد ہی انجن اسٹارٹ ہو جائے گا۔۔" اس نے سر ہلا یا اور پھر کار کا اگلا دروازہ کھول کر اندر آ بیٹھی۔۔ چابی اگنیشین میں گھمائی۔۔ انجن نے حرارت پکڑنے میں کچھ وقت لیا لیکن اگلے ہی پل گاڑی اسٹارٹ ہو گئی تھی۔ سائرہ نے اسکی جانب سراہتی ہوئی مسکراہٹ سے دیکھا۔ وہ اسکی کھڑکی کے پاس چلا آیا۔۔

"آپ بہت اچھے لوگ ہیں۔۔ بہت شکریہ میری مدد کرنے کے لیے۔۔ اس فیور کے بدالے میں کیا چاہیں گے آپ۔۔؟"

وہ سوچنے لگا۔۔ پھر اسے دیکھا۔۔

"ایک اور ملاقات۔۔؟" اور وہ ہنس دی تھی۔ وہ خود بھی مسکرا رہا تھا۔۔

"اگر ہم یہاں بائے چانس ملے ہیں تو کہیں اور بھی بائے چانس مل سکتے ہیں۔۔" سائرہ نے آنکھوں میں سن گلاس چڑھاتے ہوئے کہا تھا۔۔ وہ ہنس دیا۔۔ پھر سر ہلانے لگا۔۔

"آپکا سفر اچھا گزرے۔۔" وہ دو قدم پیچھے ہوا تھا۔ ساتھ ہی ہاتھ بھی ہلایا۔ سائرہ نے بھی جواباً سر کے خم سے شکریہ ادا کیا تھا پھر گاڑی آگے بڑھا لے گئی۔ وہ دیر تک اسکی کار کو دور جاتے دیکھتا رہا۔ اسے اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ کتنی دیر تک کھڑا رہا ہے۔۔ سردار کے آواز دینے پر وہ چونک کر سیدھا ہوا تھا۔۔

"اتنے ہی اسیر تھے تو رات کے کھانے تک روک کیوں نہیں لیا اسے۔۔؟"

اسکے رخسار گلابی ہوئے تھے۔۔ گردن کے پیچھے ہاتھ پھیرتا وہ بے بسی سے ہنس دیا تھا۔

"اس نے کہا تھا کہ اسے شہر جلدی پہنچنا ہے۔۔" سردار اسکے جواب پر مسکرائے تھے۔ پھر اسکے ساتھ آکھڑے ہوئے۔۔

"یا سر تو شادی جانے کب کرے گا۔۔ تم ہی کرو شادی۔ میرا کسی کا نکاح دیکھنے کا بہت دل چاہ رہا ہے۔۔" وہ ہستا رہا۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"صرف آپکے نکاح دیکھنے کی خواہش کے لیے میرا نکاح کروارہے ہیں آپ۔۔؟" وہ اب ان کے ساتھ اندر بڑھ رہا تھا۔

"پہلے کے وقت میں تمام نکاح صرف اسی لیے ہوتے تھے کیونکہ ان کے بڑے بوڑھوں کو بچوں کی خوشیاں دیکھنے کا بہت شوق ہوتا تھا۔۔"

چلیں۔۔ میں آپکے لیے نکاح کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ مجھ سے شادی کرے گا "کون۔۔؟"

وہ دونوں اب باتیں کرتے اندر کی جانب بڑھ گئے تھے۔ سردار اب اسکی کسی بات پر دل کھول کر ہنس رہے تھے اور وہ انہیں ہنسا رہا تھا۔ سورج گھمھی کے پھول ہوا سے لہلہنانے لگے۔ گاؤں کا راستہ اب کی دنوں تک ارمان کو معطر محسوس ہونا تھا۔

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com

google.com/search?q=u

visit for more novels:

Google

urdud novel bank

All Images News Videos Books Sea

<https://www.urdunovelbank.com> ...

Urdu Novel Bank

interesting and best famous urdu novels free Pdf Download on One click. all Categories new and old urdu novel stories..

[All Urdu Novels List](#)

Urdu Novel Bank website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں ---

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

رات گئے تک وہ گھر لوٹا تو دروازے میں ہی رُک سا گیا۔ ارمان اپنے کمرے سے باہر نکل رہا تھا۔
فون کو کان پر لگائے۔ سنجیدگی سے دوسری جانب کی بات سنتا ہوا۔ شاید ہیڈ آفس سے اسے
حاضری کا عنديہ جاری کیا گیا تھا۔

"انویسیگیس ٹیم۔؟ کیا میرا نام بھی ان ڈیکسوز کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔؟" اس نے ٹھہر
کر پوچھا۔ یاسر نے اس سے اشارتاً "کیا ہوا۔؟" پوچھا تھا۔ اس نے سر ہلا کر اسے خاموش رہنے کا
اشارہ کیا۔

"اوکے۔۔ چلیں میں آتا ہوں۔ میرے بریک کے دوران اگر مجھے دوبارہ کال کیا جا رہا ہے تو شاید کیس سنجیدہ ہے۔ جی۔۔ جی میں وقت پر پہنچ جاؤ نگا۔ آپ مینگ ارتخ کر دیں۔" اگلے ہی لمحے اس نے فون رکھا تھا۔ پھر چہرہ اٹھا کر یاسر کو دیکھا۔۔

"تمہاری ایجنسی میں سب ٹھیک ہے۔۔؟" اسکے سنجیدہ استفسار پر وہ ٹھٹکا تھا۔۔
"ہاں۔۔ کیوں۔۔؟ کس کی کال تھی۔۔؟"

"دانش حیات کی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے کہ گلیمر ایجنسی کی کسی ایکٹریس کے قتل کا کیس ہے۔ تم نے مجھے بتایا تھا ناکہ جو لیا کو بھی تحریک ملا ہے۔۔؟" اسکے آس پاس لمحہ بھر کو سب کچھ روک سا گیا تھا۔

"ہاں۔۔ کیسا کیس ہے۔۔؟ کس کا قتل ہوا ہے۔۔؟"

"وہ فون پر نہیں بتا رہے۔۔ شاید معاملہ پیچیدہ ہے۔۔ میں معلومات لے کر تمہیں مطلع کر دوں گا۔۔ دادا سو گئے

ہیں۔۔ کھانا گرم کر کے کھا لینا۔۔" وہ اب دوسرا نمبر ملاتا باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ اس نے اگلے ہی پل فون نکال کر تیزی سے نمبر ڈائل کیے تھے۔ ایک خدشہ۔۔ ایک خیال۔۔
اگلے ہی پل فون اٹھالیا گیا تھا۔

"سیلینہ کہاں ہو۔۔؟ ٹھیک ہو نا۔۔؟" اس نے چھوٹتے ہی پوچھا تو وہ دوسری جانب جیران ہوئی۔

"ایک ہی دن میں اثر ہو گیا تم پر تو۔۔" وہ مسکراتی تھی لیکن وہ سنجیدہ تھا۔

"فضول باتیں مت کرو۔۔۔ کہاں ہو تم اس وقت۔۔۔؟" وہ لفٹ کے بجائے زینوں سے چڑھ کر اپنے اپارٹمنٹ تک جا رہی تھی۔ آج سارا دن شوٹ میں مصروف گزرا تھا۔ وہ تحک چکی تھی۔۔۔ لیکن لفٹ سے جانے کا سوچ کر ہی اسے اپنا سانس گھٹتا ہوا محسوس ہونے لگتا تھا۔ اسے وہ گھر دری رسی اپنے گلے پر سلگتی ہوئی محسوس ہونے لگتی تھی۔۔۔

"میں اپارٹمنٹ جا رہی ہوں۔۔۔"

"لفٹ سے۔۔۔؟ نہیں تم زینوں سے جا رہی ہو رائٹ۔۔۔؟" اس نے پریشانی سے استفسار کیا تھا۔

"ہاں۔۔۔ تمہیں کیسے پتہ۔۔۔؟"

"تمہاری ہیلز کے زینے چڑھنے کی آواز آرہی ہے۔ کیا کوئی اور وہاں پر موجود ہے۔۔۔؟" وہ واقعتاً پریشان ہو گیا تھا۔ سیلینہ ٹھہر سی گئی۔۔۔ پھر چہرہ نیچے جھکا کر دیکھا۔ سیرٹھیا بے حد سنسان تھیں۔ کسی ذی روح کی موجودگی کا احساس نہیں ہوتا تھا۔۔۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"کوئی نہیں ہے یہاں۔۔۔ میں اکلی ہوں۔۔۔"

"آس پاس گردن گھما کر دیکھو۔۔۔ کیا سی سی ٹی وی نظر آرہا ہے۔۔۔؟" اس نے یاسر کے کہنے پر چہرہ اٹھا کر آس پاس دیکھا تھا۔ وہاں کوئی کیمرہ نصب نہیں تھا۔

"نہیں۔۔۔"

"اچھا اب میری بات سنو۔ تم جتنی تیزی سے ہو سکے سیڑھیاں چڑھتی جاؤ۔ کم آن۔ اور فون مت کاٹنا۔" اسکی آواز میں کچھ ایسا تھا کہ سیلینہ کو خوف سا آنے لگا۔ ایک پل کے لیے اسے سنسان زینوں سے واقعتاً خوف آیا تھا۔

"کیا ہوا ہے۔؟ تم مجھے ڈرا رہے ہو۔" وہ اب تیزی سے زینے چڑھتی جا رہی تھی۔ اسے لگا کوئی اسکے پیچھے اسی تیزی سے زینے چڑھ رہا ہے۔

"یاسر مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ کوئی میرے پیچھے ہے۔" اور اسکی لرزتی آواز سن کر یاسر عالم کو اپنے سر پر دادا کا سفید محل گھومتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"تم زینے چڑھتی جاؤ۔ رُکنا نہیں۔ میں آرہا ہوں۔" اور وہ اسی تیزی سے اوپر چڑھتی جا رہی تھی۔ وہ باہر کی جانب بھاگا تھا۔ سیلینہ کو اپنا سارا وجود کیپتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اسے لگا وہ کسی بھی لمحے پیچھے سے دھر لی جائے گی۔ اسے اپنے جسم کے ہر مسام سے پسینہ بہتا محسوس ہو رہا تھا۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"یاسر۔"

"میں آرہا ہوں۔" اور اسی پل کسی نے اسے بالوں سے کھینچ کر پیچھے کی جانب گھسیٹا تھا۔ اسکی دلخراش چیخ پر دوسری جانب موجود یاسر نے بریک پر یکنہت ہی پیر رکھا تھا۔ کار ایک جھٹکے سے رک گئی تھی۔ وہ پاگلوں کی طرح اسے پکار رہا تھا لیکن اسکا فون زینوں پر ہی کہیں گر گیا تھا۔ سیاہ لباس سے ڈھکا وجود اب اسے بڑی طرح نیچے کی جانب گھسیٹ رہا تھا۔ وہ ہچکیوں سے روئی اپنا آپ آزاد کردار ہی تھی۔

"اللہ کا واسطہ ہے مجھے چھوڑ دو۔۔۔!" کال چل رہی تھی۔۔۔ یاسر نے تیزی سے کار آگے بڑھائی تھی۔۔۔ اتنی تیزی سے کہ ٹائیر لمحے بھر کو چرچرا اٹھے۔۔۔

وہ اب اسے زبردستی گھسیٹ رہا تھا۔ وہ اپنے بال چھڑاتی مدد کے لیے چلا رہی تھی۔ یکخت ہی حملہ آور نے اسکے رُخسار پر طمانچہ مارا تو وہ بلبلہ کر نیچے جا گری۔ اور جو نہیں وہ اس پر جھکنے لگا تو کسی جانب سے پڑی لات پر پچھے دیوار سے جا گا۔ سیلینہ نے بے یقینی سے چہرہ اٹھا کر دیکھا تھا۔۔۔ حملہ آور کی آنکھوں میں حیرت سی ابھر آئی تھی۔۔۔

اگلے ہی پل وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ آنے والے نے لمحے بھر کو اسکی جانب پلٹ کر دیکھا تھا۔۔۔ اسکی آنکھیں گھرے بُھورے رنگ کی تھیں۔ ٹھنڈی۔۔۔ جمادینے والی۔۔۔ اگلے ہی پل وہ حملہ آور کی جانب مرڑا اور اسے پوری قوت سے مکا دے مارا۔ وہ شدید غصے میں تھا۔۔۔ اسکے خوبصورت ہاتھوں کی مٹھیاں اب بغیر رکے حملہ آور کو زخمی کر رہی تھیں۔۔۔ وہ بغیر کچھ کہے اسے مار رہا تھا۔۔۔ پھر ایک زار دار لات ماری تو وہ زینوں سے کہیں نیچے جا گرا۔۔۔

وہ اگلے ہی پل پلٹ کر سیلینہ کی جانب چلا آیا تھا۔۔۔

"آپ ٹھیک ہیں۔۔۔؟" ٹھنڈی آنکھوں میں نرمی سی ابھری۔ سیلینہ کو جواب دینے میں وقت اگا تھا۔۔۔

"ج۔۔۔ ج۔۔۔"

"آپ زخمی ہیں۔۔" اس نے اسکی پیشانی سے نکلتا خون دیکھ کر کہا تھا۔ پھر اسی تیزی سے زینے اتراء۔ اگلے کی لمحات میں وہ اس حملہ آور کو پولیس کے حوالے کر رہا تھا۔ عمارت کے باہر الہکاروں اور مکینوں کا جم غیر سالگ گیا تھا۔ اسی پل داخلی دروازہ کھول کر یاسر تیزی سے اندر کی جانب بڑھا تھا۔ لیکن پھر وہ اگلے ہی پل رُک سا گیا۔۔ سیلینہ سامنے انتظار گاہ کے صوفے پر براجمان تھی۔ مُعید اسکے ماتھے پر پٹی باندھ رہا تھا۔ ساتھ ساتھ وہ نرمی سے اسے کچھ کہہ بھی رہا تھا۔ یاسر کو جانے کیوں اپنی کنپیاں سُلگتی محسوس ہوئی تھیں۔

اگلے ہی پل وہ آگے بڑھ آیا۔۔

سیلینہ نے اسے دیکھا تو اٹھ کھڑی ہوئی۔۔ پھر تیزی سے اسکی جانب بڑھی۔۔

"تم ٹھیک ہو۔۔؟ کون تھا وہ۔۔؟" اس نے تیزی سے پوچھا تو وہ سکون سے مسکراتی۔۔

"بالکل ٹھیک ہوں میں۔۔ صد شکر کہ مُعید وقت پر پہنچ گیا نہیں تو پتہ نہیں کیا ہو جاتا۔۔" اس نے کہا اور پھر اپنے پچھے کھڑے مُعید کی جانب گھومی۔۔ وہ اب ان دونوں کی جانب بڑھ آیا تھا۔

دراز قد، وجیہہ اور بالوں کو پچھے جمائے ہوئے۔۔ سیاہ لانگ کوٹ پہنے وہ کسی مجسمے جیسا لگتا تھا۔۔

"یاسر یہ میرے سایکاٹرست ہیں مُعید حسن۔۔ اور مُعید یہ میرے خیر خواہ ہیں یاسر عالم۔۔"

مُعید نے اسی سنجیدگی سے سر ہلا�ا تھا۔ پھر ہاتھ اسکی جانب بڑھایا تو یاسر نے بے تاثر چہرہ لیے اسکا ہاتھ تھام لیا۔

"آپ اس وقت زینوں پر کیا کر رہے تھے، مُعید صاحب؟" اسکی خشک سی آواز ابھری تھی۔ سیلینہ کی مسکراہٹ اگلے ہی پل غائب ہوئی۔ کیا وہ اس پر شک کر رہا تھا۔؟ خدا کے لیے یاسر۔۔۔ اس نے جان بچائی ہے میری۔۔۔ وہ آنکھوں میں اسے خفا سی تنبیہ کر رہی تھی۔

"میں سیلینہ سے ملنے جا رہا تھا۔ لفت کا ٹائم خراب ہونے کے باعث مجھے زینوں کا استعمال کرنا پڑا۔۔۔" مُعید نے اسی سکون سے کہا تھا۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ وہاں عجیب سا تناؤ در آیا تھا۔۔۔

اور یہ تو طے تھا۔۔۔ کہ وہ ایک دوسرے کو پہلی ہی نظر میں اچھے نہیں لگے تھے۔۔۔ وہ دونوں آمنے سامنے ایستادہ تھے۔۔۔

ماحول میں گہرا ساتناؤ محسوس ہوتا تھا۔ سیلینہ نے ان دونوں پر باری باری محتاط نگاہ ڈالی تھی۔ پھر وہ زبردستی مسکرا کر یاسر کے ذرا سامنے ہوئی۔ اب وہ مُعید سے اپنے اگلے اپنمنٹ کی بابت بات کر رہی تھی۔ وہ بھی اسی نرمی سے اسے جواب دے رہا تھا۔ کچھ لمحات بعد وہ الوادعی کلمات کہتا جانے کے لیے باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ یاسر دور تک اسکی پُشت دیکھتا رہا۔ اسکے جاتے ہی سیلینہ اسکی جانب بل کھا کر مڑی تھی۔۔۔

"کیا تھا یہ۔۔۔؟ اس بندے نے عین خطرے کے وقت جان بچائی تھی میری۔۔۔" وہ اس پر خفا ہوئی تھی۔ یاسر نے گہرا سانس لیا۔

"سب سے پہلا شک جان بچانے والوں پر ہی کیا جاتا ہے۔۔۔"

"پھر تو مجھے بھی تم پر شک کرنا چاہیے۔۔" وہ جل کر بولی تھی۔ اس نے کندھے اُپکائے۔۔

"اصولاً تو تمہیں شک کرنا چاہیے تھا۔ لیکن جتنی سمجھدار تم ہو اسکے بعد تم صرف ایکٹنگ ہی کر سکتی ہو۔۔ شک کرنے کے لیے تھوڑی عقل درکار ہوتی ہے۔۔"

ایک پل کے لیے سیلینہ کو اپنے سر میں درد محسوس ہوا تھا۔ حملہ آور نے اسکے بال بُری کھینچ تھے۔ ماتھے پر آئی چوٹ کے باعث بھی اسکا سر دکھ رہا تھا۔

"چلو۔۔" یاسر نے اسکے چہرے پر تکلیف دہ آثار نمودار ہوتے دیکھ کر کہا تھا۔ وہ آگے بڑھا تو سیلینہ بھی اسکے پیچھے ہوئی۔۔

لفٹ کا ٹانگر واقعی خراب تھا۔ بہت سے ماہرین اسے ٹھیک کرنے کی تگ و دو میں محسوس ہوتے تھے۔ لفت کی خرابی کے باعث دوسری لفت میں خاصہ رش تھا۔ اسی لیے انہیں زینوں سے چڑھ کر ہی اوپر تک جانا تھا۔ زینوں پر چڑھتے وقت یاسر اب تقیدی نگاہ سے ہر جانب چہرہ گھما کر دیکھ رہا تھا۔ سیلینہ نے اس پر ایک نگاہ ڈالی۔۔

اسکے گلے میں ٹائی موجود نہیں تھی، سفید شرٹ کے اوپری دو بُٹن کھلے تھے۔ سیاہ کوٹ غائب تھا اور وہ ڈریس شرٹ کی آہستینیں پیچھے چڑھانے ہوئے تھے۔

بال جو ہمہ وقت سلیقے سے پیچھے جمے ہوتے تھے فی الوقت ماتھے پر گر رہے تھے اور وہ اسے خاصہ تھکا ہوا گ رہا تھا۔ اسے لمجھ بھر کو اس پر ترس آیا تھا۔۔

"کیا دیکھ رہے ہو---؟" اس نے چند پل بعد اسکے ساتھ زینے چڑھتے ہوئے پوچھا تھا۔ اسکی وجہ سے وہ آہستگی سے سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔

" بلاسٹ اسپائس---" اس نے کہا تو وہ بھی چہرہ اٹھا کر دیکھنے لگی۔

"کیا مطلب ہوتا ہے بلاسٹ اسپائس کا---؟"

اس نے لا علیٰ کے باعث استفسار کیا تھا۔ یا سر اب اوپر چڑھتے ہوئے ساتھ ساتھ رینگ سے چہرہ جھکائے نیچے دیکھ رہا تھا۔ زینوں پر سینسر لائسنس لگی تھیں۔ انسانی موجودگی کے باعث وہ قمی خود بخود جل اٹھتے تھے۔ جو نہیں انسانی موجودگی کا احساس ختم ہوتا، وہ خود بخود بند بھی ہو جایا کرتے تھے۔ نچلے زینے بے حد خاموش اور اندھیرے میں ڈوبے محسوس ہو رہے تھے۔

" بلاسٹ اسپائس وہ جگہیں ہوتی ہیں جو کیمرے کی آنکھ سے دور ہوتی ہیں یا ان جگہوں پر کیمرہ نصب نہیں ہوتا۔ کیمرے کی غیر موجودگی کے باعث جرام کا ہونا یقینی سی بات ہے۔ حملہ آور کو علم ہوتا ہے کہ کونسا بلاسٹ اسپاٹ کہاں ہے۔ اسی لیے وہ حملہ کرنے کے لیے ایسی جگہوں کا کا انتخاب کرتے ہیں، جہاں پر ان کے حملے کے آثار باقی نہ رہیں۔"

وہ متوجہ ہوئی تھی۔

"واو۔۔ لیکن میں بھی تو حملے کی عین شاہد ہوں۔ بلکہ میں تو وکٹم ہوں۔۔ کیا میری گواہی اہمیت کی حامل نہیں ہو گی حملہ آور کو پکڑنے کے لیے---؟" یا سر نے اسکی جانب لمحہ بھر کو دیکھا تھا۔ وہ اب بھی چہرہ گم کر اپنے آس پاس دیکھ رہی تھی۔ حملے کے آفٹر شاکس۔۔ اس نے سر جھٹکا تھا۔۔

"کوئی ایک ایسی بات بتاؤ جو حملہ آور کو پکڑنے میں معاون ثابت ہو سکے۔۔۔ اسکے پوچھنے پر وہ لمحہ بھر کو ٹھہر گئی تھی۔۔۔ شاید وہ سوچ رہی تھی۔۔۔ یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔

"اس نے سیاہ ماسک اور سیاہ لباس زیب تن کر رکھا تھا۔۔۔ میں اسکا چہرہ نہیں دیکھ سکی۔۔۔"

"یہ دیکھو۔۔۔ یہ گواہی ہے تمہاری۔۔۔ اس سے حملہ آور کے متعلق کیا معلوم ہو سکتا ہے۔۔۔؟" اور وہ اس سے متاثر ہو گئی تھی۔۔۔ اسے سمجھانے کے لیے ہی یاسر نے سوال کیا تھا۔۔۔

"حملہ آور ذہین شخص ہوتا ہے۔۔۔ اسے پتہ ہوتا ہے کہ کوئی چیز اسکے خلاف استعمال کی جاسکتی ہے۔۔۔ وہ اپنے دکٹم

کو اچھے سے جانتے ہیں۔۔۔ تم ایک کمزور اور آسان دکٹم ہو ان کے لیے۔۔۔ اگر انہیں مجھ پر حملہ کرنا ہو گا تو وہ کوئی تگڑا اور ایسا بندہ بھیجیں گے جسے لڑنا آتا ہو گا۔۔۔ کیونکہ میں آسان دکٹم ثابت نہیں ہو سکتا۔۔۔ انہیں مجھ تک آنے کے لیے محنت کرنی ہو گی۔۔۔" اسکی تفصیلات۔۔۔ اسکا انداز۔۔۔ وہ خواہ متاثر ہوتی جا رہی تھی۔۔۔

"تو پھر۔۔۔ جو تحقیقات میں متاثرہ شخص کا بیان لیا جاتا ہے۔۔۔ کیا وہ بھی اہمیت نہیں رکھتا۔۔۔ کیا وہ صرف ایک طرح کی فارمیٹی ہوتی ہے۔۔۔؟" اسکے سوال ختم نہیں ہو رہے تھے۔۔۔ یاسر نے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔۔

"نہیں۔۔۔ وہ بھی اہمیت رکھتا ہے۔۔۔ بعض دکٹمز بھی بہت ذہین اور باریک بین ہوتے ہیں۔۔۔ وہ حملہ آور کے وجود سے آتی مخصوص خوبصورت کو محسوس کر لیتے ہیں۔۔۔ یا حملہ آور کا کوئی ایسا ٹریڈ مارک دیکھ لیتے

ہیں جو انہیں پکڑنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔۔ لیکن ایسے وکٹمز بہت کم ہوتے ہیں۔۔ حملے کے وقت انسان شدید خوف کے زیر اثر ہوتا ہے۔۔ ایسے میں اپنے اعصاب بحال رکھ کر حملہ آور پر توجہ دینا کٹھن ہوتا ہے۔۔"

وہ اسکا جواب سُن کر سر ہلانے لگی تھی۔۔ اس نے کبھی ان معاملات کو ایسے نہیں دیکھا تھا۔۔ "اور اگر ہم بلاسٹ اسپائس ختم کر دیں۔۔ اگر ہم ہر جگہ کیمرے نصب کر دیں۔۔ تو کیا جرائم کا قلع قمع مکمل طور پر ہو سکتا ہے۔۔؟" اور وہ اسکے سوال پر گردن جھکا کر لمحے بھر کو مسکرا دیا تھا۔۔ اسے واقعی صرف اداکاری کرنے آتی تھی۔۔ کتنی معصومیت سے پوچھا تھا اس نے جرائم ختم ہونے کے متعلق۔۔ اسے مسکراتا دیکھ کر وہ حیران ہوئی تھی۔۔

"کیا ہوا۔۔؟ کیا کچھ غلط پوچھ لیا میں نے۔۔؟"

"تم اتنی سمجھدار کیوں ہو، سیلینہ۔۔؟" اسے ہنسی آرہی تھی۔
visit for more novels:
www.urdunovelbank.com
"کیا ہوا ہے۔۔؟" سیلینہ کو سمجھ نہیں آیا۔۔

"جرائم کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔ ہاں بلاسٹ اسپائس کو ختم کر کے ہم جرائم کا ریشو کم کر سکتے ہیں لیکن اسے ختم کبھی نہیں کر سکتے۔۔ کیمرے کی آنکھ کو دھوکا دینا، اسکرین اور واپس فریز کر دینا، سی سی ٹی وی فوٹیجز ڈیلیٹ کرنا یا پھر فوٹیج کو مینیوپلیٹ کر دینا۔۔ یہ سب کام با آسانی ہو جاتے ہیں۔۔ جرائم پیشہ افراد مزاق نہیں ہوتے۔۔ وہ انتہائی زیر ک لوگ ہوتے ہیں۔۔" اسکی

جانب سے دیا گیا جواب سیلینہ کے چودہ طبق روشن کر گیا تھا۔ اسے تو لگا تھا کہ شاید کیمرے نصب کر کے سب کچھ گرفت میں آسکتا ہے۔ اسکے لیے دنیا اور انسان اتنے ہی سیدھے تھے۔۔۔ اپنی بیویوں پر لمح بھر کو وہ خود بھی ہنسی تھی۔ یا سر نے چہرہ پھیر کر اسکی جانب دیکھا۔ وہ ہنسنی جاری تھی۔۔۔

"مجھے لگا تھا بس کیمرے لگا کر ہم سارے جرام کر سکتے ہیں۔۔۔" وہ ہنس رہی تھی۔۔۔ ہنسنے سے اسکی شہد رنگ آنکھیں چھوٹی ہو جاتی تھیں۔۔۔

"کچھ شک نہیں کہ تم نے انویسٹرز کی فوج کے سامنے ماریہ حسن کو چانٹا مارا تھا۔ ایسی باتیں کیسے سوچ لیتی ہو تم۔۔۔؟" اسکا پُر تجسس استفسار سن کر سیلینہ کو اپنی حرکت پر اور ہنسی آئی تھی۔۔۔

"دیکھ لو۔۔۔ یہ صرف میں ہی سوچ سکتی ہوں۔ کیا تم ایسی باتیں سوچ سکتے ہو۔۔۔؟" اس نے رک کر پوچھا تو یا سر نے سر نفی میں ہلا�ا۔ وہ ایسی باتیں واقعی نہیں سوچ سکتا تھا۔ ایسی باتیں سوچنے کا فن صرف سیلینہ مظہر کے پاس تھا۔

اگلے ہی پل وہ راہداری میں آنکھے تھے۔ ان دونوں کا رُخ سیلینہ کے اپارٹمنٹ کی جانب تھا۔ وہ اب موبائل نگاہوں کے سامنے کیے، اپنی اور ماریہ کی واٹرل ہوئی ویڈیو دیکھ رہی تھی۔ کمٹ سیکشن میں اسکے خلاف لوگوں نے بہت غلط باتیں لکھی ہوئی تھیں۔ وہاں ایسے جملے درج تھے کہ وہ چلتے چلتے لمح بھر کو ٹھہر گئی تھی۔ یا سر بھی رُک گیا تھا۔ پھر اسکے فون کی اسکرین پر نگاہ ڈالی تو گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔۔۔ اگلے ہی پل اس نے اسکے ہاتھ سے فون اُچکا تو وہ چونکی۔۔۔

"مت دیکھو۔۔" اس نے ساتھ ہی اسکا موبائل بھی آف کر دیا تھا۔

"مجھے دیکھنے تو دو۔۔ وہ سب باتیں غلط ہیں۔۔ مجھے انہیں جواب دینا ہو گا۔۔" اپنے خلاف کمنٹس پڑھ کر اسے نئے سرے سے تکلیف ہوئی تھی۔

"کیا کوئی تم بھروسہ کرے گا۔۔؟" اور اسکے سوال پر وہ یکدم ہی خاموش ہو گئی تھی۔

"لیکن میں نے کبھی واجد کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے ایسا قدم نہیں اٹھایا۔۔ مجھے وہ واپس نہیں چاہیئے۔۔" شدتِ جذبات کے باعث اسکی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ سچ بولتے ہوئے بھی دُنیا کی نظروں میں جھوٹا ثابت ہو جانا ایک اذیت ناک احساس تھا۔

"کیا تم بھی میرا یقین نہیں کر رہے ہو۔۔؟ کیا تمہیں بھی لگتا ہے کہ میں واجد کی ازدواجی زندگی تباہ کر رہی ہوں۔۔؟" یاسر کے بے تاثر چہرے کو دیکھ کر لمحے بھر کے لیے اسے شک سا گزرنا تھا۔ وہ چپ چاپ کھڑا رہا۔ اسکی خاموشی سیلینہ کو بری طرح چسبھی تھی۔ اگلے ہی پل اس نے اسکے ہاتھ سے فون جھپٹا۔

"اگر تمہیں بھی ایسا ہی لگتا ہے تو کیوں مجھے میرے اپارٹمنٹ تک چھوڑنے آئے ہو تم۔۔؟" وہ اس پر چلائی تھی۔۔ حملے کی تکلیف اور احساسِ زیاد۔۔ سب کچھ تازہ ہو کر پھر سے اذیت دینے لگا تھا اسے۔۔

"تم لوگوں کو اپنے سچ پر ایسے یقین نہیں دلا سکتی، سیلینہ۔۔ تمہیں جذباتیت کے علاوہ کچھ اور سوچنا ہو گا۔۔ ایسا لائچہ عمل جس کے بعد لوگ تمہارے بیان پر یقین کر سکیں۔۔ انہیں یقین دلانے کے لیے تمہارے پاس مضبوط جواز کا ہونا ضروری ہے۔ یا تو لوگوں کی پرواہ کرنا چھوڑ دو۔۔ وہ کیا سوچتے

ہیں یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن اگر تم اس سب کو نظر انداز نہیں کر سکتی تو ایسا لائجھے عمل ترتیب دو جو انہیں تمہارے سچ پر یقین کرنے پر مجبور کر دے۔۔۔ میرے یقین کرنے یا نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔"

اسکی کمپوزڈ سی آواز ابھری تھی۔ سیلینہ کے جذباتی رد عمل کو وہ سمجھتا تھا۔ اسکی بات سن کر اس نے تھکن زدہ سی سانس خارج کی تھی۔۔۔ پھر وہ اس سے مزید کوئی بات کہے بغیر انہی تھکنے قدموں سے اپنے اپارٹمنٹ کی جانب بڑھ آئی۔

وہ اسے خاموشی سے جاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ جب وہ دروازے کے پار غائب ہو گئی تو وہ بھی زینوں کی جانب چلا آیا۔ ساتھ ساتھ وہ فون بھی کان پر لگا چکا تھا۔۔۔

"ارمان۔۔۔ کہاں پر ہو تم۔۔۔؟"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

اس نے اپنی کار و سیچ و عریض رقبے پر پھیلے بنگلے کے سامنے روکی اور پھر اسی سنجیدگی سے باہر نکل آیا۔۔۔ اسکا رُخ اب اندر کی جانب تھا۔۔۔

کئی ملاز میں نے اسے ٹھہر کر سلام کیا تھا۔

وہ کسی کا بھی جواب دیے بغیر تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ اسکے خوبصورت ہاتھوں کی اوپری جلد بکلی سی خراش زدہ تھی۔

وہ پرواہ کیے بغیر آگے بڑھتا رہا اور پھر لاونچ کے پار خاصے فاصلے پر موجود تھی وی ہال کی جانب چلا آیا۔۔۔ شیشے کا

دروازہ دھکیلنا تو دونوں نفوس چونک کر اس کی بے وقت آمد پر دم بخود ہو گئے۔۔۔
واجد اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔۔

وہ واجد کے بالکل برابر آتا تھا۔۔۔ ان میں ذرا سا فرق تھا۔۔۔ بالکل ذرا سا۔۔۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو۔۔۔؟" واجد کی پیشانی پر بل ابھرے تھے۔ اسی ناگواری سے پوچھا۔۔۔ ماریہ بھی اسکی موجودگی پر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اسے کسی انہوں کا احساس ہوا تھا۔
اسکی ٹھنڈی آنکھیں واجد سے ہوتی ہوئی ماریہ پر پھسلی تھیں۔

"اگر سیلینہ کو نقصان پہنچانے کے لیے۔۔۔ آئندہ۔۔۔ کسی بھی لوزر کو ہائیر کیا۔۔۔ تو مجھ سے برا اس روئے زمین پر تمہارے لیے کوئی نہیں ہو گا۔۔۔!" اسکی آواز بھی اتنی ہی ٹھنڈی تھی جتنی کہ اسکی آنکھیں۔۔۔ ماریہ کا چہرہ لمھوں ہی میں سفید ہوا تھا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟ کس کی بات کر رہے ہو۔۔۔؟" واجد بری طرح چونکا تھا۔ چہرہ ذرا سا پھیر کر بے یقینی سے ماریہ کی جانب دیکھا۔

"وہ میری پیشنت ہے۔۔۔ اسکی ذہنی صحت میرے لیے بہت اہمیت کی حامل ہے۔ تمہاری بیوی اسکی ذہنی حالت تباہ کرنے پر ٹلی ہوئی ہے، واجد حسن۔۔۔ اور اس سے پہلے کہ میرا صبر جواب دے

جائے۔۔۔ اپنی بیوی کو سمجھا لو۔۔۔ میں آئندہ تم میں سے کسی کو بھی تنیہہ کرنے نہیں آؤں گا۔۔۔ "اور اسی کے ساتھ وہ پلٹ گیا تھا۔ اسکا اور کوٹ چلنے کے باعث مخالف سمت میں اڑ رہا تھا۔

وہ مُعید حسن جو کبھی اپنے سوتیلے بھائی کے زہریلے رشتے کی جانب دیکھتا تک نہیں تھا۔ آج وہ محض اپنی ایک

پیشہ کے لیے اسے تنیہہ کرنے چلا آیا تھا۔۔۔ اور کچھ اصول تھے جن کی وہ کبھی خلاف ورزی نہیں کیا کرتا تھا۔ اب پچھے سے ماریہ اور واحد کے بُلند آواز سے بحث کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔۔۔ لیکن وہ کسی بھی چیز کا اثر لیے بغیر باہر کی جانب بڑھتا جا رہا تھا۔۔۔

وہ گھر جانے کا ارادہ ملتی کر کے ارمان کے پاس، پولیس کے ہیڈ کوارٹر چلا آیا تھا۔ اس خانے کے ساتھ ڈیکٹیوٹ کا آفس بھی موجود تھا۔ کیس کی نوعیت کے حساب سے ہی وہاں پر کام کیا جاتا تھا۔ اگر کیس پیچیدگی لیے ہوئے ہوتا تو اسے ڈیکٹیوٹ کی ٹیم کو دیا جاتا تھا۔ اور اگر کیس چھوٹی نوعیت کا ہوتا تو پولیس کے افسران اسے دیکھا کرتے تھے۔ کی سالوں تک تو پولیس ہیڈ کوارٹر نے ڈیکٹیوٹ کی مداخلت کو برداشت ہی نہیں کیا تھا۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ وہ ان کے وجود کو قبول کرتے جا رہے تھے۔ وہ سب قابل لوگ تھے۔۔۔ ان کی قابلیت نے اپنا آپ منوالیا تھا۔

میٹنگ روم سے باہر نکلتے ارمان پر اسکی نگاہ پڑی تو وہ اسکی جانب بڑھ آیا۔۔۔

"حملہ آور کہاں ہے۔۔۔؟" اسکے پوچھنے پر ارمان نے عارضی جیل کی جانب اشارہ کیا تھا۔ لاک اپ کے پیچے، سلاخیں مضبوطی سے پکڑے حملہ آور کھڑا، انہی کی جانب دیکھ رہا تھا۔۔۔

"اس سے تفیش کرنے پر کیا معلوم ہوا۔۔۔؟"

"کچھ خاص نہیں۔۔۔ وہ خود کو اسٹالکر فین بتا رہا ہے۔۔۔"

"جھوٹ بول رہا ہے یہ۔۔۔" اس نے سرعت سے کہا تو ارمان نے سرا ثبات میں ہلایا۔ وہ بھی یا سر سے متفق تھا۔

"کیا یہ ملٹنٹ ہے۔۔۔؟" اسکے سوال پر وہ چونکا تھا۔

"ملٹنٹ۔۔۔؟ کیا مطلب۔۔۔؟"

"سیلینہ کے پیچے ایک ملٹنٹ اسٹالکر کو دیکھا گیا تھا۔۔۔" اسکے جواب پر ارمان اس حملہ آور کی جانب دیکھنے لگا تھا۔

"ٹیسٹ کریں۔۔۔؟" کہتے ہی وہ لاک اپ کی جانب بڑھ گیا تھا۔ پھر چابی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور اپنے پیچے دروازہ بند کر لیا۔ یا سر اب اسکے کپین میں رکھے ٹیبل کے ساتھ ملک کر کھڑا اسی جانب دیکھ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ارمان کیا کرنے والا تھا۔۔۔

اگلے ہی پل ارمان نے حملہ آور پر اچانک سے وار کیا تو وہ لمحے بھر کو بجلی کی تیزی سے ایک جانب ہو گیا۔ رات کے اس پھر آفس انسانوں سے خالی تھا۔ محض سلاخوں کے اوپر موجود سفید چُبھتی روشنی والا قممه جل رہا تھا۔

اس نے اسی تیزی سے اس پر دوسرا وار کیا تو وہ اپنا بچاؤ کرتا ایک جانب کو ہوا۔

"ہوں۔۔۔ اچھا تو تم تھے وہ جو اب تک سیلینہ کو پریشان کر رہے تھے۔۔۔" اس نے سمجھ کر سر ہلاتے ہوئے کہا تھا۔ لمحے بھر کو حملہ آور کی آنکھیں پھیل سی گئی تھیں۔

"میں۔۔۔ میں وہ نہیں ہوں۔۔۔" اسکی زبان میں ہلکی سی گلنت تھی۔ شاید وہ بولنے میں دُشواری کا سامنہ کیا کرتا تھا۔۔۔

"کیا تم جانتے ہو کہ مارنے سے پہلے بچنا سکھایا جاتا ہے۔ انسان کتنا بھی محتاط کیوں نہ ہو جائے لیکن اسکی نارمل عادتیں اسکا نشان ہمیشہ ثابت کر جاتی ہیں۔ تمہارا وار پر جوابی وار کرنے کے بجائے، ڈفینس کرنا بتارہا ہے کہ تم ملٹنٹ رہے ہو۔۔۔" ارمان کو اپنا جواب مل گیا تھا۔ وہ اگلے ہی پل باہر چلا آیا تھا۔ دروازہ لاک کیا۔۔۔ یاسر کی جانب بڑھ آیا۔۔۔ اب وہ دونوں ڈیسک کے ساتھ ٹکے حملہ آور کو دیکھ رہے تھے۔۔۔

visit for more novels:

"تمہیں کیا لگتا ہے کہ اس حملہ آور کا انتخاب کیوں کیا گیا ہے۔۔۔؟" اسکے پوچھنے پر یاسر آنکھیں سُکیریٹرے اب حملہ آور کے بے وقت ہنستے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ وہ سلاخوں سے ٹکا ہنس رہا تھا۔۔۔ کچھ ہی پل بعد وہ یکخت زور زور سے رونے لگا تو وہ دونوں چونک گئے۔ کچھ پل بعد یاسر آگے بڑھ آیا تھا۔۔۔ پھر اس حملہ آور کو بغور دیکھا۔۔۔

"ملٹری سے کیوں نکالا گیا تھا تمہیں۔۔۔؟"

حملہ آور اسکے سوال پر ہنستا جا رہا تھا۔ یاسر کو اسکی ذہنی حالت پر شک سا ہوا تھا۔ کہیں کچھ گڑ بڑ تھی--

اور لمحوں ہی میں اسکے سامنے جھماکہ سا ہوا تھا۔ وہ اگلے ہی پل پلٹا۔

"کیا اس سال خارج کیے گئے ملٹنیٹس کی فہرست نکال سکتے ہو تم۔؟" اس نے ارمان سے کہا تو اس نے سر اثبات میں ہلا کر اپنے لیپ ٹاپ کا رُخ کیا۔ پچھلے ہی دنوں اس نے ایک دوسری جیورسٹڈ کشن کے کیس کو

اسٹڈی کیا تھا۔ اس میں ان ملٹنیٹس کی تفصیلات تھیں جنہیں اسی سال فوج سے نکالا گیا تھا۔

اگلے ہی پل وہ سیدھا ہوا۔ چہرہ اٹھا کر سلانخوں سے لگ کر کھڑے حملہ آور کی جانب دیکھا۔

"یاسر۔" اس نے اسے آواز دی تو وہ جلدی سے آگے بڑھا۔ اسکرین پر ایک جانب چھوٹی سی

تصویر کے ساتھ اسی حملہ آور کی تفصیلات درج تھیں۔

visit for more novel
www.urdunovelbank.com

"خارج کیے جانے کی وجہ۔ ذہنی معذوری اور شارت ڈرم ڈمینشیا۔!" ارمان نے آہستگی سے پڑھ

کر جیرت سے ساتھ جھکے یاسر کو دیکھا تھا۔ وہ گھر اسائنس لیتا سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"انہوں نے ایک ذہنی معذور شخص کو کیوں ہائیر کیا۔؟" ارمان بری برح الْجَھَّ گیا تھا۔

"تاکہ اس پر کوئی کیس ثابت نہ ہو سکے اور ذہنی معذوری کے باعث وہ کورٹ سے باعزت طور پر بری کیا جاسکے۔ ذہنی عارضے کے باعث اس حملہ آور کا کوئی بھی بیان قابل بھروسہ نہیں ہو گا۔ وہ اگر ان کا نام لے گا بھی تو کوئی اس پر یقین نہیں کرے گا۔ ایک ذہنی معذور شخص کے کسی بھی

بیانیے پر یقین نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ایک بہت ذہین مسوو تھا۔ "اس کے تجزیے پر ارمان چونکا تھا۔ یا سر ٹھیک کہہ رہا تھا۔

"نام کیا ہے اسکا۔؟" اس نے حملہ آور کو بغور دیکھتے ہوئے ارمان سے پوچھا۔ وہ اب چہرہ جھکائے لیپ ٹاپ سے اسکا نام دیکھ رہا تھا۔

"رجیم دین۔"

وہ دونوں اب بالکل خاموشی سے رجیم دین کو دیکھ رہے تھے۔ کیا وہ واقعتاً ذہنی معدود رہا یا یہ سب ایک ڈرامہ تھا۔؟

"تم نے مجھے کس کیس کا بتایا تھا۔؟ کونسی ایکٹریس کے قتل کی بات کر رہے تھے تم۔؟" وہ اب دھیمی آواز میں پوچھ رہا تھا۔ ارمان نے گھرا سانس لیا۔

"شمرین رضا۔ اسکا قتل ہوا ہے۔ تین دن قبل ہی کیس فائل کیا گیا ہے۔ مجھے اور کی قابل قدر افسران کو اس کیس کی تحقیقات کے لیے ٹیم میں اکھڑا کیا گیا ہے۔ کل سے ہم سب آفیشل تحقیقات شروع کریں گے۔ تمہاری ایجنسی میں کوئی مسئلہ چل رہا ہے، یا سر۔" اس نے کہا تو وہ اپنے جوٹے کی نوک کو دیکھنے لگا۔ یہی بات اسے حنیفہ نے بھی کہی تھی۔

"کیا میں کیس کی فائل دیکھ سکتا ہوں۔؟" اس نے کچھ پل بعد چہرہ اٹھایا تھا۔ ارمان نے اسکی جانب دیکھا۔

"تم جانتے ہو نا تم کیس کی فائل نہیں دیکھ سکتے جب تک تمہارے پاس اجازت نامہ نہ ہو اسکی تحقیقات کرنے کا۔۔؟" اس کے پوچھنے پر یا سر نے گھر انسان لیا تھا۔۔ پھر سر اثبات میں ہلایا۔۔

"اور میں ایک ایسا افسر ہوں جسے ہر غیر قانونی عمل سے نفرت ہے۔ کیا تم پھر بھی مجھ سے اس فائل کو مانگنے کی ہمت رکھتے ہو۔۔؟" اس نے ایک بہت بیزار نگاہ ڈالی تھی ارمان کے چہرے

پر۔۔

"نہیں دینا تو مت دو۔۔ میرے پاس اور بھی بہت طریقے ہیں فائل نکلوانے کے۔۔" وہ ہاتھ باندھے، اسی سکون سے ڈیک کے ساتھ لگا کھڑا تھا۔ ارمان نے اس پر ایک ملامتی نگاہ ڈالی تھی۔

"اگر میں تمہیں ایک ایسی عارضی پوزیشن دے دوں جو تمہیں اس کیس کے ہر مدد و جزر سے آگاہ رکھے۔۔ تو کیسا رہے گا پھر۔۔؟"

اور وہ جو جو تے سے زمین گھرچ رہا تھا لمحے بھر کو رُک سا گیا۔ آہستہ سے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔۔ آنکھیں سُکریں۔۔

"کیا مطلب۔۔؟"

"مطلب یہ ہے کہ کل ہماری ٹیم تمہاری ایجنسی کا دورہ کرے گی۔ ہمیں تمہارے سیکیورٹی سسٹم کے بڑے افسران سے کیس کو لے کر بات کرنی ہے۔ میٹنگ میں یہی طے ہوا ہے کہ کسی قابل بادی گارڈ کو بھی تحقیقات میں شامل کیا جائے گا۔۔ تاکہ ایجنسی کے متعلق کیس کو حل کرنے میں

آسانی ہو۔ مجھے تم سے بہتر کوئی نام نہیں لگا تھا اسی لیے اپنے سینئر ز کو تمہارے نام سے آگاہ کر دیا میں نے۔ اور اب مجھے ایسے مت دیکھو جیسے تم

مجھے مکا مارنے والے ہو۔ ابھی تک طے نہیں کیا گیا ہے کسی کا نام۔"

اس نے کندھے اچکا کر بہت مزے سے بات سمیٹی تھی۔ یا سر کا دل کیا واقعتاً ایک عدد مکا اسے جڑ ہی دے۔

"ہزار دفعہ منع کیا ہے کہ میری اجازت کے بغیر مجھے ادھر ادھر مت پھنسایا کرو۔" اسکا مُوذ سخت خراب ہوا تھا۔ ارمان نے تو جیسے سنا ہی نہیں۔ ڈھٹائی کے ساتھ کھڑا رہا۔

"اب کل ہم چیف خلیفہ سے باڈی گارڈ کے متعلق بات کریں گے۔ اور یقیناً وہ تمہارا ہی نام لیں گے کیونکہ۔۔۔

"کیونکہ تم آئریڈی ان سے بات کرچکے ہو۔۔۔!" اس نے اسکا جملہ تیزی سے اُچک کر مکمل کیا تھا۔ ارمان ہنس دیا۔

"اوہ یا سر۔ تم اتنے ذہین کیوں ہو۔۔۔؟"

اس نے ضبط سے بھر پور ایک نگاہ ارمان پر ڈالی تھی۔

"میں ذہین ہونے کے ساتھ ایک شدید کمینہ انسان بھی ہوں جو تمہارے یہ دانت اسی لمحے توڑ سکتا ہے۔ کل تک سامنے مت آنا میرے۔" وہ اسے گھر کر کر باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ ارمان اسکے انداز پر ہنستا رہا۔

وہ باہر کی جانب بڑھ آیا تھا۔۔۔ پھر کی لمحات اپنی کار میں خاموشی سے بیٹھا رہا۔۔۔ اگلے ہی لمحات میں اسکی کار سیلیسہ کے اپارٹمنٹ کے سامنے کھڑی تھی۔۔۔ رات خاصی گھری ہو گئی تھی اسی لیے سڑک پر کسی ذی روح کا گمان تک نہیں ہوتا تھا۔۔۔

وہ اب اپنی کار سے پُشت ٹکائے، سیلیسہ کی گلاس وندو کو چہرہ اٹھائے تک رہا تھا۔۔۔ کچھ تھا جو اسے گھر جانے سے

روک رہا تھا۔۔۔ بس کل تک کی بات تھی۔۔۔ ساحر کے گارڈ کرنے پر وہ اس کی حفاظت سے بے فکر ہو سکتا تھا۔۔۔

اس نے گھرا سانس لیا اور تخت پڑتی رات میں اسکے لیے پھرہ دیتا رہا۔۔۔

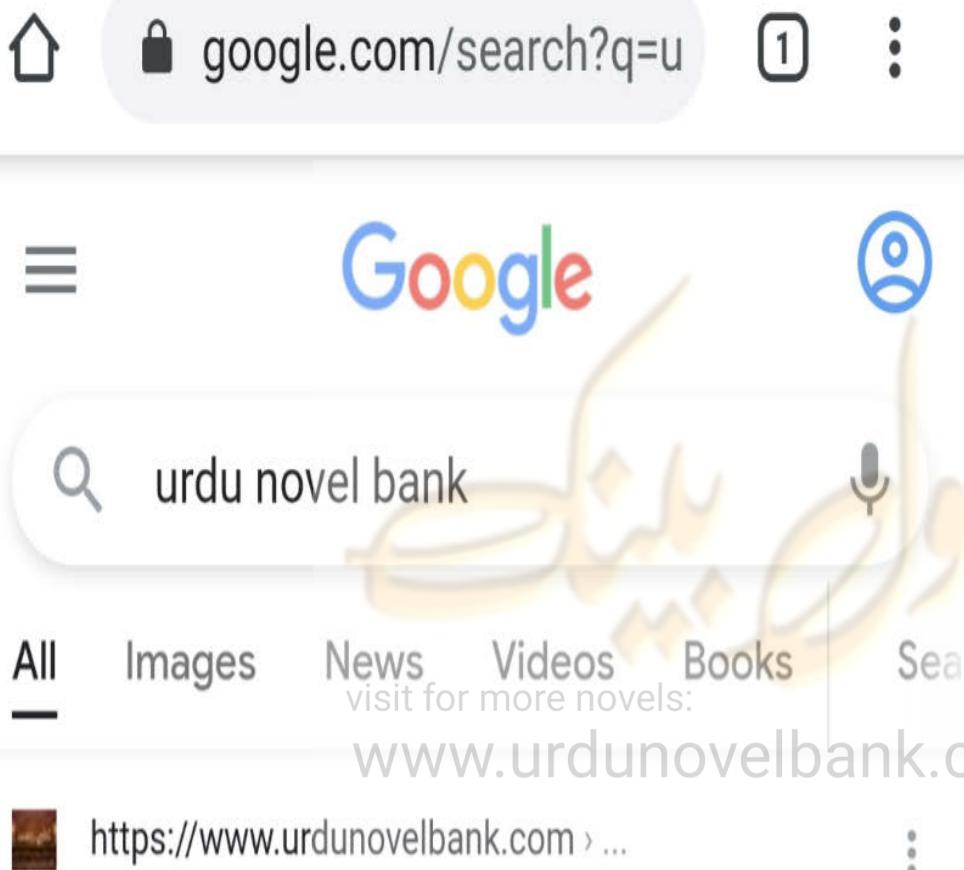
visit for more novels:

www.urdunovelbank.com
"السلام علیکم"

"

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com



Urdu Novel Bank

interesting and best famous urdu novels free Pdf Download on One click. all Categories new and old urdu novel stories..

[All Urdu Novels List](#)

Urdu Novel Bank website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں---

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

اگلے دن وہ انہائی تھکن کے باوجود بھی شوٹ پر چلی آئی تھی۔ اس پورے ہفتے اسکے اوقات کار خاصے مصروف تھے۔ نظر امجد نے یہ فوٹو شوٹ بہت کھنڈن مراحل کے بعد رکھوا یا تھا۔ وہ اپنے مسائل میں اپنے کام کو نظر انداز کرنے جیسی جسارت نہیں کر سکتی تھی۔ ایسی لگڑریز کی گنجائش صرف ان ایکٹریس کے پاس نکلتی تھی جو خاصی امیر تھیں۔ اس جیسی اداکارہ کے پاس سر جھکا کر کام کرنے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

شوٹ کے دوران ہی اسے چیف حنیفہ کی کال موصول ہوئی تھی۔ وہ اسے کسی اہم معاملے کے تحت ایجنسی ملا رہے تھے۔ اس نے شوٹ سے فارغ ہو کر ان سے ملنے کا وعدہ کر لیا۔ لیکن شوٹ سے فارغ ہوتے ہوتے بھی اسے مغرب ہو چکی تھی۔ تھکن تھی کہ اعصاب سے اب پھونوں میں سرایت کرتی جا رہی تھی۔ وہ مغرب کی اذانوں کے ساتھ ہی ایجنسی میں داخل ہوئی تھی۔ گلیمر ایجنسی واقعتاً گلیمرس لگ رہی تھی۔ رات کی اترتی سیاہیوں میں اسکے سفید روشن قبقے ہر جانب روشن تھے۔ ان روشنیوں میں اسے پل بھر کو اپنی آنکھیں چندھیاتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔

وہ آگے بڑھ آئی۔ یوول اور نظر امجد کو اپنی آمد کی اطلاع دی اور ان سے حال احوال دریافت کرنے کے بعد نچلے فلور تک چلی آئی۔ شوٹ کے بعد وہ خاصے آرام دہ سے لباس میں ملبوس تھی۔ اس نے ملکے گلابی رنگ کی گھننوں تک آتی فرماک زیب تن کر رکھی تھی۔ سفید ٹائمس اور ہسیز کے بجائے اسنیکرز پہنے، کھلے بالوں کو پچھے کیے ان پر پیارا سارومال باندھے۔ چہرے پر دو عدد باریک لٹیں گرائے۔ وہ خوبصورت لگ رہی تھی۔

آگے بڑھتے ہوئے اس نے بہت سے گارڈز کو سر کے خم سے مسکراتے ہوئے سلام کا جواب دیا تھا۔ اسے ایجنسی کا یہ نچلا فلور بہت پسند تھا۔ کیونکہ اس جگہ کبھی اسکی بے عزتی نہیں کی گئی تھی۔ کبھی اسے حقارت سے نہیں دیکھا گیا تھا۔ اسے ہر گارڈ نے ہمیشہ عزت کی نگاہ سے دیکھا تھا۔

کھڑکتے فون کی گھنٹیوں اور ہماہی کے ساتھ آتے جاتے گارڈز کے باوجود بھی اسے وہ جگہ پُر سکون محسوس ہوئی تھی۔ چیف خنیفہ کے آفس سے قبل، یاسر کا کیپن موجود تھا۔ اس نے لمحہ بھر کو اندر جھانک کر دیکھا۔ ساتھ خود کو یاسر کی ڈانٹ کے لیے تیار بھی کر لیا۔ وہ یوں ایک مصروف ٹیم کے آفس میں جھانک رہی تھی۔ کوئی لتاڑتا یا نہیں لیکن یاسر کی جانب سے پڑنے والی جھاڑ بیکنی تھی۔

لیکن اندر کا منظر اسے حیران کر گیا تھا۔ ٹیم کا کوئی بھی رُکن اندر موجود نہیں تھا۔ درمیانے ٹیبل پر بہت سی فائلز اور لیپ ٹاپس کھلے رکھے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کسی آفتاد کے آنے پر اپنے آفس سے اٹھ کر گئے تھے۔ اسی مصروف ٹیبل کے پار، کوئی تھا جو نماز پڑھ رہا تھا۔ وہ ٹھہر گئی تھی۔ پھر آہستگی سے اندر چلی آئی۔

وہ سیاہ کوٹ کر سی پر ڈالے، محض ڈریس شرٹ میں ملبوس نماز ادا کر رہا تھا۔ اتری مغرب میں اگر کوئی منظر خوبصورت ہو سکتا تو سیلینہ کے لیے وہ یہی منظر تھا۔ اسکے پُر سکون رکوع اور سجدے کی حرکات و سکنات اسے رک کر دیکھنے پر مجبور کر گئی تھیں۔ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ کسی کو نماز پڑھتے دیکھنا بھی اتنا دلچسپ ہو سکتا ہے۔ اسی پھر زار یاسر کو آواز دیتا اندر داخل ہوا تو سیلینہ نے اسے یکخت ہی لبوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

اسکے ہاتھ میں ایک کھلی فائل موجود تھی۔۔ شاید وہ اسے کچھ دکھانے لایا تھا۔۔ یاسر پر نگاہ پڑتے ہی وہ معذرت خواہانہ سا مسکرا کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔ وہ سلام پھیرنے کے قریب ہی تھا کہ سیلینہ کو چیف حنیفہ کی جانب سے کال کر لیا گیا۔۔

وہ اسے یوں ہی چھوڑ کر ان کے آفس کی جانب بڑھ گئی تھی۔ سلام پھیر کر لمحہ بھر کے لیے یاسر نے پلٹ کر دیکھا تھا۔۔ وہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔۔

"آپکو ایجنسی کی جانب سے ایک بادی گارڈ اسائین کیا جا رہا ہے، سیلینہ۔۔ آپ ورک پلیس یا پھر کسی بھی جگہ اس گارڈ کے بغیر نہیں جائزگی۔ اگر آپ اسکے بغیر جائزگی تو آپکو مجھے اپنی مجبوری سے پہلے ہی آگاہی دینی ہو گی۔ کیا آپکو اس اقدام پر کوئی اعتراض ہے۔۔؟"

وہ چند پل ان کا شفیق سا چہرہ دیکھتی رہی تھی۔۔ پھر سیدھی ہو بیٹھی۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میرے پاس معرض ہونے کا کوئی جواز موجود نہیں۔ لیکن بس یہ بتا دیں کہ مجھے کونسا گارڈ دے رہے ہیں آپ۔۔؟" وہ چند پل اسکے استفسار پر اسے دیکھتے رہے تھے۔ وہ ہمیشہ ایسے سوال کیا کرتی تھی جو سب سے کم اہمیت کے حامل ہوا کرتے تھے۔ وہ بھی ایسی مخصوصیت سے کہ اس پر غصہ نہیں آیا کرتا تھا۔

اگلے ہی پل وہ اسے اپنے ساتھ لیے آفس سے باہر چلے آئے تھے۔ گشادہ سی راہداری میں بہت سے گارڈز ٹولیوں کی صورت بٹے ہوئے تھے۔ اسی ہماہمی کے دوران اسے یاسر بھی نظر آگیا۔۔ وہ

کسی سینٹر گارڈ کے ساتھ کھڑا، نقشہ ہاتھ میں لیے، گہری سنجیدگی سے گفتگو کر رہا تھا۔ اس نے ایک طائرانہ نگاہ تمام گارڈز پر ڈالی۔۔۔ وہ سب جیسے کہیں جانے کی تیاری میں لگ رہے تھے۔

اگلے ہی پل اس نے سوالیہ سا پلٹ کر حنیفہ کی جانب دیکھا تھا۔

"یہ سب کیا کر رہے ہیں، چیف انکل۔۔۔؟"

وہ بھی گارڈز کی پھر تیلی حرکات و سکنات دیکھتے بتانے لگے۔۔۔

"یہ سب ایک ایکٹریس کی باہر ملک سے پاکستانی داخلے کی سیکیورٹی ریگیو لیشنز کی تیاری کر رہے ہیں۔ جب بھی کوئی ایکٹریس باہر ملک سے پاکستان آتی ہے تو ائیرپورٹ پر اسکے آنے کی اطلاع پھیلنے کے باعث خاصہ رش ہو جاتا ہے۔ فیز اور رپورٹرز کے جم غیر کو قابو رکھنا پڑتا ہے۔ اوپر سے وہ جگہ حساس ہوتی ہے۔۔۔ ایسی جگہوں پر حملے ہونا بہت عام بات ہے۔ اسی لیے ہمارے وہاں پر موجود گارڈز، ہمہ وقت ایجنسی کے سیکیورٹی سسٹم سے رابطے میں رہتے ہیں۔ یہاں پر موجود ایک قابل افسران کے پورے گروپ کو ریگیو لیٹ اکر رہا ہوتا ہے۔۔۔" وہ خاموش ہوئے تو اسکے لب "اوہ" میں سُکرٹے۔ یاسرا ب تک ہاتھ میں نقشہ لیے ساتھ کھڑے سینٹر گارڈ سے گفتگو کر رہا تھا۔ "یا سر۔۔۔ وہ وہاں اس گارڈ سے کیا ڈسکس کر رہا ہے۔۔۔؟" اس نے متحمس ہو کر پوچھا تو حنیفہ نے گھر اسنس لیا۔۔۔

"آج ہمارے ایک قابل ریگیو لیٹری افسر کا سڑک حادثہ ہو گیا ہے۔ جس کے باعث ایم جنسی کے تحت اب کسی اور کو ایئر پورٹ سیکیورٹی ریگیو لیٹ کرنی ہو گی۔ اسی ریگیو لیشن کے لیے یاسراں سینٹر گارڈ سے بات کر رہا ہے۔"

"مطلوب۔۔۔ وہ سیکیورٹی کو جانچ کر آخر تک ان گارڈز سے رابطے میں رہے گا۔۔۔؟" اس نے سمجھ کر پوچھا تو حنیفہ نے نرمی سے مسکرا کر سر اثبات میں ہلایا تھا۔ پھر یکخت ہی ساحر کے سامنے سے گزرنے پر سیلینہ کو اس جانب متوجہ کیا۔۔۔

"یہ گارڈ۔۔۔ جو ابھی آپکے سامنے سے گزر کر گیا ہے۔ یہ آپکا پر سنل باؤڈی گارڈ ہو گا۔ ساحر نام ہے اسکا۔۔۔ ہماری ایجنسی کا انتہائی قابل اور منجھا ہوا گارڈ ہے۔۔۔" سیلینہ نے بغور اس پھر تیلے سے ساحر کو دیکھا تھا۔ وہ کسرتی جسم کا اوچا سا بندہ تھا۔ اسکی اور یاسر کی اٹھان بالکل ایک جیسی تھی۔

"یہ۔۔۔؟" اس نے ماہی سے کہا تو حنیفہ نے چونک کر اسکی جانب دیکھا۔۔۔
visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"انکل۔۔۔ کیا آپ مجھے۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ والا گارڈ نہیں دے سکتے۔۔۔ جس کی آنکھیں سُرمی رنگ کی ہیں۔۔۔" اس نے چیف کو دکاندار ہی سمجھ لیا تھا۔ نہیں بھائی یہ نہیں۔۔۔ وہ والا جو تا دکھائیں جو پنک رنگ کا ہے۔۔۔ لیکن مسئلہ یہ تھا کہ چیف دکاندار نہیں تھے اور یاسر کسی شیشے کے پار سجا جوتا نہیں تھا۔۔۔ جو اسکی خواہش پر اسے دے دیا جاتا۔۔۔

"نہیں۔۔۔ وہ آپکو نہیں مل سکتا۔۔۔" خنیفہ نے کہا تو اس نے خفگی سے ان کی جانب دیکھا۔ وہ اسکی خفانگا ہوں پر مسکرا دیے تھے۔ وہ اتنی پیاری تھی کہ اسے دیکھتے رہنے کو دل چاہتا تھا۔۔۔

"وہ کیوں نہیں۔۔۔؟" وہ منمنائی تھی۔ چیف اب تمام گارڈز کو سیکیورٹی روم کی جانب بڑھتے دیکھا رہے تھے۔ سب سے آخر میں یاسر اندر کی جانب بڑھا تھا۔ اس نے ایک پل کے لیے چیف کو دیکھا تو وہ چونکے۔۔۔

"کیا۔۔۔؟"

"کیا میں۔۔۔ دیکھ سکتی ہوں کہ گارڈز ریگیو لیشن کیسے کرتے ہیں۔۔۔؟" اسکے سوال پر وہ حیران ہوئے تھے۔ پھر سر نفی میں ہلا�ا۔۔۔

"نہیں۔۔۔"

"پلیز۔۔۔ پلیز پلیز۔۔۔" وہ پھوں کی طرح ضد کرنے لگی تو خنیفہ کو بہت کچھ بگڑتا نظر آنے لگا۔ کیا وہ اس چہرے کے ساتھ اسے منع کر سکتے تھے۔۔۔؟ شاید نہیں۔۔۔

"اوکے۔۔۔ لیکن آپ وہاں کوئی بات نہیں کریں گی۔۔۔ بالکل چپ رہنا ہو گا آپکو۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔؟" ان کے راضی ہونے پر وہ پرجوش سی سرا ثابت میں ہلانے لگی تھی۔ اسے خود بھی نہیں پتا کہ وہ کس بات پر اتنا خوش ہو رہی تھی۔۔۔ لیکن وہ بس یاسر کو دیکھنے کے خیال سے ہی خوش ہو گی تھی۔۔۔ کیبینز بہت حد تک خالی محسوس ہو رہے تھے۔ گارڈز سیکیورٹی روم کے اندر تھے۔ وہ دونوں

بھی بُلی کی چال چلتے بے حد آہستگی سے اپنی منزلِ مقصود کی جانب بڑھ رہے تھے کہ یکايك سلمان کے سامنے آجائے پر ڈر کر سیدھے ہوئے۔۔

وہ اپنے آفس سے نکل رہے تھے۔۔ ان دونوں کو دیکھ کر رُک سے گئے۔۔ لمحے بھر کو آنکھیں چھوٹی کر کے انہیں سر سے پیر تک دیکھا۔۔ وہ دونوں اب ان کی جانب دیکھتے زبردستی مسکرا رہے تھے۔۔ چیف سلمان کو لمحے بھر کے لیے ہنسی آئی تھی۔۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔۔؟ آپ دونوں کہاں جا رہے ہیں۔۔؟"

حنفیہ نے خشک لبوں پر زبان پھیر کر انہیں دیکھا تھا۔ پھر انہیں کہنی سے تھام کر ایک جانب کو ہوئے۔۔

"سیلینہ نے زندگی میں پہلی دفعہ مجھ سے کسی بات کی خواہش کی ہے، چیف۔۔ میں اسے منع نہیں کر سکا۔ وہ بس گارڈز کی سیکیورٹی ریگیو لیشن کو خاموشی سے دیکھنا چاہتی ہے۔ میں اسکے ساتھ ہی اندر رہوں گا۔ کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔" سلمان نے ایک نگاہ ان کے لجاجت بھرے چہرے پر ڈالی تھی۔ پھر ایک نظر پلٹ کر سیلینہ کی جانب دیکھا۔۔ لمحے بھر کو گھر اسنس لیا اور اپنا بازو ان سے آزاد کیا۔۔

"اوکے۔۔" سرا ثبات میں ہلا کر انہیں اجازت دی تو حنفیہ بے ساختہ ہی مسکرا اٹھے۔ پھر سر کے خم سے ان کا شنکریہ ادا کر کے سیلینہ کی جانب بڑھ آئے۔ وہ دونوں اب پھر سے بُلی کی چال چلتے آگے بڑھ رہے تھے۔ سلمان ان دونوں کو مسکرا کر دیکھتے رہے۔۔

انہیں ایسے دیکھ کر بس ایک ہی لفظ آیا تھا ان کے ذہن میں--

"کیوٹ--!"

اسی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھٹکتے وہ آگے بڑھ آئے تھے۔ سیلینہ اور حنیفہ سیکیورٹی روم کا دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوئے۔ اس کا سانس لمح بھر کوڑک سا گیا تھا۔ وہ محض ایک روم نہیں تھا۔ بلکہ وہاں اک الگ ہی طرح کی دنیا سانس لے رہی تھی۔

روم خاصہ و سیع و عریض تھا۔ کئی کیسنز گولائی کی صورت بنے تھے اور اس کیبین میں موجود ہر ٹیبل پر گارڈ براجمان تھا۔ ان کے سامنے قیمتی اور جدید طرز کے کمپیوٹر رکھے تھے۔ انٹرنیٹ کی تیزی باقی راؤٹرز سے کہیں زیادہ تیز رفتار تھی۔ سامنے بڑی سی اسکرین نصب تھی۔ اس اسکرین کے ساتھ ہی کی چھوٹی اسکرینز بھی موجود تھیں۔ روم کی بتیاں گل تھیں۔ محض کمپیوٹر اور سامنے موجود اسکرین کی روشنی نے روم میں مسجم سا اندھیرا بکھیر رکھا تھا۔ وہاں کی بورڈ پر تیزی سے انگلیاں چلنے کی آوازیں تھیں۔ اسکرین پر ڈائرپورٹ پر لگے ہر کیمروں کی فوٹج لایو کور کی جاری تھی۔

اس نے اسی مسجم سی روشنی میں یا سر کو تلاش کرنا چاہا۔ لیکن وہ اسے کہیں بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ شاید فوکس رکھنے کے لیے سیکیورٹی سسٹم کی زائد از ضرورت بتیاں گل تھیں۔

حنیفہ نے اسے اشارہ کیا تو وہ چونک کر آگے بڑھ آئی۔ وہ احساس کیے بغیر دروازے میں ہی ٹھہر گئی تھی۔ حنیفہ نے اسکے لیے ایک خالی کرسی لا کر رکھی تو وہ خاموشی سے بیٹھ گئی۔ وہ خود بھی اسکے ساتھ ہی کرسی کھینچ بیٹھ گئے تھے۔ یکایک اسکرین پر شور سا ابھرا۔ شاید وہ ایکٹر لیں پاکستان

پہنچ گئی تھی۔ اسی پہر ایک درمیانی لائٹ روشن ہوئی۔ اس درمیانی روشنی تلے یاسر کھڑا تھا۔ سفید شرط کی آہستیں میں پیچھے کی جانب موڑے، کان میں بلیو ٹو تھ لگائے، بالوں کو ہاتھ سے پیچھے کرتا ہوا۔

اس اسپاٹ لائٹ میں وہ لمحے بھر کو بہت وجیہہ سا لگا تھا۔ اسکے علاوہ شاید اتنے انہاک سے اسے کوئی بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔ شاید ان سب کے لیے یہ سب ایک نارمل بات تھی۔ لیکن یاسر عالم کو اسپاٹ لائٹ تلے دیکھنا اسکے لیے نارمل ہرگز بھی نہیں تھا۔

"سیکیورٹی ان آپریشن۔" اسکی ٹھہری ہوئی آواز روم میں لگے اسپیکر ز پر گونجی تھی۔ اسے لگا وہ بے چین ہو رہی ہے۔ کسی کی سیکیورٹی ریگیولیٹ کرنا مزاق ہرگز نہیں تھا۔ یہ ایک مضبوط اعصاب کا کام تھا۔ اگر وہ یاسر کی جگہ ہوتی تو اتنے اعتماد سے کبھی اتنے سارے لوگوں کو ریگیولیٹ نہیں کر پاتی۔

visit for more novels:
www.novelsbank.com

"کیسرہ نمبر ٹین۔ اپنے دائیں جانب سے میڈم کو سیکیور کیا جائے۔ فرنٹ پر موجود کیسرہ الگی راہداری کا منظر واضح کرے۔" وہ بغیر رُکے اعتماد سے ہدایات دیتا جا رہا تھا۔ اسکی ہر ہدایت پر کی بورڈ پر کھڑکتی انگلیاں تیز تر ہو جاتیں۔

"سیف علی، کیا آپکا مائیکروفون ٹھیک سے کام نہیں کر رہا ہے۔؟ مجھے آپکی آواز کھر کھر سی محسوس ہو رہی ہے۔ جنید۔ دیکھو کہیں انٹرنیٹ کا مسئلہ تو نہیں۔" اس نے لمحے بھر کو پلٹ کر اندر ہیرے میں براجمان کسی جنید کی جانب اشارہ کر کے کہا تھا۔

"ایف سیوں۔۔۔ اپنے تمام کیمروں کی فوٹیجز کو منظر عام پر لایا جائے۔۔۔ راہداریوں کے ہر حصے کو سیکیور کیا جائے۔۔۔ آپ آگے بڑھ سکتے ہیں۔۔۔ درمیان میں کہیں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں۔۔۔ جلد از جلد میڈم کو ایرپورٹ کی حدود سے بحفاظت نکالنا ہماری ذمہ داری ہے۔۔۔ کسی رپورٹرز یا فین کی آواز پر میڈم کو رکنے نہیں دیا جائے۔۔۔ کوتاہی کی کوئی گنجائش نہیں۔۔۔" اس کی آواز میں ہلکی سی تنیہہ ابھری تھی۔

"ولید اکرم۔۔۔ آپکے بائیں جانب سے کوئی بھاگتا ہوا میڈم کی طرف بڑھ رہا ہے۔۔۔ نامعلوم افراد کو سبجیکٹ تک بڑھنے سے روکا جائے۔۔۔" ہر لمحے روم میں موجود سنجیدگی اور خاموشی گہری ہوتی جا رہی تھی۔۔۔ اسے ہر کیمرے کی، ہر حرکت پر نگاہ رکھنی تھی۔۔۔ سیلینے بھی خشک ہوتے حلق کے ساتھ اسکرین پر نگاہیں جمائے بیٹھی تھی۔۔۔ ہر لمحے اسکرین ہر کیمروں کی فوٹیجز تبدیل ہوتی جا رہی تھیں۔۔۔ وہ ایک نقشے کے تحت چل رہے تھے۔۔۔ اور وہ ٹھہر گئی۔۔۔ اچھا تو یاسر کے ہاتھ میں وہ نقشہ اسی لیے تھا۔۔۔ وہ اپنا ہوم ورک مکمل کر کے ہی سامنے کھڑا ہوا تھا۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"داخلی راستہ بہت رُسکی ہو سکتا ہے۔۔۔ ہیڈ ان چارج شاہد رُستم، سبجیکٹ کو لے کر ساتویں دروازے کی جانب بڑھا جائے۔۔۔ معاملات انڈر کنٹرول ہیں۔۔۔ وہاں راہداریاں صاف اور لوگوں کی بہتات سے خالی ہیں۔۔۔" اس نے لمحہ بھر کو ٹھہر کر ہاتھ میں بندھی گھٹری کی جانب دیکھا تھا۔ دس منٹ۔۔۔ محض دس منٹ کے اندر اندر اسے انہیں ایرپورٹ کی حدود سے باہر نکلنے کی ہدایات دینی تھیں۔۔۔ کچھ سیکیورٹی رِسکس کی وجہ سے آج پہرہ بہت سخت تھا۔۔۔

"دس منٹ میں آپ ساتواں دروازہ پار کر سبجیکٹ کو لیے باہر نکل آئیں گے۔ دھیان رہے رپورٹر کی نگاہ ان پر ہے۔۔۔ پیچھا کرنا ہم افروڈ نہیں کر سکتے۔۔۔ ایف الیون کو راہداری کے آخری سرے پر ایک قطار کی صورت کھڑا کیا جائے۔۔۔ مزید لوگ اس جانب نہیں آنے چاہیے۔۔۔"

"راجرا بس۔۔۔" دوسری جانب سے گارڈز کی آوازیں اک ساتھ ابھری تھیں۔ انہیں اپنا کام کرنا آتا تھا۔ اور جب تک وہ ایکٹر لیں دروازے سے پار ہو کر کار تک سلامتی سے نہیں پہنچ گئی، ان سب گارڈز کی سانسیں اٹکی رہیں۔ کئی گاڑیاں ایک ساتھ آگے بڑھیں تو یاسرنے ہاتھ باندھ کر اسکرین کی جانب دیکھا۔۔۔

"سیکیورٹی آپریشن کلوزڈ! سبجیکٹ سیکیورڈ!" اور اسی کے ساتھ اس نے کان سے بلیو ٹو تھہ نکال کر پیچھے ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔ سب کی پر سکون سی سانس خارج ہونے کی آواز ایک ساتھ ہی محسوس ہوئی تھی۔ اسی لمحے ہال نما سیکیورٹی روم کی بتیاں روشن کر دی گئی تھیں۔ گارڈز ایک دوسرے کو آپریشن کی بحالی پر مبارک باد دے رہے تھے۔ وہ بھی سینٹر گارڈ کے ساتھ ہاتھ ملاتا سر کو خم دے رہا تھا۔ وہ اور حنیفہ اس کے لیے ہلکی آواز میں تالیاں بجا رہے تھے۔ یکاکی اسکی نگاہ دور بیٹھی سیلینہ پر پڑی تو وہ حیران ہوا۔۔۔ اسے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ وہ یہاں موجود تھی۔۔۔

وہ اسکے دیکھنے پر اسے مسکرا کر سراہ رہی تھی۔ وہ نہیں مسکرا ایا۔۔۔ بس سنجیدگی سے نگاہ دوسری جانب پھیر لی۔۔۔ سیلینہ کو اسکے انداز نے غصہ نہیں دلا�ا تھا۔ شاید وہ ہر وقت بے وجہ مسکرانے والا آدمی نہیں تھا۔

اسے اسکے انداز کی عادت ہوتی جا رہی تھی۔

"انکل۔۔ اگر یہ آپریشن کامیاب نہیں ہوتا تو پھر۔۔؟"

"پھر اس آپریشن کی ناکامی کی تمام ذمہ داری یاسر کو اپنے سر لینی پڑتی۔۔ سپلین کے تحت اسے چند دن کے لیے سسپینڈ بھی کیا جاسکتا تھا۔۔ اسکا سات سالہ بے داغ ریکارڈ خراب ہونے کا خدشہ بھی تھا۔۔ اسکی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔۔ وہ اسکے حیران ہونے پر مسکرائے تھے۔۔

"اسی لیے یہ کام سینٹر گارڈز کو بھی نہیں دیا گیا۔۔ ہر کوئی ایسے معاملات کو پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا سکتا اور پھر ناکامی کی صورت ذمہ داری بھی اپنے سر لینا آسان نہیں ہوتا۔۔ اسے کسی وجہ کے تحت یہ کام سونپا گیا تھا۔۔ کیونکہ۔۔" وہ یہاں لمبے بھر کو ٹھہرے تھے۔۔ پھر چہرہ اٹھا کر یاسر کو دیکھا۔

"He has nerves of steel"

آہستہ سے جملہ مکمل کیا تو وہ بے طرح متاثر ہو کر اسکی جانب دیکھنے لگی۔۔ وہ اب گارڈز کے ساتھ ہی باہر کی جانب بڑھ رہا تھا۔۔ پھر ان سے اجازت لیتا ان دونوں کی جانب بڑھ آیا۔۔ حنیفہ اب اسے مسکرا کر "گلڈ ورک" کہہ رہے تھے۔۔ وہ محض سر کے خم سے ان کی ستائش قبول کر رہا تھا۔

"تم اتنے گول لگ رہے تھے میں کیا بتاؤ۔۔" اس نے تالیاں بجا کر اسے سراہا تو اس نے چونک کر آس پاس دیکھا۔۔ گارڈز اب مسکراہٹ دبائے سیلینہ کو دیکھ رہے تھے۔۔ لیکن یاسر کی نگاہ پر نظر یوں بچائی گویا کچھ دیکھا ہی نہ ہو۔۔

اگلے ہی پل وہ تینوں باہر کی جانب بڑھ آئے۔۔ راہداری میں ہی اسے ارمان مل گیا تھا۔۔ ان کی چیف کے ساتھ میٹنگ تھی۔۔ حنیفہ ڈیسکاؤنٹ کی جانب بڑھے تو وہ اسکے ساتھ پیچھے کھڑا رہ گیا۔۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو۔۔؟"

"انکل نے بلا یا تھا۔۔ بادی گارڈ اسائیں کرنے کے لیے۔۔" وہ سمجھ کر سر ہلانے لگا تھا۔

"پھر میں نے ان سے پوچھا کہ مجھے اس گارڈ کے بجائے وہ گارڈ نہیں مل سکتا۔۔ تو انہوں نے منع کر دیا۔۔" اس نے گہری مایوسی سے کہا تو وہ چونکا۔۔ ابرو لمحے بھر کو اکھٹے ہوئے۔۔

"ساحر کے علاوہ کونسا گارڈ چاہیے تمہیں۔۔؟"

"وہی۔۔ جس کی آنکھیں بہت پیاری ہیں۔۔" سادگی سے کہا۔۔ وہ ٹھٹک سا گیا۔۔

"کس کی آنکھیں پیاری ہیں۔۔؟" اسے جیسے کچھ بہت برا لگا تھا۔۔ ایک نگاہ سامنے موجود گارڈز پر ڈالی۔۔ کون تھا وہ جس کی آنکھیں سیلینہ کو پیاری لگ رہی تھیں۔۔!

"ہیں بس کسی کی۔۔ تمہیں کیوں بتاؤں۔۔؟" ٹھوڑی اٹھا کر پوچھا۔۔ جیسے وہ اس سے یہ اگلوا ہی نہیں سکتا۔۔ وہ اسکی اٹھی ٹھوڑی کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"بھاڑ میں گیا تمہارا پیاری آنکھوں والا گارڈ۔۔ تمہیں وہ گارڈ ہرگز نہیں ملے گا۔۔ ساحر ہی ہے اب سے تمہارا بادی گارڈ۔۔" بگڑے نقوش لیے کہا تھا اس نے۔۔ سیلینہ نے بے ساختہ ابھرتی ہنسی بمشکل روکی تھی۔۔ پھر مسکراہٹ دبا کر اسے دیکھا۔۔

"یو شیور۔۔؟" تمہیں اس دوسرے گارڈ کی آنکھوں کے علاوہ اس سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔۔؟" وہ اسے چھیڑ رہی تھی۔۔ یاسر نے اس پر ایک آخری بیزار نگاہ ڈالی اور آگے بڑھ گیا۔۔

"تم ہو وہ۔۔ تھہاری آنکھیں ہیں بہت پیاری۔۔!" اور اس نے اتنی بلند آواز سے کہا تھا کہ نچلے فلور پر موجود ہر گارڈ ساکت ہو گیا تھا۔ میٹنگ روم کی جانب بڑھتے چیف انچارج، تحقیقاتی ٹیم اور حنیفہ نے ان دونوں کی جانب آنکھیں پھیلا کر دیکھا تھا۔ ارمان کی ہنسی بے ساختہ تھی۔۔ یاسر کی آنکھیں حرمت سے پوری کھل گئی تھیں۔ لب ساکت ہو گئے تھے اور رخسار لمح بھر کو گلابی ہوئے تھے۔ شیر اور زار نے ابتو ہنسی قابو کرنے کے لیے چہرے جھکا لیے تھے۔ ساحر نے گلا کھنکھار کر صاف کیا تھا۔۔ وہ تو جیسے برف بن گیا تھا۔۔ اسے مڑ کر دیکھ تک نہیں سکا۔۔

وہ آگے بڑھی۔۔ اسکی جانب دیکھا۔۔ اور پھر ہنسی دباتی لفت کی جانب بھاگ گئی۔۔ اسے اپنے انکشاف پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ اس نے ساکت ہوئے گارڈ سے سر جھکا کر معذرت کی اور پھر اسی سرخ چہرے کے ساتھ اپنے کیپن کی جانب بڑھ گیا۔۔

اف۔۔ اف اف۔۔!

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

وہ مسکراتی ہوئی لفت سے اوپر چلی آئی تھی۔۔ اسی پھر بہت سی ایکٹریس گروہ کی صورت داخلی دروازے کی جانب بڑھتی ہوئی نظرؤں کے سامنے سے گزری تھیں۔۔ اس نے نظر انداز کر کے آگے بڑھنا چاہا لیکن ایسا ممکن نہیں ہو سکا۔ ان میں سے جو لیا اسے دیکھ چکی تھی۔۔ مفلر والے واقعے کے بعد اس نے سیلینہ سے الگ طرح کا بیر وابسط کر رکھا تھا۔۔

"دیکھو تو۔۔ آج ہماری ایجنسی میں کون چلا آیا ہے۔۔ سیلینہ مظہر۔۔ پچھلے سالوں میں انہیں اتنے پرا جیکلٹس پر کام کرنے کا موقع دیا گیا ہے کہ اب تو ان کے پاس کسی سے بات کرنے تک کا

وقت نہیں ہے۔ ساتھ ہی آجکل سیاست میں خاصی دلچسپی لے رہی ہیں یہ۔ "مسکرا کر طنز کرتی جو لیا کا انداز اسے بہت برا لگا تھا۔ اتنے خوبصورت چہروں کے ساتھ ایسے طنز جانے کیوں کرتی تھیں یہ ایکٹر یس۔؟

اس نے جواب دیئے بنا آگے بڑھنا چاہا لیکن ڈشمن ابھی کم نہیں تھے۔ اسی قطار سے عمرہ زاہد کی آواز بھی اُبھری تھی۔

"اور ہلیہ ایسا اختیار کیا ہے مخترمہ نے۔ جیسے ان سے زیادہ بچہ تو کوئی ہے ہی نہیں۔ لیکن میں بتاتی چلوں کہ جی یہ گلابی رنگ کے لباس پہننے سے آپ ستائیں سے سترہ سال کی نہیں ہو جائیں گے۔" اسکی چوت پر ایک دلفریب سا قہقہہ گونجا تھا۔ جو لیا اور عمرہ اسے طنز کا نشانہ بنانے کے لیے ایک ہی صفت میں جا کھڑی ہوئی تھیں۔ اس نے ان سب کی جانب افسوس سے دیکھا تھا۔

visit for more novels:

"مجھے آپ سب میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"لیکن ہمیں آپ میں خاصی دلچسپی ہے۔ آپ میں بھی۔ آپ کی ورک لائف میں بھی اور لو لائف میں بھی۔ بس یہ بتا دو یا رک کہ اتنے امیر ہینڈ سم مردوں کو کیسے قابو کرتی ہو۔؟" اور یہ والا طنز جیسے دل میں برچھی کی مانند اُتر گیا تھا۔ وہ محبت جو اس نے واجد حسن سے کبھی کی تھی، آج اسکے لیے ایک خوفناک طنز ثابت ہو رہی تھی۔

اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن حلق میں بہت سے گرہیں لگ گئیں۔ اس سے ایک بھی لفظ ڈھنگ سے ادا نہیں ہو پا رہا تھا۔

"میں بتاتی ہوں کہ امیر لڑکوں کو کیسے پھنساتے ہیں۔۔۔" ایک جانی پچانی سی آواز اسکے عقب سے ابھری تھی۔ وہ ایک جھٹکے سے مُڑی اور پھر اسکی خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ سائرہ اسکے سامنے کھڑی تھی۔ ہاتھ باندھ کر۔ ہمارا پیارا سا فیشن آئکون۔۔۔!

وہ اسکے سامنے سے نکل کر ان ایکٹریس سے سامنے آئی تو لمجھ کو سب کا سانس خشک ہو گیا۔ وہ اس انڈسٹری کی انتہائی کامیاب اور منجھی ہوئی میک اپ آرٹسٹ تھی۔ ان سب نے اپنے پرائیکٹس میں سائرہ کے ساتھ کام کیا تھا اور پھر اس کے ہاتھ میں موجود صفائی کے بعد وہ اسکی مستقل گاہک بن گئی تھیں۔۔۔ کچھ عرصے سے وہ اپنے کام کے سلسلے میں دوسرے شہر گئی ہوئی تھی۔۔۔ لیکن اب وہ واپس آچکی تھی۔۔۔ اور ان سب کو یہ جان لینا چاہیئے تھا کہ وہ سیلینہ مظہر کی بیٹ فرینڈ تھی۔۔۔ اسکی بچپن کی سہیلی۔۔۔

"سب سے پہلے تو آپ کی شکلوں کا اچھا ہونا ضروری ہے۔ اگر دو کلو میک اپ کے بعد بھی آپکا چہرہ قابل قبول لگتا ہے تو آپ امیر مردوں کو نہیں پھانس سکتیں۔ ایسے خواب دیکھنا چھوڑ دیں۔۔۔"

اسکی تیز زبان اپنے جوہر دکھاری تھی۔ سیلینہ نے بھی اعتماد سے ہاتھ باندھے اور بالکل سائرہ کے انداز میں کھڑی ہو کر ان سب کے چہروں کو تکنے لگی۔۔۔

"اور آپ جو لیا جی۔۔۔ آپ کی حالیہ سرجری کے اثرات کیسے رہے ہیں۔۔۔؟ میں نے سنا تھا خاصی مہنگی ٹرینمنٹ ہوتی ہے آئی لیڈز لفت کروانے کی۔۔۔" اور اس نے بہت سکون سے ایک دھماکے دار انکشاف ان ایکٹریس کے سامنے کر دیا تھا۔ سیلینہ نے بھی حیران نظروں سے جو لیا کا چہرہ دیکھا تھا۔۔۔

"آپ نے سر جری کب کروائی۔۔۔؟"

"آپ نے تو کہا تھا آپ نچرل بیوئی ہیں۔۔۔"

"اور جو مساج تم نے مجھے بتایا تھا آئی لڈز کا۔۔۔ وہ کیا بکواس تھی۔۔۔؟"

سوالات کا اک ریلہ تھا جو جولیا پر اُبل پڑا تھا۔ اس نے خونخوار نظرؤں سے سارہ کو گھورا تو اس نے بے نیازی سے کندھے اچکا دیے۔

"نچرل بیوئی۔۔۔ وہ ہنسی تھی۔۔۔ بالکل چڑیوں کی طرح۔۔۔ سوری لیکن اس نام کی کوئی شے نہیں ہوتی۔ سب مہنگی پراؤ کٹس اور ٹرینٹ کا کمال ہوتا ہے۔۔۔ اس نے ہاتھ جھلا کر کمال انداز سے کہا تھا۔ ساتھ بال بھی کندھے پر جھٹکے۔۔۔

"مزید یہ کہ اگر دل حسد سے سیاہ پڑ چکا ہو تو یہ میک اپ پراؤ کٹس بھی کام نہیں کیا کرتی۔۔۔ وہ

visit for more novels:

مزے سے

www.urdunovelbank.com

ساتھ زہر میں بُجھے تیر چھوڑتی جا رہی تھی۔ ان کی ہمت کیسے ہوئی سیلینہ کو بُلی کرنے کی۔۔۔
"تم۔۔۔ میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں۔۔۔" جولیا نے اسے انگشتِ شہادت اٹھا کر تنپیہہ کی تھی۔ سارہ کو جیسے فرق پڑ جانا تھا۔۔۔

"بالکل۔۔۔ شوق سے مت چھوڑیں مجھے۔۔۔ اور عُمیرہ جی آپ۔۔۔ مت بھولیں کہ آپ نشے کی حالت میں دُھت میرے سیلوں آئی تھیں ایک دفعہ۔۔۔ سی سی ٹی وی فوٹج آج تک پوری آب و تاب کے ساتھ بحفاظت رکھی ہے میرے پاس۔۔۔" اور یہ ہوا ایک اور دھماکہ۔۔۔ اس نے یقیناً ان کا

ساتھ کھانے کا لائچہ عمل تباہ کر دیا تھا۔ وہ سب اب ملامتی نگاہوں سے عمرہ کو تک رہی تھیں۔
عمرہ کا چہرہ کانوں کی لوؤں تک سرخ پڑ چکا تھا۔۔

"میرے ایک کولیگ بtar ہے تھے کہ حال ہی میں ایک ڈائیریکٹر سے لڑپڑی تھیں آپ۔۔ محض
اس لیے کیونکہ اس نے آپ کو بڑی بہن کا روں دیا تھا۔۔ سوری لیکن ایسے ہتھکنڈوں سے آپ
"بھی پینتیس سال سے پچس سال کی نہیں ہو جائیں گی۔۔

سامرہ جیسی زبردست خاتون کے ہاتھ غلط راز لگ گئے تھے ان سب کے۔۔ وہ ذرا آگے آئی تو سب
ڈر کر دو قدم پیچھے ہٹیں۔۔

"اگر میری دوست کو آئندہ بُلی کرنے کی کوشش بھی کی۔۔ تو مت بھو لیے گا کہ آئندہ آپکا پالا
مجھ سے بھی پڑ سکتا ہے۔۔ اگر میں میک اپ سے چہرے سنوار سکتی ہوں تو ان چہروں کو بگاڑنے کا
ہنر بھی بخوبی رکھتی ہوں۔۔ بی ویری کیسر فُل یو نچز۔۔!" کمال تنبیہہ تھی وہ۔۔ ایکٹر یس کسی چیز
سے خوفزدہ نہیں ہوتیں۔۔ سوائے ایک بُرے میک اور کے

کچھ ہی لمحات میں وہ سب درمیانی ہال سے چھٹ گئی تھیں۔۔ سامرہ اسکی جانب گھومی اور پھر اسے
کھینچ کر خود سے لگایا۔۔

"اتنی کمزور کیوں ہو گئی ہو، سیلین۔۔؟" اب کہ اسکی آواز میں فکر تھی۔۔ سیلینہ کو بے اختیار ہی
رونا آیا تھا۔۔ کتنی اکسلی ہو گئی تھی وہ سامرہ کے بغیر۔۔ ایسا لگتا تھا کوئی اپنا دُنیا میں موجود ہی نہ ہو۔۔
اگلے ہی پل وہ دونوں الگ ہوئیں۔۔

اسی پل پچھے فلور سے تحقیقاتی ٹیم داخلی دروازے کی جانب بڑھتی ہوئی نظر آرہی تھی۔ وہ دونوں بھی چہرہ گھما کر ان کو دیکھ رہی تھیں کہ یکایک۔ ارمان اور سائرہ کی نگاہیں متصادم ہوئیں۔ وہ اسے ایسی غیر متوقع جگہ دیکھ کر لمحے بھر کو رک گیا تھا۔ پھر اپنی ٹیم سے مغدرت کرتا وہ ان کی جانب تیزی سے بڑھا۔ یاسر نے چہرہ پھیر کر اسے دیکھا۔

"سائرہ ارمغان۔۔ رائٹ۔۔؟" وہ مسکرا رہا تھا۔ سائرہ جو لمحے پہلے اپنی زبان کی تیز دھار سے سب تباہ کر دینے پر تُلی ہوئی تھی۔ اس سے مسکرا دی۔ مسکراتے ہوئے ذرا جو گمان ہوتا اسکی زبان کا سیلینہ کبھی اسے دیکھتی۔ کبھی ارمان کو۔

"جی بالکل۔۔" ٹیم باہر کی جانب بڑھ گئی تھی۔ یاسر اب ارمان کی جانب چلا آرہا تھا۔ پھر اسکے ساتھ آڑ کا۔ ایک نگاہ تک نہیں ڈالی سیلینہ پر۔ اسے ابھی پچھلی حرکت بھولی ہی کہاں تھی۔

"آپ کون ہیں۔۔؟ اور میری دوست کو کیسے جانتے ہیں۔۔؟"

visit for more novels:

سیلینہ نے ہاتھ باندھ کر پوچھا تو ارمان حیران ہوا۔ سیلینہ سائرہ کی دوست تھی؟ رئیلی؟

"یہ میں تمہیں بتا دوں گی بعد میں۔۔" سائرہ نے اسے آنکھوں میں تنیہ کر کے پیچھے کیا تھا۔ پھر مسکرائی۔ اسکی اگلی نگاہ ارمان کے ساتھ کھڑے بادی گارڈ پر پھسلی تھی۔

"یہ ہی ہیں وہ۔۔ سوئیٹ پوتے۔۔؟" اسکے پوچھنے پر جہاں سیلینہ حیران ہوئی وہیں ارمان ہنس دیا۔ یاسر نے نامجھی سے ارمان کو دیکھا تھا۔

"جی یہ وہی ہے۔۔"

"کس نے کہا کہ یہ سوئٹ ہے--؟ جس نے بھی کہا ہے انتہائی غط خبر دی ہے تمہیں--" سیلینہ کی تو آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ سوئٹ۔ اوہ خدا سوئٹ۔!

"کیوں--؟ کیا کیا ہے اس نے تمہارے ساتھ--؟" سائرہ کے ابرو لمحے بھر کو تن سے گئے تھے۔ مسکراہٹ غائب ہوئی۔

"کوئی ایک بات ہو تو بتاؤں نا تمہیں۔" لمحے بھر کو آنکھیں شرارت سے اسکی جانب پھیریں۔ وہ بغیر جنبش کے اسے سن رہا تھا۔ "ہر جرم یاد ہے مجھے اس گارڈ کا۔ گن گن کر بدالے لوگی اس سے۔ سوئٹ۔ ہونہہ۔" اس نے سر جھٹکا تھا۔

"کیا ان جرام کے سرزد ہونے کے ثبوت پیش کر سکتی ہیں آپ۔؟" اور اس الگ طرح کے سوئٹ پوتے نے پوچھ ہی لیا۔ سیلینہ اسکے سوال پر گڑبرائی تھی۔ پھر سنبھل کر جلدی سے بولی۔ "میں وکٹم رہی ہوں۔ میری گواہی کافی ہوگی۔"

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"جن کی گواہی میں ذہنی عارضے کے سیشن لیے جانے کے ریکارڈ رہے ہوں۔ ان کی گواہیاں قابلِ قبول تو

ہو سکتی ہیں لیکن قابلِ بھروسہ ہرگز بھی نہیں ہو سکتیں۔" سائرہ کو سمجھ آگیا تھا کہ وہ کس طرز کا سوئٹ تھا۔ سیلینہ کو تو اسکی روانی سے چلتی زبان نے بد مزہ ہی کر دیا تھا۔ ذرا جو مذاق سمجھ لے یہ آدمی۔ ہر وقت سنجیدہ بُخوت بنا رہتا ہے۔ جن کہیں کا۔

"آپکو کیسے پتہ کہ میں ماہر نفسیات سے سینیشن لیتی ہوں؟ کیا آپ میری بغیر اجازت میرا یک گرونڈ چھان رہے ہیں۔۔؟" چمک کر پوچھا۔۔ لیکن وہ یاسر ہی کیا جو متاثر ہو جائے۔۔

"غالباً کل رات انہائی خوشگوار ملاقات ہوئی تھی آپکے ماہر نفسیات سے میری۔۔"

اور وہ اسکے جواب پر بھونچکی رہ گئی تھی۔ یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔

"کیا یہ تمہیں زیادہ تنگ کرتا ہے۔۔؟" سائرہ نے ابرو اسی انداز سے تان کر پوچھا تھا۔ اسی پل ارمان نے ہاتھ اٹھادیے۔ اس سے پہلے کہ یہ زبانی لڑائی جنگِ عظیم میں تبدیل ہو جاتی۔۔ اسے درمیان میں آنا ہی پڑا۔۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔۔ ہاں تھوڑا کڑوا ضرور ہے یہ۔۔ لیکن دل کا بُرا نہیں ہے۔ اور اس بات پر سیلینہ بھی متفق ہیں ہم سے۔۔ ابھی کچھ ہی دیر پہلے یہ ان کی آنکھوں کے پیارے ہونے کا اعتراف بھی کر چکی ہیں۔۔ اگر آپ چاہیں تو پوچھ سکتی ہیں ان سے۔۔" اور اب رنگِ فُن ہونے کی باری سیلینہ کی تھی۔ یاسر نے اس حوالے پر ناگواری سے ارمان کو دیکھا تھا۔ پھر اسے بازو سے کپڑ کر باہر کی جانب گھسیٹا۔۔

"ہم پھر ملیں گے۔۔ ان دو عجیب لوگوں کے ساتھ ہمارا ملنا ممکن نہیں۔۔" وہ دور جاتا ہوا ہانک لگا رہا تھا۔ یاسر اسے باہر کی جانب گھسیٹ رہا تھا۔ پھر اسے ایجنسی کے داخلی دروازے کے باہر لا کر پھینک دیا۔ وہ ہستا ہوا اپنی ٹیم کی جانب بڑھ گیا تھا۔

وہ اندر چلا آیا۔ سیلیسہ پر اک نگاہ غلط ڈالے بغیر لف کی جانب بڑھ گیا۔ وہ دونوں اسے جاتا ہوا دیکھ رہی تھیں۔ پھر سائرہ نے بھی سیلیسہ کو بازو سے پکڑ کر اپنے ساتھ گھسیٹا۔۔۔

"تم چلو۔ تمہیں مجھے بہت ساری باتیں بتانی ہیں۔۔۔ یہ پیاری آنکھوں والے گارڈ کا کیا سین ہے۔۔۔؟" ساتھ ساتھ وہ اس سے پوچھ بھی رہی تھی۔ سیلیسہ کو یاسر کا تپا ہوا چہرہ دیکھ کر بہت مزہ آیا تھا۔ اف۔۔۔ غصے میں تو وہ اور بھی کیوٹ لگتا تھا۔ ایک منٹ۔۔۔ کیوٹ؟ اسے اپنے الفاظ کے انتخاب پر لمحے بھر کو حیرت ہوئی تھی۔ کیا ایک کسرتی جسم کا لمبا سا مرد کیوٹ لگ سکتا ہے۔۔۔ شاید نہیں۔۔۔ یا شاید ہاں۔۔۔

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

google.com/search?q=u

urdu novel bank

All Images News Videos Books Sea

<https://www.urdunovelbank.com> > ...

Urdu Novel Bank

interesting and best famous urdu novels free Pdf Download on One click. all Categories new and old urdu novel stories..

[All Urdu Novels List](#)

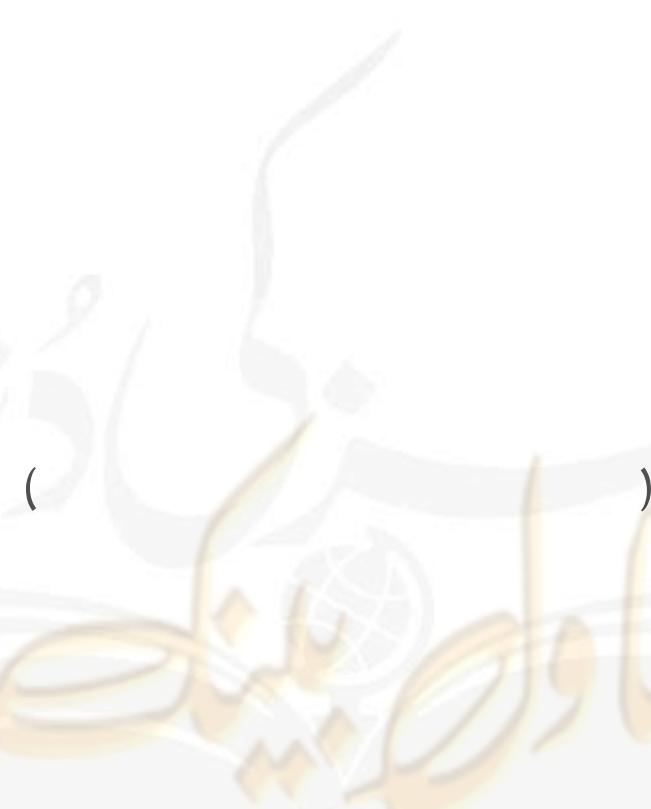
Urdu Novel Bank website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں ---

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں



visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کر لے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کر لیں ۔۔۔

شکریہ ۔۔۔

اس نے رات کے گھرے ہوتے پھر میں کار سبزہ زار پر روکی اور پھر باہر نکل آیا۔ دادا کا سفید
 محل ویسے ہی ایستادہ تھا۔ ڈھنڈا۔ پُر سکون اور خوبصورت۔۔۔

کار کی چابی ہاتھ میں لیے وہ آگے بڑھ آیا۔ رات خاصی گھری ہو گئی تھی۔ شاید سردار سونے چلے گئے تھے اسی لیے اسے گھر کچھ زیادہ ہی خاموش محسوس ہوا۔ لکڑی کے تخت فرش پر وہ ذرا آگے بڑھا لیکن پھر لاونچ کی جلی بتی دیکھ کر چونکا۔۔۔

کیا دادا اس وقت جاگ رہے تھے۔۔۔؟ اس نے سوچ کر جیسے ہی اندر قدم رکھا تو ٹھٹک سا گیا۔ سردار ایک جانب صوف پر براجمان تھے اور ان کے عین سامنے صوف پر کوئی عورت بیٹھی تھی۔۔۔

اس عورت کی اسکی جانب پُشت تھی لیکن وہ اس موجودگی اور گُدی تک آتے ان گھرے سُرخ بالوں کی پہچان رکھتا تھا۔ سردار کی نگاہ بے ساختہ اس پر پڑی تو اسی پھر سلطانہ نے بھی اس کی موجودگی محسوس کر کے گردن پھیری۔۔۔ وہ رات کے اس پھر ان کی توقع ہرگز نہیں کر رہا تھا۔۔۔

"یا سر۔۔۔ تم آگئے بیٹا۔۔۔ میں کب سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔۔۔" وہ جوش سے کہتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کی آواز میں ہلکی سی نہی محسوس ہوئی تھی۔ دادا اب کے اسکا چہرہ محتاط نگاہوں سے تک رہے تھے۔۔۔ وہ اسے جانتے تھے۔۔۔ وہ سلطانہ کو ناپسند کرتا تھا۔۔۔

اس نے ایک سرسری سی نگاہ اس پر ڈالی اور آگے بڑھ آیا۔ پھر اسی خاموشی سے سردار کے ساتھ آبیٹھا۔۔۔ سلطانہ اسکا ٹھنڈا انداز دیکھ کر چپ سی ہو گئی تھی۔۔۔

"تم نے کہا تھا تم آؤ گے۔۔۔" پُر شکوہ لہجہ۔۔۔ ناراض انداز۔۔۔ وہ اسے دیکھتا رہا۔۔۔ سردار اسی پل اٹھ گئے تھے۔۔۔ پھر اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ہلکا سا دبایا اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔۔۔

"میں نے آپ سے ایسا کچھ نہیں کہا تھا۔" اسکی آواز پہلی بار ابھری۔ بالکل خالی سی آواز۔ جیسے دُور دیواروں سے پلٹ کر واپس آ رہی ہو۔ سلطانہ جلدی سے مسکرائی۔ اسے کسی بھی طرح اس گفتگو کو طول دینا تھا۔

"ہماری پچھلی دفعہ ملاقات نہیں ہو سکی تھی بیٹا۔"

"میں آپ سے ملاقات نہیں کرنا چاہتا تھا۔" اس نے صاف گوئی سے کہا تو سامنے بیٹھی عورت کا رنگ زرد ہوا۔

"تم اپنی ماں کے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔ میں نے تمہارے لیے یہ اینڈسٹری جوان کی تھی، یاسر۔ تمہارے بہتر مستقل اور تابناک کامیابیوں کے لیے۔ تمہاری زندگی میں ہوئے نقصان صرف تمہارے نہیں تھے۔ وہ میرے لیے بھی بھاری نقصان تھے۔ لیکن میں نے تو کبھی تمہیں مورد الزام نہیں ٹھہرایا۔ میں نے تو کبھی تمہیں قسمت کی کارکردگی کا الزام نہیں دیا، بیٹا۔ پھر تم اپنی ماں کے لیے اتنے ظالم کیسے ہو سکتے ہو۔؟" اسکا حلق خشک ہو گیا تھا۔ وہ جیسے بولتے بولتے ہانپہ لگی تھی۔ وہ ویسے ہی بیٹھا رہا۔ مُردہ آنکھیں لیے۔

"تمہارے باپ کی جدائی میرے لیے بھی ایک کٹھن مرحلہ تھی۔ اسکے جانے کے بعد زندگی میرے لیے بھی اتنی ہی عذاب تھی جتنی کے تمہارے لیے۔ ہم دونوں اس سفر کی اذیت میں ساتھ تھے۔ پھر کیوں تم نے اپنے راستے مجھ سے جدا کر لیے۔؟ کیوں تم نے مجھے چھوڑ دیا۔؟" ایک آنسو ٹوٹ کر رخسار پر ڈھلا کا۔ وہ ویسے ہی بیٹھا رہا۔ اسکی آنکھیں ہر لمحہ سرخ ہوتی جا رہی تھیں۔

"میں بھی اس دنیا میں اتنی ہی اکیلی ہوں جتنے کہ تم ہو۔۔۔ ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ کی ضرورت ہے۔۔۔ میں تمہارے بغیر مزید ایک پل زندہ نہیں رہ سکتی، یا سر۔۔۔ میں تمہارے بغیر مر جاؤ گی۔۔۔" وہ اب باقائدہ رونے لگی تھی۔ وہ ویسے ہی بیٹھا رہا۔۔۔ اسکا تنفس تیز ہو رہا تھا۔۔۔ آنکھیں گلابی ہو کر درد کرنے لگی تھیں۔۔۔

"مجھے آپکی ضرورت نہیں ہے۔۔۔" بے تاثر سے لہجے پر سلطانہ کو لگا وہ مزید اسکی سندھی برداشت نہیں کر پائے گی۔ اسے لگا وہ کسی بھی لمحے ڈھنے جائے گی۔۔۔

"میں تم سے معافی مانگتی ہوں۔۔۔ میں تم سے اپنے ہر عمل کی معافی مانگتی ہوں۔۔۔ مجھے ایسے مت ٹھکراؤ۔۔۔ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔۔۔" لاونچ میں سسکیاں گونجنے لگیں۔۔۔ سردار اپنے کمرے کے دروازے سے لگے بے بسی سے آنسو صاف کر رہے تھے۔

"میں آپکو معاف کر چکا ہوں۔ لیکن میں آپکو کبھی پسند نہیں کر سکتا۔ میں آپکو شدید ناپسند کرتا تھا۔۔۔ کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ بہتر یہی ہو گا کہ اپنا اور میرا وقت ضائع کیے بغیر الگ راستوں پر خاموشی سے زندگی گزار لی جائے۔۔۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔ سلطانہ اسکے ساتھ ہی اٹھی تھی۔ پھر اسکی جانب تیزی سے بڑھی۔۔۔ وہ اسے روکنا چاہتی تھی۔۔۔ وہ ایسے نہیں جا سکتا تھا۔۔۔

"نہیں۔۔۔ تم آج ایسے ادھوری بات کر کے نہیں جا سکتے۔۔۔ تمہیں آج سب کچھ کلیئر کرنا ہو گا۔ میں مزید اس

اذیت کے ساتھ زندہ نہیں رہ سکتی، یا سر۔۔۔" وہ چلائی تھی۔۔۔ اس نے اپنا ہاتھ اس سے چھڑایا۔۔۔ پھر اسکے روکنے کے باوجود بھی دروازے کی جانب بڑھ گیا۔۔۔ وہ اسکے پیچے آرہی تھی۔۔۔

"تم ایسے نہیں جا سکتے۔۔!" وہ داخلی دروازے میں ٹھہر کر چلائی تھی۔ لیکن وہ نہیں سن رہا تھا۔ وہ گاڑی میں واپس بیٹھ گیا تھا۔ شاید وہ اب کہیں جا رہا تھا۔ سردار بھی کمرے کا دروازہ کھولے اسے روکنے باہر چلے آئے تھے لیکن تب تک دیر ہو چکی تھی۔۔ وہ جا چکا تھا۔۔ وہ اب کہیں بہت دور جا رہا تھا۔۔

اسے یاد تھا کہ وہ بمشکل آٹھ سال کا تھا جب وہ دادا کے ساتھ آکر اس گھر میں رہنے لگے تھے۔ اسکی ماں خوبصورت تھی اور باپ وجہہ۔۔ بابا کا کاروبار دیوالیہ ہوا تو ساری زندگی کی مصیبتیں ان کے سروں پر آپڑیں۔ ان کا گھر، سواری اور ہر وہ شے جو قیمتی تصور کی جا سکتی تھی، دیوالیہ ہوتے کاروبار نے نگل لی۔۔

ان دنوں کی تکلیف بہت زیادہ گھری تھی۔۔ ماں اور بابا کے بڑھتے جھگڑوں سے بھاگ کر وہ دادا کی چھت پر چلا آتا تھا۔ تب دادی بھی حیات تھیں۔ ماں اور دادی کی کبھی نہیں بنی۔۔ گھر میں چک چک روز کا معمول بن گئی۔۔ اسے اپنا اسکول چھوڑنا پڑا۔۔ اپنی پڑھائی کو خیر آباد کہنا پڑا۔۔ دادا کی زمینیں موجود تھیں لیکن ان پر بہت سے دشمن قابض تھے۔۔ کئی سال عدالت میں کیس چلتا رہا اور سردار کی کمر جھکتی چلی گئی۔۔ وہ جب کیمبریج میں استاد رہے تب گاؤں میں زمینیں سنبھالنے والے ٹھیکیدار کی غداری پر ان کی زمینیں دوسروں کے قبضے میں آگئیں۔۔ دادا کو اپنا آبائی گھر بچانے کے لیے واپس آنا پڑا۔۔ بابا کو پڑھائی میں کبھی دلچسپی رہی نہیں تھی۔۔ وہ کاروباری

انسان تھے۔ لیکن ان کا کاروبار زندگی کی دوڑ میں کہیں پیچھے ہی دم توڑ کر بہت سی زندگیاں سالم نگل گیا۔

وہ خاموش ہوتا جا رہا تھا۔ بولتا وہ پہلے بھی نہیں تھا۔ لیکن اب زندگی تھی کہ الفاظ تک سینچ رہی تھی۔ بابا ویوالیہ ہوتے ہی دادا کے گھر آبے۔ وہ غریب سے غریب تر ہوتے جا رہے تھے۔ دادا نے زندگی بھر کمایا پسیہ اب زمینیں واپس لینے پر صرف کر دیا تھا۔ عدالتوں میں رواں کیسیں اور وکلاء کی بھاری فیسیں دادا کو اپنی جیب سے بھرنی پڑیں۔

انہیں دنوں سلطانہ کو انڈسٹری سے ایک عام سے رول کی آفر آئی تو وہ بابا کی بغیر اجازت آڈیشن دے آئیں۔ دن پھر گئے اور راتیں بدل گئیں۔ خفیہ آڈیشن جلد ہی منظرِ عام پر آگیا اور اس کی زندگی مزید خاموش ہوتی گئی۔ والدین کے بڑھتے جھگڑوں نے اسکا دل سیاہ کر دیا تھا۔ وہ از حد خاموش ہوتا گیا۔

اسکے دوست۔ اسکول۔ زندگی۔ کہیں بہت پیچھے رہ گئی۔ وہ انڈھیرا ہوتی سڑک پر بغیر کسی نشاندہی کے چلتا جا رہا تھا۔ ماں ایکٹریں بن گئیں۔ بابا سے بات کرنا ترک کر دیا۔ اب وہ دونوں ایک دوسرے کا چہرہ دیکھنا تک گوارہ نہیں کرتے تھے۔ اور وہ محض ان دونوں کے چہرے تک رہا ہوتا تھا۔ بالکل خاموشی سے۔ وہ انہیں ایک ساتھ خوش دیکھنا چاہتا تھا۔ بالکل دادی اور دادا کی طرح۔ بالکل اپنے دوستوں کے والدین کی طرح۔ وہ ان کے ساتھ بیٹھ کر اپنے اندر پلتی خاموشیوں کو بیان کرنا چاہتا تھا۔ وہ انہیں ایک ساتھ ہنستا دیکھنے کے لیے ترس گیا تھا۔ اسکی ماں

ٹی وی شوز پر قہقہے لگا کر ہنسا کرتی تو اسکے دل کا خلاء مزید گھرا ہو جاتا۔۔۔ وہ اور بابا ایک دوسرے سے نگاہیں چڑا کر ٹی وی کا چینل تبدیل کر لیا کرتے۔۔۔

دادا کی زمینوں کا مسئلہ حل ہونے تک اسکی زندگی کہیں بہت آگے نکل گئی تھی۔ ماں اب ایک کامیاب ایکٹریس گردانی جاتی تھی۔۔۔ وہ سب کچھ تھی جو ایک عورت میں ہونا چاہیے تھا۔۔۔ وہ خوبصورت تھی۔۔۔ پڑھی لکھی تھی۔۔۔ اچھے اطوار رکھتی تھی۔۔۔ اب تو معاشرے میں اک بلند مقام بھی رکھنے لگی تھی۔۔۔ بس وہ ایک اچھی ماں ثابت نہیں ہو سکی تھی۔

اسکا داخلہ اسکول میں دوبارہ ہو گیا تھا۔ بابا سردار کے دیے گئے پیسوں پر اپنا کاروبار دوبارہ جمانے کی کوشش میں جُت گئے۔ سلطانہ اسکی پڑھائی کا خرچہ اٹھانے لگی۔۔۔ گھر سے غربت تو ختم ہو گئی لیکن جو گھری خلیج رشتؤں کے درمیان حائل ہو چکی تھی وہ کیسے ختم کی جاسکتی تھی۔۔۔؟

اس نے بولنا چھوڑ دیا۔۔۔ بس براۓ نام بات کیا کرتا۔۔۔ سردار سے بہت لگاؤ تھا اسے۔۔۔ لیکن ان سے بھی عجیب خاموشی والا تعلق تھا۔۔۔ وہ دونوں گھنٹوں خاموش بیٹھ کر گزار سکتے تھے۔ بابا سے اسکا تعلق قدرے بہتر تھا۔۔۔ وہ جب کبھی نفرت سے ماں کو ٹی وی پر دیکھ کر چینل تبدیل کرنے لگتا تو وہ اسے ٹوک دیتے۔۔۔ پھر رات کے کسی پھر اسکے کمرے میں داخل ہو کر اسکے بال سہلاتے ہوئے کی نصیحتیں کر جاتے۔۔۔ وہ اس نرم آواز میں کی گئی نصیحتوں کو آج تک نہیں بھلا سکا تھا۔۔۔

"تمہیں اپنی ماں سے نفرت نہیں کرنی، یا سر۔۔۔ تمہیں میرے اور اسکے جھگڑوں میں اپنا اور اپنی ماں کا تعلق نہیں تباہ کرنا۔۔۔ وہ ایک اچھی عورت ہے۔۔۔ صرف تمہارے بہتر مستقل کے لیے ٹی وی

پر بلاوجہ ہنستی ہے۔۔ اس سے نفرت نہیں کرنی ہے بیٹا۔۔ ماں سے نفرت نہیں کیا کرتے۔۔ "وہ اسکا سر چوتے اور الٹھ جاتے۔۔ ساری رات پھر وہ سو نہیں سکتا۔۔ اسکا دل تکلیف سے بچنے لگتا اور آنکھیں گرم آنسو بہانے لگتیں۔۔ سب بظاہر ٹھیک تھا۔۔ لیکن گھرانے کی جڑیں سڑگی تھیں۔۔ اندر کا تعافن اسکے اندر بھرتا جا رہا تھا۔۔ وہ سانس لیتا تو اس سے سانس نہیں لیا جاتا۔۔ اسے اس چھوٹی سی عمر میں خوشی کا نام نہیں پہتہ تھا۔۔ لیکن وہ خوش ہونا چاہتا تھا۔۔ کیا اس نے زندگی سے بہت زیادہ حصہ مانگ لیا تھا۔؟ وہ سوچتا اور جاگتا رہتا۔۔

سلطانہ اور بابا اسے الگ الگ محبتوں سے نوازتے رہے۔۔ وہ انہیں کہنا چاہتا تھا کہ ان کی جُدماں محبتیں اسے اندر سے ختم کر رہی ہیں۔۔ وہ ان کی مشترکہ محبت چاہتا تھا۔۔ لیکن پھر وہ یہ سب کہہ نہیں سکا۔۔ وہ یہ سب کبھی نہیں کہہ سکتا تھا۔۔

اسکول میں داخلے کے بعد اسکی زندگی میں ایک اور مسئلہ شروع ہوا۔۔ وہ ایک ایکٹریس کا بیٹا تھا۔۔ اور ایکٹریس کا کردار اس معاشرے کی نگاہ میں ہمیشہ مشکوک تھا۔۔ اسکے اسکول میں بچے اس سے بات کرنے سے کتراتے تھے۔ ان کی نگاہوں میں اپنے لیے تحقیر دیکھ کر اسے لگتا وہ زندہ ہی مار دیا گیا ہے۔۔ گھر کی زندگی کے ساتھ اسکول کی زندگی بھی ابدی جہنم ثابت ہوئی۔۔

دوست نہیں مل سکے۔۔ اس کی خاموشی گھری ہو گئی۔۔ زندگی اسی رفتار سے گزرتی رہی۔۔ دادا اور دادی اسی سال حج پر چلے گئے اور سلطانہ اپنی فلم کے لیے ایک دوسرے ملک۔۔ وہ اور بابا گھر میں تنہارہ گئے۔۔ وہ بابا کے ساتھ گھنٹوں گاؤں کی پگڈنڈیوں پر چلتا رہتا تھا۔۔ ان کی گفتگو برائے

نام تھی۔ زیادہ تر بابا ہی گفتگو کیا کرتے اور وہ سنتا رہتا۔ وہ اچھے انسان تھے۔ اسکے لیے وہ ایک عظیم انسان تھے۔ بس زندگی نے انہیں بہت تلخ بنادیا تھا۔

ایک رات وہ ڈر کر اٹھا اور پھر تیزی سے ان کے کمرے کی جانب بھاگا۔ وہ اکثر خوابوں سے ڈر کر اٹھتا تھا۔ بابا نے اس ساری رات اسے اپنے سینے سے لگائے رکھا تھا۔ اسے یاد نہیں تھا کہ وہ زندگی میں کب اتنا پُر سکون سویا تھا۔؟ بابا کی آغوش کا نرم گرم سا احساس جیسے اسکے اندر جمی برف کو پکھلا گیا تھا۔

اگلی رات وہ ان کے کمرے میں تکیا لیے پھر سے کھڑا تھا۔ بابا نے اسے دیکھا اور پھر ہنس دیے۔ اپنے ہاتھ اسکے لیے واکیے تو وہ بھاگ کر ان میں سمت گیا۔ وہ ان سے بات نہیں کرتا تھا۔ وہ بس ان کی نرم گرم سی آغوش کا دیوانہ ہوتا جا رہا تھا۔ ماں کی محبت کا خلاء وہ باپ کی محبت سے بھرنے کی کوشش میں ہلاکا ہوتا جا رہا تھا۔

visit for more novels:

پھر ہر رات ایسا ہی ہونے لگا۔ اسے لگا وہ اب بابا کے بغیر کبھی نہیں سو سکے گا۔ ناشتے پر وہ اسے کہانیاں سناتے، محبت سے کھلا رہے ہوتے تھے اور وہ کسی بھی بات کا جواب دیے بغیر کھا رہا ہوتا تھا۔ اسکی زندگی جیسے بابا کے گرد گھونمنے لگی تھی۔ بابا ایک دائرہ تھے جس میں وہ چکر کا ثنا جا رہا تھا۔ ایک رات بابا لاونج ہی میں تھک ہار کر سو گئے تو وہ بھاگ کر اپنے کمرے میں گیا۔ بیڈ پر رکھی چادر اٹھائی اور پھر اسے لکڑی کے فرش پر گھسیتا ہوا لاونج تک لا یا۔ اب وہ ان پر چادر ڈال رہا تھا۔ پھر وہ ان کے سامنے اکڑوں بیٹھا انہیں چپ چاپ دیکھتا رہا۔ اسے اسی پل احساس ہوا تھا

کہ وہ بابا سے دیوانگی کی حد تک محبت کیا کرتا تھا۔ وہ ان کی آغوش، ان کی محبت، ان کی نرمی کا دیوانہ ہوتا جا رہا تھا۔

اسے زندگی سے جیسے مزید کچھ درکار نہیں تھا۔

سلطانہ کی واپسی طول اختیار کرتی گئی۔ وہ اسے ہفتے میں دو بار فون کر لیتی۔ وہ چپ چاپ اسکی رو داد سنتا اور فون رکھ دیتا۔ اس ساری رات وہ بابا کی آغوش میں سسلکتا رہتا تھا۔ وہ سلطانہ کی محبت کے لیے ترپتا تھا۔ بابا اسے سمجھتے تھے اسی لیے بال سہلا کر اسے سلانے کی کوشش کرتے رہتے۔ اور وہ واقعتاً سو جاتا۔

لیکن پھر اسکی زندگی میں ایک بونچمال سا وارد ہوا۔

اور اس نے بابا کو کھو دیا۔

یاسر عالم نے۔۔ اپنے باپ کو۔۔ ایک رات۔۔ ایک خوفناک حادثے میں کھو دیا تھا۔!

اسکی کار جانے سڑک کے کونسے اطراف میں کھڑی تھی۔ اسکی ساکت پلکیں درد کرنے لگیں۔۔ اس نے پلکیں جھپکائیں۔۔ منظر دھندا ہوتا گیا۔

ہسپتال کے اس ٹھنڈے فرش کی اذیت اسے آج تک اپنے پیروں میں محسوس ہوتی تھی۔ اس نے سلطانہ کو فون کیا۔۔ اسے بتایا کہ بابا بہت بیمار ہیں۔۔ اسے بتایا کہ وہ اکیلا ہے۔۔ وہ اکیلا اس سرد دُنیا میں برف بنتا جا رہا ہے۔۔ لیکن وہ اسکی پکار پر راضی نہ ہوئی۔۔

"اب تمہارا باپ کونسے ڈرامے کر رہا ہے، یاسر۔! میں یوں اچانک نہیں آسکتی بیٹا۔" اسے لگا کسی نے اسکے وجود کو چھلنی کر دیا ہو۔ ڈرامہ۔! اسکی ماں کو بابا کا خوفناک حادثہ ڈرامہ لگ رہا تھا۔؟ اس نے فون رکھ دیا۔ اسے مزید کوئی بات نہیں کرنی تھی۔ وہ بابا کے پاس چلا آیا۔ وہ گھری بیہوشی کی زد میں تھے۔ آپریٹر مشین کی بپ بپ آواز جیسے اسکی سماعت پر کسی بھاری ہتھوڑے کی مانند برس رہی تھی۔ اس نے بابا کا ہاتھ چھوا۔ وہ تنخ تھا۔ اس ہاتھ کی ٹھنڈک جیسے اسکے وجود کے اندر تک پھیل گئی تھی۔

"بابا۔" اس نے پکارا۔

جواب ندارد۔ وہ جو کبھی انہیں مخاطب نہیں کیا کرتا تھا اب پاگلوں کی طرح انہیں پکار رہا تھا۔ وہ جواب دینے سے قاصر رہے۔

اسکے قدموں سے جان سلب ہوتی جا رہی تھی۔ یک ایک ڈاکٹرز کی ٹیم اندر داخل ہوئی۔ بابا کی سانسیں اکھڑ رہی تھیں۔ انہیں شاکس دیے گئے۔ وہ پتھرائی آنکھوں سے ان کے وجود کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے دیکھا کہ کوئی ڈاکٹر اسکی جانب بڑھ رہا ہے۔ اب اسکے سامنے پنجوں کے بل بیٹھ رہا تھا۔

اسے لگا وہ کچھ ایسا سننے والا ہے جس کے بعد وہ کچھ بھی سننے کے قابل نہیں رہے گا۔

"بیٹا۔ آپ کے بابا از نو مور۔!" بابا از نو مور۔ اسے انگریزی آتی تھی۔ اور اس جملے کو سن کر جو اذیت اسکا احاطہ کرنے لگی تھی، اسکا بیان ہر حد سے باہر تھا۔ وہ بابا کے ساتھ ایمبو لینس میں اپنے گھر کی جانب بڑھ رہا تھا۔ اسے یاد تھا کہ دادا کو انتقال کی خبر دے دی گئی تھی۔ وہ وہاں سے

نکل گئے تھے۔ دادا نے زمینوں پر کام کرتے ٹھیکیداروں سے بابا کی میت سننچالنے کو کہا۔ کچھ انجان لوگ اس کے گھر میں پہلے سے موجود تھے۔ وہ اب اسے خود سے لگائے تسلی دے رہے تھے۔ لیکن وہ ہسپتال میں ہی کہیں بابا کے ساتھ ختم ہو گیا تھا۔ وہ ان کے ساتھ ہی کہیں کھو گیا تھا۔

اور اس رات۔ وہ بابا کے بستر پر دراز۔ زور زور سے رویا تھا۔ اس نے بستر کے ہر حصے کو سو نگ کر بابا کی خوشبو اپنے اندر اتار لینی چاہی۔ اسے لگا اب وہ کبھی چین سے نہیں سو سکے گا۔ کبھی بھی نہیں۔

سلطانہ واپس آگئی۔ اسکی آنکھیں اس قدر پتھرا گئی تھیں کہ مردہ محسوس ہونے لگیں۔ دادا اور دادی بھی آگئے تھے۔ بس بابا ہی نہیں آسکے تھے۔

اس نے ہر ایک سے چہرہ پھیر لیا۔ اسے ہر ایک وجود سے نفرت ہو رہی تھی۔ جنازہ پڑھ لیا گیا۔ دادا اور دادی مزید بوڑھے ہو گئے۔ مال اپنے کام پر دوبارہ لگ گئیں۔ وہ ان سے کوئی بات نہیں کرتا تھا۔ وہ اسکی توجہ کے لیے ترپتی رہتی تب بھی وہ اس پر ایک نگاہ تک ڈالنا گوارہ نہیں کیا کرتا تھا۔ اسکے لیے وہ مرچکی تھی۔

وہ بڑا ہوتا گیا۔ تلخ ہوتا گیا۔ ظالم حد تک صاف گو اور حقیقت پسند ہوتا گیا۔ اسکوں پار ہوا اور وہ کالج میں آگیا۔ پڑھائی کی جانب اسکا رجحان خاصہ گھرا تھا۔ انہی دنوں اسے ارمان ملا۔ باقی لوگ اسکی ماں کے پیشے کے باعث اسے مکروہ گردانتے تھے لیکن ارمان کو ان فضولیات سے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ وہ اس سے بالکل الٹ تھا۔ باتوں، تلخ تو بالکل نہیں۔ دل کھول کر ہنسنے والا اور

خوش رہنے والا۔ اسے پہلے پہل تو اسکے وجود سے کوفت ہوتی لیکن پھر وہ اسکا عادی ہوتا گیا۔ وہ اسکی باتوں کا عادی ہوتا جا رہا تھا۔

اس نے ماں سے ملنا بالکل چھوڑ دیا تھا۔ وہ اب شہر میں اپنے وسیع و عریں بنگلے میں رہا کرتی تھی۔ ایک رات وہ شُوٹ سے واپس لوٹی تو وہ اسکے گھر میں موجود تھا۔ اسکی ماں اس رات نشے میں دُھت تھی۔ اور اسے گھر لانے والا فرد اسکے نشے میں ہونے پر فائدہ اٹھانے والا تھا۔ لیکن ایسا ممکن نہیں ہوسکا۔ وہ جو دادا کے اصرار پر سلطانہ سے ملنے آیا تھا۔ اب اس مرد کو مار رہا تھا۔

اس نے اس ایک آدمی پر گھر کی ساری چیزیں جیسے الٹ دی تھیں۔

وہ اپنی ماں سے نفرت کرتا تھا۔ بہت زیادہ۔ لیکن وہ کسی جانور کے حوالے اسے نہیں کر سکتا تھا۔ اگلی صبح معاملہ کھلا تو معلوم ہوا کہ اسکی ماں کو بغیر مطلع کیے نشہ آور مشروبات پلانے کئے تھے۔ تاکہ اسکے تانبک حال پر اک داغ ملا جاسکے۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

اس کے دل میں اس رات کے بعد جیسے اک پھانس سی گھب گئی تھی۔ وہ اپنی ماں سے جتنی بھی نفرت کر لیتا لیکن وہ اسے ہر خطرے سے بچا لینا چاہتا تھا۔

ارمان اور اس نے بار کا ایگزام ایک ساتھ کلیسر کیا۔ لیکن پھر وہ جاسوس نہیں بن سکا۔ وہ ڈیکٹیو نہیں بننا چاہتا تھا۔ وہ ماں ہی کے توسط سے ایک ایجنسی چلا آیا تھا اور پھر یہیں اسے حنفیہ ملے تھے۔ جو اسکی آنے والی زندگی میں ایک بہت بڑے مددگار ثابت ہوئے تھے۔ اس نے ایجنسی سے ٹریننگ حاصل کی اور بادی گارڈ بن گیا۔ محض اس لیے کہ مزید کوئی ایکٹریس کسی نشے میں دُھت

و حشی کا نشانہ نہ بن جائے۔ صرف اس لیے کہ وہ ایک ایسا محافظ ثابت ہو سکے جس پر بابا کو فخر ہو۔ اور صرف اس لیے۔۔

اس نے اسی پل اینیشن میں چابی گھمائی اور گاڑی آگے بڑھادی۔۔

تاکہ وہ قیامت کے دن ان سے کہہ سکے کہ انہتائی نفرت کے باوجود بھی وہ اپنے مرد ہونے کی ذمہ داریوں سے کبھی پچھے نہیں ہٹا تھا۔ کیونکہ وہ بابا کا بیٹا تھا۔ ان کا سب سے پیارا بیٹا۔۔

ایک ہفتہ بالکل خاموشی سے گزر گیا تھا۔ سیلینہ اپنے فلوٹ شوت میں مصروف رہی تھی۔ حال ہی میں اسے ایک فیشن پریڈ کی ماڈلگ کی بھی آفر آئی تھی۔ پسیے اچھے تھے اور وقت کا اتنا ضیاع بھی نہیں ہوا تھا تو اس نے ہامی بھرنے ہی میں عافیت جانی۔

ساحر جب سے اسے گارڈ کرنے لگا تھا تب سے کوئی مسئلہ پیش نہیں آیا تھا۔ وہ بغیر کسی خوف کے زینوں اور لفٹ سے سفر کر لیا کرتی تھی۔ ہال البتہ ایک ہفتے سے اس نے یاسر کو نہیں دیکھا تھا۔۔ وہ ایجنسی میں بھی اسے نہیں دیکھا تھا۔۔ شاید اسکی مصروفیت بڑھ گئی تھی۔۔

اگلے دن وہ فیشن شو کی تیاری کے لیے عین وقت پر آپنی۔ وہاں پر موجود میک اپ آرٹسٹس نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اپنے لیے بچھلا پروٹوکول دیکھ کر اس کی آنکھیں جانے کیوں بھر آئی تھیں۔ شاید اسکی زندگی واقعتاً نارمل ہو گئی تھی۔۔

میک اپ مکمل ہوا تو اس نے لمحے بھر کو آئینے میں دیکھا اور دم بخود رہ گی۔ کیا وہ بھی اتنی ماورائی لگ سکتی تھی؟ روشنیوں میں اسکا وجود کچھ اور جگہ رہا تھا۔ میک اور روم کے اندر اسی پل کسی جانی پہچانی سی ہیلز کی طک طک سنائی دی تو اس نے یونہی چہرہ اٹھا کر دیکھا۔۔۔ وہ چہرہ نہیں جھکا سکی۔۔۔ اسے لگا وہ سانس بھی نہیں لے سکے گی۔۔۔

اسی پل روم کے باہر کھڑے ساحر کو اپنی گردن میں ایک باریک سی سوئی کھبتو ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ وہ اسی پل پلٹا اور اسی تیزی سے ماریہ کے گارڈز کو پرے دھکیلا۔ وہ اب ان سے لڑ رہا تھا۔۔۔ اسکے جسم کی رفتار سست پڑتی جا رہی تھی۔۔۔ شاید وہ انحیکش کیا گیا مواد تھا جس کے باعث لمحہ بھر کو اس کے لیے دنیا ڈھنڈلاتی جا رہی تھی۔۔۔ وہ گردن میں بڑھتی تکلیف کے باعث ایک ہاتھ گردن پر رکھتا ایک گھٹنے کے بل جھکا تھا۔۔۔ اسے سانس لینے میں ڈشواری ہو رہی تھی۔۔۔ اس نے دانت جما کر خود کو بیہوش ہو جانے سے روکے رکھا۔۔۔ گارڈز اب اسکے چاروں اطراف تھے۔۔۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"میرے اعصاب بہت مضبوط ہیں۔۔۔ تم لوگ مجھے محض ایک انحیکشن سے قابو نہیں کر سکتے۔۔۔" وہ اسی پل تیزی سے اٹھا اور ان میں سے ایک کو اٹھا کر دور پھینکا۔۔۔

روم میں اسکے عین پیچھے ماریہ ایستادہ تھی۔۔۔ اسکا عکس آئینے میں نظر آرہا تھا۔ سیلینہ کو کچھ غلط ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔ وہ اگلے ہی پل اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔۔۔

"تم۔۔۔ تم یہاں کیا کر رہی ہو۔۔۔؟" اسکی بے یقین سی آواز ابھری تھی۔۔۔ وہ ہلاکا سا مسکرائی۔۔۔ پھر ساتھ رکھی آرام دہ گرسی پر پرسکون سے انداز میں بیٹھ گئی۔۔۔ اگلے ہی پل دو انگلیوں کے اشارے

سے اس نے کسی کو اندر آنے کا اشارہ کیا تھا۔ دروازے سے ایک کم عمر جوان اندر داخل ہوا۔۔۔
اسکے ہاتھ میں ایک گھلا ہوا لیپ ٹاپ بھی موجود تھا۔۔۔ اس نے لیپ ٹاپ لا کر سامنے موجود ٹیبل
پر رکھا اور پھر موڈب سا پچھے ہو گیا۔۔۔

ماریہ نے آگے بڑھ کر ایک انگلی سے ویدیو پلے کی۔۔۔ سیلینہ کے لیے اسکرین واضح نہیں تھی۔۔۔
لیکن یہ آوازیں۔۔۔ وہ ان آوازوں کو پہچانتی تھی۔۔۔ اس نے برف ہوتے وجود کے ساتھ آگے بڑھ
کر لیپ ٹاپ کی اسکرین پر نگاہ ڈالی اور پھر بے ساختہ ہی خوفزدہ ہو کر اپنے لبوں پر ہاتھ رکھے۔۔۔

یہ اسکینڈل کی ویدیو۔۔۔ یہ ویدیو جس نے اسکی زندگی تباہ کر دی تھی۔۔۔ یہ ایک ویدیو جس نے اسے
کامیابی کے تابناک آسمان سے زمین پر لا پھینکا تھا۔۔۔ یہ ویدیو اب تک اپنا وجود رکھتی تھی۔ اسے لگا
وہ سانس نہیں لے رہی ہے۔۔۔ اسے لگا وہ کبھی سانس نہیں لے سکے گی۔۔۔ اسے سانس لینے میں
شدید ڈشواری ہو رہی تھی۔۔۔ وہ اگر اب گری تو دوبارہ اٹھ نہیں پائے گی۔۔۔ وہ اگر اب کسی اسکینڈل
کا شکار ہوئی تو کبھی اپنے کیریئر کو استوار نہیں کر پائے گی۔۔۔ اور محض اس ایک خیال نے اسکی
حیات سے زندگی کا آخری قطرہ تک سینچ لیا تھا۔۔۔

"کیا کہا تھا میں نے تمہیں۔۔۔ میں تمہیں تباہ کر دوں گی۔۔۔" ماریہ کی آواز پر اسے لگا کسی نے اسے ڈس
لیا ہے۔۔۔ اسے اسکی سفاکی پر لمحہ بھر کو یقین نہیں آیا تھا۔۔۔ وہ باہر اب تک گارڈز سے لٹر رہا تھا۔۔۔
لیکن اسکی طاقت جیسے لمحہ بہ لمحہ ریت کی مانند گرتی جا رہی تھی۔۔۔ یہ تو اسکے طاقتوں بازوؤں کی طاقت
تھی کہ وہ اب تک ان سے لٹرنے کی ہمت مجتمع رکھ پایا تھا۔۔۔ کوئی عام بندہ تو کب کا ہوش کھو کر
گرنے کے قریب ہو سکتا تھا۔۔۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ دھاڑ سے کھولا۔۔۔

"تم۔۔۔ تم ایسا نہیں کرو گی۔۔۔ اسکی کپکپاتی آواز ابھری تھی۔۔۔

"ایک لکل کی دُوری، سیلینہ مظہر۔۔۔ بس ایک لکل کی دُوری اور تم تباہ ہو جاؤ گی۔۔۔ اسکے برف سے لج پر

اسکی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ سیلینہ کے چہرے کو دیکھ کر ساحر کو کسی انہونی کا احساس ہوا تھا۔ وہ آگے بڑھنے لگا کہ اسے ماریہ کے ساتھ آئے گارڈن نے ایک جھٹکے میں قابو کیا۔ وہ گھٹنوں کے بل گر سا گیا تھا۔ سیلینہ نے آنکھیں پھیلا کر اسکی جانب دیکھا تھا۔ اسے ساحر کی غیر ہوتی حالت دیکھ کر جیسے اپنے سر پر سب کچھ گھومتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔

"ہاں میں ایسا نہیں کروں گی اگر تم میری ایک بات مانو گی تو۔۔۔ اس نے سودے بازی کرتے ہوئے کہا تو اس نے اسے زخمی آنکھوں سے دیکھا۔

"کیا کرنا ہو گا مجھے۔۔۔؟" بے جان سی آواز پر ماریہ کو کمینی سی خوشی کا احساس ہوا تھا۔ اس نے اگلے ہی پل دو انگلیوں سے ساتھ کھڑی لڑکی کو اشارہ کیا تو وہ اشارہ سمجھ کر روم کے اندر ونی حصے کی جانب بڑھ گئی۔۔۔ جب وہ واپس آئی تو اسکے ہاتھ میں اک لباس تھا۔۔۔ ماریہ نے سلک کے اس لباس کو ہاتھ میں لے کر اسکی جانب اُپھالا تھا۔۔۔

"تم آج یہ پہن رہی ہو۔۔۔" لباس اس سے ٹکرا کر قدموں میں جا گرا تھا۔۔۔ وہ جھگی۔۔۔ پھر اسے اٹھایا۔۔۔ اس لباس کی ساخت بہت بے حیا تھی۔۔۔ وہ بغیر دوپٹے والے بہت فیشن ایبل کپڑے پہنتی تھی لیکن وہ ایسے کپڑے نہیں پہنتی تھی۔۔۔ یہ ایسا لباس تھا جو بے حیائی کے بھی کسی گھرے ڈمرے میں آیا کرتا تھا۔۔۔

اس نے اگلے ہی پل زخمی آنکھوں سے ماری یہ کا چہرہ دیکھا تھا۔

"تم جانتی ہو کہ میں ایسے کپڑے نہیں پہنتی۔۔۔"

"میں جانتی ہوں۔۔۔ اسی لیے تو تمہیں اس لباس میں وہاں بیٹھے ہزاروں مردوں کے سامنے پیش کرنا چاہتی ہوں۔۔۔ تم پر یہ ثابت کرنا چاہتی ہوں کہ تمہاری کوئی اہمیت نہیں ہے۔۔۔ تم میرے سامنے ریت کے ایک ننھے ذرے جتنی اہمیت بھی نہیں رکھتی ہو۔۔۔" وہ بولی تو لمحے میں جلن سی بھڑکنے لگی۔۔۔ سیلینہ نے نفی میں سر ہلا�ا تھا۔

"میں یہ نہیں پہن سکتی۔۔۔ میں۔۔۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ تو پھر اس ویڈیو کے سر بازار ہو جانے پر تم سب کو کیا جواب دوگی۔۔۔ اس کے لیے خود کو تیار کر لینا۔۔۔" وہ اگلے ہی پل تیزی سے پلٹی تھی۔۔۔ سیلینہ نے چیخ کر اسے اپنی جانب متوجہ کیا تھا۔ ساحر بند ہوتی آنکھوں سے اسکا خوفزدہ چہرہ دیکھ رہا تھا۔ اس نے بس ایک پل کو زمین پر گرتے ساحر کو دیکھا تھا۔ اور پھر انہی بے جان قدموں سے ڈریسنگ روم کی جانب بڑھ گئی۔۔۔ گارڈز اب ساحر کو باہر گھسیٹ کر ایک جانب بنے کاٹھ کباڑ کے کمرے میں پھینک آئے تھے۔۔۔ وہ بے بسی سے گردان جھکائے اٹھنے سے قاصر تھا۔ لیکن اسکے اعصاب اب تک جاگ رہے تھے۔۔۔ بمشکل کان میں لگے بلیو ٹوٹھ کا بٹن دبا کر اس نے کسی سے رابطہ جوڑنے کی کوشش کی تھی۔۔۔

سیلینہ نے لباس زیب تن کر لیا تھا۔۔۔ اسے لگا وہ خود کو کبھی آئینے میں نہیں دیکھ پائے گی۔ اسکی آنکھیں بُری طرح جلنے لگی تھیں۔ اسے لگا وہ مزید کھڑی نہیں رہ پائے گی۔۔۔ اسکے سامنے اپنی زندگی کا ہر پھر ڈھنڈلاتا جا رہا تھا۔۔۔

"وہ انہیں۔۔۔ نا۔۔۔ نازیبا لباس۔۔۔ پہننے پر۔۔۔ مجبور۔۔۔ کر رہے ہیں۔۔۔" بس ایک جملہ مکمل کیا تھا اس نے۔۔۔ وہ بھی بہت مشکل سے۔۔۔ اپنے اندر موجود پوری طاقت لگا کر۔۔۔ جانے کس سے رابطہ جڑا تھا اس کا۔۔۔ مزید اسے اپنے آس پاس کی کوئی آواز محسوس نہیں ہو رہی تھی۔۔۔ شاید وہ بیہوش ہو گیا تھا۔۔۔

سیلینہ نے اپنے آپ کو دیکھا۔۔۔ وہ اپنے دودھیا وجود سے آنکھیں نہیں ہٹا سکی۔۔۔ لباس کی فال ایسی تھی کہ اسکے رو نگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔۔۔ اسکی پوری کمر برہنہ تھی۔۔۔ بال کھل کر ایک کندھے پر گر رہے تھے۔۔۔ آگے سے اسکا نسوانی حصہ واضح تھا۔۔۔ کندھے بھی برہنہ تھے۔۔۔ باقی لباس پیروں تک گرتا تھا۔۔۔ اسے لگا وہ کبھی اپنی جگہ سے ہل نہیں سکے گی۔۔۔

"خدا کے لیے۔۔۔"

اس نے ماریہ کی جانب دیکھ کر بس تین الفاظ کہے تھے۔۔۔ وہ اسے مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔۔۔ اس نے
visit for more novels:
www.urduncihank.com

اس نے بے جان قدم موڑ لیے۔۔۔ ماڈلز کی قطاروں کے بالکل آخر میں اسے ریمپ پر اس لباس کے ساتھ واک کرنی تھی۔۔۔ اسکا سانس جیسے ہر لمحے خشک ہوتا جا رہا تھا۔۔۔ زمین اسکے وجود پر تنگ ہو گئی تھی۔۔۔

اگلے ہی پل اسکا نام کال کیا جانے لگا۔۔۔ وہ آگے بڑھ آئی۔۔۔ آج سیلینہ مظہر۔۔۔ اپنی ہی نظروں میں گرنے جا رہی تھی۔۔۔ اس نے کئی انچ لمبی ہیل کے ساتھ قدم آگے رکھا۔۔۔ ماریہ گارڈز کی فوج کے ساتھ کھڑی اس منظر سے بھر پور طریقے کے ساتھ لطف اندوڑ ہو رہی تھی۔۔۔ ماڈلز اب اسکی واک

پر اسکے لیے تالیاں بجارتی تھی۔ سیلینہ کے آنسو تیزی سے گرنے لگے۔ اسکا چہرہ موت کی حد تک سفید ہو چکا تھا۔ اسے لگا وہ گرنے والی ہے۔

"اس لڑکی کی طرف داری کرتے تھے تم عمر۔؟ اب ذرا اسکے لباس پر نظر ثانی کرو۔۔۔!" مراد کی استھناء سی آواز ابھری تھی۔ عمر بھی اتنا ہی ساکت چہرہ لیے سیلینہ کو ریمپ پر واک کرتے ہوئے تک رہا تھا۔

تیز روشنیوں میں اسکے آنسو کسی کو نظر نہیں آرہے تھے۔ بس اسکا چمکتا وجود نظرؤں کی زینت تھا۔ وہ سامنے جا کھڑی ہوئی۔ چہرہ اٹھا کر اندھیرے میں براجمان افراد کو دیکھا۔

اسی پل کوئی ماریہ اور گارڈز کی قطار میں سے بغیر کسی دقت کے آگے بڑھا تھا۔ لوگوں کی گرد نیں یکبارگی اس آنے والے شخص کی جانب گھومی تھیں۔

ماریہ کی مسکراہٹ اگلے ہی پل غائب ہوئی۔ گارڈز چونکہ سامنے کی جانب متوجہ تھے اسی لیے وہ اس شخص کو آتے ہوئے نہیں دیکھ سکے تھے۔ وہ بھاری چاپ لیے آگے بڑھ رہا تھا۔ اسکا چہرہ سپاٹ تھا۔ خوفناک حد تک بے تاثر۔ اسکی بھاری چاپ جیسے پورے ہال میں گونج رہی تھی۔

لوگ اب سیلینہ کے بجائے اس شخص کو تک رہے تھے۔ سیلینہ نے کچھ محسوس کر کے آہستہ سے چہرہ پھیرا تھا۔ وہ جیسے پتھر بن گئی۔ مرمی آنکھوں والا گارڈ اب چلتے ہوئے اسی تیزی سے اپنا سیاہ کوٹ اتار رہا تھا۔ وہ ہر لمحہ اسکے قریب ہوتا جا رہا تھا۔ وہ بھیگی آنکھیں لیے اسے تک رہی تھی۔ پھر وہ واقعگا اس تک آر کا۔ ہال میں ہر جانب خاموشی چھا گئی تھی۔ مراد اور عمر بھی اسی سُن انداز سے ٹی وی دیکھ رہے تھے۔

اگلے ہی پل اس نے کوٹ گھما کر سیلینہ کے کندھوں پر ڈالا۔ اسکی آنکھیں سُرمیٰ آنکھوں سے
ٹکرائیں۔ آنسو ٹھہر گئے تھے۔ بس ان میں ایک بھیگا سا تاثر تھا۔

یاسر نے ایک۔ بس ایک نگاہ اس ہال پر ڈالی تھی۔ پھر اس نے وہ کیا جو آج تک کوئی بھی
کرنے کی جسارت نہیں کر پایا تھا۔ اس نے سیلینہ کو کلائی سے تھاما اور اپنے ساتھ لیے پلٹا۔
ہزاروں لوگوں کے سامنے وہ اسکی کلائی تھامے اب واپس جارہا تھا۔ اور وہ اسکے ساتھ کچھی چلی
جارہی تھی۔ اسے آج تک کسی نے ایسے بے عزتی سے نہیں بچایا تھا۔ اسکی زندگی میں آنے والا ہر
مرد بزدل تھا۔ اور ایک وہ تھا۔ جو ہر ایک پر لعنت بھیجے اسے اپنے ساتھ لیے آگے بڑھ رہا
تھا۔ ہاں یہ وہی کر سکتا تھا۔

"کیا تم نے کبھی محبت ہوتے دیکھی ہے۔؟" سیلینہ کے دل نے اس سے سرگوشی کی تھی۔ وہ
اب تک اسے اپنے ساتھ لیے آگے بڑھ رہا تھا۔ اور اسکا چہرہ ایسا تھا کہ کوئی اسے روکتا تو اسکی ماں
visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

اور جو تم دیکھو کبھی محبت ہوتے۔

تو جان لینا۔

کہ دل جان لیتا ہے۔

ہر اس سیاہ پھر کو۔

جو وارد ہوتا ہے۔ دل کی سیاہی پر۔

پھر اسکی سیاہی زائل ہونے لگتی ہے۔۔

اک سنہرے پھر سے۔۔

جو لائے تمہارے لیے۔۔

سیاہی میں اک سنہرا پھر۔۔

تو تھام لینا اسے۔۔

اے نادان دل۔۔!

اسے اپنے ساتھ لیے وہ آگے ہی آگے بڑھتا جا رہا تھا۔

اور وہ اسکے ساتھ کچھی چلی جا رہی تھی۔ کیا کوئی طریقہ تھا اس لڑکے کو روکنے کا؟ اگر کوئی طریقہ تھا تو سیلینہ اس طریقے سے واقف کیوں نہیں تھی؟ جانے وہ اسکے ساتھ بنا کسی دقت کے کچھی کیوں جا رہی تھی؟ اس نے اس سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش نہیں کی۔ نہ ہی اسے روکا۔۔ نہ ہی اس سے یہ کہا کہ وہ اسے اپنے ساتھ لیے کہاں جا رہا ہے؟ کیا اسکے پاس یہ پوچھنے کا وقت موجود تھا؟ کیونکہ یاسر کا ہاتھ اسکے ہاتھ کو بہت مضبوطی سے جکڑے ہوئے تھا۔ کچھ دیر قبل والے ڈریسینگ روم میں وہ اسے ایک بار پھر لے آیا تھا۔

اس نے اسکا ہاتھ چھوڑ دیا۔ آگے بڑھ کر لیپ ٹاپ اٹھایا اور اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھ پاتا۔۔ لیپ ٹاپ زمین بوس ہو چکا تھا۔ پر زے دور تک اڑتے ہوئے گئے تھے۔ اس نے سہم کر یاسر کی

جانب دیکھا لیکن وہ اسکی طرف متوجہ نہیں تھا۔ ماریہ حسن نے لیپ ٹاپ زمین پر دیکھا تو گویا یاسر کی حرکت پر اسے یقین نہیں آیا۔ اس نے پلٹ کر لڑکی کی جانب اشارہ کیا تو وہ پلٹ کر سیلینہ کو لیے تیزی سے اندر جاچکی تھی۔ اس نے پلٹ کر ایک نظر ماریہ پر ڈالی اور پھر اسکے قریب چلا آیا۔ بالکل خاموش قدم لیے۔ لمحے بھر کو ٹھہر کر اسکا سفید چہرہ دیکھا۔

"آئندہ اگر میں نے تمہیں سیلینہ کے آس پاس ایسی گھٹیا حرکت کرتے دیکھا۔ تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔ تم اور وہ ساتھ جو بھی کرو۔ لیکن یہ لباس والا مراقب آئندہ برداشت نہیں ہو گا۔" یاد رکھنا۔" اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس نے اس قدر ٹھنڈک لیے کہا تھا کہ وہ چپ چاپ اسکا چہرہ دیکھتی رہی۔ اس کے پچھے کھڑے گارڈ نے آگے بڑھ کر یاسر کی جانب بڑھنا چاہا لیکن ایسا ممکن نہیں ہو سکا۔ وہ اسے آنکھیں اٹھا کر تمہیہ کر چکا تھا۔ اور اس سے وہ اتنا غصے میں تھا کہ کسی کی بھی ہڈیاں توڑنے سے نہ چُکتا۔ ماریہ نے اپنے تمام گارڈز کو ہاتھ سے پچھے ہٹنے کا اشارہ کر دیا تھا۔ اسی پل سیلینہ باہر نکل آئی۔ اپنے پچھلے لباس میں ملبوس۔ یاسر نے اگے ہی پل اسے ہاتھ سے تھاما اور اپنے ساتھ لیے باہر چلا آیا۔ پچھے فیشن شو میں گویا سنٹا چھا گیا تھا۔ ایک گھر اور خوفناک سنٹا۔

اس نے گاڑی کا دروازہ دھکیلا اور اسے اندر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ چپ چاپ بیٹھ گئی۔ اس سے فی الحال کوئی بھی بات کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ وہ دوبارہ اندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ جب وہ واپس آیا تو اسکے ساتھ کندھے سے لگا ساحر موجود تھا۔ وہ شاید بکشکل اپنے حواس میں واپس آیا تھا۔ یاسر کے کندھے سے لگے اسکی حالت سیلینہ کو خاصی غیر ہوتی محسوس ہوئی تھی۔ اس نے جلدی سے

آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ یاسر نے جھک کر اسے پچھلی نشست پر اندر بٹھایا تھا۔ سیلینہ کو اسکی حالت بہت عجیب لگ رہی تھی۔ اس نے اگلے ہی پل سوالیہ نظرؤں سے ڈرائیو کرتے یاسر کی جانب دیکھا تھا۔

"اسے کیا ہوا ہے؟ اسکی حالت اتنی غیر کیوں لگ رہی ہے؟"

"انہوں نے اسے ایک طاقتوں سا نشہ انجیکٹ کیا ہے۔"

"ہم ابھی کہاں جا رہے ہیں؟"

"ہا سپیل۔" اور پھر اس نے مزید کوئی سوال نہیں کیا۔ وہ ساحر کے لیے پریشان ہو گئی تھی۔ کتنا خیال رکھتا تھا وہ اسکا۔ کتنا کیئرنسگ اور پیارا سا انسان تھا وہ۔ مضبوط جسم کے ساتھ نرم گرم سادل رکھنے والا۔ بیڑہ غرق ہو اس ماریہ کا تو۔ دل میں اسے ہزاروں کو سنے دیتی وہ اب ساحر کے ٹھنڈے پڑتے ماتھے پر ہاتھ رکھے ہوئے تھی۔ ہا سپیل میں وہ اور یاسر دوڑتے ہوئے اسے لیے اندر کی جانب بڑھ رہے تھے۔ ڈاکٹرز نے ان دونوں کو باہر انتظار کرنے کے لیے کہا تو وہ دونوں ہی ٹھہر گئے۔ کچھ دیر قبل کا ہر واقعہ جیسے قسم سا گیا تھا۔ انہیں ابھی محض ساحر کی فکر تھی۔ کچھ پل بعد ڈاکٹرز ایمیر جنسی وارڈ سے باہر نکلے تو یاسر ان کی جانب بڑھا۔ سیلینہ البتہ اسکے پیچھے ہی ایستادہ تھی۔ فکر مندی سے ڈاکٹرز کا چہرہ بتکتی ہوئی۔

"آپ انہیں وقت پر لے آئے۔ اگر موادر گوں میں پھیل جاتا تو اسے قابو کرنا بے حد مشکل ہو سکتا تھا۔ ان کے اعصاب کافی مضبوط تھے اسی لیے موادر کا اثر اتنا گھرا نہیں ہوا۔ لیکن تین چار

دن کی کیسر کی انہیں ضرورت ہو گی۔۔۔" وہ آگے بڑھ گیا تو یاسر نے پلٹ کر ایک نگاہ سیلینہ پر ڈالی۔ اب وہ دونوں ہی وارڈ کے گول شیشے سے اندر جھانکتے بیہوش ساحر کو تک رہے تھے۔

"سب میری وجہ سے ہوا ہے نا۔۔۔" یاسر نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ پل بعد ایجنسی سے کئی گارڈز چلے آئے تو اوہ دونوں ہسپتال سے باہر نکل آئے۔ وہ دونوں ہی بہت خاموش تھے۔ ایسے جیسے کہنے کے لیے کوئی بات ہی نہ ہو۔ سیلینہ چپ چاپ کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی اور وہ ڈرائیو کر رہا تھا۔ اپارٹمنٹ آگیا تو وہ اسکے ساتھ ہی اتر آیا۔ پھر اسکے ساتھ ہی لفت سے اوپر آیا۔ ایسے جیسے یہ سب روز کا معمول ہو۔ دروازہ کھلا اور وہ اندر داخل ہونے لگی۔ پھر ٹھہر کر پلٹی اور اسکی جانب دیکھا۔ وہ بہت خاموش لگ رہا تھا۔۔۔ بہت سنجیدہ۔۔۔

"میں بہت ڈر گئی تھی۔ مجھے لگا میں مرنے جا رہی ہوں۔" وہ کچھ نہیں بولا۔ سیلینہ اب محتاط نگاہوں سے اسکا چہرہ تک رہی تھی۔ کیا وہ غصے میں تھا؟

visit for more novels:
"تم کچھ بول کیوں نہیں رہے ہو؟ میں نے وہ لباس جان کر نہیں پہننا تھا۔" اس نے جلدی سے وضاحت دی تھی۔

"تمہیں مجھے وضاحت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تم غصہ ہو کیا۔۔۔؟"

اس نے پیاری سی شہد رنگ آنکھیں اس پر جما کر پوچھا تھا۔ وہ گھر اس انس بھر کر رہ گیا۔

"نہیں۔ میں غصہ نہیں ہوں۔ اگر تم وہ ڈر میں خود پہننا چاہتی تو شاید میں کبھی درمیان میں نہیں آتا۔ ایون کوئی بھی گارڈ درمیان میں نہیں آتا۔ ہم سبجیکٹ اور اسکے کام کے درمیان صرف تب آتے ہیں جب ہمیں لگتا ہے کہ وہ کسی کام کو کرتے ہوئے غیر آرام دہ ہو رہا ہے یا پھر اسکے ساتھ زبردستی کی جارہی ہے۔ یہاں پر میرا غصہ ہونے کا کوئی جواز نہیں بنتا ہے۔ اگر تم پر کوئی گارڈ غصہ ہو بھی تو تم اسے ٹوک سکتی ہو۔ ہمیں حفاظت کرنی ہے۔ کسی کی ذاتی زندگی میں دخل اندازی نہیں کرنی۔" اسکا جواب سن کر اس نے گھر اسنس لیا تھا۔ یاسر عالم آج بھی اتنا ہی پروفیشنل تھا۔

"تحیینک یو۔ مجھے وہاں سے نکال لانے کے لیے۔" "وہ کہہ رہا تھا کہ وہ غصہ نہیں تھا۔ لیکن سیلینہ جانتی تھی کہ وہ غصے میں تھا۔ اس نے جس انداز سے ماریہ کا لیپ ٹاپ زمین پر دے مارا تھا۔ وہ اسکے طیش کی عکاسی کرنے کے لیے کافی تھا۔

"لیکن تم نے اسکا لیپ ٹاپ کیوں توڑا؟ کیا تم اس ویدیو کے متعلق جانتے تھے؟"

visit for more novels:

"ساحر نے بتایا تھا۔ شاید وہ دیکھ چکا تھا اس ویدیو کی جھلک۔" اسکا جواب سن کر وہ چند پل خاموش ہو گئی تھی۔

"اس نے کہا تھا کہ وہ ویدیو وائرل کر دے گی اگر میں نے وہ لباس نہیں پہنا تو۔ مجھے نہیں پتہ کہ وہ ویدیو اسکے پاس کہاں سے آئی لیکن وہ یقیناً اب بھی اسکے پاس ہی ہو گی۔ میں ڈر گئی تھی۔ مجھے لگا میں ایک بار پھر اتھا گھر آئیوں میں گرنے جا رہی ہوں۔" پچھلا خوف ایک بار پھر سے عود آیا تھا۔

"جس کے پاس بھی ہے ویدیو دیکھ لیں گے اسے۔"

"کیا مطلب دیکھ لیں گے؟ کیا وہ ویڈیو کسی طرح حذف کی جاسکتی ہے؟" اسکی آنکھوں میں امید کی اک کرن ابھری تھی۔ یاسر نے خفیف سا سرا ثابت میں ہلایا اور جو نہیں پہنچنے لگا تو کسی کی آواز پر ٹھہر گیا۔ پچھے سے سیلینہ گردن ذرا باہر نکال کر دیکھا۔ وہ اس آواز کو پہچانتی تھی۔ اسکے سامنے عمر کھڑا تھا۔ اگلے ہی پل وہ اسکے پاس چلا آیا۔ اسکی آنکھیں سیلینہ کو گیلی محسوس ہوئی تھیں۔ شاید وہ پورے راستے اپنے آنسو روکتا آیا تھا۔

"عمر۔۔!" اسے کسی اپنے کو سامنے دیکھ کر سکون سا محسوس ہوا تھا۔ ایک ہی فرد تھا جسے وہ اصل معنوں میں اپنا گھرانہ کہہ سکتی تھی۔

"آپ کیسی ہیں، سیلین؟ وہ سب ٹی وی پر کیا تھا؟" وہ واقعتاً اسے پریشان محسوس ہوا تھا۔ سیلینہ تو اسکی فکر دیکھ کر پگھل ہی گئی تھی۔ اسکا دل چاہ رہا تھا رونے لگ جائے۔

"لبی کہانی ہے۔۔ تم اندر چلو۔۔" لیکن یاسر اور عمر اب ایک دوسرے کی جانب دیکھ رہے تھے۔ عمر کی آنکھوں میں یاسر کے لیے واضح ناپسندیدگی تھی۔ دوسری جانب یاسر بے تاثر آنکھوں سے اسکا پرکشش سا چہرہ تک رہا تھا۔ وہ بلاشبہ ایک وجیہہ جوان تھا۔

"کیا وہ آپ ہی ہیں جنہوں نے سیلینہ کو ایسا لباس زیب تن کرنے کے لیے مجبور کیا تھا۔۔؟ کیا آپکی ایجنسی کو شرم نہیں آتی ایسی چھوٹی حرکتیں کرتے ہوئے۔۔؟ سونے پر سہاگہ۔۔ انہیں قربانی کا بکرا بنانے کے بعد انہوں نے بھیجا بھی اپنے ہی آدمی کو تھا بچانے کے لیے۔۔! سمجھتے کیا ہیں آپ لوگ اپنے آپ کو؟" اور اسکی بات سن کر سیلینہ بھک سے اڑی تھی۔۔ عمر کو غلط فہمی ہوئی تھی۔ وہ بھی شدید قسم کی۔۔ وہ جلدی سے آگے بڑھی کہ عمر کو مزید کچھ کہنے سے روک سکے لیکن

وہ اسے کہنی سے تھا مے اپنے ساتھ لگا چکا تھا۔ یاسر کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ اسے بلاوجہ کے سوالات کے جواب دینے کی عادت نہیں تھی۔ لیکن عمر کا اسکو کہنی سے تھام کر اپنی جانب کرنا جیسے اسکی نس پر جا لگا تھا۔ اس نے اگلے ہی پل سخت آنکھیں لیے اس عمر نامی مخلوق کی جانب دیکھا تھا۔ کچھ تھا جو اسے بہت برا لگتا تھا۔ لیکن اس برا لگنے کا جواز اسکے پاس موجود نہیں تھا۔

وہ اگلے ہی پل بنا جواب دیے بنا آگے بڑھا تو وہ دونوں ہی گردن پھیر کر اسے جاتا ہوا دیکھنے لگے۔ سیلینہ نے چہرہ پھیر کر ہاتھ چھڑاتے ہوئے اسکے بازو پر ہلکی سی چپت رسید کی تھی۔

"وہ مجھے وہاں سے بچا کر لایا تھا اسٹوپڈ۔!" اس نے بے چینی سے ایک بار پھر پلٹ کر دیکھا جہاں سے وہ بس ابھی ابھی ہی گیا تھا۔ عمر نے ناک سے مکھی اڑائی تھی۔

"سب پتہ ہے مجھے ایسے لوگوں کا۔ پہلے نقصان پہنچاتے ہیں پھر اسکی بھرپائی کرنے کے لیے سب سے آگے آجاتے ہیں۔ آپ تو اس انڈسٹری میں کام کرتی ہیں۔ ایٹ لیسٹ آپکو تو ایسے لوگوں کا پتہ ہونا چاہیے۔" وہ اس پر خفا ہو رہا تھا۔ اس نے گہر انسان لیا۔

"میں اس انڈسٹری کے لوگوں کو جانتی ہوں تبھی تو کہہ رہی ہوں۔ کہ وہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اس کے جیسا کوئی ہے ہی نہیں۔"

"آپ واجد حسن کے ٹائم بھی مجھ سے یہی بول رہی تھیں۔" عمر کو جیسے اسکی وضاحت میں دلچسپی نہیں تھی۔

"اس منحوس آدمی کا نام نہیں لو میرے سامنے۔ سب اسکی بیوی کا کیا دھرا ہے۔" عمر اسکی بات پر چونکا تو اس نے گھر اسنس لے کر اسکی یقین دہانی کے لیے سر ہلایا۔

"لبی کہانی ہے۔۔ آجاؤ اندر چلیں۔" اسی کے ساتھ ہی وہ دونوں اپارٹمنٹ کے اندر چلے آئے تھے۔



اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com

google.com/search?q=u

visit for more novels:

Google

urdud novel bank

All Images News Videos Books Sea

<https://www.urdunovelbank.com> > ...

Urdu Novel Bank

interesting and best famous urdu novels free Pdf Download on One click. all Categories new and old urdu novel stories..

[All Urdu Novels List](#)

Urdu Novel Bank website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں ---

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

وہ ساحر کے پاس واپس چلا آیا تھا۔ ایجنسی سے اسے حنیفہ کی کال بھی آرہی تھی۔ معاملہ سر بازار ہو گیا تھا اور وہ یقیناً اس سے وضاحت طلب کرنا چاہ رہے تھے۔ ساحر کو دیکھ کر وہ ایجنسی چلا آیا۔ اترتی شام میں ایجنسی کی گھما گھمی بڑھ گی تھی۔ وہ صبح سے ارمان کے ساتھ کیس کے سلسلے میں مصروف رہا تھا۔ جس سے ساحر کا رابطہ اس سے جڑا، وہ اس پہر ایجنسی سے چند ضروری فائلز لینے واپس جا رہا تھا۔ صد شکر کہ ساحر کا رابطہ اس سے جڑ گیا۔ اگر وہ کسی دور دراز کام میں مصروف

ہوتا تو شاید سیلینہ کے لیے کبھی نہیں جاسکتا تھا۔ اور یہ ایک نہ جانے کا خیال جانے کیوں اسکے دل میں خالی پن سا اتارتا جا رہا تھا۔

وہ نچلے فلور پر آیا تو بنا کسی سے کوئی بات کیے حنیفہ کے آفس کی جانب بڑھ گیا۔ گارڈز اسے سر اٹھا اٹھا کر دیکھ رہے تھے۔ یقیناً وہ بھی اسے ٹُوی پر دیکھ چکے تھے۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی فی الحال اس سے جواب طلب کرنے کی ہمت نہیں رکھتا تھا۔ اسکا موڈ آف تھا۔ اور وہ سب اس بات سے اچھی طرح واقف تھے۔

اس نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر چلا آیا۔ حنیفہ نے گلابی آنکھوں میں ڈھیروں فکر لیے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"کیسی ہے میری بیٹی؟" اس نے سرا اثبات میں ہلا�ا۔

"ٹھیک ہے۔"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"کس کا کام تھا یہ سب--؟"

"ماریہ حسن۔" حنیفہ کی پریشانی ہر لمحے جیسے بڑھتی جا رہی تھی۔ ماریہ اور اسکا بارسونخ باپ انہیں سیلینہ کی جانب سے فوفزدہ کر رہے تھے۔

"ابھی کہاں ہے وہ۔؟"

"اپنے گھر۔" حنیفہ نے اسکی جانب دیکھا۔ وہ پتھر چہرہ لیے سامنے دیکھ رہا تھا۔

"تم ٹھیک ہو۔؟"

"جی۔"

"ساحر کی وجہ سے پریشان ہو کیا۔؟"

"جی تھوڑا سا۔"

"اب سیلینہ کو گارڈ کون کرے گا۔؟ اسکی اگلے ہفتے دوبارہ ایک شوت ہے۔"

"آپکو جو گارڈ قابل بھروسہ لگے، اسے اسائیں کر دیں۔"

"تم سے زیادہ میرے لیے قابل بھروسہ فی الحال کوئی نہیں ہے۔ لیکن تم تو کیس کو دیکھ رہے ہو۔ ایک وقت میں کیا کیا کرو گے۔" وہ کہہ کر اگلے ہی لمحے اپنا خیال رد کر رہے تھے۔ پھر اسکی جانب دیکھا تو ہلاکا سا چونکے۔

"تم مجھے ٹھیک نہیں لگ رہے۔"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"میں ٹھیک ہوں۔"

"اتنے غصے میں کیوں لگ رہے ہو۔؟"

"کیونکہ میں غصے میں ہوں۔" اور یہاں حنیفہ نے گھرا سانس لیا تھا۔ اس سے مزید سوالات کرنا بیکار تھا۔ وہ جب بھی غصے میں ہوتا تو یونہی مختصر ترین جواب دیا کرتا۔ وہ اسے جانتے تھے۔ شاید وہ ساحر کو لے کر اپ سیٹ ہو گیا تھا۔ کچھ پل وہ اسے دیکھتے رہے اور پھر اسے جانے کا اشارہ کر دیا۔ اگلی کوئی بھی بات کیے بغیر وہ باہر چلا آیا تھا۔ گارڈ آپس میں نظریں چڑا کر اس کے ساتھ سے

گزر رہے تھے۔ اسی پھر کسی کی ہیلز کی ٹک ٹک ابھری تو سب نے چہرے اٹھا کر دیکھا۔ وہ جو لیا تھی۔ اور وہ یقیناً یاسر سے ملنے آئی تھی۔

"کہاں ہے وہ۔؟" اس نے ٹھہر کر زار سے پوچھا تو اس نے خفیف سی نگاہ کیپن پر ڈالی۔ یاسر آفس کے اندر ہی تھا۔

"وہ نہیں ہے لیکن ابھی وہ خاصے ڈسٹریکٹ کمپنی آجائیے گا۔" لیکن جو لیا نے اسے نہیں سن۔ ایک ہاتھ نزاکت سے جھٹک کر اندر کی جانب بڑھ گئی۔ ان سب نے ایک دوسرے کی جانب بے بسی سے دیکھا تھا۔ کچھ پل بعد ایک بلند سی آواز ابھری۔ سب نے اپنے سر مزید فائلز اور لیپ ٹاپس میں گھسا لیے تھے۔

"آپ ابھی میرے آفس سے جائیں۔ اور آئندہ بغیر اجازت یہاں قدم رکھنے کی کوتاہی مت کیجئے گا۔ سمجھیں آپ۔؟" نچلے فلور پر سناتا چھا گیا تھا۔ سپریم ہینڈ سم پارٹ بہت غصے میں تھا۔

"ایک دفعہ کی بات سمجھ نہیں آتی آپ۔؟ آئی۔ ناٹ۔ انٹر سٹریٹ ان یو۔ ایم آئی۔" ایک دھاڑا تھا۔ شیر نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا۔ زار نے بے بسی سے آفس کے کھلے کلیئر۔؟" وہ دھاڑا تھا۔ سب نے ایک ساتھ ہی بھاری دل کے ساتھ گہری سانس خارج کی تھی۔

"میں آپکے باپ کا ملازم نہیں ہوں۔ نکلیں میرے آفس سے ابھی۔" اور جو لیا اینڈر سن اپنی ہیکلیوں کو بمشکل قابو کرتی نکل، آفس سے نکل کر باہر کی جانب بھاگی تھی۔ حنفیہ اور سلمان اسکی دھاڑ سن چکے تھے۔ لیکن بغیر کسی بات کا نوٹس لیے، اپنے آفسس میں بر اجمان رہے۔ کچھ معاملات

تھے جہاں وہ بھی اسکے سامنے نہیں بول سکتے تھے۔ جولیا جاچکی تھی۔ نچلے فلور پر کام معمول کے مطابق جاری رہا۔ وہ سنجیدگی سے فالز کی جانچ پڑتاں کر رہا تھا۔ ارمان سے بھی وہ مسلسل رابطے میں تھا۔ وہ اپنی ٹیم کے ساتھ اس لمحے کرام میں پر موجود تھا۔ شرین رضا کا قتل ہوئے آج پانچواں دن تھا۔

"ٹھیک ہے تم مجھے ان کی تفصیلات بھیج دو۔ میں یہاں مزید ڈائیریکٹرز وغیرہ سے ان کے متعلق اہم معلومات لے لوں گا۔" وہ فون پر دوسری جانب ارمان سے بات کر رہا تھا۔

"اوکے۔۔ مزید کوئی اپڈیٹ ملی تو انفارم کرتا ہوں تمہیں۔" اس نے کہہ کر فون رکھ دیا تھا۔ نچلے فلور پر رات کے اس پھر بس اب چند ہی گارڈز رہ گئے تھے۔ یہ وہ تھے جن کی نایٹ شفٹس تھیں۔ ایجنسی میں بھی خاصی خاموشی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ بھی کام سمیٹ کر اپنے آفس سے اٹھ آیا تھا۔ زار اور شیر جاپکے تھے۔ اس نے فون نگاہوں کے سامنے کیا۔۔ وہاں سیلینہ کے چند پیغامات جگما رہے تھے۔

"کیا تم ٹھیک ہو۔۔؟"

"کہاں ہو۔۔؟"

"کیا تم مجھ سے ابھی ملنے آسکتے ہو۔۔؟"

اس نے آخری پیغام پڑھ کر اسکا نمبر ڈائل کیا تھا۔ سفید ڈریس شرٹ میں ملبوس۔ آہستینیں پچھے چڑھائے ہوئے۔ اسکا کوٹ سیلینہ کے پاس ہی تھا۔ نچلے فلور سے اوپر کی جانب بڑھتے ہوئے وہ فون

مسلسل کان سے لگائے ہوئے تھا۔ سیلینہ اسکا فون نہیں اٹھا رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے اسے کی وسوسوں نے گھیر لیا تھا۔ اس نے فون کان سے ہٹا کر اپنی کار کی جانب قدم بڑھائے۔

اگلے کئی لمحات میں وہ اسکے اپارٹمنٹ کی عمارت کے سامنے موجود تھا۔ وہ کار سے نکل آیا۔ لیکن آگے نہیں بڑھ

سکا۔ سیلینہ اسکے سامنے ہی موجود تھی۔ اسکی جانب اسکی پشت تھی۔ وہ اب جھک کر کسی غریب عورت سے بات کر رہی تھی۔ ہاتھ میں کھانے پینے کی چیزیں لیے، اسکی جانب بڑھا رہی تھی۔ فکر مندی سے اسکے چھوٹے سے بچے کے متعلق کچھ پوچھ رہی تھی اب وہ شاید۔ وہ اسے چپ چاپ دیکھے گیا۔ جیز پر سفید سائز مر سوئٹر پہنے، بالوں کا گول مول سا جوڑا بنائے۔ کچھ تھا جو وہ محسوس کر کے پلٹی تھی۔ شاید وہ اسکا ارتکاز تھا۔ خاموش، عجیب نرم سا ارتکاز۔

اسے دیکھتے ہی وہ مسکرائی تھی۔ پھر جلدی سے اسکی جانب چلی آئی۔ بغور اسکا چہرہ دیکھا۔

"ایسے میرے بلانے پر ہر دفعہ آجائو گے تو میرا کیا بنے گا لڑکے۔؟ تم سے محبت ہو جانے کا خدشہ ہے۔" وہ کہہ کر ہنس رہی تھی۔ وہ اسے کچھ نہیں کہہ سکا۔ وہ اس پر جو لیا کی طرح برس نہیں سکا۔ اسے ٹوک نہیں سکا۔ اس پر سخت الفاظ کا استعمال نہیں کر سکا۔ یہ سب کیا ہو رہا تھا؟

"کیوں بلایا تھا مجھے۔؟" اسکے جوڑے سے نظریں چرا کر اسکی آنکھوں کی جانب دیکھا۔ پھر آنکھوں سے بھی نگاہیں چرا لیں۔ اسے احساس ہوا کہ جوڑے سے زیادہ آنکھیں خطرناک تھیں۔

"ویسے ہی بلایا تھا۔ ساحر کے متعلق پوچھنا چاہتی تھی۔"

"تم یہ فون پر بھی پوچھ سکتی تھیں۔ میرا وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں تھی اسکے لیے۔"

"تمہارا وقت اتنا بھی قیمتی نہیں کہ ذرا سے ضائع ہو جانے پر مصیبت آجائے گی۔" بغیر کسی افسوس کے کہا تھا۔ وہ گہر انسان بھر کر رہ گیا تھا۔

"کیا ہم تھوڑی سی واک کر سکتے ہیں۔؟ کیا تم تھوڑی دور تک چل سکتے ہو میرے ساتھ۔؟" اور جولیا پر طیش میں بر سنے والا گارڈ بغیر کوئی بات کہے اب اس کے ساتھ چل رہا تھا۔ چند پل دونوں بالکل خاموش رہے۔ سڑک کے اطراف میں قطار در قطار موجود درخت ان کے ساتھ ساتھ موجود تھے۔ ان کے بھاری تنوں پر پیٹے گئے سنہری قمیع جل رہے تھے۔ سیلینہ کا چہرہ ان قموموں کے سنہری عکس میں دمک رہا تھا۔

"میرا دم گھٹ رہا تھا۔" کچھ پل بعد اس نے کہا تھا۔ اس نے خفیف سا چہرہ پھیر کر اسکی جانب دیکھا۔ وہ سامنے دیکھ کر کہتی جا رہی تھی۔ "اپنے اپارٹمنٹ، اس زندگی، ان قموموں، سڑک، پھول، پودوں، یہاں تک کہ خود سے بھی شدید اکتاہٹ ہو رہی تھی۔ دم گھٹ رہا تھا ہر شے کی موجودگی سے۔ دل کر رہا تھا کہیں بھاگ جاؤ۔ کبھی پلت کر اس زندگی کی جانب دیکھوں تک نہیں۔ لوگ مجھے بھول جائیں۔ جن کی یادداشت میں میرا وجود نقش ہو۔۔۔ وہ ختم ہو جائیں۔۔۔ ان کے بعد آنے والے لوگ ان لوگوں کو بھی بھول جائیں جنہیں کبھی میں یاد رہی تھی۔۔۔ میں کسی کو یاد نہ رہوں۔ نہ مجھ سے جڑی کوئی ذلت کسی کو یاد رہے۔۔۔" اسکی آواز میں گہری ادا سی اتر آئی تھی۔ آنکھوں میں گلابی سی نمی بھی ابھری تھی۔۔۔ بالکل ہلکی سی۔

"پتہ ہے۔۔۔ ہم ایکٹر یس سالہا سال ایسے کام ڈھونڈتی ہیں جن کے بعد لوگ ہمیں کی دھائیوں تک یاد رکھیں۔ محض یاد رکھے جانے کے لیے ہم ایسے کاموں کا انتخاب کر لیتی ہیں، جن کا انت بہت تاریک اور بھیانک ہوتا ہے۔ روشنیوں کے پار کچھ نظر نہیں آتا۔ لیکن جانتے ہو کیا۔۔۔" وہ ٹھہر کر ہلاک سا اسکی جانب مڑی تھی۔ وہ بھی ٹھہر گیا تھا۔۔۔

"لوگ پھر بھی ہمیں بھلا دیتے ہیں۔" سڑک کے ہر جانب اسکی شہد رنگ آنکھوں کی ادائی تحلیل ہو گئی تھی۔

"ہماری کسی کوتاہی کو بخشنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ ہر آنے والے نئے چہروں کے سامنے، پرانے چہروں کی قیمت صفر کر دیتے ہیں۔ ہم انتہک محنت کے بعد دوبارہ ابھرنے کی چاہ میں ہر رات گھری اذیت کا شکار ہو کر سوتی ہیں۔ ہم پھر سے واپس آتی ہیں۔ ایک بار پھر بھلا دیے جانے کے لیے۔ اور زندگی اسی دائرے میں کلٹی جاتی ہے۔ بغیر کسی مقصد کے۔ ایک اذیت ناک دائرے میں۔۔۔ گول گول۔ آغاز اور اختتام کی تفریق کیے بغیر۔۔۔"

وہ چپ ہوئی تو سب کچھ خاموش محسوس ہوا۔

"ایسا کیوں ہوتا ہے، گارڈ۔؟ لوگ ہمیں اپنی جاگیر کیوں سمجھ لیتے ہیں؟ ہمیں انسان کیوں نہیں سمجھ سکتے۔۔۔؟" گارڈ ساتھ کھڑے درختوں کو خاموشی سے تکتا رہا تھا۔ پھر وہ کچھ دیر بعد بولا۔۔۔

"لوگ ہر وہ شے تباہ کر دیتے ہیں جو ان کی دسترس میں ہو۔ صرف وہ محفوظ رہ سکتا ہے جو ان کی نگاہوں سے اوچھل ہو۔ یہ دنیا ہر احساس، عزت اور انسان میلا کر دیتی ہے۔" اسکی مدھم سی آواز ابھری تھی۔ سیلینہ نے چہرہ اسکی جانب پھیرا۔

"ایسا کیوں ہوتا ہے کہ ہم مرننا چاہتے ہیں اور پھر بھی زندہ رہتے ہیں۔۔۔؟" اس نے ایک دفعہ پھر پوچھا تھا۔

"کیونکہ سب کچھ انسان کے اختیار میں نہیں ہوتا۔" درختوں کے طویل قطریں ویسے ہی ایستادہ رہیں۔ قمکے جلتے رہے۔ ذرا آگے موجود گولائی میں لگا فوارہ اپنا پانی چکردار دائرے سے گزارتا، واپس وہیں لا رہا تھا۔ اس پانی کے بہنے کی آواز ماحول میں اترتی جا رہی تھی۔

"کیا ہم ایک ہی جھٹکے میں اس ہر لمحہ اذیت دیتی زندگی سے آزادی حاصل نہیں کر سکتے۔۔۔؟" "نہیں کر سکتے۔"

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"کیوں سکون کے لیے محض مرنے کا خیال ہی خوبصورت لگتا ہے۔۔۔؟" اس نے نم آنکھوں کے ساتھ سامنے موجود فوارے کو دیکھا تھا۔ اس دفعہ وہ کچھ نہیں بولا۔ سیلینہ چند پل بعد اسکی جانب گھومی تھی۔ وہ سامنے دیکھتا رہا۔

"تم آج اتنے ڈسٹرپ کیوں لگ رہے تھے۔؟ پلیز مجھے یہ مت کہنا کہ تم اپ سیٹ نہیں تھے۔۔۔" خاموشی۔۔۔ وقفہ۔۔۔ کوئی جواب نہیں۔

"کیا تم جواب نہیں دو گے۔؟ تب بھی نہیں جب بات میرے متعلق ہو گی۔۔۔؟" وہ جواب کی امید لیے اسکی جانب دیکھ رہی تھی۔ یاسر نے گھر اسنس لیا تھا۔ پھر سڑک کے اطراف میں لگی بیٹخ پر جا بیٹھا۔ وہ بھی اسکے برابر جا بیٹھی تھی۔ یہاں سے فوارے کو دیکھنے کے لیے گردن ترچھی کرنی پڑتی تھی۔ لیکن وہ فی الحال گردن پھیرے یاسر کو دیکھ رہی تھی۔

"تم اگر استیج پر نہیں جانا چاہتی تھیں تو کیوں گئیں۔۔۔؟"

اسکے استفسار پر وہ چند پل اسے دیکھتی رہی تھی۔ اسکی سرمی آنکھوں میں کچھ تھا۔ کچھ ایسا جو اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اداسی۔۔۔؟ یا شاید گھر ادا کھ۔۔۔ تکلیف۔۔۔؟ کیا تھا وہ سمجھ نہیں پائی۔

"میں ڈر گئی تھی۔۔۔ اسی لیے چلی گئی۔ وہ لوگ ساحر جیسے بندے کو گراپکے تھے۔ سوچو میرے ساتھ کیا کرتے۔۔۔" اسکے جواب پر یاسر کے گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔

"آئندہ کبھی مت جانا۔۔۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔" اس نے اپنے جوتے کی نوک پر نگاہیں جمائے

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

بالکل

آہستگی سے۔

"کیا تم اس وجہ سے آپ سیٹ ہو۔۔۔؟" اسکے پوچھنے پر اس نے بہت خفیف سا سر ہلا�ا تھا۔ اسکے سر ہلانے پر وہ اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔ پھر ہلکا سا مسکرائی۔ لبوں کو دانتوں تلے دبا کر اسکی جانب مسکراتی نگاہوں سے دیکھتی رہی۔

"مجھے لگا تھا میں وہیں اسٹیچ پر گرنے والی ہوں۔ پھر میں نے لوگوں کو اپنے پیچھے کسی کو دیکھتے ہوئے دیکھا۔ مجھے نہیں پتہ تھا کہ تم ہو۔ تمہیں ڈر نہیں لگا۔؟ یوں اتنے لوگوں کے درمیان سے مجھے نکال کر لاتے ہوئے۔؟ اگر کسی نے تم پر آبجیکٹ کیا ہوتا تو۔؟"

"تو کیا۔؟ منہ توڑ دیتا اسکا۔" سرمی آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ مسکراتی رہی۔

"میں اب ٹھیک ہوں، یا سر عالم۔ اتنی پیاری آنکھوں کے ساتھ میرے لیے پریشان ہو گے تو سوچو میرا کیا بنے گا۔؟" اسکے سوال پر ساتھ بیٹھے گارڈ نے ناگواری سے اسکی جانب دیکھا تھا۔

"کیا تم ہر بات میں میری آنکھوں کا ذکر کرنا بند کر سکتی ہو۔؟"

سیلینہ نے بمشکل مسکراہٹ دبائی تھی۔ پھر نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں کر سکتی نا۔۔۔ یہ پیاری ہیں بہت۔"

"شٹ اپ، سیلینہ۔!" اور وہ ہنس پڑی تھی۔ کتنا اچھا لگتا تھا ایسے چڑتا ہوا۔

"میں نے کچھ نہیں کیا۔ سب تمہاری آنکھوں کا قصور ہے۔۔۔" اور وہ جو اسے ایک بار پھر ٹوکنے لگا تھا یکدم ٹھہر کر بے بسی سے ہنس دیا۔

"کچھ شک نہیں کہ تم ایکٹریس کے پاس دو تین مہینوں سے زیادہ کوئی گارڈ ٹھہرتا ہی نہیں ہے۔ یقیناً اپنی آنکھوں پر کیے گئے تعریفی جملے سمیئنے کی تاب نہیں رکھتا ہو گا۔"

"حالانکہ ایسا ہونا نہیں چاہیے۔ تعریف کس کو پسند نہیں ہوتی۔۔۔؟ تم میری آنکھوں کی تعریف کرو۔۔۔ مجھے کچھ نہیں ہو گا۔" اپنی شہد رنگ آنکھیں اس پر جما کر شرارت سے کہا تھا اس نے۔

لمح بھر کو یاسرنے اسکی آنکھوں کو دیکھا۔۔۔ کچھ کہنے کے لیے لب واکیے لیکن پھر مسکرا کر نفی میں سر ہلاتا لب بند کر گیا۔۔۔

"کیا ہوا۔۔۔؟ کرو ناں تعریف۔۔۔"

"اتنی بھی کوئی خاص نہیں ہیں تمہاری آنکھیں۔۔۔" بے نیازی سے کہا تھا۔ وہ حیران ہوئی۔۔۔

"سب کہتے ہیں میری آنکھیں بہت پیاری ہیں۔ غالب خیال یہی ہے کہ میں اپنے فینز میں اپنی آنکھوں کی وجہ سے ہی مشہور ہوں۔۔۔ تمہیں کیوں پیاری نہیں لگ رہیں۔۔۔؟" وہ اب فون کی سیاہ اسکرین میں نظر آتے عکس میں اپنی آنکھیں دیکھ رہی تھی۔۔۔

"کیونکہ میں فین نہیں ہوں۔۔۔ گارڈ ہوں۔۔۔" کندھے اچکا کر کہا۔۔۔

"کتنے برے ہو تم۔۔۔ تھوڑی سی تعریف کر دو گے تو کیا ہو جائے گا۔۔۔؟"

"میرے تعریف کرنے سے کیا فرق پڑے گا۔۔۔؟" وہ اس کے اصرار پر حیران ہوا تھا۔۔۔

"ایک ہینڈسم گارڈ تعریف کرے گا تو فرق پڑے گا نا۔۔۔"

"تم باز نہیں آؤ گی نا۔۔۔؟"

اس نے دائیں سے بائیں گردن ہلائی تھی۔ کیسے ڈانٹتا آخر وہ اسے۔۔۔ کچھ پل وہ دونوں خاموشی سے گردنیں

تر چھی کیے، فوارے سے گرتے پانی کو تکتے رہے۔ پھر وہ کلائی پر بندھی گھڑی دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ بھی اسکے ساتھ ہی اٹھی تھی۔ اسی خاموشی سے وہ دونوں واپس اپارٹمنٹ کی عمارت تک چلے آئے تھے۔

"کل کام پر جاؤ گی۔۔۔؟" اسکے سوال پر وہ سر اثبات میں ہلانے لگی تھی۔

اسی کے ساتھ اسے ہاتھ ہلاتی وہ اندر جا چکی تھی۔ وہ پہلے پہل تو اسے دیکھتا رہا اور پھر واپس اپنی کار کی جانب چلا آیا۔ اپنے اپارٹمنٹ کی گلاس وال سے وہ اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ کچھ دیر پہلے کی مسکراہٹ جیسے عنقا ہو گئی تھی۔ وہ شوت پر اکیلے جانے سے کترارہی تھی۔ ساحر کی موجودگی میں جو حفاظتی احساس اسے ہوتا تھا، وہ اس احساس سے ایک بار پھر محروم ہونے جا رہی تھی۔ لیکن وہ یاسر کو خود کا گارڈ بننے کے لیے نہیں کہنا چاہتی تھی۔ وہ اسے مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اگلے ہی پل گہرا سانس بھرتی وہ کھڑکی سے ہٹ آئی تھی۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

اگلے دن وہ شوت پر جانے سے قبل ساحر کو دیکھنے ہسپتال چلی آئی تھی۔ وہ اسے پہلے سے خاصہ بہتر محسوس ہو رہا تھا۔ اسے دروازے میں دیکھ کر وہ سیدھا ہو بیٹھا تھا۔ اسکے کسرتی بازو، ہسپتال کے گاؤں سے واضح طور پر نظر آ رہے تھے۔ سیلینہ کو ان بازوؤں کو دیکھ کر ہمیشہ حیرت ہوتی تھی۔ کتنی محنت لگتی ہو گی ایسے بازو بنانے کے لیے۔۔۔ بے ساختہ ہی اسکی نگاہ اپنے نازک سے ہاتھوں پر گئی تھی۔ شاید اسے بھی تھوڑی کسرت کرنی چاہیے تھی تاکہ ماریہ جیسے لوگوں کا منہ توڑ سکتی۔ سر جھکلتی وہ آگے بڑھ آئی تھی۔ مسکرا کر ساحر کو دیکھا۔

"کیسے ہو ساحر اب۔۔؟" وہ آگے بڑھی۔۔ اسکے تکیے کے پیچھے ہاتھ دے کر اسے سیدھا بیٹھنے میں مدد دی۔۔ ساحر اسکے والہانہ پن پر لمحے بھر کو گلابی ہوا تھا۔۔

"میں ٹھیک ہو، میڈم۔۔"

"ہوں۔۔" اس نے سائیڈ ٹیبل پر تازہ سچلوں کی تھیلیاں رکھیں اور پھر کرسی کھینچ کر اسکے بیڈ کے پاس آ بیٹھی۔۔ ساحر اسکے ایسے بیٹھنے پر حیران ہوا تھا۔۔ اس کے پاس اس نے محض ایک ہفتے کے لیے کام کیا تھا۔۔ اور وہ ایسے ایکٹ کر رہی تھی جیسے وہ برسوں اسکے ساتھ کام کرتا رہا ہو۔

"کیسے ہو۔۔؟ رات کو ٹھیک سے سوئے تھے۔۔؟"

"کیا ایک ہفتے کام کرنے کے بعد آپ اپنے ملازمین سے اتنا بے تکلف ہو جاتی ہیں۔۔؟" پوچھا گیا۔۔ وہ اسکے سوال پر پہلے پہل چونکی تھی۔۔ پھر کندھے اچکائے۔۔

"ایک دن بھی کام کرو گے تو میں ایسے ہی بات کروں گی تم سے۔۔ ملازم ہو تو کیا ہو گیا۔۔؟ ملازم ہونے سے پہلے انسان ہو تم۔۔"

"کیا آپ ہر لمحہ اتنی ہی اچھی رہتی ہیں؟ تھکن نہیں ہوتی آپکو۔۔؟" وہ واقعتاً جانا چاہتا تھا۔۔ یہاں وہ ہنس دی تھی۔۔ یاسر کے ساتھ کام کرتا تھا ناں وہ۔۔ اسکا قصور نہیں تھا۔۔

"اچھا ہونے میں کیسی تھکن۔۔؟ تھکن تو برا ہونے میں لگتی ہے ناں۔۔"

"تھکن ہر اس چیز میں لگتی ہے جو آپ نہ ہوں۔۔ جو آپ ہوں، اسے ہونے میں تھکن نہیں ہوتی۔۔ اگر آپکو اچھا ہونے میں تھکن نہیں ہوتی تو آپ اچھی ہی ہیں۔۔" وہ اسکے جواب پر حیران

ہوئی تھی۔ اس پورے ایک ہفتے میں محض اس نے ایک یا دو دفعہ کے علاوہ بات نہیں کی تھی۔ وہ فطرتا ہی خاموش انسان تھا۔ اگر اسے پتہ ہوتا کہ وہ اتنی اچھی باتیں کرتا ہے تو وہ اسے خاموش نہ رہنے دیتی۔۔۔

"اتنا اچھا بولتے ہو تو اتنے چپ کیوں رہتے ہو۔۔۔؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"شاید آپکو اچھا اسی لیے لگ رہا ہے کیونکہ میں چپ رہتا ہوں۔۔۔" اور اب کہ اسکے ابرو واقعتا اور کو اٹھ گئے تھے۔۔۔ تعجب سے۔۔۔

"تمہارے نچلے فلور پر کیا سب ایسے ہی ہیں۔۔۔؟ ذہین اور ایک سے بڑھ کر ایک استاد۔۔۔؟" ذرا کرسی پر آگے ہوئی۔ رازداری سے پوچھنے لگی۔ ساحر نے یونہی کندھے اچکائے تھے۔

"سب یونیک اور کام کرنے والے لوگ ہیں۔"

visit for more novels: www.urdunovelbank.com

"یاسر کیسا ہے۔۔۔؟ اسکی خاص بات کیا ہے۔۔۔؟"

"اسٹرانگ نروز کا بندہ ہے۔۔۔"

"اسکے علاوہ۔۔۔؟ اسکی کوئی خامی بتاؤ۔۔۔"

"اگر یسو ہے۔۔۔ دماغ خراب ہو جائے تو اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے سب کچھ۔۔۔" وہ پیچھے ہو بیٹھی تھی۔

"یہ تو بہت بُری خامی ہے۔ لیکن میں نے اسے ہر وقت غصے میں دیکھا تو نہیں ہے۔۔۔"

"ہر وقت نہیں، میڈم۔۔۔ ہر وقت غصے میں آنے والا بندہ نہیں ہے وہ۔ لیکن جب غصہ آتا ہے تو "تباه کرن حد تک آتا ہے۔

"کیا تمہیں غصے میں اس سے ڈر لگتا ہے۔۔۔؟" ساحر اسکے سوال پر ہلاکا سا ہنس دیا تھا۔

"نہیں مجھے اس سے ڈر نہیں لگتا۔ میں اور وہ ایک ہی جتنے طاقتوں ہیں۔۔۔ وہ مارے گا تو مار بھی اتنی ہی بری کھائے گا۔۔۔" ساحر کا جواب سن کر وہ آنکھیں پھیلائے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"کیا تم اسے کام ڈاؤن نہیں کرو گے۔۔۔؟"

ساحر کو اب بے طرح ہنسی آرہی تھی۔ اتنی سمجھدار کیوں تھی آخر سیلینہ۔۔۔؟

"سوری لیکن لڑکوں کی لڑائی میں کوئی کسی کو "کام ڈاؤن" نہیں کیا کرتا۔ یہ لڑکا ہونے کے ناطے اصولوں کے خلاف ہے۔"

"لڑائی روکنا اصولوں کے خلاف ہے۔۔۔؟ یہ کیسے بیکار اصول ہیں بھی۔۔۔؟" وہ بدمزہ ہوئی تھی۔ اس نے محض کندھے اپکائے تھے۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"کچھ اور بتاؤ یاسر کے بارے میں۔"

"مجھ سے پوچھو میرے بارے میں۔ اسے کیوں پریشان کر رہی ہو۔۔۔؟" اور وہ جانے کب اسکے سر پر آکھڑا ہوا تھا؟ وہ اسکی آواز پر اچھلی تھی۔ اسی تیزی سے چہرہ گھما کر اسے دیکھا۔

"تم۔۔۔ تم کب آئے۔۔۔؟" اسی تیزی سے انٹھی۔

"جب تم ساحر سے پوچھ رہی تھیں کہ وہ مجھے کام ڈاؤن کیوں نہیں کرے گا۔۔۔" ساحر کی ہنسی بے ساختہ تھی۔ یاسر کو بھی اسکا فق چہرہ دیکھ کر ہنسی آرہی تھی لیکن وہ چہرہ سیدھا رکھے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ گڑبرٹائی تھی۔ ایک نگاہ ساحر پر ڈالی۔ پھر دوسری نگاہ یاسر پر۔۔۔

"لڑائی میں ہمیشہ دوسروں کو ٹھنڈا کرتے ہیں۔ نہ کہ ان کے غصے کو مزید ہوا دی جائے۔ میں "جیران ہوں کہ ایچنسی نے تمہیں اپاٹنٹ کیوں کیا ہے۔۔۔؟ کتنے نان سیر لیں ہو تم دونوں۔

"ہم انتہائی نان سیر لیں لوگ ہیں۔ اسی لیے ہم سے دور رہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہاری سنجیدگی میں خلل واقع ہو جائے۔" اف کتنے سیدھے چہرے کے ساتھ طنز کیا کرتا تھا۔ سیلینہ نے دانت پیس کر اسے دیکھا تھا۔

"کیا تم ہمیشہ ہی ایسے طزر کرتے رہتے ہو۔؟"

"کہاں۔۔۔ ہمیشہ طزر کرنے کے لیے آپ جیسی سمجھدار خاتون کا موقع پر موجود ہونا لازم ہے۔"

"محبے پتہ ہے تم میرا مزاق اڑا رہے ہو۔ خود کو بہت ذہین سمجھتے ہو ناں تم۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔ خود کو نان سیر لیں سمجھتا ہوں۔" ساحر کی کھانستی ہنسی بے ساختہ تھی۔ سیلینہ نے ایک خفاظت کے چہرے پر ڈالی تھی۔ پھر انہی آنکھوں سے ساتھ، ہاتھ باندھ کر ایستادہ یاسر کی جانب دیکھا۔

"وہ تو تم ہو۔ اگر تم لڑائی کو روکنے کے بجائے بڑھاوا دیتے ہو تو تم۔۔۔ اس دنیا کے سب سے زیادہ نان سیر لیں انسان ہو۔ اور بادی گارڈ ہونے کے بعد تمہیں ایسا رویہ زیب نہیں دیتا۔ کیا لوگ تمہیں اپنی حفاظت کے لیے نہیں رکھتے۔۔۔؟" دادا۔ بالکل دادا کی طرح بات کیا کرتی تھی وہ۔ جب وہ یاسر کو کسی معاملے میں قائل نہیں کرپاتے تھے، تب ایسے سنجیدہ چہرے کے ساتھ عجیب سی باتیں کیا کرتے تھے۔

"رکھتے تو ہیں۔ اب انہیں کون بتائے گا میری غیر سنجیدگی کا۔۔۔؟" وہ واقعتاً فکر مند محسوس ہوا تھا۔ سیلینہ کا دل کیا اپنا مگر مجھ کی کھال والا پرس اسکے سر پر دے مارے۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید اسکی عزت افزائی کرتا، وہ یہاں سے چلی جانا چاہتی تھی۔ اگلے ہی پل وہ ہیل پختنی باہر کی جانب بڑھ گئی تھی۔ یاسر اور ساحر دونوں اسے جاتا ہوا دیکھ رہے تھے۔

"وہ معصوم ہیں یا بیو قوف۔؟" ساحر کے سوال پر یاسر نے گھبرا سانس لیا تھا۔

"دونوں۔"

"ایکٹریس ایسی ہوتی نہیں ہیں۔ وہ مجھ سے پوچھ رہی تھیں کہ کیا میں ٹھیک سے رات کو سویا۔؟ کتنا عجیب سوال ہے نا۔۔۔؟" وہ ہلاکا سما مسکرا یا تھا۔ پھر اسکی جانب پلٹا۔

"عجیب تو ہے۔ جبھی تو سیلینہ کی جانب سے کیا گیا ہے۔" ساحر نے سمجھ کر سر ہلا یا تھا۔۔۔ "خیر۔۔۔ تم کیسے ہو۔۔۔؟"

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

وہ لمح بھر کو کھڑے کھڑے ہی اسکی خیریت دریافت کرنے آیا تھا۔ ساحر نے سر ہلا یا تھا۔ وہ یاسر کو پہلے سے خاصہ صحت مند لگ رہا تھا۔۔۔

"سیلینہ کو کون گارڈ کر رہا ہے۔۔۔؟"

"چیف جس کو بھی اسائیں کریں گے وہی گارڈ کرے گا۔۔۔"

ساحر نے اک غیر آرام دہ سا پہلو بدلا تھا۔ یاسر نے بغور اسے دیکھا۔

"انہیں کسی اور گارڈ کے حوالے مت کرنا۔۔۔"

"کیوں؟"

"وہ بہت جلدی اٹھ ہو جاتی ہیں ہر ایک کے ساتھ اور فی الحال انکے معاملے میں کسی پر بھی بھروسہ کرنا ٹھیک نہیں ہو گا۔" وہ اسکی بات سمجھتا تھا۔ اسی لیے ہاتھ ہلا کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔

اسکی منفرد فیشن پریڈ نے اسے پوری انڈسٹری میں راتوں رات مشہور کر دیا تھا۔ وہ اپنے اوپر ہر ایک کی نگاہیں محسوس کر رہی تھی۔ لوگ اسکے آگے بڑھنے پر ایک دوسرے کے کانوں میں سرگوشیاں کر رہے تھے۔ وہ

انہیں مُن سکتی تھی۔ لیکن گہرا سانس بھر کر انہیں نظر انداز کرنے کے علاوہ اسکے پاس کوئی راستہ نہیں تھا۔

آج اسکی فیشن پریڈ کا آخری دن باقی تھا۔ کل کے واقعے کے بعد بھی سائزہ کی وجہ سے اسے اپنا کام جاری رکھنے کا موقع مل گیا تھا۔ اگر وہ اس آخری دن کو حذف کر دیتی تو پورے ہفتے کی محنت ضائع چلی جاتی۔ جو وہ چاہتی نہیں تھی۔ اسے پسیوں کی اشد ضرورت تھی۔ ڈریسنگ رُوم میں کام کرتی لڑکیاں اسے ٹھہر کر دیکھ رہی تھیں۔ وہاں پر موجود کئی نامور ایکٹریس نے بھی اسے معنی خیز نگاہوں سے دیکھ کر رُخ پھیر لیے تھے۔ اگلے ہی لمحے سائزہ اندر داخل ہوئی۔ سب کو اسکی جانب دیکھتا محسوس کیا تو اسکی تیوری چڑھ گئی۔

"کیا کوئی تماشہ ہو رہا ہے یہاں---؟" سخت آواز میں پوچھا تو سب ہی خجل سے ہو کر یہاں وہاں دیکھنے لگے۔ اسے کل سیلینہ والے واقعہ کی خبر تھی لیکن وہ وقت نہ ملنے کے باعث اس سے بات نہیں کر پائی تھی۔ اس نے اسے ہاتھ سے تھاما اور اپنے ساتھ لیے، اسے اپنے ڈریسینگ روم میں لے آئی۔ کئی آئینوں کے فریزر پر لگے سفید قمقوں کی روشنی آنکھوں میں چبھ سی رہی تھی۔

"تمہارا گارڈ کہاں ہے آج---؟" وہ کل کے واقعہ کے بارے میں پوچھ کر اسے مزید دکھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"ہاسپٹل---ماریہ کے گارڈز نے بیچارے کو پتہ نہیں کیا انجیکٹ کیا تھا۔ اسکی طبیعت بہت غیر ہو رہی تھی کل---"

وہ بھی افسوس کے ساتھ اسکے ساتھ ہی آپیٹھی تھی۔

"اب کیسی ہے طبیعت اسکی---؟"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"ہوں---بہتر ہے---" سائرہ نے گھر اسانس لیا تھا۔ پھر اسکی جانب دیکھا۔

"آج تمہیں ایک گروم کے ساتھ واک کرنی ہے ریمپ پر---تم---کر لوگی ناں---؟" اس نے سائرہ کی جانب دیکھا۔ آج کا تھیم ویڈنگ تھیم تھا۔ اسے سفید لباس زیب تن کر کے ولیمے کی دلہن بننا تھا۔

اس نے اثبات میں سر ہلا�ا۔ کیا چارہ رہ جاتا تھا بھلا اسکے پاس۔ انکار کی صورت میں اسے پیسوں سے ہاتھ دھونا پڑتے۔

"اچھا چلو۔ میں تمہارا میک اپ کر دیتی ہوں۔ ڈریس کافی بھاری ہے۔ اسے پہن کر سیٹ ہونے میں بھی وقت لگے گا۔" اس نے سرا ثبات میں ہلایا اور پھر اٹھ کر آگے کرسی پر آبیٹھی۔ اب اسے اگلے کئی لمحات یونہی بغیر تھکے تیار ہونا تھا۔ جب وہ کئی گھنٹوں کی محنت کے بعد تیار ہو چکی تو لباس تبدیل کرنے چلی گی۔ جب واپس آئی تو دروازے کے باہر رش سا لگا تھا۔ اس نے اچھنے سے اس جانب دیکھا اور تھوڑا آگے بڑھ آئی۔ احسن علی دروازے کے سامنے کھڑا ڈیزائنر سے کچھ کہہ رہا تھا۔ کچھ بہت ناگوار سا۔

"میں سیلینہ کے ساتھ ریپ پر واک نہیں کروں گا۔ میری ریپوٹیشن کا سوال ہے۔ ایک بدنام زمانہ ایکٹریس کے ساتھ دو قدم چل کر میں اپنا آپ سوالیہ نشان نہیں بنانا چاہتا۔" وہ انڈسٹری کا ابھرتا ستارہ تھا۔ اور ہر ابھرتے ستارے کی طرح اسے بھی خود پر بہت غرور تھا۔ اسکا چہرہ لمبھر کو سفید ہوا تھا۔ ایکٹریس، ڈیزائنر، میک اپ آرٹسٹس اور جانے کون کون اسکی بلند آواز سن کر اس جانب متوجہ ہو چکا تھا۔ اسے اپنے لباس اور تیاری سے لمبھر کو گھن آئی تھی۔ دل کیا سب کچھ نوج کر اتار دے یا کہیں بھاگ جائے۔

"تم اپنی بکواس بند رکھو۔ اگر واک نہیں کرنی تو مست کرو۔ بھاڑ میں جاؤ۔" سماں تھا اس سے بھی بلند آواز سے بحث کر رہی تھی۔ تماشہ سا لگ گیا تھا۔ ماریہ حسن کے آثار اب تک باقی تھے۔ وہ چپ چاپ ساتھ رکھی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔

"اوہ ریتلی۔ میں جاؤ نگا بھی نہیں۔ میرا اسٹینڈرڈ ابھی اتنا گرا نہیں ہے۔" ڈیزائنر کے پاس احسن کی منتیں کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ وہ چھ فٹ قد کا مالک وجیہہ سا بندہ تھا۔ جو لباس اس

نے زیب تن کرنا تھا وہ کسی اور پر چلتا ہی نہیں۔۔ اس سے پہلے کہ سائرہ اسکا منہ توڑ دیتی، کسی کی آواز ہجوم سے ابھری تھی۔

"تمہارا اسٹینڈرڈ جتنا ہائی ہے وہ تمہاری خوش کلامی سے پتہ چل رہا ہے۔ دوسروں کو ان کے گردے اسٹینڈرڈ کی وجہ سے بے عزت کرنے والے اپنے اسٹینڈرڈ کی بات کر رہے ہیں۔۔" کوئی اب ہجوم میں سے راستہ بناتا اس تک آرہا تھا۔ وہ بھی اس جتنا ہی دراز قد تھا۔۔

"آپکی تعریف۔۔؟" احسن نے ناگواری سے ٹھہر کر اس سے پوچھا تھا۔

"سیلینہ کا گارڈ۔۔" اندر براجمان سیلینہ نے ایک جھٹکے سے سراٹھیا تھا۔ وہ اس آواز کو پہچانتی تھی۔ سائرہ سمیت اب سب اسے دیکھ رہے تھے۔۔

"اچھا تو تم ہو وہ کل والے یونگ مین۔۔" وہ استھناء سا ہنسا تھا۔ یا سر کو ہنسی نہیں آئی۔۔ ذرا سی بھی نہیں۔ احسن کو سنجیدہ ہونا پڑا۔۔

"سوری میں آپکی ایکٹریس کے ساتھ کام نہیں کر سکتا۔ مجھے اپنی عزت بہت عزیز ہے۔۔"

"بہت چھوٹی سی عزت ہے یا تمہاری تو۔۔ ریمپ پر ہلکی سی واک کرنے سے خطرے میں پڑ جائے گی۔۔" پچھے کہیں سے دبی دبی سی ہنسی ابھری تھی۔ احسن کو اپنی کنپیاں تپتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

"ڈونٹ میس ود می۔۔ آپ مجھے جانتے نہیں ہیں۔۔"

"مجھے تمہیں جاننا بھی نہیں ہے۔ اتنی چھوٹی سی عزت رکھتے ہو۔۔ میری تو ایک خوش بیانی سے تمہاری عزت چلے جانے کا خدشہ رہے گا۔۔" اور ساتھ کھڑی سائرہ کی ہنسی بے ساختہ تھی۔ وہ اس سے زیادہ

سیدھے چہرے کے ساتھ نہیں سن سکتی تھی۔ اس سے پہلے وہ احسن کی عزت کو خاک کر ہی دیتا وہ آناؤ فاناً وہاں سے چلا گیا تھا۔ ڈیزائنرز اب اسے خونخوار نگاہوں سے تک رہے تھے۔۔

"تم نے اسے بھگا دیا۔۔ اب سیلینہ کے ساتھ ریمپ پر واک کون کرے گا۔۔؟" ان میں سے ایک بولی تھی۔ اس نے کندھے اچکائے۔۔ یہ اسکا مسئلہ نہیں تھا۔

"آپ اسے ہی کیوں ریمپ پر نہیں بھیج دیتی سیلینہ کے ساتھ۔۔؟ اچھا خاصہ ہینڈ سم اور ٹال ہے یہ بھی۔۔" سائرہ نے مزے سے کہا تھا۔ ڈیزائنرز کی آنکھیں اگلے ہی لمحے چمکی تھیں۔ یاسر کی ساری بے نیازی عنقا ہو چکی تھی۔ وہ بے اختیار ہی دو قدم پیچھے ہٹا تھا۔۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"کیا ہوا۔۔؟ ابھی سیلینہ کے لیے اٹرتے ہوئے تو بہت زبان چل رہی تھی تمہاری۔۔" سائرہ کہاں باز آرہی تھی۔۔

"گارڈ ہونے کی حیثیت سے اسکے لیے ہاتھ بھی چل سکتے ہیں۔۔" پیچھے ہوتے ہونے کہا تھا۔ دروازے میں ٹھہر کر اسے دیکھتی سیلینہ زیرِ لب ہلاکا سا مسکرائی تھی۔۔

"کوئی راستہ نہیں ہے اب۔۔ تمہیں ہی جانا پڑے گا اسکے ساتھ ریمپ پر۔۔ بہت خیال ہے ناں تمہیں اپنی ایکٹر لیں کا۔۔ اب بھگتو۔۔" ایک ڈیزائنر نے جل کر کہا تھا۔ اسے اسکا انداز بہت ناگوار

گزر۔ اور اس سے پہلے کہ وہ منہ بھر کر انکار کر دیتا اسکی نگاہ دروازے میں ایستادہ، سفید لباس میں مبوس سیلینہ پر پڑی تھی۔ کامدار لباس زیب تن کیے، خوبصورت میک اپ کے ساتھ کانوں میں جھمکے پہنے وہ اسے لمح بھر کو مبہوت کر گئی تھی۔ اسکے بال کھل کر کندھوں پر گر رہے تھے۔ سائرہ کو ابھی اسکے بال استائل کرنے تھے۔ اسکی جانب امید سے دیکھتی سیلینہ۔ کیا وہ انکار کر سکتا تھا۔؟

"کیا کرنا ہو گا مجھے۔؟" کچھ پل بعد اس نے بگڑے بگڑے نقوش لیے کہا تھا۔ وہ جو دروازے میں ایستادہ تھی، لمح بھر کو ہنس دی۔ کیا اتنا ٹال اور بڑا سا مرد کیوٹ ہو سکتا تھا۔؟ اگر نہیں ہو سکتا تھا تو یا سر اسے اتنا کیوٹ کیوں لگتا تھا۔؟

"کیا تم راضی ہو۔؟" ایک ساتھ چخنے کی آوازیں ابھری تھیں۔ اس نے گھرا سانس لے کر سر اثبات میں ہلایا۔ موڈ البتہ اسکا خراب ہی رہا۔

visit for more novels:

"مجھے ہاتھ مت لگانا کوئی بھی۔ میں خود تیار ہو سکتا ہوں۔"

"ایسے کیسے۔ تمہارے بالوں کو استائل کرنا ہے۔ اور اسپاٹ لاٹس میں انسان کا چہرہ بغیر میک اور کے بلینڈ لگتا ہے۔ تمہیں ایسے جانے نہیں دیا جاسکتا۔"

"اوکے پھر میں نہیں جا رہا۔" اور اس سے پہلے کہ وہ پلٹ جاتا سب نے ایک ساتھ ہی اسے چھ کر روکا تھا۔ اسکے کانوں سے خون آنارہ گیا تھا بس۔ اف یہ خواتین بھی نال۔

"اوکے۔ اوکے تم جیسے کہو گے ہم ویسے ہی کریں گے۔"

وہ ڈریسینگ رُوم میں لباس تبدیل کرنے گیا تو سائرہ اسکی جانب چلی آئی۔ اسے ہاتھ سے پکڑ کر کرسی پر بٹھایا۔ وہ اب اسکے بالوں کو سنوار رہی تھی۔ ایک نگاہ اس نے آئینے پر بھی ڈالی تھی۔۔۔

سپلینہ کے چہرے پر ابھرتی مسکراہٹ۔۔۔ وہ بہت کچھ سمجھ رہی تھی۔۔۔

"یہ۔۔۔ یا سر کا کیا سین ہے۔۔۔؟" اس نے سرسری سا پوچھا تو اسکی مسکراہٹ گھری ہوئی۔۔۔ انجان بنتے ہوئے اسکی جانب دیکھا۔۔۔

"کیا سین ہے۔۔۔؟"

"اچھا جی۔۔۔ ہم سے پنگے۔۔۔" سائرہ نے اسکی کرسی اپنی جانب گھمائی تھی۔ کمرے میں اسکی ہنسی گونجی۔۔۔

"یو لاںک ہم۔۔۔"

"نو آئی ڈونٹ۔۔۔"

"جھوٹ مت بولو۔۔۔"

"کیا اتنا زیادہ پتہ چل رہا ہے۔۔۔؟" اس نے ایک دم پوچھا تو سائرہ گردن پیچھے پھینک کر ہنسی۔۔۔

"نہیں۔۔۔ بالکل پتہ نہیں چل رہا۔۔۔" وہ اب بھاری دوپٹہ اسکے بالوں پر ٹکاتی، مسکراہٹ دبائے پوچھ رہی تھی۔۔۔

"سچ بتاؤ۔۔۔"

"بس اتنا پتہ چل رہا ہے کہ وہ تمہیں اچھا لگتا ہے۔۔۔" سیلینہ کی چیز نکلتے نکلتے رہ گئی تھی۔ سارہ
ہنستی جا رہی تھی۔۔۔

"وہ بھی پسند کرتا ہے یا یک طرفہ محبت کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے تم نے۔۔۔؟" اس نے مسکرا کر
کندھے اچکائے تھے۔

"مجھے سچ میں نہیں پتہ۔۔۔"

"اچھا بتاؤ۔۔۔ کیا وہ تمہاری تعریف کرتا ہے۔۔۔؟"

"بالکل نہیں۔۔۔"

"کیا تم نے اسے اپنی جانب دیکھتے ہوئے کبھی پکڑا ہے۔۔۔؟"

"ہرگز بھی نہیں۔۔۔ میری جانب دیکھنا تو وہ اپنی توہین سمجھتا ہے۔۔۔"

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"اچھا کیا وہ تمہاری باتوں پر ہنستا ہے۔۔۔؟"

"نہیں۔ وہ محض مجھ پر ہنستا ہے۔۔۔ اف۔۔۔ سارہ کی ہنسی نہیں رک رہی تھی۔

"کیا وہ تمہیں عقل مند سمجھتا ہے۔۔۔؟"

"اسے لگتا ہے کہ میں اس دنیا کی سب سے زیادہ بیوقوف لڑکی ہوں۔۔۔"

"ٹھیک ہی سمجھتا ہے۔۔۔"

"میں تمہیں بہت ماروں گی۔۔۔"

"کیا وہ تمہارے ساتھ خوش ہوتا ہے۔۔۔؟"

"وہ میرے ساتھ بہت بیزار ہوتا ہے، سامرہ۔ اور اب بس۔۔۔ مزید مجھ سے کچھ مت پوچھنا۔ مجھے پتہ ہے وہ مجھے پسند نہیں کرتا۔۔۔"

"اچھا ایک آخری سوال۔۔۔ تمہاری خوبصورتی سے تو متاثر ہوتا ہو گا۔۔۔"

"اسے لگتا ہے کہ میں اتنی بھی خوبصورت نہیں۔۔۔" سامرہ کی ہنسی رکنا بہت مشکل ہو چکا تھا۔ سیلینہ جیسے چہرے بنانے کا جواب دے رہی تھی نا۔۔۔ کوئی کیسے نہیں ہنس سکتا تھا بھلا۔۔۔ اسکا دوپٹہ سیٹ ہو چکا تھا۔ دوسری جانب یا سر ڈریسنگ روم سے باہر کی جانب بڑھا تو لمجھے بھر کو سب خواتین نے ٹھہر کر اسے دیکھا۔ سفید بے داغ سے تھری پیس سوٹ میں ملبوس، گردن پر جھے سیاہ بو کو درست کرتا وہ واقعتاً بہت وجہہ لگ رہا تھا۔

"تم گارڈ کیوں ہو۔۔۔؟ تمہیں تو ماؤل ہونا چاہیے۔۔۔ بلکہ تمہیں تو ایکٹر ہونا چاہیے۔۔۔ اس ہائیٹ اور ان لُس کے ساتھ تم دھوم مچاؤ گے۔۔۔"

"دھوم مچانے کا مجھے کوئی شوق نہیں ہے اور ایکٹر زہر لگتے ہیں مجھے۔۔۔" ایک خاتون کو بنا دیکھے جواب دیتا وہ باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ بے مرود لڑکا۔۔۔

اگلے ہی لمحات میں سیلینہ اسکے ساتھ آکھڑی ہوئی۔ اس نے اسکی جانب دیکھا تک نہیں۔۔۔ وہ دونوں بیک اسٹیچ پر موجود تھے۔ اسپاٹ لائٹ میں انکا خیر مقدم سب سے آخر میں کیا جانا تھا۔

"تھینک یو۔۔۔"

اس نے سامنے دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا تھا۔ یاسر نے سرا ثابت میں ہلایا۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا کہ میں یہ کر رہا ہوں۔" اسکی بات پر سیلینہ ہنس پڑی تھی۔ وہ اس ڈلن کی مانند لگ رہی تھی جو اپنے ڈلن ہونے پر نازار ہوتی ہے۔

"میرے لیے تم کیا کیا کر رہے ہو۔"

"تمہارے لیے نہیں۔ اپنی جاب کے لیے۔"

پھر سب یوں ہی بہانے بناتے ہیں۔ اپنی جاب کو آڑ ثابت کر کے مجھ سے رابطے میں رہنا چاہتے "ہیں۔"

"میں ابھی واپس جا کر یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ میں تمہارے لیے یہ سب نہیں کر رہا۔" سیلینہ نے بے ساختہ اسے بازو سے پکڑ کر روکا تھا۔ اسی پھر ان پر سفید چمچاتی اسپاٹ لاست گری۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی جانب دیکھ رہے تھے۔ اسپاٹ لاکٹس تلے انکا نام کال کیا جانے لگا تھا۔ سیاہ پڑے ہال سے تالیوں کی بے تحاشہ گونج محسوس ہو رہی تھی۔ ان دونوں نے قدم ایک ساتھ آگے بڑھائے تھے۔ سیلینہ اب سب کو ہاتھ ہلاتی، مسکرا کر اعتماد سے چل رہی تھی۔ یاسر سنجیدہ تھا۔ ذرا جو مسکرا دیتا۔

"تھوڑا مسکرا دو۔" اس نے سامنے دیکھتے ہوئے اسے زیرِ لب کہا تھا۔

" بلاوجہ کیوں مسکراوں۔؟"

"یاسر میں تمہارا سر پھاڑ دو گئی۔۔۔" سب کو مسکرا کر دیکھتی وہ دھیمی آواز میں دانت پیس کر اسے کہہ رہی تھی۔۔۔

"تم نہیں پھاڑ سکتیں۔۔۔" ہاں۔۔۔ یہ کہتے ہوئے وہ ہلاکا سا مسکرا یا تھا۔ سیلینہ نے اسے خفاظگاہوں سے دیکھا تھا۔

"اچھے لگ رہے ہو۔۔۔" استح کے آخر پر ٹھہر کر وہ اس سے کہہ رہی تھی۔

"جانتا ہوں۔۔۔"

"کتنے خود پسند ہو ناں تم۔۔۔"

"بہت زیادہ۔۔۔"

ٹی وی پر نگاہیں جمائے ارمان نے گھر اسنس لیا۔ (اس نے بادی گارڈ ہونے کے ساتھ ساتھ ماؤنگ کب شروع کی۔۔۔؟) دادا بھی میشم کے ساتھ ٹی وی دیکھتے حیرت کا مجسمہ بنے بیٹھے تھے۔ کبھی میشم کو دیکھتے۔۔۔ کبھی ٹی وی کو۔۔۔

نامور ڈیزائنرز کے ساتھ براجمان سلطانہ ناز نے اپنے بیٹے کو استح پر دیکھا تو گنگ رہ گئیں۔۔۔ یہ سب ان کے لیے بہت حیران کن تھا۔ خنیفہ جو سلمان کے آفس کسی فائل کے سلسلے میں بات کرنے آئے تھے، لمح بھر کو ٹی وی دیکھ کر ٹھہر گئے۔۔۔

"یاسر نے ماؤنگ کب شروع کی۔۔۔؟" انہوں نے پلٹ کر سلمان سے پوچھا تھا۔ وہ مسکرا کر پچھے ہو بیٹھے۔۔۔

"کوئی سچویشن ہو گی ہو گی یقیناً۔۔"

"ایسی کیا سچویشن ہو گی ہو گی بھلا۔۔؟"

"ہوئی ہو گی۔ ہمیں اسکی وضاحت کا انتظار کرنا چاہیئے۔۔" اسکے ساتھ اعتماد سے کھڑی سیلینہ کو دیکھ کر حنفہ کا دل پکھل ہی تو گیا تھا۔۔

"میری بیٹی کتنی پیاری ہے نال، چیف۔۔" وہ مسکرا کر کہے بغیر نہیں رہ سکے تھے۔۔ سلمان نے بھی مسکرا کر سر اثبات میں ہلا�ا تھا۔۔

وہ دونوں اب اسٹیج سے واپس پلٹ رہے تھے۔ تالیوں میں کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔۔

"اسٹیج اتنا چکنا ہے۔ اور سونے پر سہاگہ یہ کئی انج لبی ہیلز۔۔"

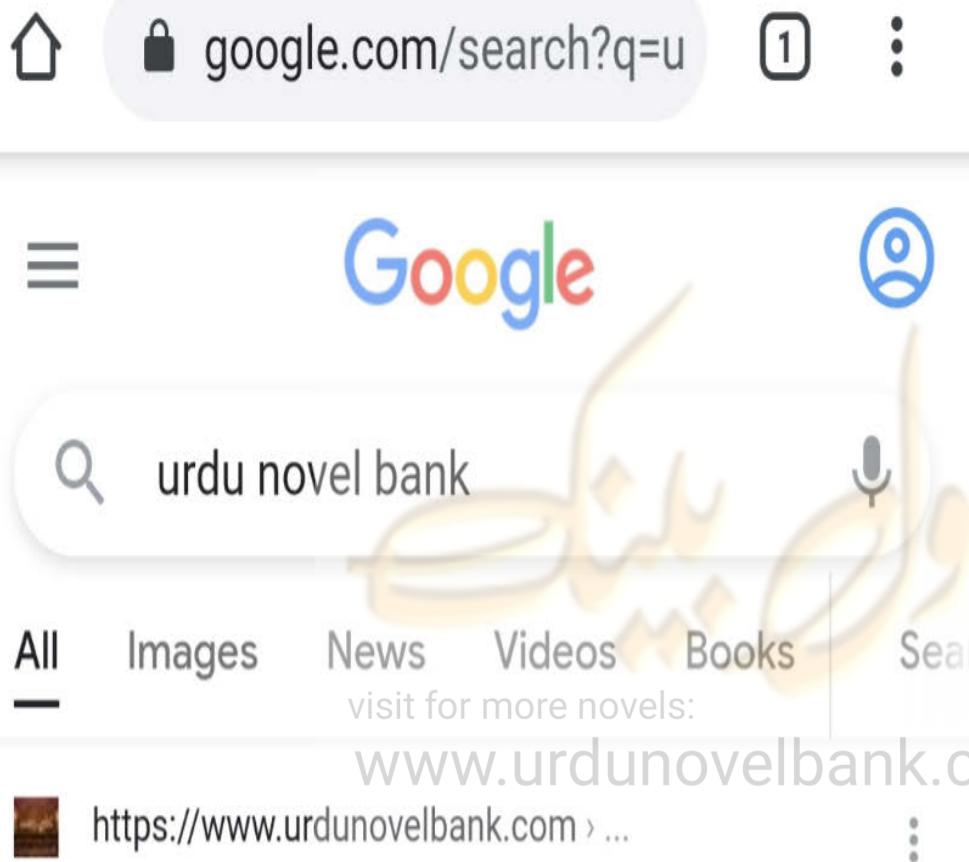
"دھیان سے چلو۔۔ اگر گریں تو میں اٹھاؤ نگا نہیں۔۔ میہیں چھوڑ کر چلا جاؤ نگا۔۔"

وہ دونوں اب ایک دوسرے کو جلے کٹے جوابات دیتے واپس چلے آئے تھے۔ اسٹیج پر کئی کپلز کے ساتھ انہیں بھی ایک قطار میں کھڑا ہونا تھا۔ اسی پھر۔۔ اندھیر کمرے میں براجمان۔۔ ایک شخص انہیں۔۔ بے حد سرد نگاہوں سے تک رہا تھا۔ پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور آگے بڑھ کر ٹوٹی وی بند کیا۔ اسکا وجود اندھیرے میں اندھیر ہی لگ رہا تھا۔۔ اسکے بازو پر اک نشان تھا۔۔ اک جلا ہوا۔۔ کندا گیا نشان۔۔ ادھورے دل کا نشان۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com



Urdu Novel Bank

interesting and best famous urdu novels free Pdf
Download on One click. all Categories new and
old urdu novel stories..

All Urdu Novels List

Urdu Novel Bank
website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں۔۔۔

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

ثمرین رضا کے بنگلے پر آج اسپیکس کو پورا ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔ قتل گھر کے اندر ہوا تھا۔۔۔ وہ بھی لاوَنْج کے عین درمیان میں۔۔۔ ارمان اسپیکس ٹیم کے ساتھ ایک بار پھر سے کرامم سین پر موجود تھا۔ بنگلے کے عقبی اور بیرونی حصوں پر بھی اسپیکس ٹیم کے لوگ کام کر رہے تھے۔

ہاتھوں میں سفید دستانے پہنے ارمان سنجیدگی سے ایک تجویری کے سامنے جھکا ہوا تھا۔ وہ ہر ایک چیز کو کی بار دیکھ چکا تھا۔ ثمرین رضا کے کمرے کو آخری دفعہ تنقیدی نگاہ سے دیکھ کر وہ باہر نکل آیا تھا۔ لمح بھر کو اس نے سر اٹھا کر لاوَنْج کی چھت کی جانب دیکھا اور کچھ تھا کہ وہ اگلا سانس نہیں لے سکا۔

چھت مدھم سے سفید رنگ کی تھی۔ بالکل صاف۔۔۔ لیکن اس پر خون کے چند چھینٹے لگے ہوئے تھے۔ اسکی آنکھیں ناصبحی سے سُکری تھیں۔۔۔

اسپیکس ٹیم کا ایک بندہ اسکی جانب کچھ دکھانے بڑھا تو اسے چھت کی جانب دیکھ کر اپنی ہی جگہ ٹھہر گیا۔ ایک لمح کو سر اٹھا کر دیکھا۔۔۔ چھت پر خون کے چھینٹے تھے۔۔۔ گھرے سُرخ رنگ کے۔۔۔ جو وقت کے ساتھ ساتھ اب سیاہ پڑتے جا رہے تھے۔

"یہ۔۔۔ یہ خون یہاں کیسے آیا۔۔۔؟"

اکرم نے ناسمجھی سے پوچھا تھا۔ ارمان کی نگاہوں نے چھت سے لاونج کی زمین تک سفر کیا۔

"ہمیں ہتھیار کا اب تک علم نہیں ہوسکا ہے نا۔۔۔؟" اس نے یاد دیہانی کے لیے پوچھا تھا۔ اکرم نے اثبات میں سر ہلایا۔ ارمان اب چھت اور لاونج کے درمیان موجود فاصلے کو اپنی نگاہوں سے طیول رہا تھا۔

"غالب خیال یہی ہے کہ ہتھیار بہت بھاری نوعیت کا ہے۔" اکرم نے کہا تو اس نے سر اثبات میں ہلایا۔

"چھت اور زمین کا فاصلہ اتنا زیادہ نہیں ہے۔ یہ لاونج جاپانی طرز پر بنایا گیا ہے۔ اسکی سیلگ اور فرش کے درمیان زیادہ اسپیس نہیں ہوتا۔ اسی لیے یہ خون کے چھینٹے چھت پر جا لگے ہیں۔۔۔"

"مطلوب۔۔۔؟" اکرم کو اسکی بات سمجھ نہیں آئی تھی۔۔۔

"مطلوب یہ کہ جب اس نے وکٹم کے سر پر زور دار ہتھیار سے ایک دفعہ for instance وار کیا، تو اسکے سر سے نکلتا خون اس ہتھیار پر لگ گیا۔ لیکن وکٹم ایک وار کے بعد بھی زندہ رہی۔۔۔ جب اس نے دوبارہ وار کرنے کے لیے ہتھیار اوپر اٹھایا تو یہ۔۔۔ اس نے چھت پر لگے خون کے چھینٹوں کی جانب اشارہ کیا۔۔۔ "خون کے چھینٹے یہاں آ لگے۔۔۔"

اکرم کے لب "اوہ۔۔۔" میں سکڑے تھے۔

"رپورٹ میں یہی درج ہے کہ وکٹم کے سر پر ایک سے زائد دفعہ وار کیا گیا ہے۔ اسکی کھوپڑی درمیان سے الگ ہو گئی تھی۔

"بالکل۔۔۔ وہ دکٹم کے مر جانے کے بعد بھی کئی دفعہ اسکے سر پر ہتھیار سے مارتا رہا ہے۔۔۔ سک ہے یہ آدمی۔۔۔" اس نے افسوس سے بھاری سانس خارج کی تھی۔

"لیکن قاتل نے بار بار وار کیوں کیا۔۔۔؟ وہ تو پہلے ہی دو وار میں مر گئی تھیں۔۔۔" "او سی ڈی۔۔۔" اس نے بے ساختہ کہا تو اکرم چونکا۔۔۔ انسپیکشن کے باقی لوگ بھی لاونچ میں چلے آئے تھے۔ اور اب وہ سب بھی سراٹھائے چھپت پر لگے اس خون کو تک رہے تھے۔

"او سی ڈی۔۔۔؟ اسکا یہاں کیا لینا دینا۔۔۔؟" اسکے سوال پر ارمان نے سر اثبات میں ہلا کیا اور ایک کو ہاتھ سے اشارہ کیا۔۔۔

"اس خون کو لیبارٹری میں انسپیکشن کے لیے بھیج دو۔۔۔ ٹیسٹ کرو۔۔۔ یہ خون ثمرین رضا کا ہے بھی یا نہیں۔۔۔" اسکے حکم پر اب وہ اس خون کے سیمپلز لینے لگے تھے۔

"Obsessive Compulsive Disorder"

"ایک ایسا ڈس آرڈر جو مریض کو ایک ہی کام بار بار کرنے پر مجبور کرے۔۔۔ ایک ہی کام کے ساتھ انسان آبسیسٹ ہو کر اسے بار بار کرنا چاہے اور خود کو روکنا اسکے لیے کٹھن ہو۔ جیسے آپ ایک بار ہاتھ دھونے کے بعد بھی اکثر اپنے ہاتھوں کو بار بار دھوتے ہو۔ آپ کو لگتا ہے آپ کے ہاتھ ٹھیک سے صاف نہیں ہوئے۔ حالانکہ یہ سب وہم ہوتا ہے۔ لیکن آپ کے دماغ کو لگتا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔۔۔ یہ ایک پیٹرن ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ مریض کی زندگی کے ہر کام میں داخل ہو جاتا ہے۔۔۔ ہاتھ دھونے سے لے کر وہ زندگی کی ہر چیز کو بار بار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔۔۔ اس نے یہاں بھی یہی کرنے کی کوشش کی ہے۔۔۔"

اکرم منہ کھولے چھٹ کو تک رہا تھا۔

"ہو سکتا ہے کہ اسے ڈس آرڈر نہ ہو۔ وہ بس پر فیکشن سے اپنا کام کرنے کا عادی ہو۔"

"پرفیشنسٹ وکٹم کے مرجانے پر رک جاتا۔ لیکن ڈس آرڈر کا شکار انسان وکٹم کے مرجانے پر بھی خود کو نہیں روک پایا۔" اس نے فون نگاہوں کے سامنے کیا اور اکرم کو ہاتھ سے اشارہ کرتا باہر نکل آیا۔

"عظیم، شرین رضا کی

Autopsy

رپورٹ موجود ہے تمہارے پاس۔؟" گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھتا وہ دوسری جانب کی بات سن رہا تھا۔

"ٹھیک ہے میں آ رہا ہوں۔ رپورٹ نکال کر رکھو۔" اس نے کہہ کر فون ڈیش بورڈ پر ڈالا اور گاڑی آگے بڑھا لے گیا۔

وہ دونوں سٹیچ سے اتر آئے تھے۔ فیشن شو اپنے اختتام کو پہنچا تھا۔ سیلینہ کے آس پاس فیز کا جم غیر اکھڑا ہونے لگا تو یاسر کو اس ڈیزائنس لباس میں بھی اسکا گارڈ بننا پڑا۔ وہ آٹو گراف دیتی اسکی جانب ہنسی دبا کر دیکھ رہی تھی۔

"آپ سیلینہ جی کے بادی گارڈ ہیں۔۔؟" ایک لڑکی نے پلٹ کر اسکی جانب دیکھا تھا۔ یاسر نے سر اثبات میں ہلا�ا۔

"آپ گارڈ ہیں۔۔؟ پھر آپ نے ان کے ساتھ ریمپ پر واک کیوں کی۔۔؟" ایک اور لڑکی بولی تھی۔

"جس ماذل نے میرے ساتھ واک کرنی تھی وہ بھاگ گیا۔۔ پھر اس بیچارے کو ہی بلی کا بکرا بنانا پڑا۔۔" سیلینہ نے افسوس سے کہا تھا۔ لیکن مجال ہے جو اسکے انداز میں ذرا سا بھی افسوس محسوس ہوتا۔ وہ واضح طور پر یاسر کی پوزیشن سے حظ اٹھا رہی تھی۔

"آپ کا بکرا تو بہت ہینڈ سم ہے سیلینہ جی۔۔" ایک کہیں سے بولی تو ہر جانب سے ہنسی ابھری۔ سیلینہ کو بے تباشہ گد گدی ہوئی تھی۔ اسکا بکرا بہت بیزار کھڑا تھا۔ کچھ پل وہ اپنے فینز کے ساتھ باتیں کرتی رہی۔ یاسر پچھے ہو گیا تھا۔ وہ سیلینہ کے پچھے کھڑا تھا تاکہ وہ اپنے فینز کے ساتھ سکون سے بات کر سکے۔۔

یکدم ہی ہجوم سے ایک لڑکا بھی سیلینہ کی جانب آٹو گراف لینے بڑھا۔ سیلینہ اب مسکرا کر اس اٹھارہ سالہ پیارے سے لڑکے کو آٹو گراف دے رہی تھی۔

"کیا نام ہے تمہارا۔۔؟"

"عبداد۔۔"

وہ مسکرائی تھی۔

"پیارا نام ہے--"

"تھینک یو۔ آپ بھی بہت پیاری ہیں۔" وہ بولا تو سیلینہ مسکرائی۔ اسکا دل آج بہت خوش تھا۔ اس نے آٹوگراف دے کر اسکی جانب پیدا بڑھایا۔

"کیا میں آپکو ایک بار گلے لگا سکتا ہوں۔؟" لڑکیاں ہنس دی تھیں اور سیلینہ نے حیرت سے اسکی جانب دیکھا تھا۔ پھر مسکرا کر جو نہیں آگے بڑھنے لگی تو یاسرنے اسے ہاتھ سے پکڑ کر روک لیا۔ اس نے چونک کر گردن پھیرتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"یہ آپ سے گلے نہیں مل سکتیں۔" وہ آگے بڑھ آیا تھا۔ ایک ہاتھ سے سیلینہ کو تھامے ہوئے۔ ایک جانب کیے ہوئے۔ عباد نامی لڑکے نے ماہی سے سیلینہ کی جانب دیکھا۔

"کیوں--؟"

"میں کیوں اس سے گلے نہیں مل سکتیں--؟" سیلینہ نے بھی اتنی ہی حیرت سے پوچھا تھا۔ یاسرنے گھر اسانس لے کر اسے گھورا۔

بس نہیں مل سکتیں۔ کچھ سیکیورٹی خطرات کے پیش نظر وہ کسی بھی مرد کو ہاتھ نہیں لگا۔ "سکتیں۔"

"آپ بھی تو مرد ہیں۔" لڑکے نے ناگواری سے کہا تھا۔

"میں ان کا گارڈ ہوں۔"

"تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ میں سیکیورٹی خدمات کی وجہ سے کسی مرد کو ہاتھ نہیں لگ سکتی۔۔۔؟" سیلینہ کی حیران آواز ایک بار پھر سے ابھری تو یاسرنے کراہ کر آنکھیں میچیں۔۔۔

"تم تو چُپ کرو یار۔۔۔" اس نے دھمکی آواز میں اسے تنیہہ کی تھی۔ لڑکا مایوس ہو کر چلا گیا۔ لڑکیاں بھی چھٹ گئیں۔ وہ دونوں لباس تبدیل کیے ڈریسنگ روم کے باہر آکھڑے ہوئے۔۔۔

"ایسی کونسی سیکیورٹی ہے جس پر وہ اپنے فینز کو گلے نہیں لگا سکتی۔۔۔؟" سارہ نے پوچھا تو اس نے کندھے اچکائے۔

"تمہارا گارڈ میری سمجھ سے باہر ہے، سیلین۔۔۔" اس نے ساتھ کھڑی سیلینہ کو کہا تو وہ بھی بے بسی سے گہرا سانس بھر کر رہ گئی۔

"تمہاری کیا۔۔۔ یہ تو میری سمجھ سے بھی باہر ہے۔ بیچارہ عباد۔۔۔ اتنا مایوس ہو کر چلا گیا بچہ۔۔۔"

"بچہ نہیں تھا وہ۔۔۔" یاسرنے خفگی سے کہا تو وہ دونوں چوٹکیں۔

visit for more novels
www.urdunovelbank.com

"اٹھارہ سال کا لڑکا ہمارے لیے بچہ ہی ہے، یاسر۔۔۔"

"لیکن میرے لیے بچہ نہیں ہے۔۔۔"

"تمہیں کیا مسئلہ ہے۔۔۔ اتنا پیارا بچہ تھا وہ۔۔۔"

"پیارا۔۔۔ نہیں تھا وہ۔۔۔" ٹھہر ٹھہر کر کہا تو سارہ کی ہنسی بے ساختہ ابھری۔ سیلینہ حیرت سے منہ کھولے اسکا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"تم اتنے رُوکھے کیوں ہو۔۔۔؟"

"گارڈز ایسے ہی ہوتے ہیں۔"

"نہیں۔۔۔ ایسے نہیں ہوتے۔۔۔ ساحر اتنا سوئٹ تھا۔۔۔" اس نے خفگی سے ترکخ کر کہا۔۔۔ وہ اثر لیے بغیر ڈھیسوں کی طرح کھڑا رہا۔۔۔ سائرہ ان دونوں کو لڑتا چھوڑ کر اپنے کام کی جانب بڑھ گئی تھی۔۔۔ اسے ابھی یہاں مزید کئی گھنٹے لگنے تھے۔۔۔ وہ ان دونوں کے ساتھ اپنا وقت نہیں بر باد کر سکتی تھی۔۔۔

وہ دونوں بھی باہر کی جانب بڑھ آئے تھے۔۔۔ پارکنگ ایریا کی جانب خاموشی سے بڑھتے ہوئے، یاسر چہرہ گھمائے بغیر تنقیدی نگاہوں سے جائزہ لے رہا تھا۔۔۔

"تم۔۔۔ آج یہاں کیوں آئے تھے۔۔۔؟" اپنی کار کے پاس ٹھہر کر اس نے پوچھا تھا۔

"سوئٹ سے ساحرنے کہا تھا کہ سیلینہ کو کسی اور گارڈ کے حوالے مت کرنا۔۔۔ وہ بہت جلدی ہر ایک پر بھروسہ کر کے اپنے عقل مند ہونے کا ثبوت دیتی ہیں۔۔۔" اسکے جواب پر وہ بے بسی سے ہنس دی تھی۔۔۔ پھر چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"عباد کتنا پیارا لڑکا تھا۔۔۔ ساحر کتنا سافٹ گارڈ ہے۔۔۔ تم کیوں اتنے بد نیز ہو۔۔۔؟"

"کیونکہ میں عباد اور ساحر نہیں ہوں۔۔۔"

سیلینہ نے اسکے جواب پر گھرا سانس لیا تھا۔

"آج کے لیے بہت شکریہ۔۔۔"

"کوئی ضرورت نہیں۔۔ عباد اور ساحر تو مجھ سے زیادہ اچھے ہیں ناں۔۔" اور یہاں سیلینہ کا قہقهہ بہت بے ساختہ ابھرا تھا۔ جس طرح جل کر اس نے کہا تھا ناں۔۔ وہ پھر وہ اسکے انداز پر ہنس سکتی تھی۔۔

"تم۔۔ جیس ہو رہے ہو۔۔؟" وہ بہت حیران تھی۔

"بالکل بھی نہیں۔۔"

"تم ہو رہے ہو۔۔" وہ اسکے چہرے کو دیکھ کر ہنسنی جارہی تھی۔

"اچھا بس۔۔ اب تنگ نہیں کر رہی۔۔ نہیں ہیں ساحر اور عباد تم سے زیادہ اچھے۔۔" یاسر جانے کیوں گردن جھکا کر۔۔ بالکل ہلکا سا مسکرا یا تھا۔ وہ دروازہ کھولتے کھولتے لمحے بھر کو ٹھہر کر اسکی جانب مڑی تھی۔

"عباد میرے لیے واقعی بچہ تھا، یاسر۔۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تو یاسر نے بھی اسے اتنی ہی سنجیدگی سے دیکھا۔

"ستہ اٹھاڑہ سالہ لڑکے بچے نہیں ہوا کرتے۔۔ انہیں بچہ سمجھنا غلطی ہے۔۔ اور کسی بھی مرد کے ساتھ بلاوجہ اسکن شپ اچھی بات نہیں ہے۔۔ ایکٹریس ان باتوں کو سمجھتی نہیں ہیں لیکن یہی فیز پھر آگے جا کر ان کے لیے خطرناک اسٹاکرز ثابت ہوتے ہیں۔۔ میں نے ایسے بہت کیس دیکھے ہیں۔۔ اسی لیے روکا تھا تمہیں۔۔ آگے کرو گی تب بھی روکون گا۔۔ ہر اس کام سے روکنا میرا فرض ہے جو تمہارے لیے حال یا مستقبل میں خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔۔"

اسکے جواز پر وہ چپ سی ہو گئی تھی۔ پھر مسکرا کر سر ہلایا۔۔

"جن معاملات کا مجھے علم نہیں۔ میں ان معاملات میں تمہارے فیصلوں پر بھروسہ کروں گی۔۔"

"گذر۔۔"

"اب چلتی ہوں۔ بہت تحکن ہو گئی ہے۔۔"

"اپنے اپارٹمنٹ کا دروازہ ٹھیک سے بند کرنا اور کسی کے لیے بلاوجہ کھولنے سے پرہیز کرنا۔ کوئی ایشو ہو تو کال کر دینا۔ رات کو باہر مت نکلنا۔۔"

اسے ہدایات دیتا دیکھ کر جانے کیوں وہ بنا سوچے مسکرانے لگی تھی۔ پھر ہاتھ آگے بڑھا کر اسکے ماتھے پر گرتے بالوں کو ہاتھ سے بکھیرا تو اسکی زبان لمح کے اگلے حصے میں رُک سی گئی۔۔ اسے جیسے یقین نہیں آیا کہ سیلینہ نے اسکے بالوں کو چھووا ہے۔۔

"ہوں۔۔ کچھ کہہ رہے تھے تم۔۔" اسے چپ دیکھ کر وہ ہو لے سے بولی تو یاسر کھنکھار کر دو قدم پچھے ہٹا۔

"اور یہ کہ تم مجھے ہاتھ نہیں لگاؤ گی۔۔"

وہ ہنسی تھی۔۔

"کیوں۔۔؟"

"سیکیورٹی رسکس ہیں۔۔" اور وہ ہنسنی جارہی تھی۔

"تم نے آج اتنا ہنسایا ہے کہ اب ڈر لگ رہا ہے۔۔"

"کس بات سے--؟"

"خوش ہونے سے--"

"تم خوش ہو--؟"

"تمہارے ساتھ ہوتی ہوں۔۔" آہستہ سے کہا تو یاسر عالم نے لب دانتوں تلے دبا کر رُخ دوسری جانب موڑ لیا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ اب گھر جاؤ۔۔ رات ہو گئی ہے۔۔"

"اوکے۔۔" اچھے پھوں کی طرح بات مان کر، کار کا اگلا دروازہ کھولتی وہ اندر آ بیٹھی تھی۔

"اگلے ہفتے بھی تم ہی گارڈ کرو گے۔۔؟" شیشہ نیچے کر کے پوچھا تو اس نے سر نفی میں ہلا�ا۔۔

"نہیں۔۔ تمہارا سافٹ ساحر کرے گا۔۔" اس نے ہنس کر چابی اگنیشن میں گھمائی اور ہاتھ ہلاتی کار آگے بڑھا لے گئی۔ وہ اسکی گاڑی کو ڈور جاتا دیکھتا رہا۔۔ پھر اپنی کار کی جانب چلا آیا۔ اسی پھر اسکے فون پر ارمان کی کال آنے لگی تھی۔

کچھ مصروفیت کے باعث وہ ارمان سے مل نہیں سکا۔ اگلی صبح ایجنسی کے نچلے فلور پر خاصی گھما گھمی تھی۔ وہ اپنے کیپن میں براجمان تھا کہ ایک گارڈ نے دروازے سے سر اندر ڈالا۔۔

"کیا یہاں ماؤل یاسر عالم رہتے ہیں۔۔؟" پچھے سے دبی دبی ہنسی ابھری تھی۔

"شیر۔۔!" اس نے سر اٹھانے بغیر تنیہہ کی تو وہ یوں غائب ہوا جیسے گدھے کے سر سے سینگھ۔۔

اگلے لمحات میں وہ حنیفہ اور سلمان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

"تم نے ماڈلنگ کب شروع کی۔۔۔؟ جانتے ہو ناں گارڈ ہونے کے ساتھ کوئی بھی پارٹ ٹائم جاب نہیں کر سکتے تم۔۔۔" حنیفہ نے ٹھنڈی سی ٹون کے ساتھ میٹھا سا طزر کیا تھا۔ اس نے گھر اسنس لیا تھا۔۔۔

"جس ماؤل نے واک کرنی تھی وہ بھاگ گیا تھا۔۔۔"

"میں نے کوئی تفصیل نہیں مانگی۔۔۔" سلمان نے ہنسی چھپانے کے لیے چہرہ جھکا لیا تھا۔ اس نے سر اثبات میں ہلا کر یہاں سے نکلنے ہی میں عافیت جانی تھی۔

اپنے آفس کی جانب بڑھنے ہی لگا تھا کہ ساتھ سے گزرتے سینٹر گارڈ نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔۔

"مجھے کل ہی پتہ چلا ہے کہ تم سفید سوٹ میں بھی اچھے لگ سکتے ہو۔۔۔" اس نے ذہنی طور پر کراہ کر گھر اسنس لیا تھا۔

"بہت شکریہ آپکا۔۔۔"

"شکریہ کیسا۔۔۔ بھائی ہو تم اپنے۔۔۔"

"جی بالکل۔۔۔"

کچھ پل بعد اس نے کیپن میں آکر فائل زور سے ٹیبل پر پڑھی۔ اسی وقت ارمان اسکے آفس میں داخل ہوا تھا۔

"تم کل ریپ پر کیا کر رہے تھے۔؟" اس نے اسے خونخوار نظروں سے گھورا۔ ارمان کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ اتنے غصے میں کیوں ہے۔۔۔

"کیا۔۔۔؟"

"مجھ سے اگر کل کے بارے میں ایک اور سوال کیا ناں تم نے۔ تو سلامت نہیں جاؤ گے یہاں سے۔۔۔" ارمان ہنس رہا تھا۔ یقیناً سب نے اسکی نس پر سوالات مارے تھے۔ اسی لیے وہ تپا بیٹھا تھا۔۔۔

"کیس کا کیا بننا۔؟ کوئی لیڈ۔۔۔؟" کچھ پل بعد اس نے سر اٹھاتے ہوئے پوچھا تو ارمان نے سر اثبات میں ہلا�ا۔ وہ اسکے سامنے ہی کرسی پر بیٹھا تھا۔

"قاتل کو کمپلسو ڈس آرڈر ہے۔۔۔"

اسکے ابرو لمجھ بھر کو سکڑے۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"کیسے۔۔۔؟"

"اسکے قتل کرنے کے انداز سے پتہ چلتا ہے۔ میں کل شرین رضا کی رپورٹ دیکھنے گیا تھا لیبارٹری۔ اسکی رپورٹ میں واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔۔۔ کہ جس طرح اسے قتل کیا گیا ہے۔۔۔ وہ نارمل انسان نہیں کر سکتا۔۔۔ کسی ذہنی مریض کا کام لگتا ہے یہ۔۔۔"

"ایک رپورٹ دیکھ کر اسے ڈس آرڈر کا شکار کہہ دینا ایک بڑا دعویٰ ہے۔" اس نے کہا تو ارمان نے سمجھ کر سر ہلا�ا۔

"لیکن اسکے قتل کرنے کا طریقہ۔۔ اسکا ہتھیار کا استعمال۔۔ وقت اور جگہ۔۔ سب ایک خاص پیٹرن کے تحت کیا گیا ہے۔ کرمنل پروفائلرز کا ماننا یہی ہے کہ قاتل کو کوئی نہ کوئی ذہنی عارضہ لاحق ہے۔۔"

"کرمنل پروفائلرز کی طرف سے حتیٰ رپورٹ آگئی کیا۔۔؟"

"فی الحال تو نہیں۔۔ وہ کچھ ری سرج کر رہے ہیں۔۔ کچھ دنوں تک مل جائے گی رپورٹ۔۔" اس نے ہنکارا بھر کر سر ہلا�ا تھا۔

"آٹھ دفعہ۔۔ گل آٹھ دفعہ اس نے وکٹم کے سر پر ہتھیار سے وار کیا ہے۔۔ کیا تمہیں یہ نارمل لگتا ہے۔۔؟" ارمان نے کچھ پل بعد پوچھا تو اس نے سر نفی میں ہلا�ا۔ آٹھ دفعہ بہت زیادہ تھا۔

"اسکا ہتھیار کس نوعیت کا ہے۔۔؟"

"ہتھوڑی نہیں۔۔ لکڑی کے دستے والا۔۔ بھاری بھر کم۔۔" visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"یہ محض قیاس آرائی ہے۔۔؟"

"ہاں۔۔ وکٹم کے زخموں سے تو اب تک یہی اخذ کیا گیا ہے۔۔"

"قاتل کا قد کتنا ہے۔۔؟"

"چھ فٹ ایک انچ۔۔" ارمان نے جواب دیا تو اس نے سر ہلا�ا۔ وہ کچھ سونج رہا تھا۔

"کیوں پوچھ رہے ہو۔۔؟"

"میں کسی کو جانتا ہوں جو اتنا ہی دراز قد ہے۔۔" اس نے کہا تو ارمان چونکا۔ یکدم ہی وہ کرسی پر سیدھا ہو بیٹھا تھا۔

"ایسے قدر رکھنے والے بہت سے لوگ ہیں۔ ہر کوئی قاتل نہیں ہو سکتا۔۔"

"تم نے بتایا تھا ناں کہ شرین رضا اپنے مرنے سے ایک دن پہلے تک ایک ماہر نفسیات سے سیشنز لیتی رہی تھی۔۔؟"

ارمان نے سرا ثبات میں ہلا�ا۔ اسے یاسر کے استفسار کی سمجھ نہیں آئی تھی۔

"میں ایک ماہر نفسیات کو جانتا ہوں جو ہماری ایجنسی کی تقریباً ہر ایکٹریس کو سیشنز دے چکا ہے۔" ارمان اب کہ مکمل طور پر سیدھا ہو بیٹھا تھا۔

"کون ہے۔۔؟"

"ہے ایک۔۔" مُعید حسن کی اک دُھندلی سی شبیہہ اسکی آنکھوں کے سامنے لہرائی تھی۔ اگلے ہی پل اس نے انٹر کام اٹھا کر کان سے لگایا۔ وہ اب زار کو آفس میں آنے کا کہہ رہا تھا۔ کچھ پل بعد زار اندر چلا آیا تھا۔

"مُعید حسن کو جانتے ہو نا۔۔؟ ڈاکٹر مُعید حسن۔۔" زار نے نامگھی سے سرا ثبات میں ہلا�ا تھا۔

"وہ ہماری ایجنسی میں خاصہ مشہور ہے کیونکہ کم و بیش ہر ایکٹریس نے اس سے سیشنز لے رکھے ہیں۔ ایک رپورٹ تیار کرو۔ اس رپورٹ میں ہر اس ایکٹریس کو شامل کرو جو مُعید حسن سے سیشنز لیتی رہی ہو۔۔ کم آن۔۔ شام تک مجھے رپورٹ اپنے ٹیبل پر چاہیے۔۔"

زار نے سر ہلایا اور باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔

"تم ایسے کسی پر شک نہیں کر سکتے، یا سر۔۔" ارمان نے اسے ٹوکا تھا۔

"اس بندے کی ٹامنگز بہت آف ہیں۔۔" اس نے کہا تو ارمان چونکا۔۔

"کیا مطلب۔۔؟"

"ایک دفعہ سیلینہ اس سے سیشن لے کر واپس آ رہی تھی تو اس پر لفت میں حملہ ہو گیا تھا۔
دوسری دفعہ جب وہ زینوں پر اوپر چڑھ رہی تھی، تب اس پر حملہ ہوا تھا اور یہ بندہ اس وقت
ان زینوں پر موجود تھا۔ یہ ہر غیر متوقع جگہ پر موجود ہوتا ہے۔ اور غیر متوقع جگہوں پر موجود
ہونے والوں کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔"

ارمان خاموش سا ہو گیا تھا۔ یقیناً یا سر نے کچھ تو محسوس کیا ہو گا۔ اگلے ہی پل اسکے فون پر کال
آنے لگی تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر خدا حافظ کہتا جو نہیں باہر کی جانب بڑھنے لگا تو اندر بڑھتے شیر سے
ٹکرا گیا۔ شیر شرارتاً اندر داخل ہو کر یقیناً یا سر کو شک کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔۔ وہ مسکرا کر سر
جھکلتا باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔

پچھے یا سر شیر کی کلاس لے رہا تھا۔ شاید وہ سب جان بُو جھ کر ہی اسے پریشان کرتے تھے۔ اسکے
غصے سے محظوظ ہوتے تھے۔

اگلے پورے ہفتہ وہ اور ارمان کیس میں انجھے رہے۔ سیلینہ سے بھی اسکی ملاقات نہیں ہو سکی۔ ساحر تندرست ہو کر واپس سیلینہ کو گارڈ کرنے جا چکا تھا۔ اسکے پاس اس سے ملنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ وہ بھی شاید اپنی شوٹ کے ساتھ مصروف تھی اسی لیے اس سے دوبارہ رابطہ نہیں جوڑ سکی۔

ماریہ اور واجد کی جانب سے بھی گھری خاموشی محسوس ہو رہی تھی۔ اسے بس ان کی خاموشی چبھ رہی تھی۔ رات کے پھر وہ اپنے آفس سے باہر نکل رہا تھا، جب اسکی نگاہ ساحر پر پڑی۔

"اس وقت تم یہاں کیا کر رہے ہو۔؟ سیلینہ کو کون گارڈ کر رہا ہے۔؟" ساحر حنفہ کے آفس کی جانب بڑھ رہا تھا، اسکے پاس ٹھہر گیا۔

"ان کی شوٹ آج جلدی مکمل ہو چکی تھی۔ اور انہوں نے کسی سائیکاٹرست سے ملنا بھی تھا۔ میں نے کہا کہ میں ساتھ چلتا ہوں لیکن انہوں نے منع کر دیا۔" اس نے بے ساختہ ہی کلائی پر بندھی گھٹری دیکھی تھی۔ رات کے دس بجے رہے تھے۔ اس وقت مُعید سے ملنا سیلینہ کے لیے ہرگز بھی ٹھیک نہیں تھا۔

اس نے ساحر کے کندھے کو تھپک کر آگے بڑھنے کا اشارہ کیا اور خود لفت کی جانب بڑھ گیا۔

"کہاں ہو تم۔؟" اس نے فون کان سے لگائے ہوئے گاڑی کی جانب بڑھتے پوچھا تھا۔ کچھ پل بعد وہ مُعید کے کلینک کے سامنے کار روک رہا تھا۔ صاف سُسٹھری سی اوپنی سڑک پر ایک لمبا سالیم پ نما بلب روشن تھا۔ اطراف بھی خاصے پر امن لگ رہے تھے۔ اس کے کلینک کی لوکیشن کافی اچھی تھی۔ وہ آس پاس دیکھتا اوپر کی جانب اٹھتی سڑک پر چل رہا تھا۔ پھر کلینک کا دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہو گیا۔

اندر کی دیواریں چکنے سے سفید رنگ سے مزین تھیں۔ دماغ کو سکون دیتی ٹھنڈی روشنیوں سے جگمگ کرتا تکلینک کسی بھی خطرے سے خالی تھا۔ اس نے رسپیشن پر موجود لڑکی سے معید کے آفس کے متعلق پوچھا۔۔۔

"آپ اس وقت اندر نہیں جاسکتے۔ معید سر ایک کلائنٹ کے ساتھ مصروف ہیں۔۔۔" لیکن وہ نہیں سُن رہا تھا۔ اس نے قدم آگے بڑھائے اور اگلے ہی پل دستک دیے بنا آفس کا دروازہ کھولتا اندر داخل ہوا۔۔۔

ٹیبل کے پیچے بیٹھا معید اسکی آمد سے ہرگز بھی نہیں چونکا تھا۔ سیلینہ نے بھی کچھ محسوس کر کے چہرہ پھیرا تھا۔۔۔ اسے اپنے سامنے دیکھ کر وہ یقیناً حیران ہوئی تھی۔۔۔ رسپیشنسٹ پیچے سے دوڑتی آرہی تھی۔

"آپ ایسے داخل نہیں ہو سکتے۔۔۔" لیکن معید نے اسے دو انگلیوں سے اشارہ کیا تو وہ پیچھے ہو گئی۔
visit for more novels:
یاسر اسی پل دروازہ بند کرتا آگے بڑھ آیا تھا۔ پھر کرسی پیچے گھسیٹ کر سیلینہ کے برابر اور معید کے عین سامنے آ بیٹھا۔۔۔

دیوار پر لگی قیمتی گھٹری میں رات کا وقت تک تک کر رہا تھا۔ اس نے گھٹری سے نظریں ہٹا کر معید کی جانب دیکھا۔۔۔

"کیا یہ وقت ٹھیک ہے اپنے مریض سے ملنے کے لیے۔۔۔؟" معید انتہائی سکون سے کرسی پر پیچھے ہو بیٹھا تھا۔ سیلینہ نا سمجھی سے اسکی جانب دیکھ رہی تھی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو۔۔؟ کیا تم نے مجھ سے اسی لیے پوچھا تھا کہ میں کہاں ہوں؟" وہ دھیمی آواز میں پوچھ رہی تھی۔ آواز میں ہلکی سی ناراضگی بھی تھی۔

"وقت میں نے طے نہیں کیا۔۔" مُعید نے اسی سکون سے کہا تھا۔ اسکے سیاہ بال پیچھے کی جانب سلیقے سے جمعے تھے۔ سفید چہرہ، گہری بُھوری آنکھیں، استری شُدہ چیک شرت پہنے وہ کسی مجسمے جیسا دکھتا تھا۔ ٹھنڈا اور ٹھہرا ہوا مجسمہ۔۔

"وقت میں نے طے کیا تھا، یا سر۔ مُعید اپنے آف آورز میں سے مجھے وقت دے رہا ہے۔۔" سیلینہ کی آواز میں اب کہ واضح خفگی تھی۔

"بیس نومبر کی رات کہاں تھے تم۔۔؟"

"اپنے بابا کے ساتھ ایک فارمل ڈنر میں شریک تھا میں۔" سیلینہ کو اسکے سوال کی سمجھ نہیں آئی تھی۔ لیکن مُعید اور یاسر بغیر گٹربڑائے بات کر رہے تھے۔۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"کوئی ایلی بائی۔۔؟"

"پچاس لوگ شریک تھے اس ڈنر میں۔ وہ سب میرے ایلی بائیز ہیں۔۔"

"ثمرین رضا کو جانتے ہو۔۔؟" یہ سوال جانے کیوں بہت چجھتی نگاہوں کے ساتھ پوچھا تھا یاسر نے۔۔ سیلینہ اب کہ بری طرح چونکی تھی۔ اسے ثمرین رضا کے غائب ہو جانے کی کچھ کچھ خبر تھی۔ لیکن یاسر ثمرین کے متعلق مُعید سے کیوں پوچھ رہا تھا۔۔؟

"میری پیشٹ تھیں وہ۔۔"

"تھیں۔۔؟" یاسر نے زیر لب دھرایا تھا۔

"تھیں۔۔؟" اب کہ سوالیہ پوچھا۔۔

"جی۔۔ وہ مجھ سے اپنا آخری سیشن انیس نومبر کی رات لینے آئی تھیں۔ اس کے بعد ہمارا کاظمیکٹ ختم ہو گیا تھا اور وہ بھی اپنا مزید علاج نہیں کروانا چاہتی تھیں۔۔"

"انیس نومبر کو وہ تم سے ملی اور میں نومبر کو کسی نے اسکا قتل کر دیا۔۔" سیلینہ کی آنکھیں قتل لفظ پر پھٹ گئی تھیں۔ اس نے کھلے ہوں کے ساتھ یاسر کی جانب دیکھا تھا۔ ایک نظر معید پر بھی ڈالی۔۔ لیکن وہ چونکا ہوا نہیں لگتا تھا۔ شاید وہ اس خبر کے بارے میں جانتا تھا۔۔

"کیا اس سب کا مجھ سے کوئی لینا دینا ہے۔۔؟"

"ثمرین رضا چو تھی وکٹم ہے۔ پچھلی تین ایکٹریس جو تم سے سیشنز لیتی رہی ہیں، وہ بھی اپنے گھروں سے غائب ہیں۔۔"

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

معید سیدھا ہو بیٹھا تھا۔ پھر دونوں ہاتھوں کو باہم ملا کر ٹیبل پر رکھا۔ اسکے انداز کا سکون بہت عجیب تھا۔۔

"کیا آپکے پاس مجھ پر شک کرنے کے لیے کوئی ثبوت موجود ہے۔۔؟" اسکی آنکھیں ہر نرمی سے خالی تھیں۔

"ہر ایکٹریس اپنے آخری سیشن کے بعد غائب ہوئی ہے۔ اور ہر ایکٹریس میں ایک کامن بات تھی۔۔" وہ ہلکا سا آگے جھکا تھا۔ پھر اسکی بھوری آنکھوں میں جھانکا۔۔ "وہ سب اپنے کم بیک کی

تیاری کر رہی تھیں اور ہر ایک کو کمپلسو ڈس آرڈر تھا۔ "لمح بھر کو آفس میں سناٹا چھا گیا۔ کچھ تھا گھڑی کی ٹک ٹک میں کہ سارا ماحول لمح بھر کو سرد محسوس ہوا تھا۔ سیلینہ کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ محسوس ہوئی تھی۔ یہ بات آخر کس طرف جا رہی تھی۔"

"یہ سب اتفاق بھی ہو سکتا ہے۔"

"کیا میری شکل پر گدھا لکھا ہوا ہے۔؟" یاسر کے پوچھنے پر مُعید ہلکا سا مسکرا یا تھا۔ "مجھے قانون کا اتنا علم نہیں ہے، مسٹر عالم۔ لیکن اتنا علم ضرور ہے کہ اتنے مسجم ثبوتوں کے ساتھ آپ مجھے تحقیقات میں شامل کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتے۔"

"کیا آپکو تحقیقات میں شامل ہونے پر کوئی اعتراض ہے۔؟" اس نے پوچھا تو مُعید نے سر نفی میں ہلایا۔ اسے کوئی اعتراض نہیں تھا۔ یاسر اگلے ہی پل اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ سیلینہ بھی اسکے ساتھ ہی اٹھی تھی۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"بالکل۔" وہ دونوں پلنے ہی لگے تھے کہ مُعید کی آواز پر اگلے ہی پل ٹھہر سے گئے۔

"کیا آپ جانتے ہیں مسٹر عالم کہ سرمی اور گھرا نیلا رنگ ڈپریشن اور سیاہی کی علامت ہوتے ہیں۔؟" اس نے چہرہ پھیر کر مُعید کی جانب دیکھا۔ آنکھیں ناصبحی سے سُکڑی ہوئی تھیں۔ مُعید چہرہ سامنے کی جانب موڑے سرمی اور گھرے نیلے رنگ کی پینٹنگ دیکھ رہا تھا۔ پھر آہستہ سے چہرہ اسکی جانب پھیرا۔

"آپکی آنکھیں گھرے سرمی رنگ کی ہیں۔۔"

"کیا اس مُبھم بات کا مطلب جان سکتا ہوں میں۔۔" اس نے گردن پھیرے ہی پوچھا تھا۔ ایک نگاہ سامنے لگی پینٹنگ پر بھی ڈالی۔۔

"قاتل ڈپریشن کا مریض ہے۔ کرامم سین پر دیکھیں۔۔ سرمی اور گھرا نیلا رنگ موجود ہو گا۔۔" اور ٹک ٹک کرتی گھڑی جیسے ساکت ہو گئی تھی۔ مُعید حسن جیسا مشکوک آدمی یاسرنے اپنی پوری زندگی میں نہیں دیکھا تھا۔ کچھ تھا اسکے انداز میں جو بہت غیر آرام دہ تھا۔۔ اس نے قدم آگے بڑھائے تو سیلینہ اسکے پیچے دوڑتی چلی آئی۔۔ اسکا ذہن ان دونوں کی گفتگو سے ماوف ہوا جا رہا تھا۔۔
اسی پہر ارمان کی کال آنے لگی تو اس نے فون اٹھا کر کان سے لگایا۔

"پروفائلر کی رپورٹ آگئی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ قاتل گھرے ڈپریشن کا مریض ہے۔۔" اس نے لمحے بھر کو ٹھہر کر آفس کے دروازے کی جانب دیکھا تھا۔ سیلینہ بھی اسکے ساتھ ہی رُک کر پیچے دیکھنے لگی تھی۔ اسکا دل اچانک سے بہت گھبرا رہا تھا۔۔

اپنے آفس میں براجمان مُعید حسن نے دراز کھول کر دیکھا۔۔ کچھ لمحے وہ ایسے ہی دیکھتا رہا۔۔ اور پھر دراز بند کر دیا۔۔ بھاری بھر کم سی ہتھوڑی نظروں سے غائب ہو گئی۔۔ اسکا پچھلا سکون تھم گیا تھا۔۔ اب وہ سرد پڑتی سُرخ آنکھوں سے آفس کے بند دروازے کی جانب دیکھ رہا تھا۔۔ ٹک ٹک پھر سے شروع ہو گئی تھی۔۔ کچھ تھا جو اسے اپنے ہاتھوں سے پھسلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔

گاڑی میں گہری خاموشی تھی۔ سیلینہ کی کار یا سر کی کار کے پچھے تھی۔ وہ اسے اسکے اپارٹمنٹ تک چھوڑنے جا رہا تھا۔ اپارٹمنٹ کی عمارت تک پہنچ کر وہ اپنی کار سے نکل آئی تھی۔ یاسر نے بھی کار کا دروازہ اپنے پچھے بند کیا اور باہر نکل آیا۔۔۔

"یہ سب کیا تھا یاسر۔۔۔؟ کیا تم معید پر شک کر رہے ہو۔۔۔؟ وہ ایک بہت اچھا انسان ہے۔ وہ قاتل نہیں ہو سکتا۔۔۔" اس نے بے چینی سے کہا تو یاسر نے گہرا سانس لیا۔ پھر سر اثبات میں ہلا�ا۔ وہ خود بھی الجھا الجھا سالگ رہا تھا۔۔۔

"جاو۔۔۔ دروازہ ٹھیک سے بند کرنا۔۔۔"

اس نے کہا لیکن وہ اپنی جگہ سے ہلی تک نہیں۔۔۔

"پہلے تم مجھے بتاؤ چل کیا رہا ہے۔۔۔؟ کونسی چار ایکٹریس غائب ہیں۔۔۔؟"

"وقت آنے پر بتاؤ نگا۔۔۔ ابھی سب کچھ کافی ڈینشل ہے۔ اور تمہاری جان خطرے میں پڑ سکتی ہے یہ سب جان کر۔۔۔ بس محتاط رہو۔۔۔ حالات ٹھیک نہیں چل رہے۔۔۔" لیکن وہ اسے نہیں سن رہی تھی۔

"کیا اسکا مجھ سے کوئی تعلق ہے۔۔۔؟"

اسکے سوال پر وہ لمحے بھر کو ٹھہر گیا تھا۔

"وکٹمز میں ہمیشہ کوئی ایک بات کامن ہوتی ہے جس سے تحقیقاتی ٹیم قاتل یا اغوا کار کا تعین کرتی ہے۔۔۔ یہاں پر بہت چیزیں کامن ہیں۔۔۔ سب ایکٹریس تھیں۔۔۔ ایک ہی بندے سے نفیات کے متعلق

سیشنز لیتی رہی تھیں۔ ہر ایک کو ڈس آرڈر تھا اور۔ سب تمہاری طرح انڈسٹری میں کسی اسکینڈل کا شکار ہو کر پس پرده چلی گئی تھیں۔ جیسے تم اپنے کم بیک کی تیاری کر رہی ہو وہ سب بھی کر رہی تھیں۔۔۔ بہت چیزیں کامن ہیں اسی لیے ایجنسی نے تمہیں اپنی طرف سے گارڈ دیا ہے۔ سمجھیں۔۔۔؟" اسکی آواز جانے کیوں آخر میں سخت ہو گئی تھی۔ سیلینہ کو اپنا رنگ سفید پڑتا محسوس ہوا تھا۔۔۔

"یہ سب۔۔۔ یہ اتفاق بھی ہو سکتا ہے۔۔۔"

یاسر نے گھر اسنس لے کر سر نفی میں ہلا�ا تھا۔۔۔

"معید بھی یہی کہہ رہا تھا۔ ہر دیکھنے والے کو یہی لگے گا۔ لیکن سب کچھ اتفاق نہیں ہوتا اور پیڑن تو کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ یاد رکھنا۔ قاتل یا ملزم کتنا بھی ذہین کیوں نہ ہو جائے لیکن وہ ہمیشہ ایک پیڑن کے تحت کام کرتا ہے۔ اور اسی پیڑن کو فالو کرنے سے وہ پکڑا جاتا ہے۔ کر منل پروفائلر اسے اتفاق نہیں کہتے۔ وہ اسے حملہ آور کی نفسیاتی حالت کہتے ہیں۔۔۔"

خوف سے لمبھر کے لیے اسکی ٹانگیں جواب دے گئی تھیں۔ یاسر بہت سنجیدہ تھا۔ اور اسے اسکی یہی سنجیدگی خوفزدہ کر رہی تھی۔۔۔

"اب جاؤ۔۔۔ پریشان مت ہو۔۔۔ میں ساحر کو بھیجا ہوں وہ گارڈ کرے گا تمہیں۔۔۔"

اس نے کہا اور پھر کار کا اگلا دروازہ کھولتا اندر جا بیٹھا۔ کبھی نہ کبھی تو اسے سیلینہ کو یہ سب بتانا ہی تھا۔ وہ شاک میں تھی۔۔۔ لیکن وہ جلد ہی سنپھل جائے گی۔۔۔ اسے یہ بھی معلوم تھا۔

کار ریورس کرتا وہ وہاں سے نکل آیا تھا۔ اسے اسی پھر ارمان سے ملنا تھا۔ اگلے ہی پل اسکا فون بجھنے لگا۔ اس نے فون کان سے لگا لیا۔۔

"جی دادا۔۔"

"یاسر۔۔ آج گھر آؤ گے کیا بچے۔۔؟" ان کی شفیق سی آواز پر وہ ضرور مسکراتا لیکن فی الحال وہ پریشان تھا۔

"نہیں۔۔ مصروفیت ہے۔ شاید اگلے ہفتے تک آؤں۔۔"

"اچھا بیٹا۔۔ ایک دفعہ اپنی ماں سے مل کر بات کرو۔۔ وہ آج بھی بہت روکر گئی ہے میرے سامنے۔ مجھ سے اسکی بے بسی اور تکلیف نہیں دیکھی جاتی۔۔ پہلے میرا بیٹا دُکھ دیتا رہا اسے اور اب تم وہی کر رہے ہو۔۔" اسکے لب بے اختیار بھنج گئے تھے۔ چہرہ جو پہلے ہی سنبھیڈ تھا مزید خاموش محسوس ہونے لگا۔۔

"اوکے۔۔"

دوسری جانب سے کوئی آواز نہ ابھری۔۔ وہ شاید اسکے اتنے آسانی سے راضی ہو جانے پر حیران ہوئے تھے۔۔

"کیا تم ملنے جاؤ گے اس سے۔۔؟"

"جی دادا۔۔ وہیں جا رہا ہوں۔۔" اس نے اسٹیرنگ وہیل کو گول گھما کر کار کا رُخ موڑ لیا تھا۔ سردار کے دل کو سکون سا ملا تھا۔۔

"چلو ٹھیک ہے۔ میں تمہارا گھر پر انتظار کروں گا۔ جب بھی فارغ ہو ضرور آنا۔" اس نے خدا حافظ کہہ کر فون رکھ دیا تھا۔ پھر اسی خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا۔ اگلے کی لمحات میں وہ سلطانہ کے بنگلے کے سامنے اپنی کار روک رہا تھا۔

چند پل سامنے دیکھتا رہا اور پھر دروازہ دھکیلتا باہر نکل آیا۔ سلطانہ لاوچ میں اندھیرا کیئے براجمان تھی۔ وہ آگے بڑھ آیا۔ ہاتھ بڑھا کر لائٹ بورڈ کا بٹن دبایا تو سارے لاوچ کی بتیاں روشن ہو گئیں۔ سلطانہ نے بے ساختہ اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھا تھا۔ پھر تیزی سے چہرہ پھیر کر دیکھا اور اگلا سانس نہیں لے سکی۔ جانے کتنے سالوں بعد وہ اسکے گھر آیا تھا۔

یاسر آگے بڑھا۔ خاموشی سے ایک صوفی پر جا بیٹھا۔ سلطانہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ "دادا کو پریشان کیوں کرتی ہیں آپ۔؟" ٹھنڈے لاوچ میں جیسے اسکی آواز گونج کر واپس آرہی تھی۔

visit for more novels:

"تم مجھے اتنا کیوں پریشان کرتے ہو۔؟ تم پریشان مت کرو میں بابا سے کچھ نہیں کہوں گی۔" وہ خنگی سے گویا ہوئی۔ وہ اسکا چہرہ خالی نظرؤں سے تکتا رہا۔

"میں آپکو پہلی اور آخری دفعہ کہنے آیا ہوں۔ کہ مجھے پریشان مت کریں۔ میں یہاں پر صرف اسی لیے آیا ہوں تاکہ آپ دادا کو آئندہ فکرمند نہ کریں۔ وہ بہت مشکل سے سنبھلے ہیں۔ میں نہیں چاہتا انکی صحت پھر سے خراب ہو۔"

اسکا انداز ہر نرمی سے خالی تھا۔ سلطانہ کی آنکھوں میں جلتی جوت بجھ سی گی۔ پھر اسکی آنکھوں میں یکخت ہی تپش سی ابھری۔۔

"کیا وہ لڑکی تمہاری ماں سے زیادہ اہم ہے جو اسکے ساتھ تم ریپ پر واک تو کر سکتے ہو لیکن مجھ سے مل نہیں سکتے۔۔" وہ لمحے بھر کو ٹھٹکا تھا۔ لیکن پھر سنبھل گیا۔۔

"میری جاب کا حصہ تھا وہ۔۔"

"میں کس کا حصہ ہوں پھر۔۔؟ کیا میں تمہاری ذمہ داری کا حصہ نہیں۔۔؟" اسکی آواز میں جانے کتنے ہی آنسوؤں کی نمی تھی۔ وہ کچھ نہیں بول پایا۔۔

"تم اس لڑکی کے ساتھ کچھ زیادہ ہی انوالو ہو رہے ہو۔" وہ پھر بولی تو یاسرا اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے مزید کچھ نہیں سننا تھا۔۔

"آنندہ دادا کی جانب سے کوئی شکایت نہیں ملنی چاہیے مجھے۔ نہیں تو آپ میرا چہرہ دیکھنے کو بھی ترس جاسکی۔۔" وہ آگے بڑھ آیا تھا۔ سلطانہ نے بے بسی سے گردن پھیر کر اسے جاتا دیکھا۔ اسکے پاس اپنے بیٹے کو روکنے کا کوئی طریقہ نہیں تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔۔

"السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَحْبَابَ"

"

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com

A screenshot of a Google search results page. The search query 'urdud novel bank' is entered in the search bar. The results show a link to 'Urdu Novel Bank' with the description: 'interesting and best famous urdu novels free Pdf Download on One click. all Categories new and old urdu novel stories..'. Below this, there is a link to 'All Urdu Novels List'.

Urdu Novel Bank
website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں۔۔۔

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

وہ ڈیکیو ہیڈ آفس چلا آیا تھا۔ لیکن ساتھ موجود پولیس اسٹیشن اور اس آفس میں بھی ہلچل دیکھ کر لمح بھر کو ٹھہر گیا۔ اسٹیشن کے درمیانے ٹیبلز کے اوپر لگی ٹی وی اسکرین پر آج کی تازہ ترین خبریں چل رہی تھیں۔۔۔

"جوے کے اڑوں سے کی لوگوں کو براہِ رست گرفتار کر لیا گیا۔ ملک کے کی نامور افراد بھی ان گرفتاریوں میں شامل ہیں۔۔۔" اس نے ٹی وی اسکرین کی جانب دیکھا۔ وہاں ایک نام پورے زور و شور سے جگمگارہا تھا۔ سیلیسہ مظہر کی والدہ شفقتہ کو بھی جواکھیتے ہوئے گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اس نے افسوس سے گھر اسنس لیا۔ ارمان بھی اس تک چلا آیا تھا۔۔۔

"کہاں جا رہے ہو تم لوگ۔۔۔؟"

visit for more novels:

"جہاں گرفتاریاں ہوئی ہیں وہاں پر مزید فورسس طلب کی گئی ہیں۔ جوے کے بڑے بڑے اڑوں کے پیچھے پولیس کب سے لگی ہوئی تھی۔ ہم لوگ وہیں جا رہے ہیں۔۔۔" اس نے سر اثبات میں ہلاکیا۔ ارمان نے اسکی جانب فکرمندی سے دیکھا تھا۔

"سیلیسہ تو ٹھیک رہے گی نا۔۔۔؟"

اس نے سر نفی میں ہلاکا تھا۔ وہ پہلے ہی مُعید اور اسکے مابین ہوئی گفتگو سے پریشان ہو گی تھی۔
جانے اب وہ شفقتہ کی گرفتاری کو کیسے برداشت کرتی۔۔۔؟

"فی الحال ہم ایکٹریس کے کیس کو نہیں دیکھ پائیں گے۔ یہ معاملہ ذرا ٹھنڈا ہو پھر ہی کچھ ہو سکتا ہے۔۔۔" اس نے سمجھ کر سر ہلایا تھا۔ ارمان کی افسران کے ساتھ باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ وہ بھی اسٹیشن سے باہر نکل آیا تھا۔۔۔

"ساحر۔۔۔ سیلینہ کی طرف جاؤ۔۔۔ وہاں اسے تمہاری ضرورت ہو گی۔۔۔" اس نے فون پر ہدایت دے کر کار کا اگلا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گیا۔

دوسری جانب سیلینہ اپنے اپارٹمنٹ کے باہر ہی ایک جانب کھڑی ہو گئی تھی۔ اسکے اپارٹمنٹ کے دروازے کے باہر رپورٹرز کا جم غیر تھا۔ اس نے نام صحی سے اپنے مستقل بجتے فون کی جانب دیکھا۔۔۔

"کیا ہوا ہے، یوول۔۔۔؟ اتنے رپورٹرز میرے گھر کے باہر کیا کر رہے ہیں۔۔۔؟" اس نے آواز حتی المقدور کم کر کے پوچھا تھا۔ ان میں سے ایک بھی اسکی جانب متوجہ ہو جاتا تو اسکا یہاں سے نکلنا مشکل ہو سکتا تھا۔۔۔

"کیا۔۔۔؟" لیکن یوول کی اگلی بات سن کر اسکا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا تھا۔ ماں جو اکھیتی ہوئے گرفتار کر لی گئی تھی! اسے لگا لمحے بھر کو زمین اسکے قدموں تلے لرز رہی ہے۔ اتنی محنت کی تھی اس نے خود کو باعزت طریقے سے انڈسٹری میں واپس لانے کی۔۔۔ یہ سب کیا ہونے جا رہا تھا۔۔۔

اسکا ذہن ماؤف ہو گیا تھا۔ ہر جانب جیسے گھر اندھیرا چھا رہا تھا۔ وہ لرزتے قدموں سے پچھے ہٹی۔ ساتھ ساتھ کپکپاتے ہاتھوں سے سامنہ کو بھی فون کرنے لگی۔ وہ اپنا فون نہیں اٹھا رہی تھی۔۔۔ وہ

شاید شہر میں ہی نہیں تھی۔ کپکاہٹ اسکے پورے وجود میں اترتی جا رہی تھی۔ آج اس نے اپنے ساتھ مفلر بھی نہیں لیا تھا جس سے وہ اپنا منہ چھپا سکتی۔ اس نے لفت کے بجائے تاریک زینوں کی جانب قدم بڑھانے تھے۔ اسے جلد از جلد اس عمارت سے باہر نکلنا تھا۔ وہ اس سے رپورٹر کے ہاتھ آجائے جیسے کوتاہی نہیں کر سکتی تھی۔

اس نے تیزی سے زینوں پر قدم رکھے اور جلدی جلدی اترنے لگی۔ تاریک زینے اسکی موجودگی کے ساتھ اپنی گل بتیاں روشن کرتے جا رہے تھے۔ یکدم ہی اسے زینوں پر شور سا محسوس ہوا۔ شاید کسی رپورٹر نے اسے دیکھ لیا تھا اور اب وہ اسکے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ اس نے پارکنگ ایریا کی جانب کھلتا دروازہ تیزی سے کھولا اور جو نہیں باہر بھاگنے لگی تو کسی سے ٹکرا گئی۔ چہرہ اٹھا کر دیکھا تو یاسر تھا۔ وہ جو اس سے ابھی سخت کلامی کر کے گیا تھا اب اسکے سامنے ایستادہ تھا۔ فکرمندی سے اسے دیکھتا ہوا۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"ر۔۔ رپورٹر میرے پیچھے ہیں۔۔" اسکا پسینے میں بھیگا جسم اور لڑکھڑاتی زبان۔۔ یاسر نے بے ساختہ اسے اپنے پیچھے کیا تھا۔ زینوں کا دروازہ کھول کر رپورٹر اب ان دونوں کے سامنے آکھڑا ہوا تھا۔

"سیلینہ جی کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ شگفتہ میڈم پر عائد کیے گئے الزامات سچ ہیں۔۔؟" وہ کپکا رہی تھی۔ یاسر نے سخت نگاہوں سے اس رپورٹر کی جانب دیکھا۔ اور پھر آگے بڑھ کر اسے دیوار سے لگایا۔

"انسانیت نام کی کوئی چیز ہے بھی تم لوگوں میں یا نہیں۔۔؟ ایک منٹ میں دفع ہو جاؤ نہیں تو اچھا نہیں ہو گا۔۔" اس نے ایک جھٹکا دے کر اسے چھوڑا تو وہ پیچھے جا گرا۔ اگلے ہی لمحے اس نے سیلینہ کو ساتھ لیا اور اپنی کار کی جانب تیزی سے بڑھا۔ لیکن اگلے ہی پل اسکے سامنے تین چار آدمی کہیں سے نکل کر آکھڑے ہوئے تھے۔ ان کے جسموں پر جا بجا سیاہ ٹیڈوں بنے تھے۔ گلے میں موٹی چینیں لٹکی تھیں اور جسم گینڈے جیسے بھاری بھر کم تھے۔ وہ یکدم ہی اسے لیے پیچھے ہوا تھا۔۔

"کون ہو تم لوگ۔۔؟ کیا چاہتے ہو۔۔؟"

"لان شارکس۔۔!" ایک ہنس کر بولا تو سیلینہ کا دماغ بھک سے اڑا۔ لمحہ لگا تھا اسے سمجھنے میں۔ اسکی ماں نے جو اکھیلنے کے لیے نچلے طبقے میں پلتے ان لان شارکس سے سود پر پیسہ لیا تھا۔ لان شارکس سے کبھی معاملات طے نہیں کرنے چاہیئے۔۔ وہ انسانی آنتیں پیچ کر اپنے پیسے وصول کرنے کے لیے مشہور سمجھے جاتے ہیں۔ یاسر نے لمحے بھر کو اسکی جانب چہرہ پھیر کر دیکھا تھا پھر اسے اپنے بالکل پیچھے کر لیا۔۔

"اس نے جوے کے لیے پیسے نہیں لیے۔۔"

"اس نے نہیں۔۔ اسکی ماں نے لیے ہیں۔ ایم بر جنسی کی صورت میں وہ ہمیں اسکا پتہ دے کر گئی۔۔ اب وہ گرفتار ہو گئی ہے۔ ہمارا پیسہ کیا تمہارا باپ دے گا۔۔؟ اس لڑکی کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں۔۔ بس اپنا پیسہ چاہیے۔۔"

اگلے ہی پل انہوں نے بڑے بڑے چھرے نکالے تو سیلینہ کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پاتی وہ یاسر پر جھپٹ پڑے تھے۔ چھرا بروقت کپڑا لیا گیا تھا اور اسی تیزی سے پچھے کھینچا گیا تو اسکی ہتھیلی میں اک گہرا ساز خم ابھر آیا۔ خون کے کئی قطرے زمین پر گرے تھے۔ وہ آگے بڑھا اور ایک زور دار لات اچھل کر ان میں سے ایک کو ماری۔ ایک سے ٹکرا کر دو بندے زمین پر جاگرے تھے۔ وہ اگلے ہی پل پلٹا اور اسے تیزی سے آگے بڑھ کر دوسرے کے ہاتھ سے چھرا اچکا۔ تیز پھل والا چھرا اک خطرناک ہتھیار تھا۔ وہ ذرا سی غفلت پر گوشت کے اندر تک پیوست ہو جاتا تھا۔ وہ ان چار لوگوں سے بیک وقت لڑ رہا تھا۔ اس کے بازوؤں پر جگہ جگہ کٹ لگ گئے تھے۔ سیلینہ مدد کے لیے پکار رہی تھی۔ وہ رو رہی تھی۔ یاسر نے ایک کو زور دار گھونسا مارا تو وہ لڑکھڑا کر ایک گاڑی پر جاگرا۔ وہ قدرے بھاری جسم کے تھے۔ جلد ہی ہانپہ لگے۔ وہ اب دوسرے کا سر مستقل گاڑی کے بونٹ سے مار رہا تھا۔ ہر جانب خون خون پھیل گیا تھا۔ جب وہ چاروں ادھر گر کر کرائے لگے تو اس نے پلٹ کر لمحے بھر کو سیلینہ کی جانب دیکھا اور پھر۔ وہ سانس نہیں لے سکا۔ انہی کا ایک سا تھی اسکی گردن پر چھرا رکھے ہوئے تھا۔ وہ دونوں ہاتھ اٹھائے، ساکت کھڑی تھی۔ یوں جیسے سانس تک روکا ہوا ہو۔

"چھوڑ دو۔" اسکی بہت گھر دری سی آواز ابھری تھی۔ اور اس سے پہلے کہ وہ چھرا اسکی نرم گردن میں مزید پیوست کرتا کسی نے اسے بالوں سے کپڑا کر پچھے کی جانب گھسیٹا تھا۔ وہ ساحر تھا۔ سخت چہرہ لیے اسکا چھرا اسے ہی گھما گھما کر جگہ جگہ کر رہا تھا۔ سیلینہ خوف سے سانس روکے

کھڑی تھی۔۔ پھر وہ اگلے ہی لمحے بھاگ کر اس سے آگئی۔۔ اسکی ہچکیاں پارکنگ ایریا میں گونج رہی تھیں۔۔

اس نے گھر اسنس لے کر اسکے بالوں کو نرمی سے چھوٹا تھا۔۔ وہ روتی جا رہی تھی۔۔

"سب ٹھیک ہے۔۔ یہاں سے نکلنا ہے پہلے۔۔" اس نے اسے خود سے ہٹایا۔۔ پھر اپنے خون آکوڈ ہاتھ کی پروادہ کیے بنا اسے اپنے ساتھ لیے آگے بڑھ آیا۔۔ ساحر اسکے پیچے ہی آرہا تھا۔۔

"میڈم کو ہم ان کے اپارٹمنٹ میں نہیں چھوڑ سکتے۔۔ آپ انہیں کہاں لے کر جا رہے ہیں۔۔؟" وہ کھڑکی پر جھکا اس سے پوچھ رہا تھا۔۔

"اسے چند دن کے لیے یہاں سے غائب ہو جانا چاہیئے۔۔ تم یہاں سب سنبھال لو گے۔۔؟" اس نے ساحر سے پوچھا تو اس نے تیزی سے سرا ثبات میں ہلا�ا۔۔

"سیلینہ کی کار یہیں کھڑی ہے۔۔ روپور ٹرز کو لگے گا کہ وہ اپنے اپارٹمنٹ میں ہے۔۔ خبر کی وجہ سے باہر نہیں آرہی۔۔ میک شیور کہ وہ اسی بات پر یقین کریں۔۔" اس کی ہدایات پر وہ سر ہلا کر پیچھے ہٹ گیا تھا۔۔ یاسر نے تیزی سے کار ریورس کی اور بھگا لے گیا۔۔ اسے فی الحال سیلینہ کو لیے یہاں سے جلد از جلد نکلنا تھا۔۔

"ہم۔۔ ہم کہاں جا رہے ہیں۔۔؟"

اس نے پوچھا۔۔ یاسر کی جانب سے کوئی جواب نہیں ابھرا۔۔

"یاسر۔۔"

"ایک محفوظ جگہ پر جا رہے ہیں۔ تم یہاں نہیں رہ سکتیں۔ بہت خطرات ہیں۔ کچھ دن تک معاملہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ پھر تم واپس آسکتی ہو۔" وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا اسے جواب دے رہا تھا۔ اس نے مزید کوئی سوال نہیں کیا۔ وہ اس پر یقین کرتی تھی۔ بے ساختہ ہی اسکے خون آلود ہاتھ پر نگاہ پڑی تو پریشانی نے سرے سے ہونے لگی۔

تمہارا ہاتھ زخمی ہے۔ کیسے ڈرائیو کر رہے ہو۔؟ آگے کہیں روک دو کار میں ڈرائیو کر لیتی " ہوں۔

یاسر نے نفی میں سر ہلایا تھا۔ پھر اسکی جانب دیکھا۔

"ٹھیک ہوں میں۔ ابٹ لیسٹ اس وقت میں تو اپنی پروادہ کر لو۔ کب تک دوسروں کے لیے پریشان ہوتی رہو گی۔؟" شہری حدود سے ان کی کار باہر نکل آئی تھی۔ وہ اس کی بات پر چپ چاپ اسے دیکھنے لگی تھی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"کیا میں تمہارے کندھے پر سر رکھ سکتی ہوں۔؟ بس تھوڑی دیر کے لیے۔ مجھے بہت ضرورت ہے۔" یاسر نے گہرا سانس لیا۔

"میرا ہاتھ خون آلود ہے۔" لیکن وہ اسے نہیں سن رہی تھی۔ وہ اسکے کندھے سے آگلی تھی۔ اسکی خون آلود ہتھیلی کو اپنی ہتھیلی سے دبائے رکھا تاکہ خون مزید نہ نکلے۔ وہ چپ ہو گیا۔ ایک ہاتھ سے ڈرائیو کرتا رہا۔ قریباً ایک گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد اس نے کار روکی تو وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔ سرسوں کی خوبیوں اسکے نھنبوں سے ٹکرائی تھی۔

"ہم کہاں آئے ہیں--؟" وہ کار کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا۔ پھر اسکی جانب کا دروازہ کھولا۔۔۔ وہ باہر نکل آئی۔ سفید محل بہت پر سکون تھا۔ سنہری قمقوں کی روشنی میں مزید خوبصورت بھی لگ رہا تھا۔۔۔

"دادا کا گھر ہے میرے--"

وہ ٹھٹک کر اسکا چہرہ دیکھنے لگی۔۔۔

"دادا۔۔۔ او گاڑ یا سر۔۔۔ تم مجھے یہاں کیوں لاائے ہو۔۔۔؟ تم جانتے ہو ناں سینٹر ز ایکٹر یس کو کتنا ناپسند کرتے ہیں۔۔۔!" وہ اس پر خفا ہو رہی تھی۔ یا سر نے اک گھر اسنس لیا تھا۔ اب وہ اسے کیا بتاتا کہ یہ سینٹر اسکا فین بوائے تھا۔

چار و ناچار اسے اسکے پیچے بڑھنا پڑا۔ سفید محل خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا۔۔۔ وہ دونوں ٹھنڈے لاڈنچ میں چلے آئے تھے۔ لکڑی کا فرش چلنے پر بلکل سی آواز کرتا تھا۔۔۔
visit for more novels.
www.urdunovelbank.com

یکدم ہی لاڈنچ کی گل بیتی روشن ہوئی تو وہ دونوں ٹھہر گئے۔ دادا نے خنگی سے چہرہ پھیر کر پوتے کی جانب دیکھا تھا۔ لیکن پھر وہ اگلا سانس نہیں لے سکے۔۔۔ اسکے ساتھ سیلینہ کھڑی تھی۔۔۔ بمشکل مسکراتی ہوئی۔۔۔ اسکے بال بکھرے ہونے تھے اور پیروں تک گرتی گلابی فراک پر جگہ جگہ خون کے نشانات تھے۔۔۔ لیکن وہ سیلینہ تھی۔۔۔ او گاڑ وہ سیلینہ تھی۔۔۔

سردار عالم کا حیران چہرہ دیکھ کر یاسر کو بے ساختہ ہی ہنسی آئی تھی۔ سیلینہ بار بار سر جھکا کر انہیں سلام کر رہی تھی۔ اور اک خواہش تھی جو بہت عجیب طرح پوری ہوئی تھی۔۔۔ لیکن پوری ہو گئی تھی۔۔۔ سردار کی۔۔۔ سیلینہ کو۔۔۔ اپنے سفید محل میں دیکھنے کی خواہش۔۔۔!

وہ دروازے میں ہی ایستادہ رہی۔ یاسر آگے بڑھ آیا تھا۔ سردار اب اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ انہیں جیسے سیلینہ کے یہاں موجود ہونے پر یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ یاسر کو مدد طلب نگاہوں سے دیکھ رہی تھی کہ ابھی وہ اپنے دادا سے اسکا پُر تکلف ساتھ تعارف کروائے گا۔ وہ اسے اس آکورڈ حالت سے بچا لے گا۔ لیکن مجال ہے۔۔۔ وہ اسے غنڈوں سے تو بچا سکتا تھا لیکن آکورڈ سچویشن سے نہیں! بد تمیز نہ ہو تو۔۔۔ یاسر نے لمحے بھر کو پلٹ کر اسکا سورخ پڑتا چہرہ دیکھا اور پھر گھرا سانس لیا۔ ایک ایکٹریس تھی اور دوسرے حضرت انکے فین بوائے مگر دونوں میں اتنا اعتماد نہیں تھا کہ آگے بڑھ کر ایک دوسرے کو خوش آمدید ہی کہہ دیتے۔۔۔ اف۔۔۔ اب یہ بھی اسے کرنا تھا۔ باڑی گارڈ ہونے کے ساتھ ساتھ آخر وہ کیا کیا کرے گا اور؟

وہ ذرا آگے بڑھ آیا۔ ایک ایک لمحہ دونوں پر ڈالی۔۔۔

"سیلینہ یہ میرے دادا ہیں، سردار عالم۔۔۔ دادا یہ۔۔۔" وہ لمحے بھر کو دادا کا چہرہ دیکھ کر ٹھہرا تھا۔ بچوں کی طرح شرماتا ہوا گلابی چہرہ۔ اس نے بمشکل اپنی ہنسی ضبط کی تھی۔ "یہ سیلینہ مظہر ہیں۔۔۔" "بیٹے آؤ نہ اندر۔ دروازے میں کیوں کھڑی ہو۔۔۔؟" وہ یکدم ہی سنبھلے تھے۔ سیلینہ جھچھکتے ہوئے آگے بڑھ آئی۔ پھر آہستہ سے دادا کے ساتھ رکھے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"کیسے ہیں آپ؟ یاسر نے مجھے پہلے بتایا نہیں کہ وہ مجھے یہاں لارہا ہے نہیں تو میں اپنا ھلیلہ درست کر کے آتی۔۔۔" اسے اپنی بکھری حالت پر شرم آرہی تھی۔ سردار نے مسکرا کر دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے اسے مزید کچھ بھی کہنے سے روک دیا تھا۔

"اے کوئی بات نہیں۔ کوئی مسئلہ ہو گیا ہو گا یقینا۔۔۔ اچھا آپ ٹھیک سے بیٹھو۔۔۔ اسے اپنا ہی گھر سمجھو۔۔۔ میں یاسر کو دیکھ لوں ذرا۔۔۔" وہ آگے بڑھ کر اسکے پیچھے کچن کی جانب آئے تھے۔ وہ لاپرواہوں کی طرح بوتل سے منہ لگائے پانی پی رہا تھا۔ دادا یکدم غصے سے آگے بڑھے۔ اسکے ہاتھ سے بوتل جھپٹ کر سلیب پر رکھی۔ یاسر اس آفتاد پر گڑ بڑا یا تھا۔

"اب کیا کیا ہے میں نے؟"

"ایک فون نہیں کر سکتے تھے مجھے تم۔ یوں ایسے اچانک سے سیلینہ کو لے آئے۔ مجھے ہارت اٹیک بھی ہو سکتا تھا!" اس نے گھر اسنس لیا تھا۔ دادا بھی سیلینہ سے کوئی کم ڈرامٹک نہیں تھے۔

"میرے پاس آپکو فون کرنے کا وقت نہیں تھا۔ سیلینہ کی اور میری حالت دیکھ رہے ہیں ناں آپ۔۔۔ حملہ ہو گیا تھا اس پر اچانک۔۔۔ بہت مسئلے تھے اسی لیے اسے یہاں لانا پڑا۔ شہر میں رہنا ٹھیک نہیں تھا اس کے لیے۔" دادا نے بے ساختہ اسکے زخمی ہاتھ کو دیکھا تو اپنا ہر شکوہ بھول گئے۔ انہوں نے جلدی سے آگے بڑھ کر کاؤنٹر کے اوپر بنے دراز سے فرست ایڈ باکس نکالا۔

"لاو میں کر دوں صاف۔۔۔ اتنا گھر از خم کیسے لگ گیا؟"

"بس کچھ مسئلہ ہو گیا تھا۔ میں ٹھیک ہوں اور میں یہ کر لوں گا۔ آپ سیلینہ کے پاس جا کر بیٹھیں۔ وہ بہت ڈری ہوئی ہے۔ اسے ریلیکس کریں۔"

"اسے کیسے ریلیکس کروں؟ پہلے میں خود تو ریلیکس ہو جاؤں۔" دادا نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر گھر اسنس لیا تو یاسر نے آنکھیں گھمائیں۔ گھر اسنس بھر کر وہ باہر چلے آئے۔ اسکے سامنے آبیٹھے۔ وہ تھکی تھکی سی لگ رہی تھی مگر سردار کو دیکھتے ہی سیدھی ہو بیٹھی۔ انہیں مسکرا کر دیکھا۔ ان کا تو دل ہی پکھل گیا تھا۔

"بیٹھ کیا لوگی؟ کچھ ٹھنڈا۔ چائے۔؟ کچھ بھی؟ یا کھانا لگوادوں۔؟" اس نے بے ساختہ ہاتھ اٹھا کر انہیں ہر تکلف سے باز رہنے کا اشارہ کیا۔

"نہیں دادا جی۔" اور اس نے اتنے پیارے طریقے سے انہیں دادا کہا تھا کہ سردار کو مارے خوشی کے واقعتاً دورہ پڑنے لگا تھا۔

visit for more novels:

"آپکو برا تو نہیں لگا میں نے آپکو دادا کہہ دیا۔" اس نے محتاط نظروں سے ان کا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھا تو انہوں نے مسکرا کر ناک سے مکھی اڑای۔

"نہیں بیٹھ۔ مجھے بہت اچھا لگا۔ مجھے آج تک کسی کا یوں دادا جی کہنا اچھا نہیں لگا۔" کچن سے باہر نکلتے یاسر کی ساعت میں سردار کے الفاظ اُترے تو وہ گھر اسنس بھر کر رہ گیا۔ پھر سر ہلاتا آگے بڑھ آیا۔ سیلینہ کی جانب پانی کا گلاس بڑھایا۔ اس نے لمبے بھر کے لیے اسکی جانب دیکھا تھا پھر اس کے ہاتھ سے گلاس لے لیا۔

"دادا سیلینہ چند دن تک یہیں رہے گی۔ آپ پلیز میشم سے کہہ کر اسکے لیے کمرہ ٹھیک کروادیں۔" وہ یوں بولا جیسے وہ ہر دفعہ چھٹیوں پر ان کے ساتھ رہنے آتی رہی ہو۔ سردار کو البتہ کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ان کی باخچیں کھلی جا رہی تھیں۔

اس نے اپنا سیاہ کوٹ اتارا تو سفید ڈریس شرٹ کے بازو پر اک گہرا سا کٹ نظر آیا۔ چاقو شرٹ کا کپڑا پھاڑتا اسکے بازو میں جا لگا تھا۔ اور اب خون کے سُرخ دھبے اسکی آہستین پر لگے ہوئے تھے۔ سردار اور وہ۔ دونوں اسکا زخم دیکھ کر قدرے پریشان ہوئے تھے۔

"اتنا گہرا زخم یا سر۔!" سردار کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔ سیلینہ کو مزید شرمندگی ہوئی۔ یا سر اسکی وجہ سے زخمی ہوا تھا۔ بے ساختہ ہی یا سر کی نگاہ اسکے بُجھتے چہرے پر پڑی تو وہ سیدھا ہوا۔

"اتنا گہرا نہیں ہے۔ مجھے تو پتہ بھی نہیں چلا تھا۔ ابھی کوٹ اتارا ہے تو نظر آیا۔" اس نے کہہ کر اپنا کوٹ اٹھایا اور کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ پیچھے سردار اور سیلینہ تھارہ گئے تھے۔

"آئی ایم سوری دادا جی۔" اسکی آنکھیں اگلے ہی پل بھیگنے لگیں تو وہ چونکے۔

"کیا ہوا بچے۔؟"

"وہ یا سر۔ وہ میری وجہ سے زخمی ہوا ہے نا۔"

وہ اسے دیکھ کر رہ گئے۔ وہ کمرے کی آنکھ کے سامنے جنتی معصوم لگتی تھی، اصل زندگی میں اس سے کہیں زیادہ معصوم اور بے ریا تھی۔ وہ اٹھ کر اس تک چلے آئے تھے۔ پھر چہرہ جھکا کر اسے نرمی سے دیکھا۔

"اتنا بڑا ہے وہ۔۔۔ اتنا چھوٹا زخم کیا کرے گا اسکا۔۔۔؟ اور ویسے بھی وہ اس سے زیادہ زخمی ہوا ہے۔۔۔ اسکی جاب کا تقاضہ ہے یہ سب۔۔۔ ایسے میں ہم کسی کو الزام تو نہیں دے سکتے نا۔۔۔" وہ شفقت سے بولنے لگے تو اسکا گلا مزید بھاری ہونے لگا۔ اس نے محض سر اثبات میں ہلایا تھا۔

وہ مسکرا کر پیچھے ہوئے۔۔۔ پھر اسے دیکھا۔۔۔

"لباس تو میلا ہو گیا ہے آپکا۔۔۔ اور یہاں سارے مرد رہتے ہیں تو آپکے لیے کوئی دوسرا آوت فٹ بھی نہیں۔۔۔ ایک کام کرتے ہیں۔۔۔" اگلے ہی پل وہ میشم کو آوازیں دینے لگے تھے۔ وہ شاید سورہا تھا۔ نیند سے بھری آنکھیں لیے گرتا پڑتا ان تک پہنچا۔ لاوچ میں براجمان سیلینہ کو دیکھ کر وہ بیہوش ہوتے ہوتے بچا تھا۔۔۔

"فرزانہ آپ کے گھر جاؤ اور انہیں بلا کر لاو۔۔۔ کہنا سردار عالم بلا رہے ہیں۔۔۔" وہ سر اثبات میں ہلاتا آنکھیں مسل کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔

visit for more novels:

"میں آپکو کتنا پریشان کر رہی ہوں نا۔۔۔" شرمندگی سے اسکا برا حال تھا۔ لیکن سردار اتنے خوش تھے کہ حد نہیں۔ کچھ پل بعد فرزانہ نامی فربہ سی خاتون داخلی دروازے سے اندر داخل ہوئی۔

"السلام علیکم، سردار صاحب۔۔۔ رات کے اس پھر طبی۔۔۔ سب خیر تو ہے نا۔۔۔؟" وہ شفیق سی خوبصورت خاتون تھیں۔ لہجہ خالص پنجابی تھا۔ ان کے منہ سے اردو زبان بہت میٹھی لگتی تھی۔۔۔

"فرزانہ بچے۔۔۔ یہ ہیں سیلینہ مظہر۔۔۔ یا سران کے ساتھ کام کرتا ہے۔۔۔ کچھ مسائل کے باعث وہ انہیں چند دنوں کے لیے شہر سے یہاں لایا ہے۔ اب آپ تو جانتی ہیں کہ یہاں کوئی خاتون ہیں

نہیں۔۔ اسی لیے ان کے لیے کوئی لباس بھی نہیں ہے۔ آپ کے یہاں تو ماشاء اللہ بیٹیاں ہیں۔ ان میں سے کسی کا لباس اگر سیلینہ کے لیے مل جاتا تو بہت مہربانی ہوتی۔۔ "وہ ان کے مطالبے پر مسکرائی تھیں۔ پھر اک مہربان نگاہ سیلینہ پر ڈالی۔۔ آگے بڑھیں تو وہ یکدم ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ اسے گلے لگا رہی تھیں۔ پھر سردار کی جانب دیکھا۔

"کوئی گل نہیں، عالم صاحب۔ میں کڑی کو اپنے ساتھ لے جاتی ہوں۔۔ کچھ دیر بعد اسے لے آؤں گی۔۔" انہوں نے سرا ثبات میں ہلا کر انہیں گویا اجازت دی تھی۔

"آؤ پُتر۔۔" وہ اسے اپنے ساتھ لیے آگے بڑھ گئیں۔۔ وہ بھی بغیر کسی پس و پیش کے ان کے ساتھ ساتھ چلتی جا رہی تھی۔

یاسر فریش ہو کر باہر آیا تو لمبے بھر کو چونکا۔

"سیلینہ کہاں گئی۔۔؟"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

اسکے گیلے بال ماتھے پر گر رہے تھے۔ جیز اور سفیدی شرط میں وہ صاف ستر اسالگ رہا تھا۔

سردار میشم کے

ساتھ اسکا کمرہ سیٹ کروار ہے تھے۔

"وہ فرزانہ کے ساتھ اسکے گھر گئی ہے۔۔"

"کس خوشی میں۔۔؟"

"فرزانہ کی بیٹی کی ڈھونکی ہے نا آج۔۔۔ بس وہیں بھیجا ہے میں نے سیلینہ کو۔۔۔ انہوں نے ٹھنڈے انداز میں کہا تو وہ چونکا۔۔۔

"واٹ۔۔۔؟"

"خدا کے لیے یاسر۔۔۔ میرا سر مت کھاؤ۔۔۔ اسے عورتوں کی ضرورت تھی اس وقت۔۔۔ وہاں بھیجا ہے تاکہ لباس اور مزید ضرورتوں کے لیے اسے کوئی مسئلہ نہ ہو۔۔۔ وہ یکخت ہی ڈھیلا پڑ گیا تھا۔۔۔ سردار تو سیلینہ کے لیے کمرہ ایسے سیٹ کروار ہے تھے جیسے وہ واقعی ان کے ساتھ چھٹیاں گزارنے آئی ہو۔۔۔

اس سے پہلے کہ دادا اسکی مزید عزت افزائی کرتے وہ کچن سے فرسٹ ایڈ باکس لیے لاونج میں آبیٹھا تھا۔۔۔ کچھ پل بعد سردار بھی اسکے ساتھ آبیٹھے تھے۔۔۔ چند پل اسکا چہرہ دیکھتے رہے۔۔۔ اس نے یونہی ان پر نگاہ ڈالی تو ٹھہر گیا۔۔۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"اب کیا کر دیا میں نے۔۔۔؟" سکون سے پوچھا۔۔۔ سردار نے گھرا سانس لیا تھا۔۔۔
"کیا ہوا ہے۔۔۔؟" وہ ان کا اشارہ سمجھ کر سیدھا ہو بیٹھا تھا۔۔۔ بازو پر اس نے جیسے تیسے پٹی باندھ دی تھی۔۔۔ اب وہ ہتھیلی کے زخم پر مرہم لگا رہا تھا۔۔۔

سیلینہ بہت کرائس میں ہے۔۔۔ کچھ دن لگیں گے معاملات سننجلنے میں۔۔۔ تب تک وہ یہیں رہے "گی۔۔۔

"وہ اتنی ہرٹ کیوں ہے۔۔۔؟" ان کی بات پر وہ چونکا تھا۔۔۔ پھر گھرا سانس لیا۔۔۔

"لوگوں نے بہت ہرٹ کیا ہے اسے۔ آپ ٹھیک کہتے تھے۔۔۔ انہوں نے بھاری دل کے ساتھ گھر اسنس لیا تھا۔ شوبز کی تھکادی بنے والی زندگی سے وہ واقف تھے۔ انہوں نے ایک لمبے عرصے تک سلطانہ کو اپنی راہ ہموار کرتے دیکھا تھا۔۔۔ وہ انڈسٹری کے کم و بیش ہر مسئلے سے آگاہ تھے۔۔۔

"پرسوں ربیعہ کی شادی ہے۔ تمہیں یاد ہے ناں۔۔۔؟" انہوں نے فرزانہ کی بیٹی کی شادی کی جانب اشارہ کیا تو اس نے سرا ثبات میں ہلا�ا۔ وہ لوگ جدی پشتی انکی زمینوں پر کام کرنے والے ملازمین کے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ سردار نے گاؤں کا بڑا ہونے کے ناطے اسکی شادی کی ذمہ داری اپنے سر لی تھی۔

اسی پل فرزانہ کھکھلاتی ہوئی دروازے سے اندر داخل ہوئیں تو ان دونوں نے اس جانب دیکھا۔ سیلینہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ان کے پچھے تھی۔۔۔

"انی سوہنی گڑی ہے، عالم صاحب۔۔۔ مجال ہے جو ذرا بھی چوں چڑاں کی ہو۔ سُتھری لڑکیوں کی مانند ہر بات مان لی اس نے تو میری "ادب ادب" کی نگاہ سیلینہ پر پڑی تھی۔ سیاہ قمیص شلوار میں ملبوس، اسکے بالوں میں تیل بھر بھر کر ماش کی گئی تھی اور پھر اسکے بعد کس کر ایک چوٹی باندھی گئی تھی۔ وہ بھی بیچ کی مانگ نکال کر۔۔۔ اور یاسر نہیں ہنستا مگر اسکے گلے میں موجود سیاہ تعویز دیکھ کر وہ کھکھلا کر ہنس دیا تھا۔ سردار نے چونک کر اسکی جانب دیکھا۔

"پتہ ہے جی میں کہہ رہی تھی کہ سُرمہ بھی ڈال لو آنکھوں میں۔۔۔ اتنی پیاری آنکھیں ہیں۔۔۔ نظر نہ لگ جائے۔۔۔ لیکن بچی کہہ رہی تھی کہ وہ سُرمے میں قصائی لگتی ہے۔۔۔ اسی لیے میں نے جانے دیا۔۔۔" یاسر گردن پچھے پھینک کر ہنستا جا رہا تھا۔

"بہت اچھا کیا جو تم نے جانے دیا فرزانہ۔۔۔ بہت شکر یہ۔۔۔" سردار نے بمشکل مسکرا کر ان کا شکر یہ ادا کیا۔ پھر ان سے شادی کی متعلق بات کرتے داخلی دروازے سے باہر کی جانب بڑھ گئے۔۔۔ وہ یکخت بے دم ہو کر صوف پر گرسی کی تھی۔ پھر جلدی سے ہاتھ اٹھا کر گلے سے تعویز اتارا۔۔۔

"بہت ہنسی آرہی ہے ناں تمہیں۔۔۔ میں کہہ بھی رہی تھی کہ مجھے تیل نہ لگائیں۔۔۔ وہ میری نہیں سن رہی تھیں۔" اس نے کچھ اس بیچارگی سے کہا کہ یاسر کو ہنسی نئے سرے سے آنے لگی۔

"ایک بات مانو گی میری۔۔۔" اس نے بمشکل ہنسی قابو کر کے چہرہ اٹھایا تھا۔ سیلینہ اسے ناگواری سے دیکھ رہی تھی۔

"تم ایسی ہی رہا کرو۔۔۔ اور پلیز۔۔۔ سُرمہ بھی لگا ہی لو۔۔۔ بہت سوت کرے گا تم پر۔۔۔" وہ پھر سے ہنسنے لگا تھا۔ اور اس سے پہلے کہ وہ اسے ساتھ رکھا کشش دے مارتی سردار اندر چلے آئے۔ وہ جلدی سے سیدھی ہو بیٹھی۔ دوپٹہ بھی سر پر رکھ لیا۔ دادا لمجھ بھر کو صوف کے پاس ہی ٹھہر گئے تھے۔ پھر خفگی بھری اک نگاہ یاسر پر ڈالی۔ وہ اب مسکرا تاہوں پر ہتھیلی پر پٹی باندھ رہا تھا۔ پھر انہوں نے اسی شفقت سے سیلینہ کی طرف دیکھا جو انہی کی جانب دیکھ رہی تھی۔۔۔

"کوئی بات نہیں بیٹی۔۔۔ تیل بالوں کے لیے بہت ضروری ہے۔ زندگی میں ایک دو دفعہ تو ضرور ہی لگانا چاہیئے۔۔۔" صاف ظاہر تھا کہ وہ اسکا دل بہلا رہے تھے۔ یاسر کے لب پھر سے مسکراہٹ کے باعث پھر پھرانے لگے تھے۔

"جی دادا۔۔۔" وہ بولی تو یاسر نے مزید ہنسنے کو کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھا۔ پھر اسے چہرہ اٹھا کر دیکھا۔ اسکی گردان پر ملکے سے زخم کا نشان تھا۔

"اگر آپکو تیل آرام دہ نہیں لگتا تو بیٹھ آپ بال دھو لو۔ کوئی مسئلہ نہیں۔۔۔" انہوں نے پھر کہا تو وہ ہولے سے مسکرائی۔ پھر سر اثبات میں ہلایا۔۔۔

"میں صحیح تک دھو لوں گی۔ ایک دو دفعہ تیل لگانے میں ایسی بھی کوئی قباحت نہیں۔۔۔" اسکے کہنے پر وہ دل سے ہنسے تھے۔ یاسر نے چہرہ اٹھا کر انہیں دیکھا۔ ساتھ سر بھی جھٹکا۔ (میرے ساتھ تو کبھی ایسے نہیں ہستے) خفگی سے سوچا مگر وہاں پروادہ کسے تھی۔۔۔؟ کم از کم دادا کو تو بالکل بھی نہیں تھی۔۔۔

"اچھا بیٹھ۔۔۔ میں سونے جارہا ہوں۔ آپکا کمرہ سیٹ کروادیا ہے۔ کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو بلا جھجک کہہ دینا۔ یہ کچن ہے۔۔۔ جب بھی بھوک لگے کھانا کھا لینا۔ خود کو مہمان محسوس کرنے جیسا تکلف تو ہرگز بھی مت کرنا۔۔۔ اور یہ جو جن یہاں بیٹھا ہے، اسکی جلی کٹی باتوں پر کان دھرنے کی ضرورت بالکل بھی نہیں۔۔۔ شب بخیر۔۔۔" ان کے آخری حوالے پر وہ اس نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔ یاسر اثر لیے بغیر اب فرست ایڈ باکس بند کر رہا تھا۔ ایک نظر سیلینہ پر ڈالی۔۔۔ وہ گردن گھما کر سارے گھر کو دیکھ رہی تھی۔ لکڑی کے فرش سے مزین وہ ٹھنڈا سا سفید محل بالکل سردار جیسا تھا۔۔۔ خوبصورت، ٹھہرا ہوا، پُر سکون۔۔۔

"تم تو دنیا کے اندر ہی جنت میں رہ رہے ہو، یاسر۔۔۔" اس نے گھر اسنس بھر کر کہا تھا۔ وہ اٹھ کر اس تک چلا آیا۔ ہاتھ آگے بڑھا کر اسکی جانب چھوٹی سی بینڈ تج بڑھائی۔ وہ اسے سوالیہ نظرؤں سے دیکھنے لگی۔۔۔

تمہاری گردن پر ہلاکا ساز خم آیا ہے۔۔۔" اس نے سمجھ کر بینڈ تھ اس سے لے لی تھی۔ چند پل خاموشی چھائی رہی۔۔۔"

"کچھ لمحات میں میرے پاس ڈائئریکٹر صاحب کی کال آجائے گی۔ جس میں وہ مجھے کہیں گے کہ وہ میرے ساتھ مزید کام نہیں کر سکتے۔ مشکل سے ملا فوٹو شوت کا کام بھی ہاتھ سے چلا جائے گا۔۔۔" اسکی آواز میں گہری

ادائی تھی۔ وہ چپ چاپ اسکا چہرہ دیکھے گیا۔۔۔

"لوگ کہتے ہیں ماں انسان کی صحراء ہوئی زندگی میں اک ٹھنڈے سائے جیسی ہوتی ہیں۔ لیکن میری ماں میرے لیے ہمیشہ تکلیف دیتا صحرائیوں ثابت ہوئی ہیں۔۔۔؟" اس نے یاسر کی جانب دیکھا۔ اسکے ماتھے پر گرتے بال ملکے ملکے سوکھنے لگے تھے۔۔۔

"کیا لوگ غلط کہتے ہیں یا میری ہی ماں نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے۔۔۔؟ میں لوگوں کی باقوں کے ساتھ ریلیٹ کرنا چاہتی ہوں۔۔۔ میں خود کو غلط ثابت کرنا چاہتی ہوں۔۔۔ لیکن کیسے کروں۔۔۔؟" میری ماں نے تو میرے پچھے لان شارکس تک کو بھیجنے سے دربغ نہیں کیا۔ میں خود کو غلط کیسے ثابت کر سکتی ہوں۔۔۔؟" آنکھوں میں گلابی سی نمی ابھرنے لگی تھی۔ بچپن کی ہر محرومی ایک ایک کر کے یاد آتی جا رہی تھی۔

"میری ماں روایتی ماوں جیسی نہیں ہے۔ وہ ایک انتہائی خود غرض اور لاپچی عورت ہے۔ اسکی خود غرضی اور لاپچ نے میرا بچپن تک کھا لیا اور وہ اب تک مجھے کھارہی ہے۔۔۔ کچھ رشتہ انسان کو کھا

جاتے ہیں۔ کھو کھلا کر دیتے ہیں۔ کسی قابل نہیں چھوڑتے۔ اور انہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ وہ رشتہ میرے لیے میری ماں ہے۔"

وہ خاموش ہو گئی تھی۔ اگلے ہی پل اسکا فون نج اٹھا۔ اس نے مردہ آنکھوں کے ساتھ فون اٹھا کر کان سے لگایا۔ کچھ پل بعد رکھ دیا۔ جیسا اس نے سوچا تھا وہی ہوا۔ ڈائریکٹر نے اس کے ساتھ کانٹریکٹ کینسل کر دیا تھا۔ اسکے مقابل بیٹھے یاسر نے اسکا بجھتا چہرہ دیکھا۔ پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"چلو۔ تمہیں تمہارا کمرہ دکھا دوں۔ تمہیں اس وقت آرام کی ضرورت ہے۔" اس نے سر اثبات میں ہلایا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ اسکے پیچے پیچے چلنے لگی۔ وہ اب زینوں کے اس پار موجود کمرے کا دروازہ کھول رہا تھا۔ پھر آگے بڑھ کر لائٹ جلائی۔ کوزی سانرم گرم کمرہ اگلے ہی پل روشن ہو گیا۔ وہ اندر چلی آئی۔ پھر پلٹ کر اسکی جانب دیکھا۔

"بہت خوبصورت ہے۔"

visit for more novels:

"اے ٹھیک کرنے کے لیے زیادہ تگ و دو نہیں کرنی پڑی۔ دادا کو ہمیشہ سے لگتا تھا کہ کوئی لڑکی اس گھر میں رہنے ضرور آئے گی۔" وہ اسکی بات پر ہنس پڑی تھی۔

"اپنی بہو کے متعلق ہی سوچا ہو گا۔ ویسے تم شادی کب کرو گے۔؟"

"فی الحال نہیں کر رہا۔"

"تمہیں کر لینی چاہیے۔ ایک ہی کمی ہے تمہاری آئندیل زندگی میں۔" وہ اسکی بات پر لمحے بھر کو ٹھہرا تھا۔

"انسانی زندگیوں میں کبھی ایک کمی نہیں ہوتی۔ بہت سے حصے ہوتے ہیں جو خالی رہ جاتے ہیں۔ انہیں کبھی کوئی نہیں بھر سکتا۔ اور آئیندہ میل کچھ بھی نہیں ہوتا۔ کبھی بھی نہیں ہوتا۔" وہ دروازے سے ہاتھ باندھ کر کھڑا تھا۔ پھر سیدھا ہو گیا۔ اسے شب بخیر کہتا باہر کی جانب بڑھنے لگا اور پھر اگلے ہی پل ٹھہر گیا۔

"اتنی بھی بری نہیں لگ رہی ہو اس تیل میں تم۔" اور باہر نکل گیا۔ ہاں وہ میک اپ سے لدی پچندی سیلینہ کی تعریف نہیں کیا کرتا تھا۔ لیکن وہ اس تیل لگنی بالوں والی لڑکی کی تعریف کر سکتا تھا۔ وہ پہلے تو حیران ہوئی اور پھر دیر تک اسکے تبصرے پر مسکراتی رہی۔ ہاں۔۔۔ وہ اب واقعی اتنی بری نہیں لگ رہی تھی۔۔۔

اگلی صبح اسکی آنکھ گھر میں ہوتی ہماہی سے کھلی تھی۔ اس نے لمحے بھر کو یاد کرنا چاہا کہ وہ کہاں ہے۔۔۔ آنکھیں

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

مسلسل کے بعد اسے یاد آگیا کہ وہ یاسر کے دادا جی کے گھر میں، سورہی تھی۔ اگلے ہی پل وہ اک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی تھی۔ پہلی فرصت میں اپنے بال دھوئے اور پھر فریش ہو کر کمرے سے باہر نکل آئی۔ لمحے بھر کو دروازے کے باہر ہی ٹھہر گئی۔ یاسر ٹریک سوٹ میں کہیں جانے کی تیاری میں لگ رہا تھا۔ دادا لاونچ میں براجمان ملازمین کو ہدایات دے رہے تھے۔ بہت سے لوگ باہر سبزہ زار پر چاندنیاں بچھا رہے تھے۔ صبح کے اس پھر وہاں دن کا سامان تھا۔

وہ آگے بڑھ آئی۔ دادا اور یاسرنے بے ساختہ ہی اسکی جانب دیکھا تھا۔

"میشم، سیلینہ جی کے لئے ناشتہ لگاؤ۔۔۔" انہوں نے وہیں سے بیٹھے بیٹھے ہدایات دی تھیں۔۔۔ وہ شاید صحیح ناشتہ کر چکے تھے۔۔۔

"بیٹھ آپکے لیے فرزانہ نے کچھ کپڑے بھیجے ہیں۔۔۔ رات کے واقعے کے بعد آپکو وہاں بھیجننا خطرے سے خالی نہیں ہو گا۔۔۔" انہوں نے کہا تو وہ مسکرائی۔۔۔ یاسرا اب شاید کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔۔۔ اس نے بھی فون نگاہوں کے سامنے کیا۔۔۔ وہاں سامنہ، یوول اور نظر کی کی کالز موجود تھیں۔۔۔ وہ دادا کے مقابل رکھے صوفے پر آ بیٹھی تھی۔۔۔ دادا اسے نرمی سے مسکرا کر دیکھ رہے تھے۔۔۔ کچھ تھا ان کی نظر وہ میں جو اس نے بے ساختہ نگاہ اٹھا کر ان کی جانب دیکھا۔۔۔ پھر ہلاکا سا مسکرائی۔۔۔

"اب جب تک یہاں ہو زندگی کو بھرپور طریقے سے جیو۔۔۔ کل ربیعہ کی شادی ہے۔۔۔ فرزانہ کی بیٹی ہے۔۔۔ آپکو اس شادی میں شرکت کرنی چاہیے۔۔۔" ان کی پیش کش پر وہ چونگی تھی۔۔۔ پھر سیدھی ہو بیٹھی۔۔۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"لیکن میں کیسے کر سکتی ہوں۔۔۔؟" دادا نے الٹا اس سے سوال کیا تو وہ آکورڈ سا مسکرائی۔۔۔

"مطلوب میں انہیں جانتی تک نہیں ہوں اور وہ بھی مجھے نہیں جانتے۔۔۔ انہوں نے مجھے دعوت بھی نہیں دی ہے۔۔۔ میں کیسے منہ اٹھا کر شرکت کر سکتی ہوں۔۔۔ کتنا برا لگے گا ناں۔۔۔" اسے یاد آیا کہ اس نے خاندان کی کسی شادی میں آج تک شرکت نہیں کی تھی۔۔۔ اسکے لیے ایسا ممکن ہی نہیں تھا۔۔۔ وہ اسکی ماں مکروہ تھیں۔۔۔ انہیں اپنی دعوتوں میں شریک کرنا اسکے گھرانے کے لیے انا کا مسئلہ تھا۔۔۔ لیکن دادا نے نفی میں سر ہلا کر اس کے ہر خدشے کو گویا رد کر دیا تھا۔۔۔

"صحیح جب فرزانہ آپکے لیے کپڑے دینے آئی تو اس نے آپکی دعوت کا بھی کہا تھا مجھ سے۔ انہیں آپ بہت اچھی لگی ہیں۔۔" اور اس صحیح میں جانے ایسا کیا تھا کہ وہ آسمان کی جانب دیکھ کر ڈھیروں شکر ادا کرنا چاہتی تھی۔ اگلے ہی پل یاسر آگے بڑھ آیا۔ اس پر ایک نگاہ ڈالی۔ اسکے چہرے پر پھیلی بھرپور مسکراہٹ دیکھی۔۔

"تم نے چھٹی لی ہے ربیعہ کی شادی کے لیے۔۔؟" سردار اب چہرہ ترچھا کیتے اس سے پوچھ رہے تھے۔

"شادی ربیعہ کی ہے میری نہیں۔۔" دادا نے کمال خنگی سے پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔

"تمہارا بس چلے تو تم اپنی شادی پر بھی چھٹی نہ لو۔۔"

"تھیک یو، دادا۔۔ اچھا ہوا آپکو یہ بات پہلے سے پتہ ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ بھلا آپکو قائل کیسے کروں گا۔۔؟" سیلینہ کو بے ساختہ ہی اسکے جواب پر ہنسی آئی تھی۔

"سدھر جاؤ، یاسر۔۔"

"میں آلریڈی بہت سدھرا ہوا ہوں۔ میرا اس سے زیادہ سدھرنا آپ برداشت نہیں کر پائیں گے، سردار عالم۔۔"

"میں تو تمہارا اتنا سدھرنا بھی برداشت نہیں کر پا رہا ہوں۔۔"

سیلینہ کی ہنسی ابھری تو دادا نے اسکی جانب دیکھا۔ پھر ذرا رازداری سے آگے کو جھکے۔

"ہے ناں انہائی کھڑوں یہ۔۔؟" اس نے ایک نظر یاسر کو دیکھا تھا۔ پھر مسکراہٹ دبا کر سر اثبات میں ہلایا۔۔

"بہت زیادہ۔۔" گھرے افسوس سے کہا۔

"مجھے تو اسکی شادی کی فکر ہے۔ لڑکیوں کے ساتھ جتنے اچھے سے یہ پیش آتا ہے ناں۔۔ اسکے بعد تو وہ اسکے ساتھ شادی کرنے پر ضرور ہی راضی ہو جائے گی۔۔" اور اب کہ اسکا بلند سا قہقہہ ابھرا تھا۔ سردار کا انداز ایسا تھا کہ واللہ۔۔ صوفے کے پیچھے کھڑے یاسر نے گھر انسانس لے کر انہیں دیکھا تھا۔

"ایسی بھی کیا جلدی ہے آپکو میری شادی کی۔۔؟" اس نے پوچھ ہی لیا۔ سردار پیچھے ہو بیٹھے تھے۔ پھر مزے سے کہنے لگے۔

"کم از کم ایک لڑکی گھر میں آجائے گی تو رونق لگی رہے گی۔ تمہارے جیسے سڑتے پوتے کے ساتھ آخر کب تک زندگی گزار سکتا ہوں میں۔۔؟" یاسر نے ایسے گھر انسانس لیا تھا جیسے کہہ رہا ہو۔۔ (واہ۔۔ کیا کمال منطق ہے)

"آپکی رونق کے لیے میں شادی کرلوں۔۔؟"

"رہنے دو۔۔ کوئی لڑکی راضی نہیں ہوگی تم سے شادی کرنے پر۔۔ اتنے شاندار اطوار و انداز کے بعد تو بالکل بھی نہیں۔۔"

"اور اگر میں نے آپکو شادی کر کے دکھادی پھر۔۔؟ کیا انعام ہے میرے لیے۔۔؟"

"پہلے کر کے دکھاؤ۔ انعام میں نے دینا ہے۔ اسی لیے اسکی ذمہ داری میرے سر ہے۔"

"دادا ایسا نہیں ہے۔ ہماری ایجنسی میں خاصہ مشہور ہے یہ۔ بہت سی ایکٹریس اسے اپنا باڈی گارڈ رکھنا چاہتی تھیں۔ وہ تو اس نے ہی منع کر دیا۔" سیلینہ نے درمیان میں کہا تھا۔ سردار کو لمحے بھر کے لیے اس پر یقین نہیں آیا۔ پھر وہ سیدھے ہو بیٹھے۔ تجسس سے بھری آنکھوں سے سیلینہ کو دیکھا۔

"واقعی۔؟ اسکے لیے۔؟ غور سے دیکھو اس کی شکل۔" سیلینہ نے اسکی شکل غور سے دیکھ لی تھی۔ اسے اسکی شکل دیکھ کر بے طرح ہنسی آئی تھی۔ اسی پل دادا کو باہر سے کوئی بلانے آیا تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

"بیٹے آپ ناشتا کرو۔ میں ذرا باہر لوگوں کے چند مسائل سن لوں۔ فارغ ہو کر آپ بھی مجھے جوان کر سکتی ہو۔" وہ مسکرا کر باہر کی جانب بڑھے تو یاسر نے انکے کھلے سے موڈ کو حیرت سے دیکھا تھا۔ لیکن اگلے ہی پل چونکا۔ سیلینہ اسکے جواب کھڑی تھی۔

"کیا میں واقعی شادی میں شرکت کر سکتی ہوں۔؟" یاسر نے سراحت میں ہلایا۔

"ہاں۔"

"تمہیں پتہ ہے میں نے کبھی ایسے خاندان کی شادیوں میں شرکت نہیں کی۔"

"اچھا۔" وہ اب اپنے کمرے کے ساتھ بنے جم روم کی جانب بڑھ آیا تھا۔ وہ اسکے پیچے پیچے آرہی تھی۔ "مجھے اور ماں کو کبھی انہوں نے اپنا گھرانہ سمجھا ہی نہیں۔ اسی لیے کبھی ہمیں اپنی تقریبات

میں بھی شامل نہیں کیا انہوں نے۔ تم کیا کر رہے ہو۔۔۔؟" وہ بولتے بولتے لمحے بھر کو ٹھہری تھی۔ وہ اب شیشے کی دیوار کے سامنے کھڑا کئی گلوکے وزن اٹھا رہا تھا۔ اسکے کسرتی بازو سیلینہ نے پہلی دفعہ دیکھے تھے۔ وہ پہلے ساحر کے بازوؤں پر حیران ہوئی تھی اور اب اسکی بلٹ پر حیران ہو رہی تھی۔۔۔

"ایسکر سائیز۔۔۔"

"تم روزانہ کتنے گھنٹے کسرت کرتے ہو۔۔۔؟" ان بازوؤں کو دیکھ کر وہ یہی سوال پوچھ سکتی تھی۔۔۔

دو گھنٹے۔۔۔" اور اسکا منہ کھل گیا تھا۔"

"دو گھنٹے۔۔۔! تم کیا جم فریک ہو۔۔۔؟"

"میڈم میں بادی گارڈ ہوں۔ اگر اتنے گھنٹے ورزش نہیں کروں گا تو نکال دیا جاؤں گا۔۔۔" اسے کل رات اسکا ان بھاری بھر کم لان شارکس کو اٹھا اٹھا کر پھینکنا یاد آیا تھا۔ اس نے وہیں سے کھڑے کھڑے اسکا چہرہ دیکھا۔ وہ انتہائی سنجیدگی سے کسرت کر رہا تھا۔ کنپٹی اور پیشانی پر پیسے کی کئی بوندیں ڈھلک رہی تھیں۔ پھر یکدم ہی اسکا فون بجتے لگا تو وہ باہر چلی آئی۔ سائزہ تھی دوسری جانب۔

"کہاں ہو، سیلین۔۔۔؟"

"یاسر کے دادا کے گھر۔۔۔" اسکے جواب پر وہ دوسری جانب چپ سی ہو گئی تھی۔ یقیناً معاملات اتنے گھمبیر ہوئے ہو نگے کہ اسکے گارڈ کو اسے اپنے دادا کے گھر لے جانا پڑا۔

"اچھا بات سنو۔۔۔ کیا تم مجھے شادی کے دو تین جوڑے لا کر دے سکتی ہو۔ دو پڑی کے ساتھ۔۔۔؟"

"لو۔۔ تم کس کے ولیے پر جا رہی ہو ایسے حالات میں۔۔؟" سارہ کو دوسری جانب حیرت ہوئی تھی۔ اس نے گھر اسنس لے کر اسے مختصر الفاظ میں حالات سمجھا دیئے تھے۔ پھر فون رکھ کر لاوچ میں چلی آئی۔ وہ گھر ایسا تھا کہ وہاں ذرا بھی اجنبيت کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ یوں جیسے وہ ہمیشہ وہاں آکر رہتی رہی ہو۔ اس نے ایسے گھر کی ہمیشہ خواہش کی تھی۔۔ نرم گرم سے۔۔ محبت بھرے گھر کی۔۔ جس میں سیاستوں اور نفرت کی کوئی گنجائش باقی نہ رہتی۔۔ اگلے ہی پل میشم پر اسکی نگاہ پڑی۔ وہ کچن کے دروازے میں کھڑا اسے بلانے کی تگ و دو میں لگتا تھا۔ وہ مسکرا کر آگے بڑھ آئی تھی۔۔

"تم نے مجھے آواز کیوں نہیں دی۔۔؟"

"مجھے پتہ نہیں تھا کہ آپکو کس نام سے بلانا ہے۔۔ آپ وہی ہیں ناں جی۔۔ ٹی وی والی باجی۔۔" اسکے حوالے پر وہ بے ساختہ ہنس دی تھی۔ پھر سر اثبات میں ہلا�ا۔

visit for more novels:

"جی میں وہی ٹی وی والا باجی ہوں۔ تم مجھے سیلینے کہہ لو۔۔" میشم نے اسے یوں دیکھا جیسے کہہ رہا ہو باجی کہیں آپکا دماغ تو نہیں چل گیا۔؟

"کیا ہوا۔۔؟" اسکے تاثرات دیکھ کر وہ پوچھ بیٹھی۔۔

"باجی میں آپکا نام کیسے لے سکتا ہوں۔۔؟"

"اوکے تو پھر سیلینہ باجی کہہ لیا کرو۔۔ اس میں کیا مسئلہ ہے۔۔؟" اور میشم یکدم ہی مسکرا دیا تھا۔ اگلے کئی گھنٹوں میں یاسر تیار ہو کر ایجنسی کے لیے نکل چکا تھا۔ وہ بھی سوکھتے بالوں کو کھلا چھوڑے

باہر سبزہ زار پر چلی آئی تھی۔ باہر بہت سے لوگ سردار کے سامنے سفید چاندنیوں پر برا جمان تھے۔ وہ اپنے اپنے مسائل بیان کر رہے تھے اور سردار ان کی باتوں کے جواب میں انتہائی دلچسپ جوابات دے رہے تھے۔

"سردار جی۔۔۔ میری بیوی کہتی ہے کہ وہ مجھے چھوڑ کر چلی جائے گی اگر میں نے اپنا نام تبدیل نہیں کیا تو۔۔۔ اب آپ ہی بتائیے کہ اس عمر میں، میں اپنا نام کیسے تبدیل کر سکتا ہوں۔۔۔؟"

"لوگ اپنی بیویوں کے لیے شہر تبدیل کر لیتے ہیں۔۔۔ گھر تبدیل کر لیتے ہیں۔۔۔ زندگی تک تبدیل کر لیتے ہیں۔۔۔ تم سے ایک ذرا سا نام تبدیل نہیں ہو رہا۔۔۔؟"

"میوه خان میں کیا خرابی ہے سردار جی۔۔۔؟" اسکا نام سن کے اسے بے اختیار ہی بنسی آئی تھی۔ سردار عالم نے سر ہلا کیا۔۔۔

"میوه، جتنی جلدی ہو نام تبدیل کرو۔۔۔ میں سمجھ سکتا ہوں تمہاری بیوی تمہیں چھوڑنے پر کیوں راضی ہوئی ہے۔۔۔" پیچھے بیٹھے لوگوں میں سے کمی ایک کے قہقہے ابھرے تھے۔ ایک اور دیہاتی آگے بڑھا۔ اسکا مسئلہ سب سے زیادہ دلچسپ تھا۔

"سردار جی۔۔۔ میرے بیٹے پر کالی رانی کا سایہ ہو گیا ہے۔۔۔ کہتا ہے کہ شادی کرو نگا تو صرف زیخن سے۔۔۔ اگر نہیں تو کالی رانی سے اسکا سایہ کبھی نہیں ٹلے گا۔۔۔"

"کیا زیخن اس سے شادی کرنے پر راضی ہے۔۔۔؟"

"جب سردار جی۔۔ میرے پتر کا اپنا ٹریکٹر ہے۔۔ کوئی لڑکی بھلا اس سے شادی کرنے پر کیسے راضی نہیں ہوگی۔۔؟"

"پھر کیا مسئلہ ہے۔۔؟ ٹریکٹر ہے تو کردو شادی۔۔ کالی رانی کا سایہ اگلے ہی دن ٹھیک جائے گا۔۔"

"واقعی۔۔؟"

"بالکل۔۔ اور میں یہ گاؤں کے سبھی لوگوں کے لیے کہہ رہا ہوں۔ جو نہیں آپکے بچوں پر کسی کالی رانی کا سایہ پڑے اور وہ کہیں کہ انہیں کسی زیجذب سے شادی کرنے ہے تو آپ لوگوں نے دیر نہیں کرنی۔ فوراً سے ان دونوں کی شادی کر دینی ہے۔۔" وہ پیچھے ہنس رہی تھی۔ ان دیہاتیوں کو سردار کی ٹرک سمجھ نہیں آئی تھی لیکن وہ سمجھ گئی تھی۔ اسی پل ایک اور بندہ اپنا مسئلہ لیے آگے بڑھا۔۔

"میری بیٹی کی شادی نہیں ہو رہی سردار جی۔۔ میں بہت پریشان ہوں۔۔"

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"کیا آپکی بیٹی شادی کرنا چاہتی ہے۔۔؟"

"نہیں۔۔ وہ راضی نہیں ہوتی شادی کے لیے۔۔ کہتی ہے میں نے آگے پڑھنا ہے۔۔" سردار نے اس کی جانب گھرے افسوس سے دیکھا تھا۔

"کتنے سال کی ہے بیٹی۔۔؟"

"بیس سال کی۔۔" وہ ایک بار پھر سے گھر اسانس بھر کر رہ گئے تھے۔۔

"اسلم۔ تمہاری بیٹی کی ایسی بھی کوئی عمر نہیں نکلی جا رہی۔ وہ اگر پڑھنا چاہتی ہے تو اسے پڑھاؤ۔ اگر تم پر بوجھ ہے تو میرے گھر بھج دو۔ میں اسے پال سکتا ہوں۔ اسکا مستقبل تباہ مت کرو عجلت میں--"

"سردار جی ہمارے یہاں لٹر کیاں اتنا نہیں پڑھتیں۔ خاندان والے باتیں کریں گے۔ کوئی میری دھی رانی کو رشتہ دینے پر راضی نہیں ہو گا۔ وہ سوالیہ نشان بن کر رہ جائے گی۔" سردار نے اسکی تاویل پر لمحے بھر کو اسے دیکھا تھا۔

"اسکی تعلیم اسے سوالیہ نشان ثابت نہیں ہونے دے گی، اسلام۔ وہ اپنا راستہ خود تلاش کر کے اپنی پہچان بنائے گی۔ ایک وقت بعد اسے تمہارے خاندان کے رشتہوں اور ناموں کی ضرورت نہیں ہو گی۔ یقین رکھو۔" اسے سمجھا بجھا کر بھیجا اور پھر چند لمحات بعد محفل برخاست ہو گئی۔ وہ پلٹے تو سیلینہ کو پچھے کر سی پر بیٹھا دیکھ کر چونکے۔ وہ آنکھوں میں ڈھیروں عقیدت لیے انہیں دیکھ رہی تھی۔ پھر ان تک چلی آئی۔

"یا سر بہت لکی ہے، دادا۔ اسے آپ جیسے شبت دادا ملے ہیں۔" وہ اسکے تبصرے پر بچوں کی طرح خوش ہوئے تھے۔

"اس بد تمیز سے پوچھا جائے تو وہ کبھی میرے ہونے پر ایسا جواب نہیں دے گا۔ اسے لگے گا کہ یہ جواب بہت عجیب سا ہے۔" وہ ہنس دی تھی۔ سردار اور یا سر کا تعلق قابلٰ ستائش تھا۔ وہ ہر وقت لڑتے رہتے تھے۔ بلیم گیم کھلتے رہتے تھے۔ لیکن ان کے درمیان موجود تعلق ہر تعلق سے زیادہ معتبر اور گہرا تھا۔

"دادا میرا بھی ایک مسئلہ ہے۔۔ کیا آپ اسے حل کر سکتے ہیں۔۔؟"

وہ اب ان کے ساتھ اندر بڑھتی پوچھ رہی تھی۔ انہوں نے شفیق آنکھوں سے اسکی جانب دیکھا تھا۔

"کیا میں۔۔ ایک ایکٹریں ہو کر کسی شریف انسان سے شادی کر سکتی ہوں۔۔؟ کہیں میں اس سے شادی کر کے اسکی زندگی تو برباد نہیں کر دوں گی نا۔۔؟"

وہ اسکے سوال پر چند پل اسے دیکھتے رہے تھے۔ دوپھر کی نرم سی دھوپ ان دونوں پر گرفتار رہی تھی۔

"آپکو کیا لگتا ہے۔۔؟ کیا آپ کسی طرح اسکی زندگی برباد کرنے کا سوچ سکتی ہیں۔۔؟" انکے استفسار پر اسکا سر خود بخود نغمی میں ہل گیا تھا۔

"بس پھر۔۔ یہی آپکا جواب ہے پچ۔۔ جب آپ ایسا سوچ نہیں سکتیں تو اصل میں اسکی زندگی کیسے برباد کریں گی۔۔؟ کسی کی زندگی برباد کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔۔" وہ ان کے جواب پر اپنے قدموں کو دیکھنے لگی تھی۔

اس نے اسنیکرر ز پہن رکھے تھے۔

"لیکن میں نے بہت سے لوگوں کی زندگی برباد ہوتے دیکھی ہے، دادا۔۔ محض اسی لیے کہ وہ شوبز میں کام کرنے والی عورت کو اپنا شریکِ حیات بنا لیتے ہیں۔۔" سردار کی نگاہوں کے سامنے اپنے

بیٹھے کی زندگی سب سے بڑا ثبوت تھی۔ وہ سیلینہ کی فکر کو سمجھتے تھے۔ لیکن پھر ہلاکا سا مسکرائے۔۔۔ عینک کے پار سے انکی شفاف آنکھیں لمبے بھر کو چمکی تھیں۔۔۔

"ایسا لگتا ہے کہ شوبز میں سے تعلق رکھنے والی عورت نے مرد کی زندگی بر باد کی ہے۔۔۔ لیکن حقیقت میں ایسا ہوتا نہیں ہے، بچے۔۔۔ صرف ایسا محسوس ہوتا ہے۔۔۔ ہر انسان اپنی زندگی کی تباہی کا خود ذمہ دار ہوتا ہے۔۔۔ وہ اپنے اعمال کے نتائج دوسروں پر ڈال کر خود بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔۔۔ کبھی غور کرنا۔۔۔ شوبز میں کام کرنے والی عورتوں کے ساتھ مسئلہ نہیں ہوتا۔۔۔ مسئلہ ان کے شوہروں کے ساتھ ہوتا ہے۔۔۔ جو اسے پہلتا پھولتا نہیں دیکھ پاتے۔۔۔" اسکے آگے سے لمبے بھر کے لیے دھنڈ سی چھٹ گئی تھی۔۔۔ اسے اپنی ماں کی زندگی کا ہر دن یاد تھا۔۔۔ اس نے اپنی دوسری شادی بچانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی تھی۔۔۔ لیکن کچھ تھا کہ وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکی تھی۔۔۔

دھوپ اب اسکے شہد رنگ بالوں پر گر کر چمک رہی تھی۔۔۔ وہ تشكیر سے سردار کو دیکھنے لگی تھی۔

visit for more novels:
آپ واقعی بہت اچھے ہیں، دادا۔" وہ اسکی بات پر سرا اثبات میں ہلانے لگے تھے۔۔۔ پھر اسکے ساتھ باتیں کرتے اندر کی جانب بڑھ آئے۔ سبزہ زار پر گرتی دھوپ اب تک چمک رہی تھی۔۔۔

خنیفہ پولیس اسٹیشن چلے آئے تھے۔ لاک اپس میں کئی گرفتار افراد کو رکھا گیا تھا۔ ملک کے نامور افراد کی ضمانتوں کا سلسلہ جاری تھا۔ کسی میڈیا کے بندے کو پولیس اسٹیشن میں داخل نہیں ہونے دیا جا رہا تھا۔ بیر سٹر ز، ججز اور کئی امراء کی اولادیں جوے جیسے گھناؤ نے جرم میں گرفتار کی گئی تھیں۔۔۔ وی پر ان کے ناموں کا اشتہار کسی صورت برداشت نہیں کیا جاسکتا تھا۔

حنیفہ آگے بڑھے تو انہیں اگلے ہی پل ارمان نظر آگیا۔ وہ انہیں دیکھ کر اسی طرف آگیا تھا۔

"انکل۔۔ آپ کو محض پندرہ منٹ کی ملاقات کا وقت دیا جائے گا۔۔ ٹھیک ہے نا۔۔؟" اس کے استفسار پر انہوں نے سرا ثابت میں ہلا�ا تو وہ انہیں اپنے ساتھ لیے کی راہداریوں میں آنکلا۔ راہداری کے ایک سرے پر ایک کمرہ موجود تھا۔ مجرمان اور ملزمان سے پراسیکیو ٹرزا، وکلاء اور پروفائلرز اسی کمرے میں ملاقات کیا کرتے تھے۔ ارمان انہیں دروازے تک چھوڑ کر جاچکا تھا۔ انہوں نے گہر انسان لیا اور پھر آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔۔

سفید جھولتے بلب تلے شگفتہ سفید چہرہ لیے براجمان تھی۔ آنے والے کو ایک نظر دیکھا اور پھر ساکت ہو گئی۔ حنیفہ آگے بڑھ آئے۔۔ پھر کرسی کھینچ بیٹھے۔۔ انکی آنکھیں زخمی تھیں۔ سیلینہ کے ساتھ پے در پے ہوئے واقعات نے انہیں حساس کر دیا تھا۔

"میری بیٹی کو مجھ سے جدا کرنے کے بعد یہ حفاظت کی ہے تم نے اسکی۔۔؟ اسکے پیچھے لان شارکس کو بھیج دیا۔۔؟ ایک لمحہ کے لیے بھی انہیں سوچا کہ لان شارکس انسانوں کا کیا حال کرتے ہیں۔۔؟" ان کی زخمی سی آواز ابھری تھی۔ شگفتہ اگلے ہی پل بے ساختہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اسکا چہرہ اب کہ سفید ہونے کے ساتھ ساتھ مردہ محسوس ہو رہا تھا۔ ہتھکڑی لگے ہونے کے باعث اس کے دونوں ہاتھ قید تھے۔۔

"میں نے۔۔ میں نے لان شارکس کو اس کے پیچھے نہیں بھیجا تھا۔۔" حنیفہ اسکی بات پر بغور اسکا چہرہ دیکھنے لگے تھے۔ انہیں جیسے اسکی کسی بات پر یقین نہیں تھا۔ اسی پل مُعید نے ماریہ کے آفس کا دروازہ دھکیلا تھا۔ وہ جو شیشے کی کھڑکی کے سامنے ایستادہ تھی، لمحہ بھر کو مڑی۔ مُعید کی چُبھتی

سی بھوری آنکھیں اسے اپنے اندر اترتی محسوس ہو رہی تھیں۔۔ وہ اگلے ہی پل آگے بڑھا اور اسے گردن سے تھام کر دیوار سے لگایا۔۔

"کیا بکواس ہے یہ۔۔؟ اگر تم نے انہیں اسکا پتہ نہیں دیا تھا تو وہ اس تک کیسے پہنچے؟" وہ غرا کر آگے جھکے تھے۔ شگفتہ کے جسم سے خون کا آخری قطرہ تک نچڑ گیا تھا۔ وہ بے یقینی سے ان کے مقابل آبیٹھی تھی۔

"خدا گواہ ہے، خنیفہ۔۔ میں نے انہیں اپنی بیٹی کا پتہ نہیں دیا تھا۔۔"

معید کے ہاتھ کی گرفت اسکی نازک گردن پر بہت گہری تھی۔ بے ساختہ ہی اسے کھانسی آئی۔۔ "کیوں بھیجا تھا تم نے لان شارکس کو اسکے پیچھے۔۔؟ انہیں مارنے کا حکم کیوں دیا تھا تم نے۔۔؟" وہ سرد سی دھمی آواز میں غرایا تھا۔ ماریہ کے چہرے کارنگ سفید پڑتا جا رہا تھا۔۔ پھر وہ یکدم نہ دی۔۔ دونوں ہاتھوں سے معید کی سفید انگلیاں اپنے حلق سے ہٹانے کی کوشش بھی کی۔۔ لیکن اسکی گرفت بہت سخت تھی۔۔

"اسکی موت میرے ہاتھوں لکھی ہے، معید۔۔ تم میرا۔۔ کچھ نہیں کر سکتے۔۔" اگلے ہی پل معید نے اسکی گردن چھوڑی تو وہ کھانستی ہوئی آگے جھکی۔۔ پھر نہ کر سیدھی ہوئی۔۔

"نرم مزاج رکھنے والا شفیق ماہر نفسیات۔۔! ماہی فٹ۔۔!" وہ یکدم آگے بڑھی تھی۔۔ پھر اسکے مقابل آئی۔۔ اسکی آنکھوں میں جھانگی۔۔

"اگر اس ماہر نفیات کی تباہ حال ذہنی حالت لوگوں کے سامنے آگئی تو جانتے ہو وہ کیا کریں گے--؟" وہ سپاٹ

چہرہ لیے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تمہارے سائیکو پیتھے ہونے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن سوچو۔ تمہارے مریضوں کو کتنا فرق پڑے گا۔۔۔؟" بلی جیسی شیطانی آنکھیں تھیں اسکی۔ مُعید کی سفید پیشانی پر کئی لکیریں ابھرنے لگی تھیں۔

"سیلینہ کا پیچھا چھوڑ دو۔"

"ثابت ہوتا ہے کہ صرف میں ہی اسکے پیچے نہیں۔ تمہارے اور میرے جیسے کئی لوگ اسکے پیچے ہیں۔ وہ دن دور نہیں جب اسکی بھی لاش باقی ایکٹریس کی طرح پنکھے سے جھولتی ہوئی ملے گی۔ میں محض اس دن کے انتظار میں اب تک زندہ ہوں۔"

"میرا دماغ مزید مت خراب کرو اور سیلینہ کا پیچھا چھوڑ دو۔ اگلی دفعہ صرف تمہاری گردن پکڑنے پر راضی نہیں ہونگا میں۔ سیلینہ سے پہلے تم پنکھے سے جھولتی ہوئی ملوگی۔۔۔ یاد رکھنا۔۔۔ اسکی آنکھیں ہر جذبے سے خالی تھیں۔۔۔ خوفناک آنکھیں۔۔۔ سائیکو پیتھے کی آنکھیں۔۔۔ وہ باہر کی جانب بڑھا تو ماریہ نے سر جھٹکا۔ اسے کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔۔۔

دوسری جانب حنیفہ اس کمرے سے بہت الجھ کر باہر نکل رہے تھے۔ سامنے ہی انہیں یاسر اپنی جانب بڑھتا ہوا نظر آگیا تھا۔

"کیا بات ہوئی۔۔؟"

"وہ لان شارکس اس نے نہیں بھیجے تھے۔۔" اسکی آنکھیں سکڑی تھیں۔۔

"کیا مطلب۔۔؟"

"ماریہ حسن۔۔ اس نے بھیجا تھا ان لوگوں کو وہاں۔۔" ایک لمحہ لگا تھا انہیں سمجھنے میں۔

"یہ لڑکی آخر میری بیٹی سے چاہتی کیا ہے۔۔؟" وہ زرچ ہو گئے تھے۔ یاسر نے انہیں دھیر ج رکھنے کا اشارہ کیا۔ پھر انہیں لیے باہر کی جانب بڑھ آیا۔

"سیلینہ کیسی ہے۔۔؟"

اس نے سرا ثبات میں ہلا�ا۔۔

"محفوظ ہے۔۔"

visit for more novels:

"جانے یہ کیسی بے بسی ہے کہ میں اپنی بیٹی سے بات تک نہیں کر سکتا۔ ایک دفعہ مل تک نہیں سکتا میں اس سے۔ یاسر میں اسکا چہرہ دیکھنے کے لیے ترس گیا ہوں۔۔" انکی آنکھوں میں تیرتی نمی دیکھ کر اس نے نظر وہ کارخ بدلتا۔

"اگلے کئی دنوں تک کیس کو آگے نہیں بڑھایا جا سکتا۔ فی الحال گرفتاریوں کی وجہ سے ٹریفک خاصہ بڑھ گیا ہے۔ ہمیں ایک ہفتہ انتظار کرنا ہے۔۔ ہو سکتا ہے اس سے بھی زیادہ وقت لگ جائے۔۔"

انہوں نے سمجھ کر سر ہلا�ا تھا۔ سیلینہ کی فکر انہیں ہر آن کھائے جا رہی تھی۔ یاسر نے انکا سوتا ہوا چہرہ دیکھا۔۔

"چیف--" اسکے پکارنے پر وہ اسکی جانب دیکھنے لگے تھے۔۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں سب ٹھیک کر دوں گا۔" اور یہاں وہ لمحے بھر کو ڈھیلے پڑ گئے تھے۔

"مجھے یقین ہے تم ایسا ہی کرو گے۔۔ سردار سر کیسے ہیں۔۔؟"

"ہوں۔۔ بہتر ہیں۔ آپکی بیٹی کے فین ہیں۔ فی الحال تو خوب خاطر مدارت میں مصروف ہونگے۔ اسے دنیا جہان کے کھانے کھلانا چاہیں گے۔ اسے اپنی کھیتیں دکھائیں گے۔ اپنی ہر پسندیدہ کتاب اور شاعر سے متعارف کروائیں گے۔۔ کم از کم ایک ہفتے کے لیے میرے کان تو سکون سے رہیں گے۔۔" وہ اسکی بات پر ہنس پڑے تھے۔

"میری بیٹی ہے ہی اتنی پیاری۔۔ اس سے خواہ خواہ ہی محبت ہو جاتی ہے۔" انہوں نے کہا تو یاسر نے انہیں بے یقین نگاہوں سے دیکھا۔۔

"یہ جانتے ہوئے بھی کہ آپکی بیٹی کے لیے مجھے کیا کیا کرنا پڑ رہا ہے، آپ میرے سامنے ایسی بات کیسے کہہ سکتے ہیں۔۔؟" وہ ہنس رہے تھے۔۔

"ایسی شکل کیوں بناتے ہو۔۔؟"

"کیسی۔۔؟"

"ایسی۔۔ مسکینوں والی۔۔ آگے والے کو تمہاری جسامت اور شکل کے درمیان تضاد دیکھ کر ہنسی آ جاتی ہے۔" یہاں وہ گھر اسنس بھر کر رہ گیا تھا۔

"بس اسی تضاد کے باعث کسی کو سمجھ نہیں آتا کہ مجھ پر بھی ظلم کیا جاسکتا ہے۔۔۔ انہوں نے اسے حیران نظروں سے دیکھا تھا۔

"تم پر کوئی ظلم کر سکتا ہے کیا۔۔۔؟"

"کرتے ہیں کچھ لوگ۔۔۔ آپکو کیا پتہ۔۔۔" وہ دونوں باتیں کرتے اپنی اپنی کار کی جانب بڑھ رہے تھے۔ پھر وہ ایجنسی چلے آئے۔ ساحر اور وہ پروفائلرز کی روپورٹ پڑھ کر کیس کونج کرتے رہے۔ رات گھری ہونے لگی تو وہ دونوں اپنے کیسز سے اٹھ آئے۔ خنیفہ بھی اسی پھر اپنے آفس سے باہر نکل رہے تھے۔ جب وہ پارکنگ ایریا میں اپنی کار کا دروازہ کھولنے لگے تو یکدم ٹھہر گئے۔۔۔ یاسر اپنی کار ان کے ساتھ لا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ انہوں نے نامسجدی سے اسکی جانب دیکھا تھا۔۔۔

"بیٹھیں اندر۔۔۔" اس نے کہا تو وہ دروازہ کھول کر اندر آ بیٹھے۔ وہ کار آگے بڑھا لے گیا تھا۔۔۔

"کہاں۔۔۔؟"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"ٹھیک ہے کہ میں آپکے رشتے چھپانے جیسے فیصلے کو سخت ناپسند کرتا ہوں۔ یہ بھی کہ میں ایجنسی میں اپنی سنگدلی کی وجہ سے مشہور سمجھا جاتا ہوں۔ یہ بھی کہ میں ایک عدد بد لحاظ انسان ہوں لیکن یہ سب ہونے کے باوجود بھی میں آپکو آپکی بیٹی سے ایک دفعہ تو ملواسکتا ہوں۔۔۔" اسکی تمہید پر وہ لمحہ بھر کے لیے حیران ہوئے تھے۔۔۔

"ڈونٹ ٹیل می کہ تم مجھے اپنے دادا کے گھر لے کر جا رہے ہو۔۔۔؟" انہوں نے سوالیہ سا ابرو اٹھایا تھا۔

"واو۔۔۔ یہ تو آپکو پہلے سے پتہ ہے۔۔۔ اچھا ہوا۔۔۔ میری تو انائی بچ گئی۔۔۔"

"یاسر۔۔۔ کیا کر رہے ہو یہ تم۔۔۔؟"

"اپنے بابا کے دوست کی تھوڑی سی مدد کر رہا ہوں۔۔۔ کیوں۔۔۔ کیا آپ وہی نہیں ہیں جنہوں نے میری ماں کے لیے انڈسٹری میں بہت سی راہیں ہموار کی تھیں۔۔۔؟ وہ بھی میرے بابا کے کہنے پر۔۔۔؟" اور حنیفہ مظہر کو اس پورے عرصے میں کبھی کسی بات نے اتنا حیران نہیں کیا تھا۔۔۔ وہ آنکھیں پھیلانے چرت سے اسکا چہرہ دیکھ رہے تھے۔۔۔ وہ اثر لیے بغیر ڈرائیو کر رہا تھا۔۔۔

"تمہیں کیسے۔۔۔؟"

"میں جانتا ہوں، چیف۔۔۔ میں سب جانتا ہوں۔۔۔ بابا ماں کو پسند نہیں کرتے تھے۔۔۔ لیکن وہ ان کے بارے میں فکر مند ہونا نہیں چھوڑ سکے تھے۔۔۔ اتنے احسانات کے بعد اتنا تو میں آپکے لیے کرہی سکتا ہوں۔۔۔ گو کہ میں آپکے بہت سے فیصلوں کو بالکل بھی پسند نہیں کرتا۔۔۔" اور یہاں وہ بے بسی سے ہنس دیے تھے۔۔۔ یاسر کا طریقہ کبھی سمجھ نہیں آیا تھا۔۔۔ وہ ظلم کرتا تھا یا ظلم سے بچاتا تھا۔۔۔ وہ اسکے انداز کو کبھی سمجھ نہیں پاتے تھے۔۔۔

ڈرائیو کے بعد وہ سردر کے سفید محل تک پہنچ گئے۔۔۔ ابھی وہ داخلی دروازے سے اندر داخل ہی ہوئے تھے کہ لاڈنچ سے خوش گپیوں کی آوازوں پر ٹھہر گئے۔۔۔ ایک صوفے پر سائزہ بر اجمنا تھی۔۔۔ اسکے مقابل صوفے پر سردار کے ساتھ ارمان بیٹھا تھا۔۔۔ وہ اسکے ساتھ کیس کے متعلق بات کرنے آیا تھا۔۔۔ اس نے نظریں گھما کر سیلینہ کو تلاش کرنا چاہا۔۔۔ لیکن وہ کہیں نظر نہیں آئی۔۔۔

وہ دونوں آگے بڑھ آئے تھے۔ یکدم ہی گھر میں خوشی کی لہر سی دوڑا تھی۔ میشم بھاگ بھاگ کر سب کے لیے لوازمات لارہا تھا۔ بہت دنوں بعد دادا کا لاوَنچ بھرا بھرا سالگ رہا تھا۔ وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔

"انکل سیلینہ نظر نہیں آرہی۔۔۔؟"

سامرہ نے پوچھا تو دادا مسکراتے۔۔۔ آج وہ بہت خوش تھے۔۔۔

"برابر میں گئی ہوئی ہے۔ ہمارے پڑوس میں لڑکی کی شادی ہے۔ وہاں پر سب لڑکیوں نے ڈھونکی رکھی ہے۔۔۔ اسے بھی بلا لیا۔۔۔" سامرہ مسکراتی تھی اور ارمان اسے دیکھ کر مسکرا یا تھا۔ دادا اب حنفیہ سے محو گفتگو تھے۔ اسی پل داخلی دروازے سے کوئی کھکھلا کر ہنستا ہوا داخل ہوا۔ ان سب نے گرد نیں پھیر کر اس جانب دیکھا تھا۔۔۔

وہ سیلینہ تھی۔۔۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

فرزانہ کے دیے گئے کپڑوں میں سے ایک نیا گلبی رنگ کا لباس زیب تن کیے۔ بالوں کو کمر پر کھلا چھوڑے، کانوں میں جھمکے پہنے اور دونوں ہتھیلیوں پر مہندی لگائے وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ یاسرا اسی وقت کمرے سے باہر نکلا تھا۔۔۔ اسے اپنی جانب آتے دیکھ کر ٹھہر گیا۔۔۔ وہ مسکراتی ہوئی اسی کی جانب آرہی تھی۔ اس نے لاوَنچ میں بر اجمان کسی کو نہیں دیکھا تھا۔۔۔

"یاسر۔۔ دیکھو۔۔ میری مہندی کتنی پیاری لگ رہی ہے۔۔ اچھی لگ رہی ہے نا۔۔؟" اس نے دونوں ہتھیلیاں اسکے سامنے کر کے دکھائیں۔۔ لاوچ میں بیٹھا ہر فرد ان دونوں کی جانب دیکھ رہا تھا۔۔ یاسر کے رخسار بے ساختہ ہی گلابی ہونے تھے۔۔

"دیکھو کتنی پیاری لگ رہی ہے۔۔ مجھے نہیں پتہ تھا کہ میرے ہاتھوں پر بھی مہندی پیاری لگ سکتی ہے۔۔ اچھا تمہیں پتہ ہے لڑکی نے مجھ سے پوچھا کہ آپکی مہندی میں کس کا نام چھپاؤں۔۔ میں نے تمہارا نام دے دیا۔۔ اب بتاؤ ڈھونڈ کر کہ تمہارا نام کہاں ہے۔۔" اس نے دونوں ہتھیلیاں اسکے سامنے بچھائیں۔۔ لیکن یاسر کا چہرہ دیکھ کر چونکی۔۔ کسی انہوںی کا احساس تھا یا کیا۔۔ اس نے لمب بھر کو چہرہ پھیر کر دیکھا۔۔ لاوچ پر نگاہ پڑتے ہی اسے لگا کسی نے اسکے اوپر سے ٹرین گزار دی ہے۔۔

سامرہ بمشکل اپنی ہنسی قابو کر رہی تھی۔۔ دادا اور حنیفہ آنکھیں کھولے ان کی جانب دیکھ رہے تھے۔۔ ارمان دل کھول کر ہنس رہا تھا اور یاسر۔۔ وہ ساکت ہو گیا تھا۔۔ اس نے ایک نگاہ سیلینہ کے چہرے پر ڈالی۔۔ وہ گھرا سرخ ہورہا تھا۔۔ اس حالت میں بھی اسے بے ساختہ ہی ہنسی آئی تھی۔۔

"لاو۔۔ نام ڈھونڈوں اپنا۔۔" اس نے کہا تو لاوچ سے بے ساختہ قہقہے ابھرے۔۔ سیلینہ نے ایک بے یقین نگاہ ڈالی تھی اس پر۔۔ اور اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھ پاتا وہ اسکے ساتھ سے نکل کر اوپر بھاگ گئی تھی۔۔ وہ چہرہ پھیرے اسے دیکھ رہا تھا۔۔

پچھے کہیں اس نے سوچ لیا تھا کہ مہندی واقعی اسکے ہاتھوں پر بہت حسین لگ رہی تھی۔۔ اور اس خیال کے آتے ہی وہ بے ساختہ چونکا تھا۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ---

"اَللّٰمُ عَلٰيْكُمْ احْبَابُ ---"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید ---

ناولز کی دنیا" ویب سائٹ / گروپ / پیج دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے لپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کر سکتے ہیں --- اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں --- ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے ---

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں -- اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہو سکا آپکی تحریر پوسٹ ہو جاتے گی ---

منزد تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں --

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- [Novels ki duniya](#)

(user name [@zoyatalib77](#))

Facebook group :- [Novels ki duniya](#)

Instagram Page:- [Zoya Talib](#) (UserName:
[Novelskiduniya77](#))

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو)

اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر چیز کے نیچے

"novels ki duniya "

اور

"website"

لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کر لیں ۔۔۔

شکریہ ۔۔۔

وہ چھت پر بھاگ کر چلی آئی تھی۔ اسے اپنے بھاگنے پر خود بھی جیرت ہو رہی تھی۔ وہ شرماتی نہیں تھی۔ نہ یوں شرم کر کبھی بھاگی تھی۔ یاسر نے اسکے پیچھے چھت کا دروازہ کھولا۔ وہ دیوار کے ساتھ لگی کھڑی تھی۔ چھت پر کئی سنہرے قمیں روشن تھے۔ چھوٹی دیوار کے ساتھ کئی پودے رکھے ہوئے تھے۔ سامنے فرزانہ کا سجا ہوا گھر نظر آرہا تھا۔ ربیعہ کی شادی کل تھی۔ آج انکے گھر میں خوب گھما گھمی تھی۔ سرسوں کے خوبصورت کھیتوں پر سنہری قمیموں سے سجا ان کا گھر بہت اچھا لگ رہا تھا۔

اس نے قدموں کی چاپ محسوس کر کے بھی چہرہ اس جانب نہیں پھیرا تھا۔ یاسر اس سے ذرا فاصلے پر آکھڑا ہوا تھا۔ دیوار سے اپنی پشت ٹکائے۔ سامنے بجے گھر کو دیکھتا ہوا۔

"نام تو ڈھونڈنے ہی نہیں دیا تم نے۔"

زخمیوں پر نمک چھڑ کنے میں اگر کسی کو مہارت حاصل تھی تو وہ تھا یا سر عالم۔ سیدھے لبھے میں بغیر کسی شرمندگی کے کہا تو سیلینہ نے اسکی جانب دیکھا۔

" بتا نہیں سکتے تھے کہ سب لاونج میں بیٹھے ہیں۔"

" تم نے بتانے کا موقع ہی نہیں دیا۔ تمہیں تو اپنی مہندی دکھانے کی اتنی جلدی تھی۔"

" سب کیا سوچتے ہوں گے میرے بارے میں اف۔ دادا بھی تھے۔ چیف انکل بھی۔ کتنی بڑی بات ہے۔" اس نے لمحے بھر کو چہرہ اسکی جانب پھیر کر دیکھا تھا۔ اسکی ہتھیلیوں پر مہندی اب تک گیلی تھی۔

" کیا سوچیں گے زیادہ سے زیادہ۔؟" ہاتھ باندھ کر سکون سے پوچھا تھا۔ سیلینہ نے اسکی جانب تیز نظروں سے دیکھا۔

" سوچتے ہوں گے کتنی بے شرم لڑکی ہے۔ کسی لڑکے کا نام اپنی مہندی میں چھپا کر سب کے سامنے اسے ڈھونڈنے کے لیے بھی کہہ رہی ہے۔"

" یہ تو پہلی دفعہ اپنے ہاتھ پر میرا نام لکھوانے سے پہلے سوچنا چاہیئے تھا نا۔ ویسے کیا سوچ کر تم نے میرا نام اس لڑکی کو بتایا تھا۔؟" وہ واقعتاً جانا چاہتا تھا۔ سیلینہ نے اسکی جانب چہرہ پھیرا۔

" میں نے سوچا ہی نہیں۔ بس تمہارا نام ذہن میں آیا تو میں نے کہہ دیا۔"

"ایسے ہی کام کیا کرو عقل مندی کے۔ اور کرنے سے پہلے سوچا تو بالکل بھی مت کرو۔ کہیں وہ کام ٹھیک نہ ہو جائے۔" تالیاں بجانے کی کمی رہ گئی تھی بس۔ اس نے منه بنا کر گھر اسنس لیا۔ پھر اسکی جانب گھومی۔

"اب میں نیچے کیسے جاؤ گنگی۔؟"

"جیسے اوپر آئی تھیں ویسے ہی نیچے بھی جاؤ گی۔" اسکا دل کیا اپنے مہندی والے ہاتھ اسکے اوپر مل دے۔ بد تمیز۔ ذرا جو اسکے زخموں پر مرہم رکھنا جانتا ہو۔

"میں ایسے نہیں جاسکتی۔ مجھے بہت عجیب لگ رہا ہے۔ اور تم۔۔۔ تم کیا کہہ رہے تھے۔۔۔؟ لاہو نام ڈھونڈوں۔" دانت پیس کر پوچھا تھا۔ یاسر کے ابر و حیرت سے اوپر کو اٹھ گئے تھے۔

"تم نے ہی تو کہا تھا کہ اپنا نام ڈھونڈو۔۔۔ میں تو بس حکم کی پیروی کر رہا تھا۔"

"بالکل۔۔۔ جیسے تم تو میرے ہر حکم کی پیروی کرتے رہتے ہو نا۔۔۔ ایک بات بھی طریقے سے مان لو تو غنیمت ہوتی ہے۔" اس نے بگڑے چہرے کے ساتھ اسے دیکھا تھا۔ اسکے لیے کیا کیا خواری کرتا رہا تھا وہ۔۔۔ اور ایک یہ عقل مند ایکٹریں تھی کہ اسکے کسی احسان کو ماننے پر راضی نہیں تھی۔

"تم رہو اپنی مہندی کے ساتھ یہیں۔۔۔ میں نیچے جا رہا ہوں۔۔۔" لیکن وہ اسے بے ساختہ ہی آواز دے کر روک چکی تھی۔ وہ اگلے ہی پل ٹھہر گیا تھا۔ لہکا سا چہرہ پھیر کر اسے دیکھا۔

"دیکھو میرے ہتھیلوں پر مہندی لگی ہے اور یہ دوپٹہ میرے ہاتھوں پر آگے آگرا ہے۔ پلیز اسے میرے کندھے پر پچھے ٹھیک سے ڈال دو۔" وہ گھر انسان بھر کر رہ گیا تھا۔ پھر اسکی جانب اپنا سراپا پھیرا۔

"نہیں۔ میں تو کوئی پیروی نہیں کرتا نا۔" وہ بے ساختہ ہی دو قدم چل کر قریب آئی تھی۔ اسے مدد طلب نظرؤں سے دیکھا۔ کچھ تھا اسکی شہد رنگ آنکھوں میں کہ وہ لمحے بھر کو ٹھہر سا گیا تھا۔ مہندی لگے ہاتھوں سے پریشان کرتے بالوں کو بمشکل پچھے کرتی وہ لمحے بھر کے لیے اسے میسمرازیز کر گئی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آیا کہ اسکے کھلے بال زیادہ خوبصورت تھے یا مہندی سے سمجھی اسکی ہتھیلیاں۔ یا پھر ان دونوں چیزوں سے الجھتی وہ خود۔؟

"دوپٹہ۔" اس نے کہا تو وہ یکدم چونکا۔ میکانگی انداز میں ہاتھ آگے بڑھا کر اسکا دوپٹہ ہاتھوں سے اٹھا کر کندھوں پر ڈالا۔ وہ اب اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ پھر مسکرائی۔ ویسے ہی جیسے ایک انسان کو دوسرے سے اپنا کام کروانے کے لیے مسکرانا پڑتا ہے۔

"اچھا کیا تم میرے جھمکے کو بالوں سے الگ کر سکتے ہو۔؟ پلیز یہ بالوں میں الجھ گیا ہے اور اب الگ ہو کر نہیں دے رہا۔" یہ لڑکی آخر کیوں اسکا امتحان لینے پر تلی ہوئی تھی۔؟ پہلے مہندی پھر دوپٹہ اور اب جھمکا۔ اس نے گھر انسان لے کر لمحے بھر کو اپنے منتشر ہوتے حواسِ مجتمع کیے تھے۔ پھر ہاتھ آگے بڑھایا۔ اسکے سفید جھمکے میں شہد رنگ بال الجھ گئے تھے۔ ان بالوں کے ساتھ جانے یا سر کے اندر کیا کیا الجھ گیا تھا۔ اس نے جلدی سے بال جھمکے سے علیحدہ کیے اور اس سے

پہلے کہ وہ اسے مزید کسی کام کا کہہ دیتی وہ تیزی سے زینوں کی جانب بڑھ گیا تھا۔ وہ بھی اسکے پیچے ہی آ رہی تھی۔

نیچے لاونچ میں اب تک خوش گپیاں ہو رہی تھیں۔ یاسر آگے بڑھ کر حنیفہ کے ساتھ جا بیٹھا تھا۔ وہ بھی گلابی چہرہ لیے آگے بڑھ آئی تھی۔ صد شکر کہ کسی نے مہندی والی بات دھرائی نہیں تھی۔ کچھ پل بعد وہ اور سائزہ اٹھ کر کچن میں چلی آئی تھیں۔ میشم کے ساتھ ٹرالی میں لوازمات سجائے کے لیے۔ میشم جو نہیں ٹرالی لے کر باہر کی جانب بڑھا تو سائزہ نے اسے کہنی سے کھینچ کر پیچے کیا۔

"یہ مہندی کا کیا سین ہے۔؟ اور اس مہندی میں یاسر کے نام کا کیا سین ہے۔؟"

اس نے گہر اسنس لے کر اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے آزاد کروایا تھا۔

"کوئی سین نہیں ہے بابا۔ مہندی والی لڑکی نے مجھ سے کسی لڑکے کا نام پوچھا۔ مجھے اس وقت محض یاسر کا نام یاد آیا تو میں نے بتا دیا۔" سائزہ اسے مشکوک نظرؤں سے تک رہی تھی۔ پھر مسکرا کر اسے گلے لگایا۔

"کتنا پریشان ہو گئی تھی میں تمہارے لیے۔ اور تم یہاں یاسر کے نام کی مہندیاں لگا رہی ہو۔" وہ اسکی چوٹ پر نہس دی تھی۔ پھر اسکے ساتھ ہی باہر چلی آئی۔ لاونچ میں ایک ہی صوف پر آبیٹھیں۔

"یاسر ایجنسی میں ٹھیک سے کام کرتا ہے نا۔؟" سردار کے پوچھنے پر حنیفہ نے مسکراہٹ دبا کر ایک نظر یاسر پر ڈالی تھی۔ وہ لاپرواہی سے بیٹھا موبائل پر جھکا ہوا تھا۔

"بس تھوڑا کڑوا ہے۔۔۔ باقی کام تو بہت اچھا کرتا ہے۔۔۔"

سردار نے سر ہلایا تھا۔ یاسر کے کڑوا ہونے کے قصے آخر کہاں مشہور نہیں تھے۔۔۔؟

"اچھا یاسر کو اتوار کے ساتھ مزید ایک دن کی چھٹی بھی چاہیئے۔۔۔" اور اب اس لاپرواہی سے موبائل پر بھکے لڑکے نے بے ساختہ چہرہ اٹھا کر سردار کی جانب دیکھا تھا۔

"مجھے ایک دن کی مزید چھٹی کیوں چاہیے، دادا۔۔۔؟" لاونچ میں دبی سی ہنسی ابھری تھی۔ سردار نے گویا اسے سنا ہی نہیں تھا۔ وہ حنفہ کی جانب دیکھ رہے تھے۔

"مل جائے گی، سر۔۔۔ کوئی مسئلہ نہیں۔ یاسر نے اپنے کیریئر میں بکشکل ہی چھٹی لی ہوگی۔ اسی لیے ایک دن کی چھٹی تو آرام سے مل جائے گی۔۔۔" حنفہ تو تھے ہی دادا کی طرف۔۔۔ اس نے گھرا سانس لے کر دوبارہ اپنا سر موبائل پر جھکالینے ہی میں عافیت جانی تھی۔ جانے دادا اسکی شادی پر کیا کرنے والے تھے؟ کہیں اسکی جاب ہی نہ چھڑوا دیں۔۔۔

"سیلینہ آپکو زیادہ زخم تو نہیں آئے تھے۔۔۔؟" حنفہ کے پوچھنے پر یاسر نے بے ساختہ سر اٹھا کر سیلینہ کی جانب دیکھا تھا۔ دادا بھی بغور اسکا چہرہ جانچ رہے تھے۔ وہ اپنے باپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی انہیں

اندازہ ہو گیا تھا۔ وہ لمحے بھر کو تشكیر سے مسکرائی۔ پھر یاسر کی جانب انہی شکر گزار آنکھوں سے دیکھا۔

"نہیں انکل۔۔ یاسر اور ساحر نے بروقت پہنچ کر معاملات سنپھال لیے تھے۔ نہیں تو وہاں سے میرا سہی سلامت نکلنا ناممکن تھا۔۔ "سب نے ایک ساتھ ہی گہری سانس لی تھی۔

"آپ کو یہاں لانے کا فیصلہ بہت اچھا تھا۔ اب آپ ایٹ لیست ایک ہفتہ تو سکون سے گزار سکتی ہیں۔۔" اس نے سر ہلا کر سردار کو دیکھا تھا۔ وہ ان کی مہماں نوازی اور بلند اخلاق کا بدلہ ساری زندگی ادا نہیں کر سکتی تھی۔ اگلے ہی پل چائے کا دور چلا اور پھر سب لاوٹھ سے چھٹ گئے۔ ارمان اور یاسر اسٹڈی کی جانب بڑھ گئے تھے۔ سائزہ اور سیلینہ، اسکے عارضی کمرے میں چلی آئی تھیں۔ سردار اور حنفیہ اٹھ کر باہر سبزہ زار پر آبیٹھے تھے۔ سبزہ زار پر گھاس کی سوندھی سی مہک پھیلی ہوئی تھی۔ حنفیہ اداس آنکھیں لیے گھاس کے قطعوں کو تنک رہے تھے۔ سردار نے ایک نگاہ ان پر ڈالی۔۔

"سیلینہ کو بتایا نہیں تم نے۔۔؟" ان کی نرم آواز ابھری تھی۔ حنفیہ نے بھاری ہوتے حلق کے ساتھ سر نفی میں ہلا�ا۔

"ہمت ہی نہیں ہو سکی، سر۔۔ لگتا ہے ساری زندگی ہمت نہیں کر پاؤ نگا۔۔" انکی آواز میں گہری اداسی عود آئی تھی۔ چند پل سردار خاموش سے ہو گئے تھے۔

"ہمت تو کرنی پڑے گی نا۔۔ وہ بچی اپنے باپ کے سائے کے لیے ساری زندگی تریپتی آئی ہے۔ تم اب بھی بزدلی کا ہاتھ تھامے رہ کر اسے مزید مایوس کر رہے ہو۔ اسے کیا۔۔ ایسے تو تم خود کو بھی بہت مایوس کر رہے ہو۔ اب تم اتنے بار سوخ اور طاقتور ہو کہ اسے سہارہ دے سکو۔ ایسے میں

خود کو اتنی پیاری بیٹی سے محروم رکھنا سر اسر زیادتی ہو گی، مظہر۔۔ "انکی آواز میں بہت محبت تھی۔ خنیفہ مظہر کو اپنا دل گچھلتا محسوس ہو رہا تھا۔

"یہی تو غم ہے، سر۔۔ جب اسے میری سب سے زیادہ ضرورت تھی تب میں اسکی زندگی میں موجود نہیں تھا۔ اب جب وہ حالات سے خود مقابلہ کرنے کے قابل ہو گئی ہے تو میں خود میں اتنی ہمت نہیں پاتا کہ اسے بتا دوں۔۔ وہ اگر پوچھ لے گی کہ میں اتنے سال کہاں تھا تو میں کیا جواب دوں گا۔۔؟ میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے۔۔"

سردار انکے دکھ کو سمجھتے تھے۔ اسی لیے وہ مزید اصرار کر کے انہیں شرمندہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ "تمہاری ساری باتیں ٹھیک ہے، مظہر۔۔ لیکن اپنی کوتاہی کا سوگ مناتے ہوئے تم سیلینہ جیسی رحمت سے محروم ہوتے جا رہے ہو۔ مجھے یقین ہے وہ تمہیں معاف کر دے گی۔ اسکا دل بعض رکھنے جیسی ہر چیز سے پاک ہے۔۔"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"؟

ایک یقین دہانی۔۔ ایک جواب۔۔

سردار نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلا�ا تھا۔ انہیں یقین تھا کہ سیلینہ زیادہ دیر تک اپنے باپ سے ناراض نہیں رہ پائے گی۔

پتھریلی روشن پر اندر کی جانب قدم رکھا جاتا تو لکڑی کا ٹھنڈا سا محل موجود تھا۔ زینوں کے اس پار سیلینہ اور سائرہ کمرے میں لگے بیڈ پر براجمان تھیں۔ وہ اسے ساتھ لائے کپڑے اور جیولری دکھا

رہی تھی۔ میک اپ کا ضروری سامان بھی ساتھ ہی موجود تھا۔ سیلینہ کو کپڑے خاصے اچھے لگے تھے۔ روایتی سے۔۔ دوپٹے والے کپڑے۔ جو اس نے عرصہ ہوا پہنے چھوڑ دیئے تھے۔ وہ انہیں پہنے کے لیے بہت پرجوش تھی۔ سارہ نے اسکا چہرہ لمحے بھر کو دیکھا۔۔ پھر درمیان سے سامان ہٹا کر اسکے مہندی رپے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیا۔

"تم ٹھیک ہو۔۔؟" وہ اسکا اشارہ سمجھتی تھی۔ اسی لیے ہلکی سی اداس مسکراہٹ کے ساتھ سر اثبات میں ہلایا۔

"تم بتاؤ۔۔ کیا میرے پاس ٹھیک ہونے کے علاوہ کوئی راستہ ہے۔۔ ایکٹریس کے پاس مسکرا کر نظر انداز کرنے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہوتا، سارہ۔۔ یہ تو عام لوگ ہوتے ہیں جو ہر طرح کا رد عمل دینا افروڈ کر سکتے ہیں۔۔ ہمیں تو مرتبے دم تک مسکراانا ہوتا ہے۔"

"مجھے یقین نہیں آ رہا کہ آنٹی اس حد تک بھی گرسکتی ہیں۔۔ انہوں نے لان شارکس کو تمہارا پتہ دیتے ہوئے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں سوچا۔۔ کتنی عجیب بات ہے یہ۔۔" اس نے گہرا سانس لیا تھا۔۔ اسکی زندگی میں سب کچھ ہی بہت عجیب تھا۔۔ اس نے موبائل نگاہوں کے سامنے کیا۔۔ وہاں عمر کی چند کالز موجود تھیں۔

"لیکن اس عجیب زندگی میں بھی میرے پاس اتنے اچھے لوگ ہیں کہ اگر میں ناشکری کروں گی تو معاف نہیں کی جاؤں گی۔۔ دیکھو نا۔۔ تم ہو میرے ساتھ۔۔ چیف میرا اتنا خیال رکھتے ہیں کہ انہوں نے میرے حالات کو دیکھتے ہوئے اپنی طرف سے مجھے بادی گارڈز اسائیں کیے ہیں۔۔ حالانکہ ساحر اور یاسر جیسے گارڈز کو ہائیئر کرنے کی حیثیت نہیں تھی میری۔۔ پھر یاسر اور ساحر میرا کتنا خیال رکھتے

ہیں۔ میری فیملی مجھے پسند نہیں کرتی لیکن عمر میرے لیے کبھی پریشان ہونا نہیں چھوڑ سکا۔ اور دادا۔۔۔ وہ اتنے رحمدل اور شفیق ہیں کہ میرے زندگی سے ہر گلے دور ہو گئے ہیں۔ جس کی زندگی میں اتنے سارے لوگ اسکا خیال رکھنے کے لیے ہوں۔۔۔ وہ اگر ٹھیک نہیں ہو گی تو پھر کون ہو گا۔۔۔؟"

سامرہ اسے چند پل دیکھتی رہی تھی۔ وہ اتنی منفی زندگی میں آخر اتنے ثابت پہلو کہاں سے ڈھونڈ لاتی تھی بھلا؟

"اور میں جانتی ہوں کہ یہ سب لوگ میری زندگی میں عارضی ہیں۔ یاسر، ساحر، دادا، چیف، تم۔۔۔ تم لوگوں سے میرے خون کے رشتے نہیں ہیں لیکن میں فی الحال ایسی کوئی بات نہیں سوچنا چاہتی۔ میں اس بارے میں سوچ کر اپنا آج تلخ نہیں کرنا چاہتی۔ میرا کل بہت تلخ تھا۔۔۔ اور آنے والا کل اس سے بھی زیادہ تلخ ہو گا میں جانتی ہوں۔۔۔ لیکن میں اس آنے والے دن کی اذیت اس دن میں شامل نہیں کرنا چاہتی۔ میں کل کی اذیت محض کل گزارنا چاہتی ہوں۔ میں وہ آج نہیں گزارنا چاہتی۔۔۔ میں اگلے لمحے کی اذیت اس لمحے نہیں گزارنا چاہتی۔ میں اس لمحے کی اذیت کو اسی لمحے گزارنا چاہتی ہوں۔ جانتی ہو جب میں ہاسپیٹل میں حملے کے بعد ایڈمٹ تھی۔۔۔ تب کسی نے نہم بیہو شی کی حالت میں مجھے ایک سطر گلنگا کر سنائی تھی۔۔۔ "وہ لمحہ بھر کو ٹھہری تھی۔ آنکھیں بند کر کے یاد کرنا چاہا کہ وہ کون سی سطر تھی جو اسکی سماعت میں رہ گئی تھی۔ پھر اس نے آنکھیں کھولی۔۔۔ اپنے رخسار پر ہاتھ کی پشت رکھی۔۔۔

"کسی نے میرے انتہائی قریب آ کر کہا تھا۔۔۔

Be happy happy happy and seize the day of pleasure

ایک ایسی سطر جو آج کو اچھے سے گزارنے پر ابھارتی ہے۔ جو مستقبل کی تاریکیوں اور ماضی کے غمتوں کو سالم نگل لیتی ہے۔ ایک ایسی سطر جو انتہائی خوفناک طریقے سے مجھ تک پہنچائی گئی ہے۔ جو مجھے اپنے ناپاک عزائم سے باور کرنے کے لیے بتائی گئی ہے۔ کہ ہم اپنی خوشی کے لیے تمہاری ہر خوشی کچل سکتے ہیں۔ لیکن وہ شاید میری اسپرٹ کو نہیں جانتے۔ مجھے تاریکیوں میں امید کے جگنو ڈھونڈ لانے کے لیے مشہور سمجھا جاتا ہے۔ میں اس سطر کو اپنی زندگی روشن کرنے کے لیے استعمال کر رہی ہوں۔ کارپ ڈائم۔ "وہ آخر میں مسکرائی تھی۔ سائرہ کی آنکھوں میں لمبے بھر کو نی سی جگمگائی۔ قدرت بھی بعض دفعہ لوگوں کو ان کی بساط سے بڑھ کر آزمائیتی ہے۔ یہ وہ لڑکی تھی جسے لوگ اپنے ساتھ بٹھا کر کھانے کھلانے پر راضی نہیں ہوا کرتے تھے۔ صرف اسی لیے وہ ایٹنگ ڈس آرڈر کا شکار ہو گئی تھی۔ صرف اسی لیے اسے لوگوں کی بھوک اور غربت آج تک رلایا کرتی تھی۔ صرف اسی لیے اس نے ایک تھکادیتے والے پیشے کو اختیار کیا تھا۔ تاکہ وہ بھوک اور غربت کو کبھی بھی خود کے آس پاس بھٹکنے نہ دے سکے۔ بس یہی خواہش تھی اس کی۔ پھر بھی لوگ اسکی زندگی کو مزید جہنم کیوں بنارہے تھے۔؟ کیا لوگوں کو اسکی بے ضرر زندگی نظر نہیں آتی تھی۔؟

اسکی بھیگتی آنکھیں بغور دیکھ کر وہ چونکی تھی۔۔

"تم رو رہی ہو۔۔؟" سائرہ نے ہنس کر اپنی آنکھیں رگڑی تھیں۔ پھر اسے خفگی سے دیکھا۔۔

"تم جب اتنی سمجھداری کی باتیں کرتی ہو تو یقین نہیں آتا۔ جب یقین نہیں آتا تو رونا آجاتا ہے۔ سیلینہ اور عقل مندی کی باتیں۔ اف۔ کتنا عجیب امترزاج ہے۔" اس نے اسے تکیہ دے مارا تھا۔

"وہ یاسر بھی یہی کہتا ہے۔"

"کیا کہتا ہے بھلا۔؟" سائرہ کہنی کے بل لیٹتے مزے سے بولی تھی۔

"وہ کہتا ہے کہ میں اتنی بیوقوف کیوں ہوں۔؟ حالانکہ مجھے لگتا ہے کہ میں اچھی خاصی سمجھدار لڑکی ہوں۔" سائرہ کی ہنسی بے ساختہ تھی۔

"تمہارا خود کو عقل مند سمجھنا سب سے بڑی علامت ہے تمہاری بیوقوفی کی۔"

"مجھے نہیں لگتا کہ میں کوشش کرنے پر اس سے زیادہ سمجھدار ہو سکتی ہوں۔" وہ سنجیدہ تھی۔

"اس سے زیادہ تمہارا سمجھدار ہونا ہم برداشت نہیں کر سکیں گے۔" visit for more novels:
www.urdufictionbank.com

"تم میری دوست ہو یا اسکی۔؟" اس نے ترخ کر پوچھا تھا۔

"اسکی دوست ہوتی تو شاید تمہارا دل رکھ لیتی۔ اب تمہاری دوست ہوں تو برداشت کرو میری صاف گوئی۔" ان کے کمرے کے عین اوپر ہی اسٹڈی موجود تھی۔ یاسر اور ارمان پروفائلر کی رپورٹ ہاتھ میں لیے ہوئے تھے۔ ایک ہی کیس پر تین چار رپورٹس آئی تھیں۔ جب تک کیس شروع ہوتا وہ مزید لیڈز ڈھونڈنا چاہتے تھے۔

"امام دین کے ساتھ کیا معاملات چل رہے ہیں۔؟"

یاسر جو اسٹری ٹیبل کے ایک جانب کرسی پر بیٹھا تھا، لمح بھر کو چہرہ اٹھا کر پوچھا۔ ارمان ٹیبل کے کونے پر ٹکا ہوا تھا۔

"وہ کچھ نہیں کہہ رہا۔ تحقیق کرنے پر بھی چپ ہے۔ میڈیکل رپورٹ سے یہی بتہ چل رہا ہے کہ وہ اپنے درست حواس میں نہیں ہے۔ اسے مزید تحقیقات کا حصہ نہیں بنایا جا سکتا۔" اس نے سر ہلا کیا تھا۔

"ماریہ نے انتخاب ہی ایسے شخص کا کیا جو وقت آنے پر منہ کھولنا بھی چاہے تو نہیں کھول سکے۔" ارمان کے کہنے پر اس نے سر ہلا کر تائید کی تھی۔

"یہ امیر عورتوں کے پاس اتنا شیطانی دماغ آتا کہاں سے ہے؟" اسکے پوچھنے پر یاسر نے ورق گردانی کرتے ہوئے چہرہ اٹھایا تھا۔

"یہ اپنی چھوٹی سی عمر میں اتنی سیاستیں دیکھی چکی ہوتی ہیں کہ اپنا کوئی بھی معاملہ بغیر بد نیتی کے حل کرنا ان کے لیے ایک کھنکھن مرحلہ ہوتا ہے۔" اسکا جواب قابل قبول تھا۔ ارمان نے چہرہ اسکی جانب پھیرا۔۔۔

"اس سائیکاٹرست کو کیسے پتہ چلا کہ قاتل ڈپریشن کا مریض ہے۔۔۔؟" اسکا ورق گردانی کرتا ہاتھ لمح بھر کو ٹھہرا تھا۔ معید کی گہری بھوری آنکھیں اسے بے اختیار یاد آئی تھیں۔

"میں نہیں جانتا کہ اسے کیسے پتہ چلا لیکن اسے پتہ چلنا ہمارے لیے خوش آئند بات نہیں ہے۔"

"کیسے پتہ چل سکتا ہے اسے---؟" ارمان کے پوچھنے پر اس نے لمبے بھر کو فائلز پر اک نگاہ ڈالی تھی۔

دو ہی اندازے لگائے جاسکتے ہیں۔ یا تو وہ خود قاتل ہے یا پھر وہ قتل کرنے میں کسی کا ساتھ "دے رہا ہے۔

"یا پھر ہو سکتا ایک تیسری وجہ ہو۔" یاسر نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

اس پر تمام الزامات پلانٹ کیے جا رہے ہوں۔ ذاتی دشمنی کے تحت یا پھر اپنے کیے گئے اعمال کے نتائج سے آزاد ہونے کے لیے۔ اسکی قیاس آرائی پر اس نے سر ہلا�ا تھا۔ جب تک کچھ بھی واضح نہیں ہو جاتا تب تک وہ ایسے ہی اندازے لگانے والے تھے۔

تم سیلینہ سے کیوں نہیں پوچھ لیتے کہ وہ کیسا انسان ہے۔۔۔ ہو سکتا ہے ہمیں کچھ پتہ چل جائے"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"سیلینہ، اسکے تمام دوسرا مرض اور اسکے استٹوڈنٹس۔۔۔ سب کے سب معید حسن کو کوئی فرشتہ نما انسان تصور کرتے ہیں۔ وہ ان کے لیے ایک مسیح ہے۔ وہ اس پر شک کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ اسی لیے جب تک ہمارے پاس کوئی واضح ثبوت نہیں آ جاتا۔۔۔ ہم اسکے خلاف وارنٹ بھی نہیں نکلو سکتے۔ وہ ایک بار سوچ شخص کا بیٹا ہے اور خود بھی کم و بیش ایک اہم انسان ہے۔۔۔"

ارمان اسکی بات سمجھ کر سر ہلانے لگا تھا۔

"لیکن پروفائلر کی رپورٹ میں پچھلے تین انغوادا لے کیس کو اس قتل کے ساتھ کیوں جوڑا گیا ہے؟ ہو سکتا ہے انغواء کسی اور نے کیا ہو اور قتل کسی اور نے۔۔۔" اسی پل یا سرنے ہاتھ میں تھامی فائل اسکی جانب بڑھائی تو وہ اس پر جھکا۔۔۔ وہ اب انگشت شہادت فائل پر رکھ کر نشاندہی کر رہا تھا۔

"پروفائلر کا ماننا ہے کہ یہ کیس بھی انغواء کیس ہی ثابت ہوتا لیکن یہاں پر شمرین رضا نے مزاحمت کی تو قاتل نے اسے جلد بازی میں قتل کر دیا۔ پچھلے تمام کیس کے اجزاء اس کیس میں شامل ہیں۔ قاتل اسے انغواء کرنے ہی آیا تھا۔ لیکن کچھ ایسا ہوا ہو گا جس کے باعث اسے موقع پر شمرین کو قتل کرنا پڑا۔" اس نے گہرا سانس لے کر فائل پرے کر دی تھی۔

"ایسا کیا ہوا ہو گا۔۔۔؟" اس نے پوچھا تو ارمان نے اسکی جانب دیکھا۔۔۔

"شمرین رضا کو پہلے سے ہی کچھ نہ کچھ خبر تھی اس اسٹالکر کی۔ اسکے سو شل میڈیا اکاؤنٹ پر بھی وہ کی دفعہ اسٹالک کیے جانے کی شکایت اکر چکی تھی۔ ہو سکتا ہے وہ اسٹالکر کے بارے میں کچھ جانتی ہو یا اسے پچھلے انغواء کیس کا کچھ علم ہو۔ اسی لیے وہ محتاط تھی۔ اس نے کچھ نہ کچھ تیاری کی ہوئی تھی اپنے دفاع کے لیے۔۔۔ اور یہی دفاع کرتے ہوئے وہ قتل کر دی گئی۔۔۔ مجھے اس کے لاونج میں صوف کے نیچے سے ایک عدد تیز دھار چاقو ملا تھا۔ شاید اس نے وار کیا ہو اور قاتل کو زخمی کیا ہو۔ کیا تم نے معید کے ہاتھ یا پھر کہیں اور کسی قسم کا زخم دیکھا ہے۔۔۔؟" اس نے تفصیلات دیتے ہوئے یکدم ٹھہر کر پوچھا تو یا سرنے غور کیا۔ جب وہ معید کے آفس گیا تھا تب اس نے

آہستینیں کلائیوں تک بند کر رکھی تھیں۔ چہرے اور گردن پر بھی زخم کا کوئی نشان نہیں تھا۔ اس نے سر نفی میں ہلا�ا۔

"آہستینیں کلائیوں تک بند تھیں اس کی۔ باقی کہیں پر زخم موجود نہیں تھا۔" ارمان نے سر ہلا�ا۔ پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"اب چلتا ہوں۔ بہت دیر ہو گئی ہے۔ مجھے آفس بھی جانا ہے۔ دیکھا تھا ناں کیا میں ہورہا تھا۔ ان منحوس جواریوں کی وجہ سے ہمارے سروں پر مصیبت آجائی ہے۔" اسکے جل کر کہنے پر یاسر ہنس دیا تھا۔ پھر ارمان کے ساتھ ہی باہر نکل آیا۔ لاڈنچ میں ہی سب مل گئے۔ وہ سب بھی جانے کی تیاری میں لگ رہے تھے۔ جب وہ سب جاچکے تو وہ تینوں گھر میں تنہارہ گئے۔ داد اب ٹی وی چلائے لاڈنچ ہی میں بیٹھ گئے تھے۔ لیکن انہیں جلد ہی ٹی وی بند کرنا پڑا۔ وہاں سیلینہ اور اسکی ماں کے خلاف بہت سے لوگ بیان دے رہے تھے اور کچھ تو کہہ رہے تھے کہ سیلینہ کو انڈسٹری سے ہی خارج کر دینا چاہیے۔ بہت سے نامور ڈائیرکٹرز اور پروڈیوسرز کا بھی یہی مانا تھا کہ سیلینہ پر اب مزید وقت اور پیسہ بر باد نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں سے کوئی بھی مستقبل میں اسے کسی بھی قسم کا کام دینے پر راضی نہیں تھا۔

اس نے ٹی وی سے ابھرتی آوازیں با آسانی سن لی تھیں۔ یاسر اور دادا نے بے ساختہ اسکی جانب پلٹ کر دیکھا تو وہ سفید چہرہ لیے بمشکل مسکرائی۔ اور اس سے پہلے کہ وہ رونے لگ جاتی، اس نے وہاں سے خاموشی سے اپنے کمرے کی جانب آنے ہی میں عافیت جانی تھی۔ کمرے کا دروازہ اس نے اپنے پیچھے بند کر لیا تھا۔ دادا نے بھاری دل کے ساتھ سانس لیا تھا۔ انہیں اپنے ٹی وی چلانے پر

افسوس ہوا تھا۔ یاسر بھی چپ سا ہو گیا تھا۔ پھر اس نے چہرہ اٹھا کر چھت کی جانب دیکھا اور تیزی سے زینے چڑھتا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ وہ اپنے کمرے میں دروازے سے لگ کر بیٹھی، کپکپاتے ہاتھوں سے موبائل آن کر رہی تھی۔ اس نے موبائل آف کر رکھا تھا۔ اس میں لوگوں کی تکلیف دہ باتیں سننے کی ہمت نہیں تھی۔

ہر سو شل میڈیا پلیٹ فارم پر اسکی ماں کی گرفتاری اور اسکے فلاپ ایکٹریس ہونے کے چرچے ہو رہے تھے۔ لوگوں کے اذیت ناک کمنٹس۔ پروڈیوسرز، ڈائیریکٹرز اور کئی شوبز سے تعلق رکھنے والے لوگ اس پر تبصرے کر رہے تھے۔ کچھ اسکی ماں کے ساتھ ساتھ اسکے کردار کے بھی بخی ادھیڑ رہے تھے۔ کوئی اسکا اور واجد کا افیئر بھی ڈسکس کر رہا تھا۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ وہ اتنی بھی عزت کے قابل نہیں تھی، جتنی عزت اسے انڈسٹری اب تک دے چکی تھی۔ کئی ایکٹریس بھی اسکے خلاف اپنا زہر اگل رہی تھیں۔ تبصرہ نگاروں کا ماننا تھا کہ وہ اب وہ ختم ہو چکی ہے۔ اب وہ کبھی بڑی اسکرین پر نہیں ابھر سکتی۔

آنسو ٹپ ٹپ فون کی اسکرین پر گرنے لگے تھے۔ کچھ دیر پہلے تک وہ کتنی خوش تھی اور اب۔۔۔ اس نے بمشکل آنسو صاف کر کے مسکرانے کی کوشش کی۔ وہ آنے والے لمحے کی اذیت اس لمحے نہیں گزارنا چاہتی تھی۔ ہاں وہ ایسا نہیں چاہتی تھی لیکن رگوں میں اذیت سی اذیت پھیلنے لگی تھی۔ اس نے اپنے مہندی لگے ہاتھوں کو دیکھا۔ کی اور آنسو جلتی آنکھوں سے ٹوٹ کر گرے۔ تنہارہ جانے کی تکلیف، بچپن کی بھوک اور غربت، ماں کی خود غرضی، محبت کو ترسی اسکی ذات۔۔۔ وہ بغیر آواز کے ساتھ روئی جا رہی تھی۔

واجد حسن نے لی وی لاونچ میں بیٹھے افسوس کے ساتھ سیلینہ کے خلاف ہوتا پروپرینڈا دیکھا تھا۔
پھر اس نے ایک تیز نظر اندر داخل ہوتی ماریہ پر ڈالی۔۔

"تم تو بہت خوش ہو گی اب۔۔ جیسا تم چاہتی تھیں ویسا ہی ہورہا ہے سیلینہ کے ساتھ۔۔" ماریہ نے
انہی نظروں سے اسکا چہرہ دیکھا تھا۔

"جتنا میں چاہتی تھی، اس سے بہت کم ہورہا ہے اسکے ساتھ۔ لیکن پھر بھی۔۔ اتنا برا نہیں یہ
سب۔۔" واجد نے اک کڑوی نگاہ ڈالی تھی اس کے چہرے پر۔

"کتنا زہر بھرا ہوا ہے تمہارے اندر۔۔" اس نے ٹھنڈی سی سرخ آنکھوں سے واجد کا پریشان چہرہ
دیکھا تھا۔ وہ سیلینہ کو تباہ کر سکتی تھی لیکن کیا وہ واجد کو کبھی اپنا بنا سکتی تھی۔۔؟ شاید نہیں۔۔ اور
یہی احساس اسے اندر سے بھسم کرتا جا رہا تھا۔

"یہ ثبوت ہے ہر اس بات کا جو میں اسکے خلاف کہتی رہی ہوں۔ وہ تمہارے قابل کبھی نہیں تھی،
واجد۔۔ کبھی بھی نہیں۔ تم نے اپنے سے بہت کم تر عورت پر اپنا وقت، توانائی اور پیسہ بر باد کیا
ہے۔ وہ خود تباہ ہوئی ہے۔۔ یہاں میں نے اسے تباہ کرنے کی ذرا سی بھی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ
صرف میں ہی اس سے اتنی نفرت نہیں کرتی۔ اور بہت سے لوگ اسکی تباہی دیکھنے کو بے تاب
ہیں۔۔" واجد نے نفرت سے چہرہ پھیر لیا تھا۔ وہ اب اس عورت سے مزید ایک بھی بات نہیں کرنا
چاہتا تھا۔ وہ متوازن چال چلتی اپنے کمرے کی جانب بڑھ آئی تھی۔ اسے اپنا وجود بہت بھاری لگ رہا
تھا۔ کیا کسی سے نفرت کرنا اس حد تک وزنی ہوتا ہے۔۔؟ شاید ہاں۔۔ اس نے واش بیسین پر جھک
کر چہرے پر پانی کے چند چھینٹے مارے۔ بھرپور جلتا وجود کسی طور ٹھنڈا نہیں ہورہا تھا۔ اسے اپنی

بے بسی پر لمحہ بھر کو بہت افسوس ہوا تھا۔ اسی پل اسکا بیٹھا اس تک دوڑتا آیا تو وہ مسکرا کر اس جانب متوجہ ہوئی۔ ایک ہی خوشی تھی اس کی زندگی میں۔ اسکا بیٹھا۔۔۔

حنیفہ نے بھی ٹی وی پر چلتی خبروں کو دیکھ کر تکلیف سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ انہیں زندگی بھر جس بے بسی کا احساس ہوتا رہا تھا اب وہ احساس انہیں کھانے کو دوڑ رہا تھا۔ آج کی رات بہت سے لوگوں کے لیے بہت بھاری ثابت ہو رہی تھی۔ وہ اب تک دروازے سے لگی رو رہی تھی۔ اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اٹھ کر بیڈ تک ہی بڑھ جاتی۔ سائزہ کے لائے گئے کپڑے، خوش رہنے کے دعوے اور زندگی کو ہر لمحہ بھر پور انداز سے گزارنے کا ہر خیال اسے بکواس لگ رہا تھا۔ اسکی زندگی تو یہ تھی۔۔۔ تاریکی میں بیٹھ کر رونے والی۔۔۔

اگلی صبح اسکی آنکھ کھلی تو کمر میں درد کی ایک شدید لہر اٹھی۔ اس نے بمشکل سیدھا ہونے کی کوشش کی تو لبوں سے ایک باریک سی کراہ بھری بیٹھ کر سونے کے باعث اسکی کمر اکڑ گئی تھی۔ کھڑکی سے اندر گرتی نیلی روشنی اس بات پر شاہد تھی کہ ابھی فخر کو گزرے زیادہ وقت نہیں ہوا تھا۔ باہر سے اٹھا پڑنے کی آوازیں بھی آرہی تھیں۔ شاید سردار جاگ گئے تھے۔ وہ ویسے بھی سویرے جانے کے عادی تھے۔ اس نے اٹھ کر بیڈ کی جانب اپنے قدم بڑھانے تھے۔

اسی پل یا سر زینوں سے اترتا تھا۔ ٹریک سوٹ میں ملبوس۔۔۔ وہ دادا کے ساتھ فخر پڑھ کر آچکا تھا اور اب جاگنگ کے لیے جا رہا تھا۔ باہر سردار نے چہرہ اٹھا کر اسکی جانب دیکھا تھا۔

"کیا تم آج بھی کام پر جاؤ گے۔۔۔؟ میں حنیفہ سے تمہاری چھٹی لے چکا ہوں۔۔۔"

"جبی دادا۔۔ میں کام پر نہیں جا رہا مگر ایجنسی کے علاوہ بھی بہت سے کام ہیں میری زندگی میں۔۔"

"یا سر۔۔ آج بارات ہے ربیعہ کی۔۔ خبردار جو تم لیٹ ہوئے تو۔۔ جانتے ہو نا۔۔ سارے انتظامات ہمیں ہی دیکھنے ہیں۔۔؟" اس نے سرا ثبات میں ہلا کر ان کی یقین دہانی کروائی تھی۔ پھر اسکے کمرے کے دروازے پر دستک دینے کے لیے آگے بڑھا تو سردار چونکے۔

"اسے مت جگاؤ۔۔ آرام کی ضرورت ہے اسے۔۔" وہ اٹھ کر اسکے پیچے آئے تھے۔ لیکن وہ انہیں سن رہا تھا۔ اس نے دروازے پر دستک دی۔۔

"آجائیں۔۔" سیلینہ کی نیند میں ڈوبی آواز ابھری تھی۔ اس نے اگلے ہی پل دروازہ دھکیلا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ اندر سوئی سوئی سی سیلین بیڈ پر براجمان بمشکل اپنی جماں روک رہی تھی۔ اسکے بال ایک جانب سے اوپر اٹھے ہوئے تھے۔ لباس ملگجا اور آنکھیں کچے سے گلابی رنگ کی لگتی تھیں۔

"تم میرے ساتھ جا گنگ پر جا رہی ہو۔۔ دس منٹ میں تیار ہو کر باہر آجائو۔۔" اسے لگا کہ شاید اس نے کچھ غلط سن لیا ہے۔ سردار نے بھی اتنی ہی بے یقینی سے اسکا چہرہ دیکھا تھا۔

"میں۔۔ لیکن کیوں۔۔؟" وہ پوری طرح جاگ گئی تھی۔

"تم انتہائی ان فٹ ہو۔"

"لیکن مجھے اتنا فٹ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔۔؟ میں نے تو بادی گارڈ نہیں بننا۔۔"

"جیسے حالات تمہارے چل رہے ہیں، اسکے بعد تو تمہیں مائیک ٹائسن جتنا فٹ ہونا چاہیے۔۔۔ فٹ بाहر آجائو۔۔۔" اس نے مدد طلب نظرؤں سے دادا کی جانب دیکھا تھا۔ دادا بھی اتنی ہی بیچارگی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"تم کیا اسے پریشان کر رہے ہو، یاسر۔۔۔؟ سونے دو اسے اور بाहر چلو میرے ساتھ۔۔۔" لیکن وہ انہیں سننے کے موڑ میں نہیں تھا۔ اگلے ہی پل آگے بڑھا اور اسکے قدموں میں جاگرز رکھے۔ وہ اسکی ماں کے جاگرز تھے۔ سیلینہ انہیں فی الحال استعمال کر سکتی تھی۔ اس نے چہرہ جھکا کر جوتے دیکھے۔۔۔ اسکے بعد تو کوئی چارہ ہی نہیں تھا انکار کرنے کا۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔ اگلے لمحات میں وہ انہتائی بگڑے موڑ کے ساتھ دادا کو بائے کہتی اسکے پیچھے چلی آرہی تھی۔ گاؤں کی ٹھنڈی سڑک انہتائی خوشگوار لگ رہی تھی۔ یاسر اسکے ساتھ خاموشی سے پیدل چلتا رہا۔ پھر آگے موجود اک ہرے بھرے سے سبزہ زار کی جانب بڑھ آیا۔ وہ اتنا وسیع میدان تھا کہ اسے اپنی ساری ناراضی بھولنے لگی تھی۔ اس نے پہلے کبھی اتنا ہر بھرا سا سبزہ زار نہیں دیکھا تھا۔ صبح کی نیلی روشنی میں ہرشے پاکیزہ محسوس ہو رہی تھی۔ وہ لمحے بھر کو اسکی جانب مڑا تھا۔

"کیا تم ایکسرسائیز کرنے کی عادی ہو۔۔۔؟" اس نے سر اثبات میں ہلا�ا۔ ایکٹر لیں ہونے کی وجہ سے اسے ایکسرسائیز اور ڈائٹ دونوں کرنی پڑتی تھی۔

"لیکن ہفتے میں صرف چار دن۔۔۔ مجھے زیادہ ایکسرسائیز کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ ڈائٹ کی وجہ سے مجھے اپنی توانائی کم سے کم استعمال کرنی تھی۔" یاسر نے سمجھ کر سر اثبات میں ہلا�ا تھا۔ پھر اسے ہاتھ سے میدان کے ایک سرے سے دوسرے کی جانب اشارہ کیا۔

"ایک راؤنڈ لگا۔۔ آج کے لیے ایک ہی راؤنڈ کافی ہے۔۔ اگلے ہفتے جب تم یہاں سے اپنے گھر جاؤ گی تب میں تمہیں اپنی ایک ٹریز دوست کے پاس لے کر جاؤں گا۔ تمہارا سیلف ڈیفینس سیکھنا بہت ضروری ہے۔۔"

"لیکن تم میرے لیے یہ سب کیوں کرو گے۔۔؟" وہ حیران ہوئی تھی۔ اس نے گھر اسنس لیا۔۔

"میں یہ سب اپنے لیے کر رہا ہوں۔ میں تمہارے پیچھے ہر لمحہ بھاگ کر بچانے نہیں آسکتا۔ جب تمہیں خود کا دفاع کرنا آجائے گا تو میں ریلیکس ہو کر اپنے مزید کام کر سکوں گا۔ ایسا سوچنا بھی مت کہ میں یہ تمہارے لیے کر رہا ہوں۔" ماتھے پر بل ڈال کر کہا تو وہ بے ساختہ مسکرا دی۔ وہ سر جھٹک کر اپنی جاگنگ کے لیے آگے بڑھا تو اس نے بھی واک کے لیے قدم بڑھادیئے۔ ایک چکر لگانا مزاق نہیں تھا۔ وہ چکر مکمل کرنے پر ہانپنے لگی تھی۔ لیکن مجال ہے جو یاسر ذرا بھی اسکے لیے ٹھہر جاتا۔ وہ بغیر ہانپے۔۔ بغیر رکے اپنی جاگنگ کر رہا تھا۔ وہ آنکھوں میں ڈھیروں ستائش لیے اسے دیکھ رہی تھی۔ یقیناً اس نے بہت محنت کے بعد خود کو اتنا فٹ رکھا ہوا تھا۔ اپنی اپنی جاگنگ مکمل کرنے کے بعد وہ گاؤں کے راستے سے واپس گھر کی طرف آرہے تھے۔ وہ چہرہ گھما گھما کر گاؤں کی خوبصورتیوں کو دیکھ رہی تھی۔

"سب کچھ کتنا پر سکون اور خوبصورت ہے۔۔ بالکل دادا کی طرح۔۔" اسکے برعکس یاسر چہرہ سامنے کیے چلتا جا رہا تھا۔ اسکے لیے گاؤں کی خوبصورتیاں نہ نہیں تھیں۔ وہ دونوں ایک ساتھ قدم اٹھاتے آگے بڑھ رہے تھے۔ پھر سے خاموشی چھاگی تھی۔ سیلینہ نے اسکی جانب چہرہ گھما کر دیکھا۔

"کیا یہ کامن کر ٹھی نہیں ہے کہ تم اپنے ساتھ چلتی لڑکی سے بات کرو۔۔۔" اس نے پوچھا تو ساتھ چلتے یاسر نے ایک سرسری نگاہ اس پر ڈالی۔

"مجھے کسی کامن کر ٹھی کو نہ جانے کا کوئی شوق نہیں۔۔۔" ساتھ چلتی سیلینہ نے گھرا سانس لیا تھا۔ وہ اسے نیند سے اٹھا کر جاگنگ کے لیے لاسکتا تھا لیکن وہ اس سے کامن کر ٹھی کے تحت ایک دو بات نہیں کر سکتا تھا۔

"تمہاری ماں یہاں کیوں نہیں رہتیں۔۔۔؟" کچھ پل بعد اس نے پوچھا تو یاسر لمحے بھر کو ٹھہر گیا۔ اسے ٹھہر ادیکھ کر وہ خود بھی رک گئی تھی۔

"میری فیملی کے بارے میں کبھی کوئی بات مت کرنا مجھ سے۔۔۔ مجھے یہ نہیں پسند۔۔۔" اور وہ یکدم ہی اتنا سرد ہو گیا تھا کہ وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔ اگلے ہی پل وہ آگے بڑھا تو اس نے بھی اپنے قدم اسکے ساتھ ملا لیے۔ سفید محل سامنے ہی نظر آ رہا تھا۔ گھر آ کر بھی وہ سیدھا اپنے کمرے کی جانب لگے۔ پھر ایک نظر داخلی دروازے پر ڈالی جہاں سے وہ ابھی ابھی گیا تھا۔ وہ ان کے پاس چلی آئی تھی۔ انہوں نے بغور اسکا چہرہ دیکھا۔۔۔

"کیا ہوا بچے۔۔۔؟"

"کیا یاسر اپنی فیملی کو لے کر حساس ہے۔۔۔؟" اس نے پوچھا تو سردار نے گھرا سانس لیا۔ پھر اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ چپ چاپ بیٹھ گئی۔ پھر ان کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"اپنے باپ کو بہت چھوٹی عمر میں کھو دیا تھا اس نے۔ اور اپنی ماں کو وہ اپنے باپ کے کھو جانے کا مورد الزام ٹھہراتا ہے۔ وہ اپنی ماں کو اسی لیے شدید ناپسند کرتا ہے۔ کوئی بھی اس سے والدین کے بارے میں پوچھے تو وہ بہت کوئلہ ہو جاتا ہے۔ وہ کسی سے بھی ان کے بارے میں بات نہیں کرنا چاہتا۔ مجھ سے بھی نہیں۔" اس نے ایک نظر پلٹ کر داخلی روش کو دیکھا تھا۔ پھر گھر اسنس لیا۔ والدین کے مسائل صرف اسکی زندگی کا حصہ نہیں تھے۔ بہت سے لوگ اسکی طرح آج بھی اپنے والدین کے باعث تکلیف کا شکار تھے۔

دن چڑھا تو گھر میں گھما گھمی سی شروع ہو گئی۔

فرزانہ گھر کے بہت سے مہماں ان کے گھر بھی چلے آئے تھے۔ وہ سردار کو جانتے تھے۔ سبزہ زار پر چاند نیاں بچھا کر سب کے ساتھ سردار بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ وہ ناشستے کے بعد، بے دلی سے ٹوئی دیکھ رہی تھی۔ اسی پل یا سر زینوں سے اترًا اور پھر اسکی جانب دیکھے بغیر باہر کی جانب بڑھ گیا۔ جیز پر بھوری جیکٹ پہنے وہ کہیں جانے کی تیاری میں لگتا تھا۔ اس نے چہرہ گھما کر اسے جاتے دیکھا تھا۔ پھر مایوسی سے چہرہ واپس پھیر لیا۔ اگلے ہی پل وہ اپنے کپڑے استری کرنے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔ شام کو ربیعہ کی بارات تھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

"السلام علٰیکم احباب"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید ----

ناولز کی دنیا" ویب سائٹ / گروپ / چنگ دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے لپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کر سکتے ہیں --- اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں --- ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے ---

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں -- اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہو سکا آپکی تحریر پوسٹ ہو جاتے گی ---
مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیئے ہم سے گروپ یا چنگ انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں --

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- [Novels ki duniya](#)

(username [@zoyatalib77](#))

Facebook group :- [Novels ki duniya](#)

Instagram Page:- [Zoya Talib](#) (UserName:
[Novelskiduniya77](#))

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو)

اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر چیز کے نیچے

"[novels ki duniya](#)"

اور

لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کر لیں ---

شکریہ ----

ماریہ حسن اپنے آفس میں براجمان تھی جب دروازے پر دی گئی دستک پر چونکی۔ چہرہ اٹھا کر دیکھا اور پھر

حیران سی آنکھیں لمح بھر کو پھیل سی گئیں۔ یاسرا ب اسکے سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھ رہا تھا۔ اسکی نظریں بے ساختہ ہی ماریہ کی گردن پر پڑی تھیں۔ ماریہ نے ہاتھ بڑھا کر اپنی گردن چھپائی چاہی۔ "کیا کوئی مجھ سے پہلے ہی لان شارکس کے متعلق پوچھنے آچکا ہے۔؟" ہاکا سما مسکرا یا۔ ماریہ پیچھے ہو بیٹھی تھی۔ پھر اسے چھپتی آنکھوں سے دیکھا۔

"یہاں کیا لینے آئے ہو۔؟"

visit for more novels:

"لان شارکس کو سیلینہ کے پیچھے کیوں بھیجا تھا۔؟" مسکراہٹ غائب ہو چکی تھی۔ اب وہاں گھری سنجیدگی تھی۔

"کیا اس سوال کا جواب واضح نہیں ہے۔؟ آئی ہیٹ ہر۔" اگلے ہی پل اس نے موبائل ہاتھ آگے بڑھا کر اسکے سامنے رکھا تھا۔ اس نے نظریں جھکا کر موبائل پر چلتی ویدیو دیکھتی۔ پھر وہ اگلا سانس نہیں لے سکی۔

"کس کس سے نفرت کرتی رہی ہیں آپ۔۔؟" اس نے پوچھا تو ماریہ نے سفید چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ تین منٹ کی کلپ تھی جس میں ماریہ واضح طور پر ثمرین رضا کے اوپر تشدد کرتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

"یہ۔۔ یہ کیا ہے۔۔؟" اسکا حلق کہیں اندر تک خشک ہو چکا تھا۔ ٹھنڈ میں بھی اسکی کنپٹی پر پسینے کی بہت سی بوندیں ابھر آئی تھیں۔

"آپکی نفرت کا ثبوت۔ اطلاعات کے مطابق ثمرین آپکے فادر کے ساتھ نازیبہ تعلقات رکھتی تھیں۔ آپ اپنے باپ کو تو کچھ نہیں کہہ سکیں کیونکہ آپ کے اس آفس کی ہر قسمیتی شے ان کے قبضے میں ہے۔ لیکن اپنا غصہ اتارنے اور اپنی ماں کا غم کم کرنے کے لیے آپ نے ثمرین رضا کو گھرے تشدد کا نشان بنایا۔ سونے پر سہاگہ اگلے ہی دن کسی نے انہیں قتل کر دیا۔ کیا آپکو لگتا ہے کہ یہ سب اتفاق ہے۔۔؟" وہ پچھے ہو بیٹھا تھا۔ ماریہ کو سمجھ نہیں آیا کہ اسے کیا جواب دینا چاہیے۔

"کیا تم اسکے قتل کا الزام مجھ پر لگا رہے ہو! تم کچھ ثابت نہیں کر سکتے۔۔"

"مجھے کچھ بھی ثابت نہیں کرنا۔ بس لوگوں کو آپکی جانب سے مشکوک کرنا ہے۔ قتل سے قبل ماریہ حسن نے مشہور اداکارہ ثمرین رضا کو تشدد کا نشانہ بنایا۔ سوچ لیں۔۔ لوگوں کا اگلا شک کس پر جائے گا۔" وہ چند پل سخت آنکھوں سے اسکا چہرہ دیکھتی رہی۔ وہ بغیر اثر لیے بیٹھا ہوا تھا۔

"کیا چاہتے ہو تم۔۔؟" اسکے سوال پر سیدھا ہو بیٹھا۔ ہاتھ آگے بڑھا کر اپنا موبائل اٹھا لیا۔

"سیلینہ کے پچھے آج کے بعد کسی کو بھی بھینے سے پہلے سو دفعہ سوچ لینا۔ میں اگلی دفعہ وارن کرنے نہیں آؤں گا۔" پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ پلنے ہی لگا تھا کہ ایک لمحے کو ٹھہر گیا۔ آہستہ سے اسکی جانب مڑا۔

"اپنے سامنے ماں باپ کے ازدواجی جھگڑے دیکھنے کے بعد آپ واجد اور سیلینہ کی زندگی بھی اسی طرح جہنم بنارہی ہیں۔ اپنی ماں کی شوہر کی جانب سے ہر لمحے کی ان سیکیورٹی دیکھ کر آپکو بھی یہی لگتا ہے کہ واجد کسی نہ کسی عورت کے ساتھ تعلقات وابستہ کیے ہوئے ہے۔ لیکن جانتی ہیں حقیقت کیا ہے۔ آپ ایک ڈیلیوژن خاتون ہیں۔ ایک شکی مزاج رکھنے والی ناقابل برداشت عورت۔ جسے تھراپی کی سخت ضرورت ہے۔"

اور اسے مزید کچھ نہیں کہنا تھا اسی لیے باہر کی جانب بڑھ گیا۔ ماریہ حسن کا تنفس بے حد تیز ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے سامنے رکھی ہرشے کو ہاتھ مار کر زمین بوس کر دیا تھا۔ یاسر اب اسی سنجیدہ چہرے کے ساتھ ڈرائیو کر رہا تھا۔ پھر وہ کئی لمحات بعد ایک بنگلے کے سامنے کار روک کر باہر نکل آیا۔ لاونچ میں ہی اسے سلطانہ مل گئی تھی۔ وہ آگے بڑھا اور ان کے مقابل آبیٹھا۔ فلپائنی میڈ نے اسکے سامنے کیومائیل ٹی رکھی تو وہ ہلکا سا مسکرا یا۔ اسکی ماں آج تک یہ چائے پینا نہیں چھوڑ سکی تھی۔

"کیسے ہو بیٹا۔ کیسے آنا ہوا۔؟" اسے اپنے گھر میں وہ ایک ہی ہفتے کے اندر دوسری دفعہ دیکھ رہی تھی۔ اسے اپنی بصارت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

"ٹھیک ہوں۔۔۔" وہ ذرا ٹھہرا تھا۔۔۔ "ایک فیور چائے تھا۔۔۔" سلطانہ کے ہاتھ سے چائے چھلکتے چھلکتے پھی تھی۔ یاسر کو۔۔۔ اس سے۔۔۔ فیور چائے تھا!! اس نے چائے سامنے ٹیبل پر رکھی۔ پھر انہی بے یقین نگاہوں سے اسکا چہرہ دیکھا۔

"کیسا فیور۔۔۔؟"

"سیلینہ کو کسی مشہور ڈرامے میں لیا جائے۔۔۔" اور وہ تعجب سے منہ کھولے اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

"وات۔۔۔؟"

"آپ یہ کر سکتی ہیں یا نہیں۔۔۔؟ اگر نہیں کر سکتیں تو میرا وقت بر باد مت کریں۔ میں کسی اور سے کہہ دونگا۔۔۔" اور وہ جو اٹھنے ہی لگا تھا سلطانہ کی آواز پر لمحے بھر کو ٹھہر سا گیا۔

"اسے ایکٹریس لیا جانا بہت مشکل ہے۔۔۔" اور وہ اٹھ گیا تھا۔ لیکن سلطانہ نے اسے روک لیا۔۔۔ "لیکن میں بات کروں گی۔ میں میک شیور کروں گی کہ تمہیں فیور دے سکوں۔ لیکن تم مجھے اس فیور کے بد لے میں کیا دو گے۔۔۔؟ جانتے ہو نا۔۔۔ آجکل کچھ بھی بغیر کسی جوابی تھنے کے نہیں کیا جاسکتا۔۔۔" وہ مسکرائی تھی۔ یاسر اسکی جانب دیکھتا واپس بیٹھ گیا تھا۔

"کیا چائے آپکو۔۔۔؟" وہ چند پل اسے دیکھتی رہی تھی۔ محبت سے۔۔۔ نرمی سے۔۔۔

"اپنا بیٹھا۔۔۔" اور وہ اسکے مطالبے پر گھر اسنس بھر کر رہ گیا تھا۔ پھر سر اثبات میں ہلا یا۔۔۔

"کیا کرنا ہو گا مجھے۔۔۔؟"

"زیادہ کچھ نہیں۔۔۔ بس اس ویک اینڈ پر میرے ساتھ ڈنر کرنا ہو گا۔" اس نے سر ہلایا اور اٹھ گیا۔
"ڈیل۔۔۔"

"اچھی لگتی ہے سیلین۔۔۔؟" ایک پل بعد اس نے مسکراہٹ دبا کر پوچھا تو یاسر نے چونک کر اسکی جانب دیکھا۔

"نہیں۔۔۔ مجھے ایکٹریس نہیں پسند۔۔۔"

"تم جھوٹ بول سکتے ہو۔۔۔ تمہاری آنکھیں نہیں۔۔۔" وہ مسکرائی تھی۔ وہ سر جھٹک کر باہر کی جانب بڑھ آیا تھا۔ سلطانہ نے ساتھ رکھا فون اٹھایا۔ چند نمبرز ڈائل کیے۔۔۔ پھر فون کان سے لگایا۔۔۔

"سرمد۔۔۔ سیلین کو اپنے آنے والے ڈرامے میں ہیر و مین رکھو گے تم۔۔۔ تم اسے رکھ لو گے۔۔۔ ڈرامے کی پروڈکشن میں کر رہی ہوں تو اسکی باقی ذمہ داری مجھ پر ہو گی۔۔۔" چند پل دوسری جانب کی بات سنی۔۔۔ "کسی بہت اپنے نے فیور مانگا ہے، سرمد۔۔۔ میرے لیے اسے انکار کرنا موت کے مترادف تھا۔۔۔ تم ویسے بھی ڈرامے کے لیے ایکٹریس تلاش کر رہے تھے۔۔۔ سیلین پر تنے بھی چار جز کیوں نہ ہو۔۔۔ ایکٹریس وہ کمال کی ہے۔۔۔"

وہ واپس گھر چلا آیا تھا۔ دادا اور سیلینہ پریشان حال سے لاوٹھ میں بیٹھے تھے۔ اس نے اندر آ کر دونوں کے چہرے باری باری دیکھے۔

"کیا ہوا۔۔۔؟ آپ دونوں ایسے کیوں لگ رہے ہیں جیسے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو۔۔۔؟"

"ربیعہ کی بیوٹیشن نے آنے سے انکار کر دیا ہے۔" سیلینہ نے کہا تو اس نے حیرت سے ان دونوں کی جانب دیکھا۔

"تو۔۔۔؟"

"تو کیا۔۔۔؟ اب میک اپ کون کرے گا اسکا۔۔۔؟ یا سر۔۔۔ کیا تم کچھ مدد کر سکتے ہو۔۔۔؟" دادا کے پوچھنے پر اس نے آنکھیں گھمائی تھیں۔

"سوری لیکن میں نے باڑی گارڈ کی ٹریننگ لینے کے ساتھ ساتھ میک اپ کرنے کی ٹریننگ حاصل نہیں کی تھی۔ اور صد شکر کہ میں نے ایسا نہیں کیا۔ آپکا کیا بھروسہ۔۔۔ ربیعہ کا میک اپ بھی مجھ سے کروالیتے آپ۔۔۔" سیلینہ کی ہنسی ابھری تو دادا نے گھرا سانس لیا۔ اس معاملے میں یاسر واقعی ان کی مدد نہیں کر سکتا تھا۔

"ویسے ایسی بھی کیا ضرورت ہے میک اپ کرنے کی۔۔۔؟ کیا بغیر میک اپ کے شادی نہیں ہو سکتی۔۔۔؟" اسکے کہنے پر دادا اور سیلینہ نے ایک ساتھ اسے گھورا تھا۔

"بالکل ضروری ہے۔ لڑکیاں میک اپ نہیں کریں گی تو کیا تم اور میں کریں گے۔۔۔؟" سیلینہ ان کے حوالے پر بے ساختہ نہس پڑی تھی۔ یاسر تو دادا کے آئی کونک جواب پر لا جواب ہی ہو گیا تھا۔ ربیعہ اپنی تھی انکی۔۔۔ وہ تھوڑی تھا۔

"کیا میں کچھ مدد کر سکتی ہوں، دادا۔۔۔؟" کچھ پل بعد اس نے کہا تو وہ دونوں اسے دیکھنے لگے۔ سردار سید ہے ہو بیٹھے تھے۔

"کیسے--؟"

"دیکھیں مجھے بہت زیادہ میک اپ کرنا تو نہیں آتا لیکن ایکٹریس ہونے کے ناطے مناسب میک اور کر لیتی ہوں میں۔ کیا ربیعہ مان جائے گی مجھ سے میک اپ کروانے پر--؟" دادا اگلے ہی لمحہ کھڑے ہوئے تھے۔

"کہاں--؟"

"فرزانہ کے گھر۔ یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔ تمہیں ہی ربیعہ کا میک اپ کرنا چاہیے۔ آج اسکی شادی ہے۔ کوئی بد مزگی نہیں ہونی چاہیے نال۔" اور وہ دونوں پر جوش سے داخلی دروازے کی جانب بڑھ گئے تھے۔ پچھے یاسرنے بے یقینی سے گھر اسنس لیا تھا۔ دادا اور سیلینہ ایک کریزی کو مبوقتھے۔ اگلے ہی پل وہ بھی اٹھ کر باہر چلا آیا تھا۔ اسے شام کے کھانے اور مہمانوں کا انتظام دیکھنا تھا۔ اگر یہاں کوئی کمی رہ جاتی تو دادا نے اسے واقعی جائیداد سے عاق کر دینا تھا۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

شام گھر آئی۔

ہر جانب مہمانوں کی بہتات سی تھی۔ جس سبزہ زار پر صحیح وہ دونوں جاگنگ کرنے آئے تھے، اسے ہی سجا کر بارات کا بہترین انتظام کیا گیا تھا۔ سردار اب داخلی دروازے پر ایستادہ، ربیعہ کے والد کے ساتھ مہمانوں کا خیر مقدم کر رہے تھے۔ سیلینہ بھی ربیعہ کو تیار کر کے واپس آچکی تھی۔ کچھ پل بعد وہ باہر نکلی تو تیار تھی۔ اس نے سنہرے چوڑی دار پچامے کے ساتھ، گھرے سبز رنگ کی

سنہرے کام سے مزین قمیص زیب تن کر رکھی تھی۔ ساتھ دوپٹہ بھی تھا۔ سبز رنگ کا کامدار دوپٹہ۔ دونوں ہاتھوں میں سنہری اور سبز چوڑیاں پہنے، ایک کان میں بالی پہنتی وہ کمرے سے باہر نکل رہی تھی۔ بال اس نے کھول کر ایک جانب ڈال رکھے تھے۔

"اسد، دیکھیں پہنچ گئیں۔۔؟ کہاں ہیں۔۔؟" وہ فون پر جانے دوسری جانب کس سے بات کر رہا تھا لیکن سیلینہ اسے دیکھ کر ٹھہر سی گئی تھی۔ اس نے کبھی اسے قمیص شلوار میں نہیں دیکھا تھا۔ سفید کرتے میں مبوس کندھے پر بھوری شال ڈالے۔ اسکی نگاہیں تھیں یا کیا۔۔ وہ مڑا تھا۔۔ ماہول میں جیسے سنہری سی افشاں بکھر گئی تھی۔ سب کچھ اتنا سنہرا تھا کہ سیلینہ کو اپنی آنکھیں چندھیاتی محسوس ہوئیں۔۔ وہ بھی اسے دیکھ کر رک سا گیا تھا۔

"اوکے۔۔ میں ویٹ کر رہا ہوں۔۔" اس سے نظریں ہٹائے بغیر کہہ کر اس نے فون والا ہاتھ نیچے کر لیا تھا۔ اگلے ہی پل کھنکھار کر نظریں پھیر لیں۔ اگلی کوئی بھی بات کیے بغیر باہر کی جانب بڑھ گیا۔ کچھ تھا فضا میں ایسا کہ سیلینہ اسے آواز نہیں دے سکی تھی۔۔ نا اسے آواز دے کر روک سکی تھی۔۔ نا اسکی جانب بڑھ سکی تھی۔ کیا اسے محبت ہو رہی تھی۔۔؟ اگلے ہی پل اس نے گھبرا کر سر جھٹکا تھا۔ پھر باہر کی جانب بڑھ گئی۔ سردار اب اسے اپنے جاننے والوں سے متعارف کروارہے تھے۔ کچھ پل بعد وہ دور جا کھڑی ہوئی تھی۔ اگلے ہی پل یا سر بھی اسکے ساتھ ہی آکھڑا ہوا۔۔ ہاتھ باندھ کر دور بنے اسٹیچ پر نظریں جمائے رہا۔ اسی پل کوئی خاتون ان دونوں کی جانب بڑھیں اور بے ساختہ ان دونوں کی بلاعیں لے لیں۔

"اللہ جوڑی سلامت رکھے پُتھ۔۔۔" ان دونوں نے ایک دوسرے کی جانب چونک کر دیکھا تھا۔ خاتون کی غلط فہمی دور کرنے سے پہلے ہی وہ آگے بڑھ گئی تھیں۔ کچھ تھا کہ وہ دونوں ہنس دیے تھے۔
"کیا میں ناول کی ہیر و نیں ہوں اور تم اسکے ہیر و۔۔۔؟" جھک کر سرگوشی کی تھی اس نے۔ یاسر نے سر ہلا کیا۔۔۔

"ہرگز نہیں۔۔۔ میں باڈی گارڈ ہوں اور تم ایکٹریں۔۔۔"
"خوبصورت ایکٹریں۔۔۔" اس نے تصحیح کرنا ضروری سمجھا تھا۔ یاسر نے اسکی جانب ایک نظر دیکھا۔ اسکی بالیاں، لباس، آنکھیں، چوڑیاں۔۔۔ سب بہت خوبصورت تھا۔ لیکن وہ اسکی خوبصورتی کا اعتراض کر لیتا ایسا تو ممکن ہی نہیں تھا۔

"اتنی بھی کوئی خوبصورت نہیں ہو تم۔۔۔" سیلینہ نے اسکے جواب پر گھرا سانس لیا تھا۔
اگلے ہی پل اس کا فون بجھنے لگا تو وہ رش سے ذرا دور جا کھڑی ہوئی۔ اس نے یونہی نظریں پھیر کر اسے دیکھا تھا۔ کئی لمحات بعد وہ اسکی جانب پھر سے بڑھ رہی تھی۔ اسکے چہرے پر بے یقین سی خوشی جنمگارہی تھی۔ چال میں مسرت کے باعث ہلکی سی لرزش بھی تھی۔۔۔

"یاسر۔۔۔ یوول کا فون آیا تھا۔ سلطانہ پروڈکشنز سے مجھے ایک شارت ڈرامے کی آفر آئی ہے۔۔۔!"
اس نے حیران ہونے کی کوشش کی تھی۔

"ریٹکی۔۔۔ واو۔۔۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔؟ میں تو اتنے کرائس میں ہوں۔ مجھے تو کوئی بھی اپنے ساتھ کام پر نہیں رکھنا چاہتا تھا۔" لمحے بھر کو ٹھہر کر اسکی جانب دیکھا۔ مسکارے سے سبھی آنکھوں میں شک سا تھا۔ "کہیں تم نے کسی کو مارا پیٹا تو نہیں ہے اس کے لیے۔۔؟" اس نے اسے بے نیاز سی سرمی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

"میری شکل غور سے دیکھو۔۔ کیا میں تمہیں اتنا فارغ لگتا ہوں۔۔؟" اور وہ اسکی شکل غور سے دیکھ رہی تھی۔ پھر مسکرا کر سر جھٹکا۔ یا سر کیوں اسکے لیے کسی کو راضی کرے گا بھلا۔۔؟ اس نے ہر شک جھٹک دیا تھا۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا اف۔۔ کیا میں واپس کام کر سکتی ہوں۔! ویسے تمہیں کیا لگتا ہے۔۔؟ انہوں نے مجھے کام کیوں دیا۔۔؟" اس نے کندھے اچکائے تھے۔

"ہو سکتا ہے انہیں تم پر ترس آگیا ہو۔۔"

visit for more novels:

"انڈسٹری میں بلاوجہ کوئی بھی کسی پر ترس نہیں کھاتا۔۔" اس نے کہا اور پھر مسلسل بجتے فون کی جانب متوجہ ہوئی، اسے ایجنسی سے کال آ رہی تھی۔ وہ اسکا جواب طلب کر رہے تھے۔ اس نے فون کاٹ کر یا سر کی جانب چمکتی آنکھوں سے دیکھا۔ وہ گڑبرڑایا تھا۔ نہیں وہ اسکا ایسے دیکھنا افروڈ نہیں کر سکتا تھا۔۔

"تم مجھے ایسے نہیں دیکھ سکتیں۔۔" اور وہ یکدم کھکھلا کر ہنس دی تھی۔ پھر اسکی جانب ہلکا سا جھکی۔

"تم میرا لکلی چارم ہو۔۔۔ اچھا رکو میں دادا کو بتا کر آتی ہوں۔۔۔ وہ بھی بہت خوش ہونگے۔" اس نے جلدی سے مہمانوں میں گھرے سردار کی جانب قدم بڑھائے تھے۔ وہ پیچھے ہلاکا سا مسکرا یا تھا۔ اگلے ہی پل اپنے بجتے فون کی جانب متوجہ ہوا۔ سلطانہ کی کال تھی۔ اس نے فون اٹھا کر کان سے لگایا۔۔۔

"تھینک یو۔" اور پھر اگلے ہی پل رکھ دیا۔ اب وہ دور کھڑا سیلینہ اور دادا کو خوش ہوتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ سنہری سی اک لڑکی تھی۔ جو اسکے دل میں اپنی تمام تربیوں کے ساتھ اترتی جا رہی تھی۔ جو اتنی کریزی تھی کہ اپنے ہاتھ پر بنا سوچ سمجھے اسکا نام مہندی سے لکھوا آئی تھی۔ اس نے اگلے ہی پل سر جھٹکا تھا۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا۔ کہ جو دل میں رہنے لگیں، انہیں سر جھٹک کر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔!

visit for more novels:

رات کے پھر ایجنسی مزید روشن لگ رہی تھی۔ رات ابھی اتنی گھری نہیں ہوئی تھی اسی لیے نچلے فلور پر چند

ایک کیبینز کی بتیاں روشن تھیں اور کچھ گارڈز اپنا اپنا کام کرنے میں مصروف تھے۔ رات کے کئی پھر گزرے تو ساحر نچلے فلور پر چلا آیا۔ کچھ گارڈز جو تھوڑی دیر پہلے تک بر اجمن تھے اب وہ بھی جا چکے تھے۔ وہ آگے بڑھ رہا تھا۔ راہداریاں سنسان تھیں۔ جب سے سیلینہ منظر سے غائب ہوئی تھی سب رپورٹر کا دھیان وہی بھٹکا رہا تھا۔ اور سیلینہ کی غیر موجودگی کے باعث اسے ایسا کوئی خاص کام بھی نہیں تھا۔ وہ سیلینہ کا گارڈ تھا۔ اگر وہ نہیں تھی تو اسے مزید کیا کام ہو سکتا تھا؟

لیکن پچھلے دنوں سے اسے کچھ کھٹک رہا تھا۔ یا سر نے اسے ایک دفعہ کہا تھا کہ ایجنسی کے اندر ہی کہیں گڑ بڑ چل رہی ہے۔ کوئی ان کے درمیان ہی موجود ہے جو ایکٹریس کے لیے مسائل کھڑے کر رہا ہے۔ اسے اس بات پر یقین نہیں تھا۔ وہ آنکھیں بند کر کے یقین کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔ لیکن اس نے کچھ دنوں سے ایجنسی میں کچھ بہت عجیب سا محسوس کیا تھا۔ جب سے کیس شروع ہوا تھا، اسے لگتا تھا کوئی رات کے پھر ان چاروں کے کپین کی تلاشی لیا کرتا تھا۔ جیسے وہ کچھ ڈھونڈ رہا ہو لیکن بہت تگ و دو کے بعد بھی اسے کچھ میسر نہ آ رہا ہو۔ اسکی ترتیب سے رکھی گئیں چیزیں اگلی صبح بہت بے ترتیبی سے ملتی تھیں۔ یہ دوسروں کو شاید محسوس نہیں ہوا تھا کیونکہ اس نے کسی کو اپنی اس خاص ترتیب کے بارے میں بتایا ہی نہیں تھا۔

اس نے آگے بڑھ کر کپین کی بتی جلانے سے پرہیز کیا۔ دبے قدموں آگے بڑھتا رہا۔ دراز کھلنے اور تیزی سے بند ہونے کی آوازیں آرہی تھیں۔ یہ اسکا شک نہیں تھا۔ کوئی واقعی آفس میں موجود تھا۔ اور وہ جو کوئی بھی تھا، اندھیرے میں درازیں تیزی سے کھول کر بند کرتا ہوا کچھ تلاش کر رہا تھا۔ اس نے لمبے بھر کو اپنے قدم روک لیے۔ کپین میں دراز کھنگاتے شخص نے اسکی موجودگی کو محسوس کر لیا تھا۔ دراز کھلنے اور بند ہونے کی آوازیں آنا بند ہو گئی تھیں۔ وہ جو کوئی بھی تھا ٹھہر گیا تھا۔ اور پھر وہ بھلی کی تیزی سے اٹھ کر ساحر پر جھپٹا تھا۔ اندھیرا ہونے کے باعث کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ساحر نے اسے اٹھا کر دور پھینکا تو وہ ٹیبل پر رکھی کی چیزوں سمیت زمین پر جا گرا۔ لیکن اسی پھر اسے بھاگنے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ اٹھا اور تیزی سے باہر کی جانب دوڑا۔

ساحر اسکے پیچھے اسی تیزی سے بھاگا تھا۔ راہداریوں کی جلتی روشنیوں میں اسے اس شخص کا چہرہ پھر بھی دکھائی نہیں دیا۔ اس نے سیاہ کیپ اور چہرے پر ماسک چڑھا رکھا تھا۔ بھاگتے بھاگتے اس نے اسکی جیکٹ کھینچی تو آہستین کا حصہ اسکے بازو سے لمحے بھر کے لیے ہٹ سا گیا۔ اس نے اسکے ہاتھ پر بڑا سا کٹ دیکھا تھا۔ چاقو کا کٹ۔ جو کافی دنوں کا زخم لگتا تھا اور اب خشک سا ہو گیا تھا۔ وہ اسکے پیچھے باہر سڑک تک دوڑتا آیا لیکن وہ ہوا میں کسی چھلاوے کی مانند غائب ہو گیا تھا۔ اس نے گھٹنیوں پر ہاتھ رکھے اور پھر جھک کر گھرے گھرے سانس لینے لگا۔ سیاہ ماسک اور کیپ والا بندہ غائب ہو گیا تھا۔ نا صرف غائب ہو گیا تھا بلکہ وہ اسے شدید الجھن میں ڈال گیا تھا۔ اس شخص کو ایجنسی کے تمام خفیہ دروازوں کا علم تھا۔ اسے خارجی اور داخلی دروازے بغیر کسی دقت کے یاد تھے۔ یاسر نے ٹھیک کہا تھا۔ وہ جو کوئی بھی تھا ایجنسی کا ہی بندہ تھا۔ نچلے فلور پر کام کرنے والوں کے علاوہ ان دروازوں کا علم کسی کو بھی نہیں تھا۔ وہ دوبارہ اندر چلا آیا تھا۔ پھر بکھرے کیپن کی حالت بغور دیکھی۔ التے ہوئے ٹیبل اور زمین بوس ہوئی چیزوں کے ساتھ اسے اک چمکتی ہوئی شے نظر آئی تھی۔ وہ پنجوں کے بل آہستہ سے بیٹھا۔ پھر ہاتھ آگے بڑھا کر اس چمکتے ہیرے نما شے کو اٹھایا۔۔۔

وہ ایک طرح کی انگوٹھی تھی۔ جس کے اوپر اک باریک سا گنگینہ جڑا ہوا تھا۔ اس نے یہ انگوٹھی کہاں دیکھی تھی بھلا۔۔۔؟ اور پھر یکدم یاد آنے پر وہ چونکا تھا۔ تیزی سے اٹھ کر ثبوت والی فائل اٹھا لی۔ ٹمرين رضا کے گھر سے حاصل ہوئی تصاویر جو ثبوت کے طور پر استعمال ہونی تھیں۔۔۔ اس

میں یہ ایک انگوٹھی بھی تھی جو غائب ہو چکی تھی۔ پروفائلرز اور ڈیسکاؤنٹ نے اس انگوٹھی کے متعلق مختلف آراء کا اظہار کیا تھا لیکن اسے ان سب میں دلچسپی نہیں تھی۔

سوال یہ تھا کہ شرین رضا کی انگوٹھی اس نامعلوم شخص کے پاس کیا کر رہی تھی۔؟ اور وہ نامعلوم شخص اس آفس میں آخر کیا لینے آیا تھا۔؟ اس نے سر اوپر کی جانب اٹھایا اور پھر گہرا سانس لیا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ اب حنیفہ کو بھی فون کر رہا تھا۔ اسے جلد از جلد کسی نہ کسی سینئر کو اس واقعہ کے بارے میں آگاہ کرنا چاہیے تھا۔



شادی کی تقریب اپنے عروج پر تھی۔ دادا اب اسے اپنے پرانے جانے والوں سے ملوار ہے تھے۔ وہ سنجیدگی سے ہر ایک کے ساتھ مل رہا تھا۔ دور سے اسے دیکھتی سیلینہ لمحے بھر کو مسکرائی تھی۔ وہ مسکراتا نہیں تھا۔ اور کسی اجنبی کے لیے تو بالکل بھی نہیں۔ لیکن وہ اسے ایسے بھی کتنا اچھا لگتا تھا۔ رد عمل دینے سے مکمل پرہیز کرتا ہوا۔ غیر دلچسپی سے ایک جانب بیٹھا ہوا۔ اسکی نگاہیں تھیں کہ اس نے لمحے بھر کو اسکی جانب دیکھا تھا۔ اسکی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ اسے ہاتھ بھی ہلا کر دکھایا تھا۔ مہندی والا۔ جس پر اسکا نام لکھا ہوا تھا۔ سامنے موجود لڑکے نے اسکی حرکت پر لمحے بھر کو گہرا سانس لے کر سر ہلایا تھا۔ ایسے جیسے کہہ رہا ہو "تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا، لڑکی۔ سدھر جاؤ"۔ لیکن لڑکی تھی سدھرنا ہی نہیں چاہتی تھی۔ وہ اسے دیکھتی رہنا چاہتی تھی۔ آنکھوں میں ڈھیروں چمک لیے۔ اس بچے کی مانند جو اپنے سب سے پسندیدہ کھلونے کو دیکھتا

ہے۔۔ جو اسکی پہنچ سے بہت دور ہوتا ہے۔ جو اسکی حیثیت سے کہیں بلند ہوتا ہے۔۔ جو اسکے لیے ہوتا ہی نہیں۔۔

مسکراہٹ آہستگی سے تھم گئی تھی۔ وہ اب اپنے کمرے کے دروازے میں کھڑی تھی۔ سامنے موجود گھر والے اسے ایسے نظر انداز کیے ہوئے تھے جیسے وہ وہاں موجود ہی نہ ہو۔ اسکی آنکھوں میں محرومی کی کئی داستانیں رقم تھیں۔ خاموشی کے باعث لب اور آنکھیں ساکت تھیں۔ اس نے دروازے کی چوکھٹ پر ہاتھ رکھا۔ تایا کے بچے اور انکی عید کی فی خریداری جیسے اسکی آنکھوں میں دھواں سا بھر گئی تھی۔ اسکے پاس پچھلی عید کا سوٹ رکھا تھا۔ اور وہ بغیر کہے جانتی تھی کہ اسے وہی سوٹ پہنانا تھا۔ محرومی سے دیکھتی آنکھوں میں کئی آنسو جمع ہونے لگے۔ اگر گھرانے اتنے خوشحال ہوتے ہیں تو اسکا گھرانہ کہاں تھا۔؟ کیا وہ اتنی مکروہ تھی کہ اسے ان گھرانوں میں رکھا ہی نہیں جا سکتا تھا؟

گھر والے کھانے کے لیے اٹھ گئے۔ اسے ان کے ساتھ ایک ٹیبل پر بیٹھ کر کھانے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ پیچھے چھوڑ دیئے جانے والوں میں سے تھی۔ اسے کوئی اپنے ساتھ بٹھانا پسند نہیں کرتا تھا۔ وہ خود کو آئینے میں کتنے ہی پھرلوں تکارتی تھی۔ بالکل خاموشی سے۔۔ اسے اپنی محروم ذات سے الجھن سی ہونے لگی تھی۔ اس نے گھر اسانس لے کر بمشکل خود کو پچھلی یادوں سے نکالنا چاہا۔ اسکی آنکھیں گیلی تھیں۔۔ نم سی۔۔ اس نے آس پاس نگاہ دوڑائی۔۔ فرزانہ اب جھک کر ربیعہ کا ماتحا چوم رہی تھیں۔۔ ربیعہ کے لبوں پر بھرپور مسکراہٹ دیکھ کر اسکے دل میں تکلیف سی ہونے لگی۔ ساتھ ہی اسکے والد کھڑے تھے۔ جو ربیعہ کو دیکھ کر یکدم رونے لگے تھے۔ وہ رخصت ہونے

والی تھی۔ اور یہ وہ منظر تھا کہ اسکی دھواں دھواں ہوتی آنکھوں سے کئی آنسو گرا گیا تھا۔ اس نے چونک کر جلدی سے رخسار صاف کیے۔

لیکن کچھ خواہشیں کبھی اسکا پیچھا نہیں چھوڑتی تھیں۔ ماں نے اسے احسن علی کے گھر لاوارثوں کی مانند چھوڑ دیا تھا۔ وہ گھر بہت کم آیا کرتی تھی۔ اسے یہ بات بہت وقت بعد سمجھ آئی تھی کہ وہ اسے چھوڑ چکی تھی۔ اسی لیے تائیاں اسے یتیمی اور منحوس ہونے کے طعنے دیا کرتی تھیں۔ باپ کی محبت اور ماں کی نرمی جیسے اسکے نصیب میں تھی ہی نہیں۔ اسے یاد تھا کہ ایک دفعہ تائی نے اسے مہمانوں کے درمیان رخسار پر بے رحم سا تھپڑ دے مارا تھا۔ اسے وجہ یاد نہیں رہی تھی۔ اسے بس ظلم یاد رہ گیا تھا۔ اسے یاد تھا کہ وہ اس پوری رات روئی رہی تھی۔ یکدم ہی اسے سانس لینے میں دشواری ہوئی تو وہ وہاں سے اٹھ گئی۔ وہ مزید گھر انوں میں یوں تنہا نہیں بیٹھ سکتی تھی۔ جس طرح سب اپنے اپنے گھر انوں کے ساتھ براجمان تھے، اسے اپنا آپ بہت مس فٹ لگ رہا تھا۔ وہ اٹھ کر واپسی کے لیے قدم بڑھا چکی تھی۔ اسکا رخ سردار کے سفید محل کی جانب تھا۔ اسکا حلق بہت درد کر رہا تھا۔ اسے لگا وہ مزید اگر خود پر جبر کرتی رہی تو گلا تکلیف سے پھٹ جائے گا۔ وہ جلد از جلد واپس جانا چاہتی تھی۔ جس شادی کے لیے وہ بہت خوش تھی، اس شادی میں اسکا دم بری طرح گھٹ رہا تھا۔

یاسر نے یونہی نگاہ پھیر کر دیکھا تو سیلینہ نظر نہیں آئی۔ وہ حیران ہوا۔ یہاں تو وہ کسی کو جانتی بھی نہیں تھی۔ کچھ پل بعد اس نے سردار سے معذرت کی اور اسے فون کرنے لگا۔ پھر اس جگہ تک بڑھ آیا جہاں وہ چند پل پہلے بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ اتنی جلدی میں اٹھ کر گئی تھی کہ اپنا فون کرسی

پر ہی چھوڑ گئی تھی۔ اس نے گہرا سانس لے کر فون کان سے ہٹایا اور اسکا فون اٹھا کر ہال سے باہر نکل آیا۔ اسکے قدم خود بخود واپسی کے لیے اٹھ رہے تھے۔ جب وہ داخلی دروازہ پار کرنے لگا تو کسی کی ہچکیوں پر ٹھہر گیا۔ اسکا ہاتھ ڈار ناب پر ہی تھا۔ لیکن وہ اندر نہیں بڑھ سکا۔ ٹھنڈے لاڈنچ میں وہ رو رہی تھی۔ وہ آگے نہیں بڑھ سکا۔ وہیں ٹھہر ارہا۔ وہ رو تی رہی۔ اس نے سیلینہ کو پہلے کبھی ایسے روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ وہ بغیر وجہ کے نہیں رویا کرتی تھی۔ اور ایسے تو کبھی نہیں روئی تھی۔ کچھ پل بعد وہ اسے یونہی چھوڑ کر سبزہ زار کی جانب واپس چلا آیا تھا۔

کئی لمحات بعد وہ بھی واپس چلی آئی تھی۔ اپنی بکھری سی حالت درست کیے۔ لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ سجائے۔ کسی نے اسکی غیر موجودگی محسوس نہیں کی تھی۔ اس نے کرسی پر بیٹھ کر آس پاس اپنا موبائل تلاش کرنا چاہا۔ ابھی وہ ادھر ادھر ہاتھ مارتی موبائل ڈھونڈ رہی تھی کہ کسی نے اسکے سامنے موبائل کیا تو وہ چونکی۔ ایک نظر اٹھا کر دیکھا۔ وہ چہرہ جھکائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ چند پل وہ دونوں ایک دوسرے کو پلکیں جھپکائے بنا دیکھتے رہے تھے۔ وہ رو تی رہی تھی۔ یا سر کی سرمی آنکھیں اسکی بھیگی پلکوں کو چھو کر بے حد خاموشی سے پلٹ گئی تھیں۔ اس نے بمشکل مسکرا کر اسکے ہاتھ سے فون لیا تھا۔

"یہ کہاں سے ملا تمہیں۔؟" نظریں چرا کر سوال کیا۔ وہ بغور اسکا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"تمہاری کرسی پر رکھا ہوا تھا۔" اس نے سر ہلایا۔ پھر سامنے دیکھنے لگی۔ ربیعہ کے آس پاس اب بہت سی لڑکیاں اکھٹا تھیں۔ کوئی اسکا لہنگا درست کر رہی تھی، کوئی اسکے بالوں کو چھو کر برابر

کر رہی تھی، کوئی اسکے کان میں کچھ کہہ رہی تھی۔ اور کچھ ہنس رہی تھیں۔ یا سر اب بھی اسکا چہرہ بغور دیکھ رہا تھا۔ اس نے اسے بغور دیکھتے، دیکھا تو چونکی۔۔

"ایسے کیوں دیکھ رہے ہو؟" اسکے پوچھنے پر اس نے سر جھکا تھا۔ پھر سر نفی میں ہلاکر اس سے ذرا فاصلے پر کر کھی کر سی کھینچ بیٹھا۔ سیلینہ کی طرح وہ بھی یہاں بہت لوگوں کو نہیں جانتا تھا۔ یہ تو سردار تھے جنہوں نے اسے بہت سے لوگوں سے متعارف کروادیا تھا۔ نہیں تو وہ یہاں کسی کو بھی نہیں جانتا تھا۔

"ربیعہ کتنی پیاری لگ رہی ہے ناں۔۔؟" اسکے پوچھنے پر یا سر نے سر ہلاکا تھا۔۔

"میں سوچتی ہوں کہ کیا ہر دلہن اپنی شادی پر اتنی ہی پیاری لگتی ہوگی۔۔؟"

"پتہ نہیں۔۔ مجھے تو سب ایک جیسی لگتی ہیں۔۔" اور اس نے گھر اسنس لے کر چہرہ اسکی جانب پھیرا تھا۔ پھر بے بسی سے ہنس دی۔۔

"وہ سب الگ طرز کے لباس، میک اپ اور زیور کا انتخاب کرتی ہیں۔ ایسے میں وہ سب ایک جیسی کیسے لگ سکتی ہیں تمہیں۔۔؟" اس نے لا عملی سے کندھے اچکائے تھے۔ اسے واقعی نہیں پتہ تھا۔

"اچھا بتاؤ۔۔ کبھی کوئی لڑکی اچھی لگی ہے۔۔؟"

"نہیں۔۔"

"سوچو تو سہی کم از کم۔۔" اس نے اصرار کیا تو یا سر نے سوچنے کی کوشش کی۔۔ پھر سر نفی میں ہلاکا۔۔

"اچھا جو لیا تو اچھی لگتی ہو گی تمہیں۔۔۔ کتنی خوبصورت ہے وہ۔۔۔"

"مجھے جو لیا بالکل نہیں پسند۔۔۔"

"کیوں بھی۔۔۔؟"

"بس نہیں پسند۔۔۔"

"کوئی وجہ تو ہو گی ناں۔۔۔"

"کوئی وجہ نہیں ہے۔ میں نے اس نجح پر کبھی سوچا ہی نہیں۔"

"افوہ یاسر۔۔۔ جب تم یہ نہیں سوچتے ہو کہ تمہیں کونسی لڑکی پسند ہے اور کونسی ناپسند تو پھر تم سوچتے کیا ہو آخر۔۔۔؟" اس نے چہرہ اسکی جانب موڑے پوچھا تھا۔ وہ واقعی جاننا چاہتی تھی کہ اسکے دماغ میں آخر چلتا کیا رہتا تھا؟

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"میں سوچتا ہوں کہ اگر میں ہفتے کے اتنے دن کام کروں گا تو مزید کتنے دن دادا کے پاس ٹھہر سکوں گا۔۔۔ اگر میں اس راستے سے جاؤں گا تو مجھے بلاوجہ ایکٹریس کا سامنہ کرنا پڑے گا، اسی لیے میں اس راستے سے جاتا ہوں جہاں ان کا نام و نشان ہی نہ ہو۔ یہ بھی کہ اس کیس کی فائل پچھلے کیس سے اتنی مشابہت کیوں رکھتی ہے۔۔۔؟ اور مزید مجھے کتنے اور سال باڈی گارڈ کا کام کرنا پڑے گا کہ میں چیف بن جاؤں۔۔۔ بس یہی باتیں۔۔۔ "سیلینہ کا منہ کھل گیا تھا۔ آنکھوں میں گہرا تعجب لیے وہ اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔۔۔"

"تم یہ سب سوچتے رہتے ہو۔۔۔؟"

"ہاں--"

In that brief moment, she looked so done with him...!

"اچھا یہ تو بتا ہی سکتے ہو ناں کہ کیسی لڑکیاں پسند ہیں تمہیں--؟"

"لڑکیاں، لڑکیاں ہوتی ہیں۔ اور کم و بیش سب ایک جیسی ہی ہوتی ہیں۔"

"ایک جیسی کہاں ہوتی ہیں۔؟ دیکھو۔ کیا اب میں اور جولیا ایک جیسے ہیں۔؟"

"بس تھوڑا ہی تو فرق ہے۔" سپلینہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

"وہ مجھ سے زیادہ خوبصورت ہے، یاسر عالم۔"

اس نے لمح بھر کو اسے دیکھا۔

"اچھا مجھے لگا تھا کہ تم اس سے زیادہ خوبصورت ہو۔" اور ایک پل کے لیے سب کچھ ٹھہر گیا تھا۔ یاسر خود بھی کہہ کر چونکا تھا۔ یہ بات غیر ارادی طور پر اس نے سوچی تھی اور آج اسی طرح اس نے کہہ دی تھی۔ سپلینہ کو اس پر یقین کرنے میں چند لمحے لگے تھے۔ پھر وہ مسکرائی اور پورے دل سے مسکرائی۔ اسے مزید کوئی سوال نہیں کرنا تھا۔ اسے یاسر کے جواب نے مسکراتے رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"اب ایسے مسکرا کیوں رہی ہو۔؟"

"مجھے نہیں پتہ تھا کہ ایک گارڈ کو میں جولیا سے زیادہ خوبصورت لگتی ہوں۔ اور یہ وہی گارڈ ہے جو ہمیشہ مجھے کہتا رہتا ہے کہ میں اتنی بھی خوبصورت نہیں۔" ساتھ بر اجمان گارڈ نے گھر اسنس لیا

تھا۔ اسی پل بارات آچکی تھی۔ سب لوگ گردنیں پھیرے اب باراتیوں کو تک رہے تھے۔ وہ دونوں بھی اسی جانب دیکھ رہے تھے۔ سردار بھی لڑکی والوں کے ساتھ کھڑے بارات میں آئے مردوں کا استقبال کر رہے تھے۔ ان سے مل رہے تھے۔ وہ دونوں انہی کی جانب دیکھ رہے تھے۔

"دادا کتنے خوش لگ رہے ہیں۔ میں سوچ رہی ہوں کہ تمہاری شادی پر کتنے خوش ہونگے وہ۔" اس نے سر ہلایا تھا۔ پھر اسکی جانب دیکھا۔

"شاید مجھ سے بھی زیادہ خوش ہوں۔" اور وہ ہنس پڑی تھی۔ وہ سردار کو یاسر سے زیادہ اسکی شادی پر خوش ہوتا سوچ سکتی تھی۔ کچھ پل بعد اس نے چہرہ پھیر کر اسکی جانب دیکھا۔

"تم ٹھیک ہو۔؟" اسکے پوچھنے پر وہ ٹھکنی تھی۔ پھر سر ہلایا۔

"ہوں۔ مجھے کیا ہونا ہے؟ دیکھو اب بھی مسکرا رہی ہوں۔ شاید میں کسی ہینڈ سم ماں کے بیٹے کو پسند ہی آجائوں۔ اور وہ میری مسکراہٹ کے باعث میرا رشتہ مانگ لیں۔ مجھے اس گاؤں کو چھوڑ کر جانا ہی نہ پڑے۔ میں شادی کر کے جیہیں کی ہو رہوں۔" المحوں میں اس نے اپنی کہانی طے کر لی تھی۔ وہ اسکے جواب پر محض سر ہی ہلاتا رہ گیا تھا۔ کچھ پل بعد کھانے کا اہتمام ہوا اور سب اس میں مصروف ہو گئے۔ دادا اور وہ ایک ہی ٹیبل پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ یاسر باقی لڑکوں کے ساتھ مل کر کھانے کا انتظام دیکھ رہا تھا۔ کھانا کھایا جا چکا تو رخصتی کا وقت ہو چلا۔ سب اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ گھر والوں کے ساتھ رخصتی پر وہ اور دادا دونوں روہانے ہو گئے تھے۔ رخصتی بھی ہو گئی تو وہ لوگ فرزانہ سے اجازت لیتے پلٹنے کی تیاری کرنے لگے۔ رات خاصی گھری ہو گئی تھی۔

یاسر ابھی ان کے ساتھ گھر نہیں جا سکتا تھا۔ اسے یہ سب سمیٹنا تھا۔ جب تک ہر شے واپس اپنے مقام تک نہیں پہنچ جاتی وہ واپس نہیں جا سکتا تھا۔ وہ اور دادا گھر آگئے۔۔۔ اسی پھر ان کے پیچھے کوئی اور بھی گھر میں داخل ہوا تھا۔ سیلینہ نے چونک کر ان کی جانب دیکھا۔ ایک ادھیر عمر خاتون تھیں۔ قیمتی سے نفیس لباس میں ملبوس اور ان کے ساتھ ہی انکا بیٹا کھڑا تھا۔۔۔ سفید کاٹن کے سوت میں ملبوس۔۔۔ اونچا سما۔۔۔

سردار انہیں کسی پرانے حوالے سے جانتے تھے اسی لیے انہیں لاونج میں بیٹھنے کی دعوت دے ڈالی۔ وہ کچن میں میشم کے ساتھ چلی آئی تھی۔ وہ انہیں نہیں جانتی تھی۔ بہتر یہی تھا کہ وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ جاتی۔۔۔ ابھی وہ کچن سے نکل کر اپنے کمرے کی جانب بڑھنے ہی لگی تھی کہ خاتون نے اسے آواز دے کر روک لیا تھا۔ وہ چونک کر رک گئی۔۔۔ پھر ان کے بلانے پر پاس چلی آئی۔۔۔

"یہ سوہنی کڑی آپکی پوتی ہے جی سردار صاحب۔۔۔؟" خاتون کے پوچھنے پر سردار نے ناسمجھی سے سر نفی میں ہلایا تھا۔ پھر مسکرا کر انکی غلط فہمی دور کرنے لگے۔۔۔

"یہ میری پوتی نہیں ہے۔۔۔ لیکن پوتی جیسی ہے۔۔۔ ایک شاگرد کی بیٹی ہے اسی لیے ہمارے ساتھ چھٹیاں گزارنے آئی ہے۔۔۔" سردار کے جواب پر وہ جزبز ہوئی تھی۔ وہ بات گھما کیوں رہے تھے۔۔۔؟

"اچھا اچھا۔۔ ماشاء اللہ۔۔ بہت سوہنی ہے جی۔۔ میں اپنے اکبر کا رشتہ مانگنے آئی ہوں اسکے
واسطے۔۔ اگر آپ اسکے ابو سے رابطے کا کوئی ذریعہ وضع کر دیں تو چنگا ہو جائے گا۔" اور اب کہ وہ
بری طرح چونکی تھی۔ سردار

نہیں چونکے۔ شاید وہ ان کا ارادہ بھانپ گئے تھے اسی لیے بات گھما کر اسکا تعارف کروایا تھا۔ وہ
مسکراتے تھے۔

"دیکھیں راشدہ۔ بچی ہماری ہی ہے لیکن شاید اسکے والد کو آپکا یوں رشتہ لے جانا پسند نہیں
آئے۔ میں آپکو مایوس لوٹانے پر مجبور ہوں۔" انہوں نے بات سمیٹنے کی کوشش کی لیکن وہ خاتون
کسی بھی طرح ٹلنے والی نہیں لگ رہی تھیں۔ سیلینہ کو ان کے والہانہ انداز سے گھبراہٹ سی ہونے
لگی تھی۔ بعض چیزیں محض خواب میں ہی اچھی لگتی ہیں۔ وہ حقیقت بن کر سامنے آجائیں تو ان
سے الجھن ہونے لگتی ہے۔ اسے بھی اپنی کچھ دیر کی کہی گئی بات کو سچ ثابت ہوتا دیکھ کر شدید
الجھن ہو رہی تھی۔

"سردار جی۔۔ ہم ان سے خود بات کر لیں گے۔ ہمیں بس ان کا رابطہ نمبر دے دیں۔ ہم جا کر ان
سے اپنی بیٹی مانگیں گے۔ ایسی کڑی کو یوں نہیں چھوڑا جاسکتا۔" اس نے ان دونوں کی جانب خوفزدہ
نگاہوں سے دیکھا تھا۔ کتنے کرپی تھے دونوں۔۔ پچھے پڑنے والوں میں سے۔ اسے پچھے پڑنے والوں
سے سخت قسم کا بیر تھا۔

"راشدہ بیٹی۔۔ میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ بچی ان کی امانت ہے۔ وہ میرے پاس چھوڑ کر گئے
ہیں۔ ایسے میں اسے کسی بھی معاملے میں قید کر سکتا۔ اور اسکے والد صاحب مجھ سے خفا

ہونگے۔ آپ اپنی جگہ درست ہیں لیکن بہتر یہی ہو گا کہ اس بات کو یہیں ختم کر دیا جائے۔۔۔" لیکن وہ انہیں نہیں سن رہی تھیں۔ وہ اب انکی جانب مسکرا کر مزید کوئی بات کہنے لگی تھیں، کہ اسی پھر داخلی دروازے سے یاسر داخل ہوا۔ وہ سارے دن کا تھکا ہوا لگتا تھا۔ لاونچ میں براجمن لوگوں کی جانب ایک نظر سوالیہ سا دیکھا۔ پھر آگے بڑھ آیا۔۔۔

"یہ کون لوگ ہیں، دادا۔۔۔؟" وہ اب سردار سے سوال کر رہا تھا۔ ماتھے پر بل ڈال کر۔۔۔ جیسے اسے ان کا یہاں آنا بہت برا لگا تھا۔

"یہ۔۔۔ بیٹھے یہ راشدہ آصف ہیں۔ آصف اقبال صاحب کی بیگم۔ اور یہ ان کے بیٹے ہیں۔ یہ ان کا ہاتھ مانگنے آئی ہیں سیلینہ کے لیے۔۔۔" اسکی آنکھوں نے سیلینہ سے، اس خاتون اور خاتون سے اسکے صاحبزادے تک سفر کیا تھا۔ ماتھے کے بل گھرے ہو گئے۔ آنکھوں کی چھپن بڑھ گئی۔ اس نے اگلے ہی پل سردار کی جانب دیکھا۔۔۔

visit for more novels:

"اور آپ نے کیا جواب دیا نہیں کا؟"

"میں نے سیلینہ کے والد کی خفگی کے متعلق بتایا لیکن وہ خود ان سے بات کرنا چاہتی ہیں۔"

"کیا آپ نے انہیں اصل وجہ نہیں بتائی، دادا۔۔۔؟" وہ یکدم جیسے بہت حیران ہوا۔ سردار چونکے اور پھر یکدم سنبھلے۔ انہیں یاسر کا ساتھ دینا تھا۔

"نہیں بیٹھ۔۔ میں نے انہیں اصل بات نہیں بتائی۔۔ تم بتا دو نا۔۔" وہ سب ان دونوں کی جانب دیکھ رہے تھے۔ آخر ایسی کیا اصل بات تھی جو ان دونوں کو پتہ تھی اور سیلینہ کو نہیں پتا تھی۔۔؟ اگلے ہی پل یاسر ان کی جانب گھوما تھا۔ سرمی آنکھوں میں ڈھیروں ناگواری لیے۔۔

"سیلینہ میری بچپن کی منگیتر ہے۔" اور یہ آیا پلاٹ ٹوٹ۔۔ اسے سمجھ آگیا تھا کہ وہ کیا کر رہا تھا۔

"منگیتر۔۔؟" لڑکے کو جیسے اسکا لفظ بہت گراں گزرا۔۔ "کیا آپ دونوں شادی کا ارادہ رکھتے" "ہیں۔۔؟"

"ظاہر سی بات ہے بیوقوف۔۔ ہم شادی کا ارادہ رکھتے ہیں جبھی تو منگنی اب تک رکھی ہوئی ہے۔"

"جب بچپن کی منگیتر ہے تو اب تک شادی کیوں نہیں کی۔۔؟"

"تم سے پوچھ کر نہیں کریں گے۔ ہماری جب مرضی ہو گی ہم تب شادی کریں گے۔" اس نے ایک نظر سیلینہ پر ڈالی تھی۔ وہ بمشکل اپنی ہنسی ضبط کر رہی تھی اور اس میں بری طرح ناکام بھی ہو رہی تھی۔ یہ آخر کس قسم کی مضحکہ خیز حالت تھی؟

"کیا لڑکی آپ سے شادی کرنے پر راضی ہے۔۔؟" لڑکے نے پھر سوال کیا تھا۔ یاسر نے خود کو چنگناڑنے سے باز رکھا۔

"نہیں۔۔ ہم لڑکی سے رضامندی کے متعلق نہیں پوچھتے۔ ہم انتہائی ظالم لوگ ہیں۔۔"

"لیکن لڑکی ایسا ظلم خود پر کروانا چاہتی ہے۔ وہ اس ظالم سے شادی کرنا چاہتی ہے۔۔۔" وہ بھی آگے بڑھ آئی۔ پھر اسکے ساتھ آکھڑی ہوئی۔ دادا نے پلت کر ان دونوں کی جانب دیکھا تھا۔ اک زبردست سا کونڈا لپکا تھا ان کے ذہن میں۔۔۔

"سردار جی۔۔۔ اگر یہ لڑکی اس لڑکے کی بچپن کی منگ تھی تو آپکو ہمیں پہلے بتا دینا چاہیے تھا۔ خواہ مخواہ اتنی بد مرگی ہوئی۔۔۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ دادا بھی اٹھ گئے۔۔۔

"مجھے تو خود اس منگنی کے متعلق ابھی پتہ چلا ہے۔ ہم ایک دوسرے سے بہت راز رکھنے والا گھرانہ ہیں۔ ہم شادی والے دن ہی بتاتے ہیں کہ ہمیں کس سے شادی کرنی ہے۔ بلکہ ہم شادی والے دن ہی بتاتے ہیں کہ ہمیں شادی کرنی ہے۔ اس سے پہلے نہیں۔ اب خاندان کی روایتیں ہیں۔۔۔ بھلا کیا کیا جاسکتا ہے۔۔۔؟" سردار کہاں پچھے رہنے والے تھے۔ خاتون نے ان کی توجیہ پر بے یقینی سے ان کی جانب دیکھا تھا۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"آپ سے کم۔ خواہ مخواہ دوسروں کی منگیت کارشنہ اپنے لیے نہیں مانگتے۔" یاسر نے پچھے سے جلی کٹی ہانگ لگائی تھی۔ وہ لوگ بکتے جھکتے جاچکے تھے۔ سیلینہ اور دادا پچھے ہنس رہے تھے۔ یاسر انتہائی بیزاریت سے صوفے پر

آب بیٹھا تھا۔ پھر ان دونوں پر ایک ایک نگاہ ڈالی۔ وہ ہنستے ہنستے دوہرے ہوئے جا رہے تھے۔

"انتہائی ظالم لوگ۔۔۔ بچپن کی منگیت۔۔۔ اف۔۔۔" اسکا ہنس ہنس کر برا حال تھا۔

"دادا نے اصل بات نہیں بتائی۔۔ دادا کو خود پلاٹ ٹوئست پتہ نہیں تھا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ سیلینہ اس سین میں تمہاری پچپن کی منگیتر تھی۔" سردار نے ہنس کر کہا تو سیلینہ اور میشم پھر سے ہنس دیئے۔ وہ ان لوگوں کی جانب دیکھ رہا تھا اور اسکے تاثرات ایسے تھے کہ واللہ۔۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ آخر اس سب میں اتنا ہنسنے والی کیا بات تھی؟

"کھاڑا کر کے بس ہنسا کریں آپ لوگ۔"

"اچھا تو کھاڑا کر کے رونا بھی ہوتا ہے۔۔" سردار کی جانب سے جوابی جملہ آیا تھا۔ اس نے گھر اسنس لیا۔ پھر ایک نظر، آنکھوں سے آنسو صاف کرتی سیلینہ کی جانب دیکھا۔ ہنسنے کی وجہ سے اسکی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔ اگلے ہی پل سردار کو پنچاپت کے کچھ لوگ بلانے چلنے آئے تو وہ باہر کی جانب بڑھ گئے۔ کل ربیعہ کا ولیمہ تھا۔ انہیں اس میں شرکت کے لیے بلایا جا رہا تھا۔ وہ اٹھ کر باہر کی جانب بڑھے تو یاسر بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ بھی اسکے ساتھ ہی اٹھی تھی۔ رات گھری ہو گئی تھی۔ وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ رہی تھی کہ لمحے بھر کو اسے آواز دے کر روکا۔ وہ جو زینوں پر تھا، رک گیا۔۔ لمحے بھر کو پلٹ کر اسے دیکھا۔۔ وہ پاس چلی آئی تھی۔

"میرا ظالم منگیتر بننے کے لیے بہت شکر یہ۔۔ میں متوجس ہوں کہ مستقبل میں مزید تم میرے لیے کیا کیا بنو گے۔۔؟"

"یہاں پر اصل ظالم کون ہے کیا میں تمہیں بتاؤ۔۔؟" اسکے ٹھنڈے سے طزر پر سیلینہ نے مسکراہٹ دبا کر دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے اسے مزید کچھ بھی کہنے سے باز رکھا تھا۔

"میں تو بالکل نہیں ہوں۔۔ اتنا میں جانتی ہوں۔۔"

"تم اتنا بھی کیوں جانتی ہو۔؟ آدھا علم زہر کے مترادف ہوتا ہے۔"

"اچھا یاسر صاحب۔ آپ بادی گارڈ ہونے کے ساتھ ساتھ فلاسفہ کب سے بنے ہیں۔؟"

"جب سے انتہائی سمجھدار ایکٹریس کے ساتھ کام کرنا شروع کیا ہے۔" "لبوں کو سختی سے بند کر کے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ اس نے مزے سے کندھے اچکائے تھے۔ پھر اسے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ وہ اس سے دو زینے اوپر کھڑا تھا۔

"پتہ ہے مجھے کچھ مل پہلے ہی اندازہ ہوا ہے کہ بعض خواب، محض خواب ہی رہنے چاہیئے۔ وہ اگر حقیقت کا روپ دھار لیں تو اک بھی انک صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ نمرہ احمد ٹھیک کہتی ہیں۔ بعض فینٹیسیز صرف فینٹیسیز رہنی چاہیئے۔ اگر وہ اصل میں واقع ہو جائیں تو ٹریجڈیز ثابت ہوتی ہیں۔ مجھے لگ رہا ہے کہ شاید واحد حسن کو بھی ایک فینٹیسی ہی رہنا چاہیئے تھا۔ میں نے اسے حقیقت میں پانے کی کوشش کی اور اپنی ہی آنکھیں زخمی کر لیں۔ بعض خواب اگر حقیقت بن جائیں تو انسان کی آنکھیں تک زخمی ہو جاتی ہیں۔ بھلے ہی ان خوابوں کا وجود کتنا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو۔ وہ آپکے لیے نہیں ہوتے۔ آپ ان خوابوں کو پانے کی حیثیت ہی نہیں رکھتے۔" یہاں وہ لمحے بھر کو ٹھہری تھی۔ اسے آنکھیں اٹھا کر دیکھا پھر ہلاکا سا مسکرائی۔ "مجھے اندازہ ہو گیا کہ ہر جگہ میں ہی قصور دار تھی۔ ماریہ ٹھیک کہتی ہے۔ مجھے اپنی اوقات سے بڑے خواب نہیں دیکھنے چاہیئے تھے۔" وہ چند مل اسے دیکھتا رہا تھا۔ پھر ایک قدم نیچے اترًا۔ اسکی شہد رنگ آنکھوں میں دیکھا۔

"بعض دفعہ لوگ آپ سے ایسی باتیں محض اسی لیے کرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ آپ۔۔۔ واقعًا۔۔۔ ان خوابوں کو پانے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ ڈرتے ہیں۔۔۔ خوفزدہ ہوتے ہیں۔۔۔ کہ کہیں

آپ واقعی اس خواب کی تعبیر حاصل نہ کر لیں۔ یہاں کوئی کسی سے کم یا زیادہ حیثیت نہیں ہے۔ پیسہ، اسٹیلیس، شہرت، عزت، اثر و رسوخ۔۔ "وہ لمحے بھر کو ٹھہر کر استہزا نئی سا مسکرا یا تھا۔" یہ سب درجات ہم نے بنائیں ہیں۔ ان درجات کی انسانی خوابوں میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ ان درجات سے تمہاری کم تری یا برتری کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تم واجد حسن کو پانے کے لیے کل بھی قابل تھیں اور آج بھی ہو۔ بلکہ مجھے لگتا ہے کہ تم اسکے لیے بہت زیادہ اچھی ہو۔ "وہ کہہ کر سکون سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ یقیناً اسکے جواب پر متعجب ہوئی تھی۔

"سب اچھا بولنے والے اتنا چپ کیوں رہتے ہیں۔۔؟ مجھے نہیں پتہ تھا کہ تم اتنا اچھا بولتے ہو۔۔" اس نے سر ہلا کیا تھا۔

"تمہیں پتہ ہے میں تم سے متاثر ہو رہی ہوں۔۔" اس نے ہلاکا سا مسکرا کر سر اثبات میں ہلا کیا تھا۔ پھر ہاتھ آگے بڑھا کر اسکی الجھی بالی بالوں سے علیحدہ کرنے لگا۔ وہ آنکھیں اٹھائے اسے خوابناک نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"اندھیرے میں بیٹھ کر مت رویا کرو۔۔ ذہنی صحت کے لیے اچھا نہیں ہوتا۔" وہ اسکے آہستگی سے کہنے پر چونکی تھی۔ گلابی سے بھرے بھرے لب ادھ کھلے تھے۔ کیا وہ جانتا تھا؟ یا سر نے اسے نظریں جھکا کر دیکھا تھا۔

"کوئی انسان کسی سے عظیم اور کم تر نہیں ہوتا، سیلینے۔۔ سوائے تقوی کے۔۔ سو جاؤ اب جا کر۔۔" اور اسی کے ساتھ وہ پلٹ گیا تھا۔ وہ نہیں پلٹ سکی۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر اس بالی کو چھوا جسے وہ اسکے بالوں سے ابھی ابھی الگ کر کے گیا تھا۔ اس بالی پر اب تک اسکے ہاتھ کا لمس موجود تھا۔ وہ

دھڑکتا دل لیے کمرے کی جانب بڑھ آئی تھی۔ پھر اپنے پیچھے دروازہ بند کر لیا۔ کتنی ہی دیر دروازے سے لگ کر کھڑی رہی۔ بالی کو بھی ایک ہاتھ سے تھام رکھا تھا۔ اسکے آہستگی سے کہے گئے چند جملے اب اسے ساری رات جگائے رکھنے والے تھے۔۔

"کوئی انسان کسی سے عظیم اور کم تر نہیں ہوتا، سیلینہ۔۔"

"سیلینہ۔۔" اف۔۔ اسکے منہ سے اپنا نام سننا کتنا اچھا لگتا تھا۔ وہ بیڈ کی جانب بڑھ آئی تھی۔ پھر بے ساختہ اس پر اوندھے منہ آ لیٹی۔ اس بالی کو کان سے اتار کر نگاہوں کے سامنے کیا۔ اور پھر جانے کتنے ہی پھر اسے تکتی رہی۔۔



اگلی دو پھر یاسرا بھنسی چلا گیا تھا۔ یہاں اسکا کوئی کام نہیں تھا۔ سردار کو شام ویمے کے لیے جانا تھا۔ وہ ان کے کمرے کا دروازہ بجاتی، اجازت ملنے پر اندر چلی آئی تھی۔ وہ کوئی کتاب پڑھ رہے تھے۔ اسکے اندر آنے پر سیدھے ہو بیٹھے۔

"دادا۔۔ مجھے آپ سے اب اجازت چاہیئے۔۔" اسکے کہنے پر وہ اسے نامجھی سے تنکے لگے تھے۔ وہ مسکرا کر پاس

چلی آئی تھی۔ پھر ان کے سامنے بیڈ پر آ بیٹھی۔ ان کی جانب دیکھا۔۔

"آپ کی محبت، خلوص، قدر و منزلت اتنی خوبصورت تھی کہ میں خود کو یہاں سے نکال لے جانے پر ذرا سا بھی مجبور نہیں کر سکی۔ لیکن جو آئیں انہیں جانا تو ہوتا ہی ہے نا۔۔۔ آج نہیں تو کل۔۔۔ بس کل جانے سے بہتر ہے کہ میں آج ہی چلی جاؤں۔"

"لیکن بچے یاسر نے تو کہا تھا کہ تم مزید ایک ہفتہ رکو گی۔"

"جی دادا۔۔۔ تب حالات بہت کٹھن تھے۔ میرے پاس ٹھہرنے کے لیے محفوظ مقام نہیں تھا۔ لیکن اب میں واپس کام پر جاسکتی ہوں۔ اگر نہیں گئی تو معاملات بلاوجہ طوالت کا شکار ہو جائیں گے۔ میں نہیں چاہتی کہ اب کسی کو بھی میرے حوالے سے کوئی شکایت ہو۔۔۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تھا۔ سردار نے فکر مندی سے اسے دیکھا۔

"شگفتہ کا مسئلہ کیسے حل کرو گی۔۔۔؟"

"میں فی الحال اس معاملے پر کوئی بیان نہیں دینا چاہتی۔ معاملہ خود ہی دب جائے گا۔ پہلے میں ماں کی ضمانت کرو اکر انہیں گھر واپس لانا چاہتی ہوں۔" انہوں نے اسکے لائق عمل پر سر ہلا�ا تھا۔ پھر اسکی جانب نرمی سے دیکھا۔

"یاسر کے ساتھ جاؤ گی۔۔۔؟"

"نہیں، دادا۔۔۔ اسے مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی۔ میں نے اپنے پی اے کو کال کی ہے۔ وہ مجھے لینے آتا ہی ہو گا۔۔۔" سردار لمحہ بھر کو اسے اداسی سے دیکھ رہے تھے۔ وہ تھی تو زندگی میں کتنی رونق اور خوشی تھی۔ اب

وہ چلی جائے گی تو یہ محل کتنا سنسان ہو جائے گا۔ ان کی نگاہیں محسوس کر کے اس نے انہیں سوالیہ سا دیکھا تھا۔

"کیا ہوا، دادا۔؟"

"سوچ رہا ہوں تم جاہی ہو تو یاسر کے ساتھ ہی گزارہ کرنا پڑے گا۔" اور وہ ہنس دی تھی۔

"یہ تو کرنا پڑے گا آپکو۔"

"اور تم جانتی ہو نا۔ کہ یاسر کے ساتھ گزارہ کرنا اس دنیا کا سب سے مشکل کام ہے۔" وہ ہنسنی جاہی تھی اور ساتھ میں ان کی تائید بھی کر رہی تھی۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔" وہ بھی مسکراتے تھے۔ اگلے کئی لمحات میں یوول چلا آیا تو وہ سردار کو الوداعی کلمات کہتی باہر نکل آئی۔ دادا اسے چھوڑنے لکڑی کی باڑ تک آئے تھے۔ وہ کار میں بیٹھ کر بھی انہیں ہاتھ ہلاتی رہی۔ وہ اب باڑھ سے باہر نکلے اسے ہاتھ ہلا رہے تھے۔ وہ جاچکی تو انہوں نے گھر اسنس لیا۔ اور پھر اندر چلے آئے۔

"آؤ سردار۔ اپنی تھہائی کو پھر سے گلے لگایتے ہیں۔" اور کچھ تھا کہ اسکے جاتے ہی سارا گاؤں سنسان سا محسوس ہونے لگا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

"السلامُ عَلَيْكُمْ أَحْبَابَ"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید ----

ناولز کی دنیا" ویب سائٹ / گروپ / چنگ دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے لپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کر سکتے ہیں --- اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں --- ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے ---

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں -- اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہو سکا آپکی تحریر پوسٹ ہو جاتے گی --- منزد تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیئے ہم سے گروپ یا چنگ انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں --

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- [Novels ki duniya](#)

(username [@zoyatalib77](#))

Facebook group :- [Novels ki duniya](#)

Instagram Page:- [Zoya Talib](#) (UserName:
[Novelskiduniya77](#))

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو)

اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر چیز کے نیچے

"[novels ki duniya](#)"

اور

لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کر لیں ---

شکریہ----

مینگ آفس کی طویل نشتوں پر کی گارڈز براجمان تھے۔ وہ ان گارڈز میں سے تھے جنہیں تحقیقاتی ٹیم نے اپنے ساتھ کیس کو تحقیق کرنے کے لیے چنا تھا۔ ساحر نے ٹیبل پر سب کے سامنے گنگینے والی انگوٹھی رکھی۔ یاسر نے اسے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ ساحر نے اسے رات والے معاملے پر آگاہی دی تھی اسی لیے وہ چھٹی لینے کے باوجود بھی آج ایجنسی چلا آیا تھا۔ معاملہ سنگین تھا۔ کوئی ایجنسی کے اندر داخل ہوا تھا۔ اور وہ بھی نچلے فلور پر۔ جو سب سے زیادہ حساس فلور تھا۔ یہاں ایکٹریس کے سینکڑوں راز موجود تھے۔ کسی تیسرے فرد کا یہاں داخل ہونا درست نہیں تھا۔ یہ ایک طرح کی خطرے کی گھنٹی تھی۔ اور پورے سیکیورٹی سسٹم کے لیے سوالیہ نشان بھی۔ سلمان عابد نے اک گھری سانس لی اور پھر پچھے ہو بیٹھے۔ ان سب پر اک نگاہ ڈالی۔ حنیفہ ان کے ساتھ ہی سنجیدگی سے براجمان تھے۔

"جو کل رات ہوا۔ وہ قابل مذمت ہے۔ کوئی ہماری ایجنسی میں داخل ہوا۔ ہمارے کیبینز میں سے فائلز کھنگالیں۔ اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ لے کر یہاں سے فرار ہوتا، وہ دھر لیا گیا۔ یہ اچھی بات ہے۔ لیکن اس سے کہیں زیادہ تشویشاں کی بات یہ ہے کہ وہ ہمارے سسٹم کے ہر ایک پہلو سے واقف ہے۔ ہر ایک داخلی اور خارجی دروازے سے۔ میں یہ کہنا تو نہیں چاہتا، لیکن غالب گمان یہی ہے کہ کوئی ہمارے اندر ہی موجود ہے۔" وہ لمحے بھر کو سیدھے ہو بیٹھے تھے۔ "اور

ہم میں سے ہی کوئی ہے۔۔۔" یہ آخری بات بہت سرد لمحے میں کہی گئی تھی۔ ہر ایک گارڈ کا چہرہ لمحے بھر کو سفید ہوا تھا۔

"آپ لوگوں کی اس واقعے پر کیا رائے ہے۔۔۔؟ میں جاننا چاہتا ہوں۔۔۔ اس واقعے کو کیسے جستفادی کریں گے آپ سب۔۔۔؟ اور ایک بات ذہن نشین کر لیں۔۔۔ کہ ایجنسی کی تین ایکٹریس غائب اور ایک کا قتل کیا جا چکا ہے۔" میلنگ روم میں گھر اسنٹا چھایا ہوا تھا۔ لمحے بھر کو ساحر سیدھا ہو بیٹھا۔

"میں ڈیکٹو ارمان کی قیاس آرائی سے متفق ہوں۔ شرین رضا نے واقعی اس اسٹالکر سے بچنے کے لیے کچھ حفاظتی اقدامات کر رکھے تھے۔ اور اسی لیے اس حملہ آور کے بازو پر زخم موجود تھا۔۔۔" ایک پل کے لیے سب نے اسکی جانب دیکھا تھا۔ "جب میں نے اسے پیچھے سے پکڑنے کی کوشش کی، تب میرے ہاتھ میں محض اسکی آہستین آئی تھی۔ آہستین کھینچاتا نی میں ذرا پیچھے ہوئی تو اسکے ہاتھ پر موجود زخم واضح ہو گیا۔ زخم چند ہفتے پر انalog رہا تھا۔۔۔"

visit for more novels:

یا سر بھی سر ہلا کر سیدھا ہو بیٹھا تھا۔ اسے ساحر کی بات سے اتفاق تھا۔ www.novelbank.com

"اور ہمارا مجرر سسپیکٹ معید حسن ہے۔ ان سب ایکٹریس کا ماہر نفسیات۔ لیکن سرج وارنٹ نہ ہونے کے باعث ہم اسکا آفس یا کلینک کچھ بھی نہیں چھان سکتے۔ ہاں لیکن ہم اسے زبانی کلامی تفتیش کے لیے بلا سکتے ہیں۔ وہ آنے پر راضی تھا۔۔۔"

سلمان نے اسکی بات پر لمحہ بھر کو اسے ٹھہر کر دیکھا۔۔۔

"سیلینہ مظہر کے کیا حالات ہیں۔۔۔؟"

"وہ حفاظت سے ہیں۔ ان کے آس پاس کافی خطرات ہیں۔ میں چاہوں گا کہ آپ انہیں دو یا تین گارڈز اسائیں کر دیں اور جولیا میڈم کو بھی۔۔۔ انہیں بھی تحریک موصول ہوا تھا۔۔۔"

"جولیا کے پاس آلریڈی بہت سے گارڈز موجود ہیں۔۔۔"

"بھی جانتا ہوں۔۔۔ لیکن ایک گارڈ آپ اپنی طرف سے اسائیں کریں جو محض آپکو ساری تفصیلات دینے کا پابند ہو۔۔۔" سلمان نے اسکی بات پر سر ہلایا تھا۔ وہ اسکے مشورے سے متفق دکھائی دے رہے تھے۔

"جو ایکٹریس و کٹم ہیں ان کی مشترکہ بات کیا ہے۔۔۔؟" حنیفہ نے پوچھا تو ساحر نے جواب دیا۔۔۔

"وہ سب اپنے کم بیک کی تیاری کر رہی تھیں اور ان سب کو ڈس آرڈر تھا۔۔۔" حنیفہ لمحے بھر کو رکے تھے۔ سلمان نے انکی جانب دیکھا۔

"لیکن جولیا تو اس مشترکہ پہلو سے باہر ہے۔۔۔" اور اب کہ وہاں بیٹھے سب گارڈز چونکے تھے۔
یہاں تک کہ یاسر بھی۔

"وہ نہ تو اپنے کم بیک کی تیاری کر رہی ہے اور نہ ہی اسے کوئی ڈس آرڈر ہے۔۔۔" لمحے بھر کو آفس میں گھری خاموشی چھاگی تھی۔

"کیا یہ کوئی مس ڈائریکشن ہے۔۔۔؟ ہماری توجہ اصل کیس سے ہٹا کر کسی اور معاملے میں الجھانے کی۔۔۔؟" زار نے پوچھا تو یاسر نے سر نفی میں ہلایا۔۔۔

"قاتل ایک پیٹرن کے تحت کام کر رہا تھا۔ اور اسی سلسلے کی وجہ سے اسکے حراست میں آنے کے موقع کی زیادہ ہیں۔ اس نے ایک ایکٹریس کو تحریٹ دیا جو اس پیٹرن کا حصہ کہیں سے نہیں ہے۔ ایون وہ پیٹرن توڑ رہی ہیں۔۔۔ وہ صرف ہمیں خود کی جانب سے مشکوک کرنا چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم الجھ کر اصل لیڈ کھو دیں۔۔۔" حنیفہ کے ساتھ بہت سے گارڈز نے سر ہلا�ا تھا۔

"یہ تو مشہور سیریل کلنگز جیسا کیس ہے۔۔۔"

"جی ہاں۔۔۔ اگر ہمارے پاس وہ تینوں ایکٹریس ٹھرین کی طرح موجود ہوتی تو شاید ہم اس کیس کو بھی سیریل کلنگ کا کیس کہہ سکتے تھے۔ ویسے یہ آدمی جو کوئی بھی ہے، سائیکو ہے۔ نفسیاتی طور پر ٹھیک نہیں ہے۔۔۔" میٹنگ برخاست ہوئی تو سب گارڈز روم سے اٹھ گئے۔ محض وہ چاروں ہی پیچے رہ گئے تھے۔ زار جو اپنے فون پر جھکا ہوا تھا چونک کر سیدھا ہوا۔۔۔ اس نے بے یقینی سے سر اٹھا کر یاسر کی جانب دیکھا تھا۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"کیا ہوا۔۔۔؟"

"یہ نیوز میں تمہاری اور سلیمنہ کی تصاویر کیوں واٹرل ہوئی ہیں۔۔۔؟" اس نے تیزی سے موبائل اسکے ہاتھوں سے لیا تھا۔ پھر فوراً سے باہر کی جانب بھاگا۔ اسکی اور سلیمنہ کی ساتھ کی تصاویر میڈیا اور سو شل میڈیا پر بھلی کی تیزی کے ساتھ واٹرل ہو رہی تھیں۔ ہر تصویر میں وہ دونوں زینے ساتھ چڑھتے، اترتے، اچھنسی میں داخل ہوتے اور اپارٹمنٹ سے نکلتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ اس نے سفید چہرے کے ساتھ حنیفہ کے آفس کا دروازہ دھکیلا تھا۔ وہ بھی اتنا ہی سفید چہرہ لیے ٹی وی

دیکھ رہے تھے۔ ان تصاویر میں ایسا کچھ بھی نازیبا نہیں تھا لیکن نیوز انکرز جس طرح اسے پیش کر رہے تھے وہ سب بہت غلط تاثر پیش کر رہا تھا۔

سیلینہ نے بھی بے قیمتی سے اپنا موبائل نگاہوں کے سامنے کر کے دیکھا۔

"کیا سیلینہ مظہر اپنے باؤی گارڈ کے ساتھ سوالیہ تعلقات میں ملوث ہیں۔؟ کیا وہ ایک کے بعد ایک جھٹکا برداشت کرنے کی تاب خود میں رکھتی ہیں۔؟" تبصرے میں ایک بار پھر سے اسکی ذات مرکز تھی۔ ہر جانب جیسے شور ہنگامہ سا مج گیا تھا۔ آفس میں پچھے ہو کر بیٹھی ماریہ نے لمح بھر کو مسکرا کر اس نیوز کو دیکھا تھا۔ اسے ایک رات قبل اپنے باپ سے کی گئی گفتگو یاد آئی تھی۔ وہ ان کے آفس میں، ان کے سامنے براجمان تھی۔ وہ اسے نظریں اٹھائے دیکھ رہے تھے۔

کیا تمہاری ازدواجی زندگی اتنی اہم ہے کہ اسے سلبھانے کے لیے میں اپنا قیمتی وقت ضائع " کروں۔؟

visit for more novels:

انہوں نے ٹھنڈے لبھ میں پوچھا تھا۔ وہ چند پیل انہیں سرد آنکھوں سے تکتی رہی۔

"سیلینہ مظہر کو میرے راستے سے ہٹا دیں، ڈیڈ۔ مجھے مزید کچھ نہیں چاہیئے۔"

شعب مسکرا کر پھر ہاتھ باہم ملاتا آگے ہو بیٹھا۔ اسکی سرد آنکھوں میں جھانکا۔

"آج تم مجھے اپنی ماں والی نظروں سے کیوں دیکھ رہی ہو۔؟ کیا تمہیں پھر کسی نے احساس دلا دیا ہے کہ تم ایک شکی مزاج رکھنے والی، ناقابل برداشت عورت ہو۔؟ بالکل اپنی ماں کی طرح۔؟"

اسکی آنکھیں آہستگی سے گلابی ہونے لگی تھیں۔ ان میں ایسا زخمی سا تاثرا بھرا تھا کہ وہ شعیب کو بھی چند پل کے لیے حیران کر گئی تھی۔

"آپکی اور ماں کی خوفناک ازدواجی زندگی کو قریب سے دیکھنے کے بعد میں ایک ایسی عورت میں ڈھلن گئی ہوں جو اپنے شوہر پر ذرا سا بھروسہ کرنے کی تاب نہیں رکھتی ہے۔ تھینکس ٹو یو، ڈیڈ۔۔۔ کہ میں ایک ایسی سک ماں اور بیوی ثابت ہو رہی ہوں۔" وہ اسکی بات سن کر پچھے ہو بیٹھا تھا۔ سنجیدگی سے اسے دیکھا۔۔۔

"میں تمہاری بکواس سننے کے موڑ میں نہیں ہوں۔۔۔ کیا کام ہے۔۔۔؟"

"سیلینہ کو میرے راستے سے ہٹا دیں۔۔۔"

"ملٹینٹ ہائیر کر کے تو دیا تھا۔۔۔ کیا ہوا۔۔۔؟"

"وہ پکڑا گیا ہے۔۔۔" وہ چند پل اسکے جواب پر اسکا چہرہ دیکھتا رہا تھا۔ پھر ہلکا سا مسکرا کر سیدھا ہو بیٹھا۔ اسکی مسکراہٹ بہت سرد تھی۔۔۔

"کسی کو اگر تخت سے نیچے گرانا ہو تو سیدھا جا کر اس پر حملہ نہیں کیا کرتے۔۔۔ بلکہ اسکی طاقت کو توڑتے ہیں۔۔۔ تنکا تنکا کر کے۔۔۔ اسے لمحہ بے لمحہ کھوکھلا کرتے ہیں۔ تاکہ وہ گرے تو دوبارہ اٹھنے کی ہمت نہ کرسکے۔ تمہاری مخالف کی طاقت کیا ہے فی الحال۔۔۔؟" وہ چونک کر ان کا چہرہ بغور دیکھنے لگی تھی۔ پھر اس پر ایک انکشاف سا ہوا۔ اسکی آنکھوں میں سرد سی چمک ابھری۔۔۔

"اسکا بادی گارڈ۔۔۔" شعیب کو اسکا جواب اچھا لگا تھا۔ اس نے مسکرا کر سر ہلاایا تھا۔

"انہیں علیحدہ کر دو۔ الگ الگ۔ کو سوں دور۔ وہ ٹوٹ کر بکھر جائے گی۔ جیسے کی سال پہلے بکھری تھی۔ ہم نے اس سے اسکی طاقت کو جدا کر دیا تھا۔ ہم نے۔ اس سے۔ واجد کو جدا کر دیا تھا۔" کچھ چھنکے سے ٹوٹا تھا۔ ماریہ حسن چونک کر ان کی جانب دیکھنے لگی تھی۔

"کیا واجد کو اس سے آپ نے الگ کیا تھا۔؟ کیا وہ اسکینڈل اس پر آپ نے بنوایا تھا۔؟ زیر اینڈ سنز کا چھوٹا بیٹا۔ وہ سب کیا تھا۔؟"

"وہ سب لائجہ عمل تھا۔ واجد جیسی سونے کی چڑیا میں اس دو ٹکے کی ایکٹریس کے ہاتھ میں نہیں دینا چاہتا تھا۔ اسکا باپ میرا بہت اچھا بنس پار ٹنر تھا۔ اسکے بیٹے کو کسی کے ساتھ شادی کرتا دیکھ کر میں اپنے قدموں پر کلہاڑی نہیں چلا سکتا تھا۔ میری اس میں کوئی غلطی نہیں تھی۔ اس لڑکی کو درمیان میں نہیں آنا چاہیے تھا۔ اسے سمجھنا چاہیئے تھا کہ یہ اسکی جگہ نہیں تھی۔ اور تمہیں بھی اس بات پر شرمندہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم وہی کر رہی ہو جو تمہیں کرنا چاہیئے۔ وہ لڑکی غلط لوگوں کے درمیان اپنا مقام ڈھونڈ رہی ہے۔ یہاں پر مقام طے کیے جاچکے ہیں۔ یہاں پر اسکی کوئی گنجائش نہیں۔" اور وہ وہاں سے اٹھ آئی تھی۔ اسکے اندر شرمندگی پہلے بھی نہیں تھی لیکن اپنے باپ کی باتیں سننے کے بعد اسے اپنا ہر غلط قدم درست نظر آنے لگا تھا۔

اس نے اسی پھر اپنے جاننے والے صحافیوں کو فون کیا اور انہیں یا سر اور سیلینہ پر کچھ اچھا لئے حکم جاری کر دیا۔ ایسا تھا تو پھر ایسے ہی سہی۔۔۔

اور اس صبح اس کے، رات میں اٹھائے گئے قدم پر ہر جگہ تمہلکہ سامچ گیا تھا۔



وہ سن ہوئے چہرے کے ساتھ نظر کے آفس میں بیٹھی تھی۔ وہ اور یوول مستقل فون پر رپورٹرز کو اس پہلی افواہ کے بارے میں بریف کر رہے تھے۔ ان کے حلق ایک ہی بات کرتے کرتے خشک ہونے لگے تھے۔

"نہیں سر۔۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ سیلینس کا باڈی گارڈ ہے۔ وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔" نظر نے پیشانی پر ابھرتا پسینہ صاف کر کے کہا تھا۔ یوول بھی اسی قسم کی باتیں کر کے رپورٹرز کو مطمئن کر رہا تھا۔ کچھ پل بعد نظر نے اپنا فون آف کر کے اسکی جانب دیکھا تھا۔

"کیا تم جانتی ہو کہ ایکٹریس کی زندگی کو کیا چیز کھا جاتی ہے۔۔؟" اس نے نظریں اٹھا کر نظر کی جانب دیکھا تھا۔۔

"افواہیں۔۔ افواہیں اسکی زندگی تباہ کر دیتی ہیں۔ تم ایک اسکینڈل سے نکل کر دوسرے میں یوں بغیر بریک کے داخل نہیں ہو سکتیں۔ تم ایسے تباہ ہو جاؤ گی۔۔ سینکڑوں ایکٹریس ایسے ہی تباہ ہوئی ہیں۔۔" اسکی ہتھیلیوں پر مہندی اب تک موجود تھی۔ لیکن وہ اب بھدی صورت اختیار کرتی جا رہی تھی۔ جس مسرت کے بلبلے میں وہ قید تھی، وہ بلبلہ پھٹ پکا تھا۔ اب حقیقت منہ کھولے اسکے سامنے کھڑی تھی۔ ایسی حقیقت جس سے اسکی حیات تک کڑوی ہو گئی تھی۔

"اب میری بات دھیان سے سنو۔۔" اس نے اسے کہا تو وہ اسکی جانب خالی خالی نظروں سے دیکھتی رہی۔۔

اسی پھر نچلے فلور پر راہداریوں میں تمام گارڈز کے درمیان سلمان عابد نے یاسر کو اپنی جانب متوجہ کیا تھا۔ وہ سپاٹ چہرہ لیے ان کے حکم کا منتظر تھا۔

"میڈیا بلاو۔ تم ابھی پریس کانفرنس میں اسکے اور اپنے تعلق کا انکار کرو گے۔۔۔ تم اس سے ایک دو دفعہ کے علاوہ نہیں ملے۔۔۔ نہ تمہیں اسکے معاملات میں دلچسپی ہے۔۔۔ چند حادثاتی فوٹیجز کو اپنا رنگ دیا جا رہا ہے۔۔۔ تم اس تعلق کو ایسے پیش کیے جانے کی مذمت کرو گے۔۔۔ یہ ہمارے ڈیپارٹمنٹ کی عزت کا سوال ہے۔۔۔" اس نے حکم سن کر سر ہلایا تھا۔ لب ایک سیدھی سی لکیر میں بند تھے۔۔۔

"تم پریس کانفرنس میں اس تعلق کو باطل قرار دو گی۔۔۔ تمہارا اس گارڈ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔۔۔ تم اس بات کا۔۔۔ سب کو یقین دلاو گی۔۔۔ تم اسی کانفرنس میں اپنے ماں کی گرفتاری کا بیان بھی دو گی۔۔۔ تمہاری ماں کو اس جرم میں فیبریکیٹ کیا جا رہا ہے۔۔۔ پھنسایا جا رہا ہے اسے۔۔۔ تم سب کو یہی کہو گی۔۔۔ روپرڑز کے فضول سوالات کے جوابات دینے کی ضرورت نہیں۔۔۔ اعتماد سے مسکرا کر بیٹھی رہنا۔۔۔ انہیں اپنے آنے والے پراجیکٹ کے بارے میں بتانا۔۔۔ انہیں یہ تاثر دینا کہ تمہیں اس سب سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔ تم سکون سے اپنا کام کر رہی ہو۔" اس نے گھر اسنس لیا تھا۔۔۔ اور پھر

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

اس نے سر اثبات میں ہلایا۔

نچلے فلور پر سلمان اب تک یاسر کی جانب متوجہ تھے۔۔۔

"اور تم۔۔۔ آئندہ۔۔۔ سیلینہ مظہر سے۔۔۔ کبھی نہیں ملو گے۔۔۔ اگر تم اس کے آس پاس دکھائی دیئے۔۔۔ تو تمہیں سسپینڈ کر دیا جائے گا۔۔۔ تم اسے نہیں جانتے۔۔۔ تمہیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔۔۔ گاڑاٹ۔۔۔؟" اس نے سلمان کی بات سن کر سر اثبات میں ہلایا تھا۔۔۔ وہ سمجھ گیا تھا۔۔۔

پریس کانفرنس کے لیے میڈیا کو بلا گیا۔۔۔ پہلا بیان یاسر نے دیا تھا۔۔۔

دوسرا بیان شام کو رکھا گیا تھا۔ اب جنسی کا وسیع ہال سفید چھپتے ٹانکز سے مزین تھا۔ سیلینہ روپورڑز کے جم غیر کے سامنے موجود تھی۔ کیمرے کی لک لک، فلیش لائٹس اور اسکے سامنے موجود بیش بہا مانکس۔۔۔ وہ سب اسکا بیان سننے آئے تھے۔ اس نے لب واکیے۔۔۔ مسکرائی۔۔۔ اسی پھر یاسر اب جنسی کے داخلی دروازے کی جانب بڑھا تھا۔ وہ اسکی آواز سن سکتا تھا۔ لیکن وہ انتہائی سنجیدگی سے اثر لیے بغیر باہر کی جانب بڑھتا جا رہا تھا۔

"نہیں۔۔۔" اس نے حلق میں ابھرتی گرہیں نگل کر کہنا شروع کیا تھا۔۔۔
"میں یاسر عالم کو نہیں جانتی۔ ان سے ایک دو دفعہ ملاقات ایک مکمل اتفاق ہے۔۔۔"
اسکے قدم نہیں رکے۔۔۔ وہ داخلی دروازے تک پہنچنے والا تھا۔

"اس ایک دو دفعہ کی ملاقات کو غلط تاثر دیا جا رہا ہے۔ میرا یاسر عالم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔۔۔" یاسر عالم میرے لیے ایک اجنبی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ نہیں اگر میرے ساتھ ریپ پر دیکھا گیا ہے تو وہ ایک اسکرپٹ کے تحت دیکھا گیا تھا۔ میری زندگی میں ایسے گارڈز کی کوئی جگہ نہیں۔۔۔ وہ مسکرا کر بولتی جا رہی تھی۔ حلق میں گرہیں لگتی جا رہی تھیں۔۔۔ ساتھ ساتھ دل بھی بند ہو رہا تھا۔ وہ اسکی پشت کو یہاں سے دیکھ سکتی تھی۔ وہ اسے پشت دیکھ کر بھی پہچان سکتی تھی۔ اور وہ اسے پہچان گئی تھی۔

"ہم ایکٹریس کی زندگی میں ایسے گارڈز کی کوئی جگہ نہیں ہو سکتی۔ کسی نے مجھ سے کہا تھا کہ تمام انسان برابر ہوتے ہیں۔۔۔ میں اسے بتانا چاہتی ہوں کہ اس دنیا میں۔۔۔ سب انسان برابر نہیں

ہوتے۔۔۔ کچھ انسان غلام ہوتے ہیں۔۔۔ اور کچھ انسان انکے مالکان۔۔۔ کچھ انسان جانور ہوتے ہیں۔۔۔ اور کچھ انہیں جانور بنانے والے انسان۔۔۔ کچھ انسان شیطان ہوتے ہیں اور کچھ فرشتے۔۔۔ کچھ انسان خدا ہوتے ہیں اور کچھ مخلوق۔۔۔ میں اسے بتانا چاہتی ہوں کہ یہاں انسان برابر نہیں ہوتے۔۔۔ انہیں برابر سمجھنے والے اس دنیا کے معصوم ترین لوگ ہیں۔۔۔ انہیں چاہئے کہ جان لیں۔۔۔ کہ کچھ انسانوں میں سے ہیں۔۔۔ جو شیاطین ہیں۔۔۔ اور وہ کبھی انسان نہیں ہو سکتے۔۔۔ "اس کی آواز آخر میں لرزی تھی لیکن وہ بولتی جا رہی تھی۔۔۔ یاسرا سکی آخری بات سن کر لمحے بھر کو ٹھہرا تھا۔ اور پھر وہ اسی تیزی سے باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔۔۔

وہ اسے کہنا چاہتی تھی کہ اسکی۔۔۔ سیلینہ کی زندگی میں کوئی جگہ نہیں تھی۔۔۔

اس قسمی انسان کی۔۔۔ سیلینہ کی کچرا ہوتی زندگی میں کبھی کوئی جگہ نہیں ہو سکتی تھی۔۔۔

وہ قابل قدر تھا۔۔۔ وہ اس کی زندگی کا حصہ کیسے بن سکتا تھا۔۔۔ ؟ آنسو خشک ہو گئے تھے۔ اور اب

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com



وہ اسکی میڈیا سے کی گئی گفتگو سن کر باہر نکلتا چلا گیا تھا۔ اس نے پلٹ کر ایک لمحے کے لیے بھی نہیں دیکھا تھا۔ سیلینہ نے بات ختم کر لی تھی۔ وہ منظر عام سے ہٹ آئی تھی لیکن دل اتنی تھکن محسوس کر رہا تھا کہ وہ مزید کسی سے برائے نام بھی ایک دو بات نہیں کر پا رہی تھی۔ اس نے یوں اور نظر سے معدرت کی اور اپنے اپارٹمنٹ کی عمارت کی جانب بڑھ آئی۔ اسے چند لمحے اکیلے رہنا تھا۔۔۔ بالکل اکیلے۔۔۔ وہ کچھ نہیں سوچنا چاہتی تھی۔

اپارٹمنٹ ویسا ہی تھا۔ سنسان۔۔ اندھیرے میں ڈوبا ہوا۔۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر داخلی راہداری کی بُتی روشن کی اور پھر تھکے قدموں سے آگے بڑھ آئی۔ لاوچ میں آتے ہی وہ صوفے پر بے دم سی بیٹھ گئی تھی۔ پر یہ کانفرنس میں رپورٹرز کے سامنے کھڑے کھڑے اسکی ٹانگیں جواب دے گئی تھیں مگر وہ پھر بھی جم کر ایستادہ رہی۔۔ اسے مستعد رہنا تھا۔ اسکے پاس یہ سب کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔

لمح بھر کو اس نے سر صوفے کی پشت پر گرا کر، خالی خالی نظروں سے چھت کی جانب دیکھا تھا۔ کتنا ہرٹ ہوا ہو گا وہ اسکے الفاظ سے۔۔؟ وہ جس نے کسی سائے کی مانند ہر پھر اسکی مدد کی تھی۔ وہ جو ایک سے زائد بات تک کسی سے نہیں کیا کرتا تھا۔ وہ اسے اپنے ساتھ لیے، اپنے دادا کے گھر گیا تھا۔ اس نے کہاں کہاں اسکی حفاظت نہیں کی تھی؟ اور آخر کار اس نے کیا کیا تھا۔۔؟ اتنی تکلیف دیتی باتیں کہہ دیں۔۔؟

آنکھوں میں گلابی سی لکیریں جمع ہونے لگی تھیں۔ شاید ان لکیریوں میں کی آنسو پنہاں تھے۔ لیکن وہ ابھی رونا نہیں چاہتی تھی۔ وہ ابھی کچھ بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسکا مستقل بجتا فون ساتھ ہی صوفے پر رکھا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر فون نگاہوں کے سامنے کیا اور پھر اسی سست انداز سے فون کان سے لگا لیا۔ نمبر غیر شناسا تھا اور اسے مسلسل پریشان کر رہا تھا۔ اس نے اٹھانے میں ہی عافیت جانی تھی۔۔ لیکن دوسری جانب کی آواز سن کر وہ یکخت ہی سیدھی ہو بیٹھی تھی۔

"سیلینہ مظہر۔۔ رائٹ۔۔؟" کسی خاتون کی آواز تھی۔۔

"جی ہاں۔۔ آپ کون۔۔؟"

"سلطانہ ناز۔ آپکے پراجیکٹ کی پروڈیوسر۔" اور اسکے انداز کی ساری لاپرواہی سمٹ گئی تھی۔ وہ اسے جانتی تھی۔ وہ یاسر کی والدہ تھی۔ اس نے ایک بار اسے یاسر کی کار میں دیکھا تھا جب وہ ان دونوں کو اس کلب سے نکال لایا تھا۔

"کیا آپ اس ڈرامے کی پروڈیوسر ہیں۔؟ کیا یہ سلطانہ پروڈکشنز کا پراجیکٹ ہے۔؟" اس نے یقین دہانی چاہی تھی۔

"جی بالکل۔ میں پروڈکشن ڈائیریکٹر ہوں۔ اور اس ڈرامے میں خصوصی طور پر اپنے پیسے کی سرمایہ کاری کر رہی ہوں۔ اس سرمایہ کاری کے ذریعے میں بھاری منافع کی توقع رکھتی ہوں لیکن مجھے ایسا ہوتا ہوا نظر نہیں آ رہا۔ آپ ہمارے ڈرامے کی لیڈ اداکارہ ہیں۔ اور مجھے انتہائی افسوس کے ساتھ آپکو باور کروانا پڑ رہا ہے کہ آپ اپنے کام میں انتہائی کوتاہ نگاہی سے کام لے رہی ہیں۔ میرا پی اے آپکو پچھلے آدھے گھنٹے سے رابطے میں لینے کی کوشش کر رہا ہے لیکن چونکہ آپ انتہائی غیر ذمہ داری سے اسکی کالز نظر انداز کر رہی ہیں تو مجبوراً مجھے آپکو آپکی ذمہ داریاں یاد دلانے کے لیے فون کرنا پڑ رہا ہے۔ آپ ہمارے ساتھ کام کر رہی ہیں یا نہیں۔؟"

اس نے ٹھہر کر اسی نرمی سے پوچھا تھا۔ اسکے لمحے میں کسی قسم کا طنز یا تلنگ موجود نہیں تھی۔ لیکن کچھ تھا اسکی آواز میں کہ وہ تیر کی مانند سیدھی ہو بیٹھی تھی۔ شاید اسکے لمحے کی تمکنت یا پھر انداز کی نرم سی سختی تھی۔

"جی۔ جی میں آپکے ساتھ کام کر رہی ہوں۔" سلطانہ نے جیسے دوسری جانب ٹھہر کر اپنی کلائی میں بندھی گھٹری پر وقت دیکھا تھا۔

"آپکی پریس کانفرنس ختم ہوئے بیس منٹ گزر چکے ہیں۔ آپکو کام پر اب تک آجانا چاہیے تھا۔" اس نے بے ساختہ نگاہ اٹھا کر وال کلاک میں وقت دیکھا تھا۔

"جی میں بس نکل ہی رہی تھی۔"

"دس منٹ میں آجائیں آپ۔۔ میری ٹیم آپکا انتظار کر رہی ہے۔" اس نے کہہ کر فون رکھا تو سیلینہ تیزی سے اٹھی۔۔ دس منٹ۔۔ اسے دس منٹ میں سیٹ پر پہنچنا تھا۔ دوسری جانب موجود سلطانہ نے فون کان سے نیچے کیا تو ساتھ موجود سرمن نے اسے حیرت سے دیکھا۔ وہ اس ڈرامے کا ڈائیریکٹر تھا۔ سلطانہ کے آفس میں کسی کام سے آیا تھا اور اسے سیلینہ جیسی معمولی ادراکارہ سے بات کرتا دیکھ کر خاصہ متعجب بھی ہوا تھا۔ بلند و بالا آفس کی کھڑکیوں سے روشنی چھن کر اندر گر رہی تھی۔ نک سک سے تیار ہوئی، ترو تازہ سی سلطانہ نے اک نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

"آپ اتنی سخت تو نہیں ہوتی کسی پر۔۔؟ سیلینہ سے کیا کوئی خدا واسطے کا پیر ہے۔۔؟" وہ مزاح کے طور پر بولا تھا لیکن سلطانہ نے نفی میں سر ہلایا تھا۔ پھر اسے ہاتھ سے مقابل رکھی کر سی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ ہاتھ میں تھامی اسکرپٹ لیے اسکے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

"اس لڑکی کو ابھی بہت کچھ سیکھنے کی ضرورت ہے، سرمن۔۔ وہ اس انڈسٹری کے لیے ضرورت سے زیادہ ہی معصوم ہے۔ اسے بہاں زندہ رہنا ہے تو سوچ سمجھ کر رہنا ہو گا۔"

"کیا آپ اسکی مدد کر رہی ہیں۔۔؟" اسکے پوچھنے پر اس نے بے نیازی سے شانے اچکائے تھے۔ انداز میں عجیب سی ٹھنڈک اور سکون تھا۔ بے نیاز سی سرمنی آنکھیں بالکل یاسر جیسی تھیں۔

"کہہ سکتے ہیں۔ اچھا جو اسکرپٹ تم اسے دو گے اس کے ساتھ اسے احساس دلا دینا کہ اگر وہ اس پراجیکٹ کو جیک پٹ میں تبدیل کرنے میں کامیاب ہو گئی تو ہماری پروڈکشن میں اسکا اگلا روپ بن کسی سفارش کے وضع کر دیا جائے گا۔ اسے کام سکھاؤ، سرمد۔ اسے احساس دلاؤ کہ وہ جس مقام پر ہے اس سے کہیں زیادہ آگے بڑھ سکتی ہے۔ بس اپنے اعصاب پر کھنڈن سا پھرے دار مسلط کر دے۔" وہ کہہ کر اٹھنے لگی تھی۔ سرمد جلدی جلدی اسکی ہدایات پر سر ہلارہا تھا۔ کرسی پر رکھا پرس اٹھاتے ہوئے، موبائل نرم نازک ہاتھ میں لیتے ہوئے اس نے تاکید سے کہا تھا۔

"اسے ٹف ٹائم دو۔ اور ڈرائیور سے کہو کار تیار رکھے۔ مجھے کسی سے ملنے جانا ہے۔" اگلے کئی لمحات میں وہ کار کی پچھلی نشست کا دروازہ کھولے اندر بیٹھ رہی تھی۔ قیمتی پرس ایک جانب رکھا تھا۔ نگاہوں پر چڑھا چشمہ اتار کر کھڑکی سے باہر دیکھا۔ کچھ لمحات بعد وہ ماریہ کے آفس کی عمارت میں داخل ہو رہی تھی۔ گھنٹوں تک آتے سرخ لباس کے نیچے ٹانٹس پہنے، موتی جڑے آویزوں کو ایک ہاتھ سے سہلاتی وہ اندر داخل ہو رہی تھی۔ اسکی چال کا انداز اور اعتماد سے اٹھی گردن بہت سے لوگوں کو اسے دیکھنے پر مجبور کر رہی تھی۔ اس نے اپنے گارڈ کو اشارہ کیا تو وہ رسپشن تک بڑھا۔ کچھ لمحات بعد وہ ماریہ کے آفس کا دروازہ دھکیلے اندر داخل ہو رہی تھی۔

"آپکی تعریف۔۔۔؟" وہ اسے ٹی وی پر دیکھ چکی تھی۔ لیکن وہ اسکے آفس کیوں آئی تھی اسے سمجھ نہیں آیا۔ سلطانہ مسکرائی۔ آنکھوں سے نرمی مفقود تھی۔ مسکراہٹ میں بھی ہلکی سی ایک تپش تھی جس پر ماریہ جزبز ہوئی تھی۔

"کیا میں آپکی کچھ مدد کر سکتی ہوں۔۔۔؟"

"میرے بیٹے سے دور رہو۔۔۔" وہ اسی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھی۔ سامنے براجمان عورت کے چہرے پر گھری سی نامنجھی ابھری۔ آنکھیں سکڑ گئیں۔

"کس بارے میں بات کر رہی ہیں آپ۔۔۔؟" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ماریہ کی جانب بڑھی تھی۔ اور پھر اس نے سرد چہرے کے ساتھ ماریہ حسن کو ایک زور دار سا تھپڑ دے مارا تھا۔ ماریہ کے لیے سب کچھ بہت غیر متوقع تھا۔ ایک انجان عورت نے اسے، اسی کے آفس میں تھپڑ دے مارا تھا۔ وہ بے یقینی سے کھولتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ سلطانہ نے اسے ایک اور جاندار چانٹا مارا تو وہ کرسی پر جا گری۔۔۔

"میرے بیٹے سے۔۔۔ دور رہنا لڑکی۔۔۔ میں سیلینہ مظہر نہیں ہوں۔۔۔ میں سلطانہ ناز ہوں۔۔۔ میں تمہیں آسمان سے اٹھا کر زمین پر دے ماروں گی۔ اس کے کیریئر پر اگر ایک بھی بد نما داغ تمہاری وجہ سے ابھرا۔۔۔ تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔" وہ اسکے سامنے جھکی بہت دھیمی آواز لیے کہہ رہی تھی۔ آنکھوں کی تپش گھری ہو گئی تھی۔ نرم سی مسکراہٹ عنقا ہو چکی تھی۔ ماریہ حسن کو لمحہ لگا تھا کہ وہ کس کی بات کر رہی تھی۔ وہ یاسر عالم کی ماں تھی۔ سلطانہ مسکرا کر یوں سیدھی ہوئی جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ ماریہ اپنے رخسار پر ہاتھ رکھے، چھپتی آنکھوں سے اسکا چہرہ تک رہی تھی۔۔۔

"شعیب بسطامی۔۔۔ یہی نام ہے نا تمہارے باپ کا۔۔۔" لمح بھر کو وہ استہزا نیہ سا مسکرائی تھی۔ پھر انہی سرد مسکراہٹ سے سمجھی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"ایکٹریس کو نہیں اکسانا چاہیے۔ وہ اگر اپنی پر آجائیں تو انسان کھا جاتی ہیں۔ اگر اپنا باپ سلامت چاہیے تو میرے بیٹے کے آس پاس دکھائی مت دینا کبھی۔۔۔ اور نہ ہی اسے اپنی کسی نفرت میں

گھسیٹنا۔۔ نہیں تو سلطانہ تمہیں وہاں گھسیٹے گی جہاں تمہارا گمان بھی نہیں ہو سکتا۔۔ "وہ اپنی کرسی کی جانب بڑھ گئی تھی۔ پھر ہاتھ بڑھا کر نزاکت سے اپنا پرس اٹھالیا۔ اسی پل آفس کا دروازہ دھکیل کر شعیب اندر داخل ہو رہا تھا۔ لمحے بھر کو آفس میں سنٹا سا چھا گیا۔ پھر سلطانہ مسکرائی۔

"شعیب صاحب۔۔ پچوں کو ایسے خوفناک اسٹنٹ کرنے سے باز رکھیں آپ۔۔ یہ ابھی اتنے بڑے نہیں کہ آپکی زندگی کے شرمناک واقعات کے حوالے سے اسکینڈلز برداشت کر سکیں۔۔ نہیں روکیں۔۔ اور انجام سے آگاہ کریں۔۔ کیونکہ اگر میں نے انہیں انجام سے آگاہ کیا تو کسی کے حق میں بہتری کا کوئی امکان نہیں رہے گا۔۔ آپکا دن اچھا گزرے۔۔ "وہ کہہ کر اسکے ساتھ سے نکلتی باہر کی جانب بڑھ آئی تھی۔۔ پچھے اک گھری خاموشی چھا گئی تھی۔۔ وہ اسی اعتماد سے چلتی اپنی کار کی جانب واپس آرہی تھی۔۔ اسکا گارڈ اسکے ساتھ ہی چل رہا تھا۔۔ وہ اندر بیٹھی تو لمحے بھر کو نذید نے اسے بیک دیو مرر میں دیکھا۔۔ سلطانہ ناز آج بہت دنوں بعد اسے پہلے جیسی محسوس ہوئی تھی۔۔ پہلے جیسی مسکرا کر تباہ کر دینے والے اعمال بجا لانے والی۔۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"کیا کہنا چاہتے ہو، نذیر۔۔؟" اس نے نگاہیں اندر موڑے بغیر کہا تو نذید چونکا۔۔ پھر نگاہیں سامنے جمادیں۔۔ یوں ہی گلا کھنکھار کر کہنا شروع کیا۔۔

"آج آپ۔۔ بہت دنوں بعد پہلے جیسی لگی ہیں۔۔" اسکے کہنے پر وہ ہلاکا سا مسکرائی تھی۔۔ پھر چہرہ اندر کی جانب پھیرا۔۔ انہی دلچسپ نگاہوں سے نذیر کے سر کو دیکھا۔۔

"کیسے۔۔؟"

"آپ نے کچھ عرصے سے لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ جیسے وہ جو بھی کرتے رہیں آپ کی بلا سے۔ یہ سب بہت غیر متوقع تھا ہم سب ملازمین کے لیے۔ کیونکہ آپ کسی غلط کرنے والے کو سبق دیے بغیر جانے نہیں دیا کرتیں۔" اس نے مخطوط سا سر ہلایا تھا۔ پھر گھر اسنس لیتی، کھڑکی کے شیشے سے باہر دیکھنے لگی۔ بوس پر ہلکی سی مسکراہٹ اب تک تھی۔

"مجھے لگتا ہے جو مجھ سے کھو گیا تھا اب وہ آہستگی سے مجھے واپس ملتا جا رہا ہے۔ یہ ایک سترنگی بلبلہ نما گمان جیسا ہے۔ لیکن میں فی الحال اس گمان پر زندہ رہنا چاہتی ہوں۔" کھڑکی سے بھاگتی زندگی دیکھتے اس نے دھیمے لمحے میں کہا تھا۔ وہ اس سرد سی سلطانہ سے کہیں زیادہ مختلف لگ رہی تھی۔ بہت عرصے بعد اسے اسکے بیٹے نے کسی کام کو کرنے کا کہا تھا۔ وہ اسکا کوئی کام بے ڈھنگے طریقے سے کر کے اسے خود سے بدل نہیں کرنا چاہتی تھی۔

پچھے آفس میں سناتا اب تک گھر ا تھا۔ ماریہ کے رخسار ہٹک سے دہک رہے تھے۔ اسکی آنکھوں میں پھیلی تپش نے لمحے بھر کے لیے شعیب کو ایک قدم پچھے لینے پر مجبور کر دیا تھا۔ پھر اس نے ضبط سے آنکھیں بند کر کے کھولیں۔ یہ آفس تھا اور وہ اپنی ورک پلیس پر کوئی تماشہ کھڑا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ شعیب اسکے چہرے کو بغور دیکھتا اندر چلا آیا تھا۔ پھر کرسی کھینچ کر بیٹھنے جیسی حرکت سے اجتناب برتا۔ اسے ماریہ کے ابلتے تاثرات باز رہنے پر مجبور کر رہے تھے۔

"یہ فضول عورت کیوں آئی تھی یہاں۔؟" آفس کی خاموشی میں اسکا سوال بہت عجیب سا تھا۔ ماریہ نے انہی ٹھنڈی، پر شکوہ آنکھوں سے اسکا چہرہ دیکھا تھا۔

"یہ تو مجھے آپ سے پوچھنا چاہیے، ڈیڈ۔۔۔ کہ وہ فضول عورت میرے آفس میں کیوں آئی تھی۔۔۔؟ مجھے وہ آپکے نام سے دھمکی کیوں دے کر گئی ہے اور آپکا۔۔۔ اس سے ایسا کونسا تعلق تھا کہ اسکے چند جملوں پر آپکی رگوں کا خون تک لمحوں میں خشک ہو گیا تھا۔۔۔؟" اسکی آواز بلند نہیں تھی۔۔۔ لیکن اسے بلند ہونے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ شعیب نے اسے باآسانی سن لیا تھا۔

"میرا اس سے کبھی کوئی تعلق نہیں رہا۔ وہ مردوں سے تعلق نہیں رکھا کرتی۔۔۔"

"پھر۔۔۔؟"

"پھر یہ کہ میں اسکی دوست کے ساتھ کافی عرصے تک تعلق میں رہا تھا۔ اور جب میں نے اسے چھوڑنا چاہا تو وہ مجھے چھوڑنے پر راضی نہیں ہوئی۔۔۔ جبرا مجھے اس کے ساتھ سختی سے پیش آنا پڑا۔۔۔ "ڈھکے چھپے الفاظ۔۔۔ مبہم مفہیم۔۔۔ ماریہ ان جملوں کا مطلب اچھے سے سمجھتی تھی۔۔۔ وہ اپنے باپ کو جانتی تھی۔

visit for more novels:

"کہیں اسے قتل تو نہیں کروادیا آپ نے۔۔۔؟" لمح بھر کو استہزا یہ سا سر جھٹکا تھا۔ شعیب کو اسکا انداز شدید ناگوار گزرا۔ ماتھے پر گھرے بل لیے وہ اسے چھپتی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔

"اپنی حد میں رہ کر بات کرنا سیکھو۔۔۔"

"حد۔۔۔ ماں فٹ۔۔۔" وہ طیش سے بڑھا کر کے اسے گویا باہر دفعان ہونے کا اشارہ کیا۔ شعیب کو اسکی حرکت جیسے چھپے گئی تھی۔۔۔ وہ کرسی کی پشت پر ہاتھ رکھ کر ہلاکا سا جھکا۔۔۔

"میرے بغیر تم کچھ نہیں ہو، ماریہ۔ اسی لیے اپنی بیو قوئی میں انداھا دھنڈ اعمال سے باز رہو۔" وہ سرد سی تنیہ تھی لیکن ماریہ حسن کو اس لمحے کچھ نہیں سننا تھا۔ وہ اس آدمی کی شکل تک نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔

"باہر جائیں میرے آفس سے۔" وہ چند پل اسے دیکھتا رہا اور پھر اسی تلنی کے ساتھ باہر کی جانب بڑھ گیا۔ اس نے اپنی گردن کرسی کی پشت پر ڈال کر گھرے گھرے سانس لیے تھے۔ آنکھیں گلابی تھیں اور ماریہ حسن اس جنگ میں پہلی دفعہ تھکن کا شکار ہو رہی تھی۔ کیونکہ جنگیں۔ تھکا دینے کی حد تک ظالم ہوا کرتی ہیں۔ لیکن اسے یہ بات سمجھنے کے لیے جس شفاف بچپن کی ضرورت تھی، وہ اس بچپن سے محروم رکھی گئی تھی۔ اور اسکی محرومیاں، اسکا پچھا قیامت تک چھوڑنے پر راضی نہیں تھیں۔



visit for more novels:

وہ سیٹ پر چلی آئی۔ تھکن سے جو ٹانگیں لمحے بھر پہلے تک جواب دینے لگی تھیں، اب وہ پھر سے چست و توانا محسوس ہو رہی تھیں۔ سیٹ پر بیشتر افراد موجود تھے۔ شروع کے گھنٹوں میں کافی دیر تک وہ ڈائیریکٹر سے اسکرپٹ کے متعلق بات کرتی رہی۔ جب تک اسکرپٹ سے مکمل آگاہی نہیں ہوتی، وہ اس کام کو ٹھیک سے نہیں کر سکتی تھی۔ اداکاری ایک آرٹ ہے۔ اور ہر آرٹ کی طرح اسے پروان چڑھنے میں بھی خاصہ وقت لگتا ہے۔ روول کو سمجھنے اور اسکرپٹ کے کئی اہم سینز کو بار بار دہرانے کے ساتھ ساتھ وہ اپنے کو ایکٹر کے ساتھ بھی گفت و شنید میں مصروف دکھائی تھی۔ ڈرامہ شارٹ تھا۔ آٹھ اقسام پر مشتمل۔ اسکی شوٹنگ کے لیے دو مہینوں کی مسلسل محنت درکار

تھی۔ ان دو مہینوں کی انتہا کے مطلب مخت کا اسے اپنے آپکو میڈیا اور ہر قسم کے متنازعہ موضوعات سے دور رکھنا تھا۔ ڈرامے کی شوٹنگ کے درمیان کسی اسکینڈل کا آجانا، ایکٹر کے مستقل پر بد نما داغ کی مانند ہوتا ہے۔ اور اسکی شہرت تو پہلے ہی اتنی متنازعہ ہو چکی تھی کہ وہ مزید کسی لاپراہی کی متنمی نہیں ہو سکتی تھی۔

اسے اب ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنا تھا۔ کم از کم دو مہینوں کے لیے تو ضرور ہی۔۔۔

سلطانہ سیٹ پر چلی آئی تھی۔ ایک نگاہ اٹھا کر مصروف سی سیلینس کو دیکھا۔ پھر سرمد کو اشارہ کیا تو وہ سر ہلا کر اسے لیے اسکے آفس چلا آیا۔ وہ اسکے مقابل رکھی کرسی پر براجمان تھی۔ سلطانہ کی گہری نظریں اسے ہی تک رہی تھیں۔

"کب سے جانتی ہو یاسر کو۔؟" اسکے سیدھے سوال پر وہ لمحے بھر کو جزبز ہوئی تھی۔

"پچھلے دو مہینوں سے۔"

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"کیسے ملاقات ہوئی تھی۔؟"

"اتفاق سے۔" اسکے جواب پر وہ لمحے بھر کو مخطوط ہو کر سیدھی ہو بیٹھی تھی۔ ساتھ ہی جیسے سمجھ کر سراشباث میں ہلا�ا۔ سیلینس کی شہد رنگ آنکھیں اسکا ہر انداز پر کھڑی تھیں۔ اسکی آنکھیں بالکل یاسر جیسی تھیں۔

ٹھہری ہوئی اور اندر تک اترتی ہوئیں۔

"پسند کرتی ہو تم اسے۔؟"

"جب---؟" اسے لگا اس نے کچھ غلط سن لیا ہے۔ وہ مسکرائی تھی۔

"پسند کرتی ہو تم اسے---" اور اب یہ سوال نہیں جواب تھا۔ سیلینہ غیر آرام دہ ہونے لگی تھی۔

"آپ مجھ سے یہ سب کیوں پوچھ رہی ہیں---؟"

"ویسے ہی۔ تجسس کی وجہ سے---"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ ایک اچھا اور ذمہ دار بادی گارڈ ہے۔ انسان کو ناچاہتے ہوئے بھی انسیت ہونے لگتی ہے۔" سلطانہ نے جیسے ظاہری طور پر متاثر ہو کر سر ہلا�ا تھا۔ پھر فرصت اور دلچسپی سے ٹھوڑی تلے ہاتھ رکھ کر اسے دیکھا۔ سامنے بیٹھی لڑکی نے یوں ہی کئی پہلو بد لے تھے۔ "لیکن اب تمہیں اس سے دور رہنا ہے۔ جانتی ہو نا تم---؟" نرمی سی گھلی تھی اسکی آواز میں۔

سیلینہ نے آہستہ سے سر ہلا کر گویا جواب دیا تھا۔ وہ جتنا اسے پرے دھکیل رہی تھی وہ اتنا ہی بار بار موضوعِ گفتگو بنتا جا رہا تھا۔ اس نے یاد کے پردے پر ابھرتے اسکے چہرے کو کئی دفعہ جھٹکا تھا۔ کثافت تھی کہ لمب بھر کو بڑھ گئی تھی۔ اس نے بکشکل گہرا سانس لے کر چہرہ اٹھایا تھا۔ سلطانہ اسے گھری نظرؤں سے دیکھ رہی تھی۔

"ایکٹریس کو محبت جیسے پائیدار احساس سے دوری بنائے رکھنی چاہیے۔ اس سے تکلیف ذرا کم ہو جائے گی۔ اسے یوں یکدم ذہن سے جھٹکو گی تو جھٹک نہیں پاؤ گی۔ اسے بھلانا چاہو گی تو بھلا نہیں پاؤ گی۔ اس سے بھاگنا چاہو گی تو بھاگ نہیں پاؤ گی۔ اسکا خیال کسی آسیب کی مانند تمہارا پچھا کرتا رہے گا۔ اسی لیے۔" وہ ایک پل کو نرمی سے کہتے کہتے ٹھہری تھی۔ سیلینہ کی ذرا سی نم ہوئی

آنکھوں میں جھانکی۔ "خود کو مصروف کرو۔ اسے جھٹکنے اور بھلانے کی ہر کوشش کو ترک کر دو۔ وہ کوشش کرنے پر بھی یہاں سے۔" دل پر ٹھہر کر دستک دی تھی۔ "نہیں نکلے گا۔"

اس نے بھاری ہوتے حلق کے ساتھ سر ہلا�ا تھا۔ پھر مسکرا کر انہیں دیکھا۔

"بہت شکریہ آپکا۔ مجھے سمجھنے کے لیے۔" اس نے سر ہلا کر اسے دیکھا تھا۔

"چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ اب تم اس سے نہیں ملوگ۔ کبھی بھی نہیں۔ ایک دفعہ لوگ یقین کریں گے تمہاری بات پر۔ تمہاری دوسری صفائی پر سب تمہیں مشتبہ نگاہوں کا نشانہ بنائیں گے۔ اسی لیے اس دوسری صفائی تک بات جانے ہی نہ دو۔" اور سیلینہ مظہر نے پورے وثوق سے سر ہلا�ا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ سلطانہ کی کسی بات میں کوئی بد دیانتی پہاڑ نہیں تھی۔ کچھ پل بعد وہ اسکے آفس سے اٹھ آئی تھی۔ تھکے تھکے قدموں سے سیٹ پر موجود واش روم تک چلی آئی۔ پھر بیسین کے سامنے لگے آئینے میں اپنا وجود دیکھا۔ ایک ہی دن کس قدر تھکا دینے والا ثابت ہوا تھا۔ کیا وہ اس کے بغیر رہ پائے گی۔؟

پھر کچھ سوچ کر وہ تنخی سے مسکراتی بیسین پر جھکی تھی۔ چند چھینٹے چہرے پر ڈالے۔

"اپنی زندگی کی جانب پلٹ آنے پر میں آپکو مبارک باد دینی چاہتی ہوں، سیلینہ مظہر۔ اور میں امید کرتی ہوں کہ آپ آئندہ کسی کو بھی پسند کرنے سے خود کو ہمیشہ باز رکھیں گی۔ یہ سب آپکے لیے نہیں ہے۔ کبھی نہیں تھا۔" اس نے اک عزم کے ساتھ کہا اور پھر باہر نکل آئی۔ اسے اب رات گئے تک یہاں کام کرنا تھا۔ اسکی زندگی کے مصروف ترین دن شروع ہو گئے تھے۔



دوسری جانب رات کے اسی پہر، تھانے اور اسکے ساتھ بیٹھے تفتیشی عمارت میں دن کا سامان تھا۔ اپنے اپنے ورک ٹیبل کے سامنے بیٹھے تفتیشی افسران مصروف دکھائی دیتے تھے۔ کھڑکتے فون کی گھنٹیاں، تھانے داروں کی بھاری اور مکروہ آوازیں، عارضی حوالات میں قید جواری، ضمانتوں کے لیے بحث و مباحثہ کرتے بار سوخ لوگوں کے وکلاء، اور ان سب کے درمیان موجود ارمان اور یاسر۔ ان دونوں کے سامنے بھاری فالنر کے پندرے رکھتے تھے اور وہ اس پر سر جھکائے بہت غور سے کچھ پڑھنے میں منہمک دکھائی دیتے تھے۔

ارمان نے ذرا کی ذرا نگاہ اٹھا کر ساتھ براجمن یاسر پر ڈالی تھی۔ وہ صبح سے بہت خاموش لگ رہا تھا۔ ضرورت کی ایک دو باتوں کے علاوہ اس نے گویا اپنے لب سی لیے تھے۔ اسکی نگاہ محسوس کر کے ساتھ بیٹھے گارڈ نے چہرہ اٹھایا تھا۔ پھر سوالیہ سے ابرو اچکائے۔

visit for more novels:

"یہ تو مجھے تم سے پوچھنا چاہیے کہ تمہیں کیا ہوا ہے۔؟"

یاسر نے فال سامنے رکھتے ہوئے ابرو نا سمجھی سے سکیر کر اسے دیکھا تھا۔

"کیا مطلب۔؟ مجھے کچھ ہونا تھا کیا۔؟"

"تمہیں کچھ ہو گیا ہے۔" ارمان نے وثوق سے کہا تھا۔ یاسر نے سرسری سی نگاہ اس پر ڈالی۔

"اور مجھے کیا ہو گیا ہے۔؟"

"تم سیلینہ کی وجہ سے ڈسٹر ب ہو گئے ہو۔" فائل کی ورق گردانی کرتے ہاتھ لمحے بھر کو سست ہوئے تھے۔ پھر وہ اسی تیزی سے صفحے اللٹنے لگا۔ چہرے کی سنجیدگی گہری ہو گئی تھی۔

"مان لو کہ تم متاثر ہوئے ہو اس سب سے۔۔۔" اس نے چہرہ اسی سنجیدگی سے اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

"پہلی بات، میرے متاثر ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دوسری بات، یہ سب میری جاب کا حصہ ہے۔ ایک ایکٹریس کو چھوڑ کر دوسری ایکٹریس کے ساتھ کام کرنا میرے لے معمول کی بات ہے۔ تیسرا اور آخری بات، یہ میری ایجنسی کے ڈیپارٹمنٹ کی عزت کا سوال ہے۔ میں ویسے ہی ری ایکٹ کر رہا ہوں جیسے ایک گارڈ کو کرنا چاہیے۔ اب کیا ہم کیس کی بابت بات کر لیں۔۔۔؟" ذرا مٹھرا ہوا استفسار کیا تو ارمان نے اسکے خشک انداز پر لمحے بھر کو گہرا سانس لیا۔ پھر جیسے بے بسی سے سر نفی میں ہلا�ا۔

visit for more novels:
کبھی مان بھی لیا کرو اپنے احساسات کو۔ ہمیشہ یوں خود کو نظر انداز کر کے دم نہیں گھٹتا "تمہارا۔۔۔؟"

"ارمان اگر تم نے مجھ سے یہی باتیں کرنی ہیں تو میرا خیال ہے کہ میں یہاں سے اٹھ جاتا ہوں۔" سر جھکائے فائل کے صفحات بے وجہ اللٹنے ہوئے اس نے کہا تو ارمان نے ہاتھ اٹھا دیئے۔ "تمہاری تو پرواہ کرنا ہی بیکار ہے۔ لیکن سیلینہ۔۔۔ کیا وہ ٹھیک رہے گی۔۔۔؟" یہ کیسیں، فائل، اسکے پیچھے پڑا اسٹاکر۔۔۔ وہ یہ سب ہینڈل کر لے گی نا۔۔۔؟" اسکے چہرے کو دیکھتے ہوئے اب کہ اس نے

ذرا دوسری نوعیت کا سوال کیا تھا۔ ایسا سوال جس پر ناچاہتے ہوئے بھی وہ لمحے بھر کر ٹھہر گیا تھا۔ بس ایک پل کے لیے اسکا ذہن سیلینہ کی جانب بھٹکا تھا۔ کیا وہ ٹھیک رہے گی۔۔۔؟

"میرا کام اسکے ساتھ ختم ہو چکا ہے۔" اب کہ کہا تو آواز دھیمی تھی۔ ایسے جیسے وہ لمحے بھر کے لیے ارمان کے سوال پر ڈھیلا پڑ گیا ہو۔

"کچھ تو لائجھے عمل طے کیا ہو گا اسکی حفاظت کے لیے۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔ چیف سے کہا ہے کہ اسے ساحر کے ساتھ دو اور گارڈز اسائیں کر دیں۔" اس کے لیے دیے سے جواب پر ارمان کے پاس سوالات ختم ہو گئے تھے۔ کچھ پل بعد کانفرنس روم میں وہ تفتیشی ٹیم کے ساتھ بر اجman تھے۔ سامنے لگی اسکرین روشن تھی اور اس پر کئی رپورٹس کے پرنسپل موجود تھے۔ ٹیم محض پانچ افراد پر مشتمل تھی۔ ارمان، ریحان، فیصل، سفیر اور فاریزک ٹیم سے تعلق رکھنے والا سبھاں۔۔۔ یا سرچھٹا بندہ تھا۔ جو ایجنسی کا قابل قدر گارڈ ہونے کے ناطے تفتیش میں ان کے ساتھ شامل تھا۔ کانفرنس روم کی ابتداء میں ٹیم اندر ہیرے میں محض اسکرین سے پھوٹی روشنی موجود تھی۔ سامنے ایستادہ فیصل اب ان سب کو کیس کے حوالے سے معمول کی بریفنگ دے رہا تھا۔ پھر ریموت کنٹرول سے اسکرین کسی سلامتی شوکی مانند آگے کرنے لگا۔ ایک جگہ پر وہ ٹھہر گیا تھا۔

"فاریزک ٹیم کا کہنا ہے کہ ثمرین رضا کو قتل کرنے کا قاتل کا ارادہ نہیں تھا۔ وہ مزاحمت کرنے پر قتل کی گئی تھیں۔ یعنی قاتل اصل میں اسے قتل کرنے نہیں گیا تھا۔ بلکہ اسے اغواء کرنے گیا۔

تھا۔ اب سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ اسے محض اغوا کرنے گیا تھا تو اس بھاری بھر کم ہتھیار کو ساتھ لے کر کیوں گیا تھا۔؟"

فیصل کے استفسار پر سب سیدھے ہو بیٹھے تھے۔ سجان نے لمبے بھر کو اسکرین پر نگاہ ڈالی۔—"جسٹ ان کیس کے تحت۔؟"

"ایک بھاری ہتھیار۔ جسٹ ان کیس کے تحت کیوں لے کر جائے گا وہ۔؟" فیصل نے سوال پر سوال کیا تو ارمان آگے ہو بیٹھا۔ پھر اسی سنجیدگی سے کہنے لگا۔

"یہاں دو باتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو وہ گیا ہی قتل کرنے کی غرض سے تھا۔ یا پھر وہ یہ ہتھیار واقعی جسٹ ان کیس کے تحت لے کر گیا تھا۔ کہ اگر کچھ گڑبرڑ ہو جائے تو وہ معاملے کو مزید پیچیدہ ہونے سے بچا سکے۔"

"ایک تیسری بات بھی ہو سکتی ہے یہاں۔" یاسر نے کہا تو سب نے لمبے بھر کو گرد نیں اسکی جانب پھیریں۔ نیم اندر ہے میں اسکا چہرہ ہلکا سادھائی دیتا تھا۔ نقوش کی سنجیدگی البتہ اس تاریکی میں بھی محسوس ہو رہی تھی۔

شاید شرمند رضا نے اسکا چہرہ دیکھ لیا ہو اور اسے قتل کرنا قاتل کے لیے ایک آخری اور حتمی "راستہ ہو۔"

اسکی رائے پر فیصل نے تیزی سے سر ہلا کیا تھا۔

"آج جب ہم مجرم انویسٹیگیشن ٹیم کے ساتھ اس کیس کی پر بحث کر رہے تھے تو اکبر جمیل کا کہنا بھی یہی تھا کہ قاتل نے یہ قتل ان سیکیور ہو کر کیا ہے۔"

"پچھلے کیس کے درمیان کتنا فرق تھا۔؟ مطلب کتنے عرصے کا فاصلہ آرہا ہے۔؟" یاسر کے یکدم پوچھنے پر سفیر نے تیزی سے جواب دیا۔

"شروع کے تین اگواء کیس میں ایک ایک مہینہ کا فاصلہ تھا لیکن شرین رضا کا قتل دو مہینے بعد ہوا۔ اور اسکے مختص ایک ہی ہفتے بعد سیلینہ مظہر پر پہلے حملے کی خبر آگئی۔" اسکی آنکھیں پر سوچ سے انداز میں سکڑ گئی تھیں۔

"اسکا مطلب اسکا کولنگ پیریڈ اب پھر سے ایک ہفتے کا وقت لے گا۔؟" اس کے پوچھنے پر ارمان نے سر ہلا�ا تھا۔

"کولنگ پیریڈ مطلب۔؟" ریحان نے قدرے نا سمجھی سے پوچھا تھا۔

"یہ ایک ایسا دورانیہ ہوتا ہے جس میں مجرم یا ملزم اپنے جرائم سے بریک لیتے ہیں۔ ایک ایسا وقفہ جو انہیں اگلا جرم ترتیب دینے کے لیے وقت دیتا ہے۔ یا پھر وہ خود کو پچھلے جرم کے بعد نفسیاتی طور پر ٹھنڈا کرتے ہیں۔ ہر جرم کا ایک خاص کولنگ ٹائم ہوتا ہے۔ اور اسکے جرائم میں کم سے کم ہوتا وقفہ اس بات کی جانب اشارہ کرتا ہے کہ وہ اپنے اعمال میں "بولڈ" ہوتا جا رہا ہے۔ یعنی اب وہ کم عرصے میں اگلا جرم ترتیب دے کر بغیر کسی گلٹ کے غیر انسانی طریقے سے کام کرتا ہے۔ ایسے مجرم انتہائی خطرناک ہوتے ہیں۔ انہیں جلد از جلد پکڑنے کے لیے ہم جیسی ٹیمز تشکیل دیں۔

جاتی ہیں۔ سمجھئے۔۔۔؟" نرمی سے سمجھا کر آخر میں پوچھا تو ریحان نے سر ہلایا۔ وہ نیا نیا تھا اس ڈیپارٹمنٹ میں۔ ارمان کو اسے بہت سی باتیں یوں ہی وضاحت دے کر سمجھانی پڑتی تھیں۔

"اگر ہم پچھلے جرائم کو دیکھیں تو اب سیلینہ یا پھر جولیا پر حملہ ہونے کا وقت کیا ہو سکتا ہے۔۔۔؟" سفیر نے سوال کیا تھا۔ یاسر کی نگاہیں اسکرین کی جانب اٹھ گئی تھیں۔

"ایک ہفتہ۔۔۔" فیصل نے جواباً کہا تو کانفرنس روم میں کثافت بڑھ گئی۔

"اغواہ ہوئی ایکٹریس کی تفتیش کہاں تک پہنچی ہے۔۔۔؟" یاسر کے پوچھنے پر ارمان نے ماہی سے سر ہلایا تھا۔

"فی الحال کوئی لید نہیں۔ افسران نے دن رات ایک کر رکھے ہیں لیکن کچھ نہیں ہورہا۔ کیس ایک جگہ اسٹک ہو کر رہ گیا ہے۔۔۔"

"آپ کی ایجنسی نے دونوں ایکٹریس کی حفاظت کا انتظام تو کیا ہے نا۔۔۔؟" ریحان نے پوچھا تو یاسر نے گھر اسنس لے کر سر ہلایا۔ کچھ تھا جو اسے بہت پریشان کر رہا تھا۔ میٹنگ یوں ہی بنا کسی نتیجے کے برخاست ہو چکی تھی۔ وہ کچھ پل بعد ایجنسی چلا آیا تھا۔ رات گھری ہو گئی تھی اور کیسز کی بتیاں کم سے کم روشن تھیں۔ وہ حنیفہ کے آفس چلا آیا تھا۔ وہ آج ہونے والے کے بعد بہت خاموش لگ رہے تھے۔

"کیس کہاں تک پہنچا۔۔۔؟" وہ بیٹھا تو حنیفہ کا سوال ابھرا۔ اس نے سر ہلایا تھا۔

"تفیش چل رہی ہے۔ فی الحال تو کچھ بھی سولڈ نہیں مل سکا ہے۔" وہ اپنی کرسی پر پیشانی مسلتے ہوئے پیچھے ہو بیٹھے تھے۔ یا سر نے ان کی حرکات و سکنات کو بغور دیکھا۔

"سیلینہ کو گارڈز اسائین کر دیے آپ نے۔؟" اسکے پوچھنے پر انہوں نے سر ہلا�ا تھا۔

"ساحر اور زار کو بھیجا ہے اسکے سیٹ پر۔ لیکن مجھے پتہ نہیں کیوں بہت فکر ہو رہی ہے۔ کہیں کچھ غلط نہ ہو جائے میری بچی کے ساتھ۔"

"کچھ نہیں ہو گا آپ دھیرج رکھیں۔ ساحر اور زار موجود ہیں نا وہاں پر۔ اچھا۔ کیا آپ نے شگفتہ میدم کی ضمانت کروالی۔؟" اسکے سوال پر وہ چونکے تھے۔ پھر ماٹھے پر کئی ناگوار بل ابھر آئے۔

"میرے سامنے اس عورت کا نام بھی مت لو۔"

"کیا آپ سیلینہ کو پولیس اسٹیشن بھیجننا چاہتے ہیں۔؟" اس نے اسی سکون سے پوچھا تو وہ بے چین سے یکدم آگے ہوئے۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"نہیں۔ وہ کیوں وہاں جائے گی۔؟"

"یقیناً شگفتہ میدم کی ضمانت کروانے۔ اور اس سے پہلے کہ وہ پولیس اسٹیشن خود جائے آپ وہاں جا کر ان کی ضمانت کروادیں۔ کم از کم آج کے دن تو اسے پولیس اسٹیشن جیسی خوفناک جگہ پر جانے سے آپ روک ہی سکتے ہیں۔" اس نے کہا اور پھر اٹھ آیا۔ اسکا کام ہو چکا تھا۔ اسی پل حنیفہ اپنا اوور کوٹ لیے، آفس کا دروازہ کھولتے تیزی سے باہر نکلے تھے۔ وہ فون کان سے لگائے تھانے میں موجود اپنے کسی دوست سے بات بھی کر رہے تھے۔ اس نے لمحہ بھر کو ٹھہر کر ان کی جانب دیکھا

تھا اور یہ اس پورے دن میں پہلی دفعہ تھا کہ وہ ہلاکا سا مسکرا دیا تھا۔ پھر سر جھٹک کر جو نہیں آگے بڑھنے لگا تو ٹھہر گیا۔ اسکے آفس میں موجود ایک کیپن کی بتن روشن تھی۔

وہ آنکھیں سکیڑتا اندر چلا آیا تھا۔ ٹیبل پر بیٹھا شیر لیپ ٹاپ کے سامنے بر اجمن تھا۔ اسکے ہاتھ میں ایک فائل بھی موجود تھی۔ کسی کی موجودگی محسوس کر کے اس نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر یاسر کو اپنے سامنے دیکھ کر ڈھیلا پڑ گیا۔

"گھر نہیں گئے تم ابھی تک۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔ سیلینہ کا فین بوائے ہوں میں۔ اس کیس کو سالو کرنے کی کوشش کیے بغیر گھر نہیں جانا چاہتا میں۔۔۔" یاسر اسکے جواب پر ہلاکا سا مسکرا دیا تھا۔ پھر اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتا اپنے کیپن پر بکھری فالنر اور صفحات سمیٹنے لگا۔

"کچھ ملا تمہیں اس کیس کو سالو کرتے ہوئے۔۔۔؟"

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"اسکا سائیکاٹرست۔۔۔" یاسر کے ہاتھ لمب بھر کو تھمے تھے۔۔۔" یہ آدمی کچھ گٹربڑ ہے۔۔۔"

"کیسے۔۔۔؟" اس نے شیر کو دیکھا تھا۔

"وہ سیلینہ پر خاص مہربانیاں کرتا ہوا نظر آیا ہے۔ کبھی وہ اپنے آف آورز میں سے انہیں وقت دیتا ہے تو کبھی وہ انہیں بغیر آفیشل اپارٹمنٹ کے سیشن دے دیتا ہے۔ کبھی وہ اسکے لیے واجد حسن اور اسکی بیوی کو دھمکانے سے بھی گریز نہیں کرتا اور کبھی وہ انہیں سنسان زینوں پر بچانے پہنچ جاتا ہے۔ کتنا سوالیہ سارویہ ہے نا اسکا۔۔۔؟"

لیکن اسکا ذہن شیر کی ایک بات میں اٹک کر رہ گیا تھا۔ ماریہ اور واجد کو دھمکانے۔۔۔؟

"کیا مطلب واجد اور اسکی بیوی کو دھمکانے پہنچ جاتا ہے۔۔۔؟"

"آپکو نہیں پتہ۔۔۔؟ معید حسن، واجد حسن کا سوتیلا بھائی ہے۔۔۔" اور وہ شاک و بے یقینی سے آنکھیں پھیلانے شیر کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔ پھر ہاتھ میں تھامی فائلز اور صفحات یونہی ٹیبل پر رکھ دیے۔ اسکے سامنے لمحے بھر کو جھماکہ سا ہوا تھا۔ اگر وہ ملزم ہے تو اسکے پاس واقعی اب ایک جواز موجود تھا۔ وہ سیلینہ کے پیچھے اسی لیے تھا کیونکہ وہ اسکے سوتیلے بھائی واجد کی پسند تھی۔ کیا وہ اسے تکلیف دے کر واجد حسن کو تکلیف پہنچانا چاہتا تھا؟

"ان دونوں کا آپس میں تعلق کیسا ہے۔۔۔؟ واجد اور معید کا۔۔۔؟" اس نے تیزی سے پوچھا تھا۔

"شدید ناپسند کرتے ہیں وہ دونوں ایک دوسرے کو۔۔۔" اس نے گھر اسنس لے کر ایک اکٹائی ہوئی نگاہ ٹیبل پر ڈالی اور پھر تیزی سے آفس سے باہر نکل آیا۔ اسکا ذہن پر اگندگی کا شکار تھا۔ اسے سوچنے کے لیے تازہ ہوا کی ضرورت تھی۔ وہ یونہی سڑک پر آنکلا تھا۔ پھر کئی لمحات تک جیبوں میں ہاتھ اڑ سے چلتا رہا۔ سفید ڈریس شرٹ کے دو بٹن کھلے تھے اور اس پر سیاہ کوٹ پہن رکھا تھا۔ کلائی پر گھٹری بندھی تھی اور بال اب مانٹھے پر گر رہے تھے۔ اسکا حلیہ رف سا تھا۔۔۔ لیکن وہ اسکی جانب متوجہ نہیں تھا۔۔۔ اسکا ذہن کہیں پیچھے بھٹک رہا تھا۔۔۔ معید، واجد اور سیلینہ کے درمیان۔۔۔

اس نے تھکن زدہ سا ہاتھ اوپنچا کر کے اپارٹمنٹ کی بقی روشن کی تھی۔ راہداری کے اگلے سرے پر موجود لاوچ کی بقی پہلے سے روشن دیکھ کر وہ چونکی تھی۔ پھر تیزی سے آگے بڑھ آئی۔ صوفے پر ہی شکستہ سا سرجھ کائے، شگفتہ براجمان تھی۔ سر دونوں ہاتھوں میں گرائئے۔

"ماں۔۔ آپ۔۔؟ آپکی ضمانت کس نے کروائی۔۔؟" اس نے وہیں سرے پر ٹھہر کر حیرت سے پوچھا تھا۔ شگفتہ نے سر نہیں اٹھایا۔ چہرہ یو نہی جھکائے رکھا۔ چند دن حوالات کی گرم ہوا کھانے کے بعد اسکا ترو تازہ سا وجود بھر بھرا سا محسوس ہونے لگا تھا۔ مہنگی میک اپ پراؤ کٹس اور خاص ڈائٹ کا انتظام ختم ہوا تو اسکی بوڑھی جلد گردن کے آس پاس لٹکی سی دکھائی دینے لگی۔

"ماں میں آپ سے کچھ پوچھ رہی ہوں۔۔ آپ ٹھیک تو ہیں نا۔۔؟" وہ تیزی سے سوال کرتی آگے بڑھ آئی تھی۔ فکر مندی سے اسکا گرا ہوا چہرہ اٹھایا۔ شگفتہ کی آنکھیں اسے گیلی محسوس ہوئی تھیں۔ وہ پریشان سی انہیں دیکھ رہی تھی۔

visit for more novels:
"ماں۔۔ کیا ہوا ہے۔۔؟" اب کہ آواز دھیمی تھا مام کو ایسے شکستہ دیکھ کر اسکے دل کو دھکا سا لگا تھا۔ گھٹنوں کے بل انکے سامنے بیٹھی، وہ انہیں دونوں کندھوں سے تھامے ہونے تھی۔

"سیلیں۔۔ آئم سوری بیٹا۔۔" اسکی لرزتی آواز ابھری تھی۔ اسکے ابرو کم فہمی سے سکڑے۔۔

"ہوا کیا ہے۔۔؟"

"آئی ایم ریلی سوری بیٹا۔۔" اسکی آواز پھر سے ابھری تھی۔ تھکی تھکی سی۔۔ پیشمان سی آواز۔۔

"ماں مجھے کچھ بتائیں تو سہی۔۔ کوئی مسئلہ ہے۔۔ کیا کچھ چاہیے آپکو۔۔؟ حوالات میں بد تمیزی کی ہے انہوں نے آپکے ساتھ کیا ہوا ہے۔۔؟ آپ مجھے پریشان کر رہی ہیں۔۔" اسکی آواز میں بے چینی، شدت اور صدمہ۔۔ سب کچھ تھا۔ آج کا دن بہت بُرا تھا۔ اس سے اپنی ماں کا ہارا ہوا انداز برداشت نہیں کیا جا رہا تھا۔

"میں نے تمہیں کبھی کچھ نہیں دیا بیٹا۔۔ سوائے محرومی اور تکلیف کے۔۔ میں نے بہت بُرا کیا تمہارے ساتھ۔ میں نے تم سے تمہارے باپ کو جدا کر کے سنگین ظلم کیا ہے تمہاری ذات پر۔۔ مجھے معاف کر دو بیٹا۔۔ میں گنہگار ہوں تمہاری۔ تمہاری محرومیوں کی۔" جھکا سر مزید جھک گیا تھا۔ اسکی ماں نے آج سے پہلے کبھی اس موضوع پر اس سے بات نہیں کی تھی۔ اس نے ہمیشہ کوششیں کی کہ وہ اپنے باپ کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں تو تھوڑا ہی جان لے۔ لیکن استفسار سے شروع ہونے والی گفتگو ہمیشہ اُبلتے جذبات پر ختم ہوتی تھی۔ کچھ عرصے بعد اس نے اس بارے میں سوال کرنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ وہ محض اپنے باپ کے نام سے واقف تھی۔ اسکے علاوہ وہ کچھ نہیں جانتی تھی۔۔

"اس بات کا یہاں کیا ذکر، ماں۔۔؟"

اس کا انداز دن بھر کی تھکن اور اداسی لیے ہوئے تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ اس موضوع سے بچنا چاہتی تھی۔ اسی پل وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ پرس ایک جانب ڈال کر، بالوں کو جھوڑے میں لپیٹنے لگی۔۔

"اور۔۔ اور ان لان شارکس کو میں نے تمہارے پیچھے نہیں بھیجا تھا۔۔" بھری آنکھیں لیے اس نے تیزی سے کہا تو سیلینہ نے سر ہلا�ا۔ وہ نہیں چونکی تھی۔۔ شاید وہ پہلے سے جانتی تھی۔۔

"تم۔۔ تم جانتی تھیں۔۔؟" شگفتہ کی آواز میں استعجاب سا تھا۔۔ اس نے بغیر مڑے سر ہلا�ا تھا۔ پھر اپارٹمنٹ میں بکھرے سامان کو سمیئنے لگی۔ جوڑے سے دو لیں بھی پھسل کر رخساروں پر آگری تھیں۔۔

"چیف خنیفہ نے بتایا تھا۔۔" اور پیچھے بیٹھی شگفتہ کے دل پر گھونسا سا پڑا تھا۔ اپارٹمنٹ میں لمحہ بھر کو خاموشی چھا گئی تھی۔ وہ خالی خالی نگاہوں سے اسکی پُشت دیکھے گی۔۔

"کہیں اندر مجھے یقین تھا کہ آپ نہیں ہو گئی اس سب کے پیچھے۔ اگر آپ ہوتی بھی تو میں چند لمحات آپ پر چیخ چلا کر آپکو معاف کر دیتی۔ ان فیکٹ، میں ہمیشہ آپکو معاف کر سکتی ہوں، ماں۔۔" مسکرا کر ملکے بھٹکلے سے انداز میں کہا۔ اب وہ کچن کے درازوں کو کھول کھول کر ان میں موجود باسی سامان نکال رہی تھی۔ اسے سبزیاں لینے بازار جانا چاہیے۔۔ کچھ مصالحہ جات بھی ختم ہو چکے تھے۔ وہ ان کے خالی ڈبوں کو نکال کر سلیب پر رکھتی جا رہی تھی۔۔

"ہمیشہ۔۔؟ کیا تم ہمیشہ معاف کرو گی مجھے۔۔؟ کیا تم حقیقت کھلنے کے بعد بھی معاف کر دو گی مجھے۔۔؟" وہ فضا میں کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھتی، میکانکی سے انداز میں بولی تھی۔۔ اس نے چہرہ یوں ہی پھیر کر لمحہ بھر کے لیے شگفتہ کو دیکھا۔ پھر چہرہ پھیر لیا۔۔ اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔۔

"کوئی حقیقت۔۔؟"

لیکن وہ اسے جواب نہیں دے رہی تھی۔ وہ اب اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ شاید جانے کے لیے۔۔۔

"کچھ حقیقتیں ہیں جن سے تم واقف نہیں ہو۔۔۔ وہ تن بھی ہیں اور کسی نرم خواب جیسی بھی۔۔۔ میں امید کرتی ہوں کہ تم ان کے آشکار ہو جانے پر اپنی ماں کو ضرور معاف کر دوگی، سیلیں۔۔۔" اس نے کہا اور پھر دروازے کی جانب بڑھ گی۔ سیلیں اسکے پیچے، آوازیں دیتی آئی تھی۔ لیکن وہ جارہی تھی۔

"ماں۔۔۔ میرے ساتھ کھانا کھالیں۔۔۔ میں نے صبح سے کچھ نہیں کھایا ہے۔۔۔ آپ جانتی ہیں مجھ سے اکیلے کھانا

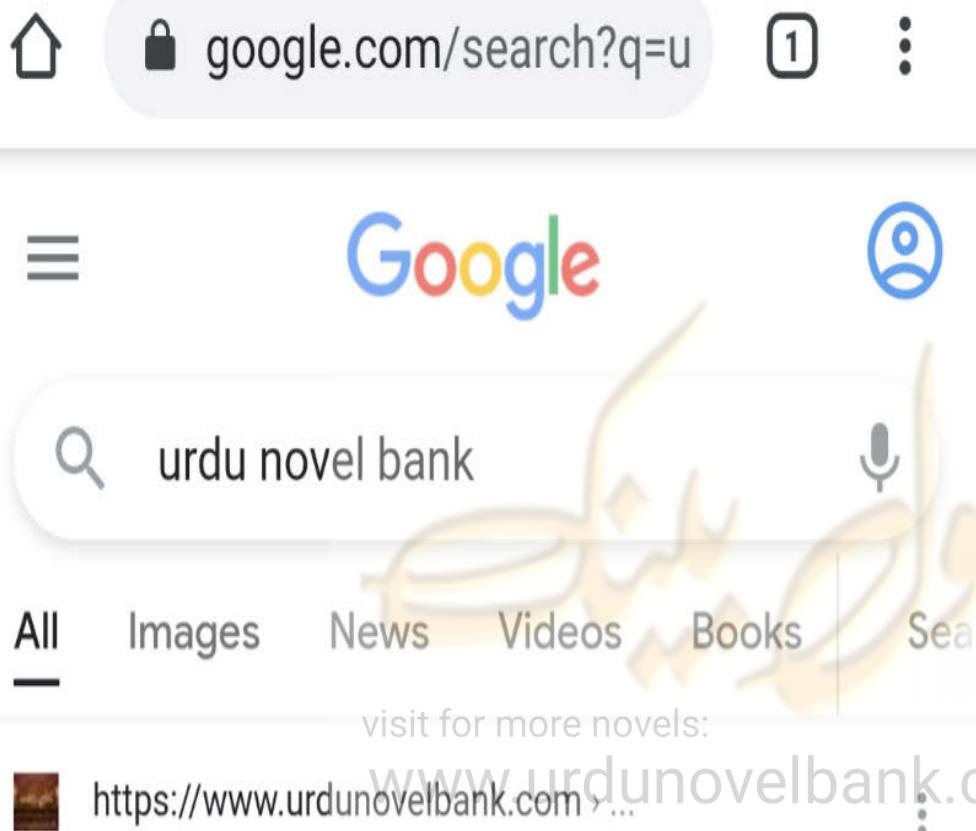
نہیں کھایا جاتا۔۔۔" اس نے دُور جاتی شلگفتہ کو ایریاں اوپنجی کر کے بلند آواز سے کہا تھا۔ وہ پھر بھی نہیں رُکی۔۔۔ نہ ہی پلٹی۔۔۔ وہ نگاہوں سے او جھل ہوئی تو اس نے مایوس ہو کر دروازہ بند کر دیا۔ حلق میں گرہیں موجود تھیں۔ اسے پتہ تھا کہ وہ آج کھانا نہیں کھاسکتی تھی۔۔۔ کوشش کرنے پر بھی نہیں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"اَسَلَامُ عَلَيْكُمْ اَحْبَابُ

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com



Urdu Novel Bank

interesting and best famous urdu novels free Pdf
Download on One click. all Categories new and
old urdu novel stories..

[All Urdu Novels List](#)

Urdu Novel Bank
website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیبلگری میں ---

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
کمکمل ناول مفت میں

وہ باقائدگی سے اپنی سُوٹ پر جاتی رہی۔ صد شکر کہ اس سارے عرصے میں کوئی بد مزگی نہیں ہوئی تھی۔ ناہی کوئی غیر متوقع واقعہ پیش آیا تھا۔

سیٹ کی اپنی ہی ایک دُنیا تھی۔ آئے دن ایکٹرز اور ڈائیریکٹر کے جھگڑے ہوتے۔ کسی حساس طبیعت رکھنے والے اداکار کو اگر سیٹ پر موجود کسی ورکر کی بات ناگوار گزرتی تو اگلے کی گھنٹے کام رُکا رہتا اور ڈائیریکٹر سمیت سب لوگ معافی تلافی میں مصروف رہتے۔ کچھ اداکار اتنے منکسر المزاج تھے کہ ان کے ساتھ کام کرنا دُنیا کا آسان ترین مرحلہ تھا۔ کچھ اداکار اُکھڑے ہوئے ہوتے تو کچھ ہنس لگھ۔ کچھ کی عزت ہر جملے پر خطرے میں پڑ جاتی تھی اور کچھ دُنیا پر لعنت بھیج کر کام کرنے والے لوگ تھے۔ غرض ہر شخص مختلف مزاج اور عادات کا مالک تھا۔ ڈائیریکٹر کو ہر ایک کی

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

ایسے ہی ایک دن سیلیسہ کا سین ملک کی نامور اداکارہ، پارس بنگش کے ساتھ تھا۔ سین چند لمحات کا ہی تھا لیکن اسکی پچھلی تنازعہ شہرت کو پارس نے انا کا مسئلہ بنا لیا تھا۔ وہ تھی کہ اسکے ساتھ چند لمحات کا سین کرنے پر بھی راضی نہیں ہو رہی تھی۔ اور اتنا وقت تھا ہی نہیں کہ اسکی جگہ کسی دوسری اداکارہ کو کاست کر کے سین مکمل کیا جاتا۔

وہ اپنے عارضی ڈریستگ رُوم سے باہر نکلنے کو تیار نہیں تھی جب تک سیلیسہ کو اس ڈرامے سے نکال باہر نہیں کیا جاتا۔ معاملہ کافی حساس ہو چکا تھا۔ وہ کسی کی بات سننے پر راضی نہیں تھی۔

"ان کا مطالبہ کیا ہے۔۔؟" اسکے کانوں میں اس بحث و مباحثے کی مسجم سی بھنک پڑی تھی۔ اس نے سیدھے سبھاؤ سرمد سے پوچھ لیا تھا۔ وہ بے بسی سے گھرا سانس لیے اسکے سامنے چند پل ٹھہرا رہا۔

"وہ چاہتی ہیں کہ آپکو اس ڈرامے سے نکال دیا جائے۔۔"

"وات۔۔!" اسے تعجب ہوا تھا۔

"ایک ڈراما سینے ہے ان کا اور وہ مجھے اس پورے ڈرامے سے فارغ ہونے کا کہہ رہی ہیں۔۔؟" سرمد نے اسکے سوال پر سر ہلا�ا تو وہ بے یقین سے اسے دیکھے گئے۔ پھر ہاتھ باندھ سینے پر باندھ لیے۔۔ چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔

"کیا میں ان سے بات کر سکتی ہوں۔۔؟"

"نہیں پلیز۔۔ معاملہ مزید بگڑ جائے گا۔۔ آپ رہنے دیں ہم بات کر رہے ہیں۔۔" سرمد نے گھبرا کر اسے منع کر دیا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ مجھے ہی ان سے بات کرنی چاہیے۔ اگر آپکی باتوں سے ماننا ہوتا تو وہ اب تک مان چکی ہوتیں۔۔" اور کہنے کے ساتھ ہی وہ اگلے پل پارس کے ڈریسینگ رُوم کی جانب بڑھ رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ سرمد اسے روکتا وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو چکی تھی۔ پارس جو شیشے کے سامنے براجمن، ہاتھ میں اسکرپٹ تھامے نگاہوں سے پڑھ رہی تھی، پل بھر کو چونکی۔۔

پیشانی پر کئی ناگوار بل ابھر آئے تھے۔ وہ پروادہ کیے بغیر آگے بڑھ آئی تھی۔ پھر اسکے ساتھ رکھی گرسی پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھی۔

"کیا آپ ان سب کے سامنے بات کرنا چاہتی ہیں۔۔۔؟" اس نے ایک نگاہ کمرے میں موجود عملے پر ڈالی تھی۔ پارس نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔

"جو بھی کہنا ہے ان کے سامنے کہیں اور جلدی کہیں۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔۔۔"

"کیوں نکالنا چاہتی ہیں آپ مجھے اس ڈرامے سے۔۔۔؟" اس نے سیدھا سوال کیا تھا۔ بالکل کسی تیر کی مانند سیدھا۔ پارس اسکے بنا تمہید جوڑے کیے گئے سوال پر حیران ہوئی تھی۔۔۔

"کیا مجھے اس بات کا جواب دینا چاہیے۔۔۔؟" استہزاء کرتا ہوا انداز۔۔۔ اکڑی گردن۔۔۔ اس نے کندھے اچکائے تھے۔

"اصولاً تو آپکو جواب دینا چاہیے۔ کیونکہ اتنی کند ذہن آپ لگتی نہیں ہیں۔ یقیناً ڈرامے کی اسکرپٹ ملنے کے ساتھ ہی آپکو بتادیا گیا ہو گا کہ میں اس ڈرامے کی مرکزی اداکارہ ہوں۔ کیا آپ نہیں جانتی تھیں کہ آپکو میری جیسی متنازعہ اداکارہ کے ساتھ کام کرنا ہے۔۔۔؟" لمحے بھر کو ٹھہر کر پوچھا تھا۔ بالکل سکون سے۔۔۔ سامنے بیٹھی عورت کے چہرے پر پھیلی ناگواری اب کڑواہٹ میں بدلنے لگی تھی۔۔۔

"کیا آپ توجہ حاصل کرنا چاہ رہی ہیں۔۔۔؟" اور اب کا سوال ایسا تھا کہ پارس نے مشتعل ہو کر اسکرپٹ سامنے ٹیبل پر پڑھنی تھی۔

"اپنی حد میں رہو۔۔ ہاؤ ڈیئر یو۔۔!"

"اگر ایسا نہیں ہے تو میرا نہیں خیال کہ آپ کی عزت اتنی نازک ہے کہ میرے ساتھ چند منٹ کا سین کرنے پر خطرے میں پڑ جائے گی۔۔؟ کیا پڑ جائے گی۔۔؟" یقین دہانی کے لیے آخر میں معصومیت سے پوچھا تھا۔ اپنی شہد رنگ آنکھیں ذرا بڑی کر کے۔۔ ایسے کرتے ہوئے اسے لمبے بھر کو وہ ظالم یاد آیا تھا۔ اس نے سرعت سے سر جھٹکا۔۔

"اپنی بکواس بند رکھو۔ میری عزت کے بارے میں اپنی زبان سے ایک لفظ مت نکالنا۔۔"

"تو آپ مان رہی ہیں کہ میرے ساتھ تھوڑا سا کام کر کے آپکی عزت کو خطرہ نہیں ہو گا۔۔؟" الفاظ بدل کر۔۔ انداز بدل کر اس نے پھر وہی سوال کیا تھا۔ اگلے ہی پل اٹھ کھڑی ہوئی۔ گردن جھکا کر پارس کو دیکھا۔

"اگر کوئی یہاں سے جائے گا تو وہ آپ ہونگی، میدم۔ کیونکہ میں۔۔ اس ڈرامے کو چھوڑ کر۔۔ کہیں نہیں جا رہی۔۔" رسان اور قدرے قطعیت سے کہہ کر وہ باہر نکل آئی۔ دروازے کے ساتھ کان لگائے سرمد کا رنگ

سفید ہو رہا تھا۔ اس نے اپنے پیچھے دروازہ بند کیا اور پھر اسکی جانب دیکھا۔۔ ہولے سے مسکرائی۔۔

"یہ۔۔ یہ کیا کر دیا آپ نے۔۔؟!"

"وہ تھوڑی دیر میں آجائیں گے۔۔"

"کیا۔۔؟ کیسے پتہ آپکو۔۔؟؟"

"انہوں نے مجھے خود بتایا ہے۔۔۔" وہ سکون سے آگے بڑھی تو سرمد اسکے پچھے لپکا۔
"لیکن انہوں نے یہ تو نہیں کہا۔۔۔"

"اچھا۔۔۔" وہ حیران ہوئی۔۔۔ "میں نے تو صرف یہی سنا ہے۔۔۔" اور اسکے ڈھٹائی سے کہنے پر سرمد اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔ چند پل بعد پارس واقعتاً اپنے ڈریسینگ روم سے نکل آئی تھی۔ اور اب بغیر کسی پس و پیش کے وہ سیلینے کے ساتھ کام کرنے پر راضی ہو گئی تھی۔

سین مکمل ہو چکا تو یکدم ہی سیٹ پر موجود ورکرز نے تالیاں بجا کر آج کا کام برخاست ہونے پر مبارک باد دی تھی۔ وہ بھی مسکرا کر سب کا شکریہ ادا کر رہی تھی۔ لیکن پھر اگلے ہی پل اسکی مسکراہٹ غائب ہوئی تھی۔ سیٹ پر اسکے عین سامنے واجد ایستادہ تھا۔ وہی واجد۔ جواب اسے ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔۔۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

رات کی مدد گوشیوں میں وہ دونوں ایک ریسٹوران میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے بر اجman تھے۔ پس منظر میں بھتی دھمی مو سیقی اور زرد روشن بیوں تلے جگمگاتا ریسٹورینٹ نرم گرم سا تھا۔ ان دونوں کی گرسیاں شیشے والی بلند دیوار کے ساتھ لگی تھیں۔ یہاں سے چہرہ پھیر کر دیکھنے پر، نیچے پورا شہر چلتا ہوا نظر آتا تھا۔

"کیا کوئی مسئلہ چل رہا ہے کام پر۔۔۔؟"

واجد نے نرمی سے استفسار کیا تھا۔ ساحر اس سے ذرا فاصلے پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ رُوکھا چہرہ لیے باہر دیکھ رہی تھی۔

"مجھے اپنے مسائل حل کرنے آتے ہیں۔" اسی بے رُخی سے کہا۔ واجد لمحے بھر کو چُپ سا ہو گیا تھا۔

"کیا تمہاری بیوی کو پتہ ہے کہ تم مجھ سے یہاں۔ اس فائیو اسٹار ہو ٹل کے ریسٹورینٹ میں مل رہے ہو۔؟" اسکا طنز بہت ٹھنڈا سا تھا۔ واجد کے چہرے کارنگ بدلا۔

"اوکے۔ اسے نہیں پتہ۔ اگر وہ اس ملاقات کے خبر ہو جانے پر کوئی بھی جارحانہ رد عمل دے گی تو اسکا ذمہ دار کون ہو گا۔؟ تم یا میں۔؟"

اسی ٹھہرے ہوئے انداز میں پوچھا تھا۔ ہاتھ باندھ کر۔

visit for more novels:

"میں اسے ہینڈل کر لوں گا۔"

www.urdunovelbank.com

"بہتر۔ تم ہی اسے ہینڈل کرو تو بہتر ہو گا۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ وہ تم سے ہینڈل ہوتی نہیں ہے۔ وہ اپنی زندگی کی محرومیوں کا بدلہ مجھ سے لیتی ہے۔ اور ایسے واقعات رونما ہونے کے ذمہ دار سراسر تم ہو۔ تم نے اس سے شادی کر کے اسے وہ مان دیا ہی نہیں جو ایک بیوی اپنے شوہر سے چاہتی ہے۔ تم شادی کرنے کے بعد بھی میرے پیچھے آتے رہے۔ اب بھی یہی کر رہے ہو۔ کیا تم دونوں میری زندگی سے جا نہیں سکتے۔؟ تاکہ میں چند دن کے لیے ہی سہی۔ لیکن سکون کا سانس لے سکوں۔؟" طیش سے بولتے بولتے اسکی آواز بُلند ہو گئی تھی اور سانس بری طرح

پھول گیا تھا۔ کئ لوگوں نے پلٹ پلٹ کر ان کی جانب دیکھا تھا۔ واجد کا چہرہ اب کے ہٹک سے سُرخ ہوا تھا۔

"میں۔۔۔ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔۔" اور وہ اسکا منہ دیکھ کر رہ گئی تھی۔ پھر بے یقینی سے اسے دیکھتی ہنس دی۔ اسکی آنکھوں میں کرچیاں سی بھر گئی تھیں۔ ان میں جلن سی ہونے لگی تھیں۔

"شادی۔۔۔ اس لفظ کا مطلب بھی معلوم ہے تمہیں۔۔۔؟" بہت زخمی انداز لیے کہا تھا اس نے۔ "تم جانتی ہو کہ میں ہمیشہ تم سے شادی کرنا چاہتا تھا۔" بہت کمزور سی صفائی ابھری تھی۔ وہ چند پل کرچی بھری آنکھوں سے اسکا وجیہہ چہرہ دیکھے گئے۔

"تم ہمیشہ سے ایسا چاہتے تھے، واجد۔ لیکن ایسا کرنے کے لیے جو گٹس درکار ہوتے ہیں۔ تم ان سے بہرہ مند نہیں ہو۔ تم میں، مجھے حاصل کرنے کے گٹس کبھی تھے ہی نہیں۔"

"میں تمہیں بہت خوش رکھوں گا۔ تمہیں بس۔۔۔ میرے لیے خود کو بدلتا ہو گا۔ تمہیں یہ اداکاری چھوڑنی ہو گی۔ میرے خاندان کے لیے ذرا عزت کا پیشہ اختیار کرنا ہو گا۔۔۔ تمہیں بس۔۔۔" اور اس نے آؤ دیکھانہ تاؤ۔۔۔ سامنے رکھا پانی سے بھرا گلاس اسکے چہرے پر پھینک دیا۔ واجد یکدم اس آفتاد پر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ساحر اسی سکون سے ان دونوں کی جانب دیکھ رہا تھا۔ وہ زخمی نگاہیں اٹھائے اسے دیکھتی رہی۔ اسکی آنکھوں میں ضبط کی سرخی اتر آئی تھی۔۔۔

"مجھے کسی نے کہا تھا۔ کہ اگر کوئی تمہیں خود کے لیے بد لئے کہے تو اس کے منہ پر پانی چھینک کر وہاں سے اٹھ جانا۔ اور گیس وات۔ میں یہی کرنے لگی ہوں۔" وہ اگلے ہی پل اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ ایک نفرت آمیز

نگاہ اس کے مکروہ وجود پر ڈالی۔

"تم کہاں جا رہی ہو۔؟" اس نے آگے بڑھ کر اسکا ہاتھ تھامنا چاہا لیکن وہ اسکا ہاتھ اسی تیزی سے جھٹک چکی تھی۔ ساحر کو اسے پچھے دھکلینے کا موقع ہی نہ مل سکا۔

"مجھے ہاتھ لگانے کی جرات بھی مت کرنا۔ گھٹیا آدمی۔ گھٹیا سیاست دان۔ گھٹیا ہے تمہارا سارا خاندان۔ نہ شکلیں اچھی ہیں نہ اعمال۔ منحوس چہرے ہیں تم سب کے۔ قہر نازل ہو تم لوگوں پر خدا کا۔" بلند آواز سے اسے بد دعائیں دیتی وہ تیزی سے دروازہ دھکیلتی باہر نکلتی چلی گئی تھی۔ ساحر اسکے پچھے لپکا تھا۔ باہر نکل کر وہ چند پل گھرے گھرے سانس لیتی رہی۔ پھر بھیگتی آنکھیں بے دردی سے رگڑ کر، کار کی پچھلی نشست کا دروازہ کھولتی اندر آبیٹھی۔ ساحر اسکا اشارہ سمجھ کر اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔

اس نے اپنا سر سیٹ کی پشت سے ٹکار کھا تھا۔ ساحر نے اک نگاہ اسکے تھکے وجود پر ڈالی۔

"آپ ٹھیک ہیں۔؟"

"نہیں۔"

"کیا میں آپکو ٹھیک کرنے کے لیے کچھ کر سکتا ہوں۔؟"

اس نے گھر اسنس لیا تھا۔۔

"نہیں۔۔"

"آپ اتنی اداس کیوں ہیں۔۔؟"

"مجھے ایک سٹوپڈ گارڈ بہت یاد آ رہا ہے۔۔" اس نے آہستہ سے کہا لیکن ساحرنے سن لیا تھا۔
"کیا میں اسے ایک دفعہ۔۔ دیکھ بھی نہیں سکتی۔۔؟ بس ایک دفعہ۔۔" اسے نہیں پہتہ تھا کہ اسکی آواز اتنی بھرائی ہوئی کیوں تھی؟ ساحر کو لگا وہ رونے سے خود کو روکے ہوئے ہے۔۔

"دنیا اتنی ظالم کیوں ہے، ساحر۔۔؟ اور وہ۔۔ وہ اس دنیا سے بھی زیادہ ظالم ہے۔۔ ایک دفعہ بھی مجھے فون نہیں کیا۔۔ ایک دفعہ بھی میری خیریت دریافت نہیں کی۔۔ ایک دفعہ بھی نہیں سوچا میرے بارے میں۔۔" موبائل کی سیاہ اسکرین کرب سے دیکھتے ہوئے اس نے کہا تھا۔۔ آنکھوں کی گلابی نمی گھری ہونے لگی تھی۔۔ رات قطرہ قطرہ پکھل رہی تھی۔۔

visit for more novels
www.urdunovelbank.com

ساحرنے اسے اپارٹمنٹ کے باہر اتار۔۔ پھر خود بھی اتر آیا۔۔ جو نہی اسکے ساتھ آگے بڑھنے لگا تو سیلینہ نے اسے ہاتھ سے روک دیا۔۔ وہ اتنی ٹوٹی ہوئی لگ رہی تھی کہ کسی بھی تیسرے انسان کی موجودگی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔۔ وہ گھر اسنس لیتا پیچھے کھڑا رہ گیا تھا۔۔ صبح کا منظر اسکی آنکھوں کے سامنے پل بھر کو لہرایا تھا۔۔

"سیلینہ کو کسی بھی طور تہا نہیں چھوڑو گے تم دونوں۔۔" وہ ان کے سامنے ایستادہ سختی سے ہدایات دے رہا تھا۔۔ وہ اور زار سر اثبات میں ہلارہے تھے۔۔

"وہ کہے تب بھی نہیں۔ زیادہ ضد کرے تو ایجنسی کی پالیسی بتا دینا۔ تب بھی نہ مانے تو اپنی جگہ مت چھوڑنا۔ مجھے اگر کسی کوتاہی کی خبر ملی تو میں چڑی ادھیر دونگا۔ یہ ہفتہ بہت حساس ہے اسکے لیے۔ حملہ آور گھات میں بیٹھا ہو گا۔ موقع پاتے ہی وہ اسے دھر لے گا۔ تم دونوں کو اسے وہ موقع نہیں دینا ہے۔ سمجھ گئے۔؟"

اس نے تنے جبڑوں کے ساتھ جواب طلب کیا تو ان دونوں نے تیزی سے سرا ثبات میں ہلا�ا۔
اسکے جاتے ہی زار اسکی جانب گھوما تھا۔

"کیا وہ زیادہ رف ہو گیا ہے یا مجھے لگ رہا ہے۔؟"

"وہ بس مختار ہے۔" یاسر کی پشت دیکھتے اس نے کہا تھا۔ زار نے سرنگی میں ہلا�ا۔ پلٹ کر نگاہ اسکی پشت پر ڈالی۔

"وہ بہت اکھڑا ہوا اور لیا دیا سارہنے لگا ہے۔ چند دنوں سے تو کسی گارڈ نے اسکی آواز ہی نہیں سنی ہے۔ ضرورت کے علاوہ وہ کوئی بات ہی نہیں کرتا۔ کیا وہ سیلینہ کے ساتھ جذباتی طور پر انوالوڈ تھا۔؟" ساحر کو اسکا جواب نہیں پہنچتا ہی لیے خالی چہرہ لیے کھڑا رہا۔ پھر کندھے اچکا کر اپنے کام کی جانب بڑھ گیا۔ منظر غائب ہو چکا تھا۔ اور وہ اگلا سانس بھرتا، سیلینہ کے پیچھے ہو لیا تھا۔
اسکے منع کرنے کے باوجود بھی۔

اگلے روز وہ ایجنسی چلی آئی تھی۔ ڈرامے کے متعلق اسے نظر سے کچھ بات کرنی تھی۔ آسمانی رنگ کا لباس زیب تن کیے، بالوں کو ہاف باندھے، ہلاکا پھلاکا میک اپ کیے۔ آج اسکی شوٹ قدرے دیر سے شروع ہونی تھی۔ اسی لیے وہ فارغ اوقات میں نظر اور یوول سے مل رہی تھی۔ اس نے اپنے ساتھ رکھے شاپنگ بیگ کی جانب دیکھا اور پھر نظر سے معدرت کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اسکا رُخ ایجنسی کے نچلے فلور کی جانب تھا۔ ہاتھ میں پکڑے بیگ کے اندر اک نگاہ ڈالی۔

سیاہ مفلر اور ہائی ہیلز۔

اس نے گھر اسنس لے کر چہرہ اٹھایا تھا۔ لفت کا دروازہ سس کی آواز کے ساتھ کھلا اور وہ باہر نکل آئی۔ گارڈز اسکی آمد پر چونکے تھے۔ لیکن پھر جلد ہی سنبحل کر اسے خوش آمدید کہنے لگے۔ وہ ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ سب کے سلام کا جواب دیتی، بغیر رُکے آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ ڈرامے بڑھ کر، طویل راہداری کے بعد کیمیز کا آغاز ہوتا تھا۔ اس نے بمشکل مسکرا کر قدم آگے بڑھائے تھے۔ ساتھ ساتھ نگاہیں بھی دوڑائیں۔ بس ایک بار وہ نظر آجائی۔ بس ایک نظر۔

لیکن وہ کہیں بھی نہیں تھا۔

وہ ایجنسی شاید آیا ہی نہیں تھا۔

پھر بھی اس نے ہمت نہیں ہاری۔ اس نے وہاں پر موجود پیشتر گارڈز سے اسکے متعلق پوچھا۔ وہ اسے یہ دونوں چیزیں خود دینا چاہتی تھی۔ اس بہانے کم از کم وہ اسے دیکھ تو لے گی۔ وہ اس ایک موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔

اس نے ان چاروں کے کیپنر کی جانب قدم بڑھائے۔ اندر محض شیر بر اجمن تھا۔ انتہائی مصروف سا۔ اس نے ٹھہر کر دروازے پر ہلکی سی دستک دی تو وہ چونکا اور پھر اگلے ہی پل اسے دیکھ کر حواس باختہ سا اٹھ کھڑا ہوا۔ گود میں رکھے صفحات نیچے جاگرے تھے۔ وہ اسکے یکدم اٹھنے پر بے اختیار ہنس دی تھی۔

"کیسے ہو، شیر۔۔؟"

"میں۔۔ ٹھیک۔ آپ کیسی ہیں۔۔؟"

وہ مسکرا کر سر ہلاتی آگے بڑھ آئی تھی۔ شیر اب آگے بڑھ کر اسکے لیے کرسی پیچھے کی جانب گھسید رہا تھا۔ سیلینہ کی نگاہ بے ساختہ اسکے جو توں پر گئی تھی۔ اسکی مسکراہٹ اگلے ہی پل غائب ہوئی۔ اسکے سیاہ جو تے بہت خستہ سے ہورہے تھے۔ پالش کرنے کے باوجود بھی ان میں وہ چمک نہیں آئی تھی۔ شاید وہ بہت استعمال کیے گئے تھے اور اب پرانے ہونے کے باعث ایسے ڈکھ رہے تھے۔ اس نے ہمدرد سی نگاہیں اٹھا کر اسکا معصوم چہرہ دیکھا۔ وہ اسکے ایسے دیکھنے پر گلابی ہوا تھا۔ انسان کے مالی حالات اگر جانے ہوں تو سب سے پہلے اسکے جو تے دیکھنے چاہیے۔ انسان کے جو تے اسکے بہت بڑے رازدار ہوتے ہیں۔

"تم نے۔۔ ایجنسی کب جوان کی تھی؟" اس نے نرمی سے پوچھا تھا۔ وہ سر کے پیچے ہاتھ پھیر کر ہلاکا سا مسکرا یا۔

"دو مہینوں سے۔۔"

اس نے سمجھ کر سر ہلایا۔ پھر یوں ہی آس پاس نگاہ دوڑائی۔۔

"یاسر نظر نہیں آ رہا۔۔ کہاں ہے وہ۔۔؟" سرسری سا پوچھا تھا۔ لیکن شیر چونک سا گیا تھا۔ اک محتاط سی نگاہ دروازے پر ڈالی۔۔

"آپ ان کے متعلق کیوں پوچھ رہی ہیں۔۔؟ آپ جانتی ہیں نا کہ آپ ان کے بارے میں کوئی بات نہیں کر سکتیں۔۔"

"جانتی ہوں۔ اور تم سب بھی جانتے ہو کہ میرا اور یاسر کا اک ورک ریلیشن شپ تھا۔ اسکے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ میڈیا اور عوام بے وقوف ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس ایجنسی میں موجود گارڈز نہیں۔۔ اب بتاؤ کہاں ہے وہ۔۔" اسکے سچاؤ سے کہنے پر وہ کھسیانا سما ہنس دیا تھا۔ پھر سر ہلا کر اسے دیکھا۔ "وہ نہیں آئے آج۔ وہ کیس سالو کر رہے ہیں ارمان سر کے ساتھ۔ شاید پولیس اسٹیشن گئے ہوں۔"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"اچھا۔۔"

"خیریت۔۔؟ کوئی کام تھا۔۔؟" وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ پھر ہاتھ میں تھامے بیگ پر اک نگاہ ڈالی۔۔ "نہیں۔ کچھ خاص کام نہیں تھا۔ بس مجھے اس کی چیزیں اسے واپس لوٹانی تھیں۔"

"اگر آپ برا نہ مانیں۔۔ تو آپ مجھے دے سکتی ہیں یہ چیزیں۔ میں انہیں دے دوں گا۔۔" وہ مسکرائی تھی۔ پھر سر نفی میں ہلایا۔۔

"تھینک یو، شیر۔ لیکن میں یہ اسے خود دینا چاہتی ہوں۔ اب تم کام کرو۔ میں نے تمہیں بلاوجہ ڈسٹر ب کر دیا۔" ہاتھ ہلا کر کمرے سے باہر کی جانب بڑھ گئی۔ شیر چند پل نرمی سے اسکی پشت کو دیکھتا رہا اور پھر گہرا سانس بھرتا کام کرنے والپس آ بیٹھا۔

وہ جو باہر نکل رہی تھی، لمبے بھر کو خنیفہ کے آفس کھ بند دروازے کو دیکھ کر ٹھہر سی گئی۔ اگلے ہی پل وہ ان کے آفس کا بند دروازہ کھٹکھٹا رہی تھی۔ اندر سے مصروف سا "یس" سنائی دیا تو وہ اندر چلی آئی۔

خنیفہ اسکی توقع نہیں کر رہے تھے اسی لیے اسکی آمد پر حیران سا چہرہ اٹھائے اسے دیکھتے رہے۔۔۔ "کیا میں تھوڑی دیر آپکے پاس بیٹھ سکتی ہوں، انکل۔۔۔" اگلے کئی لمحات میں وہ انکے سامنے بیٹھی تھی۔

"کام ٹھیک جا رہا ہے آپکا۔۔۔؟"

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"جی انکل۔۔۔ خدا کا شکر ہے۔۔۔"

"کسی چیز کی ضرورت۔۔۔ یا کوئی پریشانی۔۔۔؟" وہ ان کے نرمی سے پوچھنے پر اداسی سے مسکراتی تھی۔

"میرے بابا نہیں ہیں، انکل۔۔۔ لیکن اگر وہ ہوتے تو بالکل آپ جیسے ہوتے۔۔۔" اسی اداسی سے کہا تو خنیفہ کو اپنے چہرے کارنگ یکخت ہی بدلتا ہوا محسوس ہوا۔ نا محسوس طریقے سے انہوں نے اپنی ٹائی کی گردہ ڈھیلی کی تھی۔ انہیں لگا آفس میں آسیجن کی کمی ہو گئی ہے۔۔۔

"خیر۔۔ میں آپکا شکریہ ادا کرنے آئی تھی۔ آپ نے میری ماں کی ضمانت کروائی۔ میرے لیے زار اور ساحر کو گارڈ مختص کیا۔ آپکے بہت احسانات ہیں مجھ پر۔ آپکی مہربانی کا بہت شکریہ انکل۔۔" وہ شکر گزاری سے کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ پھر انہیں الوداعی کلمات کہتی باہر کی جانب بڑھ گئی۔ خنیفہ اس انداز سے زخمی ہوئے تھے کہ وہ اسے آواز دے کر روک تک نہیں سکے۔ وہ اسے اپنی بیٹی نہیں پکار سکتے تھے۔ شاید یاسر ٹھیک کہتا تھا۔۔ اس راز کو راز رکھ کر انہوں نے محض خود کو اور سیلینہ کو تکلیف سے دوچار کیا تھا۔ شاید رشتتوں کو وضع نہ کرنے والوں کی سزا یہی ہوتی ہے۔۔ کہ وہ خون کے رشتتوں کو بھی حق سے نہیں پکار سکتے۔ اور یہ حق سے نہ پکارنا بہت اذیت ناک تھا۔۔ بہت کرب ناک۔۔

شام ہوئی۔۔

visit for more novels:

وہ پولیس اسٹیشن سے ایجنسی آگیا تھا۔ کیون میں داخل ہوتے ہی اسکی نگاہ جو توں کے نئے ڈبے پر پڑی تھی۔ شیر ایک جانب ٹیبل کے سامنے براجمن تھا۔

"یہ جوتے۔۔؟" اس نے سوالیہ سا ابرو اٹھایا۔۔

"یہ سیلینہ کی جانب سے میرے لیے گفت ہے۔۔" دانتوں کی بھرپور نمائش کی۔ لیکن وہ اسکا نام سن کر رک سا گیا تھا۔

"کیا وہ یہاں آئی تھی۔۔؟" شیر نے سر ہلایا تھا۔

"آئی تھیں۔ آپکا پوچھ رہی تھیں۔ آپکی کچھ چیزیں لوٹانی تھیں انہیں۔" اسکی پیشانی پر موجود بل گھرے ہونے لگے۔

"یہ پاگل لڑکی۔" وہ ہلاکا سا بڑبڑایا لیکن شیر نے اسکی بات سن لی تھی۔ اس نے اسی سنجیدگی سے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

"وہ پاگل نہیں ہیں۔ عوام اور میڈیا بے وقوف بن سکتے ہیں۔ لیکن اس ایجنسی کے گارڈز جانتے ہیں کہ آپ دونوں کا سراسر ایک ورک ریلیشن شپ تھا۔ اسی لیے اتنی احتیاط ایجنسی کے اس نچلے فلور پر ضروری نہیں۔" قدرے لاپرواہی سے کہا تھا۔ یاسر نے خاموش آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔

"اور یہ بات بھی یقیناً اسکے انتہائی سمجھدار ذہن کی اختراع ہو گی۔" سب سے زیادہ احتیاط کی ضرورت اس نچلے فلور پر ہی ہے۔ کوئی ہمارے درمیان موجود ہے۔ لیکن اسے یا تمہیں یہ بات کیوں سمجھ آئے گی۔؟ ایک جتنے سمجھدار ہی تو ہو تم دونوں۔" بگڑے موڑ کے ساتھ اسے بھی لتاڑا تو وہ چپ سا ہو گیا۔ ویسے بھی خرگوش جیسا دکھتا تھا۔ ذرا سی ڈانٹ پر سکڑ جاتا۔

"مجھے تو ان کی بات، اس وقت ٹھیک لگ رہی تھی۔" ہلکی سی منمناہٹ ابھری تو یاسر نے اکتای ہوئی نگاہ اس پر ڈالی۔

"بالکل۔" اس وقت اسکی بات ٹھیک لگ رہی تھی اور اب میری بات ٹھیک لگ رہی ہو گی۔ انتہائی بدھو لوگوں کی نشانی ہے یہ۔ جن کی اپنی کوئی رائے ہی نہیں ہوتی۔ جو جس وقت چرب زبانی کرے اسکے پچھے بغیر کسی سوچ کے چل پڑتے ہیں۔"

اسکی ڈانٹ بلند ہوئی تھی۔ شیر نے سر بالکل ہی جھکا لیا۔ اب کچھ بھی کہنے سے خود کو باز رکھا۔ اگلے ہی پل اسکے فون پر پیغام ابھرا تو وہ اس طرف متوجہ ہوا۔ انگوٹھے سے پیغام کھولا اور پھر بیزاری مزید گھری ہونے لگی۔۔۔

"آج ڈنر کرنا ہے تم نے میرے ساتھ۔۔۔ یاد ہے نا۔۔۔؟" سلطانہ کا پیغام تھا۔ وہ ریسٹورینٹ کا پتہ اسے بھیج کر وہاں وقت پر اسکی منتظر رہنے والی تھی۔ اس نے سر کے بالوں میں انگلیاں چلاکیں اور پھر باہر نکل آیا۔ اس کا موڑ سخت خراب تھا۔۔۔

کچھ لمحات بعد وہ سلطانہ کے سامنے براجمان تھا۔ رات گھری ہو گئی تھی۔ شہر کی روشنیاں بڑھ گئی تھیں۔ بہترین ریستوران کی، پُر تعیش کر سیوں پر آمنے سامنے وہ دونوں براجمان تھے۔ اس نے جیز، سفید ٹی شرت اور بُھوری جیکٹ پہن رکھی تھی۔ دھلے دھلانے بال پچھے کر رکھے تھے اور کلائی میں گھٹری بندھی تھی۔ سلطانہ کی نگاہیں اسکی کلائی تک گئیں۔ وہ اسکے شوہر کی گھٹری تھی۔۔۔ وہ اس گھٹری کو پہچانتی تھی۔

اس نے رد عمل نہیں دیا۔۔۔ یو نہی نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔۔۔

یاسر کے رف حلیے سے بر عکس وہ آج بہت تکلف سے تیار ہوئی تھی۔ نیوی بیوورنگ کی میکسی پہنے، کانوں اور گلے میں ہیرے جگہ رہے تھے۔ مناسب میک اپ اور سرخ بالوں کو ایک جانب سے کان کے پچھے کیے وہ خوبصورت لگ رہی تھی۔ یاسر نے اسکی تیاری پر اک سرسری سی نگاہ ڈالی تھی۔۔۔

"اتنا فارمل ڈنر تو نہیں ہے۔۔۔" وہ اسکا اشارہ سمجھ کر مسکرائی تھی۔۔۔

"میرے بیٹے کے ساتھ ڈنر ہے۔۔۔ میں آج بہت اچھے سے تیار ہونا چاہتی تھی۔ تم نے بتایا نہیں کہ میں کیسی لگ رہی ہوں۔۔۔؟" آخر میں ذرا نرم سی خفگی سے پوچھا تو اس نے انہیں سنجدہ نگاہوں سے دیکھا۔۔۔

"اچھی لگ رہی ہیں۔۔۔"

"بس۔۔۔ اتنی سی تعریف۔۔۔؟"

"اس زیادہ کی توقع مجھ سے رکھنا بالکل بیکار ہو گا۔۔۔" وہ اسکی صاف گوئی سے محفوظ ہوئی تھی۔ خوشی تھی کہ اسکے چہرے اور آنکھوں سے پھوٹ پڑ رہی تھی۔

"سیلینہ میرے لیے لکھی چارم ہے۔۔۔" اسے محبت سے دیکھتے ہوئے اس نے کہا تو وہ چونکا۔

"میں اب اسے خود سے دور نہیں جانے دوں گی۔ اگر وہ مجھ سے دور ہوئی تو تم بھی ہو جاؤ گے۔۔۔" اسکی کان خفیف سے سرخ ہوئے تھے۔

"ایسی بات نہیں ہے۔"

"پھر کیسی بات ہے۔۔۔؟ یہ مت کہنا کہ تم اسکے لیے کچھ فیل نہیں کرتے۔ میں تم دونوں کے اتنے واضح احساسات رد کرنے پر اب اکتا رہی ہوں۔ اس سے پوچھو تو وہ بھی یہی کہتی ہے کہ آپکو غلط فہمی ہوئی ہے۔ تم سے پوچھو تو تم بھی ماننے کو تیار نہیں ہوتے ہو۔۔۔"

"کیا پوچھا تھا آپ نے اس سے--؟" اسکی آواز میں واضح خنگی تھی۔ سلطانہ کو اسکے انداز نے مزہ دیا تھا۔

"یہی کہ کیا وہ تمہیں پسند کرتی ہے--۔" پھر بیزار سے کندھے اچکائے۔" اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ بس کہہ رہی تھی کہ تم اتنے ذمہ دار ہو کہ تم سے انسیت ہو جاتی ہے۔" یہاں وہ ہنسی تھی۔ یاسر نے آنکھیں بند کر لیں۔ لمحے بھر کو اسے سیلینہ کے جواب پر خود بھی ہنسی آئی تھی۔

"تم دونوں کیا کر رہے ہو یہ--؟"

"ہم کچھ نہیں کر رہے۔ یہ میری جاب ہے اور ہیومینزم کے تحت مجھے یہ سب کرنا ہی ہے۔" "ہیومینزم--! وہ محفوظ ہو رہی تھی۔ ہاتھ بڑھا کر سامنے رکھا جوں اٹھایا۔ پھر اسے لبوں سے لگائے یاسر کا چہرہ دیکھا۔

"ہیومینزم کے تحت اور کیا کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تم--؟" visit for more novels
www.urdunovelbank.com

"زیادہ کچھ نہیں۔ اب ہیومینزم کے تحت ہمیں ایک دوسرے سے دور رہنا ہو گا۔" اسکے سنجیدگی سے کہنے پر وہ خود بھی مزاح ترک کر چکی تھی۔ بہر حال وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔

"میں نے اس سے تمہارے متعلق بات کی تھی۔ سمجھایا تھا اسے کہ اب تم سے ملنا اسکے لیے اچھا نہیں ہے۔ وہ سمجھدار ہے۔ دوبارہ اس نے کوئی کوتاہی کرنے کی کوشش نہیں کی۔" اس نے سر ہلایا تھا۔ اگر جو انہیں بتا دیتا کہ وہ انہیاً عقل مندی کا مظاہرہ کرتی صبح ایجنسی چلی آئی تھی۔ تاکہ

اسے اسکی چیزیں لوٹا سکے۔ تو یقیناً وہ اس خیال کو ترک کرنے کے متعلق ضرور سوچیں گی۔
خاموشی پھر سے درمیان میں حائل ہو گئی تھی۔

دوسری جانب سیلینہ اپنی شوٹ سے فارغ ہو گئی تھی۔ اس نے موبائل اٹھا کر دیکھا اور پھر چونک سی گئی۔ آنکھوں میں بے یقین سی چمک اتری۔ لبؤں پر بے ساختہ مسکراہٹ اتر آئی۔ اس نے سب کو الوداع کہنے کا تکلف بھی نہیں کیا تھا۔ مفلر اور ہیلز والا بیگ وہ اپنے ساتھ سیٹ پر ہی لے آئی۔ اسے واپس اپارٹمنٹ جانے کا وقت نہیں مل سکا تھا۔ اس نے عجلت میں پرس کر سی سے اٹھایا اور بیگ ہاتھ میں لیے باہر کی جانب بڑھ آئی۔ ساحر اسکے پچھے ہی آ رہا تھا۔ وہ اسے بتائے بغیر کہیں نہیں جا سکتی تھی۔ بلکہ وہ اسکے بغیر بھی کہیں نہیں جا سکتی تھی۔

"چابی دو مجھے۔" اس نے پلٹ کر تحکم سے چابی کے لیے ہاتھ پھیلایا تو ساحر ٹھٹک گیا۔ آنکھیں سکیڑ کر اسکی جانب دیکھا۔

visit for more novels:

"آپ کہاں جا رہی ہیں۔؟ آپ جانتی ہیں کہ آپ کہیں بھی تنہا نہیں جا سکتیں۔"

"مجھے معلوم ہے، ساحر۔ لیکن جب مجھے یا سر بلا رہا ہو تو کیا تب بھی تم مجھے جانے نہیں دو گے۔؟ یا سر کے ساتھ مجھے کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔؟" وہ جلدی جلدی اب دروازہ کھول کر کار کے اندر بیگ اور پرس رکھنے لگی تھی۔ ساحر بالکل رک کر اسکی مسرور سی عجلت کو تک رہا تھا۔

"آپ کہیں نہیں جا رہی ہیں۔ یا سر آپ کو کبھی نہیں بلائے گا۔؟ اسکے پاس آپکو بلانے کا کوئی ریزی نہیں ہے۔" اس نے مدھم ہوتی مسکراہٹ سے اسکا چہرہ دیکھا تھا۔ ماتھے پر کی بل ابھر آئے تھے۔

"تم میری خوشی زہر کر رہے ہو، ساحر۔۔ اسکے پاس مجھے بلانے کا ریزن ہے۔۔ مجھے اسکی چیزیں اسے لوٹانی تھیں۔۔ وہ یہی لینے کے لیے مجھے بلا رہا ہے۔۔" ساحر نے اک گھری نگاہ اندر رکھے بیگ پر ڈالی تھی۔۔ پھر سیلینہ کی جانب دیکھا۔۔ وہ قدرے بے چینی سے اسکے بدلتے تاثرات دیکھ رہی تھی۔۔

"مجھے آپکی بات پر یقین نہیں آرہا۔۔" اور اب اسے ساحر پر شدید غصہ آرہا تھا۔۔

"ساحر۔۔ اگر تم میرے ساتھ چلنا چاہتے ہو تو ویل اینڈ گلڈ۔۔ لیکن میری خوشی کو یوں میرے لیے خاک آلو د مت کرو۔۔"

"بالکل۔۔ میں آپکے ساتھ ہی جا رہا ہوں۔۔ بھلے آپ مجھے لے جانے پر راضی ہوں یا نہیں۔۔"

"ٹھیک ہے۔۔ لیکن یاسر سے ملنے میں اکیلی ہی جاؤ گی۔۔ تم میرے پیچھے نہیں آؤ گے۔۔ یہ ڈیل اگر تم نے مجھ سے نہیں کی تو میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤ گی۔۔ میں ٹیکسی کر کے چلی جاؤ گی اور تم جانتے ہو کہ تم میرے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتے۔۔" ساحر نے انتہائی ناپسندیدگی سے ہی سہی۔۔ لیکن سر ہلا دیا تھا۔۔ پھر چابی لیے اگلی انشست تک چلا آیا۔۔ وہ اب بھرپور مسکر اہٹ لیے پیچھے بیٹھ رہی تھی۔۔ اس نے اک نظر اسے دیکھا اور پھر گھر اسنس بھر کر رہ گیا۔۔ اس نے فون نکال کر نگاہوں کے سامنے کیا اور پھر اک پیغام تیزی سے ٹائپ کرنے لگا۔۔

"کیا سیلینہ میڈم کے پاس تمہاری کچھ چیزیں ہیں جو تمہیں چاہیے۔۔؟" دوسری جانب موجود یاسر اسکے پیغام کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔۔ یقیناً سیلینہ نے ساحر کو بھی بتا دیا تھا اور اب وہ اس سے یقین دہانی کے تحت پوچھ رہا تھا۔۔ اس نے جواباً "ہاں" لکھ کر موبائل الٹتے ہوئے رکھ دیا تھا۔۔ ساحر نے اسکا

جواب دیکھا تو سکون کا سانس خارج کیا۔ آن کی آن میں جس شک نے اسے آگھیرا تھا وہ ختم ہو گیا تھا۔

اس نے کار اگلے ہی پل آگے بڑھائی تھی۔ سنسان تنگ گلیوں میں، دکانوں نے شٹر گرایے گئے تھے۔ اس نے ایک نظر ان گلیوں کو دیکھا اور پھر سیلینہ کی جانب جو بیگ ہاتھ میں لیے تیزی سے نیچے اتر رہی تھی۔ ساحر اس لوکیشن کو جانتا تھا۔ یہ ایک ایسی لوکیشن تھی جو سب گارڈز کو معلوم تھی۔ ایک ایسی خفیہ جگہ جہاں پر وہ اکثر اپنے آپریشنر کے لیے جمع ہوتے رہے تھے۔ اس نے کار ذرا آگے بڑھائی اور پھر اندر بیٹھا رہا۔ اسے اب سیلینہ کے واپس آنے کا انتظار کرنا تھا۔

گلیوں میں آگے بڑھتے ہوئے اس نے فون کان سے لگاتے ہوئے دوسری جانب موجود یاسر کو کال ملائی تھی۔ مسکراہٹ تھی کہ لبوں کا ساتھ چھوڑنے کے لیے راضی نہیں تھی۔ دوسری جانب سلطانہ کے سامنے بیٹھا یاسر اسکی بے وقت آتی کال پر چونکا تھا۔ کچھ تھا کہ وہ خود کو فون اٹھانے سے روک نہیں سکا تھا۔

"پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے انجان نمبر سے مجھے مسج کیوں کیا بھلا۔؟ لیکن مجھے سوچنے دو۔۔۔ تم اپنا اور میرا کال ریکارڈ کلین رکھنا چاہتے تھے اسی لیے مجھے کسی دوسرے نمبر سے رابطہ کیا۔ گذ۔۔۔! اب بتاؤ کہاں ہو تم۔۔۔ میں ویٹ کر رہی ہوں تمہارا۔۔۔" اور ریسٹورینٹ میں بر اجمان یاسر عالم کو جھٹکا لگا تھا۔

"میں نے تمہیں کوئی مسج نہیں کیا ہے۔۔۔" وہ تیزی سے بولتا اٹھ کھڑا ہوا۔ دوسری جانب موجود سیلینہ ذرا چونکی۔ مسکراہٹ مدھم ہوئی۔

"کیا مطلب۔۔؟ کچھ دیر پہلے ہی تو تم نے ایک پیغام بھیجا ہے جس میں تم نے کہا کہ تمہیں اپنی چیزیں واپس چاہیئے۔ کیا وہ تم نہیں تھے۔۔؟" وہ گلیوں میں ذرا آگے آنکی تھی۔ اس نے چونک کر اپنے پیچھے پلٹ کر دیکھا۔ اندھیرا۔۔ سنسان راستہ۔۔ کسی انسان کا کوئی نشان نہ تھا۔۔ پہلی دفعہ اسکی کنپیوں پر پسینہ نمودار ہوا تھا۔۔ دل ایک لمحے کے لیے تیزی سے دھڑکا تھا۔۔

"ساحر کہاں ہے۔۔؟ تم کہاں ہو۔۔؟" وہ سلطانہ کو ہونق بنا چھوڑے آگے بھاگ رہا تھا۔۔ خطرے کی گھنٹیاں نج رہی تھیں۔۔ اسے اپنا سانس خشک ہوتا محسوس ہورہا تھا۔۔ ایک ہفتہ ختم ہونے کو تھا۔۔ ملزم کا گولنگ پیریڈ ختم ہو چکا تھا۔۔

"یہاں بہت سی دکانیں ہیں۔۔ گلیاں تنگ اور عجیب سی ہیں۔۔ مجھے واپسی کا راستہ نہیں مل رہا۔۔" وہ تیزی سے واپس پلٹی تھی۔۔ اسکی ٹانگیں کپکپاہٹ کا شکار تھیں۔۔ خوف کی اک سرد لہر اسے خود میں اترتی محسوس ہو رہی تھی۔۔ یا سر کو پتہ تھا کہ وہ کس جگہ کی بات کر رہی تھی۔۔ تنگ و تاریک دکانوں کی گلیاں یہاں سے ذرا فاصلے پر تھیں۔۔ اس نے کار کو نظر انداز کیا اور بھاگتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔۔

"واپس جاؤ ساحر کے پاس۔۔ ابھی اور اسی وقت۔۔ میں آرہا ہوں۔۔"

اس نے تیزی سے قدم واپسی کے لیے بڑھائے۔۔ لیکن گلیاں ایک دوسرے میں نکل رہی تھیں۔۔ زیر و بلب روشن تھے۔۔ ان کی ہلکی اور ڈپریسینگ روشنی اسے کچھ بھی ٹھیک سے دیکھنے نہیں دے رہی تھی۔۔ وہ تیزی سے بھاگ رہی تھی۔۔ ساحر نے کافی دیر اسکا انتظار کیا اور جب وہ واپس نہیں آئی تو اسے اندر جانا ہی پڑا۔۔ لیکن سیلینہ کہیں بھی نہیں تھی۔۔ اس نے قدم تیزی سے آگے

بڑھائے۔۔ اسکے شکوک و شبہات حقیقت میں بد لئے لگے تھے۔ سیلینہ بھاگتے بھاگتے رک سی گئی تھی۔ کوئی گلیوں میں سے نکل کر یکخت ہی اسکے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

"کوئی۔۔ کوئی یہاں ہے یا سر۔۔" اور دوسری جانب موجود یا سر عالم کو لوگا جیسے ساری دنیا اسکے سر پر گھوم رہی ہے۔ وہ دکانوں کی گلیوں میں آگیا تھا۔ اس نے سیلینہ کو آوازیں دیں۔۔ ساحر اسکی آواز سن کر اس طرف آگیا تھا۔ اسے بے یقینی سے دیکھا۔

"کیا تم نے اسے یہاں نہیں بلا�ا تھا۔۔؟" اس نے تیزی سے سر نفی میں ہلایا اور ساحر سمجھ گیا۔ وہ دونوں کہے بغیر اگلے ہی پل گلیوں میں بٹ گئے تھے۔ اک سنسان گلی کے سامنے وہ بالکل ساکت ہوئی کھڑی تھی۔ اسکے سامنے کھڑے شخص کا چہرہ واضح نہیں تھا۔ اس نے چہرے پر سور کا ماسک لگا رکھا تھا۔ چڑے کا بنا انہتائی بھیانک ماسک۔۔ وہ بے ساختہ چیخ کر واپسی کے لیے بھاگی تھی۔ وہ بھی اسکے پیچے اتنی ہی تیزی سے بھاگا۔۔ بالکل کسی عفریت کی مانند۔۔ کسی شیطان کی مانند۔۔ اسکی چینیں گلیوں میں گونج رہی تھیں۔ وہ مخالف سمت میں تیزی سے بھاگ رہی تھی اور اس سے پہلے کہ وہ اسے گردن سے دبوچ کر پیچے کی جانب گھسیتا کسی نے اسے زور دار لات ماری تھی۔۔ وہ اڑتا ہوا دکانوں کے میلے شتر سے جا لگا تھا۔ اس نے نگاہیں اٹھائیں۔۔ بھوری جیکٹ میں وہ تھا۔۔ اسکی جانب ایک نگاہ تک نہیں دیکھا۔۔ آگے بڑھا لیکن ماسک والا بندہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اسکا قد بالکل یاسر کے برابر تھا۔ چہرے پر چڑھا ماسک بہت خوفناک تھا۔

وہ تینوں اپنی ہی جگہوں پر ٹھہر گئے تھے۔ ساحر بھی وہیں آنکلا تھا۔ یاسر کی نگاہیں اسکے بازوؤں تک پھیلیں۔۔ اس پر کٹ موجود تھا۔ اسکی آنکھیں اوپر اٹھتی گئی تھیں۔ اور اس سے پہلے کہ کوئی کچھ

سمجھ پاتا وہ اسکی کنپٹی پر پستول کا دستہ پوری قوت سے مار کر مخالف سمت میں بھاگا تھا۔ کنپٹی سے یکدم خون کی باریک سی لکیر اسکے رخسار سے ہوتی ہوئی گردن میں لڑکی تھی۔ اسکے پاس پستول نہیں تھا۔ وہ آف ڈیوٹی تھا۔ اس نے ایک پل کو پلت کر ان دونوں کی جانب دیکھا۔ آگے بڑھنے کے لیے قدم بڑھائے لیکن پھر وہ آگے نہیں بڑھ سکا۔

اندھیرے سے کوئی برچھی سی اسکی جانب بڑھی تھی۔ آگ میں بھجھی برچھی۔ جو اسکے پیٹ کو چیرتی رگوں میں جلن سی براپا کر گئی تھی۔ اس نے بے یقینی سے نگاہ جھکا کر دیکھا۔ سفید شرت پر یکدم ہی خون کے سرخ دھبے ابھرے تھے۔ اس نے ہاتھ رکھا اور اسکا ہاتھ خون میں لٹ پت ہو گیا۔ سیلینہ کی خوفزدہ سی چیز ابھری تھی۔ اس نے زخم پر ہاتھ رکھ کر دبایا اور پھر اسی تیزی سے آگے بڑھا۔ سیلینہ کو بازو سے تھام کر ساحر کے حوالے کیا۔ اسکی بصارت تکلیف کے باعث دھندا رہی تھی۔

"جاو۔۔ اسے لے کر جاؤ۔۔ یہاں پر کوئی رپورٹر اسے دیکھنے لے۔۔ جاؤ ساحر۔" وہ آخر میں چینا تھا۔ پوری قوت سے۔ کیونکہ ساحر اسے ساکت ہوا تک رہا تھا۔ وہ جانے کے لیے ہلا تک نہیں تھا۔ وہ اسے چھوڑ کر کیسے جا سکتا تھا؟ پیچھے سے وہ مخلوق اس پر پوری طرح جھپٹی تھی۔ وہ اسی تیزی سے مڑا تھا۔ پھر اسے خود سے دور دھکیلنا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گر پڑا تھا۔ اس نے ساحر کی جانب دیکھا۔۔۔ پھر سیلینہ کی جانب۔۔۔ تکلیف بڑھنے لگی تھی۔۔۔

"میں نے کہا۔۔ جاؤ۔۔ جسٹ گو۔۔!" اور ساحر نے سیلینہ کو لیے پیچھے کی جانب کھینچا تھا۔ وہ چلا رہی تھی۔ وہ اسے ایسے چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی تھی۔ تاریک گلیوں میں خون سا پھیلنے لگا تھا۔ اس کے

ہاتھ خون میں لٹ پت ہو گئے تھے۔ حملہ آور دوبارہ اس پر جھپٹا تھا۔ ایک طاقت ور مکا اسکے زخم پر مارا تو لمحے بھر کو یاسر کی پوری دنیا اندر ھیر ہو گئی۔ برچھی نے رگوں کے کھین اندر اذیت ناک سی جلن برپا کر دی تھی۔ اس نے پوری قوت سے اسے دھکیل کر شتر سے دے مارا تھا۔ سیلینہ کی ایک اور چیخ بلند ہوئی تھی۔

"پلیز۔۔ مجھے اسے ہاسپٹل لے کر تو جانے دو۔۔ ساحر وہ مر جائے گا۔۔" لیکن ساحر اسکا اشارہ سمجھتا تھا۔ وہ سیلینہ کو کسی بھی طور مصیبت میں نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ حملہ آور سیلینہ کے پیچھے دوڑا تھا لیکن یاسر نے اسکی ٹانگیں پکڑ لی تھیں۔ وہ بروقت دھر لیے جانے پر اوندھے منہ جاگرا تھا۔ ساحر بمشکل سیلینہ کو کار کی پچھلی نشت پر دھکیل رہا تھا۔ وہ اب بلند آواز سے رورہی تھی۔

"ساحر مجھے جانے دو۔۔ اسے ہاسپٹل لے کر جانا ہے۔۔ اسے گولی لگی ہے۔۔ خدا کے لیے مجھے جانے دو۔۔" شیشے کی کھڑکی پر دونوں ہاتھ رکھے وہ آنسوؤں سے روٹی جا رہی تھی۔ یاسر نے اسے ایک نظر دیکھا۔ بس ایک نظر۔۔ اور پھر وہ بمشکل اٹھ کھڑا ہوا۔ اسکے قدم لٹکھڑاہٹ کا شکار تھے۔ اس نے حملہ آور کو گریبان سے پکڑا تھا اور پھر اس نے اسے پوری طاقت سے شتر کے ساتھ دے مارا تھا۔ کوئی جنوں سی کیفیت تھی جو اس پر طاری ہو گئی تھی۔ وہ پلٹا اور جوابا اسے بھی دیوار سے لگایا۔۔

"وہ زخمی ہے۔۔ اسکا خون بہہ رہا ہے۔۔ مجھے جانے دو۔۔"

وہ اب تک کہہ رہی تھی۔۔

حملہ آور کا ماسک ہاتھا پائی میں اتر نے لگا تو وہ کرنٹ کھا کر پچھے ہوا۔ اس نے ماسک ٹھیک سے لگایا۔ یاسر اب شر کے ساتھ لگا اسے تک رہا تھا۔

"تم کچھ کہہ نہیں رہے ہو۔ جانتے ہو کیوں۔؟" اس نے پوچھا۔ حملہ آور نے اسکی جانب چہرہ پھیرا۔ خنزیر نما انتہائی مکروہ چہرہ۔

"کیونکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہیں جانتا ہوں۔"

ساحر سیلینہ کو لیے آگے بڑھ گیا تھا۔ اپنے شکار کو ہاتھ سے جاتا دیکھ کر وہ اس تک بڑھ آیا تھا۔ پھر غیض و غصب سے بے قابو ہو کر اسکے زخم پر مارنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا تو یاسر نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر اسے دیوار سے لگایا اور گھٹنا موڑ کر جو نہیں لات ماری تو وہ بلبلہ کر جھکا۔ اس نے اسے شرط سے پکڑ کر اسکا سر شر کے دے مارا تھا۔ حملہ آور جو کوئی بھی تھا۔ سر پر لگنے کی وجہ سے بری طرح زخمی ہوا تھا۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"تم انتظار کرو۔ میں تمہیں پکڑوں گا۔ اور جلد پکڑوں گا۔ مجھے پتہ ہے تم ایجنسی سے تعلق رکھتے ہو۔ مجھے جلد پتہ چل جائے گا تم کون ہو۔"

اس نے یاسر کے زخم پر آخری دفعہ زور دار مکا مارا تو وہ گھٹنوں کے بل گرا۔ سور کے ماسک والا شخص بھاگ گیا تھا۔

پچھے تاریک گلیوں میں وہ تکلیف سے بلبلہ رہا تھا۔ اس کا خون شر ز پر ہر جانب لگ چکا تھا۔

"وہ زخمی تھا۔ وہ زخمی ہے۔۔۔ میں اسے چھوڑ کر نہیں جاسکتی۔۔۔ مجھے واپس جانا ہے۔۔۔ وہ زخمی تھا۔۔۔" وہ اس پر چلا رہی تھی لیکن ساحر تو گویا پتھر کا بن گیا تھا۔ اسے یاسر کا حکم ہر حال میں ماننا تھا۔ وہ سیلیسہ کو اپارٹمنٹ چھوڑ کر واپس اسی کے پاس جانے والا تھا۔ تاریک سنسان گلیوں میں وہ اب تک دراز تھا۔ خون تھا کہ آس پاس جمع ہونے لگا تھا۔ زخم کی کرب ناک تکلیف، سیلیسہ کے آنسو، سب جیسے گلد ڈھورہا تھا۔

اس نے آنکھیں بند کیں اور پھر سب کچھ تاریکی کی نظر ہوتا گیا۔

اسی پل گلیوں میں آگے بڑھتے حملہ آور نے اپنے چہرے سے وہ ماسک اتنا را تھا۔
پھر ہاتھ اوپنچا کر کے سر سے بہتا خون صاف کیا۔۔

اسکا چہرہ جانا پہیانا تھا۔۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

بالکل کسی ماہر نفسیات کے ٹھنڈے تخت چہرے جیسا۔۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ---

السلام علیکم احباب

11

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com



google.com/search?q=u

1



Google



urdu novel bank



All

Images

News

Videos

Books

Sea

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com



<https://www.urdunovelbank.com> > ...



[Urdu Novel Bank](#)

interesting and best famous urdu novels free Pdf
Download on One click. all Categories new and
old urdu novel stories..

[All Urdu Novels List](#)

Urdu Novel Bank
website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں۔۔۔

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی ملک کریں اور اوپن کرلیں ---

شکریہ ----

تاریک گلیوں میں اس نے آنکھیں اگلے ہی پل کھولی تھیں۔ سر پر جلتے بلب اسے جلتے بجھتے محسوس ہو رہے تھے۔ جیز کی جیب میں اڑسا فون، سائلنٹ ہونے کے باعث مستقل زوں زوں کر رہا تھا۔ اس نے بمشکل ہاتھوں پر زور دے کر اٹھنا چاہا۔ پیٹ اور کمر میں درد کی ایک شدید لہر آر پار ہوئی تھی۔ اسکی ہلکی سی کراہ نکلی۔ ضبط سے دانت جما کروہ پھر سے اٹھنے لگا۔ سانس اکھڑنے لگا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے سر دو تین بار زور سے جھٹکا۔ دھنڈلی ہوتی بصارت کچھ درست ہوئی تھی۔

اس نے تکلیف سے سن پڑتے زخم پر ہاتھ رکھ کر مزید خون کو بہنے سے روکا تھا۔ اور پھر کانپتی طانگوں پر زور دے کر اٹھ کھڑا ہوا۔ ایک زور کا چکر آنے کے باعث وہ میلے شتر سے جا ٹکرایا تھا۔ پھر اسکا سہارہ لے کر چند قدم آگے بڑھا۔ سفید شرٹ اسکے خون سے داغدار ہو چکی تھی۔ اس نے زخم کو دبائے رکھا اور پھر سفید پڑتے لبوں کے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے بصارت پھر سے دھنڈلی پڑنے لگی تھی۔ درد کی شدت گہری ہونے لگی تھی۔ کنپٹی سے پسینے کے کئی بوندیں پھسل کر گردن میں لڑھکی تھی۔ دستہ لگنے کی وجہ سے نکلا خون بھی وہیں جم گیا تھا۔

جیب میں اڑسا فون اب پھر سے زوں زوں کرنے لگا تھا۔ اس نے پھولے سانس کے درمیان، خون سے چھپے ہاتھ کے ساتھ جیب تھپتھپائی اور پھر اس سے فون برآمد کیا۔ کمر شتر سے ٹکائے رکھی۔ غور سے دیکھنے پر بھی نمبر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اسے پتہ تھا کہ وہ کسی بھی پل ہوش

کھونے والا ہے۔ اس نے فون اٹھالیا۔ کان سے لگایا اور ساتھ ہی زخم پر ہاتھ رکھے آگے بڑھنے لگا۔ ششہارہ اس نے اب تک لے رکھا تھا۔

"سیلینہ کہاں ہے۔۔۔؟ وہ ٹھیک تو ہے نا۔۔۔؟" حنیفہ کی آواز گونجی تھی۔ اس نے دقت سے تھوک نگلا تھا۔

"جی۔۔۔ وہ محفوظ ہے۔۔۔" اس نے کہا۔ تکلیف کے باعث آواز میں ہلکی سی کپکاہٹ اتری تھی۔ حنیفہ دوسری جانب جیسے چونک سے گئے۔۔۔

"تم ٹھیک ہو۔۔۔؟ کہاں ہو تم۔۔۔؟"

"ٹھیک ہوں۔۔۔ چھوٹا سا زخم لگا ہے۔۔۔ ہامیں جارہا ہوں۔۔۔" اس نے اگلی بات سنے بغیر فون جیب میں اڑس لیا تھا۔ پھر ہمت مجمع کر کے آگے بڑھنے لگا۔ اسکے لب ہر گزرتے پل کے ساتھ سفید پڑتے جا رہے تھے۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

دوسری جانب ساحر نے اسے اپارٹمنٹ کی عمارت کے پاس اتارا اور پھر اس نے روٹی ہوئی سیلینہ کی جانب کا دروازہ تیزی سے کھول کر اسے باہر نکالا۔ وہ بہت سپاٹ تھا۔ سیلینہ کی کسی مزاجت کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا رہا تھا۔ وہ اسے ہاتھ سے پکڑے آگے ہی آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ اس سے اپنا ہاتھ چھڑا رہی تھی لیکن بے سود۔۔۔ وہ اسکے طاقتوں بازوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے اپارٹمنٹ کے داخلی دروازے کا پاس کوڈ انسلٹ کیا اور اسے اندر دھکیلا۔ ابھی اسی تیزی سے دروازہ بند کرنے لگا تھا کہ سیلینہ کی انگلیاں درمیان میں آگئیں۔ وہ دروازہ نہیں بند کر سکا۔۔۔

"میں بھی جاؤ نگی۔۔ تم مجھے اس اذیت میں چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔"

ساحر نے ضبط سے دروازہ کھول کر اسے دیکھا۔ سرخ چہرہ۔ گلابی آنکھیں۔۔ مسلسل گرتے آنسو۔۔ ہچکیاں۔۔

"آپ نے اپنی من مانی کا انعام دیکھ لیا نا۔۔ اسی لیے منع کر رہا تھا میں آپکو جانے سے۔ آپکو آخر سمجھ کیوں نہیں آتا کہ یہ معاملہ بہت حساس ہو چکا ہے۔ کسی کی جان بھی جا سکتی ہے۔ ایجنسی سے تین ایکٹریس غائب ہیں اور ایک کا قتل کیا جا چکا ہے۔۔ قتل سمجھتی ہیں نا کیا ہوتا ہے۔۔؟" اس نے اسے اندر رکیا اور پھر خود بھی اپارٹمنٹ میں چلا آیا۔ اپنے پیچھے دروازہ بند کیا۔ سیلینہ اسی طرح ہچکیوں کے درمیان اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ بلند آواز سے بول رہا تھا۔

"یہ سب مراقب نہیں ہے، میدم۔ جیسے دوسری ایکٹریس کا قتل ہوا ہے ویسے آپکا بھی قتل ہو سکتا ہے۔ یا سر آپکی وجہ سے زخمی ہوا ہے۔ میں اسے وہاں اس حالت میں چھوڑ کر اس لیے آپکے ساتھ نہیں آیا کہ آپ میرے ساتھ واپس جا کر ساری محنت ضائع کر دیں۔ کیا آپکو اپنے کیریئر کی کوئی فکر نہیں ہے۔۔؟" اس نے اسی کاٹ دار لمحے میں پوچھا تھا۔ وہ پانی سے بھری آنکھیں لیے اسے دیکھ رہی تھی۔

"مجھے کسی چیز کی فکر نہیں ہے۔ مجھے بس یاسر کے پاس جانا ہے۔ بھاڑ میں جائیں سب۔"

ساحر نے لمبے بھر کو افسوس سے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"اپنی فکر نہیں ہے آپکو۔۔ کیا یاسر کی بھی نہیں ہے۔۔؟" وہ بس خاموشی سے روئی رہی۔

"اگر وہ مر جائے گا تو کوئی فرق نہیں پڑے گا آپکو۔؟" اور اس نے کرنٹ کھا کر ساحر کے بے رحم سوال پر اسے دیکھا تھا۔ دل سکڑ کر پھیلا تھا۔

"پلیز نہیں۔ اسے کچھ نہیں ہونا چاہیے۔"

"اگر آپ ایسا چاہتی ہیں کہ اسے کچھ نہ ہو تو یہاں انتظار کریں میرا۔ میں واپس آکر آپکو سب کچھ تفصیل سے بتاؤں گا۔ یہ صرف آپکے کیریئر کی بات نہیں ہے، میڈم۔ یہ یاسر کی جمع پونجی ہے۔ آپکا ایک لاپرواہ قدم اسے خاک کر دے گا۔" اور اس سے مزید کچھ بھی کہے بغیر وہ تیزی سے پلٹ گیا تھا۔ ساتھ ہی فون پر کوئی نمبر ملاتا آگے بڑھنے لگا۔ وہ برستی آنکھوں سے اسے جاتا دیکھتی رہی۔ اپارٹمنٹ کا دروازہ اپنے آپ ہی چوکھ سے آگا تھا۔

اس نے آنکھیں بند کیں۔ وہ زخمی سا سیاہ پردے پر ابھرا۔ اس نے تکلیف سے گھبرا کر آنکھیں کھول دی تھیں۔ آنسو بے تحاشہ رخساروں پر گر رہے تھے۔ ہاتھ میں موجود مفلر اور ہیلز کا بیگ اس نے اب تک کسی متاع کل کی مانند جکڑ رکھا تھا۔ وہ لرزتے قدموں سے صوف کی جانب آئی اور پھر آہستہ سے زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ کپکپاتا ہاتھ بیگ کی جانب بڑھایا۔ اس میں سے سیاہ سلک کا مفلر نکالا۔ اور پھر۔ وہ اس مفلر کو آنکھوں سے لگانے جانے کتنے ہی پھروں روئی رہی۔ اسے آج سہی معنوں احساس ہوا تھا کہ یاسر کو تکلیف میں دیکھنا بالکل روح قبض کیے جانے جیسا تھا۔ ٹھنڈے پڑے لاونچ میں سسکیاں اسی طرح ابھر رہی تھیں۔ ٹھنڈے فرش پر جو توں کے ساتھ بیٹھی ایک لڑکی، مفلر آنکھوں پر رکھے اب تک رورہی تھی۔



ساحر نے واپس اس سنسان گلی میں قدم رکھا لیکن یا سر کا کوئی نام و نشان موجود نہیں تھا۔ وہ واپس بھاگا۔ چند گلیوں میں اسے ڈھونڈتا رہا۔ اسے پکارتا رہا لیکن وہ کہیں نہیں تھا۔ اسکا فون اب مستقل بجھنے لگا تھا۔ پہلی دو مسٹ کالز سلطانہ کی جانب سے تھیں۔ پھر چار کالز حنفیہ اور زار کی جانب سے کی گئی تھیں۔ اس نے فون کو جیب میں اڑسا اور تیزی سے گلیوں سے باہر نکل آیا۔ کچھ ہی فاصلے پر اک بلند عمارت والا ہسپتال موجود تھا۔

وہ اس طرف کو بھاگا۔ دروازہ دھکیلتے ہی اس نے آگے بڑھ کر رسپیشنسٹ سے یا سر کے بارے میں استفسار کیا تھا۔ اس نے سر ہلاایا اور پھر اسے ایم جنسی وارڈ کا راستہ دکھادیا۔ ایم جنسی وارڈ کی سرخ بیتی روشن تھی۔ شاید اسکی سرجری جاری تھی۔

ایک پل کے لیے اس نے گھر اسنس لیا اور پھر پشت دیوار سے لگائی۔ ہسپتال رات کے پھر بھی سفید بیویوں سے منور تھا۔ مریض، سفید کوٹ پہنے ڈاکٹرز اور مریضوں کے گھرانے۔ سب تیزی سے آ جا رہے تھے۔ اس نے جیب میں اڑسا فون نکالا اور پھر اسے نگاہوں کے سامنے کیا۔ اگلے کی لمحات میں وہ حنفیہ اور سلطانہ کو خبر کے متعلق آگاہ کر رہا تھا۔ کچھ ہی دیر میں سب ہسپتال کی اس تخت راہداری میں اکھٹے ہو گئے تھے۔ سلطانہ بے یقینی سے سر بار بار نفی میں ہلاتی، مسلسل رو رہی تھی۔ حنفیہ البتہ خود کو سنبھالے ہوئے تھے۔ زار اور شیر بھی ساتھ ہی پریشان سے ایستادہ تھے۔ حنفیہ نے انہیں یہاں آنے سے منع کیا تھا لیکن وہ پھر بھی چلے آئے تھے۔ وہ ان کی ٹیم کا سپریم ہینڈ سم پارٹ تھا۔ وہ اسے بھلا کیسے چھوڑ سکتے تھے۔

سر جری مکمل ہو چکی تھی۔ ڈاکٹر زاب باہر نکل کر ہاتھوں سے شفاف باریک دستانے اتارتے انہیں سر جری کے متعلق بریف کر رہے تھے۔ گولی خطرناک ثابت نہیں ہوئی تھی۔ لیکن ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ اگر نشانہ چند اچھے نیچے ہوتا تو یا سر کا گردہ ضائع ہو سکتا تھا۔ سلطانہ پھر سے رونے لگی تھی۔ حنیفہ نے بے اختیار شکر کا کلمہ ادا کیا تھا۔ پھر روئی ہوئی سلطانہ کو ہمدردی سے دیکھتے تسلی دینے لگے۔ یہ کہ وہ اب ٹھیک تھا۔۔۔ اسے کچھ نہیں ہوا تھا۔

ساحر اگلے ہی پل باہر چلا آیا تھا۔ پھر فون پر نمبر ملا کر کان سے لگایا۔ فون تیزی سے اٹھایا گیا۔ "وہ ٹھیک ہے نا۔۔۔ پلیز مجھے بتاؤ کہ وہ ٹھیک ہے۔۔۔" اپار ٹمنٹ کے سرد ٹانکر پر، ہیلز کے ساتھ وہ اب تک بیٹھی تھی۔ آنسو خشک ہو چکے تھے لیکن رونے کے باعث آنکھوں کے پوٹے درد کر رہے تھے اور آنکھیں شدید جل رہی تھی۔ ساحر نے گھر اسанс لیا۔۔۔

"وہ ٹھیک ہے، میڈم۔۔۔" اور سیلینہ کو لوگا کسی نے اسکے دل سے پہاڑ اتار دیا ہے۔ شکر گزاری کے کی آنسو ٹوٹ کر رخسار پر گرے۔ اس نے فرط جذبات سے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ آنسو ابتنے جارہے تھے۔

"وہ ٹھیک ہے۔۔۔ اوہ خدا یا وہ ٹھیک ہے۔۔۔ تمہارا بہت شکریہ، ساحر۔"

"وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ ٹھیک ہیں۔۔۔؟" اس نے جلدی جلدی ہاتھ کی پشت سے آنسو رگڑ کر صاف کیے۔ پھر سرا ثبات میں ہلایا۔ لہجہ مضبوط بنانے کی کوشش کی۔

"میں ٹھیک ہوں۔"

"اپار ٹمنٹ کا دروازہ ٹھیک سے بند ہے۔۔؟" اس نے یوں ہی چہرہ پھیر کر دروازے کی جانب دیکھا تھا۔

"ہاں--"

"ایسے نہیں۔ اٹھ کر دیکھیں۔ مجھے بتائیں کہ دروازہ ٹھیک سے بند ہے یا نہیں۔۔؟" ساحر کی دی گئی ہدایت پر وہ سر ہلاتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ ہیلز سے چلتی ہوئی آگے بڑھ آئی۔ دروازے کو دیکھا۔

"ہاں ٹھیک سے بند ہے۔"

"کچھ بھی ہو جائے آپ کسی کے لیے دروازہ نہیں کھولیں گی۔ میں ہاسپٹل سے فارغ ہو کر آپکے پاس چلا آؤں گا۔ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں آپکو۔۔؟" فون رکھتے رکھتے یوں ہی پوچھ لیا تھا۔

"نہیں۔ کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اوکے پھر۔ رکھتا ہوں۔" اس نے سر ہلایا اور فون کان سے ہٹا کر آگے بڑھ آئی۔ ایک پاؤں اونچا کر کے ہیل کی باریک اسٹریپ کھولی۔ پھر ہاتھ سے جوتا اتار کر زمین پر رکھا۔ دونوں ہیلز سے پیر آزاد کر کے وہ لاوچ میں چلی آئی تھی۔ لمحے بھر کو اپنے گورے گلابی پیروں کی جانب دیکھا۔ وہ بھاگنے کے باعث جگہ جگہ سے زخمی لگ رہے تھے۔ زخموں میں شدید جلن کا احساس بھی ہو رہا تھا۔ وہ بے دم سی صوفے پر گر سی گئی۔ کچھ لمحات پہلے تک اسکے قدموں میں بجلیاں سی بھر گئی تھیں۔ وہ کتنی ہی مسافتیں بھاگ کر عبور کر سکتی تھی۔ وہ یاسر کے لیے کہیں بھی بھاگ سکتی تھی۔ اسے

ایک لمحہ پہلے تک اپنے کیریز، اس انڈسٹری یہاں تک یاسر کے ساتھ دیکھ لیے جانے کا احساس تک نہیں تھا۔ اسے بس یاد تھا تو یہ کہ وہ زخمی ہوا تھا۔ اور اسکی وجہ سے ہوا تھا۔

پیروں میں آبلے سے بن گئے تھے۔ اور اب ان آبلوں میں شدید سوزش ہو رہی تھی۔ اس نے تکلیف سے آنکھیں بند کیں۔

یہ وہ کیا کرنے لگی تھی؟ ایک لمحہ پہلے تک وہ خود کو تباہ کر دینے کے دہانے پر تھی۔۔۔

اس نے پشت آہستہ سے صوف سے ٹکائی اور نیم دراز ہو گئی۔ زخم اب تک جل رہے تھے۔

کیا وہ خود کو تباہ کر دینے کی تاب رکھتی تھی؟ کیا وہ کسی اور جھٹکے کو برداشت کر سکتی تھی؟

پیروں کی جلن اب پورے وجود میں اترتی جا رہی تھی۔ اس نے آنکھیں کھولیں۔ ان میں گلابی سا پانی تھا۔ بالکل ہلاکا سا پانی۔

نہیں۔۔۔ وہ خود کو تباہ نہیں ہونے دے گی۔ وہ خود کو ایسے ختم ہونے نہیں دے گی۔

تازہ زخموں کی جلن گھری ہونے لگی۔ اس نے نگاہ جھکا کر زخموں کی جانب دیکھا۔ اور پھر اس نے اک فیصلہ لیا۔ اک کٹھن فیصلہ۔ وہ اٹھی اور چلتی ہوئی کمرے کے اندر چلی آئی۔ واش روم کا دروازہ نیم وا تھا۔ اس نے اگلے ہی پل اپنا ٹوٹا بکھرا سا سر اپا اس آئینے میں دیکھا تھا۔ اسکے گھرے شہد رنگ بال کندھوں پر الجھ کر بکھرے ہوئے تھے۔ لباس خراش زده تھا۔ ایک جانب سے آہستین پھٹی ہوئی تھی۔ آنکھیں رو رو کر زخمی سی دکھ رہی تھیں اور قدموں میں ہوتی جلن ہر گزرتے پل کے ساتھ بڑھتی جا رہی تھی۔۔۔

وہ اب یاسر سے کبھی نہیں ملے گی۔ کبھی بھی نہیں۔ وہ اسے اپنے معاملات سے دور رکھے گی۔ وہ ساحر کی بات مانے گی۔ وہ اب کوئی بھی بچکانہ قدم نہیں اٹھائے گی۔

آگے بڑھ کر اس نے نلکا چلا�ا اور پھر تیز دھار پانی سے اگے ہی پل چہرہ دھونے لگی۔ میک اپ پانی کے ساتھ بہنے لگا تھا۔ اس نے ہاتھ سے چہرہ صاف کیا اور پھر چند پل یو نہی خالی نظر وں سے خود کو دیکھتی رہی۔

اور اک فیصلہ تھا جو سیلینہ مظہر کو بہت پہلے لے لینا چاہیے تھا۔



ہسپتال کی سفید راہداری ویسے ہی روشن تھی۔ ٹالنر بہت سرد اور جمادینے کی حد تک ٹھنڈے محسوس ہو رہے تھے۔ اسکی سرجری مکمل ہو چکی تھی اور اب وہ دوائیوں کے زیر اثر گھری نیند سورہا تھا۔ ماتھے پر اک عدد سفید پٹی بھی بندھی تھی۔ ہسپتال کے سفید گاؤں میں وہ مضھل سالگ رہا تھا۔ بند آنکھوں کے ساتھ لیٹا۔ دنیا و مافیہا سے بے خبر۔ وہ سب اسکے آس پاس اکھٹا تھا۔ سلطانہ اسکا بے جان ہاتھ تھا، اسکے بستر کے ساتھ لگی کرسی پر براجمان تھی۔ حنیفہ اور ساحر ایک جانب ایستادہ تھے۔ ساحر اور زار ایک جانب کاؤچ پر بیٹھے تھے۔ حنیفہ نے ان تینوں کو آنکھ سے اشارہ کیا تو وہ تینوں ان کے پیچے بڑھ آئے۔

اب وہ تینوں ہسپتال کے باہر زینوں کے اس پار موجود تھے۔ اسٹریٹ بلب روشن تھے۔ وہ چاروں اسکے نیچے ایستادہ رہے۔ کچھ پل جیسے خاموشی چھائی رہی تھی۔

"کس نے کیا ہے۔۔؟" حنیفہ کی بھاری سی آواز ابھری تھی۔ سب کا رخ ساحر کی جانب تھا۔
"گلیوں میں اندھیرا بہت تھا۔ اور اس نے ماںک پہن رکھا تھا۔"

"چڑے کا ماںک تھا۔ سور کی شکل کا۔" یکدم ہی شیر کے چہرے پر کراہیت سی ابھری تھی۔ زار نے بے چینی سے سر جھٹکا تھا۔ ساحر بغیر اثر لیے سیدھے چہرے کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

"اسے ہماری ایجنسی کے خفیہ اسپاٹ کا علم کیسے ہوا۔۔؟"

"یاسر ٹھیک کہہ رہا تھا۔ وہ ایجنسی کا ہی کوئی بندہ ہے۔ وہ ہی جسے میں نے اس رات کیسنز کے درمیان سے بھاگتے دیکھا تھا۔ وہ اور یہ شخص دونوں ایک ہی ہیں۔" اب کہ وہ تینوں چونکے تھے۔
حنیفہ نے ابرو سکیپر کر اسے دیکھا۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"تمہیں کیسے پتا۔۔؟"

"ان دونوں کے بھاگنے کا انداز بالکل ایک سا تھا۔"

"تم زار۔۔ تم کہاں تھے۔۔؟" کیا میں نے تمہیں اور ساحر کو سیلینہ کی حفاظت کے لیے مقرر نہیں کیا تھا۔؟" حنیفہ کی آواز میں اب کہ نالپسندیدگی سی تھی۔ زار کا چہرہ یکدم شرمسار کا سرخ ہوا تھا۔
ساحر نے گھر اسائنس لیا۔

"زار کی کوئی غلطی نہیں ہے یہاں۔ سیلینہ نے اسے اپنے کام سے بھیجا تھا۔" حنیفہ پر جیسے گھڑوں پانی پڑ گیا تھا۔

"ایسا کیا ضروری کام آن پڑا تھا کہ اسے تمہیں بھیجننا پڑا۔"

"ان کی میک اپ کٹ رہ گئی تھی سیٹ پر۔ بس وہی واپس لینے گیا تھا میں۔ ان کا ماننا تھا کہ میک اپ ہر ایک شے سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ ایک ایکٹریں کے لیے تو میک اپ سانس لینے کا کام دیتا ہے۔" اس نے سیلینہ کی جانب سے جھاڑا گیا فلسفہ، منمناتی سی آواز میں حنیفہ کے گوش گزار کیا تھا۔ انہوں نے گھرا سانس لے کر سر ہلایا تھا۔ اف سیلینہ!

"اب تم تینوں میری بات بہت دھیان سے سنو۔ اب ہم یہ کیس خود سالو کر رہے ہیں۔ پولیس اپنا کام کرتی رہے لیکن ہمیں اس حملہ آور کو خود پکڑنا ہو گا۔ یاسر کی پھرے داری کے لیے میں ایجنسی سے گارڈز کو بھیج دیتا ہوں۔ اسکی حفاظت بے حد ضروری ہے۔ لیکن تم تینوں اب اپنی آنکھیں کھلی اور لب بند کرلو۔ ایجنسی میں سے کسی پر بھی اس معاملے پر یقین کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" ان تینوں نے ہی سمجھ کر سر ہلایا تھا۔

visit for more novels:

"ساحر۔ تم اس انسان کا اسکیچ بناؤ۔ تم اسے دو دفعہ دیکھ چکے ہو۔ سیاہ ماسک والا اسکیچ بناؤ۔" اسکی جو بھی جسمانی تفصیلات ہیں وہ آرٹسٹ کو دو اور ایک خاکہ تیار کرواؤ۔ زار اور شیر۔ تم دونوں اپنے کیپنز میں سی سی ٹی وی کیمرے انسٹال کرو۔ چوبیس گھنٹوں کی فوٹیجز کو جانچو۔ کون کتنی مرتبہ بغیر کسی وجہ کے تمہاری چیزوں میں جھانکتا ہے اور تم سے بات بے بات باتیں الگوانے کی کوشش کرتا ہے۔ ہمیں اب یہ سب خود آبزرو کرنا ہو گا۔" ان کے حکم صادر کرنے پر ان تینوں نے "راجہ سر" کہا تھا۔ پھر وہ تینوں ہی حنیفہ کے پیچھے بڑھ گئے۔

کار کی جانب بڑھتے ہوئے خنیفہ کے قدم لمحے بھر کو زنجیر ہوئے تھے۔ سردار۔۔! اس ساری بھاگ دوڑ میں وہ انہیں یاسر کے حادثے کے متعلق مطلع کرنا تو بھول ہی گئے تھے۔ انہوں نے تینوں کو اشارہ کیا تو وہ تینوں اپنی کارز کی جانب بڑھ گئے۔ وہ پچھے اب اپنے فون کی سیاہ اسکرین کو خاموشی سے تک رہے تھے۔ کثافت جیسے گھری ہو گئی تھی۔

ہاسپٹل کے ٹھنڈے ٹیالے رنگ کی دیواروں والے کمرے میں وہ گم صمی اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ روتوں رہی تھی لیکن اب آنسو خشک ہو گئے تھے۔ گلابی ہوئی ناک دہک رہی تھی۔ اسے کچھ لمحات قبل ہی روم میں شفت کیا گیا تھا۔ وہ اسکا ہاتھ اپنے رخسار سے ٹکائے بلیٹھی تھی۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا۔۔ کہ ہسپٹال اتنے سرد ہوتے ہیں۔۔ اتنے سرد کہ انتظار میں ٹانگیں جمنے لگتی ہیں اور آنکھیں پتھرا جانے کا خدشہ گھرا ہونے لگتا ہے۔۔ تم نے۔۔ تم نے وہ اذیت کیسے برداشت کی تھی میرے بچے۔۔؟ تم اس اذیت ناک رات کو سر کرنے کے بعد اب تک زندہ کیسے رہے ہو۔۔؟ مجھے کبھی سمجھ نہیں آیا کہ تم مجھ سے اتنی نفرت کیوں کرتے رہے۔۔؟ کیوں میرے منہ پر ہمیشہ دروازے بند کرتے رہے۔۔؟ کیوں مجھے ہمیشہ پرے دھکیلتے رہے۔۔ مجھے نہیں پتہ تھا کہ ہسپٹال اتنے سرد ہوتے ہیں۔۔ اتنے زیادہ۔۔" ایک آنسو ٹوٹ کر رخسار پر لڑھا کا تھا۔ آنسو سیدھا یاسر کے ہاتھ پر جا گرا تھا۔۔ تکلیف پر اسکا گلا جیسے تنگ پڑنے لگا تھا۔۔ سب سیاہ دھنڈ میں لپٹتا جا رہا تھا۔۔ اسے ہر وہ لمحہ یاد آیا جب وہ یاسر تک بڑھنے کی کوشش کرتی اور وہ اس سے دور بھاگ جاتا۔۔ هر لمحہ اذیت ناک تھا۔۔

"مجھے نہیں پتہ تھا کہ میری محبت تمہارے لیے کرب کا باعث تھی۔ مجھے نہیں پتہ تھا کہ میری آغوش تمہارے لیے ہسپتال کی سرد راہداریوں جیسی تھی۔ مجھے نہیں پتہ تھا میرے بچے۔ مجھے معاف کر دو۔ تم ٹھیک ہو جاؤ۔ میں تمہاری خواہش پوری کروں گی۔ میں آئندہ کبھی تمہیں اپنا چہرہ دکھا کر تکلیف میں مبتلا نہیں ہونے دوں گی۔ میں وعدہ کرتی ہوں، بیٹا۔ میں ایسا ہی کروں گی۔" اس نے آنسو رگڑ کر مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ پھر اسکے ہاتھ کو احتیاط سے بیڈ پر رکھ دیا۔ اب وہ اسے چپ چاپ دیکھتے رہنا چاہتی تھی۔ اپنے پیارے یاسر کو۔



اس نے بمشکل اپنی پلکیں ایک دوسرے سے جدا کی تھیں۔ ایک دو دفعہ پلکیں جھپکانے کے بعد اسے سفید روشنی کا احساس ہوا تھا۔ مصنوعی سفید روشنیاں۔ اندھیرا۔ روشنی۔ پھر سے اندھیرا۔ اسکی پلکیں بھاری ہونے لگی تھیں۔ اگلی دفعہ جب اس نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی تو آس پاس ہوتی باتوں کی آواز محسوس ہوئی۔ اسے جاگتا دیکھ کر کوئی اسکے قریب چلا آیا تھا۔ کوئی کسی ڈاکٹر کو بلانے کا بھی کہہ رہا تھا۔ آوازیں۔ آنسو۔ خوشی۔ سب جیسے گڈ ڈڈ ہو رہا تھا۔

کچھ دیر بعد اسے واقعتاً مکمل طور پر ہوش آگیا تھا۔ اس کی پلکیں اب کہ اتنی بھاری نہیں تھیں۔ اس نے آس پاس گردن آہستگی سے گھما کر دیکھا۔ سردار، ارمان، سلطانہ۔ تینوں ایستادہ تھے۔ ارمان اب ڈاکٹر سے اسکی ریکوری کے متعلق بات کر رہا تھا۔ دادا اور سلطانہ اس پر جھکے کچھ کہہ رہے تھے۔ اسکی سماعت کو الفاظ تو محسوس ہوئے لیکن سمجھ نہیں آیا کہ وہ دونوں کیا کہہ رہے تھے۔ کچھ پل بعد اسے آواز واضح طور پر سنائی دینے لگی تھی۔

"یاسر بچے۔ کیسے ہو اب۔۔؟ زیادہ تنکیف تو نہیں ہو رہی زخم میں۔۔؟" سردار کی مہربان سی آواز اسے اپنے

کان کے قریب محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے انہیں دیکھا۔ ان کی آنکھیں نم تھیں۔ شاید وہ روتے رہے تھے۔ اس نے چہرہ گھما کر سلطانہ کو دیکھا۔ وہ اب گھرے گھرے سانس لیتی خود کو نارمل کرتی بمشکل مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔ لیکن آنسو تھے کہ اپنا راستہ ہمیشہ ڈھونڈ لیا کرتے تھے۔

اس نے چہرہ سردار کی جانب گھما�ا۔ پھر آہستہ سے کہا۔۔

"کیا ڈاکٹر نے نہیں بتایا کہ مجھے ریکور کرنے کے لیے تہائی اور سکون کی ضرورت ہے۔۔؟" اور وہ جو مسکرا کر نرمی سے جھکے اسے سن رہے تھے، یکخت چونکے۔ اسے دیکھا۔ وہ سنجیدہ تھا۔ اور انہی ٹھہرے ہوئے تاثرات کے ساتھ انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ جیسے بے بسی سے بسی سے ہنس دیے تھے۔

"مجھے لگا تھا تم مجھ سے انتہائی کوئی فلمی ساجملہ بولو گے لیکن تم۔۔ تم تو۔۔ اوہ یاسر۔۔" وہ بے بسی سے ہنسنے جارہے تھے۔ کتنا ڈر گیا تھا ان کا دل۔ پھر آنکھوں میں ڈھیروں خفگی سمیٹ کر اس بد تنیز کی جانب دیکھا۔

"مجھے لگا تھا میں اپنا دوسرا بیٹا کھونے جا رہا ہوں۔ تم نے یہ جاب کرنے سے قبل مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تم اپنی حفاظت کرو گے۔ یہ حفاظت کر رہے ہو تم۔۔؟" بہت ہو گیا لاڈ پیار۔ وہ اس پر گر جے تھے۔ ڈاکٹر اور ارمان نے چونک کر ان کی جانب دیکھا۔ سلطانہ بھی انہیں ایسے ہی دیکھ رہی تھی۔ نہیں چونکا تھا تو بس یاسر نہیں چونکا تھا۔

"آپ مریض سے ایسے بات نہیں کر سکتے۔ ان کی ذہنی صحت کا خیال رکھیں۔" ڈاکٹر کی ہلکی سی تنبیہ پر اس نے سردار کو جتناتی نگاہوں سے دیکھا تھا۔ جیسے کہہ رہا ہو۔۔۔ دیکھا۔۔۔ میں نہ کہتا تھا۔۔۔

"چھڑوں کی ضرورت ہے آپکے مریض کو فی الحال۔۔۔" وہ کہاں پیچھے رہنے والے تھے۔ وہ ٹھیک ہوتا تو دل کھول کر ہنستا۔ لیکن ابھی تو ہلکی سی جنبش بھی تکلیف دے رہی تھی۔

"آپ ہیں کون مریض کے۔۔۔؟"

"دادا ہوں میں اس کمخت کا۔۔۔" ارمان جلدی سے ڈاکٹر کو لیے باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ مبادا سردار اپنے جلال سے اسے بھی بہرہ مند کر دیتے۔

"دادا ہی تو ہیں بس۔۔۔" ہلکی سی آواز میں کہا تھا یا سر نے۔۔۔ سردار کو تو گویا پنگے لگ گئے تھے۔ سلطانہ نے ہنسی دبانے کی خاطر چہرے پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔

"صرف دادا۔۔۔! وہ اسکی سنگدلی پر گویا بلبلائے تھے۔ اس نے سکون سے سر اثبات میں ہلا�ا تھا۔

"تم ذرا صحیح ہو جاؤ۔۔۔ پھر۔۔۔"

"پھر کیا۔۔۔؟" اس نے انکی بات کاٹی تھی۔ وہ بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گئے تھے۔

"مجھے غصہ دلانے کے لیے کیا خصوصی طور پر طزر کرنے کی کلاس لیتے رہے ہو۔۔۔؟" انہوں نے اختیاً پوچھ ہی لیا تھا۔ اس دفعہ وہ ہلاکا سا مسکرا یا تھا۔۔۔ بالکل ہلاکا سا۔ سردار اسے اتنے دنوں بعد مسکراتا دیکھ کر جیسے ہلکے چکلے سے ہو گئے تھے۔ اس نے یونہی گردن پھیر کر سلطانہ کی جانب دیکھا تھا۔ ملگجا لباس اور تھکی تھکی سی آنکھیں۔ وہ شاید گھر نہیں گئی تھی۔

"اب کیسا فیل کر رہے ہو---؟" اس نے سر ہلا�ا تھا۔
"بہتر---"

"سلطانہ بیٹے۔۔۔ گھر جا کر تھوڑی دیر آرام کرو۔ تم دو دن سے ایک ٹانگ پر کھڑی رہی ہو۔ ایسے تو تم بیمار ہو جاؤ گی۔" سردار کے کہنے پر وہ چونکا تھا۔ دو دن۔۔۔ کیا وہ دو دن بعد ہوش میں آیا تھا؟
"دو دن۔۔۔! اتنا لیٹ ہوش کیوں آیا مجھے۔۔۔؟"

"تمہیں ان پچھلے دنوں میں بہت دفعہ ہوش آچکا تھا لیکن تم دوائیوں کے زیر اثر نہم غنوڈگی میں تھے۔ سلطانہ بیٹے جاؤ۔۔۔ آرام کرو۔ میں یاسر کے پاس ہوں۔" اس نے اب کہ چہرہ سلطانہ کی جانب پھیرا تھا۔ پھر کھنکھار کر کہا۔

"آپ آرام کریں۔ یہاں پر دادا ہیں میرے پاس۔"

"اوکے۔۔۔ لیکن میں شام میں پھر سے آؤں گی۔ تم مجھے یہاں آئے سے روک نہیں سکتے۔" اسکے جواب دینے سے قبل ہی سردار سر ہلا کر انہیں اجازت دے چکے تھے۔ وہ باہر کی جانب بڑھیں تو اس نے ما تھے پر ڈھیروں بل لیے سردار کی جانب دیکھا۔

"آپ نے انہیں یہاں واپس آنے کی اجازت کیوں دی۔۔۔؟"

سردار سکون سے اسے دیکھتے رہے تھے۔

"کیونکہ وہ ماں ہے تمہاری۔ دنیا کی کوئی بھی طاقت اسے تم سے الگ نہیں کر سکتی۔ تم بھی نہیں۔"

"میں نہیں چاہتا کہ وہ کسی قسم کے خطرے سے دوچار ہوں۔"

"اپنے بیٹے کے پاس اسے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہو گا۔ لیکن ایک منٹ۔۔ کیا تمہیں اسی ماں کی فکر ہو رہی ہے جس کی تم شکل دیکھنے تک کے روادار نہیں تھے۔۔؟" پھر جھک کر اسکے سینے پر ہاتھ رکھا۔ جیسے کچھ محسوس کرنا چاہا۔ "کیا تمہارے سینے میں دل کی جگہ پتھر نہیں موجود۔۔؟ چج۔۔ مجھے تو ہمیشہ یہی لگتا رہا کہ تمہارے پاس دل نامی کوئی چیز نہیں ہے۔" وہ انہیں آنکھیں اٹھا کر دیکھتا رہا تھا۔

"میں مراقب نہیں کر رہا ہوں، دادا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ بلا وجہ کسی بھی مسئلے میں میری وجہ سے پھنسیں۔ آپ سمجھتے نہیں ہیں۔۔"

"میں کیا نہیں سمجھتا، جناب۔۔؟" وہ جتنا پچ و تاب کھا رہا تھا سردار اتنا ہی سکون میں تھے۔ پھر اس نے گہرا سانس لیا۔ ہاتھ سے اپنے پیٹ پر بندھی پٹی کو چھو کر زخم محسوس کیا۔ آہ۔۔ اسکے چھوٹے پر اندر جیسے سوئیاں سی چبھی تھیں۔

visit for more novels:

"جس نے مجھے زخمی کیا ہے وہ میرے آس پاس موجود لوگوں کو بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ میری جاپ ایسی ہے کہ بہت سے دشمن اپنے آپ ہی بن جاتے ہیں۔ انہیں بس کسی ٹریگر کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ کسی کا گھرانہ تباہ کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔" آواز آہستہ تھی۔ سردار گردن جھکائے محبت سے اسکا چہرہ دیکھ رہے تھے۔

"تم ہو نا ہماری حفاظت کرنے کے لیے۔ کوئی کیسے ہمیں ہاتھ لگا سکتا ہے۔۔؟ تمہارا غصہ ور چہرہ دیکھ کر کوئی ہمیں ہاتھ لگانے کی جرأت کر سکتا ہے کیا۔۔؟"

"آپکو بھی یہاں آنے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں ٹھیک ہوں۔ کچھ ہی دنوں میں کی کلو میٹر ز تک بھاگ بھی سکونگا۔"

"تمہیں کیوں لگتا ہے کہ تم سپر مین ہو۔؟"

"میں یاسر ہوں۔"

"بڑا کوئی تیر مارا ہے آپ نے یاسر ہو کر۔" سردار کا ٹھنڈا سا انداز ادیکھ کر اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ کسی بھی طور یہاں سے ٹلنے والے نہیں تھے۔ اسی پل ارمان دروازہ دھکیلتا اندر چلا آیا تھا۔ ایک نظر یاسر پر ڈالی۔ اسکے

ماتھے پر بل تھے اور نقش کچھ بگڑے سے تھے۔ اس نے ایک نظر سردار پر بھی ڈالی۔ "ڈاکٹر ز کا کہنا ہے کہ ریکوری کے لیے دو ہفتے درکار ہیں۔ اس سے پہلے تم اپنے روم سے باہر نہیں نکل سکتے۔ زخم ابھی تازہ ہے۔ اگر احتیاط نہیں کرو گے تو زخم خراب ہو سکتا ہے۔ اسی لیے اپنی من مانیوں کو چند دنوں کے لیے بالائے طاق رکھ کر صرف اپنی صحت کا خیال کرو۔" ارمان کے ایک ہی سانس میں کہنے پر اسے مزید کوفت ہونے لگی تھی۔ اس نے سرتکیے پر رکھ دیا تھا۔ دو ہفتے۔ دو ہفتون تک وہ اس مر جھائے ہوئے، مصنوعی روشنیوں سے مزین ہسپتال میں آخر کیا کرے گا؟ اسے اگلے چند دنوں کے بارے میں سوچ کر ہی شدید اکتاہٹ ہوئی تھی۔

"میں اسے ہی سمجھا رہا ہوں لیکن مجال ہے کہ دادا کی کوئی بات اسے سمجھ آجائے۔" سردار نے خفگی سے کہا تھا لیکن ارمان کی بات ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔

"اور آپ دادا۔ آپ یہاں اب نہیں رہیں گے۔ آپ میرے گھر جا رہے ہیں۔ میں نے ڈرائیور سے کہہ دیا ہے وہ آپکو میرے گھر ڈرائپ کر دے گا۔ یاسر کو اب ہوش آگیا ہے اور وہ خطرے سے باہر ہے۔ اسی لیے آپ بلاوجہ یہاں نہیں رک سکتے۔ آپکو بھی اپنی صحت کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔" اسی سکون سے سردار کو ہدایات دیں تو یاسر نے چونک کر چہرہ اٹھایا۔ دادا بھی اتنے ہی حیران ہوئے تھے۔

"مجھے لگا تھا تم میرے ساتھ ہو۔۔۔؟" وہ بگڑ کر بولے تو یاسر کو ہنسی آئی۔ ارمان نے شانے اچکائے تھے۔

"میں اب بھی آپکے ہی ساتھ ہوں، دادا جان۔۔۔"

"یہ ساتھ ہو تم۔۔۔؟ مجھے میرے پوتے سے دور کر رہے ہو۔۔۔؟"

"آپکا پوتا کوئی چھوٹا بچہ نہیں ہے۔ بڑا مرد ہے۔ ایسی دو تین گولیاں تو آرام سے کھا کر آگے والوں کو سیدھا کر سکتا ہے۔ کیا آپکو کسی نے نہیں بتایا کہ یہ اسی زخمی حالت میں خود ہا سپیل چل کر آیا تھا۔ ڈاکٹر زاب تک حیران ہیں کہ اس نے گولی لگنے کے بعد ہوش کیوں نہیں کھویا اور یہ اتنا فاصلہ بھی عبور کر کے یہاں تک کیسے آسکتا ہے۔؟ دل تو کر رہا تھا کہ بتا دوں یہ انسان نہیں جن ہے لیکن پھر جانے دیا۔۔۔ اب آپ جا رہے ہیں یا نہیں۔۔۔؟ کیونکہ حفاظت کی اسے نہیں آپکو ضرورت ہے۔۔۔"

اب کہ ہسپتال کے اس ٹیا لے کمرے کا منظر کچھ اور تھا۔ یاسر ہاتھ باندھے مخطوط نگاہوں سے سردار کا بے یقین چہرہ دیکھ رہا تھا۔ ارمان اپنی تقریر کرنے کے بعد سکون سے دادا کی جانب متوجہ تھا۔ پھر سردار نے انتہائی خفگی سے دونوں کی جانب دیکھا اور سر جھٹک کر باہر کی جانب بڑھ گئے۔

"جب میرے سفید محل آؤ گے تو میشم کے ہاتھ کے انتہائی خوفناک کریلے کھلاو نگا تم دونوں کو۔ یاد رکھنا۔" دروازہ بند ہو گیا تھا لیکن ہسپتال کے اس کمرے میں دلفریب سا قہقهہ گونجا تھا۔ سردار کے جاتے ہی ارمان اسکے قریب چلا آیا تھا۔ پھر اسے گھرا سانس لے کر دیکھا۔

"کیا--؟" اس نے ناممکنی سے پوچھا تھا۔

"سیلینہ سے کتنی محبت کرتے ہو--؟"

"واٹ--!"

"بکواس بند کرو اور بتاؤ کہ کتنی اچھی لگتی ہے وہ تمہیں--؟" visit for more www.urdunovelbank.com

"کیا گھٹیا سوال ہے یہ--؟"

"اسکا رشتہ آیا ہے۔" وہ نہیں چونکا۔ انہی خاموش، گھری نظروں سے ساتھ کھڑے ارمان کو دیکھتا رہا۔

"تو--؟" کچھ پل بعد بڑی بے رحمی سے پوچھا تھا اس نے۔ ارمان کی جانچتی نگاہیں اسکے چہرے پر جمی رہیں۔

"تم واقعی اسے پسند نہیں کرتے--؟"

"ارمان یہ کیا فضول سوال ہے۔۔۔؟" اب کہ وہ بگڑا تھا۔

"اس میں کچھ بھی فضول نہیں ہے۔۔۔کچھ ہی پل بعد واحد حسن اپنی بیوی سے علیحدگی کی خبروں کے ساتھ ہمیڈ لائز کا حصہ ہو گا۔ اور وہ سیلینہ کے پاس دوبارہ جائے گا۔ وہ اسے دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ کیا تم اس سب کے لیے تیار ہو۔۔۔؟" اور اب کہ اسکے ابرو متعجب سے اوپر کو اٹھ گئے تھے۔

"وہ اس گھٹیا آدمی سے دوبارہ کیوں رشتہ جوڑنا چاہے گی۔۔۔؟" اور اب کہ وہ بولا تو آواز میں گھری اکتاہٹ کے ساتھ طیش بھی ہلکوڑے لے رہا تھا۔ ارمان بالکل ہلاکا سا مسکرا یا تھا۔ پھر جیبوں میں ہاتھ ڈالے ہی کندھے اچکائے تھے۔

"وہ کسی سے بھی رشتہ جوڑے۔۔۔ اس سے تمہیں کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔"

"وہ کسی سے بھی ایسے کیسے رشتہ جوڑ سکتی ہے۔۔۔؟ اور وہ کیوں جوڑے گی؟"

"کیونکہ یہ اسکی زندگی ہے اور وہ اس زندگی کا فیصلہ کرنے کا ہر حق رکھتی ہے۔" اور وہ ارمان کے ٹھنڈے سے انداز میں کہنے پر ٹھنک کر ٹھہر سا گیا تھا۔ پھر چہرہ اسکی جانب سے پھیر کر سر جھٹکا۔

"اگر تم اس میں واقعاً دلچسپی رکھتے ہو تو آگے بڑھو۔۔۔ اور اسے۔۔۔ اس واحد نامی بے ڈھنگی مخلوق سے چھین لو۔۔۔ ویسے بھی وہ اسکے قابل نہیں ہے۔۔۔"

"مجھے اس میں دلچسپی نہیں ہے۔"

"ایسے نہیں۔ سوچ کر جواب دو۔ کیا تم اسے دوبارہ واجد کی زندگی میں داخل ہوتے دیکھنا چاہتے؟"

"مجھے اس سب سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" اس نے احتجاج کہا تھا۔ ارمان ڈھیٹوں کی طرح مسکراتا رہا۔ اس نے یاسر کا احتجاج سنا، ہی نہیں تھا۔

"پھر وہ اسے دوبارہ ذلیل کرے گا۔ اس دفعہ پچاس نہیں ہزاروں کے سامنے کرے گا۔ ماریہ اسکی زندگی پہلے ہی عذاب بنانے کے درپے ہے۔ وہ اپنے باپ کے ساتھ اسکی زندگی بر باد کرنے کے لیے جن عظیم چالوں کا سہارہ لے گی، اسکا سیلینہ پر کیا اثر پڑے گا، اسے بھی سوچ لینا۔ واجد کا نامی گرامی کاروباری باپ اسے کبھی بھی اپنی بہو تسلیم کرنے پر راضی نہیں ہو گا۔ وہ اسے اسکی زندگی چھوڑنے پر مجبور کرے گا۔ وہ اس پر۔۔۔ ہر طرح سے زور ڈالے گا یاسر عالم کہ وہ یہ انڈسٹری چھوڑ دے۔۔۔ اور تم۔۔۔ تمہیں یہ سب ہمت کے ساتھ دیکھنا ہو گا۔"

وہ اب بس چھبھتی ہوئی نگاہوں سے ارمان کا چہرہ تک رہا تھا۔ وہ چبا چبا کر بول رہا تھا۔ جیسے بہت مخطوط ہو رہا ہو۔

"اب کیا تم یہاں سے دفع ہو سکتے ہو۔۔۔؟" اس نے دروازے کی جانب ابرو سے اشارہ کر کے ضبط سے کہا تھا۔ ارمان نے سر اثبات میں ہلا�ا۔۔۔

"میں دوست ہوں تمہارا۔ تمہیں تم سے بھی زیادہ جانتا ہوں۔ اسی لیے پہلے سے وارن کر رہا تھا تمہیں۔" ساتھ ہی ہاتھ جھلا کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔ اس نے انہی چھبھتی آنکھوں سے کمرے کا بند دروازہ دیکھا اور پھر کوفت سے آنکھیں بند کر کے کھولیں۔ اس بستر پر رہنا اس کے لیے کسی

کڑے امتحان سے کم نہیں تھا۔ اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھا فون اٹھالیا تھا۔ اب وہ بے چینی سے ای میلز چھان رہا تھا۔ کیا واحد واقعی ماریہ کو زندگی سے بے دخل کر رہا تھا؟ اگر ایسا تھا تو سیلینہ کی زندگی ایک بار پھر سے مشکل ہونے جا رہی تھی۔

☆☆☆

اسے شوت کے ساتھ فولو شوت کے لیے بھی کام کرنا تھا۔ سلطانہ کئی دنوں بعد آج سیٹ پر نکھری نکھری سی آئی تھی۔ لیکن سیلینہ نے محسوس کیا کہ اسکا انداز اسکے ساتھ بے انتہا روکھا اور کھنچا کھنچا سا تھا۔ وہ سب سے مسکرا کر نرمی سے حال احوال دریافت کر رہی تھی لیکن جو نہیں اسکی جانب نگاہ اٹھی تو۔ انداز میں یکدم ہی سرد مہری سی اتر گئی۔ اسکا دل بے تحاشہ خراب ہونے لگا تھا۔ وہ یاسر کی ماں تھی اور یاسر اسکی وجہ سے ایسی حالت میں ایڈمٹ تھا۔ کوئی بھی ماں اسکی جگہ ہوتی تو ایسا ہی رد عمل دیتی۔ سرمد نے اسے آنکھ سے اشارہ کیا تو وہ سمجھ گئی۔ سلطانہ اسے یقیناً اپنے آفس میں طلب کر رہی تھی۔ اس نے تھوک نگاہ اور پھر آگے بڑھ آئی۔

دروازہ کھٹکھٹایا۔ پھر دبے قدموں آگے بڑھ آئی۔

سلطانہ نے اک سرد سی نگاہ اس پر ڈالی تھی۔ اسکی پیشانی پر پسینہ سا ابھرا تھا۔ حلق خشک ہو گیا تھا۔

"کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا یاسر سے ملنے سے۔۔۔؟" سوال بہت کڑے انداز میں پوچھا گیا تھا۔ اسکی گردن جھک سی گئی۔ کندھوں پر منوں بوجھ آگرا۔

"سوری۔۔ مجھے اس سے نہیں ملنا چاہیے تھا۔ آئی ایم ریل۔۔"

"لڑکی۔۔ ادھر دیکھو۔۔" اس نے سختی سے درمیان میں اسکی بات کاٹی تو اس نے بہت سا تھوک نگل کر چہرہ اٹھایا۔ پیشانی کا پسینہ اب رخسار تک ڈھلک آیا تھا۔ وہ خود کو بے حد کمزور محسوس کر رہی تھی۔ اسے لگا وہ کہیں اندر دبتی جا رہی ہے۔ کہیں بہت اندر۔۔ "مجھے تمہاری وضاحتوں میں قطعاً بھی کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں تمہیں بالکل آخری دفعہ خبردار کر رہی ہوں۔۔ میرے بیٹے سے دور رہو۔ تمہاری وجہ سے ماریہ نے اسے بھی داغدار کرنے کی کوشش کی تھی۔ تمہارے میں میں اسے بھی گھسیٹا تھا۔ صرف اسی لیے کہ وہ کسی اچھے انسان کی مانند تمہاری آخر تک مدد کرتا رہا لیکن اب۔۔ اب پانی سر سے اوپر ہوتا جا رہا ہے۔ اب تمہاری اس کی زندگی میں موجودگی اک نزا خطرہ ہے۔ اسی لیے تم بغیر کوئی اطلاع دیے منظر عام سے غائب رہو۔ مجھے دوبارہ تمہیں خبردار کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔۔"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

اس نے سر ہلا دیا۔ اسکے علاوہ وہ کیا کر سکتی تھی؟
وہ باہر نکل آئی۔ ایک نظر پھیلے کام پر ڈالی۔ تکلیف اور مصروفیت ساتھ ساتھ تھی۔ وہ آخر جاتی تو کہاں جاتی؟ کسی نے اسے آواز دی تو اس نے گہرا سانس لیا۔ حلق میں موجود گرہیں نگلیں۔۔ اور پھر بمشکل چہرے پر مسکراہٹ سجائی آگے بڑھ آئی۔ بعض دفعہ مسکراانا بھی کسی عذاب سے کم نہیں ہوا کرتا تھا۔۔ اسکے لیے وہ لمحہ شروع ہو چکا تھا۔ بہت پہلے سے۔۔

☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔۔

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com



google.com/search?q=u

1

:



Google



urdu novel bank



All

Images

News

Videos

Books

Sea

visit for more novels.

www.urdunovelbank.com



<https://www.urdunovelbank.com> > ...

:

Urdu Novel Bank

interesting and best famous urdu novels free Pdf
Download on One click. all Categories new and
old urdu novel stories..

All Urdu Novels List

Urdu Novel Bank
website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں ---

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
کمکمل ناول مفت میں

اور

"website"

لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کر لیں ۔۔۔

شکریہ ۔۔۔

وہ کام سے واپس آئی تو حد درجہ تھکن کا شکار تھی۔ چند پل وہیں دروازے کے ساتھ خاموشی سے لگ کر بیٹھی رہی۔ پچپن کی تمام محرومیاں جانے کیوں اک ساتھ اس پر وارد ہو رہی تھیں۔ جب تائی اس سے کہتی تھیں کہ وہ اچھا کھانے، اچھا پہننے، اور اچھے انسانوں کے لاکن نہیں تھی۔ ان کا مانا تھا کہ ایک بار ہاسٹیں کی بیٹی جلد یا بدیر کسی مرد سے بھاگ کر شادی کرنے والی تھی۔ کیونکہ وہ اس قابل نہیں تھی کہ اسے عزت کا رشتہ میسر آسکتا۔

اس نے سر تھک کر دروازے سے پشت سے ٹکایا تھا۔ اسے گلتا تھا کہ وقت کے ساتھ ہر تکلیف دیتی بات کا زخم مندل ہو جائے گا لیکن وہ غلط تھی۔ اسکے دل سے آج بھی کہیں ان باتوں پر خون رس رہا تھا۔ اسکا دل آج بھی اندر سے ٹوٹ رہا تھا۔ جب واجد سے رشتہ جڑا تب دل کو آس سی تھی کہ تائی کی باتیں سچ نہیں تھیں۔ ایسی فضول باتیں سچ کیسے ہو سکتی تھیں؟۔۔۔

پھر رشتہ ٹوٹ گیا اور تائی کی بھیانک پیش گوئیاں سچ ثابت ہوئیں۔۔۔

اس نے آنکھیں کھول کر تاریکی میں ڈوبی چھت کو دیکھا تھا۔ اپارٹمنٹ کی تمام بیتیاں بند تھیں۔۔۔

یاسر ملا تو اس نے آس ہی نہیں جوڑی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ قابل نہیں تھی لیکن یہ دل۔۔۔ یہ آس نہ ہونے پر بھی کیوں ٹوٹ رہا تھا؟ یہ نا امید ہونے کے بعد بھی کیوں ٹوٹ جانے کی سکت رکھتا تھا۔ یہ آخر سمجھتا کیوں نہیں تھا؟

وہ آہستہ سے اٹھی اور پھر آگے بڑھ آئی۔۔۔ انڈسٹری میں داخلے کے اوائل دنوں ہی میں اسے اٹینگ ڈس آرڈر کی شکایت ہو گئی تھی۔ وہ بے وقت اور بے جگہ کھانے لگی تھی۔ وہ بے تحاشہ کھانے کے بعد واش روم میں بند ہو کر کئی پھروں تک اپنے معدے سے سب اگل دیا کرتی تھی۔۔۔ پھر اک چکر شروع ہو گیا۔۔۔ تکلیف اور اذیت سے چند پل کی نجات کے لیے وہ بھوک نہ ہونے پر بھی زبردستی کھانے لگی اور اسکی صحت بری طرح متاثر ہوتی رہی۔ اسکا وزن مستقل بڑھتا جا رہا تھا۔ نظر اور یوول نے اسکے بڑھتے وزن پر تشویش کا اظہار کیا تو اس نے ایکسٹریم ڈائیٹ شروع کر دیں۔ ایک اذیت ناک اور ناختم ہونے والا چکر پھر سے شروع ہو گیا تھا۔ اب وہ چاہ کر بھی کھا نہیں پاتی تھی۔ اسے احساس ہوا کہ وہ اٹینگ ڈس آرڈر کا شکار ہوتی جا رہی ہے۔۔۔ اسے ماہر نفسیات کی ضرورت تھی۔ وہ اپنے دماغ کے اس طاقتور چکر کو روک نہیں پا رہی تھی۔۔۔ وہ پا گل ہوتی جا رہی تھی۔۔۔ وزن جو تیزی سے بڑھا تھا اب اسی تیزی سے گرنے لگا تھا۔ اسکی ذہنی صحت متاثر ہو رہی تھی۔۔۔ اسکی جسمانی صحت بگڑ رہی تھی۔۔۔

آگے بڑھ کر اس نے فرتح کا دروازہ کھولا۔۔۔ اور پھر وہ کریم بریڈز کے کی پیکٹ نکال کر تیزی سے کھانے لگی۔۔۔ ایسے جیسے وہ برسوں سے بھوکی رہی ہو۔۔۔ کچھ پل بعد وہ فرتح کے سامنے بیٹھی بریڈز

باقائدہ منہ میں زبردستی ٹھوستی جا رہی تھی۔ اپارٹمنٹ انڈھیرے میں ڈوبا تھا۔ فرتع کی سفید روشنی میں کچن کا کچھ حصہ نمایاں تھا اور وہ بھی۔ جو زمین پر بیٹھی کسی وحشی کی طرح بریڈز زبردستی حلق سے اتار رہی تھی۔ اسے ان کریم سے بھری ڈبل روٹیوں کے ذائقے کا احساس نہیں ہوا تھا۔ اسے کسی چیز کا احساس نہیں ہوا تھا۔ وہ تو محض اپنا اسٹریس ختم کرنے کے لیے کھاتی جا رہی تھی۔۔

یکخت ہی حلق تک بھر جانے کے بعد اسے ابکائی سی آئی تھی۔۔ اس نے ادھ کھلے پیکش، آدھی بچی ڈبل روٹیاں اور باریک چورے کو یونہی چھوڑا اور واش روم کی جانب بھاگی۔ اسے ق آرہی تھی۔ کچھ ہی پل بعد کسی نے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھولا اور پھر آگے بڑھ آیا۔ آنے والے نے قدرے حیرت سے بتیاں روشن کی تھیں۔ وہ سارہ تھی۔۔

"سیلینہ۔۔؟"

visit for more novels:

جواب ندارد۔۔ وہ پرس صوف پر ڈال کر جلدی سے آگے بڑھی اور پھر کچن میں جھانکی۔ فرتع کا ادھ کھلا دروازہ دیکھ کر بری طرح ٹھکنی۔۔ اور پھر اگلے ہی لمحے کمرے کی جانب بھاگی۔ وہ اسکے ڈس آرڈر سے واقف تھی۔ اب وہ بیسن پر جھکی سیلینہ کی پشت سہلا رہی تھی۔۔ وہ اپنا منہ دھو رہی تھی۔۔ بے جان۔۔ تختہوں سے۔۔ اس نے اس سے کوئی بھی سوال کیے بغیر، بیڈ پر لٹادیا تھا۔ پھر اس پر لحاف کھول کر ڈالنے لگی۔ سیلینہ اسے بے حد مضھل لگی تھی۔۔ اس نے اسکی پیشانی چھوئی۔۔

"تم ٹھیک ہو نا، سیلین۔۔ کیا ہوا ہے۔۔؟" پھر اس کے سرہانے آبیٹھی۔۔ پیار سے اسکے ٹھنڈے، سفید رخسار پر اپنا نرم گرم سا ہاتھ پھیرا۔۔

"تمہیں معید سے سیشنز لینے کی ضرورت ہے۔۔ یہ پھر سے شروع ہو چکا ہے۔۔"

"کیا تم۔۔ میرے لیے یاسر کو ہاسپٹل دیکھنے جاسکتی ہو۔۔؟ میں بس جانا چاہتی ہوں کہ وہ ٹھیک ہے یا نہیں۔۔" اس نے التجائیہ آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔ سائرہ لمبے بھر کو اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔۔ کچھ تھا کہ وہ انکار نہیں کر سکی تھی۔۔ اس نے سر اثبات میں ہلا کر اسکی بات مان لی۔۔

تمہیں اس وقت خود کی فکر کرنی چاہیے۔۔ کیا تم ابھی کسی اور کے بارے میں پریشان ہونا افروڈ "کر سکتی ہو۔۔؟

"وہ کسی نہیں ہے۔۔ اس نے ہمیشہ میری جان بچائی ہے۔۔" سائرہ اسکا زرد چہرہ چند پل دیکھتی رہی تھی۔۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"اچھا اب آرام کرو۔۔ میں صبح اس سے مل آؤں گی۔۔"

"پلیز۔۔"

"کیا حالت بنالی ہے تم نے اپنی۔۔؟" کچھ پل بعد وہ اسے گردن جھکا کر دیکھتی ہوئی افسوس سے بولی تھی۔۔ سیلینہ اداس سا مسکرائی۔۔

"وہ مجھے اتنا یاد آرہا ہے، سائرہ۔۔ میں کیا کروں۔۔؟"

"تم اسے بتا کیوں نہیں دیتیں۔۔؟" سائرہ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔۔ آنکھوں کی باریک رگیں گلابی ہونے لگیں۔

"میری وجہ سے دیکھو آج وہ کہاں پہنچ گیا ہے۔۔ میں اسے اپنی زندگی میں شامل کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتی۔

اور وہ مجھے پسند نہیں کرتا۔۔ وہ ایسے ہی کسی کو پسند نہیں کر لیا کرتا۔۔ اسکی زندگی میں آنے والی لڑکی بہت پرفیکٹ ہوگی۔۔ کم از کم وہ میرے جیسی داغدار، اسکینڈلز میں پھنسنی ایک پستی ہوئی اداکارہ تو ہر گز نہیں ہوگی۔۔"

"اس بات پر میں تمہارا منہ بھی توڑ سکتی ہوں۔۔" سائرہ کی ہلکی سی آواز پر وہ اداسی سے مسکراتی تھی۔

"کیا میں ایسی نہیں ہوں؟ دوستی کی عینک اتار کر دیکھو۔۔ اپنی دوست کی زندگی اور ذات کا ہر شگاف بڑی وضاحت سے دکھائی دیجئے لگے گا۔۔" چند پل کمرے میں خاموشی چھائی رہی تھی۔۔

"کیا تم اسے اتنا پسند کرتی ہو۔۔؟" سائرہ کے خاموش سے سوال پر اس نے بند آنکھوں کے ساتھ سر ہلا�ا تھا۔۔ دو آنسو بھی آنکھوں سے ٹوٹ کر، لڑکتے ہوئے بالوں میں جذب ہو گئے۔۔ سائرہ کا دل بھاری ہونے لگا تھا۔

"کیا واجد سے بھی زیادہ۔۔؟"

"ہاں۔۔ اس سے بھی زیادہ۔۔ بہت زیادہ۔۔" بولی تو آواز رندھی ہوئی تھی۔

"کیا بات اچھی لگتی ہے اسکی---؟"

"ہر بات---"

"کچھ تو برا لگتا ہو گا نا---"

"ہاں---جب وہ دور جانے اور دور رہنے کی باتیں کرتا ہے۔ جب وہ پل میں مجھے اخوبی کر دیتا ہے۔ مجھے لگتا ہے میرا دل خالی ہو گیا ہے۔ دنیا اور زندگی خالی ہو گئی ہے۔"

"تمہیں واجد سے کبھی اتنی محبت نہیں تھی۔" اور اس نے اگلے ہی پل آنکھیں کھول دی تھیں۔ سب ٹھہر گیا۔ ساری دنیا رک سی گئی۔ اس پر جیسے کچھ آشکار ہو رہا تھا۔ جیسے اک لمبے کی آگاہی تھی۔ بس ایک پل کی--

"محبت---!" وہ زیر لب بڑھ رہا تھا۔ حیرت سے چھت کو تکتی رہی۔ کیا وہ اب تک محبت کے متعلق بات کرتی رہی تھی؟ کیا اسے یا سر سے محبت ہو گئی تھی؟ کچھ تھا جو وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی تھی۔ سارہ نے چونک کر اسکی جانب دیکھا۔

"مجھے اس سے محبت کیسے ہو سکتی ہے؟ نہیں مجھے اس سے محبت نہیں ہو سکتی۔" "ہڈیاں انداز میں نفی میں سر ہلاتی وہ کہہ رہی تھی۔

"یہ محبت نہیں ہے تو پھر کیا ہے۔۔۔؟" اور اس نے جواب دینے کے لیے لب واکے لیکن اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ اگر یہ محبت نہیں تھی تو پھر کیا تھا۔۔۔؟ اسے سمجھ نہیں آیا کہ یہ سب کیا تھا۔ اس نے خالی خالی بے یقین نظر وں سے سامنہ کو دیکھا تھا۔

"میں۔۔۔ میں کیسے۔۔۔؟"

"کیا تمہارا دل اسکی تکلیف پر ترپتا نہیں ہے۔۔۔؟" اسکے نرمی سے پوچھنے پر اسے وہ رات یاد آئی جب اسے گولی لگی تھی۔ وہ اپنی اذیت کی پرواز کیے بغیر، آگے بڑھ کر اسے بازو سے جکڑ رہا تھا۔ اسے ساحر کے حوالے کر رہا تھا۔ اسے ہدایات دے رہا تھا۔ وہ اس حال میں بھی اسکے لیے فکر مند تھا۔ اسکی سفید شرت پر ابھرا وہ خون کا داغ۔۔۔ اسے یاد دکر کے نئے سرے سے تکلیف ہونے لگی تھی۔

"ہا۔۔۔ مجھے لگتا ہے میرا دل تکلیف سے پھٹنے کے قریب ہے۔۔۔"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"اوہ اسے مسکراتا دیکھ کر کیا محسوس ہوتا ہے۔۔۔؟" اسے سردار کے سفید محل کی چھت یاد آئی تھی۔ اسے زرد قمقوں سے روشن اس چھت پر موجود یا سر یاد آیا تھا۔۔۔ ہاتھ باندھ کر سکون سے اسے تپاتا ہوا۔۔۔ ہلاکا سا مسکراتا ہوا۔۔۔

"جب وہ مسکراتا ہے تو آس پاس اک روشنی سی پھیلی محسوس ہونے لگتی ہے۔۔۔"

"اور جب وہ مصروف سا سر جھکائے کام کر رہا ہوتا ہے تب تمہارا دل کیا چاہتا ہے۔۔۔؟"

"میرا دل چاہتا ہے میں ٹھوڑی پر چہرہ ٹکانے اسے دیکھتی رہوں۔ مجھے لگتا ہے میں اسے دیکھ دیکھ کر کبھی نہیں تھک سکتی۔ میں اسکا چہرہ، اسکی آنکھیں، اسکے نسوانی کے جال میں جبڑے ہاتھ۔۔۔ میں یہ سب بغیر کسی اکتاہٹ کا شکار ہوئے گھنٹوں دیکھ سکتی ہوں، سائرہ۔۔۔"

"اور سب سے اچھا وہ تمہیں کب لگتا ہے۔۔۔؟"

"جب۔۔۔ جب وہ میری کسی بیوقوفی پر چہرہ جھکا کر ہنس پڑتا ہے۔۔۔" الفاظ اسکے لبؤں سے بغیر کسی وقت کے بہتے جا رہے تھے۔ اسے خود بھی بہت حیرت ہو رہی تھی۔ اس نے کبھی یاسر کے بارے میں ایسا نہیں سوچا تھا۔۔۔ لیکن یہ سب باتیں۔۔۔ یہ جیسے اسکے کہیں اندر تک اترتی رہی تھیں۔۔۔ بس اسے ہی ان باتوں کا ادراک نہیں تھا۔۔۔

"پہلی دفعہ وہ تمہیں کب اچھا لگا تھا۔۔۔؟" سائرہ نے اسی نرمی سے پوچھا تو سیلینہ کی نگاہوں کے سامنے اک منظر سا لہرایا۔ وہ گلابی جوڑے میں ملبوس کمزور سی واجد کے سامنے ایستادہ تھی۔۔۔ وہ اسے چھونے آگے بڑھ رہا تھا۔۔۔ اور پھر کوئی درمیان میں آگیا تھا۔۔۔

"جب اس نے واجد کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے پرے دھکیلتے ہوئے کہا تھا۔۔۔

Keep your distance.

جب وہ لوگوں کو پرے دھکیل کر میرے لیے کہتا ہے کہ فاصلہ رکھ کر بات کریں۔۔۔ تب مجھے وہ کچھ اور اچھا لگنے لگ جاتا ہے۔۔۔ یہ سب زیادتی ہے میرے ساتھ۔۔۔ وہ اتنا اچھا کیوں لگتا ہے؟ وہ اتنا اچھا کیسے لگ سکتا ہے۔۔۔؟"

تیز تیز بول کر اسکا سانس پھول گیا تھا۔۔۔ چند پل کمرے میں خاموشی چھائی رہی۔۔۔

"تمہیں اس سے محبت ہو گئی ہے، سیلین۔۔۔" وہ سر جھکائے اپنے ہاتھوں کو دیکھتی رہی۔۔۔ وہ جانتی تھی کہ اسے محبت ہو گئی تھی۔ اور یہ اچھا نہیں ہوا تھا۔۔۔

سامرہ نے نرمی سے ہاتھ آگے بڑھا کر اسکے بالوں کو سہلا یا تھا۔ پھر اسکا ہاتھ مضبوطی سے تھاما۔ اسکے آنکھوں میں دیکھا۔

"اور ایکٹریس کو کرداروں سے محبتیں ہو جائیں تو وہ انہیں بھول جانے ہی میں عافیت سمجھتی ہیں۔۔۔ کیونکہ وہ کردار۔۔۔ سیلینہ وہ کردار ان کے لیے نہیں ہوا کرتے۔" سیلینہ کی کہی گئی بات اس نے دھرائی تو وہ چپ چاپ اسے دیکھے گئے۔ پھر سمجھ کر سر ہلا یا۔ وہ جیسے ایک دم بہت ڈسٹر ب نظر آنے لگی تھی۔ اب وہ پھر سے سامرہ کے ساتھ آ لیٹی تھی۔ پھر اس نے سامرہ کو بھینچ کر گلے لگایا۔ وہ جانتی تھی کہ سیلینہ کو اس سے اسکی اشد ضرورت تھی۔۔۔ اسی لیے وہ بغیر کسی پس و پیش کے اسکے ساتھ نیم دراز رہی۔۔۔ لاونچ میں موجود شیشے کی کھڑکیوں پر رات قطرہ قطرہ بہہ کر پکھلتی رہی۔۔۔

☆☆☆

اگلی صبح سامرہ اور وہ دونوں اپنے کاموں کے لیے تیار ہو رہی تھیں۔ پھر سیلینہ اسے ہاتھ ہلاتی باہر کی جانب بڑھ گئی۔ وہ دونوں ناشته ساتھ کرچکی تھیں۔ اور وہ اسے تھراپی سیشنز کے لیے دروازے تک بولتی ہوئی آئی۔ سیلینہ مسکرا کر پلٹی اور پھر اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا۔ آگے بڑھ کر اسکے سیب جیسے رخساروں کو باری باری چوما اور اسے دیکھا۔ وہ اسکی ایسی والہانہ محبت پر حیرانی سے آنکھیں پھیلائے دیکھتی رہی۔۔۔ اسکے ایسے دیکھنے پر وہ ہنسی تھی۔۔۔

"میں کام سے فارغ ہو کر معید سے سیشنز کے متعلق بات کرنے جاؤ گی۔ تم پریشان مت ہو۔۔۔ بس یاد رکھو کہ میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں۔۔۔" اسکے کہنے پر سائرہ کے تینے اعصاب ڈھیلے پڑے تھے۔ پھر اسے گلے لگا کر خدا حافظ کہا اور دروازہ بند کرتی واپس پلٹ آئی۔۔۔ وہ خود بھی کام پر جانے کے لیے تیار لگ رہی تھی۔۔۔

اک آخری نگاہ اپنے سراپے پر ڈالی۔۔۔

سبز رنگ کے شلوار قمیص پر مفلک کی مانند دوپٹہ گردن میں لپیٹے، اوپنچی پونی بنائے، پیروں میں اسنیکرز پہنے، کندھے پر پرس ٹانگے وہ جانے کے لیے تیار لگ رہی تھی۔ اگلے لمحات میں وہ ذرا دیر ڈرائیو کرنے کے بعد ہاسپیٹل چلی آئی تھی۔ اسے یا سر سے دو ٹوک بات کرنی تھی۔ اس نے رسپشن سے اسکے متعلق پوچھا اور پھر 103 کمرے کی جانب بڑھ آئی۔۔۔ اگلے ہی پل اس نے دروازہ دھکیلا تھا۔۔۔ ہسپتال کا کمرہ کھڑکی سے چھن کر آتی روشنی کے باعث روشن تھا۔

visit for more novels:

بستر پر ہسپتال کے گاؤں میں وہ لیٹا تھا۔ اسے چہرہ اٹھائے دیکھ رہا تھا۔ اسکے ماتھے پر ایک جانب سفید چھوٹی سی پٹی لگی تھی۔ چہرہ معمول سے ذرا زیادہ سنبھیڈہ اور مضھل لگ رہا تھا۔ وہ آگے بڑھ آئی۔۔۔ ساتھ رکھا استھول کھینچ کر اسکے بستر سے ذرا فاصلے پر رکھا اور بیٹھ گئی۔ یا سر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"اسلام علیکم۔۔۔ مجھے تو آپ جانتے ہی ہوں گے۔۔۔؟"

اس نے محض سر ہلا�ا تھا۔

"اگر جانتے ہیں تب بھی میں آپکو بتادوں کہ میں سیلینہ کی اکلوتی دوست ہوں اور میں اسکے بارے میں بہت زیادہ حساس ہوں۔ آپ نے اسکی جان موقع پر پہنچ کر بہت دفعہ بچائی آپکا بے حد شکریہ۔۔۔ ویسے مجھے شکریہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ گارڈ ہیں اور یہ آپکی جاب۔۔۔ آپکو اسکے پسیے ملتے ہیں۔ لیکن شاید آپکی ماں کو اپنے فیکٹس درست کرنے کی بہت ضرورت ہے، مسٹر عالم۔۔۔" وہ اسی سپاٹ انداز سے کہہ کر آخر میں وقفہ دینے کو رکی تھی۔ یاسر کے ابرونا سمجھی سے اوپر کو اٹھے۔۔۔

"میری ماں کا یہاں کیا ذکر۔۔۔؟"

"آپکی ماں سیلینہ کو میمنسلی ٹارچر کر رہی ہیں کہ وہ آپ سے آئندہ نہیں ملے گی۔ وہ آپ سے ملی ہی کیوں۔ اسکی وجہ سے آپ زخمی ہوئے ہیں اینڈ وات ایور۔۔۔ لیکن عالم صاحب آپ میری دوست کی وجہ سے نہیں۔۔۔ اس سائیکو پیچھے حملہ آور کی وجہ سے زخمی ہوئے ہیں۔ ہر کوئی میری دوست کو مورد الزام ٹھہرا رہا ہے اور میں یہ ہر گز برداشت نہیں کروں گی۔ اگر لوگ اپنے غلط کہے سے باز نہیں آرہے تو آپ انہیں بتادیں کہ آپ اسکے گارڈ تھے۔ آپ ہی اسکے اصل بادی گارڈ ہیں۔۔۔ آپ نے اس بات کو سب سے چھپایا اور سیلینہ کی زندگی عذاب ہو گئی۔۔۔ اگر آپ پہلے دن سے سب کو بتادیتے کہ آپ اسکے بادی گارڈ ہیں اور اسکی تمام تر حفاظتی ذمہ داریاں بھی آپکے کھاتے میں درج ہیں تو کسی ماریہ کی ہمت نہیں ہوتی اس تعلق کو میلا کرنے کی۔۔۔"

وہ ٹھہری۔۔ بولتے بولتے رخسار غصے سے دکھ رہے تھے اور سانس چڑھا ہوا تھا۔ وہ اسے بے حد خاموش نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ پھر ہاتھ سینے پر باندھے۔ اس پر جیسے سائرہ کی تقریر کا اتنا خاص اثر نہیں ہوا تھا۔

"کچھ سیکیورٹی ایشوز کی وجہ سے میں اس تعلق کو منظر عام پر لانے کے حق میں نہیں تھا۔"

"مجھے نہیں پتہ کہ آپکے کونسے سیکیورٹی ایشوز ہیں۔۔ یا ایسی کونسی پچیدگیاں ہیں جس کے باعث آپکو یہ سب

خفیہ رکھنے کی ضرورت پیش آئی لیکن۔۔ اس سب کی وجہ سے جو کچھ میری دوست فیس کر رہی ہے وہ کسی بھی طور مناسب نہیں ہے۔۔"

"ہم اپنے مناسب اور غیر مناسب کے تحت چلتے ہیں، بی بی۔۔" اسکا انداز خشک تھا۔

"تو پھر آپ اس مناسب اور غیر مناسب کو درست کریں۔۔ آپکے پلانز کسی کی ذہنی صحت سے زیادہ اہم نہیں ہو سکتے۔" وہ بھی اسی اٹل لہجے میں بولی تھی۔۔ اس بار وہ چونکا تھا۔ پھر ٹھہر کر آنکھیں سکیڑی۔۔ بغور اسکا چہرہ دیکھا۔۔

"سیلینہ ٹھیک ہے۔۔؟"

سائرہ کے چہرے پر اک تلخ مسکراہٹ ابھری تھی۔

"اچھا۔۔ تو آپکو خیال آگیا اسکی خیریت کا۔۔ بہت جلدی پوچھ لیا آپ نے۔ آپ اس سے کہیں زیادہ سرد ہیں جتنا دکھنے میں لگتے ہیں۔۔"

"میں نے پوچھا کیا وہ ٹھیک ہے۔۔؟" اس نے اپنا سوال پھر دھرا یا تھا۔ ماتھے پر بل ڈال کر۔۔

"آپکو لگتا ہے وہ اس سب کے بعد ٹھیک ہو گی؟ رات ایک شدید پینک اٹیک ہوا ہے اسے۔۔ اینگ ڈس آرڈر کا بے رحم سائیکل پھر سے اسکی زندگی میں داخل ہو رہا ہے۔ لیکن آپ اپنے پلانز فالو کریں۔۔ کسی انسان کی ذہنی اور جسمانی صحت جائے بھاڑ میں۔۔" جتنا غصہ اسے اس پر تھا وہ اتار رہی تھی۔ بولتے بولتے آواز یکخت ہی بلند ہوئی۔

"میں نے اسکے لیے گارڈز کا بندوبست کر دیا ہے۔ اسے مزید کوئی مشکل نہیں ہو گی۔" کچھ پل بعد وہ بولا تو لہجہ

دھیما تھا۔ سائرہ نے زخمی نگاہوں سے اسکا چہرہ دیکھا تھا۔

"کسی دوسرے گارڈ کے بھیج دینے سے اسے ذہنی ٹارچر دیتے لوگ پچھے نہیں ہٹیں گے۔ آپ کا ایک بیانیہ اسکی زندگی میں بہت نہیں تو کچھ سکون لا ہی سکتا ہے۔ کیا آپ اسکے لیے ایک بیان دے کر سب واپس نہیں لے سکتے۔۔؟" وہ چہرہ پچھیرے کھڑکی سے باہر دیکھتا رہا۔ وہ جانتا تھا سائرہ کیا کہہ رہی تھی۔ اسی پل دروازہ کھول کر کوئی اندر داخل ہوا تھا۔

"اس سے اسکی ساخت کو نقصان پہنچے گا۔۔"

"آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ اس سے آپکی کریئیبلٹی پر فرق آئے گا۔۔!" سائرہ نے اسی سختی سے جوابی وار کیا تھا۔ ساحر وہیں دروازے میں ٹھہر گیا تھا۔

"یہاں میری بات نہیں ہو رہی ہے۔۔"

"آپکے لیے بہت لوگ ہونگے، عالم صاحب۔۔ لیکن میری دوست کے لیے کوئی نہیں ہے۔ اسکے لیے کوئی نہیں لڑے گا۔ لوگ اسے تھکا رہے ہیں اور وہ اس تھکن سے مر رہی ہے۔ وہ مر جائے گی۔۔ اور اگر آپ اسے مرا ہوا نہیں دیکھنا چاہتے تو اسکی مدد کریں۔۔ یوں پردے کے پیچھے سے نہیں، دن کی روشنی میں لاکھوں لوگوں کے سامنے۔ اور میں جانتی ہوں کہ آپ یہ کر سکتے ہیں۔ آپ واجد نہیں ہیں۔ آپ یاسر ہیں۔" اسی کے ساتھ وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ پھر ایک اچھتی نگاہ ساحر پر ڈالی اور دروازے کے لاک پر ہاتھ رکھتے ہوئے ٹھہر گئی۔ لمح بھر کو کچھ یاد آنے پر چہرہ پھیرا۔

"سیلینہ نے مجھے آپ کا حال پوچھنے بھیجا تھا۔ میں اسے کہنا چاہتی تھی کہ تم لعنت کیوں نہیں بھیج دیتی۔۔ لیکن پھر میں اسے یہ نہیں کہہ سکی اور آپ کا حال پوچھنے کا وعدہ کر لیا۔۔ تو۔۔ کیسے ہیں آپ۔۔؟" ٹھہر کر ٹھنڈی سی

آواز میں پوچھا تھا اس نے۔۔ یاسر نے بھی چہرے پر ٹھنڈک لیے سر ہلا کیا تھا۔۔ "ٹھیک ہوں۔۔"

اسکے جواب دینے پر وہ اسی تیزی سے باہر کی جانب بڑھی اور دروازہ اپنے پیچھے ٹھاک کی آواز کے ساتھ بند کیا۔ ابھی وہ غصے سے سر جھٹک کر آگے بڑھ رہی تھی کہ سامنے سے آتے ارمان سے لمح بھر کو ٹکرائی۔۔ وہ اسے اپنے سامنے دیکھ کر حیران ہوا تھا۔۔ پیچھے ساحر کے ابر و تعجب سے اوپر کو اٹھ گئے تھے۔ اس نے دروازے سے یاسر تک سفر کیا۔ وہ چہرہ پھیرے کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔

"اس رات۔۔ کیسی تھی وہ۔۔؟" بالکل آہستہ سے پوچھا۔۔ ساحر نے سر ہلایا۔۔

"ٹھیک نہیں تھیں۔۔ بہت رو رہی تھیں۔۔ اپنا کیریئر داؤ پر لگا کر یہاں پر میرے ساتھ آنا چاہتی تھیں۔۔ بہت مشکل سے منع کیا تھا میں نے انہیں۔۔" اسکے جواب پر اس نے گہرا سانس لیا تھا۔۔ پھر چہرہ اسکی جانب گھمایا۔۔

"اسکے ساتھ سختی سے پیش مت آیا کرو، ساحر۔۔" وہ جو فائل کھول رہا تھا اسکی ہلکی سی آواز پر چہرہ اٹھایا۔۔ آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا۔۔ وہ اپنے اوپر پڑی سفید چادر کو دیکھ رہا تھا۔۔

"وہ مانتی نہیں ہیں تو مجھے تھوڑی سختی کرنی پڑتی ہے۔۔"

"تھوڑی سختی بھی مت کیا کرو۔۔" وہ اب تک اپنی چادر کو دیکھ رہا تھا۔۔ ساحر نے فائل بند کر دی تھی۔۔ وہ اب اسٹول پر اسکے برابر آبیٹھا تھا۔۔

"جتنی نرمی سے تم انکے ساتھ پیش آتے ہو۔۔ کیا بالکل اتنی ہی نرمی سے پیش آؤں پھر۔۔؟" آنکھوں میں ڈھیروں ضر لیے، ٹھنڈا سا کہا تھا۔۔ اس نے چادر سے نگاہیں ہٹا کر اسے دیکھا تھا۔۔

"میرے جتنی نرمی تم بر ت نہیں سکو گے اسکے ساتھ۔۔" اسکے جواب پر اس نے سر ہلایا تھا۔۔ ایسے جیسے محظوظ ہوا ہو۔۔

"کتنے لوگوں کو مارا ہے ابھی تک تم نے انکے لیے۔۔؟" اسکے پوچھنے پر اس نے آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔۔ پھر لاپرواہی سے شانے اچکائے۔۔

"گنتی بھول گیا۔۔"

"اور مزید کتنوں کو مارنے کا ارادہ رکھتے ہو۔۔؟ کیا اسکی گنتی بھی بھول گئے ہو۔۔؟" طزر کیا تھا۔۔ ساحر تھا نا۔۔

"ضرورت پڑی تو بغیر گنتی کے ماروں گا۔۔ آنکھوں میں عجیب سی لاپرواہی لیے کہا تھا۔۔ جیسے اسے ایسا کرنا پڑتا تو وہ کر گزرے گا۔

"کسی کو مارو یا نہیں لیکن واجد کی ہڈی پسلی اگر تم نے نہیں توڑی تو میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔۔" اور وہ بری طرح چونکا تھا۔۔ اگلے ہی پل سیدھا ہو کر اسے دیکھا۔۔ وہ اب پھر سے فائل کھول رہا تھا۔

"کیا مطلب۔۔؟ کیا کیا ہے اس نے پھر۔۔؟"

"کچھ کیا نہیں۔۔ کر بھی کیا سکتا ہے چکن شٹ۔۔ بس سیلینہ کو شادی کی آفر کر رہا تھا آخری ملاقات میں۔۔ کہہ رہا تھا میرے لیے خود کو تھوڑا سا بدل لو۔۔ لیکن سیلینہ بھی اپنے نام کی ایک ہی ہیں۔۔ اس پر پانی پھینک کر وہاں سے اٹھ گئی تھیں۔۔"

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

مزے سے بتایا۔ اور وہ جو ساکت ہوا سے دیکھ رہا تھا یکدم ہش دیا۔۔ گردن پیچھے پھینک کر۔ ساحر بھی سر جھکا کر ہنسنے لگا تھا۔

"منہوس شکلیں ہیں تم سب کی۔۔ خدا کا قهر نازل ہو تم لوگوں پر۔۔ یہی۔۔ بالکل یہی کہا تھا پچاس لوگوں کے درمیان اسے۔ اور اللہ گواہ ہے۔۔ اگر وہ اسے سیدھا نہیں کرتیں تو میں اس واجد کو اتنا مارتا کہ اسکی شکل بگڑ جاتی۔۔ ساحر کی مار کھائی نہیں ہے اس نے ابھی۔ جبڑے سے دانت الگ

ہو جاتے ہیں اور بیٹھنے پر اک خاص جگہ دکھنے لگتی ہے۔۔ "البou پر آتی کوئی گالی روکی تھی آخر میں اس نے۔۔ یاسر ہنستا جا رہا تھا۔

"تمہیں اس سے کیا مسئلہ ہے۔۔؟" اس کے پوچھنے پر فائل کی ورق گردانی کرتے ساحر نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔۔ پھر گھر اسنس لیا۔۔

"میری بہن کا شوہر بھی اتنا ہی ٹاکسک تھا۔ میں ان دونوں چھوٹا تھا۔ مجھے نہیں پتہ تھا کہ گھر کی عورتوں کو ایسے درندوں سے کیسے محفوظ رکھتے ہیں۔ وہ انہیں مارتا تھا۔ پھر اک دن غلط جگہ لات لگنے پر وہ اور ان کا بچہ۔۔ دونوں مر گئے۔" اسکی آنکھوں میں اک کاٹ سی اتری تھی۔ یاسر حیرت سے اسے تک رہا تھا۔ پھر گھر اسنس لے کر سر ہلایا۔۔

"بہت بیوقوف تھیں وہ۔۔ بالکل سیلینہ جیسی۔ اسی لیے شاید۔۔" رک کر کندھے اچکائے۔۔ "اس واحد کو آس پاس دیکھ کر دماغ خراب ہونے لگتا ہے میرا۔" پھر اس نے سر جھٹک کر فائل یاسر کی جانب بڑھائی تھی۔ وہ اب اسے کیس کی جریفناگ دے رہا تھا۔



وہ دونوں ہسپتال کی عمارت کے باہر ایستادہ تھے۔ سارہ ہاتھ باندھ کر انتہائی خنگی سے سامنے دیکھ رہی تھی اور ارمان بالکل چپ ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔ اندر ہوئی تلخ کلامی وہ اسکے گوش گزار کر چکی تھی۔ پھر اس نے گھر اسنس لیا اور جیبوں میں ہاتھ اڑ سے۔۔

"میرا دوست خود غرض لگ سکتا ہے لیکن وہ ایسا ہے نہیں۔"

"پلیز۔۔ میرے سامنے اپنے دوست کی حمایت کرنے کی ضرورت نہیں ہے آپکو۔۔" اس نے انہائی بیزاریت کہا تھا۔

"ایک سیلینہ کم نہیں ہے میرے پاس اس سرد آدمی کی حمایت کرنے کے لیے۔۔" وہ ہلاکا سا ہنس دیا تھا۔

"سیلینہ تو پہلے ہی اسکی فین ہیں۔"

"بس الٹے سیدھے لوگوں کی فین بتی رہتی ہے وہ۔۔ احمق لڑکی۔۔"

"احمق تو ہیں وہ۔۔" اسکے کہنے پر سائرہ نے اک جھٹکے سے چہرہ اسکی جانب پھیرا تھا۔ دھوپ ان دونوں پر ترچھی ہو کر گر رہی تھی۔ سائرہ کی سبز آنکھوں کے کانچ اس دھوپ تلے چمک رہے تھے۔ رخسار گلابی ہورہے تھے اور آنکھوں میں چھمن سی تھی۔ ارمان اسے اس دھوپ میں کھڑا کی پھروں تک دیکھ سکتا تھا۔۔ اف۔۔ وہ اتنی خوبصورت کیوں تھی۔؟

visit for more novels
www.urdunovelbank.com

"ایک منٹ۔۔ اسے احمق صرف میں کہہ سکتی ہوں۔۔ آپ نہیں۔۔ وہ میری بیسٹ فرینڈ ہے۔۔ آپکی نہیں۔۔" سختی سے چبا کر کہا تو ارمان نے جیبوں سے ہاتھ نکال کر اٹھا دیئے۔۔

"معافی۔۔ غلطی ہو گئی۔۔" اسکے تین نقوش ذرا ڈھیلے پڑے تھے۔

"آپ تو بہت جلدی جیس ہو جاتی ہیں۔۔"

ظاہر سی بات ہے۔ جو میرا ہے۔۔ کسی کو اس پر انگلی اٹھانے یا ہتھیانے کا کوئی حق "نہیں۔۔"

"میری زندگی تو آپکے ساتھ مشکل ہو جائے گی۔۔" اور یکدم ہی اسکے لبوں سے پھسلا تو وہ چونکی۔۔
"کیا مطلب۔۔؟"

"مطلب آپ اتنا جیلس ہوتی ہیں۔۔"

"تو۔۔؟"

"تو یہ کہ۔۔ مجھ سے شادی کریں گی آپ۔۔؟" اوہ ڈیم۔۔ یہ کیا کہہ دیا تھا اس نے! وہ چند پل منہ کھولے اسے حیرت سے دیکھتی رہی۔۔ پھر آنکھوں میں ناگھبی سی ابھری۔۔

"کیا کہا آپ نے۔۔؟"

"کیا برائی ہے مجھ سے شادی کرنے میں۔۔؟" گڑبردا کر پوچھا تھا۔۔ بات بگڑنے سے پہلے اسے سننچانی تھی۔۔

"میں ادھر اپنی دوست کے لیے پریشان ہو رہی ہوں اور آپکو شادی کی پڑی ہے؟"

"آپکی دوست کو میرا دوست کچھ نہیں ہونے دے گا۔۔ اسی لیے میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے شادی کر لیں۔۔"

آنکھیں جھپکا کر معصومیت سے کہا تھا۔۔ سائرہ نے بے یقینی سے گھرا سانس لیا۔۔

"آپکی امی کو پتہ ہے کہ آپ لڑکیوں کو ہاسپٹلز کے باہر پروپوز کرتے ہیں۔۔؟"

"لڑکیوں کو نہیں صرف آپکو پروپوز کیا ہے۔۔ پہلی لڑکی ہیں آپ۔۔ اور میری ماما نہیں ہیں۔۔ ان کی ڈیتھ ہو چکی ہے۔۔" اور وہ جو کچھ سخت سا کہنے لگی تھی اسکی آخری بات پر رک سی گئی۔۔ وہ اب ذرا

خفگی سے سامنے دیکھ رہا تھا۔ سائرہ نے اسے مزید کچھ نہیں کہا۔ وہ وہاں سے نکل آئی تھی۔ پھر اپنی کار کا اگلا دروازہ کھول کر اندر بیٹھی۔ چند پل شاک سے اسٹیرنگ کو تھامے رکھا۔

"ایک دوست اتنا کوڑا ہے اور دوسرا۔ ہاسپیٹل کے باہر پروپوز کرنے سے بھی نہیں چوک رہا۔" اس نے سر ہلایا اور پھر اسی بے یقینی سے بڑبراتی ایگریس میں چابی گھمانے لگی۔ پیچھے ارمان مسکرا کر جیبوں میں ہاتھ ڈالتا اندر کی جانب بڑھ رہا تھا۔ آخر کار یا سر کی وجہ سے اسکی شادی کا پروپوزل بھی ہسپتال کے باہر ہی طے پایا تھا۔ گلد گلد۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

"اَللّٰمُ عَلَيْكُمْ اَحْبَابُ"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com

google.com/search?q=u

Google

urdu novel bank

All Images News Videos Books

https://www.urdunovelbank.com ...

Urdu Novel Bank

interesting and best famous urdu novels free Pdf
Download on One click. all Categories new and
old urdu novel stories..

All Urdu Novels List

Urdu Novel Bank website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں ---

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

اگلے دنوں میں بھی مصروفیت اتنی گہری تھی کہ وہ معید سے اپنے متعلق بات نہیں کر سکی۔ شوٹنگ
مکمل ہونے میں محض پندرہ دن رہ گئے تھے اور مصروفیت بہت زیادہ بڑھ گی تھی۔ اسے سر تک
اٹھانے کی فرصت نہیں تھی۔

کام کرتے کرتے کب ٹھنڈی سی شام گھر آئی اسے انداز نہیں ہو سکا۔ سیٹ پر موجود ورکر زاب کیمرے وغیرہ سمیٹ رہے تھے۔ اسی پھر اسے دور سے کسی کے اوور کوٹ کی جھلک نظر آئی۔ جانا پہچانا سالانگ اور کوٹ۔۔۔ اس نے بغور اس شخص کو دیکھا اور پھر چونک گی۔۔۔ وہ معید حسن تھا۔ اس سے ذرا فاصلے پر ایستادہ تھا۔

ہمیشہ کی طرح وجیہہ، ٹھہرا ہوا۔۔۔ کسی مجسمے کی مانند سفید اور تن۔۔۔

اسکے دیکھنے پر وہ ہلکی سی شناسا مسکراہٹ لیے آگے بڑھ آیا تھا۔ وہ اب تک حیرت سے اسے چہرہ اٹھائے دیکھ رہی تھی۔ پھر یکدم ہی چہرے پر ڈھیروں خوشی ابھر آئی۔ وہ بے ساختہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"تم۔۔۔ یہاں۔۔۔ واو۔۔۔" اسے واقعتا اچھا لگا تھا۔ معید ہلاکا سا مسکرا یا پھر سر ہلانے لگا۔

"سامرہ کا فون آیا تھا مجھے۔ آپکی ذہنی صحت کے بارے میں خاصی پریشان لگ رہی تھیں وہ۔ مجھے کہا کہ آپ مجھ سے خود رابطہ کریں گی لیکن پھر آپ نے دو دن تک نہیں کیا۔ مجھے تشویش ہو رہی تھی اسی لیے خود چلا آیا۔ ایڈریس سامرہ سے لیا تھا۔" اذلی شاشتگی لیے کہا تھا اس نے۔ وہ ممنون نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔ پھر اس نے اک نگاہ اطراف میں دوڑای۔۔۔

"آپ تو خاصی مصروف ایکٹریس ہو گئی ہیں۔" اسکے تصرے پر وہ ہنس دی تھی۔

"خدا کا شکر ہے۔۔۔"

"کسی نے پریشان تو نہیں کیا آپکو اس سارے عرصے میں۔۔۔؟"

اسکے چہرے کو گھری نظروں سے بغور دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔ وہ ذرا سا چونکی اور پھر سنبھل گئی۔ ساتھ ہی مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔ سر بھی جھٹکا۔ یاسر کی کہی گئی باتیں یونہی یاد آگئی تھیں۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں۔" اسکے ٹالنے پر وہ چپ سا ہو گیا تھا۔

"باہر موسم کھلا کھلا سا ہے۔ چلیں۔ کچھ دیر کی واک آپکے اسٹریس سے بھرپور دن کے لیے اچھی ثابت ہو گی۔" اسی کے ساتھ وہ دونوں باہر کی جانب بڑھ گئے تھے۔ سڑک پر کچھ دیر یونہی بے مقصد سے آگے بڑھتے رہے۔ اسٹریٹ بلب ہر جانب روشن تھے۔ قطار در قطار موجود ریஸٹورینٹس سے مدھم موسیقی کی آوازیں آرہی تھیں۔

"ورک اسٹریس زیادہ ہے کیا۔؟" معید کے سوال پر اس نے سر اثبات میں ہلا�ا تھا۔

"ان فیکٹ۔ وہ ہلاکا سا ہنسی۔" بہت زیادہ ہے۔ visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"مجھے اندازہ ہو رہا ہے۔" معید کے ذمہ دار سے انداز پر وہ کھکھلا کر ہنس پڑی تھی۔ وہ مسکرا رہا تھا۔

"کام کرنا اتنا مشکل کیوں ہے؟ پسیے کمانا اتنا مشکل کیوں ہے؟ لوگوں کے ساتھ معاملات طے کرنا اور ڈائٹ کرنا اتنا مشکل کیوں ہے، معید حسن۔ آخر سب اتنا مشکل کیوں ہے؟ کچھ آسان کیوں نہیں؟ نہ انسان۔ نہ کام۔" اسکے سوالوں کا وہ عادی تھا۔ اسی لیے نرم مسکراہٹ لیے اسکی جانب دیکھا۔

"کچھ بھی مشکل نہیں ہوتا۔ جب ہم کمزور پڑنے لگتے ہیں تو ہر شے خود سے زیادہ بڑی اور وزنی محسوس ہوتی ہے۔ جب ہم مضبوط ہوتے ہیں تو ہر شے خود سے چھوٹی اور ہلکی محسوس ہوتی ہے۔ اُس جست آں ان مانڈ۔" نپے تلے لفظوں میں کہا تو سیلینہ نے اسکی جانب دیکھا۔

"اتنے پرفیکٹ لفظ کہاں سے لاتے ہو۔؟ محض ان دو جملوں میں تم نے میری ذہنی گتھیوں کو کھول کر رکھ دیا ہے۔ تمہارے لیے کتنا آسان ہوتا ہو گا نا معید خود کے دماغ کو قابو کرنا۔!" اسکی بات سن کر اسکے چہرے پر لمح بھر کو سایہ سا لہرایا تھا۔ لیکن پھر وہ سنبھل گیا۔

"یہ لوگوں کی ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ماہر نفسیات کو نفسیات کا کوئی مسئلہ لاحق نہیں ہوتا ہو گا حالانکہ حقیقت اسکے بالکل بر عکس ہوتی ہے۔ ہماری فیلڈ میں ایک مقولہ مشہور ہے کہ نفسیات پڑھنے والے اور دماغ کی گتھیاں سلبھانے والے، خود نفسیاتی ہوتے ہیں۔ آپ پاگل ہوئے بغیر پاگلوں کا علاج نہیں کر سکتے۔ اسی طرح آپ نفسیاتی ہوئے بغیر نفسیات کا علاج نہیں کر سکتے۔ کیا آپ جانتی ہیں کہ اینگزاٹی کنٹریجنس (متعددی / یعنی ایک انسان سے دوسرے کو لگنے والی بیماری) ہوتی ہے۔ یہ آپ سے ہوتی ہوئی دوسرے بندے کو لگ جاتی ہے۔ بغیر احساس کیے۔ بغیر کوشش کیے۔ بالکل غیر ارادی طور پر۔" وہ اسکے جواب پر آنکھیں پھیلائے بالکل ٹھہر کر اسے دیکھ رہی تھی۔ معید نے سر اثبات میں ہلا کر اسکی یقین دہانی کروائی تھی۔

"یہ آپکی اینگزاٹی نہیں ہے۔ اینگزاٹی اکیلے نہیں ہو سکتی۔ آپ کے خاندان، دوستوں، یا گھر والوں میں سے کسی کو اینگزاٹی رہی ہو گی اسی لیے آپ اسکا شکار ہوئی ہیں۔" اور وہ ایک پل کو بالکل رک سی گئی تھی۔ اسے یاد آیا۔ اپنی ماں کا بے جا ایک ٹانگ جھلاتے رہنا۔ ناخن کھانا۔ شدید

اضطراب کے عالم میں ایک ٹانگ کو بیٹھے بیٹھے مزید تیزی سے ہلانا۔ اسے یاد تھا کہ وہ ان کو دیکھ کر خود بھی بغیر کسی ارادے کے ویسا ہی کرنے لگتی تھی۔ برسوں کی الجھن جیسے اس لمحے سلچھ گئی تھی۔

"مطلوب۔۔۔ ایک انسان کی اینگزاٹی دوسرے میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔۔۔ یہ مجھے کسی سے لگی ہے۔۔۔؟" اس نے آنکھیں پھیلا کر پوچھا تھا۔ معید نے سر ہلا�ا۔
"بالکل۔۔۔"

"پھر تو آپکو سب سے زیادہ اینگزاٹی ہونی چاہیے۔ آپ کے پاس اتنے عجیب و غریب مریض آتے ہونگے۔ آپ تو پاگل ہونے لگتے ہونگے۔" اور آنکھیں معصومیت سے پھیلا کر ایسے کہا تھا کہ معید بے اختیار ہنس دیا تھا۔

"ایسا ہی ہے۔۔۔ اسی لیے ہم ماہر نفسیات اپنی روٹین کا بے حد خیال رکھتے ہیں۔ ہم صحت افزاء کھاتے ہیں اور روزانہ میڈیٹ کرتے ہیں۔ ورزش ہماری زندگی کا ایک اہم جزو ہے۔ ہمیں نفسیاتی امراض کا علاج کرنے سے پہلے خود کو قابو کرنا ہوتا ہے۔ سوچیں میرے پاس ایک مریض اینگزاٹی سے فریک آؤٹ ہو رہا ہو اور میں اسکی حالت دیکھ کر اس سے زیادہ فریک آؤٹ ہو جاؤ۔۔۔ اس پر اسکی اپنی اینگزاٹی کے ساتھ میری اینگزاٹی بھی مسلط ہو جائے گی۔۔۔ وہ میرے آفس سے جب اٹھ کر جائے گا تو سکون کے بجائے مزید پاگل ہونے لگے گا۔۔۔ اسی لیے۔۔۔ مریض چاہے کتنا ہی بے چین اور مضطرب ہو رہا ہو، ہم پر سکون بیٹھے رہتے ہیں۔ ہمیں مریض کے ساتھ پاگل نہیں ہونا ہوتا۔۔۔"

آخر میں کندھے اچکائے تھے۔ وہ متاثر سی نظر آنے لگی۔ وہ پھر سے ساتھ ساتھ چلنے لگے تھے۔ بعض اس سے چند باتیں کر کے ہی سیلینہ کو اپنے کندھوں سے بوجھ اترتا محسوس ہو رہا تھا۔ بعض انسانوں کی موجودگی بھی کتنے سکون کا باعث ہوتی ہے۔

"کتنا مشکل کام ہے نا۔!"

"مشکل کچھ نہیں ہوتا۔ بس ہم کمزور ہوتے ہیں۔"

"جی جی معید صاحب۔۔ میں جانتی ہوں کہ آپ انہائی مضبوط اعصاب رکھنے والے ماہر نفیتیات ہیں۔۔" وہ اسکی بات پر ہلاکا سما ہنس دیا تھا۔

"میرا سیشن بک کرو تم۔۔ جلد ہی فارغ ہو کر آؤں گی۔۔ اتنے دونوں بعد بات کی ہے تم سے۔۔ بہت اچھا اور تزویز تازہ سالگ رہا ہے۔"

"جو میڈیسین میں نے پہلے دی تھیں وہ لے رہی ہیں آپ۔۔"
visit for more novels
www.urdunovelbank.com
"نہیں۔۔ مصروفیت میں وہ مجھ سے بالکل چھوٹ گئی ہیں۔"

"ساری محنت ضائع کر دیتے ہیں آپ لوگ یہ ایک بات کہہ کر۔۔" وہ اسکی ہلکی سی ڈانٹ پر ہنس دی تھی۔۔ یہاں اسکی غلطی تھی۔

"اب نئے سیشن کی باقائدگی سے لوگی۔۔" اس نے سر ہلایا تھا۔۔ چند پل وہ دونوں یونہی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر چلتے رہے۔۔ لمحے بھر کو آسمان سے گرج ابھری تو ان دونوں نے یونہی سر اٹھا

کر دیکھا۔ آسمان سرمی بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ فضا میں بے ساختہ ہی جس سا محسوس ہونے لگا تھا۔

"سرمی اور گھرا نیلا رنگ واقعی ڈپریشن کی علامت ہوتے ہیں۔۔۔؟" اس نے معید کی جانب چہرہ پھیر کر کہا تھا۔ اسکی نگاہیں معید کی کنپٹی سے ہوتی ہوئی، کان تک پھسلیں۔ اس پر ہلکا ساز خم تھا۔ معید نہیں چونکا۔ چہرہ اتنے ہی سکون سے اسکی جانب پھیرا۔ لمحہ بھر کو سیلینہ سن ہوئی۔ کتنی ٹھنڈی آنکھیں تھیں اسکی۔ اسے اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی محسوس ہوئی۔۔۔

"آپ کیا پوچھنا چاہتی ہیں، سیلینہ۔۔۔؟" بھوری آنکھوں میں عجیب سا احساس تھا۔ بالکل غیر انسانی سما۔۔۔

"تمہیں کیسے پتہ چلا کہ قاتل ڈپریشن کا مریض ہے۔۔۔؟ کیا تمہارا۔۔۔ اس سب سے کوئی لینا دینا ہے۔۔۔؟" اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس نے سوال کیا تھا۔ فضا میں یکدم ہی ٹھنڈی سی ہوا چلی۔۔۔ بہت تیز ٹھنڈی ہوا۔۔۔ وہ مسکرا یا تھا۔

visit for more novels:
www.urdunovelbase.com

"اک مریض کے توسط سے کہا تھا میں نے یہ۔۔۔ کسی وجہ سے میں اس جگہ گیا تھا جو کرام سین تھا۔۔۔ اسی وقت میں نے یہ بات محسوس کی تھی۔۔۔" اسے لگا اسکا حلق خشک ہو گیا ہے۔۔۔

"کون تھا وہ۔۔۔؟"

وہ چپ چاپ اسے دیکھتا رہا۔ آنکھوں سے ہر قسم کی مسکراہٹ مفقود تھی۔ ماہر نفسیات کا چہرہ ٹھنڈا تھا۔۔۔ بالکل برف کی مانند تھا اور سفید۔۔۔

"ایک مریض ہے جسے او سی ڈی لاحق ہے۔ وہ ایک ہی کام کو بار بار کرنے کا عادی ہے۔ پھر چاہے وہ قتل ہو یا ہاتھ دھونا۔ وہ ہر کام بار بار کرتا ہے۔ سک آدمی ہے۔" وہ بے ساختہ ہی دو قدم پچھے ہوئی تھی۔ اسکا دل ایک پل کو سکڑ کر پھیلا تھا۔ حلق اندر تک خشک ہو گیا تھا۔ کہیں بہت اندر تک۔۔

"وہ ہر کام کو بار بار کرنے کا عادی ہے۔ جب تک وہ خود مطمئن نہ ہو جائے وہ ہر کام بار بار کرتا رہتا ہے۔؟" اس نے پوچھا تھا۔ دل خوف سے سکڑ رہا تھا۔ معید نے اسکی آنکھوں میں بغور دیکھتے ہوئے سر ہلایا تھا۔

"مجھ پر ایک شخص حملہ کر رہا ہے اور بار بار کر رہا ہے۔ وہ کب تک ایسا کرتا رہے گا۔؟" اسے لگا اسکا سوال کسی کھائی سے آرہا ہے۔ معید کا سفید چہرہ اور بھوری آنکھیں ویسے ہی رہیں۔

"جب تک وہ، وہ نہیں کر لیتا جو وہ چاہتا ہے۔" وہ دھک سے رہ گئی تھی۔ حملہ آور ایک ذہنی مریض شخص تھا۔ وہ اسکا پچھا جب تک نہ چھوڑتا جب تک وہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا دیتا۔ اسے لگا ٹھنڈی ہوا میں آکسیجن کی شدید کمی ہو چلی ہے۔

"تو تم نے اب تک پولیس کو کیوں آگاہ نہیں کیا۔؟"

"وہ میرا مریض تھا۔ میں بغیر کسی وارنٹ کے اسکی پرسنل انفارمیشن باہر نہیں نکال سکتا۔"

"لیکن وہ تو قاتل ہے۔ تھیں بتا۔" لیکن اسکی بات جیسے کسی کی آواز پر تھم سی گئی تھی۔ اس نے لمحے بھر کو پلت کر ریسٹورینٹ کے باہر لگی ٹوی اسکرین کی جانب دیکھا۔ اسے اپنی ہر بات

بھول گئی۔ اسے لمح بھر کے لیے سب بھول گیا تھا۔ سب کچھ۔ وہاں واجد حسن بہت سے مانکس کے سامنے ایستادہ تھا۔ اعتماد سے گردن اٹھائے وہ کچھ ایسا کہہ رہا تھا کہ اسکے ساتھ ساتھ لمح بھر کے لیے معید کو بھی اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا تھا۔

"میں ماریہ حسن جیسی عورت سے علیحدگی اختیار کر چکا ہوں۔۔۔ اب میں اور سیلینہ شادی کر کے ایک ہونے والے ہیں۔ ہم اپنی زندگی کا اک نیا اور شاندار آغاز کرنے والے ہیں۔ سیلینہ نے آپ سب کو اسی لیے آگاہ نہیں کیا کیونکہ وہ مجھ سے اپنے نئے رشتے کا اعلان چاہتی تھی۔ اور میں ایسا کر رہا ہوں۔۔۔ میں اور سیلینہ جلد شادی کرنے والے ہیں۔۔۔" اپنے آفس میں براجمان ماریہ حسن نے سرخ نگاہوں سے ٹی وی اسکرین کی جانب دیکھا تھا اور پھر اس نے ساتھ رکھا پیپر ویٹ اٹھا کر پوری قوت سے بڑی سی ایل سی ڈی پر دے مارا تھا۔ بے حد بلند آواز سے شیشہ ٹوٹا تو اسکے بہت سے درکرز آفس کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے۔ وہ گھنٹوں کے بل جھکی رو رہی تھی۔۔۔ اسے جیسے سانس نہیں آرہا تھا۔

ایجنسی میں موجود نچلے فلور پر ہر اک گارڈ چہرہ اٹھائے اسکرین کو تک رہا تھا۔ فون کان سے لگائے بات کرتا ساحر، پیپر ز پرنٹ کرتا زار اور فائلز لیے آگے بڑھتا شیر۔۔۔ سب جیسے ایک پل کے لیے رک سا گیا تھا۔ سلمان اور خنیفہ الگشت بدندال ٹی وی اسکرین پر ابھرے واجد حسن کے مسکراتے چہرے کو تک رہے تھے۔ ہسپتال میں موجود وہ اپنے فون پر اسکی پریس کانفرنس سن رہا تھا۔۔۔ چہرہ اتنا سپاٹ تھا کہ حد نہیں۔۔۔

پولیس اسٹیشن، میڈیا ہاؤس، انٹر ٹینمینٹ ایجنسیز۔۔۔ میک اپ کرتی سائز اور میٹنگ روم کی جانب بڑھتا ارمان۔۔۔ سب جیسے رک گئے تھے۔۔۔

"کیا آپ شادی کر رہی ہیں۔۔۔؟" معید نے حیرت سے پوچھا تھا۔ اس نے بے یقینی سے نفی میں سر ہلا کیا تھا۔ اسکا رنگ سفید ہوا تھا۔ پھر وہ واپس بھاگی۔ معاملات اسکے ہاتھ سے نکل رہے تھے۔ واجد حسن نے گیم کھیلا تھا۔ اس نے سیلینہ کو گھیر لیا تھا۔ ایسے کہ وہ چاہتی بھی تو انکار نہیں کر سکتی تھی۔ وہ پریس کانفرنس کر کے اب پر سکون سائچے اتر رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس نے کون سی چال چلی تھی۔ پچھلے ہی دنوں اس نے ماریہ کو طلاق دے دی تھی۔۔۔

سیلینہ کا فون بے تحاشہ بننے لگا۔ اس نے کار کا دروازہ عجلت میں کھولا اور اندر بیٹھی۔ اسکا دماغ جیسے کچھ بھی پر اسیں نہیں کر پا رہا تھا۔ یہ سب کیا ہوا تھا۔ اسے ابھی کہ ابھی واجد سے ملنا تھا۔ کار تیزی سے نکلتی اک جانے پہچانے راستے کی جانب بڑھنے لگی تھی۔ اسی پل اسکے موباائل پر نظر احمد کالنگ لکھا آنے لگا۔ اس نے ڈرائیو کرتے ہوئے جھٹ فون اٹھا کر کان سے لگایا تھا۔

"یہ سب کیا ہے، سیلینہ۔۔۔؟" وہ دوسری جانب سے شدید اضطراب میں بولا تھا۔ یقیناً اسکے پاس بھی فون مستقل نہ رہے ہونگے۔ اسے لوگوں کو جواب دینا ہو گا۔ ایک پل کے لیے اسے اپنا ذہن ماوف ہوتا محسوس ہوا تھا۔

"یہ سب بکواس ہے، نظر بھائی۔ یہ گھٹیا آدمی جھوٹ بول رہا ہے سب کے سامنے۔ میں نے اس سے ایسی کوئی بات نہیں کہی ہے۔۔۔"

"اف سیلینہ۔۔" نظر جیسے دوسری جانب بری طرح جھنچھلایا تھا۔ پھر ٹھہر کر گھرا سانس لیا اور کچھ سوچنے کی کوشش کی۔

"ایک منٹ۔۔ ابھی تم کہاں ہو۔۔؟"

"میں اس منحوس آدمی کے منہ پر ایک زور دار تھپٹر مارنے جا رہی ہوں۔ اس کی موت ہے آج میرے ہاتھوں۔۔"

"نہیں۔۔ تم وہاں نہیں جاؤ گی۔۔ پاگل لڑکی اس نے یہ پریس کانفرنس کی ہی اسی لیے ہے تاکہ تمہیں ٹریکر کر

کے میدیا کے سامنے لے آئے۔ تم وہاں جاؤ گی تو وہاں پر ہزاروں روپورٹز موجود ہونگے۔ وہ ایک سیاستدان ہے۔ اسے حالات کو اپنے حق میں کرنا آتا ہے۔ وہ تمہیں آگے بڑھ کر سب کے سامنے تھام لے گا اور تم دل مسوس کر رہ جاؤ گی۔ تم کچھ نہیں کہہ سکو گی۔۔ واپس آؤ۔۔ تم کہیں نہیں جا رہیں۔۔"

اسکا پیر یکخت ہی بریک پر جا پڑا تھا۔

"میں اب کیا کروں، نظر بھائی۔۔ کیوں یہ لوگ مجھے چین سے سانس نہیں لینے دے رہے۔۔ یہ لوگ مجھے پاگل کر رہے ہیں یا۔۔" اسکے لمحے میں بے حد تھکن اور بیزاریت تھی۔ نظر نے گھرا سانس لیا تھا۔ پھر اسے سمجھانے والے انداز میں کہنے لگا۔

"تم واپس آؤ۔ اپنے اپارٹمنٹ مت جانا۔ وہاں بھی رپورٹرز ہیں۔ یہ اب تمہارا کام نہیں ہے۔ میں تمہارا مینیجر ہونے کے ناطے واجد کی اسٹیمینٹ کو خود رد کر دوں گا۔ بات تم پر نہیں آئے گی۔ کچھ نہیں ہو گا۔ بھائی ہے نا تمہارے ساتھ۔۔۔ ابھی تم یہ سوچو کہ کہاں جاؤ گی۔۔۔ رپورٹرز کی نگاہوں سے کہیں دور چھپ جاؤ۔۔۔ ان کے سامنے آنے کی غلطی قطعاً نہیں کرنا۔" اسکا لہجہ دوسری جانب بے حد نرم تھا۔ اسے اپنے تینے اعصاب ڈھیلے پڑتے محسوس ہو رہے تھے۔ اس نے چند پل سر اسٹیرنگ پر ٹکا کر کچھ سوچنا چاہا۔ وہ اس وقت کہاں جاسکتی تھی۔۔۔؟

یکدم ہی اک خیال آیا تو وہ چونکی۔۔۔ پھر سیدھی ہو گئی۔۔۔ نظر کو جلدی جلدی خدا حافظ کہا اور پھر اک نمبر ڈائل کرنے لگی۔ چند پل گھنٹی جاتی رہی۔۔۔ اگلے ہی پل فون اٹھالیا گیا تھا۔ ساحر کی بھاری لیکن سنجیدہ آواز دوسری جانب ابھری تھی۔

"ساحر۔۔۔ مجھے ارمان کا نمبر دو۔۔۔ جو یا سر کا دوست ہے۔ جلدی۔۔۔"

visit for more novels:

"اوکے میڈم۔" اس نے فون رکھا اور پھر اک پیغام اسکے موبائل پر ابھر لایا۔ ساحر نے اسے ارمان کا نمبر بھیج دیا تھا۔ اس نے اگلا پل ضائع کیے بغیر ارمان کو فون ملایا۔ پھر بے چینی سے اسٹیرنگ پر ناخن سے کھرچتی رہی۔ چند گھنٹیوں کے بعد ارمان کی مصروف سی آواز ابھری تھی۔

"ہیلو۔۔۔ ارمان۔۔۔ میں سیلینہ ہوں۔ کیا آپ میری مدد کر سکتے ہیں۔۔۔؟"

"کیسی مدد۔۔۔؟" وہ دوسری جانب جیسے حیران ہوا تھا۔ اس نے کار کے شیشے سے لمحے بھر کو باہر دیکھا تھا۔ چلتی پھرتی گاڑیاں، مصروف سی شاہراہ۔۔۔

"دیکھیں۔۔ واجد کی جھوٹی بکواس تو آپ سن ہی چکے ہونگے۔ اسی لیے رپورٹر کی وجہ سے میں گھر نہیں جا سکتی۔ سائزہ کے پاس بھی نہیں جا سکتی۔ وہ مشہور میک اپ آرٹسٹ ہے۔ اسکے گھر ایکٹریس کا آنا جانا رہتا ہے اور ابھی تو وہ ہے بھی خاصی مصروف۔ اسی لیے ایسے میں آپکا گھر سب سے زیادہ محفوظ جگہ ہے۔ آپ جاسوس ہیں۔ آپ پر تو کوئی شک بھی نہیں کرے گا۔۔" اور دوسری جانب وہ اسکے عجلت میں دیے گئے حوالے پر بس مسکرا کر رہ گیا تھا۔ پھر سر اثبات میں ہلا�ا۔ "اوکے۔ میں آپکو ایڈریس بھیج دیتا ہوں۔ آپ وہاں چلی جائیں۔ گھر کے باہر سے آپکو اندر تک سیکیورٹی گارڈ لے جائے گا۔ میں اسے سمجھا دوں گا۔"

"اوہ۔۔ تھینک یو سوچ۔۔" اسکی آنکھوں میں شکر گزاری کے باعث آنسو سے آگئے تھے۔ اگر دنیا میں واجد اور اس سائیکو پیٹھے حملہ آور جیسے گھٹیا لوگ تھے۔ تو اسی دنیا میں ارمان اور ساحر جیسے اچھے لوگ بھی تو تھے۔ اور معید۔۔ وہ ایک پل کو چونکی۔ وہ بھی اچھا تھا لیکن لمحے بھر پہلے وہ اسے معید ہرگز نہیں لگ رہا تھا۔ اس نے ذہن سے اسے جھٹکنے کی کوشش کی تھی۔

"نو پر ابلم۔۔" ارمان نے کہا تو اس نے ایک بار پھر اسکا شکریہ ادا کیا اور فون کان سے ہٹالیا۔ پھر اسکے بھیجے گئے ایڈریس کو دھیان سے پڑھا اور گاڑی گھمائی۔ ساتھ ہی اس نے آنکھوں پر سیاہ چشمہ بھی چڑھا لیا تھا۔ کوئی اسے پہچان نہ لے بس اسی لیے۔ ارمان کا گھر یہاں سے دور نہیں تھا۔ ایک خاموش اور پرسکون سی کالونی میں قطار در قطار اپر ڈل کلاس کے بنگلے موجود تھے۔ وہ آس پاس متاثر نگاہوں سے دیکھتی گاڑی آگے بڑھا لائی تھی۔ پھر ایک جگہ اس نے کار روک دی۔ کار کا

اگلا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔ موبائل نگاہوں کے سامنے کر کے اس ایڈریس کو کنفرم کرنا چاہا۔ اسی پل سیکیورٹی گارڈ نے دروازہ کھولا تو وہ دو قدم پیچھے ہٹی۔

"آپ سیلینہ میڈم ہیں--؟"

اس نے پوچھا تو اس نے سر ہلایا۔ وہ اب آہنی دروازے دھکیل کر کھول رہا تھا۔

"اپنی کار اندر لے آئیں۔ مجھے ارمان سرنے بتادیا ہے۔" اس نے سر ہلایا اور پھر کار گھر کے اندر پتھریلی روشن تک لے آئی۔ چھوٹا سا سبز بیلوں سے ڈھکا بغلہ، روشنیوں سے جگما رہا تھا۔ اس نے پلٹ کر گارڈ کی جانب دیکھا۔ وہ اب اسے داخلی دروازے سے لیے گھر کے اندر بڑھ رہا تھا۔ اس نے آس پاس نگاہ دوڑائی اور پھر لاونچ کے صوفوں تک آتے آتے وہ چونک سی گئی۔ وہاں سردار بر اجماع تھے۔ اسکا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ دادا نے بھی چونک کر چہرہ اٹھایا اور حیران ہوئے۔

visit for more novels:

"دادا۔ آپ یہاں--؟" آنھوں میں خوشی کی الوہی سی چمک ابھری تھی۔ اسے اپنا ہر زخم جیسے بھولنے لگا تھا۔ سردار اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ پھر آگے بڑھ آئے۔ وہ خوش بھی تھے اور شدید حیران بھی۔

"بیٹے آپ یہاں--!"

اوہ ارمان۔ اور پھر اسے اگلے ہی پل بے تحاشہ رونا آیا تھا۔ لیکن وہ نہیں روئی۔ وہ سردار کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ انہیں اپنے ساتھ لیے لاونچ میں چلی آئی تھی۔

"دادا میں نے آپکو بہت مس کیا تھا۔ لیکن آپ یہاں کیسے۔۔۔؟"

"یاسر ہاسپٹل میں ہے نا۔۔۔ میں بس چند لمحے پہلے ہی ہسپتال سے آیا ہوں۔ اسے ریکور ہونے کے لیے مزید ایک ہفتہ درکار ہے۔ زخم ابھی نم ہے۔ چلنے پھرنے پر کھل سکتا ہے۔ ارمان مجھے ہسپتال میں نہیں رکھنا چاہتا تھا اور اتنا لمبا سفر بھی روزانہ میرے لیے مناسب نہیں تھا۔ اسی لیے میں اسکے گھر رہ رہا ہوں۔" انہوں نے نرمی سے کہا تو اس نے سر ہلا�ا۔ پھر شرمندگی سے انکی جانب دیکھا۔

"آپ کو بھی لگتا ہو گا نا کہ یاسر کو ایسی حالت تک پہنچانے کی ذمہ دار میں ہوں۔۔۔" اس نے اداسی سے مسکرا کر کہا تو دادا نے نامجھی سے اسکی جانب دیکھا۔ سفید شفاف سے کرتا شلوار میں ملبوس، خوبصورت آنکھوں پر عینک جمائے اور باوقار انداز میں اسے نرمی سے دیکھتے ہوئے وہ کتنے اچھے لگ رہے تھے۔

"نہیں۔ اسے تو حملہ آور نے اس حالت تک پہنچایا ہے۔" اور وہ چند پل انکے جواب پر سن سی بیٹھی رہی تھی۔ پھر یکدم ہنس دی۔ آنکھوں میں ڈھیروں نمی اترنے لگی تھی۔ اس سارے عرصے میں سائرہ کے بعد دادا دوسرے انسان تھے جنہوں نے اسکا کوئی قصور نہیں نکالا تھا۔ وہ ہنستی جا رہی تھی۔ پھر سر ہلانے لگی۔۔۔

"واقعی۔۔۔ اسے میں نے ایسی حالت تک نہیں پہنچایا۔۔۔ وہ تو حملہ آور تھا۔۔۔ اوہ دادا۔۔۔ میں نے یہ کیوں نہیں سوچا۔ میں پچھلے کئی دنوں سے خود کو مورد الزام ٹھہرا رہی ہوں۔۔۔"

سردار نے نرمی سے مسکرا کر اسکے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔ وہ انکے انداز پر پکھل ہی تو گئی تھی۔ وہ اب نرمی سے اسکا سر سہلارہے تھے۔

"آپ اس عمر میں بھی اتنے ہینڈ سم ہیں، دادا۔۔۔ اپنے کالج کے زمانے میں تو لٹر کیاں آپ پر مرتب ہو گئی۔۔۔" اور اسکے یکدم کہنے پر وہ بے ساختہ ہنس دیے تھے۔ بالکل بچوں کی طرح۔۔۔

"بالکل۔۔۔ یاسر کی دادی آخری عمر تک میرے آس پاس موجود خواتین سے جیلیں تھیں۔ میں انہیں بارہا سمجھاتھا کہ بیگم مجھے آپکے علاوہ کسی میں دلچسپی نہیں لیکن وہ کہا کرتی تھیں۔۔۔ آپکا کیا بھروسہ۔۔۔ ایک تو مرد ہیں اوپر سے انگریزی ادب پڑھتے ہیں۔" آخر میں وہ دونوں ہی کھمکھلا کر ہنس دیے تھے۔

"دادی کا قصور نہیں تھا۔ بعض لوگوں کو بس اتنا ہینڈ سم نہیں ہونا چاہیے۔" سرمی آنکھوں والا گارڈ یاد آیا تھا اسے اس سے۔ اس نے سر جھٹکا تھا۔ چند پل خاموشی چھائی رہی۔ اگلے ہی پل دادا کی معموم سی آواز ابھری۔

"میں نے واحد کی پریس کانفرنس دیکھی، بچ۔۔۔ وہ جھوٹ بول رہا ہے نا۔"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"جی دادا۔۔۔ وہ بکواس کر رہا ہے۔"

"اللہ سب بہتر کرنے والا ہے۔ میں دعا کروں گا۔۔۔" اس نے انہیں محبت بھری نظر وہ سے دیکھا تھا۔

"جی دادا۔۔۔ میرے لیے بہت دعائیں کیجیے گا۔ مجھے دعاؤں کی بہت ضرورت ہے۔" اسی پل دوسرا جانب سائرہ مسلسل سیلینہ کا نمبر ڈائل کر رہی تھی لیکن جواب ندارد۔۔۔ اس نے جھنجھلا کر فون ہی

بند کر دیا تھا۔ پھر یکدم کسی کے کار ساتھ روکنے پر ڈر کر دو قدم پیچھے ہٹی۔ اگلے ہی پل آنے والے کو خونخوار نگاہوں سے دیکھا۔

"سیلینہ میرے گھر ہیں۔ کیا آپ چلنا چاہیں گی۔۔۔؟" ارمان تھا۔۔۔ شیشے سے جھٹا کہہ رہا تھا۔ اسکے ماتھے پر بل ابھرے تھے۔

"اور وہ کیوں جانے لگی آپکے گھر۔۔۔؟"

"کیونکہ انہیں لگتا ہے کہ جاسوسوں کا گھر اک محفوظ پناہ گاہ ہوتی ہے۔ میں ان کی ایسی خوش فہمی کو دور کرنے کے حق میں بالکل بھی نہیں ہوں ویسے۔۔۔" وہ مسکراہٹ دبائے کہہ رہا تھا۔ سائرہ نے اسے تپ کر دیکھا تھا۔

"آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔"

"آپ جانتی ہیں میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ میں جھوٹ نہیں بولتا۔" اور اب کہ اسکے نرمی سے کہنے پر وہ ذرا دھیمی ہوئی تھی۔ پھر چہرہ کھڑکی پر جھٹکایا۔ مشتبہ نگاہوں سے اسکا وجہہ چہرہ دیکھا۔

"آپ واقعی جھوٹ نہیں بول رہے۔۔۔؟"

"میری آنکھوں میں دیکھیں۔ کیا آپکو لگتا ہے میں آپ سے ایسے حالات میں جھوٹ بولوں گا۔ میں جانتا ہوں وہ آپکی کبی سیہیلی ہیں۔ آپکو انکی فکر ہو گی۔" اور اسکے ایسے کہنے پر اسکا رہا سہا غصہ بھی جھاگ کی مانند بیٹھ گیا تھا۔ اگلے ہی پل ارمان نے آگے ہو کر دوسری جانب کا دروازہ کھولا تو وہ

خاموشی سے اندر بیٹھ گئی۔ اگلے ہی پل وہ کار لیے زن سے آگے بڑھ گیا تھا۔ چند پل کار میں گھری خاموشی چھائی رہی۔

"تحمینک یو۔۔" اس نے کہا تو وہ چونکا۔ حیرت سے گردن گھما کر اسکی جانب دیکھا۔

"کس لیے۔۔؟"

"میری دوست کو ایسے حالات میں پناہ دینے کے لیے۔ باوجود اسکے کہ جاسوسوں کی پناہ گاہیں مشکوک ہوتی ہیں۔" اور ہو بے اختیار تھقہہ لگا کر ہنس پڑا تھا۔ سائرہ نے بھی مسکرا کر سر جھٹکا تھا۔

"آپ آپکی دوست اتنی سمجھدار ہیں تو اس میں ہم معصوم جاسوسوں کا کیا قصور۔۔؟"

"اتنے بے قصور بھی نہیں ہوتے آپ لوگ۔۔" وہ اسکی بات پر مسکرا یا تھا۔ وہ سیلینہ جیسی بیوقوف نہیں تھی۔ وہ زیر ک لڑکی تھی۔ اسے لوگوں کو ان کے الفاظ لوٹانے آتے تھے۔

"مجھے واجد حسن سے اتنے گھٹیا پن کی امید نہیں تھی۔ بہت ہی گرا ہوا انسان ثابت ہوا ہے وہ۔" www.urdunovelbank.com
کچھ پل بعد اس نے تلخی سے کہا تو ارمان نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔ پھر موڑ کاٹا۔

"ایسا ہی ہے۔ وہ ایسا ہی کچھ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا شروع سے۔ ہمارے پاس اطلاعات موجود تھیں۔ لیکن مجھے یہ نہیں پتہ تھا کہ وہ اس حد تک جائے گا۔ کسی انسان کی زندگی کے متعلق خود ہی سچ جھوٹ بول کر فیصلہ کر لے گا۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تو سائرہ نے کثیف سی سانس خارج کی۔ ارمان نے چہرہ ہلکا سا موڑ کر اسکے فکر مند چہرے کو دیکھا تھا۔

"سیلینہ کی وجہ سے پریشان ہیں۔۔؟"

"ہاں۔۔۔" اس نے سر ہلایا۔ "بہت پریشان ہوں اسکی وجہ سے۔۔۔"

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔" سارہ نے اسکی جانب چہرہ پھیرا تھا۔

"کیسے پتہ آپکو۔۔۔؟ مجھے تو لگتا ہے اب کبھی کچھ ٹھیک نہیں ہو گا۔" وہ ہلکا سا مسکرا یا تھا۔ کار اب پر سکون سی کالونی کی صاف ستری کشادہ گلیوں میں داخل ہو رہی تھی۔

"میں روزانہ ایسے کیسے دیکھتا ہوں جن کا نہ سر ہوتا ہے نہ پیر۔ بالکل بے ڈھنگے کیسے ہوتے ہیں۔ بعض اوقات انسانیت سے گرے ہوئے اور بعض اوقات کسی ذہین قاتل کی خوفناک گھیاں راتوں کی نیندیں اڑا دیتی ہیں۔ لیکن اس سب میں ہم جاسوس لوگ امید کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ اگر ہم کیس کی ساخت دیکھ کر متاثر ہو جائیں اور اسے کوشش کیے بغیر ہی بند کر دیں تو کبھی کوئی مجرم پکڑ میں نہیں آئے۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ گھیاں وہیں سے سمجھتی ہیں جہاں سے الجھی ہوں۔ ہر کیس کا ایک سرا ہوتا ہے۔ امید کا سرا۔ اور وہ ہمیں چھوڑنا نہیں ہوتا۔ اسی لیے آپ پریشان مت ہوں۔ سیلینہ کو کچھ نہیں ہو گا۔ انکے معاملات حل ہو جائیں گے۔ جلد یا بدیر۔" وہ اب کار گھر کے اندر روک رہا تھا۔ وہاں سیلینہ کی کار پہلے سے موجود دیکھ کر سارہ نے اسکی جانب دیکھا تھا۔ ارمان نے مسکرا کر کندھے اچکائے۔

"آپ اتنے بھی برے نہیں ہیں۔ ہاسپٹل کے باہر پروپوز کرنے کے علاوہ۔۔۔" اور وہ کار سے باہر نکل گئی تھی لیکن پیچھے ارمان کا قہقہہ سن چکی تھی۔ گھر سے اب ملنے ملانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ جیب میں چابی اڑستا گھر کے اندر چلا آیا تھا۔ سیلینہ اور سارہ گلے گلی ہوئی تھیں۔ وہ دونوں تیز تیز بول بھی رہی تھیں۔ واجد کو گالیاں اور ماریہ کو کونے دے رہی تھیں۔ وہ سکون

سے سردار کے ساتھ آ بیٹھا تھا۔ پھر ان کے پچھے صوف کی پشت پر ہاتھ پھیلایا۔ انکی جانب ہلاکا جھکا بھی۔۔

"بڈی۔۔ آپکو یہ خوبصورت والی، فیشن آئیکون ٹائپ کی بہو منظور ہے۔۔؟" دادا نے اسکی جانب حیرت سے دیکھا تھا۔ پھر اسکی جانب ہلاکا سانچکے۔

"بڈی۔۔ میں نے سن رکھا ہے کہ یہ فیشن آئیکون لوگوں کی بے عزتی بڑی بے رحمی سے کرتی ہے۔" اس نے سر ہلاایا تھا۔

"بڈی۔۔ ایک دفعہ بے عزتی ہو چکی ہے۔" سردار ہنس دیے تھے۔

"تھپڑ تو نہیں کھالیا کہیں۔۔؟"

"کھاتے کھاتے رہ گیا۔۔" دادا کا قہقہہ ابھرا تو وہ دونوں ان کی جانب چونک کر دیکھنے لگیں۔ ارمان بمشکل مسکرا یا تھا۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"کیا کر رہے ہیں، بڈی۔۔ مر وائیں گے کیا۔۔؟" اس نے دبی آواز میں پوچھا تو سردار نے سر ہلا دیا۔۔

"سوری، بڈی۔۔"

وہ دونوں اب تک ایک دوسرے سے باتیں کر رہی تھیں۔ اور وہ دونوں ان دونوں کو ایسا کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ ایک فین بوائے تھا اور دوسرا محبت میں مبتلا تھا۔ ان کا علاج نہیں تھا۔



ایسے میں ہاسپٹل کی فضا خاصی تناؤ کا شکار تھی۔ یاسر کے زخم کی پٹی بدی جاچکی تھی۔

وہ اب بستر پر اونچا ہو کر بیٹھا ہوا تھا۔ حنیفہ اسکے مقابل بر اجمن تھے۔ ایک جانب دروازے کے پاس ساحر کھڑا تھا۔ زار اور شیر دروازے کے باہر ایستادہ تھے۔

"وہ اب ارمان کے گھر ہیں اور محفوظ ہیں۔" اس نے ساحر کی بات پر سر ہلا�ا تھا۔ پھر اسے ابرو سے اشارہ کیا تو وہ سمجھ کر دروازہ کھولتا باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ اسکے سامنے بیٹھے حنیفہ نے فکر مندی سے سر دونوں ہاتھوں میں گرالیا تھا۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ میں اپنی بچی کی مدد کیسے کروں اس سب میں۔ میں اتنا بے بس تو کبھی نہیں تھا، یاسر۔" وہ انہیں چند پل دیکھتا رہا تھا۔ پھر موبائل نگاہوں کے سامنے کیا۔ واجد کی پریس کانفرنس کو تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ حسن مصطفیٰ اب اپنی کسی کمپنی کا افتتاح کر کے جم غیر سے باہر نکل رہے تھے۔ ان کے ساتھ انویسٹرز اور سیاست دانوں کا اک ریلہ تھا۔ اس نے نگاہیں اٹھا کر سامنے بر اجمن حنیفہ کو دیکھا اور پھر والیم فل کر دیا۔ حنیفہ اس آواز پر بربی طرح چونکے۔ انہوں نے اپنا موبائل بھی نگاہوں کے سامنے کیا تھا۔ دروازے کے باہر ایستادہ ان تینوں نے بھی اپنے اپنے اسماڑ فون نگاہوں کے سامنے کیے تھے۔

"آپ واجد حسن اور سیلینہ مظہر کے متعلق کیا بیان دینا چاہیں گے، سر۔؟ ایک باپ ہونے کے ناطے آپ واجد صاحب کے فیصلے کو کیسے دیکھتے ہیں۔؟" ایک رپورٹر نے سوال کیا تھا۔ وہ ٹھہر کر سکون سے پلٹے تھے۔

"میں اس رشتے سے مکمل دستبرداری کا اعلان کرتا ہوں۔ میں سیلینہ جیسی بڑی شہرت رکھنے والی لڑکی کو حسن خاندان کی بہو تسلیم کرنے پر کبھی راضی نہیں ہو سکتا۔" حنیفہ کو اپنی کنپٹیاں سلگتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ انہیں لگا جیسے وہ دباؤ سے پھٹنے کے قریب ہیں۔ اس نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔ اسے انکی حالت غیر محسوس ہوئی تھی۔

"جس لڑکی کے اصل باپ کا علم نہیں ہو گا۔ وہ لڑکی کیسی ہو گی آپ سب بخوبی جانتے ہیں۔ کوئی اسکے اصل باپ کو نہیں جانتا۔ کوئی اسکے جائز یا ناجائز ہونے سے واقفیت نہیں رکھتا۔ میں ایسی شیڈی لڑکی کو پہلے بھی۔ اور آج بھی اپنی بہو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہوں۔ واضح طور پر۔ واضح الفاظ میں۔" یکدم ہی رپورٹر میں ایسے بیانے پر بھل سی دوڑ گئی تھی۔ معاملہ مزید مصالحے دار اور دلچسپ ہوتا جا رہا تھا۔

حنیفہ کو لگا ان کے ہاتھوں سے سب کچھ پھسلتا جا رہا ہے۔ انکی آنکھیں حسن کی بات پر سرخ ہوئی تھیں۔ موبائل یکلخت ہی ان کے ہاتھ سے پھسل کر نیچے جا گرا تھا۔

"یہ ایک بہت بڑا نکشاف ہے۔ کیا آپ واقعی سیلینہ مظہر کے باپ کی حیثیت کو چیلنج کر رہے ہیں۔؟" اور اس پہر۔ حسن مصطفیٰ نے کیمرے کی جانب دیکھ کر ہلاکا سا مسکرا کر کہا تھا۔

"بالکل۔ اگر اسکا کوئی باپ موجود ہے تو وہ ہمیں آکر اپنے وجود سے مطلع کرے۔ اور اگر سیلینہ کا باپ مر چکا ہے تو وہ ہمیں اسکا ڈیتھ سر ٹیفیکٹ دکھائے۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ اسکا باپ اگر اس حقیقت سے پرده اٹھانا چاہتا تو کی برس پہلے اٹھا چکا ہوتا۔ در حقیقت وہ سیلینہ کے اپنی اولاد ہونے پر یقیناً پشیمان ہو گا۔ جب اسکا اپنا باپ اسے تسلیم کرنے کے لیے راضی نہیں تو میں۔ کیسے

اسے اپنی بہو تسلیم کر سکتا ہوں بھلا۔۔۔؟" اور اسی کے ساتھ وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا تھا۔ بہت سخت باتیں کہیں تھیں اس بوڑھے مکروہ انسان نے۔ یاسر نے بے تاثر چہرے کے ساتھ موبائل بند کر کے سائیڈ ٹیبل پر ڈال دیا تھا۔ حنیفہ کے رخسار پر اس نے کئی آنسوؤں کو گرتے ہوئے دیکھا تھا۔

"حسن مصطفیٰ۔۔۔ جانتا ہے کہ آپ سلیمانہ کے باپ ہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔؟" اس نے ٹھہر کر سوال کیا تھا۔ حنیفہ نے حلق سے بہت سی گرہیں نگل کر چہرہ اٹھایا تھا۔ ان کا چہرہ اس قدر گھائی تھا کہ حد نہیں۔

"وہ۔۔۔ دوست تھا میرا۔۔۔" یہاں یاسر سرد سا مسکرا یا تھا۔ ایسے گھائیں صرف دوست ہی کر سکتے ہیں۔ دشمنوں کو آپکے اصل زخموں تک رسائی نہیں ہوا" کرتی۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"وہ اور میں شلگفتہ کو پسند کرتے تھے۔ پھر شلگفتہ نے مجھ سے شادی کر لی اور وہ میرا دشمن بن گیا۔ اسی لیئے اس نے سلیمانہ کو کبھی اپنی بہو تسلیم نہیں کیا کیونکہ۔۔۔ کیونکہ وہ میری بیٹی تھی۔ "سفید چہرے کے ساتھ کہا تو اس نے حیران ہوئے بغیر سمجھ کر سر ہلا�ا تھا۔ اگلے ہی پل حنیفہ اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ انہیں لگا وہ مزید سانس نہیں لے سکتے۔ ابھی انکا ہاتھ دروازے کے پینڈل تک گیا ہی تھا کہ یاسر کی سرد سی خاموش آواز پھر ٹھہر گیا۔۔۔

وس نے کہا۔ کہ وہ اپنی بیٹی کو تسلیم کرنے کی ہمت خود میں نہیں رکھتا۔ لیکن جس حنیفہ کو میں جانتا ہوں وہ ایسی ہمت رکھتا ہے۔۔۔ انہوں نے بالکل آہستگی سے گردن اسکی جانب پھیری تھی۔

ہسپتال کی کھڑکی پر یکدم

ہی بارش کی موئی موئی بوندیں بر سے لگیں۔۔۔ وہ دونوں بالکل خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

"جس حنیفہ کو میں جانتا ہوں۔۔۔ وہ ایسی ہمت رکھتا ہے۔۔۔" ٹھہر ٹھہر کر الفاظ ادا کیے۔ وہ بنا پلکیں جھپکائے اسے تک رہے تھے۔ اور پھر وہ یکدم ہی دروازہ کھول کر باہر کی جانب بڑھ گئے تھے۔ ساتھ ہی ان تینیوں کو بھی آوازیں دیں۔ وہ تینیوں ہٹر بڑا کر ان کے ساتھ باہر بھاگے تھے۔ حنیفہ کا چہرہ اٹل تھا۔ سرد سا اٹل۔۔۔ اس نے پچھے کنپٹی کو انگلی سے سہلا�ا۔ سر میں درد سا ہونے لگا تھا۔ شیشے پر موئی موئی بوندیں اب تک برس رہی تھیں۔ ایجنسی پہنچ کر انہوں نے تیزی سے ہدایات دیں۔ کیمرے، میڈیا، فلیش لائیٹس۔ تمام انتظامات مکمل ہو رہے تھے۔ سلمان نے انہیں ایک نظر دیکھا۔ پھر کہنی سے تھام کر انہیں اپنی جانب گھما�ا۔

"کیا تم۔۔۔ واقعی ایسا کرنا چاہتے ہو۔۔۔؟" وہ فکر مند تھے۔ حنیفہ نے سفید چہرے کے ساتھ ان سے اپنی کہنی چھڑایی اور پھر سر ہلا�ا۔ وہ فیصلہ کر چکے تھے۔

اسی پل یاسر نے ارمان کو فون ملایا۔ وہ اب تک کھڑکی پر برستی بوندوں کو دیکھ رہا تھا۔ ارمان نے فون اٹھالیا۔ دوسری جانب وہ سب بھی مصطفیٰ کی میڈیا سے گفتگو سن چکے تھے۔

"گلیمر ایجنسی کا چینل لگاؤ۔ چیف خنیفہ پریس کانفرنس کر رہے ہیں۔" اسکی آواز میں کچھ ایسا تھا کہ وہ کہے بغیر چینل تبدیل کر گیا تھا۔ لاونچ میں براجمان گنگ افراد نے چونک کر اسکرین کی جانب دیکھا۔ ڈائیس کے پچھے چیف خنیفہ کھڑے تھے۔ اب وہ مائیکس کی قطار کے قریب اپنا چہرہ کیے کچھ کہہ رہے تھے۔

"میں ہوں چیف خنیفہ مظہر۔ گلیمر ایجنسی کے سیکیورٹی سسٹم کا ڈائیریکٹر چیف۔ سیلینہ مظہر کا باپ۔ خنیفہ مظہر۔" اور ارمان کے لاونچ میں یکدم کچھ چھنا کے سے ٹوٹا تھا۔ سبزہ زار پر یکدم ہی بادلوں سے گرجدار آواز ابھری تھی۔ یاسر نے فون کان سے نچے کر لیا۔ اس نے جو سیلینہ کو دکھانا تھا وہ دکھا دیا تھا۔ خنیفہ اب ڈائیس پر سفید روپورٹس رکھ رہے تھے۔

"یہ ڈی این اے روپورٹس ہیں۔ لیگل فارنزک ڈپارٹمنٹ کی سیل شدہ روپورٹس۔ سیلینہ اور میرا ڈی این سو فیصد ہم آہنگ ہے۔ میں تمام تر ثبوتوں اور گواہان کے ساتھ تسلیم کرتا ہوں کہ سیلینہ میری جائز بیٹی ہے۔ میں نے اسکی ماں سے نکاح کیا تھا۔ اسکی ذات پر تمام الزامات بے بنیاد اور جھوٹ ہیں۔" وہ اب ڈائیس پر نکاح نامے کے کاغذات رکھ رہے تھے۔ روپورٹز میں ہلچل سی مج گئی تھی۔ سیلینہ اب ہرٹی وی چینل پر زیر بحث تھی۔

سردار، ارمان اور سارہ۔ تینوں اسکی جانب دیکھ رہے تھے جس کا چہرہ کسی مردہ چہرے جیسا لگ رہا تھا۔ اس نے ہاتھ میں کپڑا فون نگاہوں کے سامنے کیا۔ اس پر ایک نمبر ملا یا۔ پھر اسی میکانکی انداز میں فون کان سے لگایا۔

"یہ آدمی کیا کہہ رہا ہے، ماں۔؟" اس نے ٹھہری ہوئی آواز میں بس ایک دفعہ پوچھا تھا۔

"وہ سچ کہہ رہا ہے بیٹا۔" شگفتہ شاید دوسری جانب رورہی تھی۔ اس کا فون والا ہاتھ بے دم سا گود میں آگرا تھا۔ بارش اب تک تڑا تڑ برس رہی تھی۔ پھر وہ اٹھی۔ لاونچ میں موت کے سے سنائے جیسی خاموشی تھی۔ اس نے اپنے قدم داخلی دروازے سے باہر کی جانب بڑھائے تھے۔ باہر اک خوفناک سی گرج ابھری تھی۔ لگتا تھا آسمان گر پڑے گا۔ چیف حنیفہ اب تک چہرہ اٹھائے، گلابی آنکھوں سے اٹل لبھ میں کہتے جا رہے تھے۔ پھر سائزہ یکدم اٹھ کر باہر کی جانب بھاگی۔ وہ باہر نہیں تھی۔ وہ کہیں نہیں تھی۔ وہ اندر گھبرا کر آئی۔

"سیلینہ باہر نہیں ہے۔ وہ چلی گئی ہے۔" ارمان اور دادا جلدی سے اٹھ کر باہر کی جانب بڑھے تھے۔ باہر ہر جانب سیاہی تھی اور بارش اتنے زوروں سے برس رہی تھی گویا سب لے ڈوبے گی۔ ارمان نے کار نکالی اور اندر بیٹھا۔ ساحر کو فون ملا�ا۔ وہ بھی سیلینہ کے لیے باہر کی جانب بھاگا تھا۔ ہسپتال کے ایک سو تین کمرے میں موجود مریض نے اپنے ہاتھ سے سوئیاں نکالی تھیں اور پھر وہ چادر خود سے ہٹاتا اٹھ رہا تھا۔ کسی نے اسے فون کیا۔ وہ اب واش روم میں شیشے کے سامنے موجود تھا۔ سفید ڈریس شرٹ کے بٹن بند کر رہا تھا۔ پھر اوپری دو بٹن کھلے چھوڑ دیے۔ بلیو ٹو تھوڑا کر رابطہ جوڑا۔

"سیلینہ کہیں نہیں ہے۔ وہ کسی کو نہیں مل رہیں۔" ساحر کی ہنگامی سی خبر پر اس نے اسی سکون سے رابطہ منقطع کر دیا تھا۔ پھر سیاہ کوٹ پہننا۔ خود کو آئینے میں دیکھا۔ اک اور فون آیا۔ اس نے بٹن دبا کر رابطہ جوڑا۔ اب کہ ارمان تھا۔ وہ کلائی میں گھٹری باندھ رہا تھا۔

"وہ نہیں مل رہیں۔ کہیں انہیں کچھ ہونہ گیا ہو۔ یا سر۔"

اس نے قدم باہر کی جانب بڑھائے۔ اسکے لب کمزوری کے باعث اب تک سفید تھے۔ ماتھے پر اک جانب پٹی بھی لگی تھی۔ دروازے کے باہر کوئی موجود نہیں تھا۔ اس نے خاموش قدم باہر کی جانب بڑھائے۔ اسی پل نر سے اسکے کمرے کا دروازہ دھکیلا اور دھک سے رہ گئی۔ کمرہ نمبر ایک سو تین کا مریض غائب تھا۔ وہ باہر کو بھاگی اور ڈاکٹر کو مطلع کیا۔ ڈاکٹر بھی اسکے ساتھ بھاگ کر اسکے کمرے تک آیا تھا۔ پھر سر پر پریشانی سے ہاتھ پھیرا۔۔۔

"اس مریض کے لیے چلنا پھر ناٹھیک نہیں تھا۔ ڈھونڈو اسے۔۔۔ کہاں گیا ہے وہ۔۔۔؟" یکدم ہی ہسپتال میں بھگدڑ سی مج گئی تھی۔ وہ اب باہر کے زینوں سے اتر رہا تھا۔ اک اور کال آنے لگی تو اس نے بیلوٹو تھوڑے سے رابطہ جوڑا۔

"میری بیٹی نہیں مل رہی، یاسر۔۔۔ اسے لے کر آؤ۔۔۔ اسے ڈھونڈ کر کہیں سے بھی لا کر دو مجھے۔۔۔" حنیفہ

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

رورہے تھے۔

"میں اسے لارہا ہوں۔۔۔" اس نے کہا اور پھر بٹن دبایا۔۔۔ رابطہ کٹ گیا تھا۔

وہ قدم اس تڑاٹرڑ برستی بارش میں آگے ہی آگے بڑھ رہا تھا۔

وہ جانے کس سمت جا رہی تھی۔ سب جیسے دھندا گیا تھا۔ آسمان سے برستی بارش نے اسکے سامنے ہر شے کو دھندا دیا تھا۔ وہ سو گوار نگاہیں لیے چلتی رہی۔ آنسو بھی بارش کے ساتھ بہتے جا رہے تھے۔ بس فرق یہ تھا کہ آسمان سے برستی اس بوچھاڑ کا پانی تھا جبکہ اسکی آنکھوں سے بہتا

خاموش سیال گرم۔ اتنا گرم کہ اسے اندر تک جھلسا گیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آیا کہ وہ کتنی دیر سے اس برستی بارش میں چل رہی ہے۔ اسے کچھ یاد نہیں تھا۔ بس سماعت میں حنیفہ کا اک دل دھلادینے والا انکشاف گونج رہا تھا۔ اک جگہ ٹھہر کر وہ گھٹنوں کے بل بیٹھی۔ دونوں ہاتھوں کو سڑک پر رکھا۔ آنسو تھے کہ گرتے ہی جا رہے تھے۔

اسے تنکیف سے سانس نہیں آرہا تھا۔ ہچکیاں بلند ہونے لگیں۔ لوگ اپنے گھروں کو بھاگ رہے تھے۔ اسٹریٹ بلب جل بجھ رہے تھے۔ کوئی اسکی جانب متوجہ نہیں تھا۔ اسے نہیں پتہ تھا کہ کہاں جانا چاہیے تھا۔ اسکا تو کوئی گھر ہی نہیں تھا۔ اسکی ذات اس بارش تلے بہتی جا رہی تھی۔ پھر وہ ہمت کر کے اٹھی۔ لرزتے قدموں سے آگے بڑھنے لگی۔ یکاکی اسکی آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔ اسٹریٹ بلب جل اٹھا۔ بوچھاڑ بہت تیز تھی۔ دوسری جانب کا ہر منظر دھنڈ لارہی تھی۔ لیکن کچھ تھا جسے وہ ہر دھنڈ لے منظر میں پہچان لیا کرتی تھی۔ برستی بوچھاڑ کے پار وہ کھڑا تھا۔ بارش میں بری طرح بھیگتا ہوا۔ اک گارڈ۔ جو زخمی تھا۔ جس کے زخم میں تنکیف سی اٹھ رہی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ٹھہر گئے تھے۔ بالکل ساکت۔ پھر سیاہ کوت پہنے گارڈ اسکی جانب بڑھا تھا۔ وہ نہیں ہلی۔ اس میں ہمت نہیں تھی۔ وہ آگے بڑھ رہا تھا۔ بارش کی آواز پر اسکے قدموں کی چاپ بھاری ہونے لگی۔ وہ نہیں ہلی۔ وہ اپنی جگہ جم گئی تھی۔

گارڈ اسکے عین سامنے آ رکا تھا۔ اسکا پینڈ سم گارڈ۔

"تم جانتے تھے۔۔" وہ ہلاکا سا بولی۔۔ آواز میں زخم سا ابھرا۔۔ پھر اس نے اسکے سینے پر بے تحاشہ بند مٹھیوں سے مارا۔ وہ رورہی تھی۔ بری طرح ٹوٹ رہی تھی۔ اسے مار رہی تھی۔ اس پر چلا رہی تھی۔

"تم جانتے تھے۔ تم ہمیشہ سے جانتے تھے۔ تم جانتے تھے۔" بند مٹھیاں اسکے سینے پر پوری قوت سے مارتی ہوئی وہ بلبلہ رہی تھی۔ آسمان گر جا۔ بوچھاڑ میں تیزی آگئی۔ گارڈ رد عمل دیئے بغیر بس اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ اسکے پوری قوت سے مارنے پر ذرا سا لڑکھڑایا بھی تھا۔ وہ آگے بڑھ کر اسے بے تحاشہ مارتی جارہی تھی۔

"تم جانتے تھے۔۔" تم نے مجھ سے چھپایا تھا۔ تم نے مجھے اندھیرے میں رکھا۔ میں نے تم سے محبت کی ہے اور تم نے مجھے اندھیرے میں رکھا۔ میں بلکتی رہی بابا کے لیے اور تم نے میرا مzac اڑایا۔ تم نے میری بکھری ذات کا مzac بنایا ہے، یا سر۔۔" وہ اس پر چلائی تھی۔ مارتے مارتے اسکی کلائیاں دکھنے لگی تھیں۔ اسکی مزاجمت ہلکی ہو گئی۔ ہلکیاں بلند ہو گئیں۔ اب وہ اسکے سینے پر سر ٹکائے رورہی تھی۔ وہ دونوں ہاتھ پہلوؤں میں گرائے چپ چاپ کھڑا رہا تھا۔

"کیوں آئے ہو تم۔ میرا مzac بنانے۔۔ میری ذلت کا تماشہ دیکھنے۔۔؟ مجھے رسوا کرنے۔۔ کیوں آئے۔۔؟" وہ اب بھی اسکے سینے سے پیشانی ٹکائے روئی جارہی تھی۔ وہ چپ رہا۔ گلے میں گلٹی سی ابھری۔ آسمان سے بارش برستی رہی۔ ہر جانب جل تھل سا ہو رہا تھا۔

"نفرت کرتی ہوں میں تم سے۔۔ اتنی نفرت کرتی ہوں کہ تمہیں بتا نہیں سکتی۔ تم سے۔۔ چیف خنیفہ سے۔۔ اپنی ماں سے۔۔ ایجنسی سے۔۔ ایکٹریس ہونے سے۔۔ واجد سے۔۔ اس دنیا سے۔۔ سب

سے۔۔ "آواز اب ہلکی ہو گئی تھی۔ ہچکیاں سمٹ گئی تھیں۔ وہ اسکے سینے پر اب بالکل خاموشی سے سر ٹکائے ہوئے تھی۔ پھر سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ یاسر نے اسے گردن جھکا کر دیکھا تھا۔

"سب کہتے ہیں تم سے دور ہو جاؤ۔ اور ایک میں ہوں۔ کہ مجھے تم سے ہر دفعہ محبت ہو جاتی ہے۔ میں کیا کروں۔؟" آنکھیں بے حد گیلی تھیں۔ آواز رندھی ہوئی تھی۔ وہ اسے نرمی سے دیکھتا رہا۔

"بaba کے لیے ساری زندگی ترپتی رہی میں۔ وہ آج آئے اور اپنا رشتہ مجھ سے جوڑ لیا۔ میں ہی کیوں ہمیشہ محبتوں کے لیے ترسوں۔؟ میں نے کیا گناہ کیا ہے، گارڈ۔؟ میں جن سے محبت کرتی ہوں وہ مجھ سے جواباً اتنی محبت کیوں نہیں کرتے؟ کیا میں محبت کے قابل نہیں ہوں۔؟" یاسر نے اسے جواب نہیں دیا۔ وہ اس سے دور ہو گئی تھی۔ پھر اسے تنفس سے دیکھا۔ اور پلٹ گئی۔

"چلے جاؤ۔ تمہاری ماں مجھے پھر سے کہیں گی کہ میرا بیٹا تمہاری وجہ سے اس حالت میں پہنچ گیا ہے۔" لیکن وہ اسکے پیچھے بڑھ رہا تھا۔ اب وہ اس برستی بارش میں قدم ملا کر اسکے ساتھ چل رہا تھا۔

"میں چیف سے کوئی رشتہ نہیں رکھنا چاہتی۔ میں انہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔" آنسو پھر سے جمع ہونے لگے تھے۔ وہ اسکے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔

"میں نے بھی اپنے بابا کو کئی سالوں تک معاف نہیں کیا تھا۔ پھر ایک دن۔۔ وہ مر گئے۔" آسمان سے کچھ ٹوٹ کر پوری قوت سے زمین پر آگرا تھا۔ وہ ٹھہر گئی تھی۔ اسے چہرہ پھیر کر دیکھا۔ اسکی آنکھوں میں اک گہرا دکھ ہلکو رے لے رہا تھا۔

"کیا تم چاہتی ہو تمہارے بابا بھی مر جائیں۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔!" اس نے ترپ کر اسے روکا تھا۔

"اگر تم ایسا نہیں چاہتیں تو انہیں معاف کر دو۔۔۔ وہ بہت سالوں سے اذیت میں ہیں۔ ان کی اذیت تمہاری تکلیف سے کہیں زیادہ تھی۔ انہیں معاف کر دو۔۔۔ میں ان کی اذیت کا گواہ ہوں۔۔۔" وہ اسے بالکل چپ چاپ دیکھتی رہی۔

"انہوں نے مجھے چھوڑ دیا تھا۔ میں بھوک کی شدت سے بلک کر بڑی ہوئی ہوں۔۔۔"

اسکی آواز کا پی تھی۔۔۔ رگوں میں جلن سی ابھری۔۔۔

"انہیں معاف کر دو۔۔۔ وہ اپنی سزا کاٹ چکے ہیں۔" اور وہ اسے دیکھتی رہی۔۔۔ دیکھتی رہی۔۔۔ یہاں تک کہ بوچھاڑ تھم گئی۔ پھر اس نے محسوس کیا کہ یاسرنے اسے کلائی سے تھام کر اپنے ساتھ آگے بڑھایا ہے۔ وہ اب اسے لیے آگے بڑھ رہا ہے اور وہ ہمیشہ کی طرح کسی اندر یہی قوت کے تحت بڑھتی جا رہی ہے۔ وہ اب اسے نچلے فلور کے خفیہ دروازے سے اندر لیے داخل ہو رہا تھا۔ وہاں چیف خنیفہ، چیف سلمان، ساحر، شیر اور زار موجود تھے۔ ساتھ ہی پریشان سا ارمان بھی کھڑا تھا۔ اس نے اسے کلائی سے کپڑ کر خنیفہ کی جانب دھکیلا۔۔۔

اس نے کہا تھا وہ اسے لے آئے گا۔۔۔ اور وہ اسے لے آیا تھا۔۔۔

"یہ رہی آپکی امانت، چیف۔" اس کی آواز پچھے سے ابھری تھی۔ سیلینہ اور خنیفہ ایک دوسرے کو تکتے رہے۔ وہ دونوں ایک جیسے تھے۔ نرم، معصوم، ایک دوسرے سے بے تحاشہ محبت کرنے

وائلے۔۔ اور پھر۔۔ سیلز کے ساتھ۔۔ وہ ان سفید ٹائیز پر بھاگ کر۔۔ حنیفہ کی جانب بڑھی تھی۔۔ وہ رورہی تھی۔۔ وہ ان سے آگئی تھی۔۔ سلمان نے سکون کا سانس خارج کر کے شکر گزاری سے چھت کی جانب دیکھا تھا۔۔ ارمان نے سکون سے آنکھیں بند کر کے کھولی تھیں۔۔ پچھے وہ اب تک نرمی سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔۔ اسے یکدم ہی بابا کی وہ گرم سی آغوش یاد آئی تھی۔۔ حنیفہ اب سیلینہ کا ماٹھا اسکے رخسار چوم رہے تھے۔۔ وہ دونوں بے تحاشہ رورہے تھے۔۔ اس نے رخ موڑ لیا۔۔ ساتھ ساحر کو بھی اشارہ کیا۔۔ وہ اسکے ساتھ باہر نکل آیا تھا۔

"واجد حسن کہاں ہے۔۔؟"

"اپنے گھر۔۔" اس نے سر ہلا کیا اور آگے بڑھ آیا۔۔ چہرہ اب پتھر کی مانند سخت تھا۔۔ اور آنکھوں میں کاٹ سی تھی۔۔ اس نے قدم باہر کی جانب بڑھائے۔۔

"کہاں جا رہے ہو۔۔؟" ساحر نے پوچھا۔۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"کچھ حساب نکلتے ہیں اسکی جانب۔۔"

اور کار کی جانب بڑھ گیا۔۔ آج واجد کی موت تھی اسکے ہاتھوں۔۔ زخمی گارڈز کو کبھی نہیں اکسانا چاہیے۔۔ انکے طاقتوں بازو جبڑے سے دانت الگ کر دیتے ہیں۔۔ اور وہ واقعتاً آج اسکے دانت توڑ کر جبڑے سے علیحدہ کرنے والا تھا۔۔

☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔۔

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com

Urdu Novel Bank website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیلیٹگری میں۔۔۔

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

interesting and best famous urdu novels free Pdf Download on One click. all Categories new and old urdu novel stories..

All Urdu Novels List

Urdu Novel Bank website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیلیٹگری میں۔۔۔

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

واجد اپنے پی اے کو ہدایات دیتا، ہشاش بشاش سارا ہداری عبور کر رہا تھا۔ پھر چکر دار زینوں پر قدم دھرتا اوپر کی جانب بڑھنے لگا۔ وہ کچھ لمحات پہلے ہی گھر آیا تھا۔ زینے چڑھتے اس نے لمح بھر کو ٹھہر کر کچھ محسوس کیا۔

اسکا بیٹا۔۔۔ ازلان۔۔۔ اس کے اوپر کی جانب بڑھتے قدم اپنی ہی جگہ ساکت ہو گئے تھے۔ "سکینہ۔۔۔ ازلان کہاں ہے۔۔۔؟" سکینہ جو لاونچ میں موجود فرنچس کی تبدیلی دیکھ رہی تھی، چونک سی گی۔ پھر اسکی جانب چلی آئی۔ آنکھوں میں گھری ناصحی بھی تھی۔

visit for more novels:

"ماریہ میڈم لے گئیں ازلان بابا کو تو۔۔۔ انہوں نے مجھے کہا کہ وہ آپکو بتا چکی ہیں۔" اس نے کوفت سے اف آنکھیں بند کی تھیں۔ پھر بیزاریت سے ہاتھ جھلا کر اسے جانے کا اشارہ کیا تو وہ مودب سی پلٹ گی۔ اس نے موبائل نگاہوں کے سامنے کیا اور پھر کسی کا نمبر ملاتا اوپر بڑھنے لگا۔ بشاش سا تاثراب کہ سمٹ گیا تھا۔ اسے اب غصہ آرہا تھا۔ اسٹڈی تک آکر اس نے سوت کیس ایک جانب صوف پر پھینکا اور بالوں میں بے چینی سے انگلیاں چلاتا وہیں ایستادہ رہا۔ پھر موبائل کان سے ہٹا کر اسے بھی صوف پر پٹخا۔ ماریہ یقیناً اسکا فون نہیں اٹھا رہی تھی۔ اسے اب ماریہ سے بات کرنی

بھی نہیں تھی۔ وہ اب سیدھا اپنے وکیل سے بات کرنے والا تھا۔ اسے اپنا بیٹا کسی بھی صورت واپس چاہیے تھا۔

کچھ پل بعد وہ فریش ہو کر اسٹڈی کے درمیانی ٹیبل کی جانب چلا آیا تھا۔ اس نے موبائل اٹھا کر دیکھا۔ سیلینہ کی ایک بھی کال موجود نہیں تھی۔ اسے حیرت ہوئی۔ اب تک تو اسے کوئی نہ کوئی جارحانہ سارہ عمل دے دینا چاہیے تھا۔ لیکن وہ عجیب طرح سے خاموش تھی۔ اسے اب اسکی خاموشی چھپ رہی تھی۔

اسی پل کوئی فرنچر کی تبدیلی کے ساتھ ہی اسکے گھر میں داخل ہوا تھا۔ سیکیورٹی گارڈ نے اسے پوچھ گچھ کے لیے روکا تو جانے اس نے کیا کہہ کر اسے پچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ پھر وہ بنا تاثر کے چہرہ لیے آگے بڑھتا گیا۔ مصروف سے ملازمین میں سے کسی ایک کو روک کر اسکے بارے میں پوچھا۔ سیکیورٹی کے بعد کسی نے بھی اس سے پوچھ گچھ نہیں کی تھی۔ ملازمین کاموں میں خاصے مصروف تھے۔ کوئی بھی اسکی جانب متوجہ نہیں تھا۔ وہ آگے بڑھ آیا۔ پھر بنا کے زینے چڑھتا گیا۔

لب اب تک سفید تھے۔ ماتھے پر موجود پٹی جانے کہاں بہہ گئی تھی۔ اسکے ابرو کے پاس اب ایک چھوٹا سا سکٹ نظر آرہا تھا۔ وہ اوپر چڑھنے لگا۔ پھر اس نے اسٹڈی کا دروازہ دھکیلیا اور اندر چلا آیا۔ واجد نے دروازہ کھلنے کی آواز پر محض سر اٹھا کر دیکھا تھا لیکن پھر وہ سر نہیں جھکا سکا۔ وہ اسے اس سے، یہاں دیکھنے کی توقع نہیں کر رہا تھا۔ یا سر آگے بڑھ آیا۔ آس پاس نگاہ گھمائی۔ ایک گول سی لمبی باسکٹ میں ہاکی اسٹکس رکھی تھیں۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک اسٹک اٹھائی اور پھر ایک نظر ساکت ہوئے واجد پر ڈالی۔

"تم۔۔۔ تم اندر کیسے آئے۔۔۔؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ آگے بڑھ کر اسٹک پوری قوت سے اسکے جبڑے پر ماری تھی۔ کمرہ انسانی چیخ سے گونج اٹھا۔ وہ کرسی سے لٹھک کر بری طرح زمین پر جا گرا تھا۔ وہ انہی خاموش نقوش کے ساتھ اب اسے گریبان سے گھسیٹ کر سیدھا کر رہا تھا۔ پھر اسٹک ایک جانب پھینک دی اور اسے پوری قوت سے جبڑے پر سخت سا مکا مارا۔ چیخ اتنا ہولناک تھا کہ واجد کو اپنی روح پرواز ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اسکا منہ خون سے بھر گیا تھا۔ وہ اٹھا اور اسے بھی اپنے ساتھ اٹھایا۔ واجد لڑکھڑا رہا تھا۔ اس نے اسے اگلے ہی پل دیوار میں دے مارا تھا۔

واجد دیوار سے ٹکرایا کر زمین پر آگرا تھا۔ یاسر بھی جھکا۔ اسکا زخم کھل گیا تھا۔ سفید ڈریس شرٹ پر خون ابھرنے لگا۔ اس نے زخم پر ہاتھ رکھا۔ رگوں میں سوئیاں چھینے جیسی تکلیف ہونے لگی تھی۔ واجد اب کراہ رہا تھا۔ اسکی شکل بگڑ چکی تھی اور حالت غیر ہورہی تھی۔ وہ سیدھا ہوا اور پھر اسے گریبان سے جکڑا۔ اسکی آنکھوں میں اپنی سرمی سپاٹ آنکھیں گاڑیں۔

"صرف ایک دفعہ پوچھوں گا۔" واجد اب گھرے گھرے سانس لیتا اسے بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔

"اس رات۔۔۔ ایجنسی میں تم تھے۔۔۔؟ یا پھر سیلینہ پر حملہ کرنے والا۔۔۔ کیا وہ تم تھے۔۔۔؟"

واجد کی آنکھوں میں ناصبحی سی اتری۔ یاسر نے اسکا پھٹا ہونٹ دبایا تو وہ بلبلایا۔۔۔

" بتارہا ہوں۔۔۔ خدا کے لیے۔۔۔"

" بتاؤ۔۔ کیا ان سب کے پچھے تم ہو۔۔؟"

" نہیں۔۔ میں نہیں ہوں۔ مجھے صرف سیلینہ چاہیے۔" وہ ایک پل کو بالکل ٹھہر کر اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ جھوٹ نہیں بول رہا تھا۔ اسکا انداز جھوٹ بولنے والا نہیں تھا۔ اس نے اسکے بالوں کو جکڑ کر چہرہ اونچا کیا تو وہ چیخا۔۔ درد بے تحاشہ ہونے لگا تھا۔

" کیا معید حسن تمہارا بھائی ہے۔۔؟"

" ہاں۔۔ سوتیلا بھائی ہے۔۔"

" کیسا تعلق ہے اسکا تمہارے ساتھ۔۔؟"

" ہم دونوں۔۔ ایک دوسرے کو شدید نالپسند کرتے ہیں۔"

" اسکی ذہنی حالت کیسی ہے۔۔؟" اور اب کہ وہ چونکا تھا۔ آنکھیں پوری کھول کر اسے دیکھا۔ یاسر نے اسکا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑ کر دیوار سے سر لگایا تھا۔ اسکے منہ سے غرغر کی آوازیں آنے لگیں۔ زخمی لب اور جبڑے اب کہ درد سے پھٹنے کے قریب تھے۔

" وہ۔۔ وہ سایکاٹرست ہے۔۔ اسکی ذہنی حالت ٹھیک ہی ہوگی۔"

" کیا اسے او سی ڈی لاحق ہے۔۔؟" واجد کے مزاحمت کرتے ہاتھ پیر رک گئے تھے۔ یاسر نے اسکی بے ساختہ ساکت ہوتی مزاحمت کو بغور دیکھا تھا۔

" ن۔۔ نہیں۔۔ اسے او سی ڈی نہیں ہے۔۔"

" کیا تمہارے خاندان میں کسی اور کو او سی ڈی لاحق ہے۔۔؟"

"ن۔۔۔ نہیں۔۔۔" کچھ دیر اسے ٹھوڑی سے جکڑے رہنے کے بعد وہ اسے جھٹکا دیتا اٹھ گیا تھا۔ اسکا تو منه ہی ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ وہ اب درد کرتے منہ کو بمشکل جگہ پر لانے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ تو طے تھا کہ وہ اگلے کئی دنوں تک کچھ ڈھنگ سے کھا نہیں سکے گا۔ وہ جب بھی کھائے گا اسے یاسر یاد آئے گا۔

"یہ اس لیے تھا کیونکہ تم نے اسے اس ساری ذلت میں بغیر اسکی اجازت کے گھسیٹا تھا۔ آئندہ اگر تم نے اپنے گڑ جیسے منہ سے، اسکا نام لینے کی کوشش بھی کی۔ تو میں تمہارے سارے دانت پلاس سے اکھاڑ کر زکالوںگا، واجد۔ اور تم مجھے ابھی جانتے نہیں ہو۔ کیونکہ میں ایسا ہی کروں گا۔" وہ پلنے ہی لگا تھا کہ ٹھہر گیا۔

"وہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔ ہمیشہ سے پسند کرتی تھی وہ مجھے۔ کبھی مجھ سے پچھے نہیں ہٹ سکتی۔ وہ بس غلط فہمی کا شکار ہے۔ مجھے۔۔۔ مجھے پتہ ہے وہ میرے پاس لوٹ کر ضرور آئے گی۔" واجد کی لڑکھڑاتی آواز پر وہ ٹھہر ارہا۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"وہ تم سے محبت نہیں کرتی۔" ہلاکا سا کہا۔ واجد نے چونک کر چہرہ اٹھایا تھا۔ پھر چھتی آنکھوں سے اسکی پشت دیکھی۔

"اچھا۔۔۔! پھر کس سے محبت کرتی ہے وہ۔۔۔؟" انداز مضحکہ خیز تھا۔ وہ آہستہ سے پلٹا تھا۔ پھر آگے بڑھ کر اسکے پیٹ پر زور دار لات ماری۔ وہ کراہ کر زمین پر لوٹنے لگا تھا۔ ایک زہر آلود نگاہ اس پر ڈالی اور باہر کی جانب بڑھ گیا۔ اسکا فون مسلسل نج رہا تھا۔ زینوں سے اترتے ہوئے، اس نے فون کان سے لگایا۔ ارمان کی فکر مند سی آواز ابھری تھی۔

"کہاں ہو تم؟ زخمی ہو۔ فوراً واپس آؤ۔"

"میں اپنے اپارٹمنٹ جا رہا ہوں۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں سب کو اپنے گھر لے آیا ہوں۔ تمہیں کئی ضرورت ہے۔ اسی لیے شرافت سے یہاں آجائے۔"

"ارمان میں اپنا خیال رکھ سکتا ہوں۔"

"ابے۔" لیکن وہ اسکا فون رکھ چکا تھا۔ پھر اپنی کار کی جانب بڑھ آیا۔ ارمان کے گھر کا لاڈنچ اس سے روشن تھا۔ حنفیہ اور سیلینہ ایک صوفے پر براجمان تھے۔ دادا ان کے مقابل بیٹھے تھے۔ سائرہ دوسرے صوفے پر بیٹھی تھی اور چیف سلمان دلچسپی سے سردار کی کوئی بات سن رہے تھے۔

"بابا وہ نہیں آ رہا۔" ارمان نے آ کر یکدم کہا تو سب چونکے۔ یکبارگی گرد نیں اسکی جانب گھومیں۔ اس نے 'بابا' کس کو کہا تھا۔؟ سلمان اور اس نے یکدم ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔ پھر حنفیہ ہنس دیے۔ سوالیہ نگاہوں کا جواب دینے کا وقت آگیا تھا۔

"یہ جو سینئر چیف ہیں نا ایجنسی کے۔۔۔ یہ اس ہینڈسم جاسوس کے والدِ محترم ہیں۔۔۔" سیلینہ اور سائرہ کا منہ

کھل گیا تھا۔ باقی سب اس انکشاف کا اثر لیے بغیر براجمان رہے۔ انہیں اس بات کا علم تھا۔ یہاں تک کہ سردار کو بھی۔۔۔

"کیا۔۔۔" سائرہ نے سب سے پہلے ٹانگ سے ٹانگ ہٹائی تھی۔ اسکے متوجہ نقوش قابل دید تھے۔

"جی ہاں۔۔۔ ایجنسی میں کسی کو نہیں معلوم۔ ارمان کو اکثر ایجنسی کے کیس پر کام کرنا پڑتا ہے۔۔۔ ایسے میں اسے سلمان سے بطور ڈیکٹو بات کرنی ہوتی ہے۔ اگر ان دونوں کا تعلق واضح کر دیا جائے تو سب سمجھیں گے کہ باپ اپنے بیٹے کو بلاوجہ فیورز دیتا رہتا ہے۔ اس تعلق کو فارمل رکھنے کے لیے ہی ایسا کیا گیا ہے۔ اب ارمان جب بھی ایجنسی آتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ وہ میرا، یعنی چیف خنیفہ کا دور کا جاننے والا ہے۔" ان کے مسکرا کر کہنے پر ارمان ہنس دیا۔

پھر خنیفہ کے برابر آبیٹھا۔ اک محظوظ سی نگاہ حیران بیٹھی سائرہ پر ڈالی۔

"دادا۔۔۔ آپ بھی جانتے تھے۔۔۔؟" سیلینہ کا حیران سا استفسار ابھرا تو سردار اداسی سے مسکرانے۔ باری باری خنیفہ اور سلمان پر نگاہ ڈالی۔

"یہ دونوں میرے اکلوتے بیٹے کے دوست تھے۔ میں انہیں کیسے نہیں جان سکتا تھا۔۔۔؟" سیلینہ نے مسکرا کر خنیفہ کی جانب دیکھا تھا۔ اسکی آنکھیں، رخسار اور ناک رونے کے باعث گلابی سے ہورے تھے۔ لیکن پھر بھی اسکی مسکراہٹ میں آسودگی سی تھی۔ ایسی آسودگی جو کسی شے کی طویل تلاش کے بعد انسان کو میسر آئی ہو۔

"ویسے ایسا کرنے کے لیے بھی مجھے بابا نے ہی کہا تھا۔ کتنے سنگدل ہیں یہ۔ انہی کے مشورے پر میں نے کسی کو ہسپتال کے باہر پروپوز کر دیا اور وہ اب مجھے شریف ماننے پر راضی نہیں ہے۔" ارمان نے کمال معصومیت سے کہا تھا۔ اس بار سب چونکے تھے۔ سوائے سائرہ کے۔ اس نے بس جزبز ہو کر پہلو بدلا تھا۔ سلمان سیدھے ہو بیٹھے۔

"کس کو پروپوز کر دیا تم نے۔۔۔؟"

"بس کیا ہے کسی کو۔"

"تم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے نا۔؟" ان کی آواز تنیبہ سی تھی۔ اس نے اثر لیے بغیر ڈھیٹوں کی طرح کندھے اچکائے۔ جیسے وہ یہاں مجبور تھا۔ سردار کو اسکی شرارت کا علم تھا اسی لیے مسکراہٹ چھپانے کے لیے انہوں نے چہرہ پورا جھکا لیا تھا۔ ارمان نے انکے جھکے سر کو دیکھا بوس پر امڑتی مسکراہٹ دبائی۔ لیکن حنفیہ کی اگلی بات پر اس نے اک گھبرا سانس لیا تھا۔

"یاسر کہاں ہے۔؟"

"وہ نہیں آ رہا۔ وہ کہہ رہا ہے کہ میں اپنا خیال خود رکھ سکتا ہوں اسی لیے میں اپنے اپارٹمنٹ جارہا ہوں۔ ویسے میرا خیال ہے کہ وہ واقعی اپنا خیال رکھ سکتا ہے اسی لیے اسے اسکے حال پر چھوڑ دیا جائے۔" لیکن سلمان نے جیسے اسکا تجربیہ سنا ہی نہیں تھا۔ وہ اب "یہ لڑکا پاگل ہے بالکل" کہہ کر موبائل ہاتھ میں لیے، اسکا نمبر ڈائل کرتے لاونچ سے اٹھ رہے تھے۔

visit for more novels:

سیلینہ کے چہرے پر فکر سی چمکی تھی۔ حنفیہ سے توجہ بھکی تو یاسر کا سفید مضحل سا چہرہ نگاہوں کے سامنے آیا۔ کتنا مارا تھا اس نے اسے! وہ بیمار تھا یا۔! وہ زخمی تھا۔ اس نے کراہ کر اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرا یا تو سب چونکے۔

"کیا ہوا۔؟"

"میں نے یاسر کو بہت مارا ہے۔۔۔" مننا تی سی آواز سب نے بخوبی سنی تھی۔ حنیفہ اور سردار کے چہروں پر ناصحیحی سے ابھری۔ جبکہ ارمان نے مسکراہٹ دبا کر کمال مہارت سے منه پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔

"اسے مارا ہے۔۔۔؟ مطلب۔۔۔؟ کیسے مارا ہے۔۔۔؟ تمہیں لگتا ہے تم اسے مار سکتی ہو۔۔۔؟ وہ بھی اس جسامت کے ساتھ۔۔۔؟" حنیفہ واقعتاً جاننا چاہتے تھے۔ ارمان کا قہقہہ بہت بے ساختہ تھا۔ سیلینہ نے چہرہ اٹھایا۔ وہ اپ سیٹ لگ رہی تھی۔

"میں نے اسے واقعی مارا ہے، بابا۔۔۔"

"اچھا مارا کیوں ہے۔۔۔؟" حنیفہ کو اسکی بات پر یقین نہیں آیا تو دوسرا سوال کیا۔ اس نے گلابی چہرے کے ساتھ سائزہ کی جانب دیکھا تھا جو نگاہوں میں اسے کچھ بھی نہ کہنے سے باز رہنے کی تشیہہ کر رہی تھی۔ اس نے تھوک نگلا۔ سب اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ اب پہلو تھی کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا اسکے پاس۔

"وہ جانتا تھا کہ آپ میرے بابا ہیں۔ اور اس نے مجھ سے یہ چھپایا تھا۔ مجھے اس پر بہت غصہ تھا اسی لیے میں نے ایسے ری ایکٹ کیا۔" اسکے جواب پر حنیفہ نے اک ٹھنڈی سی سانس لی تھی۔

"اسے ایسا کرنے کے لیے میں نے ہی کہا تھا بیٹا۔ وہ تو ہمیشہ سے چاہتا تھا کہ میں تمہارے اور اپنے تعلق کو تمام لوگوں کے سامنے تسلیم کر لوں۔ ہمارے درمیان اس موضوع پر بہت دفعہ تلخ کلامی بھی ہو چکی ہے۔ اس نے یہ سب صرف میرے کہنے پر کیا تھا۔" اور حنیفہ کی بات سن کر اسے پھر

سے شرمندگی ہوئی تھی۔ خود کو شدید کوسا بھی۔ اگر جو وہ اسکی بات ڈھنگ سے سن لیتی تو ایسے کسی واقعے کی نوبت ہرگز نہ آتی۔ اف سیلینہ تم اتنی بیوقوف کیوں ہو؟

"ویسے مجھے شدید اختلاف ہے کہ آپکی 'مار' سے اسے کوئی نقصان پہنچا ہو گا۔" ارمان کی جانب سے مسکراتا سا تبصرہ ابھرا تو سردار ہنس دیے۔ لیکن ان کے چہرے سے ہی عیاں تھا کہ وہ یاسر کے لیے پریشان تھے۔

"بالکل بیٹا۔ کچھ نہیں ہوا ہو گا اسے۔" اسی پھر سلمان واپس آئے تو سب نے سوالیہ نگاہوں سے انکی جانب دیکھا۔ وہ اب موبائل سینٹرل ٹیبل پر رکھتے، صوف پر بیٹھ رہے تھے۔

"آرہا ہے۔" یکدم ہی سب نے سکون سا سانس لیا۔ کم از کم وہ کسی کی تو بات مانتا تھا۔

"کیسے منایا اسے۔؟" دادا نے پوچھا تھا۔

"بس کہا کہ آجاو۔"

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"اور وہ مان گیا۔؟" استفسار اب کہ سیلینہ کی جانب سے تھا۔

"بالکل۔"

"ہا۔ جس انداز سے تم نے کہا ہو گا کہ آجاو۔ وہ انداز چیخ چیخ کر یہی کہہ رہا ہو گا کہ اگر تم نہ آئے تو تم جانتے ہو کہ پھر سلمان تمہارا کیا حال کرے گا۔" حنیفہ کی جانب سے وضاحتی جملہ ابھرا تو سب ہنس دیے۔ سلمان ہلاکا سا مسکراتے تھے۔

"چلو حنیفہ۔ میری کوئی بیٹی نہیں ہے اور جب تک اس شگوفے کی شادی نہیں ہوتی اس گھر میں کوئی لڑکی بھی نہیں آتی۔ اب کم از کم تمہارے گھر کی رونق ہمارے برآمدے میں بھی پڑتی رہے گی۔" وہ نرمی سے مسکراتے تو سیلینہ چونکی۔

"بالکل۔ یہ آپکی بھی بیٹی ہے۔"

"تمہارے ساتھ میں نے بھی اسکی کمی محسوس کی ہے۔ تم مانو یا نہ مانو۔ سیلینہ میری بیٹی ہے۔" سب ان کی بات پر ہنس دیے تھے۔ حنیفہ نے اسکے چہرے پر ابھرے سوالیہ سے تاثرات دیکھے تو گھر اسانس لیا۔

"ہم دونوں دوست ایک دیوار پر رہتے ہیں، بچ۔ یہ ساتھ والا جو بنگلہ ہے۔ یہ ہمارا گھر ہے۔" حنیفہ نے اسے مہربان لبھج میں بتایا تو وہ چند پل بھیکی آنکھوں سے انہیں دیکھتی رہی۔ گھر۔ اسکا اپنا گھر۔ جس میں محض محبت اور اپنا تیت اسکا انتظار کر رہی تھی۔

"یہ ساتھ والا بنگلہ، انکل۔؟" سمازہ نے پوچھا تو انہوں نے سر ہلا�ا۔ ارمان کی نگاہ بے ساختہ ہی اسکی جانب اٹھی تھی۔ پھر کچھ سمجھ کر وہ جیسے ہلاکا سا مسکرا یا۔ کچھ پل بعد وہ جانے کے لیے اٹھی تو سب نے اسکی جانب دیکھا۔

"سوری۔ لیکن مجھے اب گھر جانا چاہیے۔ میں کام ادھورا چھوڑ کر آئی تھی اور اب رات بھی خاصی ہو چکی ہے۔" اس نے اجازت لینے کے انداز میں کہا تو سلمان بول اٹھے۔

"بیٹھ ایسے رات میں اکیلے کیسے جاؤ گی۔۔۔ ارمان۔۔۔ انہیں گھر چھوڑ کر آؤ۔۔۔ پہلے ہی حالات ٹھیک نہیں چل رہے۔" ارمان مودب سا اٹھ کھڑا ہوا۔ ساتھ ہی جینز کی جیب سے چابی نکالی۔ سیلینہ اسے چھوڑنے کے لیے دروازے تک آئی تھی۔ پھر اسے زور سے گلے لگایا۔ سارہ کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔

"اتنے دنوں بعد تمہیں خوش دیکھا ہے۔ اف مجھے اتنا رونا کیوں آرہا ہے۔" اس نے علیحدہ ہو کر آنکھیں رگڑیں تو وہ ہنس دی۔

"کل گھر آنا، سارہ۔۔۔ میں تم سے اپنی ہر خوشی شیر کرنا چاہتی ہوں۔" اس نے مسکرا کر نم آنکھوں سے سر ہلا�ا تھا۔

"تمہیں سیدھا کرنا ہے کل۔ کتنا پریشان ہوئی تھی میں تمہارے لیے۔ مجھے لگا تھا میں نے تمہیں کھو دیا ہے۔ پاگل لڑکی۔ کل آؤ گی۔ انکل سے بھی میرا پر اپر تعارف کروانا ہے۔ انکی بیٹی کی اکلوتی دوست ہوں میں۔ انہیں میرے متعلق معلوم ہونا چاہیے۔" سیلینہ نے مسکرا کر تیزی سے سر ہلا�ا تھا۔

"میں بھی ان کے ساتھ اپنی ہر خوشی شیر کرنا چاہتا ہوں لیکن یہ کچھ بھی شیر کرنے پر راضی نہیں ہیں۔" پیچھے سے ارمان کی ہانک ابھری تو وہ دونوں اسکی جانب پلیٹیں۔ سیلینہ نے ان دونوں کو باری باری دیکھا۔ پھر اسے یوں ہی ایک شک سا گزر۔ بغور ارمان کا چہرہ دیکھا۔

"کہیں ہاسپٹل کے باہر آپ نے اسے تو پروپوز نہیں کیا تھا۔۔۔؟"

"واہ۔۔ کتنی سمجھدار ہیں آپ۔ ایسے ہی سب کہتے رہتے ہیں کہ آپ میں عقل نہیں۔"

"ارمان آپ چپ رہیں۔" سارہ نے اسے خونخوار نگاہوں سے گھور کر تنبیہ کی تھی۔ آہ۔ کاش کر وہ ڈر جاتا۔

"اسے چھوڑیں۔ آپ مجھے بتائیں۔" سیلینہ جلدی سے اسکی جانب پڑی تھی۔

"بتانا کیا ہے۔۔ میں آپکی دوست کو پسند کرتا ہوں۔ ان سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ بس۔!"

"بس۔۔؟" سارہ کو اس کے 'بس' پر شدید حیرت ہوئی تھی۔

"کیا کچھ اور بھی کہنے کی اجازت ہے مجھے۔۔؟" شرارت سے کہا تو سیلینہ کو ہنسی آگئی۔ سارہ کا چہرہ دیکھ کر فی الحال کسی کو بھی ہنس آسکتی تھی۔

"میں جا رہی ہوں۔۔" وہ تیزی سے پڑی تو ارمان کو اسکے پیچھے بھاگنا ہی پڑا۔ سیلینہ ان دونوں کو مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔ پھر سر جھٹک کر اندر چلی آئی۔ وہ اب کار کا دروازہ اپنے پیچھے تقریباً دھاڑ سے مار کر اندر بیٹھی تھی۔

اسکے ساتھ بیٹھے ارمان نے ڈر کر اسے دیکھا۔

"اتنا غصہ۔۔!"

"آپ چپ رہیں۔ یہ کیا طریقہ ہے۔۔؟"

"آپکو طریقے سے مسئلہ ہے۔۔؟ اگر محض طریقے سے مسئلہ ہے تو میں اسے تبدیل کر سکتا ہوں۔"

"مجھے آپکے طریقے اور مطالبے دونوں سے مسئلہ ہے۔"

"مطالے سے کیوں---؟" آنکھوں میں ڈھیروں معصومیت لیے کہا تو وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"آپ اور سیلینہ ایک دیوار کے فاصلے پر رہیں گی۔ کیا یہ ہر پکی سہیلی کا خواب نہیں ہوتا۔" وہ چپ سی ہو کر اسے دیکھنے لگی تھی۔ وہ اب کار اسٹارٹ کر رہا تھا۔ پھر کالونی کی سڑک پار کرنے کے بعد اسے دیکھا۔ وہ اسے خاموش لگ رہی تھی۔ وہ پہلی دفعہ سنجیدہ ہوا تھا۔

"کیا آپکو۔۔۔ میرا ایسے پروپوز کرنا واقعی برا لگا ہے۔۔۔؟"

وہ کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی۔ پھر اسکی جانب چہرہ پھیر کر دیکھا۔ وہ اب چہرے پر نرمی بھری سنجیدگی لیے ڈرائیو کر رہا تھا۔

"آئی ایم سوری۔" آہستہ سے کہا تھا۔ وہ اسے دیکھتی رہی۔

"مجھے نہیں پتہ تھا آپ غیر آرام دہ ہو رہی ہیں۔ میں۔۔۔ مزاق سمجھ کر آپکو تنگ کرتا رہا۔" اب کہ وہ بالکل نرمی سے ہلکی آواز میں کہہ رہا تھا۔ لبجے میں شرمendگی تھی۔ کان بھی ہلکے سے سرخ محسوس ہو رہے تھے۔ وہ اس سارے عرصے میں پہلی دفعہ اداسی سے مسکرائی تھی۔ جو نہی ارمان نے اسکی جانب چہرہ پھیرا تو چپ ہوا۔

"میں آپکو آئندہ تنگ نہیں کروں گا۔"

"میں آپ سے شادی نہیں کر سکتی، ارمان۔" اس نے کہا تو وہ چونکا۔

"کیا میں وجہ جان سکتا ہوں۔۔۔؟" کار میں خاموشی سی چھا گئی تھی۔ وہ اب سامنے دیکھ رہی تھی۔ گھر آنے تک اس نے کوئی بات نہیں کی۔ نہ ہی ارمان نے اس سے بات کرنے کی کوشش کی۔ گھر کے باہر کار رکی۔ وہ اگلا دروازہ کھول کر باہر نکلی۔ پھر کھڑکی پر جھکی اور ہلکا سا مسکرائی۔

"کیا آپ میرے گھر نہیں آئیں گے۔۔۔؟" وہ حیران ہوا تھا۔ "مجھے آپکو کچھ دکھانا ہے۔ بلکہ کسی سے ملوانا ہے۔" وہ کار کا دروازہ کھولتا باہر نکل آیا تھا۔ پھر اسکے ساتھ ہی گھر کا کٹھی گیٹ پار کیا۔ چھوٹا سا تراشیدہ باغیچہ نگاہوں کے سامنے آیا۔ گھر چھوٹا لیکن سنورا ہوا تھا۔ وہ آس پاس دیکھتا اسکے پیچھے اندر کی جانب بڑھ رہا تھا۔ درمیانی لاونچ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ سائرہ نے بتیاں روشن کرنے کا تکلف بھی نہیں کیا تھا۔ وہ آگے بڑھ کر اب راہداری میں موجود اک کمرے کا دروازہ کھول رہی تھی۔ ارمان اس سے چند قدم پیچھے ہی ٹھہر گیا تھا۔ اسے اک عجیب سا احساس ہوا تھا۔

کمرے کا دروازہ کھولا جا چکا تھا۔ اندر سے دوائیوں، مریض اور ڈرپس کی ناگوار بو چند قدم کے فاصلے تک آرہی تھی۔ وہ آگے بڑھ آیا۔ اسکے قدم بھاری تھے۔ حلق خشک تھا۔ کمرہ کشادہ تھا۔ درمیان میں اک اسپیشل بیڈ رکھا ہوا تھا اور آس پاس مشینیں اور دوائیوں کا ہجوم تھا۔ ان سب کے درمیان میں وہ ڈھانچے نما وجود موجود تھا۔ وہ وجود ساکت تھا۔ آکسیجن ماسک اور ہاتھ میں نالیاں لگی تھیں۔ اس نے سائرہ کی جانب دیکھا۔ وہ اب مسکرا کر سسٹر سے کچھ پوچھ رہی تھی۔ اگلے ہی پل وہ باہر کی جانب بڑھی تو سائرہ اسکی جانب پڑی۔ وہ اب تک ساکت سا دروازے میں ہی ایستادہ تھا۔

"یہ میری ماں ہیں۔ صوفیہ۔ پچھلے سات سالوں سے کومہ میں ہیں۔" پھر اس خاتون کی جانب دیکھا۔ ان کے بال سفید لیکن گھنے اور لمبے تھے۔ لباس صاف سترہ تھا اور انہیں بھرپور دیکھ بال میں رکھا گیا تھا۔ آنکھیں بند تھیں اور چہرہ حد درجہ زرد تھا۔ سارہ اب جھک کر ان کا سوئیوں سے آزاد ہاتھ چھو رہی تھی۔

"اما۔ کوئی ملنے آیا ہے آپ سے۔ ارمان نام ہے انکا۔" وہ ہچکپا کر آگے بڑھ آیا تھا۔ پھر ہلاکا سا سرجھکا کر سلام کیا۔

"میں ماما سے ہر روز باتیں کرتی ہوں لیکن وہ میری باتوں کا جواب نہیں دیا کرتیں۔ کیا آپ نے کبھی کسی ایسے انسان سے گھنٹوں باتیں کی ہیں جو آپکو جواب نہ دے۔؟" اسکی آنکھیں گلابی ہوئی تھیں۔ کہتے کہتے گلا بھی رندھ گیا تھا۔ وہ دکھ سے اسکی جانب دیکھ رہا تھا۔

"اما جواب نہیں دیتیں۔ میں ان کی بغیر اجازت کیسے شادی کر سکتی ہوں بھلا۔؟ کیا آپ اپنے بابا کی اجازت کے بغیر شادی کر سکتے ہیں۔؟" ٹھہر کر پوچھا تو وہ اسے دیکھتا رہا۔

"میں ماما کو چھوڑ کر شادی نہیں کر سکتی۔ مجھ پر ماما کی ذمہ داری ہے۔ میں صرف اسی لیے دن رات محنت کرتی ہوں تاکہ ان کی مہنگی دوائیاں اور تمام ضروریات کا خیال اچھے سے رکھ سکوں۔ اب ایسی بیٹی کی اگر شادی ہو جائے گی تو ماما کو کون دیکھے گا۔؟" وہ اسکی پشت کو دیکھے گیا۔ یہی جواب تھا اسکے رشتے کا۔ سارہ نے آنکھوں سے گرے دو آنسوؤں کو ہاتھ کی پشت سے رگڑا تھا۔ کچھ پل بعد اس نے پلٹ کر دیکھا تو وہ جا چکا تھا۔ وہ تنخی سے مسکرائی تھی۔ پچھلے ہر مرد کا ظرف بھی بس اتنا ہی تھا۔ سب اسکی ذمہ داریاں دیکھ کر پیچھے ہٹ جایا کرتے تھے۔ وہ بھی ہٹ گیا ہو گا یقینا۔

اس نے ماں کا ہاتھ سہلا�ا اور پھر اسے رخسار سے لگائے بیٹھی رہی۔ سات سال پہلے یوں ہی ماں کو شدید لقوالا حق ہوا اور اسی کے ساتھ وہ بستر سے یوں آگئی تھیں۔ ان کا دماغ اور جسم مفلوج ہو گیا تھا۔ وہ زندہ تھیں لیکن کومہ کی سی حالت میں۔ بقول ڈاکٹرز کے۔۔۔ وہ نہ زندہ میں تھیں اور نہ مردہ میں۔ اسکی چلتی پھرتی ماں ایسے بستر سے آگئی تو اسے لگا اسکی زندگی ختم ہو گئی ہے۔ سیلینہ کی موجودگی کے باعث وہ کچھ حد تک سنبھلی تھی۔ اور پھر اس نے آنے والے سالوں میں خود کو سنبھال ہی لیا تھا۔ اسے ماں کے لیے کام کرنا تھا۔ بغیر تھکے۔۔۔ بغیر رکے۔۔۔



وہ ارمان کے گھر چلا آیا تھا۔ سب لاونچ میں ہی براجمان تھے۔ اسے دیکھا تو بے ساختہ ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔

ہاتھ کی جلد بچھی ہوئی تھی، لباس بھیگا ہوا تھا، بال ماتھے پر بکھرے تھے، آہستینیں اس نے پچھے کی جانب موڑ رکھی تھیں اور کوت ہاتھ میں لیا ہوا تھا۔ سفید ڈریس شرٹ پر زخم کھلنے کے باعث بہت ساخون لگا تھا۔ حنیفہ اور سلمان دونوں بے اختیار ہو کر اسکی جانب بڑھے تھے۔ وہ آگے نہیں بڑھ سکی۔ داد ابھی اٹھ کر آگے بڑھے تھے۔

"یا سر یہ سب۔۔۔! تمہارا زخم۔۔۔!" سلمان کی فکر مند سی آواز پر اس نے سر ہلا�ا تھا۔ اسکی آنکھیں تکلیف کے باعث گلابی ہو رہی تھیں۔

"زخم کی پٹی خراب ہو گئی ہے۔ میں ٹھیک کر لیتا ہوں ابھی۔"

"تمہاری حالت ٹھیک نہیں لگ رہی مجھے۔ کہاں گئے تھے تم۔۔؟" خنیفہ نے پوچھا تھا۔

"اک ضروری کام تھا۔" اسی سنجیدگی سے کہا۔ وہ دونوں بے حد پریشان ہوئے تھے۔

"ایسی حالت میں کیا ضروری کام آن پڑا تھا۔! اور اگر کام تھا بھی تو کیا وہ کسی اور وقت نہیں کیا جاسکتا تھا۔؟" سلمان کی ڈانٹ پر وہ سر جھکا کر رہ گیا تھا بس۔ پھر انہیں سر ہلا کر دھیرج رکھنے کا اشارہ کیا۔ اور آگے بڑھ آیا۔ اسکے قدموں میں ہلکی سی لرزش تھی۔ سیلینہ کو ایک نگاہ دیکھے بغیر ہی وہ ارمان کے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔ پچھے وہ تینوں فکر مندی سے ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے تھے۔

"کیا ہمیں ڈاکٹر کو نہیں بلانا چاہیے۔؟" سردار کی بے چین سی آواز ابھری تھی۔ ان دونوں سے سر ہلا کیا تھا۔

"وہ نہیں مانے گا۔ اس نے کہا ہے کہ وہ پٹی خود کرے گا تو وہ خود ہی کرے گا۔ سر آپ سو جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپکی طبیعت خراب ہو جائے۔" سلمان کے کہنے پر انہوں نے اک مضطرب سی نگاہ اسکے کمرے پر ڈالی اور پھر سر ہلا کر اپنے عارضی کمرے کی جانب بڑھ گئے۔ وہ دونوں اب فکر مندی سے سیلینہ کی جانب دیکھ رہے تھے۔

"مجھے اسکے پچھے جانا چاہیے۔ وہ میری وجہ سے زخمی ہوا ہے۔"

خنیفہ نے اسے آگے بڑھنے سے روکنا چاہا تو سلمان نے انہیں روک دیا۔

"وہ پہلے ہی اسکی طرف سے بہت پریشان ہے۔ کرنے دو اسکی مدد۔" اور وہ بے بی سے چپ رہ گئے تھے۔ سیلینہ نے آگے بڑھ کر اسکے کمرے کا ادھ کھلا دروازہ بجا یا۔ وہ نہیں پلٹا۔ جانتا تھا کہ کون ہو گا۔ وہ جواب نہ ملنے پر بھی آگے بڑھ آئی تھی۔ وہ اب سفید ڈریس شرٹ کے بٹن کھولے، زخم پر روئی رکھے ہوئے تھا۔ تکلیف کے باعث دانت جمار کھے تھے۔ اس نے بھاری ہوتے حلق کے ساتھ، آگے بڑھ کر اسکے ہاتھ سے روئی لی تھی۔ اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ سیلینہ کی آنکھیں ضبط کے باعث گلابی تھیں اور اسکی زخم میں ہوتی شدید جلن کے باعث۔۔۔

اس نے اسے نہیں روکا۔ معدے سے نیچے، قدرے ایک طرف اک گھرا ساز خم تھا۔ اسکے سینے پر اوپر تک

سفید پٹیاں بندھی تھیں۔ وہاں محض ایک زخم نہیں تھا۔ بس تازہ زخم تھا جو تکلیف دے رہا تھا۔ باقی کے زخموں پر پٹی بندھی تھی۔ اس نے ان زخموں سے نظریں چراہی تھیں پھر روئی کو نرمی سے اسکے زخم پر رکھا۔ تکلیف پر وہ پھر سے آنکھیں بند کر گیا تھا۔ اب وہ روئی پر دوائی لگائے، اسکے زخم پر رکھ رہی تھی۔ اسکی ہلکی سی کراہ ابھری۔ سیلینہ کی آنکھ سے آنسو گرا۔ لیکن وہ بالکل خاموشی سے اسکے زخم پر مرہم رکھتی جا رہی تھی۔ اب وہ ہلکا سا جھک کر اسکے زخم پر پٹی لگا رہی تھی۔ حلق میں آنسو ضبط کرنے کے باعث تکلیف ہو رہی تھی۔ اور پھر پٹی کم پڑنے پر وہ پٹی اور فرسٹ ایڈ باکس سے مزید پٹی نکالنے لگی۔ جب پٹی تو کی آنسو رخساروں پر بالکل خاموشی سے بہر رہے تھے۔ اس نے ہاتھ آگے بڑھایا لیکن یاسر نے اسکی کلائی تھام لی۔ وہ رک کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

"کیا۔۔ حال کر لیا ہے۔۔ تم نے اپنی آنکھوں کا۔۔!" درد کی شدت کے باعث آواز پھٹی پھٹی سی تھی۔ اسے جیسے اسکی آنکھیں دیکھ کر بے حد افسوس ہوا تھا۔

"ٹھیک تو ہیں۔۔" نظریں چراکر متورم سی آواز میں کہا۔ ساتھ ہی گیلی سانس بھی اندر کو کھینچی۔ وہ اسے دیکھتا رہا۔ کلائی اب تک اسکے ہاتھ میں قید تھی۔

"ادھر دیکھو۔۔" نرمی سے کہا تھا۔ سیلینہ نے اسے دیکھا۔ اسکی پلکیں اتنی بھیگی ہوئی تھیں کہ وہ چند پل اسے بالکل چپ ہوا دیکھتا رہا تھا۔

"کیا ہوا ہے۔۔؟" اسی نرمی سے پوچھا۔ وہ اسے شکوہ کناں نظروں سے دیکھتی رہی۔

"کچھ نہیں۔۔" بے رخی سے کہہ کر وہ پھر سے پٹی کرنے کے لیے جھکنے لگی لیکن وہ اسکی کلائی اب تک تھامے ہوئے تھا۔ وہ جھک نہیں سکی۔

visit for more novels: "کیا مسئلہ ہوا ہے۔۔؟ حل کر دیتا ہوں۔"

www.urdunovelbank.com

"کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" بولی تو آواز ہلکی سی کانپی۔ وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

"پھر کیوں رو رو کر اپنی آنکھوں کا ایسا حال کر رہی ہو۔۔؟"

"یہ میری آنکھیں ہیں۔ میں چاہے جو بھی کروں ان کے ساتھ۔" ہٹ دھرمی سے چہرہ اٹھا کر کہا تھا۔ وہ اسے دیکھتا رہا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ اب تم ان کے ساتھ جو چاہے کر سکتی ہو۔۔؟ کیا واقعی۔۔؟" وہ اسکا سوال سن کر لا جواب سی ہوئی تھی۔ پھر اپنی کلائی تیزی سے چھڑای۔ شدید ناراضی سے اسے دیکھا۔

"یہ۔۔ کیا کیا ہے تم نے۔۔؟" ابرو سے زخم کی جانب اشارہ کیا۔

"ٹھیک ہو جائے گا یہ۔۔ تم رونا بند کرو۔"

"کیسے ٹھیک ہو جائے گا۔ اتنی تکلیف ہو رہی ہے تمہیں۔!"

"ہاں تکلیف تو ہو رہی ہے۔" لب سفید پڑ رہے تھے لیکن وہ ضبط کیے اسکی باتوں کا جواب نرمی سے دے رہا تھا۔

"پھر تم ایسے کیوں ایکٹ کرتے ہو جیسے تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔۔؟"
"میں ایکٹ نہیں کرتا، سیلینہ۔ مجھے ایکٹ کرنا نہیں آتا۔"

"پھر تم کسی کو بتاتے کیوں نہیں ہو۔۔؟ تم اتنے ضدی، ہٹ دھرم اور بد تیز کیوں ہو۔۔؟" آواز لرز رہی تھی۔ غصے سے۔۔ غم سے۔۔ وہ اسے بالکل خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ پھر آہستہ سے پوچھا۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"رو کیوں رہی ہو۔۔؟"

"دل چاہ رہا ہے میرا۔۔ بہت دھاڑیں مار کر رونے کا دل چاہ رہا ہے۔ خوش۔۔؟" زخمی آواز میں پوچھا تھا۔ اس نے جواب نہیں دیا۔

سیلینہ نے بھی اس سے مزید کوئی بات نہیں کی۔ وہ اس پر شدید غصہ تھی۔ اسی خفگی سے پٹی کرنے لگی۔ احتیاط سے پٹی لگا کر وہ سیدھی ہوئی۔ ڈرینگ ٹیبل کے سامنے رکھی کر سی گھسیٹ کر اسکے پیچھے رکھی۔ کہا کچھ نہیں۔ وہ ناراض تھی۔ پھر ہاتھ اٹھا کر کندھے پر دھرے بالوں کو جوڑے میں لپیٹنے لگی۔ وہ بس آنکھیں اٹھائے اسے دیکھ رہا تھا۔

"بیٹھو۔" تحکم سے کہا تو وہ چپ چاپ بیٹھ گیا۔ اب وہ فرست ایڈ باکس قدموں کے پاس رکھے، اسکے سامنے پنجوں کے بل بر اجمان تھی۔ ریشمی بالوں سے اک لٹ پھسل کر رخسار پر آگری تھی۔ وہ اس سے بے نیاز اب اسکی جانب ہتھیلی بڑھائے ہوئے تھی۔

"ہاتھ دو۔" آنسو اب خشک ہو چکے تھے اور وہ بس خفا خفا سی اسکے زخموں پر مرہم رکھ رہی تھی۔ اس نے اسی خاموشی سے ہاتھ آگے بڑھادیا۔ اس نے ایک پل کو نگاہ جھکا کر اسکے ہاتھ کو دیکھا اور پھر اسے۔

"ہاتھ کے ساتھ کیا کیا ہے۔؟"

اس نے لمحہ بھر کو دوسرے ہاتھ سے سر کھجایا تھا۔ پھر کھنکھارا۔ اسے دیکھا جو کٹے تیور لیے اس سے جواب طلب کر رہی تھی۔

"واجد کو مارا ہے۔" کچھ پل بعد ڈھٹائی سے کہا۔ وہ اسے دیکھتی رہی۔ اسکے چہرے پر گری لٹ میں اسکی آنکھیں لجھنے لگی تھیں۔

"بہت اچھا کیا۔" نارمل سے انداز میں کہا اور پھر اسکے ہاتھ پر دوائی لگی روئی رکھنے لگی۔

"میرے لیے مزید اور کتنے لوگوں کو مارنے کا ارادہ رکھتے ہو۔؟" طنز یہ پوچھا۔ وہ اسکے رخسار پر گری لٹ کو دیکھ رہا تھا۔ اسی لیے محسوس کہا۔

"جتنے لوگوں کو مارنے کی ضرورت پڑی۔"

"تم ہمیشہ ایسے نہیں کر سکتے۔ خاص کر تب جب تم زخمی ہو۔ تب جب تمہارا زخم کھل گیا ہو۔ تب جب تمہیں آرام کی سخت ضرورت ہو۔ تب جب تمہیں سب اپنا خیال رکھنے کے لیے کہہ رہے ہوں۔ تب جب سب تمہاری وجہ سے پریشان ہو رہے ہوں۔ تب تم اتنی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ نہیں کر سکتے۔" وہ تیزی سے بولتی جا رہی تھی۔ ساتھ چہرہ بھی پچھے جھٹکا تاکہ رخسار پر جھولتی لٹ کو پرے دھکیل سکے۔ یاسر کو لگا وہ مزید خود کو روک نہیں پائے گا۔ اس نے اسی خاموشی سے ہاتھ آگے بڑھا کر اسکی لٹ کان کے پچھے انتہائی نرمی سے اڑسی تھی۔ وہ جو کہتی جا رہی تھی یکدم ساکت ہوئی۔ بے اختیار اسے دیکھا۔ ہر جانب لمحہ بھر کو خاموشی سے پھیل گئی تھی۔

"یہ تمہیں۔۔۔ تگ کر رہی تھی۔" اس نے آہستہ سے کہا تھا۔ بالکل معصومیت سے۔۔۔ وہ اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔ خفگی سمنے لگی۔ ساتھ ہی سر جھٹک کر اسکے ہاتھ پر پٹی باندھنے لگی۔

"اسکی ضرورت نہیں ہے۔"

visit for more novels:

"میں نے تم سے نہیں پوچھا اور تم مجھ سے بات کرو۔" اسی مصروف www.novelskidiuniya.com سے انداز میں کہا تو وہ بے اختیار

مسکرا یا۔ اسکی جانب دیکھا۔

"بات نہیں کروں۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔"

"پھر کیا کروں۔۔۔؟"

"بس چپ کر کے بیٹھو۔"

"مجھ پر ظلم کرنے کے بعد تم ایسے ایکٹ کیسے کر سکتی ہو جیسے میں نے تم پر ظلم کیا ہو۔" وہ جانا چاہتا تھا۔

"مجھے مت آساؤ کہ میں تمہیں پھر سے مارنے لگ جاؤ۔ کیا تم مجھے بتا نہیں سکتے تھے کہ تمہارے سینے پر بھی زخم ہیں۔ تم نے کچھ کہا کیوں نہیں مجھے اس وقت؟ روکا کیوں نہیں مجھے؟ تم پاگل ہو؟"

"تم نے موقع ہی نہیں دیا مجھے بتانے کا۔"

"ایک بار کہتے۔۔۔ ایک بار کہ سیلینہ مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔۔۔ بس ایک بار۔۔۔ اسکی آنکھوں میں بے اختیار نبی پھر سے اترنے لگی تھی۔

"جب کوئی دوسرا تکلیف میں ہو تو اپنی تکلیف کا ذکر نہیں کیا کرتے۔" visit for more novels
www.urdunovelbank.com

"تم ہمیشہ میرے ساتھ ایسے نہیں کر سکتے۔ میں تمہیں آئندہ اسکے لیے کبھی معاف نہیں کروں گی۔"

وہ اسے دیکھتا رہا۔ آنکھوں میں تنیہہ لیے وہ اسے انگلی اٹھا کر گویا خبردار کر رہی تھی۔ اسی پل کمرے کے ادھ کھلے دروازے میں حنیفہ اور سلمان نمودار ہوئے تھے۔

"ہو گئی پڑی۔۔۔؟"

"جی بابا۔۔۔ ہو گئی۔" سلمان کے ہاتھ میں پانی کا گلاس تھا۔ چند دو ایساں اسکی جانب بڑھا کر انہوں نے پانی کا گلاس بھی اسکی جانب بڑھایا تھا۔ وہ اب اٹھ کر فرست ایڈ باکس بند کر رہی تھی۔ پھر بیڈ کی

جانب بڑھ آئی۔ اسکا لحاف پچھے کیا۔ سلمان اب اسے ہلکا سا سہارا دے کر بیڈ تک لارہے تھے۔ اسے زخموں میں شدید کھنچاؤ محسوس ہو رہا تھا۔ پھر وہ بستر تک آیا اور اسی خاموشی سے لیٹ گیا۔ سلمان اب اس پر لحاف درست کر رہے تھے۔ اسے آرام کی ضرورت تھی۔

"تم جب تک مکمل طور پر صحتیاب نہیں ہو جاتے، یہاں سے کہیں نہیں جاؤ گے۔" ان کی تحکم سے بھرپور آواز پر وہ محض سر ہلا کر رہ گیا تھا۔ وہ اسی کے ساتھ سیلینہ کی جانب پلٹے۔ "سیلینہ۔" تم بھی چند دنوں کے لیے کام سے چھٹی لو۔ تم دونوں کو ذہنی طور پر آرام کی بے حد ضرورت ہے۔ اور اب میں دوبارہ تم دونوں کو میرے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے نہ دیکھوں۔" آخر میں سنجیدگی سے کہا تو سیلینہ کے ساتھ کھڑے حنفیہ ہنس دیے۔ سیلینہ نے سر جلدی سے اثبات میں ہلایا اور یاسرنے کوفت سے۔۔۔

وہ باہر کی جانب بڑھے تو حنفیہ اس کے بستر تک چلتے ہوئے آئے۔ لحاف کے اوپر دھرے اسکے پٹی میں جھکڑے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر ہلکا سا تھپٹھپیا۔
visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"تحینک یو۔" ہلکا سا کہا تو اس نے سر ہلایا۔

"اب آرام کرو۔" وہ اسی کے ساتھ سیلینہ کی جانب چلے آئے تھے۔ وہ ان کے ساتھ ہی دروازے کی جانب بڑھی تھی۔ وہ باہر نکل گئے تو اس نے ایک پل کو پلٹ کر اسے دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ رخسار پر لٹ اب پھر سے جھولنے لگی تھی۔ ان دونوں کی نظریں میں۔ اس نے آنکھوں پر اگلے ہی پل بازو رکھا تو وہ مسکراتی ہوئی باہر نکل آئی۔ لاونچ میں اب حنفیہ، سلمان سے جانے کے لیے اجازت طلب کر رہے تھے۔ وہ ان کے ساتھ ہی داخلی دروازے تک بڑھ آئی تھی۔ اسی پل

گھر میں ارمان داخل ہوا۔ وہ وہیں دروازے میں ٹھہر کر ان سے کھانے کے متعلق پوچھ رہا تھا۔ انداز میں ہمیشہ کی طرح نرمی تھی۔ حنفیہ نے کہا کہ وہ کھانا اپنے گھر جا کر ہی کھائیں گے تو اس نے مزید اصرار کرنا مناسب نہ سمجھا۔ حنفیہ کی موجودگی کے باعث سلیمانہ اس سے سائرہ کے متعلق بات نہیں کر سکی۔

وہ دونوں باہر کی جانب بڑھے تو وہ جیب میں چابی اڑستا اندر بڑھ آیا۔ گھر خالی پڑا تھا۔ یقیناً سب سونے جاچکے تھے۔ رات بھی خاصی گھری ہو گئی تھی۔ اس نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا تو یاسر نظر آیا۔ وہ آنکھوں پر بازو رکھے ہوئے تھا۔ اسکی موجودگی محسوس کر کے لمحے بھر کو بازو آنکھوں سے ہٹایا۔ وہ اب تھکا تھکا سا چابی، والٹ اور موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھ رہا تھا۔ وہ بغور چہرہ موڑے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کہاں تھے تم۔۔۔؟"

visit for more novels:
"سرسری سا کہاں اندماز کی چہکار جیسے سسمٹی ہوئی تھی۔ وہ خلافِ توقع سنجیدہ محسوس ہو رہا تھا۔

"تم اسکے ڈرائیور کب بنے۔۔۔؟"

اسکے پوچھنے پر وہ ہلاکا سا مسکرا یا تھا۔ پھر یکدم بیڈ پر اسکے ساتھ گرنے کے سے انداز میں لیٹا۔ یاسر نے بے ساختہ ہی اپنے زخم پر ہاتھ رکھا تھا۔ ایک ضبط سے بھری نگاہ اس پر ڈالی۔

"آرام سے۔۔۔ زخمی ہوں میں۔"

"اچھا تو تمہیں خیال آگیا کہ تم زخمی ہو۔" اسکے انداز کی گرم جوشی مفقود تھی۔ آہستگی سے بنائے جوش کے کہا تو وہ چونکا۔ بغور گردن موڑے اسکا چیرہ دیکھا۔ وہ بس خاموشی سے چھٹ کو تک رہا تھا۔

"تم نے تو پروپوز کیا تھانا اسے۔۔۔؟ کیا بنا اسکا۔؟"

"وہ مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔"

"پھر کس سے کرنا چاہتی ہے۔ بتاؤ۔ توڑ دیتے ہیں ہڈیاں اسکی۔" وہ ہنس دیا تھا۔

"کسی سے بھی شادی نہیں کرنا چاہتی وہ۔" کچھ پل بعد اس نے آہستہ سے کہا تھا۔

"کیوں؟"

اسکے پوچھنے پر کچھ لمحات پہلے کے مناظر اسکی نگاہوں کے سامنے گھومے تھے۔ بستر پر دراز وہ مفلونج وجود۔۔۔ اس وجود کے ساتھ ایستادہ، اسکی جانب پشت کیے سائزہ۔ زندھی ہوئی آواز میں اسے کچھ کہتی ہوئی۔

"بس۔۔۔ نہیں کرنا چاہتی۔ اسکے اپنے ریزنز ہیں۔"

"تم اتنی جلدی پیچھے ہٹنے والوں میں سے تو نہیں ہو۔ پھر اب کیا ہوا۔۔۔؟"

"میں پیچھے نہیں ہٹ رہا۔"

"پھر کیا کر رہے ہو۔۔۔؟"

"محبت۔۔۔"

اسکے جواب پر یاسر نے اسے کڑوے حلق کے ساتھ دیکھا تھا۔ ارمان نے اسکی جانب چہرہ پھیرا اور پھر اسکے

تاثرات دیکھ کر دل کھول کر ہنسا۔ ہنسنے ہنسنے وہ پھر سے چھٹ کو تکنے لگا تھا۔ کچھ پل بعد ہنسی سمٹ گئی۔ اب پھر سے خاموشی حائل ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

"میں اسے منا لوں گا۔ میں پیچھے نہیں ہٹ رہا۔"

"ہوں۔۔۔ گڈ فار یو۔۔۔ اب مجھے سونے دو اور اپنا محبت نامہ بند رکھنا۔" اسکے ساتھ ہی اس نے آنکھوں پر پھر سے بازو رکھ لیا تھا۔ ارمان نے چہرہ اسکی جانب پھیر کر دیکھا۔

"سیلینہ سے ملاقات ہوئی۔۔۔؟"

"میں جواب نہیں دے رہا۔" بازو رکھے ہی بولا تو وہ ہنس دیا۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"میں سو گیا ہوں۔" ارمان پھر سے ہنس دیا تھا۔ آخر کار اس نے پوچھنا ترک کر دیا۔ وہ جانتا تھا اب وہ اسے جواب نہیں دے گا۔ سر کے نیچے ایک ہاتھ رکھ کر اب وہ بالکل خاموشی سے چھٹ کو تک رہا تھا۔ رات کھڑکی کے پار اسی طرح قطرہ قطرہ تخلیل ہو رہی تھی۔

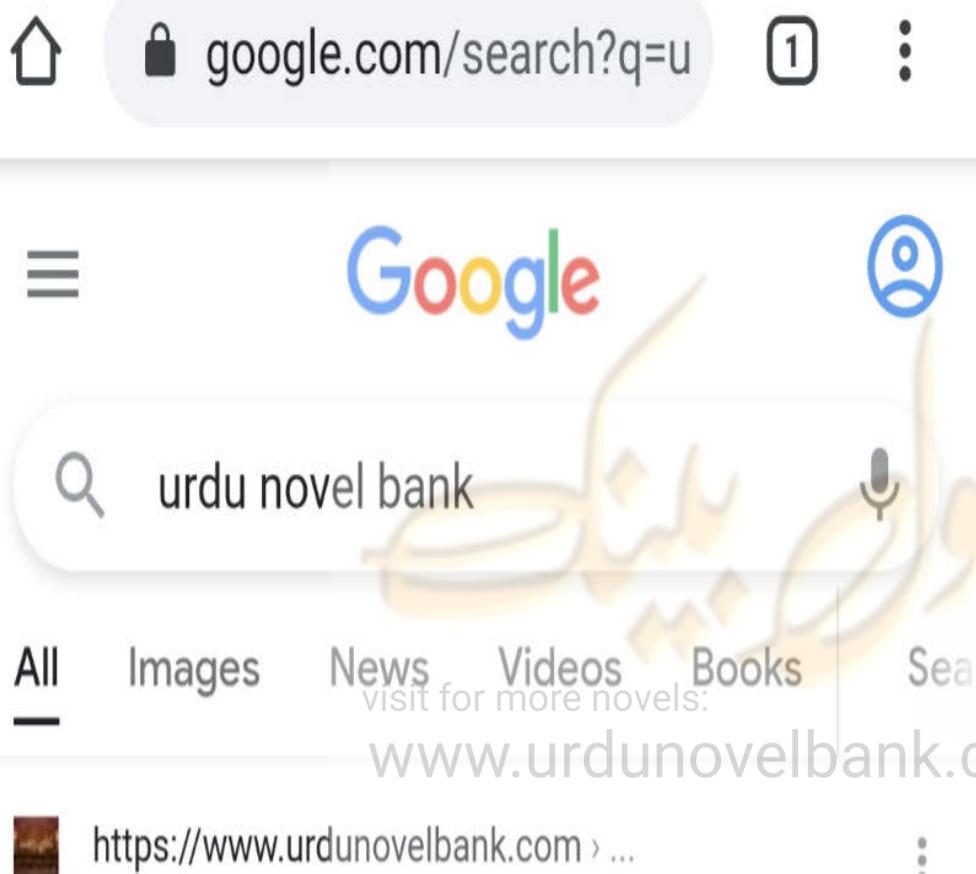
☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

"اَللّٰهُمَّ عَلٰيْكُمْ احْبَابٌ

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com



Urdu Novel Bank

interesting and best famous urdu novels free Pdf
Download on One click. all Categories new and
old urdu novel stories..

All Urdu Novels List

Urdu Novel Bank
website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں---

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
کامل ناول مفت میں

حنیفہ اسے لیے گھر چلے آئے تھے۔ وہ پہلے پہل تو داخلی دروازے ہی میں ٹھہری رہی۔ حنیفہ نے اسے رکتا دیکھ کر لمحے بھر کو خود بھی قدم روک لیے تھے۔ پھر پلت کر اسکی جانب دیکھا۔ وہ اب چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اندر بڑھتی، نگاہیں گھما کر گھر دیکھ رہی تھی۔ گھر میں اک عجیب سا سکون تھا۔ سکینت تھی۔ لاوچ میں رکھے صوفے ایل سیپ تھے۔ سفید بے داغ قالین پر رکھے، گھرے کمھی رنگ کے ایل سیپ صوفے۔۔۔ وہ آگے بڑھ آئی تھی۔ اوپری منزل کے زینے باقی گھروں کے مقابلے میں، کارنر سے اوپر کی جانب جا رہے تھے۔ چکر دار زینوں کے ٹائلز چکنے سفید تھے۔ انہی زینوں کے ساتھ گلاس وال موجود تھی۔ شیشے کی اس دیوار سے باہر بنے مختصر سے سبزہ زار کا منظر واضح تھا۔ گلاس وال کے قدرے اوپر راڈ پر لگے پر دے، ملائی رنگ کے تھے۔ نرم سے۔۔۔ اس نے چہرہ گھما کر دیکھا۔ دو کشادہ کمروں کے دروازے اس پھر بند تھے۔ دائیں جانب بنے کمرے سے ذرا فاصلے پر انگریزی طرز کا کچن بنा تھا۔

گھر زیادہ بڑا نہیں تھا لیکن اسکی تراش خراش اتنے سلیقے سے کی گی تھی کہ وہ کشادہ اور کھلا کھلا سا محسوس ہوتا تھا۔ اس نے اگلے ہی پل حنیفہ کی جانب دیکھا تھا۔ وہ پر امید نگاہیں لیے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"بابا۔۔۔ یہ گھر۔۔۔ یہ آپ نے کیسے سیٹ کیا ہوا ہے۔۔۔؟"

"یہ میں نے سیٹ نہیں کیا ہے بچے۔ میں نے انٹریئر ڈیزائیز سے گھر بنوایا ہی ایسا ہے۔ اور پھر چند کوئین آرٹسٹس نے اسکے سامان کی تراش خراش کی ہے۔ وہ ہر چند ماہ بعد اسکی سینٹنگ خود ہی تبدیل کرنے آتے ہیں۔ میرے پاس تو گھر دیکھنے کا وقت ہی نہیں ہوتا ہے۔" وہ ان تک چلی آئی تھی۔ پھر انہیں اسی محبت بھری نگاہوں سے دیکھا۔

"بابا۔ میں آپکو بابا کہہ رہی ہوں اور یہ اتنا نیچرلی میرے منہ سے نکل رہا ہے کہ میں بالکل بھی آکورڈ نہیں ہو رہی۔ ایسے جیسے میں ہمیشہ سے آپکو بابا کہتی رہی ہوں۔" اس نے نم آنکھوں سے مسکرا کر کہا تھا۔ حنفیہ نے آنکھوں میں آئی نمی الگیوں سے صاف کی تھی۔

"میں ترس گیا تھا اس لفظ کو سننے کے لیے۔ اب تم کہہ رہی ہو تو مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ مجھے اللہ کا کتنا شکر ادا کرنا چاہیے۔؟" انہوں نے ہاتھ بڑھا کر اسے خود سے لگایا تھا۔ وہ ان کے سینے پر سر رکھے یونہی کھڑی رہی۔ کتنا

visit for more novels:

پر سکون احساس تھا اپنے باپ کے گھر میں موجود ہونے کا۔ اپنے گھر ہونے کا۔ اپنا ہوم ہونے کا۔

"میں نے تمہارا کمرہ بالکل سیٹ کروا کر رکھا ہوا ہے۔ بس مجھے امید تھی کہ تم ایک دن ضرور آؤ گی۔ ملاز میں کمرے کی صفائی بھی کرتے رہتے ہیں۔" وہ دونوں یونہی آگے بڑھے تھے۔ پھر بند کمروں میں سے ایک کا دروازہ واکیا۔ آگے بڑھ کر بقی روشن کی۔ لہکے رنگوں سے مزین کمرے نے سیلینہ کی آنکھوں میں جگنو سے بھر دیے تھے۔ وہ اب آگے بڑھ کر اپنے بیڈ، شیلف، ان میں رکھے قیمتی شوپیس، شیشے کی کھڑکی، ڈریسینگ ٹیبل اور اس پر رکھے بیش بہا میک اپ اور پرفیو默ز

کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے ایک ایک شے کو اٹھا کر دیکھا تھا۔ قیمتی چکنی لکڑی سے بنی دیوار گیر الماری کا دروازہ کھولا۔ استری شدہ کپڑے، ہسیلز، بیگز۔ کیا کچھ نہیں تھا اسکے لیے۔

اسکی آنکھوں میں نمی گھری ہوتی جا رہی تھی۔ وہ حنیفہ کی جانب پلٹی۔

"ماں نے آپ سے طلاق کیوں لی تھی بابا۔؟" چند پل یونہی خاموشی سے سرک گئے تھے۔ پھر حنیفہ نے گھر اسنس لیا اور آگے بڑھ آئے۔

"میں اس وقت ایجنسی کا ایک بہت معمولی سا ملازم تھا۔ میری تنخواہ اتنی نہیں تھی کہ ایک مناسب سا کرائے کا گھر لینے کی حیثیت بھی رکھتی۔ اس نے اپنے بہتر مستقبل کے لیے مجھے چھوڑ دیا تھا۔ پھر جانے وہ کتنے سالوں تک مجھے ڈھونڈنے پر بھی نہیں ملی۔ کچھ میری بزدلی بھی تھی کہ میں تمہیں اس سے واپس لینے کی ہمت نہیں کر سکا۔ شاید میں خود کو تمہارے اور اسکے قابل نہیں سمجھتا تھا۔" وہ اسکے بیڈ پر آبیٹھے تھے۔ کہتے کہتے جیسے سانس سا پھول گیا تھا۔ ان سالوں کے بارے میں بات کرنا بھی اذیت ناک تھا۔ وہ ان کی جانب بڑھ آئی۔ پھر ان کے سامنے پنجوں کے بل بیٹھی۔ وہ چہرہ جھکائے ہوئے تھے۔ شاید وہ اس سے شرمندہ تھے۔ اس نے ان کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے تو انہوں نے اسکی جانب دیکھا۔ گھر میں موجود خاموش سی سکینت اب گھری ہوتی جا رہی تھی۔

"میں آپکو بتانا چاہتی ہوں، بابا۔ کہ اگر آپ۔۔۔ مجھے یہ سب کچھ نہ بھی دیتے۔۔۔ تو میں تب بھی آپ سے اتنا ہی پیار کرتی جتنا میں اب کر رہی ہوں۔ اگر ماں مجھے آپکے پاس چھوڑ کر چلی جاتیں اور اپنے ساتھ در در نہ بھٹکاتیں تو شاید آج میں اتنی محروم نہیں ہوتی بابا۔ میں تب بھی آپکے

ساتھ رہنے پر راضی تھی جب آپکے پاس کچھ نہیں تھا اور میں آج بھی آپکے ساتھ رہنے پر راضی ہوں، جب آپکے پاس سب کچھ ہے۔ میری محبت چیزوں سے مشروط نہیں ہے، بابا۔ میری محبت کبھی چیزوں سے مشروط نہیں تھی۔ "اور وہ جانتے تھے کہ سیلینہ ان جیسی کیسے تھی؟ اسے پیسے، اسٹیشن اور چیزوں سے کبھی فرق نہیں پڑا تھا۔ اسے تو بس رشتؤں سے فرق پڑتا تھا۔ ان رشتؤں کی پائیداری اور محبت سے۔۔

انہوں نے ہاتھ بڑھا کر دونوں ہاتھوں سے اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا۔ پھر نم آنکھوں سے مسکرائے۔

"میری بیٹی بہت پیاری ہے۔۔"

"آپکی پیاری بیٹی کو بہت بھوک لگی ہے بابا۔" اور انہیں اسکے یکدم بولنے پر جیسے ہوش آیا تھا۔ "راجہ تو اب تک سو گیا ہو گا۔" انہوں نے غالباً خانسماں کا نام لیا تھا۔ visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"کیا ہو گیا ہے بابا۔ اس وقت ہم اسے تھوڑی اٹھائیں گے۔ اس وقت تو ہم کھانا آرڈر کریں گے۔" ساتھ ہی اس نے حنفیہ کے ہاتھ سے موبائل بھی اچکا تھا۔ وہ اسکی حرکت پر مسکرائے تھے۔ چند ہی پل بعد، کچن میں لگی گول میز پر وہ دونوں آمنے سامنے بر اجمان تھے۔ پیزا کے کھلے ڈبے اور ٹھنڈی کوک کی چسکیوں کے درمیان وہ مسلسل بول رہی تھی اور حنفیہ ایک ہاتھ پر چہرہ ٹکائے اسے سن رہے تھے۔ انہیں نہیں پتہ تھا کہ وہ اتنا پیارا بولتی تھی۔

"یاسر مجھے ہمیشہ کہتا ہے کہ میں بہت بیوقوف ہوں۔ سچ پوچھیں تو مجھے نہیں لگتا میں اتنی بھی بیوقوف ہوں۔ مطلب لڑکیاں نارملی اتنی ہی سمجھدار ہوتی ہیں جتنی میں ہوں۔ آپ بتائیں۔ کیا میں سمجھدار نہیں۔۔۔؟"

"کیوں نہیں۔۔۔؟" حنفیہ نے چہرہ ہاتھ سے اٹھا کر تائیدی انداز میں کہا تھا۔ وہ مسکرائی تھی۔

"بس سچوپیشن ایسی ہو جاتی ہے کہ میں ہمیشہ اسکے سامنے بیوقوف بن کر رہ جاتی ہوں۔ جانتے ہیں ایک دفعہ میں نے اس سے پوچھا تھا کہ اگر ہم سی سی ٹی وی کیمرے لگادیں تو کیا تمام جرام کا خاتمه ہو جائے گا۔۔۔؟" حنفیہ یکدم اسکے سوال پر ہنس دیے تھے۔ وہ خود بھی ہنس رہی تھی۔

"لیکن میں سوچتی ہوں کہ اگر ہم سب سمجھدار ہو گئے تو دنیا بہت بورنگ اور زرد سی ہو جائے گی۔ اسے بھار جیسا رکھنے کے لیے کچھ بیوقوفوں کی ضرورت ہوتی ہے۔۔۔ نہیں۔۔۔؟"

"کیوں نہیں۔" انہوں نے پھر سر دھنا تھا۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"اب دیکھیں۔ کیا کوئی میرے جتنا کیوٹ بیوقوف ہے آپکی زندگی میں۔۔۔؟"

"ہاں تم ہونا۔۔۔"

وہ یکدم ہنس دی تھی۔ حنفیہ بھی ہنس رہے تھے۔

"آپکو پتہ ہے میں نے بنا سوچ سمجھے یاسر کا نام مہندی سے اپنی ہتھیلی پر لکھوا لیا تھا۔ مجھ سے لڑکی نے نام پوچھا تو میں نے اسکا نام بتادیا۔ آس پاس بیٹھی لڑکیاں میرے نام بتانے پر ہنسی تھیں۔ مجھے انکی ہنسی سمجھ نہیں آئی۔"

پھر بعد میں جا کر پتہ چلا کہ وہ کیا مطلب نکال رہی تھیں۔۔۔ اف۔۔۔ "حنیفہ ہنسنے جا رہے تھے۔

"ایک بات بتاؤ۔۔۔ یہ تم بات کرتے ہوئے ستائیں سے سات سال کی کیسے ہو جاتی ہو۔۔۔؟" اور وہ ان کے سوال پر ہنس دی تھی۔

پہلی دفعہ حنیفہ کے کچن سے ہنسنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ کھانا کھایا جا چکا تھا۔ وہ اب بیڈ پر دراز گردن تک لحاف تانے ہوئے تھی۔ حنیفہ اسکے سرہانے بیٹھے تھے۔ اسکے بالوں کو نرمی سے سہلا رہے تھے۔

"بابا۔۔۔ یہ خواب نہیں ہے نا۔۔۔؟" بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ اس نے ڈر کر پوچھا تھا۔ آج کا دن ان دونوں کے لیے بہت طویل تھا۔

"نہیں۔ آج یہ خواب نہیں ہے۔" وہ مسکرائی تھی۔ پھر ان کا ہاتھ اپنے رخسار تلے رکھ کر سوگئی۔ کچھ پل بعد اسے سوتا دیکھ کر حنیفہ آہستہ سے اٹھے تھے۔ اسکا لحاف احتیاط سے درست کیا۔ بال آخری دفعہ سہلائے اور پھر آہستگی سے قدم اٹھا کر باہر کی جانب بڑھ گئے۔ آج انہیں بہت عرصے بعد، بہت پر سکون نیند آئی تھی۔



اسی پھر گھری ہوتی رات تلے، ماریہ اپنے کمرے میں اندھیرا کیے بیٹھی تھی۔ اسکا بیٹا اسکے ساتھ ہی بستر پر سورہا تھا۔ اس نے ایک نگاہ اس پر ڈالی اور پھر بیڈ سے اٹھ آئی۔ دروازہ کھولا اور پھر آگے بڑھ آئی۔ ٹھنڈے ٹالنڈے پر چلتے ہوئے اس نے ایک ہاتھ ریلنگ پر رکھا ہوا تھا۔ نیچے گھر میں گھری

خاموشی تھی۔ ملازمین سونے جاچکے تھے اور رات خاصی گھری ہو رہی تھی۔ اس نے قدم زینوں پر دھرے اور آہستہ سے بیچے اترنے لگی۔ اگلے ہی پل اس لاونچ کا راستہ عبور کیا اور پھر آگے بڑھ آئی۔ اوپرے داخلی دروازے پار کیے اور پھر چونک کر رک سی گئی۔

سامنے ہی سبزہ زار پر لگی سفید کرسیوں پر اسکے ماں باپ اور حسن مصطفی بر اجمنان تھے۔ شعیب قدرے بے رخی اور بگڑے تاثرات لیے انہیں دیکھ رہے تھے۔ اسکی ماں کا چہرہ بھی اتنا ہی سپاٹ تھا لیکن وہ پھر بھی حسن کی وضاحت کو سننے کا تکلف کر رہی تھیں۔ اس نے بے دلی سے یہ سب دیکھا اور پھر اندر چلی آئی۔ کافی دیر بعد وہ دونوں بھی اٹھ کر اندر آئے تو اسے صوفے پر اندھیرے میں بیٹھا دیکھ کر چونک گئے۔

"بیٹا۔۔۔ اندھیرے میں کیوں بیٹھی ہو۔۔۔؟"

اسکی ماں نے آگے بڑھ کر بتیاں روشن کی تھیں۔ اس نے زخمی آنکھوں سے اپنے باپ کا چہرہ دیکھا۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"یہ آدمی یہاں کیوں آیا تھا، بابا۔۔۔؟" اسکی آواز میں عجیب سرسر اہم تھی۔ شعیب نے گھر اس اس لے کر اسے دیکھا تھا۔

"وہ مجھے واجد کے رویے کی وضاحت دے رہا تھا۔"

"کیا آپ نے اسے نہیں بتایا کہ ہمیں کسی قسم کی وضاحت درکار نہیں ہے۔۔۔؟"

"میں نے اسے بھی بتایا ہے۔" انہوں نے جلدی سے کہا تو اس نے تلخی سے انکی جانب دیکھا۔ احساس زیاد نے اسکی انکھیں پل بھر کو سرخ کر دی تھیں۔

"لیکن آپ نے اس سے اپنا کاروباری تعلق توڑنے کے متعلق بات نہیں کی ہو گی۔؟" اسکے سوال پر وہ دونوں چونکے تھے۔ اسکی ماں زائدہ اور شعیب کے درمیان علیحدگی ہو چکی تھی لیکن اسکے معاملے کی وجہ سے اسکی ماں اسی کے ساتھ ایک چھت تلنے رہنے آئی تھی۔ شعیب سے لاکھ اختلافات سہی لیکن ماریہ اسکی اکلوتی بیٹی تھی۔

"آپ نے نہیں کی۔ مجھے آپ سے بھی امید تھی، ڈیڈ۔ آپکی بیٹی کی چاہے انکا بیٹا زندگی تباہ کر دے لیکن پھر بھی آپ اس سے کاروباری تعلق کو استوار کیے ہوئے ہیں۔ کیا میری آپکی زندگی میں بھی اہمیت ہے۔؟" وہ اٹھ کر یکدم ان پر چلائی تھی۔ زائدہ نے بے اختیار اسے آگے بڑھ کر سن بجا لالہ۔ شعیب بے حد سفید چہرے کے ساتھ اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ اسی طرح زائدہ کے دونوں ہاتھوں کو جھٹک کر آگے بڑھی اور ان کے سامنے بھیگ کر نہیں کے ساتھ انگلی لہرائی۔

"آپکی بد اعمالیوں کی سزا آپکی بیٹی کو ملی ہے، ڈیڈ۔ آپ نے اپنی پوری زندگی اتنی عورتوں سے ناجائز تعلقات رکھے اور کسی ایک کے ساتھ بھی وفا نہیں کی۔ آپ نے ساری زندگی ماں کو سزا میں رکھا۔ اپنی بیوی موجود ہونے کے باوجود بھی آپ باہر منہ مارتے رہے۔۔۔ یہ سب۔۔۔ یہ سب جو میرے ساتھ ہو رہا ہے۔۔۔ آپکی بد اعمالیوں کی نتائج ہیں۔" وہ بلند آواز سے بولتی جا رہی تھی۔ آواز پھٹ رہی تھی۔ پچھے کھڑی زائدہ رونے لگی تھیں۔ شعیب بس شعلہ بار نگاہوں سے اسکا چہرہ دیکھ رہے تھے۔

"اپنے باپ سے بات کرنے کی تمیز بالکل ختم ہوتی جا رہی ہے تم میں۔"

"تمیز۔۔ آپ اس وقت تمیز کے بارے میں بات کیسے کر سکتے ہیں، ڈیڈ۔۔! میری زندگی تباہ ہوئی ہے۔۔! میری زندگی تباہ ہوتی جا رہی ہے اور اسکے ذمہ دار سراسر آپ ہیں۔" وہ سینے پر ہاتھ مار کر بولی تو شعیب نے ضبط کھو کر اسے زور دار چانٹا رسید کیا۔ وہ پیچھے جا گری تھی۔ زائدہ کی چیخ بے ساختہ تھی۔ ماریہ نے اسی تنفس سے رخسار پر ہاتھ کر انہیں دیکھا تھا۔

"میں۔۔ اب اس ملک میں نہیں رہوں گی۔ میں یہ ملک چھوڑ کر اپنے بیٹے کو لے کر کہیں دور چلی جاؤں گی۔ آپ سے۔۔ اس گھر سے۔۔ اس زندگی سے۔۔" وہ بھی ضبط کھو کر پوری قوت سے چلائی تھی۔ پھر اپنا ہاتھ بری طرح چھڑا کر تیزی سے زینے عبور کرتی اوپر بڑھتی گئی۔ وہ دونوں گرد نیں اٹھا کر اسے جاتا دیکھ رہے تھے۔ پھر زائدہ نے اک تنخ نگاہ شعیب پر ڈالی۔۔

"آپ یہ بھول گئے تھے شعیب۔ کہ اعمال کے نتائج اگر آپ نہیں بھگتیں گے تو وہ آپکی اولاد بھگتے گی۔ دیکھیں۔۔ کیا حال ہو گیا ہے میری بیٹی کا۔۔! میری اتنی پیاری بیٹی کو ان دونکے کے لوگوں نے ذلیل کر دیا ہے اور آپ اب تک ان سے کاروباری تعلق رکھے ہوئے ہیں۔؟"

"میں اپنے کاروبار کو ایسے کوڑیوں کے دام نہیں پیچ سکتا۔ اس دنیا میں سروائیو کرنے کے لیے مجھے حسن جیسے کاروباری دوستوں کی ضرورت ہے۔ یہاں کوئی فلم نہیں چل رہی ہے کہ میں جذبات میں آکر سب تباہ کر دوں۔" وہ بھی اس تنفس سے کہہ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔ زائدہ نے بے بسی سے گھر اسنس لیا تھا۔ زندگی جیسے ان کی تباہ ہوئی تھی اب بالکل اسی طرح سے ماریہ

کی تباہ ہو رہی تھی۔ انہوں نے اپنے زخم تو برداشت کر لیے تھے لیکن ماریہ کی تکلیف دیکھنا بہت اذیت ناک تھا۔

وہ اگلے ہی پل زینوں کی جانب بڑھی تھیں۔ انہیں ماریہ کو تنہا نہیں چھوڑنا تھا۔ وہ انتہا پر تھی اور انہیں اسکے انتہائی قدموں سے ہمیشہ خوف آیا تھا۔



اگلی صبح خاصی پر سکون اور اچھے موسم کے ساتھ طلوع ہوئی تھی۔ آج چھٹی کا دن تھا۔ دو دیواروں پر ساتھ ساتھ بنے گھروں میں زندگی اپنی بھرپور توانائی کے ساتھ انگڑائی لے رہی تھی۔ سلمان کچن سے باہر ذرا فاصلے پر رکھی کھانے کی ٹیبل پر سردار کے ساتھ بر اجمن ناشتہ کر رہے تھے۔ اسی پھر ارمان بھی فریش سا کمرے سے باہر نکلا۔ کچھ ہی پل بعد یاسر بھی باہر نکل آیا تھا۔ اک پر سکون نیند لینے کے بعد وہ کل سے خاصہ بہتر لگ رہا تھا۔

visit for more novels:

"تم کہاں جا رہے ہو۔۔۔؟" سلمان نے ناشتے کے دوران پوچھا تو ارمان نے ہاتھ روک کر انہیں دیکھا۔

"ایک ضروری کام ہے۔ کیوں کوئی کام تھا۔۔۔؟"

"نہیں۔ کوئی خاص کام نہیں تھا۔"

"میں آج گھر جانے کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔" سردار نے کہا تو سلمان سیدھے ہو بیٹھے۔ یاسر اور ارمان نے بھی چہرے اٹھا کر انہیں دیکھا تھا۔

"آپ کچھ دن اور ٹھہر جائیں نا، سر۔۔ یاسر تو یہیں ہے۔"

"نہیں بیٹی۔ وہاں گھر تھا ہے۔ ملاز میں اور زمینوں کے بہت سے کام دیکھنے ہوتے ہیں۔ میں پہلے ہی ایک ہفتے سے چھٹی پر ہوں۔ مزید چھٹی نہیں لے سکتا۔" ان کا جواز سن کر سلمان خاموش سے ہو گئے تھے۔ یاسر نے اگلے ہی پل سر ہلایا تھا۔ ساتھ ہی کانٹے سے انڈا توڑ کر منہ میں رکھا۔ نفاست سے نوالہ چبایا۔

"ٹھیک ہے۔ میں آپکو گھر چھوڑ دوں گا۔"

"تم کہیں باہر نہیں جاؤ گے۔" سلمان نے یکدم ٹوکا تو اس نے گھر اسائس لیا۔ "جی چیف۔۔ میں بس دادا کو چھوڑ کر واپس آجائے نگا۔ مجھے ارمان کے ساتھ کچھ تحقیقات کرنی ہیں۔" اسکے کہنے پر انہوں نے چند پل بعد سر ہلایا تھا۔

"دادا۔۔ آپ ابھی مت جائیں۔ ایک کام ہے جہاں آپکا ہونا بے حد ضروری ہے۔" ارمان نے یکدم کہا تو سب نے یکبارگی اسکی جانب دیکھا۔ سلمان کے چہرے پر نامجھی سی ابھری تھی۔

"اور ایسا کونسا ضروری کام ہے۔۔؟"

"ہے ایک کام۔۔ میں آج آپکو تمام تفصیلات بتا دوں گا۔ اگر آج وہ کام نہیں ہوا تو آپ اپنے گھر چلے جائیئے گا۔" وہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ سردار نے اسکے ادھورے ناشتے کو دیکھا۔

"اچھا ناشتہ تو پورا کرلو۔۔"

"میں نکلتا ہوں۔۔ مجھے ذرا کچھ ضروری کام ہے۔" وہ عجلت میں چابی اور موبائل جیب میں اڑتا باہر کی جانب بڑھا تو سلمان نے بے ساختہ گھر اسنس بھر کر سر نفی میں ہلایا۔

"اس لڑکے کا کچھ نہیں ہو سکتا۔ چھٹی کے دن بھی اسکے ضروری اور غیر ضروری کام ختم نہیں ہوتے۔" یاسر نے یونہی چہرہ پھیر کر اسکی پشت کو دیکھا تھا۔ وہ داخلی دروازے سے دور ہوتا جا رہا تھا۔ وہ دوبارہ سے اپنے کھانے کی جانب متوجہ ہوا تھا۔ ناشتے کے بعد وہ کمرے میں دوبارہ چلا آیا تھا۔ خالی اسٹڈی ٹیبل کی جانب دیکھا اور پھر کچھ سوچ کر نمبر ملانے لگا۔

"ہاں ساحر۔۔ میں ارمان کے گھر ہوں۔ تم مجھے شرین رضا اور دوسرے کیسیں کی فائلز لا کر دے سکتے ہو۔۔؟" پھر چند پل ٹھہر کر دوسری جانب کچھ سنا۔

"نہیں میں ایجنسی نہیں آ سکتا ایک دو دن تک۔ اسی لیے گھر پر ہی کیس اسٹڈی کر لوں گا۔" فون رکھ کر وہ کمرے سے باہر چلا آیا تھا۔ ٹوی وی لاونج میں سلمان اور سردار بیٹھے تھے۔ آج چھٹی کا دن تھا اسی لیے سلمان فارغ تھے۔ اسی فراغت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ سردار کو بھرپور کمپنی دے رہے تھے۔ وہ بھی ان کے ساتھ آ بیٹھا تھا۔ نیوز چینل پر کل ہوا واقعہ پورے زور و شور سے بحث کا حصہ تھا۔ حنیفہ مظہر، حسن مصطفی اور واجد حسن کی جانب سے کیے گئے بھاری انکشافات پر سب کو بات کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ تینوں بھی اب کہ پوری طرح ٹوی وی کی جانب متوجہ تھے۔

"یہ واجد بیوقوف ہے یا اس نے کوئی چال چلی ہے۔۔؟"

سلمان نے قدرے بیزار ہو کر واجد کا چہرہ نیوز چینل پر ابھرتے دیکھ کر پوچھا تھا۔ وہ جو پچھے ہو کر بیٹھا تھا لمبے بھر کو انہیں دیکھا۔

"وہ بیوقوف نہیں ہے۔ سیاسی طور پر تو بالکل بھی نہیں۔ لیکن وہ ازدواجی طور پر ایک انہتائی بیوقوف شخص ہے۔ اس نے اپنے تینیں ایک اچھا پلان بنایا اور سیلینہ کو جھوٹ کے ذریعے گھیرنے کی کوشش کی لیکن اس نے ایک پل کے لیے بھی یہ نہیں سوچا کہ اگر سیلینہ نے اس سب سے انکار کر دیا تو وہ کیسے اپنے بیانیے کا دفاع کرسکے گا۔ اس نے محض یہ سوچا کہ اگر سیلینہ کے پاس کوئی راستہ نہ چھوڑا جائے تو وہ اسکے پاس دوبارہ چلی آئے گی۔" آخر میں کہہ کر کندھے اچکائے۔

سپینڈر ڈریس میں ملبوس، ڈریس شرٹ کے اوپری دو بٹن کھولے، گریبان کو ذرا انداز سے پچھے کیے، ماتھے پر بال بکھیرے، وہ اس صحیح میں کسی ٹائپ رائٹر جیسا لگتا تھا۔ پینڈ سم ٹائپ رائٹر۔۔۔

"لیکن وہ ایسا کیوں کر رہا ہے۔۔۔؟ سیلینہ اسے واضح الفاظ میں اپنی ناپسندیدگی کے بارے میں بتا چکی ہے۔" سردار کو تو واجد کبھی پسند تھا ہی نہیں۔ ان کے پوچھنے پر وہ ہلکا سا مسکرا یا تھا۔

"وہ سیلینہ سے آبسیڈ ہے، دادا۔ اسے یہ بات خود بھی نہیں پتہ ہے۔"

visit for more novels:

"اسے یہ نہیں پتہ۔۔۔؟" نہیں جیرت ہوئی تھی۔

"جی۔ اسے یہ بات نہیں پتہ۔ ہم میں سے بہت لوگ محبت اور آبسیشن کے درمیان فرق نہیں کر پاتے۔ ہمیں اپنا آبسیڈ اور انہتائی ایب نارمل رو یہ محبت لگ رہا ہوتا ہے۔ اسے بھی یہی لگ رہا ہے۔ جو حملہ آور سیلینہ کے پچھے ہے اسے بھی یہی لگتا ہے۔ وہ ایک فین ہے۔ فینز کو آبسیشن کبھی غلط نہیں لگ سکتا۔ وہ اسے محبت جسٹفی کرنے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتے ہیں۔ جیسے یہ۔۔۔" ٹھہر کر انگلی سے ٹی وی کی جانب اشارہ کیا۔ "یہ سب کر رہا ہے۔ اور اسی لیے بہت سے آرٹسٹس اپنے فینز سے کوئی بھی تعلق استوار کرنے سے گریز بر تھے ہیں۔"

"واقعی۔۔ اسکا رویہ انتہائی ہے۔۔ اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور رات کو پریس کانفرنس میں اتنا بڑا جھوٹ بھی اتنے آرام سے کہہ دیا۔۔"سلمان نے کہا تو دادا نے سر ہلایا۔۔

"صد شکر کہ حنفہ نے آگے بڑھ کر سب کی غلط فہمیاں سیلینہ کے متعلق دور کر دیں۔۔ ویسے میں حیران ہوں۔۔ جب میں اسے کہتا رہا کہ تم ایکسیپٹ کیوں نہیں کر لیتے سب کے سامنے۔۔ تو وہ مجھے ہمیشہ ٹالتا رہا۔۔ اب جانے کیوں یکدم وہ سب کچھ قبول کر گیا ہے۔۔ ہے نا عجیب۔۔؟" سردار نے قدرے ناممتحنی سے کہہ کر تائیدی انداز میں سلمان کی جانب دیکھا تو انہوں نے یکدم یا سر کو دیکھا۔۔ وہ اثر لیے بغیر ٹوٹی وی دیکھ رہا تھا۔۔

"جی سر۔۔ میں بھی حیران ہوں کہ کس نے اور کیسے اسے قائل کیا ہے۔۔ کیا تم جانتے ہو، یا سر۔۔؟" اس نے بے اختیار سلمان کی جانب دیکھا تھا۔۔ وہ اسے ہی مسکراتی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔۔ وہ جانتے تھے۔۔ اس نے گھر اسنس لے کر سر ہلایا تھا۔۔

visit for more novels:

"شاید انہیں احساس ہو گیا ہو۔۔ ضروری نہیں ہے کہ کسی نے انہیں قبول کرنے کے لیے قائل کیا ہو۔۔" اسی سکون سے کہا تو سلمان نے مسکراہٹ دبای۔۔ سردار اسکی بات سمجھ کر سر ہلارہے تھے۔۔ کتنا کم جانتے تھے وہ اسے۔۔

"چلو جو بھی ہوا اچھا ہی ہوا۔۔ لیکن اب سیلینہ، واجد کی پریس کانفرنس کا انکار کیسے کرے گی۔۔؟" کیا یہ اسکی شہرت کے لیے برا نہیں ہو گا۔۔؟"

"وہ نہیں کرے گی۔۔" اس نے کہا تو ان دونوں نے اسکی جانب چونک کر دیکھا۔۔ یا سر کے آگے ہسپتال کا وہ مصنوعی روشنیوں سے جگمگاتا کمرہ نگاہوں کے سامنے آیا تھا۔۔ وہ موبائل سامنے کیے

واجد کی پریس کانفرنس دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے موبائل ہاتھ میں سیدھا کیا اور چند ایک نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اگلے ہی پل فون اٹھالیا گیا تھا۔ دوسری جانب نظر تھا۔

"سیلینہ اس پریس کانفرنس کا جواب نہیں دے گی، نظر۔" اس نے بغیر کسی تمہید کے سپاٹ سے انداز میں بات شروع کی تو وہ دوسری جانب گڑبرڑایا۔

"کیا مطلب۔؟"

"تم اس پریس کانفرنس کا خود جواب دو گے۔ اسکے مبنیجہ ہونے کے ناطے۔"

"لیکن۔۔ لوگوں کو اسکی وضاحت درکار ہو گی نہ کہ میری۔۔"

"مجھے کچھ نہیں پتہ۔ تم اسکے لیے آئے جتنے ڈرامے دوسری ایکٹریس کو اسائیں کر چکے ہو، اسکے بدلتے تم اگر اس پر یہ احسان کر دو گے تو تمہارے لیے بہت بہتر ہو گا۔" اسکی آواز ٹھنڈی تھی۔

دوسری جانب جیسے نظر کو سانپ سونگھ گیا تھا۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"وہ ڈرامے۔۔"

"مجھے مزید کوئی بکواس نہیں سنی۔ تم اسے فون کر کے ابھی کہو گے کہ اس سب کا جواب تم دو گے وہ نہیں۔" اگلے ہی پل اس نے فون کان سے ہٹا لیا تھا۔ اس نے آس پاس دیکھا تو ہسپتال کا کمرہ کہیں تحلیل ہو گیا تھا۔ دادا اور سلمان اسکے جواب کا انتظار کر رہے تھے۔ اس نے گھر اسنس لیا اور پھر سیدھا ہو بیٹھا۔

"نظر اسکا مینیجر ہے۔ وہ ہی اس سارے واقعے کو ڈیل کرے گا۔ سیلینہ اب رپورٹر کے سامنے نہیں جائے گی۔" اسی پل اسکا فون بخنے لگا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ساحر گھر کے باہر اسکا انتظار کر رہا تھا۔ وہ اٹھ کر باہر گیا تو وہ دونوں پھر سے ٹی وی کی جانب متوجہ ہو گئے۔



سامرہ صحیح ہی صحیح فولو شوٹ کے میک اپ کے لیے سیٹ پر گئی ہوئی تھی۔ جب واپس پلٹی تو لمبھر کو ٹھٹھک کر رک سی گی۔ گھر میں ہر جانب عجیب سی مہک بکھری تھی۔ اس نے صوفیہ کے کمرے سے نکلتی سسٹر کو دیکھا تو اسے آواز دے کر بلایا۔ وہ خوشی سے مسکراتی آگے بڑھ آئی تھی۔ کچھ غیر معمولی تھا اسکے چہرے پر۔ عجیب سی خوشی۔۔۔

"کیا کوئی آیا ہوا ہے۔۔۔؟"

"جی بی بی۔۔۔"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"کون۔۔۔؟" اس نے پرس اور سامان اسے تھمایا اور پھر خود ہی آگے بڑھ آئی۔ راہداری عبور کی تو ماں کا کمرہ نگاہوں کے سامنے آیا۔ اس نے ادھ کھلا دروازہ مزید دھکلیلا تو ساکت ہو کر ٹھہر سی گئی۔ کمرہ پھولوں سے بھرا تھا۔ بیڈ، صوف، ٹیبل۔۔۔ ہر جانب پھولوں کے بکے رکھے تھے۔ وہ کرسی بیڈ سے قریب لگائے بیٹھا تھا۔ صوفیہ سے باتیں بھی کر رہا تھا۔ بالکل نارمل باتیں۔۔۔ جیسے وہ ہر روز ان سے ایسے ہی باتیں کرتا رہا ہو۔ اسکی باتیں، اپنی جاب کی باتیں، انکی صحتیابی کی باتیں۔۔۔

کچھ محسوس کر کے اس نے آہستہ سے گردن پھیر کر دیکھا تو ٹھہر گیا۔ پھر اگلے ہی پل اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ بالکل ساکت ہوئی۔ پھر اس نے ایک نگاہ کمرے پر ڈالی۔ آج وہاں دوائیوں کی بو نہیں تھی۔ آج وہاں محض پھولوں کی خوشبو تھی۔

"یہ سب۔۔۔ یہ سب کیا ہے۔۔۔؟"

اسکی آواز میں باریک سی لرزش تھی۔

"آپکی ماں کے لیے تخفہ۔ مجھے کل اس کمرے میں پھولوں کی کمی بہت شدت سے محسوس ہوئی تھی۔" بالکل نارمل انداز میں بتایا۔ وہ حلق میں کئی آنسو روکے اسے دیکھتی رہی۔ پھر اسی تیزی سے پلٹ گئی۔ وہ اسکے پیچے آیا تھا۔ وہ آگے بڑھتی آنسو روک رہی تھی۔ ارمان نے اسے آواز دے کر روکا تو وہ لمحے بھر کو رکی۔ وہ قدم قدم چلتا اسکی جانب بڑھ آیا تھا۔

"آپکو کیا لگا تھا، سامرہ۔۔۔؟"

"مجھے لگا تھا کہ آپ۔۔۔ آپ اب کبھی واپس نہیں آئیں گے۔ آپ بھی ہر مرد کی طرح میری ذمہ داری دیکھ کر پیچھے ہٹ جائیں گے۔" اس نے آنسو گرنے نہیں دیے۔ وہ کسی کے سامنے نہیں روئی تھی۔ ارمان نے اسے کہنی سے تھام کر نرمی سے اپنی جانب موڑا تھا۔

"میں شاکلڈ تھا۔"

"آپکو بھی باقی سب کی طرح نہیں آنا چاہیے تھا۔ کہیں آپ مجھ پر ترس تو نہیں کھا رہے۔۔۔؟"

"میری طرف دیکھیں۔ کیا آپکو لگتا ہے میں آپ پر ترس کھا رہا ہوں۔؟" اس نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ مضبوط سی سائزہ کی آنکھیں گلابی تھیں اور اگلے ہی پل کی آنسو ٹوٹ کر گرے تھے۔

"میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں، سائزہ۔ آپکی تمام تر اچھائیوں، برائیوں، ذمہ داریوں اور غیر ذمہ داریوں کے ساتھ آپکو اپنی زندگی کا حصہ بنانا چاہتا ہوں۔ میرے کس انداز سے آپکو لگا کہ میں آپ پر ترس کھا رہا ہوں۔؟" وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا۔

"اگر میں انکار کر دوں تو۔؟"

"تو میں آپکو منا لوں گا۔" وہ ہنس دی تھی۔ آنسوؤں کے درمیان۔ بالکل کمزور لمبھ میں۔۔۔

"مجھے منانا اتنا آسان نہیں ہے۔" گیلی سانس اندر کھینچ کر کہا تو وہ مسکرایا۔

"جانتا ہوں کتنی زبردست خاتون ہیں آپ۔" وہ پھر سے ہنس دی تھی۔ وہ اسے چند پل دیکھتا رہا۔

"میں آج آپکے لیے رشته لے کر آؤں گا۔ آپکو اس رشته کے لیے ہامی بھرنی ہی ہوگی۔ میں سب کو لاوں گا۔ دادا، بابا، حنفیہ انکل، سیلینہ، یاسر۔۔۔ سب کو۔ ضرورت پڑی تو اس شہر کے لوگوں کو بھی۔ اس شہر کو بھی۔ آپ انکار نہیں کر سکیں گی۔" وہ چہرہ اٹھائے جیرت سے اسے دیکھ کر رہ گی تھی۔ وہ اتنے اٹل لبھ میں کہہ رہا تھا جیسے اگر اسے پورا شہر اکھٹا کر کے لانا پڑا تو وہ اسکے لیے لے ہی آئے گا۔

"رشته۔۔۔؟"

"جی ہاں رشته۔۔۔"

"لیکن میں نے تو کوئی تیاری نہیں کی ہے۔"

"آپکو کسی تیاری کی ضرورت ہے کیا۔۔۔؟" ٹھہر کر پوچھا تو اسکے رخسار گلابی ہوئے۔

"یہ والی تیاری نہیں۔۔۔ مہماںوں کی تیاری۔"

"کسی تیاری کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم مٹھائیاں لائیں گے آپ بس انہیں سوئکار (قبول) کر لینا۔۔۔"

وہ اسکے ہندی لفظ پر ہنس پڑی تھی۔ وہ خود بھی ہنس رہا تھا۔ پھر باہر جانے کے لیے قدم بڑھائے تو وہ بے اختیار ہی پلت کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ مردا، ماتھے تک ہاتھ لے جا کر سلام کیا اور پھر لوں پر بھر پور مسکراہٹ سجائے باہر کی جانب بڑھ گیا۔ وہ اگلے ہی پل ماں کے کمرے تک چلی آئی تھی۔
پھر ٹھہر کر ایک پل کو پھولوں کی خوشبو سانس کے ساتھ اندر اتاری۔

اسے حیرت بھی ہوئی تھی۔ اسے ماں کے کمرے کے لیے آج تک پھولوں کا خیال بھلا کیوں نہیں آیا تھا؟ وہ ماں کے بستر کے ساتھ رکھی کر سی کھپچ بیٹھی تھی۔ اسے اب انہیں اپنے متوقع رشته کے متعلق بتانا تھا۔ بھلے ہی وہ رد عمل نہیں دیا کرتی تھیں لیکن وہ انہیں بتانا چاہتی تھی۔ اور وہ انہیں بتا رہی تھی۔ دروازے میں کھڑی، سستر فلورینس نے آج بہت دنوں بعد اس گھر میں پھولوں کی الوہی مہک محسوس کی تھی۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

السلام علٰیکم احباب

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com

google.com/search?q=u 1 :



Google



urdunovelbank



All

Images

News

Videos

Books

Sea

visit for more novels
www.urdunovelbank.com



<https://www.urdunovelbank.com> ...



Urdu Novel Bank

interesting and best famous urdu novels free Pdf Download on One click. all Categories new and old urdu novel stories..

[All Urdu Novels List](#)

Urdu Novel Bank website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں۔۔۔

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

وہ گھر واپس آیا تو گھری دوپہر ہو رہی تھی۔ سردار اور سلمان، خنیفہ کی طرف گئے تھے۔ سلیمان نے ان دونوں کو کھانے پر بلا�ا تھا۔ اس نے کمرے میں جھانکا تو یاسر فائلز میں سردیے نظر آیا۔ وہ آگے بڑھ آیا۔ ایک نظر اس پر ڈالی اور دوسری نگاہ فائل پر۔۔۔

"تم کھانے پر نہیں گئے۔۔۔؟"

"بھوک نہیں تھی۔" اس نے سراٹھائے بغیر کہا تھا۔ پھر کچھ یاد آنے پر ارمان کو دیکھا۔ "سلیمان کو کسی گارڈ نے حملہ کی جگہ پر بلا�ا تھا۔ تاکہ میری چیزیں اس سے واپس لے سکے۔ اسے یہ بات کیسے پتہ چلی کہ سلیمان کے پاس میری چیزیں تھیں جو وہ مجھے لوٹانا چاہتی تھی۔۔۔؟"

ارمان نے اسے دیکھا پھر لامعی سے کندھے اچکائے۔

"وہ تم سے ملنے سے پہلے ایجنسی گی تھیں کیا۔۔۔؟"

"پتہ نہیں۔"

"تم ان سے خود کیوں نہیں پوچھ لیتے۔۔۔؟"

"ابھی۔۔۔؟"

"ہاں ابھی۔۔۔"

"ابھی تو وہ دعوتوں میں مصروف ہو گی۔" وہ ہنس دیا تھا۔

صرف تین مرد ہیں جو آئریڈی وہاں کھانا کھا چکے ہوں گے۔ ایسی بھی کوئی ولیمے کی دعوت نہیں " "ہورہی وہاں۔

"تو پھر۔۔ اسے بلاں۔۔؟"

"آف کورس۔۔" اس نے سر ہلایا اور پھر سامنے دھرا فون اٹھالیا۔ ارمان نے اگلے ہی پل اسکے ہاتھ سے فون اچکا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہو۔۔؟"

"سیلینہ کو بلا رہا ہوں۔" اس نے گھر اسنس لے کر اسے دیکھا تھا۔ پھر ٹیپل پر ہاتھ رکھ کر جھکا۔

"ان کے گھر جاؤ اور انہیں بہت اہتمام سے بلا کر یہاں لاو۔ کتنا برا لگے گا جب وہ وہاں سے یہ کہہ کر اٹھیں گی کہ مجھے یاسر بلارہا ہے۔ ان کی پوزیشن آکورڈ ہو جائے گی۔"

"تم مجھے میرا فون دو۔۔"

"ہرگز نہیں۔۔ شرافت سے اٹھو اور سب کے درمیان سے انہیں معذرت کر کے لے کر آؤ۔"

اور وہ جو گبڑے نقوش لیے اسے دیکھ رہا تھا، کچھ لمحات بعد گھر کا دروازہ پار کرتا ساتھ بنے گھر کی جانب بڑھا تھا۔ سسپینڈر میں ملبوس، نانٹیز کا وجیہہ سا ٹائپ رائٹر۔۔ اگلے ہی پل وہ حنیفہ کا مختصر دالان عبور کر کے داخلي دروازے کی جانب بڑھ آیا تھا۔ لاونچ سے ہنسنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

یقینا وہ تینوں سیلینہ کی کمپنی بہت انجوائے کر رہے تھے۔ اسکے ماتھے پر بل بے ساختہ ہی ابھرے تھے۔ وہ کھنکھار کر اندر داخل ہوا تو سب نے بے اختیار ہی اسکی جانب دیکھا۔

"ارے یاسر۔۔ آؤ نا۔۔" حنفہ نے اسے دروازے کے پاس ٹھہرتا دیکھ کر کہا تھا۔ وہ آگے بڑھ آیا۔ ایک نگاہ اس پر ڈالی۔ مکمل سیاہ چوڑی دار پجامے اور ٹخنوں تک گرتی فرماں میں ملبوس، بالوں کو ہاف باندھے، دوپٹہ گلے میں لپیٹے وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"کوئی کام تھا بیٹھے۔۔؟"

"جی انکل۔۔ میں سیلینہ کو لینے آیا ہوں۔ مجھے اور ارمان کو کیس کے متعلق اس سے کچھ بات کرنی ہے۔" سب نے بے ساختہ اسکی جانب دیکھا تھا۔

"ہاں سیلینہ۔۔ تم جاؤ بچے۔۔" حنفہ نے کہا تو وہ سر ہلاتی مسکرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر اسکے ساتھ ہی باہر کی جانب بڑھ آئی۔ ان کے جاتے ہی سردار نے چہرہ گھما کر حنفہ کی جانب دیکھا تھا۔ انہیں جیسے اپنا بھولا بسرا سا کوندا بے ساختہ ہی یاد آیا تھا۔

"میرے پوتے کے ساتھ تمہاری بیٹی کی جوڑی کمال لگے گی نا۔۔" حنفہ ان کے اچانک سے کہنے پر ساکت ہوئے تھے۔ سلمان مسکراہٹ دبائے سردار کے پر جوش انداز کو دیکھ رہے تھے۔

"جی سر۔۔؟"

"اچھے لگتے ہیں نا ساتھ۔۔؟" حنفہ نے تھوک نگل کر داخلي دروازے کو دیکھا تھا جہاں سے وہ دونوں بس ابھی ابھی نکل کر گئے تھے۔ پھر ایک نگاہ سلمان پر ڈالی۔ دوسری سردار پر۔

"اچھے تو لگتے ہیں۔۔۔ لیکن بچے بھی اس بات پر راضی ہوں گے یا نہیں۔۔۔؟"

"تم راضی ہو۔۔۔؟"

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔۔۔؟" سردار نے ان کے جواب پر دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر آنکھیں بند کی تھیں۔ انہیں جیسے بہت مزہ آیا تھا۔ پھر وہ ان دونوں کی جانب جھکے۔ جیسے رازداری سے کچھ بتانا چاہا۔ وہ دونوں بھی انکی بات سننے کے لیے آگے جھکے تھے۔

"ہم ان دونوں کے حق میں ایک سازش کریں گے۔"

"کیسی سازش۔۔۔؟" سردار کے سرگوشی میں کہنے پر سلمان نے بھی اتنی ہی سرگوشی میں پوچھا تھا۔
"ہم ان کا رشتہ طے کر دیں گے۔ پھر ہم انہیں ایموشنلی بلیک میل کریں گے۔"

"آپکو لگتا ہے کہ آپ یا سر کو ایموشنلی بلیک میل کر سکتے ہیں۔۔۔؟" حنفیہ نے قدرے حیرت سے پوچھا تھا۔ دادا اور سلمان نے ایک دوسری کی جانب دیکھا۔ حنفیہ کی بات میں بہر حال وزن تھا۔
اس جن کو بلیک میل کرنا بہت مشکل تھا۔ لیکن دادا نے سر جھٹکا تھا۔

"اگر تم نے سیلینہ سے شادی نہیں کی تو میرا گھر چھوڑ دینا یا سر۔۔۔ ایسے کہونگا میں اسے۔"

"سر۔۔۔ وہ آپکا گھر واقعی چھوڑ دے گا۔" حنفیہ کے بیچارگی سے کہنے پر سلمان کی ہنسی بے ساختہ تھی۔

"بالکل۔۔۔ وہ چھوٹا بچہ نہیں ہے۔ شہر میں اسکا اپنا اپارٹمنٹ ہے۔ وہ وہاں آکر آرام سے رہ سکتا ہے۔" سلمان نے بھی حنفیہ کی تائید کی تھی۔

"پھر ہم وہ بہانہ کریں گے جو ہر بوڑھے شخص کا آخری حرہ ہوتا ہے۔ ہم اسے کہیں گے کہ ہم سے تعلق رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں اگر تم نے سیلینہ سے شادی نہیں کی تو۔"

"مجھے ڈر ہے کہ وہ واقعی آپ سے تعلق نہ توڑ دے۔" اب کہ سلمان نے فکر مندی سے کہا تو حنیفہ کا قہقهہ ابھرا۔ سردار نے ان دونوں کو قدرے خفگی سے دیکھا تھا۔

"ہمیں ایسا ہی کچھ سوچنا ہو گا۔ ایسی کیا دھمکی دیں کہ وہ دونوں اس رشتے پر راضی ہو جائیں۔"

"ہم ان سے ایک کانٹریکٹ سائیں کروالیتے ہیں۔" سلمان کے کہنے پر حنیفہ نے انکی جانب حیرت سے دیکھا تھا۔

"کیسا کانٹریکٹ۔۔؟"

"سیلینہ کو ایک عدد گارڈ کی ضرورت ہے۔ وہ گھر میں بھی محفوظ نہیں ہے اسی لیے ایک بادی گارڈ

شوہر چاہیے ہو گا۔ یاسر سے اچھا اسے بادی گارڈ شوہر نہیں مل سکے گا۔ visit for more novels
www.urdunovelbank.com

"اور آپ لوگوں کو لگتا ہے کہ یاسر اس کانٹریکٹ پر دستخط کر دے گا۔۔!" انہیں جیسے بہت حیرت ہوئی تھی۔ نگاہوں میں ایسا تاثر تھا گویا ان دونوں کی عقل پر ماتم کر رہے ہوں۔

"وہ ایک خود مختار دراز سا مرد ہے۔ ہم اس سے اسکی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کرو سکتے۔" انہوں نے کہا اور پھر پچھے ہو بیٹھے۔ وہ تینوں ہی ماہوس نظر آرہے تھے۔ اسی پھر باہر کی جانب بڑھتی سیلینہ نے یاسر پر اک نگاہ ڈالی تھی۔ اترتی دھوپ کی روشنی میں وہ بہت اچھا لگ رہا تھا۔ اسے احساس نہیں ہوا کہ وہ اسے چہرہ پھیرے دیکھ رہی ہے۔

"اگر سامنے دیکھ کر نہ چلا جائے تو قوی امکان یہی ہے کہ آپ گر سکتی ہیں۔ اور اگر آپ گریں تو میں آپکو اٹھانے کے لیے ہرگز نہیں رکونگا۔" اس نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ چونکی۔ پھر خجل ہو کر سامنے دیکھا۔

"کیسی طبیعت ہے اب تمہاری۔۔۔؟"

"بہتر۔"

"رات کو ٹھیک سے سوئے تھے۔۔۔؟"

"ہا۔"

"درد تو نہیں ہے زخم میں۔۔۔؟"

"نہیں۔"

"کیا تم یک لفظی جواب دے کر مجھے غصہ دلاتے رہو گے۔۔۔؟" اس نے رک کر پوچھ ہی لیا۔ وہ جو آگے بڑھ رہا تھا اسے پلٹ کر دیکھا۔

"تم ٹھیک ہو۔۔۔؟"

وہ اسکے سوال پر حیران ہوئی تھی۔ کیا وہ اتنے آرام سے اسکی بات مان رہا تھا؟

"ہوں۔"

"رات کو ٹھیک سے سوئی تھیں۔۔۔؟"

"ہاں۔"

"نیا گھر کیسا لگ رہا ہے۔۔۔؟"

"بہت اچھا۔"

"کیا تم یک لفظی جواب دے کر مجھے غصہ دلاتی رہو گی۔؟ پلیز۔۔۔ کوئی لمبا سا پیر اگراف کہو ان سوالات کے جواب میں۔" مزے سے کہا تو وہ ٹھہری اور پھر یکدم ہنس دی۔ وہ سر جھٹک کر مسکرا یا تھا۔ وہ اب پھر سے ساتھ ساتھ چلنے لگے تھے۔

"کتنے بڑے ہو تم۔"

کسی نے مجھ سے بارش میں کہا تھا کہ اسے مجھ سے ہمیشہ ملنے پر کچھ اور محبت ہو جاتی ہے۔ کون " تھا بھلا وہ۔۔۔؟"

"تم میرے ساتھ ایسے نہیں کر سکتے۔" اس نے گلابی ہوتے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے چھپایا تھا۔

"وہ میں نے غلطی سے کہہ دیا تھا۔"

وہ رک گیا۔ اسے حیرت سے دیکھا۔ یعنی واقعی دیکھا۔

"کیا تم غلطی سے لوگوں کو ایسی باتیں کہتی ہو۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔ اف۔۔۔ تم" اسے جواب دینے کے بجائے وہ اندر بھاگ گئی تھی۔ ارمان لاونچ میں ہی بر اجمناں تھا۔

اسے اندر آتا دیکھا تو سیدھا ہو بیٹھا۔ اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ صوف پر بیٹھ گئی۔ چہرہ اب تنک گلابی ہو کر دہک رہا تھا۔ یا سر بھی پچھے سے چلا آیا اور اسکے عین سامنے رکھے صوف پر آ بیٹھا۔ اس نے رُخ ذرا تر چھا کر کے ارمان کی جانب کر لیا تھا۔

"کیسی ہیں آپ، سیلینہ۔۔۔؟" ارمان نے اچھے میزبان کی طرح پوچھا تو اس نے سر ہلایا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔۔"

"کیا تم مجھ سے ملنے سے قبل ایجنسی گئی تھیں۔۔۔؟" ارمان کو تمہید باندھتا دیکھ کر اس نے براہ راست سوال کیا تو وہ چونکی۔ ارمان نے اسے دیکھ کر گھر اسنس لیا تھا۔ (یہ آدمی کبھی نہیں سدھرے گا)

"کب۔۔۔؟"

"جس رات تم پر حملہ ہوا تھا۔" سامنے بیٹھی، سیاہ لباس میں ملبوس لڑکی نے لمحے بھر کو سوچا تھا۔ "ہاں۔۔۔ میں گئی تھی۔" وہ دونوں سیدھے ہو بیٹھے تھے۔

"کیا تم نے کسی گارڈ سے میرے بارے میں پوچھا تھا۔۔۔؟" اس نے سنجیدگی سے اپنی جانب اشارہ کر کے پوچھا تو وہ ٹھہری۔۔۔

"میں نے تو بہت سے گارڈز سے تمہارے بارے میں پوچھا تھا۔"

"کیا تم نے کسی کو ان چیزوں کے بارے میں بتایا تھا جو تم مجھے لوٹانے والی تھیں۔۔۔؟" اس نے پھر یاد کرنا چاہا اور سر ہلایا۔

"کچھ گارڈز نے مجھ سے پوچھا تھا کہ میں تمہارا کیوں پوچھ رہی ہوں، تب میں نے انہیں ہاتھ میں پکڑا بیگ

سامنے کر کے دکھایا تھا۔ کہ مجھے تمہیں تمہاری چیزیں واپس کرنی تھیں۔۔۔" ان دونوں نے اسکے جواب پر ایک دوسری کی جانب دیکھا تھا۔ کچھ پل بعد ارمان کھنکھار کر سیدھا ہو بیٹھا تھا۔ ساتھ رکھی فائل سے چند تصاویر نکال کر اسکے سامنے درمیانی ٹیبل پر رکھی۔ اس نے ایک نظر ان تصاویر کو دیکھا اور پھر ارمان کو۔

"یہ تمام وہ ایکٹریس ہیں جو آپکی ایجنسی سے تعلق رکھتی ہیں اور کافی عرصے سے غائب ہیں۔ ان میں سے ایک کا قتل کیا جاچکا ہے اور باقی کی موجودگی کا علم نہیں تو انہیں لاپتہ قرار دیا جاچکا ہے۔ آپ ان تصاویر کو دیکھیں اور بتائیں۔۔۔ کہ آپ کو ان تمام ایکٹریس میں کیا بات کامن لگتی ہے۔۔۔؟" اس نے ایک نظر ان دونوں پر ڈالی اور پھر ان تمام تصاویر کو نگاہ جھکا کر دیکھا۔

visit for more novels:

"یہ سب انتہائی خوبصورت ایکٹریس ہیں۔۔۔" کچھ تھا کہ سامنے بر اجمناں گارڈ آہستہ سے سیدھا ہو بیٹھا تھا۔ ارمان بھی اسکے جواب پر چونکا تھا۔

"خوبصورت۔۔۔؟" ٹھہر کر سوالیہ سا پوچھا تو اس نے سر ہلایا۔

"یہ سب بہت خوبصورت ایکٹریس مانی جاتی ہیں انڈسٹری میں۔ لیکن۔۔۔" وہ آخر میں الجھ کر ٹھہری تو ارمان آگے ہو بیٹھا۔ بغور اسکا چہرہ دیکھا۔۔۔

"لیکن۔۔۔؟"

"لیکن یہ تمام ایکٹریس ایک خاص قسم کے پیڑن کے تحت خوبصورت ہیں۔"

"مطلوب---؟" یاسر کی آنکھوں میں گہری ناسمجھی سی ابھری تھی۔ وہ آگے بڑھی اور ہلاکا سا جھکی۔ پھر ان تصاویر کو آگے پیچھے کر کے رکھا۔ پھر سب سے پہلی تصویر پر انگلی رکھی۔

"یہ ایکٹریس۔ ان تمام ایکٹریس میں سے کم خوبصورت ہے۔" دوسری انگلی اگلی تصویر پر رکھی۔ "پھر یہ۔۔۔ پھر یہ۔۔۔" وہ انگلی رکھتی جا رہی تھی۔ اس نے لمحے بھر کو آنکھیں سکیر کر اسکی جانب دیکھا تھا۔

"یہ سب ایکٹریس خوبصورت ہیں لیکن یہ آپس میں ایک دوسرے سے کم اور زیادہ خوبصورت ہیں۔ مطلب پہلے نمبر پر خوبصورتی میں یہ ایکٹریس ہیں اور پھر یہ والی اس سے ذرا کم خوبصورت۔۔۔ میں نے یہ تصاویر اسی ترتیب سے رکھی ہیں۔" اس نے کہہ کر چہرہ اٹھایا تھا۔ ارمان اسکی بات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"اوکے۔۔۔ اور کوئی کامن بات۔۔۔ جو آپکو محسوس ہو۔۔۔"

"آپ مجھ سے یہ کیوں پوچھ رہے ہیں۔۔۔؟"

"دیکھیں۔۔۔ حملہ آور نے وکٹمز کو رینڈم بیس پر نہیں چُنا ہو گا۔ کوئی نہ کوئی وجہ ہو گی ان سب کا چُناو کرنے کی۔ اگر ہمیں وہ وجہ پتہ چل جائے تو آدھا کیس یونہی حل ہو سکتا ہے۔" اس کی وضاحت پر وہ سر ہلانے لگی تھی۔

"ہو سکتا ہے وہ کوئی فین ہو اور خوبصورت ایکٹریس کے ساتھ آبسیڈ ہو۔۔۔" ارمان نے اسکی تجویز پر سر ہلا�ا تھا۔

"ہم اس بات پر بھی غور کرتے رہے ہیں کہ شاید وہ ان سب ایکٹریس کا فین ہو اور ان کی خوبصورتی سے خبطی ہو۔ لیکن ابھی تک کوئی حتمی نتیجہ نہیں نکل سکا ہے۔" یاسر نے اسی پل فون نگاہوں کے سامنے کیا تھا۔ پھر ساحر کو پیغام ٹائپ کرنے لگا۔

"کسے میسح کر رہے ہو۔۔۔؟" ارمان نے اسکے آگے سے تصاویر سسمیٹنے ہوئے پوچھا تھا۔

"ساحر کو۔۔۔ مجھے نچلے فلور کی حملے والے دن کی فوٹج چاہیے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں سیلینہ نے کن گارڈز کو ان چیزوں کے متعلق بتایا تھا۔" موبائل سے سراٹھائے بغیر کہا تو اس نے سر ہلا�ا۔

"چلیں پھر مجھے اجازت دی۔۔۔"

"فی الحال آپ کہیں نہیں جا رہیں۔۔۔" ارمان نے اسکی بات سکون سے کاٹی تو وہ چونکی۔ یاسر نے بھی اسے ایک نظر دیکھا تھا۔ وہ مسکراتا ہوا، تصاویر کو فائلز میں رکھ رہا تھا۔

"کوئی کام تھا۔۔۔؟"

"بہت ضروری کام تھا۔"

"کیسا کام۔۔۔؟" اس نے نامجھی سے یاسر کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔ وہ بھی اسے دیکھ رہا تھا۔

"آج سائرہ کے لیے رشتہ لے کر جانا ہے۔" بڑے اہتمام سے اک دھماکہ ان دونوں کے سروں پر پھٹا تھا۔ اس نے باری باری ان دونوں کی ہونق شکلیں دیکھیں۔ اف پیٹ میں گُدگُدی سی ہوئی تھی۔

"تم نے تو کہا تھا وہ مان نہیں رہی۔۔۔؟" پہلا سوال یاسر کی جانب سے ابھرا۔ ارمان ڈھنائی سے مسکرا یا۔

"اب مان گئی ہے نا۔"

"لیکن۔۔۔رشتہ۔۔۔آج۔۔۔ایسے کیسے۔۔۔؟" سیلینہ نے منہ پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ خوشی سے اسکی چنج کسی سے بھی نکل سکتی تھی۔

"بس آج ہی لے کر جانا ہے۔ ہمارے پاس شام تک کا وقت ہے۔"

"تم نے انکل کو بتایا۔۔۔؟" یاسر نے پوچھا تو اس نے سر نفی میں ہلایا۔ پھر ان دونوں کو دیکھا۔۔۔

"تم دونوں میرے ساتھ چل کر انہیں ابھی بتاؤ گے اور انہیں شام تک رشتہ لے کر چلنے کے لیے راضی کرو گے۔" لیکن یاسر اسکی بات نہیں سن رہا تھا۔ وہ اب اٹھ کر، اسکے ساتھ دھری فائل اٹھانے لگا تھا۔ اسکا ارادہ بھانپ کر ارمان نے یکدم فائل اچکی تو وہ بگڑا۔۔۔

"یہ شرافت سے مجھے ادھر دو اور اپنے رشتے خود پکے کرو۔۔۔ میرے پاس وقت نہیں ہے ان سب کے لیے۔۔۔"

"تم اتنے ظالم کیسے ہو سکتے ہو۔۔۔؟ دوستِ مصیبت میں ہے اور تمہیں کیس کی پڑی ہوئی ہے۔۔۔!" سیاہ جوڑے میں ملبوس لڑکی نے حیرت سے کہہ کر اسے ناگوار نظرؤں سے گھورا تھا۔ لو جی۔۔۔ جس کا کیس ہے اسے ہی کوئی پرواہ نہیں۔ وہ اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔۔۔

"یہ کسی اور کا نہیں، آپکا کیس ہے محترمہ۔! لیکن اس کیس کو لے کر آپکی سنجیدگی کو سلام کہنا پڑے گا۔" طزر کر کے وہ مڑنے لگا تو ارمان یکدم ہی اسکے سامنے آیا۔ وہ بھی گھوم کر اسکے سامنے آئی تھی۔ اس نے ان دونوں کو کڑے تیور لیے دیکھا تھا۔

"سامنے سے ہٹ جاؤ۔۔۔"

"ارمان۔۔۔ آپ جائیں۔۔۔ میں اس ضدی جن کو لے کر آرہی ہوں۔۔۔"

"آپ شیور ہیں۔۔۔؟"

"ڈیم شیور۔۔۔ وہ ہنسی دباتا داخلی دروازے کی جانب بھاگا تو وہ اسکی جانب مڑی۔ ہلاکا سا مسکرائی۔ تمہیں لگتا ہے تم مجھے وہاں لے جاسکتی ہو۔۔۔؟ وہ بھی میری مرضی کے بغیر۔۔۔" وہ حیران ہوا تھا۔ اس نے سر

ہلا�ا تھا۔ پھر ایک قدم آگے بڑھی تو وہ بے اختیار پیچھے ہوا۔ وہ اسکے پیچھے ہونے پر ہنسی تھی۔

"کیا تم مجھ سے ڈرتے ہو، یا سر عالم۔۔۔؟"

"میں کسی سے نہیں ڈرتا۔۔۔" بگڑے نقوش لیے کہا۔ وہ ایک قدم اور قریب آئی تھی۔ یا سر نے بے اختیار دوسرا قدم پیچھے لیا۔

"تو پھر پچھے کیوں جا رہے ہو۔؟"

"کیونکہ مجھے نہیں پسند کہ کوئی میرے دائرے میں بغیر اجازت کے داخل ہو۔" سیلینہ کے آگے بڑھنے پر اس نے ایک قدم پھر پچھے لیا تھا۔ وہ بمشکل اپنی مسکراہٹ روک رہی تھی۔ آنکھوں میں ڈھیروں شرات لیے۔ اسے تنگ کرتی ہوئی۔

"میں وارن کر رہا ہوں۔" اس نے انگلی اٹھا کر مزید آگے بڑھنے سے خبردار کیا تھا۔ وہ کہاں سن رہی تھی بھلا۔؟ گلابی لبوں کو دانتوں تلے دبائے، آگے بڑھ رہی تھی۔ یاسر پچھے رکھے صوف سے ٹکرایا تھا۔ وہ ذرا قریب بڑھی اور پھر بالکل آہستہ سے اسکے پچھے رکھی فائل اٹھا لی۔ یکدم ہی کی قدم پچھے لیے تو وہ چونکا۔ آنکھوں میں پہلے نامجھی اور پھر غصہ ابھرا۔

"یہ فائل۔ واپس کرو۔"

"ضرور۔ لیکن رشتے کی بات کرنے کے بعد۔"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"سیلینہ۔!"

"جی یاسر جی۔" اف۔ اس نے ضبط سے آنکھیں بند کی تھیں۔ پھر یکدم ہی آگے بڑھا تو وہ دور بھاگی۔ فائل بھاگی۔

اپنے سینے سے لگائے وہ ہنستی ہوئی اس سے دور جا رہی تھی۔

"یہ تمہیں نہیں ملے گی۔"

"واپس کرو۔"

"نہیں۔۔" اور وہ اگلے ہی پل اسکے پیچھے بھاگا تھا۔ خالی پڑے گھر میں اسکے قہقہے گونج رہے تھے۔ یاسر اسے مسلسل تنپیہہ کرتا، اسے پکڑنے کی تگ و دو میں تھا۔ یکنہت ہی اس نے آگے بڑھ کر اسے کہنی سے تھام کر اپنی جانب گھما�ا۔ وہ داخلی دروازے کے قریب تھی۔ اسکے گھمانے پر یکدم ہی اسکے بے حد قریب آگئی تھی۔ ہنسی اگلے ہی پل سمٹی تھی۔ یاسر بھی بے ساختہ ہی ٹھہر گیا تھا۔ فائل، ارمان، شادی۔ ذہن سے سب محو ہونے لگا۔

وہ چہرہ اٹھائے اسے دیکھ رہی تھی اور وہ چہرہ جھکائے۔ داخلی دروازے میں یکدم ہی سنہری سی پریاں پھر سے اترنے لگی تھیں۔ ہر جانب سے سنہری افشاں گر کر ان دونوں کو سنہرا کرتی جا رہی تھی۔۔

"تمہاری آنکھیں۔۔" سیلینہ نے ہلاکا سا کہا تھا۔

"میری آنکھیں کیا۔۔؟" وہ جیسے اسکا اگلا جملہ سننے کے لیے بے تاب ہوا تھا۔ ساتھ ہی گلے میں گھر کر ہاتھ اٹھایا تھا۔ یاسر نے ایک پل کو اسکے اپنی جانب بڑھتے ہاتھ کو دیکھا اور پھر اسے۔۔

گلٹی سی ابھر کر معصوم ہوئی۔ اور قریب تھا کہ وہ اسے چھو لیتی لیکن وہ یکدم ہی دور بھاگی تھی۔ وہ جیسے کسی خواب سے جاگا۔ چونکا۔۔ اسے دیکھا۔۔ وہ اب ہنس رہی

تھی۔۔

"تمہاری آنکھیں بہت خوبصورت ہیں۔ میری پسندیدہ آنکھیں۔ لیکن ابھی۔۔۔ میری دوست میرے لیے زیادہ اہم ہے۔ اسی لیے تمہیں یہ فائل نہیں ملے گی۔۔۔" وہ گیٹ سے نکل کر اب اپنے گھر میں داخل ہو رہی تھی۔ وہ اسکے پیچھے ہی تھا۔ داخلی دروازے میں آگے پیچھے وہ دونوں داخل ہونے تو سب نے ان کی جانب دیکھا۔ سیلینہ نے فائل سینے سے لگا رکھی تھی اور ہنس کر اسکا چہرہ گلابی ہو رہا تھا۔ جبکہ یاسر کا چہرہ شدید بے بسی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

"یاسر آپ سے بات کرنے آیا ہے، بابا۔۔۔" ارمان نے فوراً ملغوبہ اس پر ڈالا تو اس نے آخر کار گھرا سانس لیا۔ ایک قہر آلو دنگاہ ارمان پر ڈال کر آگے بڑھ آیا۔ سب چہرہ اٹھائے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔۔۔ وہ صوفے پر آ کر بیٹھا اور سب کو دیکھا۔۔۔ ایک نگاہ سیلینہ پر بھی ڈالی۔۔۔ اف۔۔۔ جانے کیوں اس پر غصہ نہیں آتا تھا۔

"ارمان شادی کر رہا ہے۔ ہمیں آج اسکے لیے رشتہ لے کر جانا ہے۔ سیلینہ کی دوست سامرہ کے یہاں۔" اس نے بات کا آغاز کیا تو سب چونکے۔ سلمان اگلے ہی پل سیدھے ہو بیٹھے تھے۔

"ہاسپٹل کے باہر تم نے سامرہ کو پروپوز کیا تھا۔۔۔؟" انہوں نے سیدھا ارمان سے پوچھا تو وہ گڑ بڑایا۔۔۔ پھر جلدی سے سر ہلا�ا۔۔۔

"جی۔۔۔"

ہر جانب خاموشی سی چھاگئی تھی۔ پھر سردار کھنکھار کر سیدھے ہو بیٹھے۔

"مجھے نہیں لگتا کہ سارہ میں کوئی خرابی ہے۔ بہت اچھی بچی ہے۔ اگر ارمان اس سے شادی کرنا چاہتا ہے تو رشتہ

لے جانے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

"لیکن وہاں جانے سے قبل میں آپ سب کو کچھ بتانا چاہتا ہوں۔" ارمان کی سنجیدہ آواز ابھری تو سب نے اسکی جانب دیکھا۔ وہ یکدم ہی بہت سنجیدہ نظر آرہا تھا۔ لمبے بھر کی شرارت آنکھوں سے مفقود تھی۔

"سارہ کی ماں کو میں ہیں۔ وہ بات نہیں کر سکتیں، نہ ہی حرکت کر سکتی ہیں، نہ ہی کسی کام کو کرنے پر قادر ہیں۔ وہ سارہ کی زندگی کا ایک اہم حصہ ہیں اور میں انہیں اسی حصے کے ساتھ قبول کر رہا ہوں۔ سارہ کسی سے بھی شادی نہیں کرنا چاہتی تھیں کیونکہ کوئی بھی انہیں انکی ماں کی ذمہ داریوں کے ساتھ قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ آپ لوگ انکی ماں سے ایسے ہی رشتے کے متعلق بات کریں گے جیسے کسی بھی دوسرے انسان سے کرتے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ سارہ کو کسی قسم کا کامپلیکس ہو۔" اس نے چہرہ اٹھا کر سلمان کی جانب دیکھا تھا۔ محول سنجیدگی اختیار کر گیا تھا۔ پھر سلمان یکدم ہی اٹھ کھڑے ہوئے تو سب نے چہرے اٹھا کر انہیں دیکھا۔ وہ لمبے بھر کو ٹھہرے تھے۔ پھر چہرہ ارمان کی جانب گھمایا۔

"کیا سارہ اس رشتے کے لیے راضی ہے۔؟"

اس نے تھوک نگل کر سر اثبات میں ہلا�ا تھا۔

"تم کہاں جا رہے ہو۔۔؟" دادا نے پوچھا تو انہوں نے کلائی پر بندھی گھڑی پر نگاہ ڈالی۔۔

"آپ لوگوں کو رشنہ لے کر نہیں چلنا کیا۔۔؟" اور حنیفہ سمیت سب نے گھرا سانس لیا تھا۔ پھر سب ہنس پڑے۔۔ سلمان مسکرا کر آگے بڑھ آئے تھے۔ پھر چہرہ جھکا کر سن ہوئے ارمان کو دیکھا۔۔

"بابا۔۔ مجھے نہیں پتہ تھا آپ اتنی جلدی مان جائیں گے۔۔" وہ بے ساختہ ان کے گلے لگ گیا تھا۔ سلمان نے

اسکی پشت پر ہاتھ پھیرا۔۔

"اس جو کر کی بھی شادی ہوگی۔۔ مجھے یقین نہیں آ رہا۔۔" لاونچ میں یکدم پھر سے قہقہے ابھرے تھے۔ سیلینہ نے بے ساختہ ہی آنکھیں رگڑی تھیں۔ خوشی کے آنسو گرنے کے لیے بے تاب تھے۔ یاسر نے بے ساختہ اک نگاہ اس پر ڈالی۔ وہ اب حنیفہ اور دادا کے ساتھ مل کر مسکرا رہی تھی۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

اگلے ہی لمحات میں ملازمین کی دوڑیں لگوائی گئیں۔ مٹھائیاں، لوازمات۔۔ کپڑے استری کرنے کی صدائیں۔۔ دونوں گھروں میں یکدم ہچل سی مج گئی تھی۔ سیلینہ اب بھاگ بھاگ کر ملازمین کے ساتھ گاڑیوں میں مٹھائی کے ٹوکرے رکھوارہی تھی۔ سردار، حنیفہ، سلمان۔۔ تینوں سفید کاٹن کے قمیص شلوار میں ملبوس باہر نکل رہے تھے۔ اس نے بھی گلابی سلک کی قمیص شلوار کے ساتھ نیٹ کا کامدار دوپٹہ لے رکھا تھا۔ سفید پتھر نما ٹاپس کانوں میں پہنے، بالوں کو یونہی کھلا چھوڑے وہ خوبصورت لگ رہی تھی۔

یاسر سسپینڈر میں ہی ملبوس تھا لیکن ارمان نے کرتا شلوار پہن لیا تھا۔ اگلے ہی پل خوشگوار سی ہلچل میں وہ گاڑیوں میں بیٹھ کر سائز کے گھر روانہ ہوئے تھے۔ سائز کے گھر میں آج بہار اتر آئی تھی۔۔۔ اک خوبصورت بہار۔۔۔ مغرب بیت چکی تھی۔۔۔ عشاء کا وقت شروع ہوا چاہتا تھا۔

پہلے صوفیہ بیگم سے باقائدہ رشتے کی بات کی گئی۔ سائز اور سیلینہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ پھر سب اٹھ کر لاڈنچ میں چلے آئے۔ وہ اب سائز کے ساتھ مل کر ٹرالی میں چائے اور لوازمات سجائے لارہی تھی۔ کچھ پل بعد، سائز سلمان کے ساتھ صوفے پر بیٹھی ان سے دھیمے لہجے میں بات کر رہی تھی۔ حنفیہ اور یاسر ایک جانب صوفے پر بیٹھے تھے اور سردار، ارمان کے ساتھ براجمان تھے۔

"صد شکر کہ ایک بھو تو آئے گی۔۔۔"

انہوں نے کہا تو ارمان نے مسکراہٹ دبای۔۔۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"یہ خواہش بھی آپکی میں ہی پوری کر رہا ہوں، دادا۔۔۔ آپکے پوتے سے تو کوئی امید رکھنا ہی بیکار ہے۔" سردار نے قدرے خنگی سے حنفیہ کے ساتھ بیٹھے یاسر کی جانب دیکھا تھا۔

وہ اب حنفیہ کی کسی بات کے جواب میں سر ہلا کر کچھ کہہ رہا تھا۔ پھر یونہی چہرہ اٹھا کر سیلینہ کی جانب دیکھا۔ لمحے بھر کو اسے کچھ کھٹکا تھا۔ وہ چونکا تھا۔۔۔ بری طرح۔۔۔ وہ بالوں کو کان کے پیچھے اڑستی حنفیہ کی کسی بات پر بنس رہی تھی۔ اور وہ۔۔۔ خوبصورت لگ رہی تھی۔۔۔ یکخت ہی اسے وہ تصاویر یاد آئیں۔ بالکل شروع میں ہی حنفیہ نے اسے بتایا تھا کہ جو لیا کو بھی سیکیورٹی تھریں ملے تھے۔ وہ جو لیا سے زیادہ خوبصورت تھی۔۔۔ اور جملہ آور۔۔۔ ان تمام ایکٹریس کو ان کی خوبصورتی

کے حساب سے جملے کا نشانہ بناتا رہا تھا۔ پہلے سب سے کم خوبصورت ایکٹر لیں اسکے نشانے پر رہی اور پھر آہستہ آہستہ وہ سب سے زیادہ خوبصورت ایکٹر لیں کی جانب بڑھنے لگا۔

اسی پل اپنے اپارٹمنٹ میں داخل ہوتی جو لیا کو کچھ غیر معمولی محسوس ہوا تھا۔ اس نے راہداری کی بی روشن کی تو لمبے بھر کو ساکت ہو گئی۔ کسی نے اگلے ہی پل اسکی ناک اور منہ پر رومال رکھا تھا۔ عجیب سی بُو والا رومال۔ جو ذہن کو گہری غنوادگی میں ڈبو دیا کرتا تھا۔ کوئی اب اسکا بے ہوش وجود پیچھے کی جانب گھسیٹ رہا تھا۔

یاسر اگلے ہی پل اٹھا اور موبائل نگاہوں کے سامنے کیا۔ ساحر نے اگلے ہی پل فون اٹھایا تھا۔ "فوراً جو لیا میڈم کو دیکھو۔ کیا وہ محفوظ ہیں۔؟" اس نے بے چینی سے فون کان سے ہٹایا تھا۔ وہ سب سے آخر میں سیلینہ کو نشانہ بنانے والا تھا کیونکہ وہ ان تمام ایکٹر لیں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھی۔ اسے اب تک یہ بات تنگ کرتی رہی تھی کہ وہ سیلینہ پر جملہ کرنے میں اتنی ہچکچاہٹ کا شکار کیوں تھا۔؟ جملہ آوارہ طے نہیں کر پا رہا تھا کہ سیلینہ اولاً جو لیا میں سے کون زیادہ خوبصورت تھی۔

اگلے ہی پل فون بجا تو اس نے جھٹ فون اٹھایا۔

"جو لیا میڈم اپنے اپارٹمنٹ میں نہیں ہیں۔ کوئی مزاحمت کے آثار بھی دکھائی نہیں دے رہے۔ وہ اپنا فون نہیں اٹھا رہیں۔ ایجنسی سے ان کے شیڈول کے متعلق معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ اس ہفتے فارغ ہیں۔" اور آج کی رات۔۔ جملہ آور نے طے کر لیا تھا۔ کہ سیلینہ واقعًا خوبصورت تھی۔ اسی لیے اس نے جو لیا کو نشانہ بنایا تھا۔ سیاہ جیکٹ، سیاہ کیپ کو قدرے آگے کیے، کھردre

ہاتھوں میں دستانے پہنے وہ اب ڈرائیو کر رہا تھا۔ وہ کسی او سی ڈی پیشنسٹ کے ہاتھ تھے۔ ان کی جلد بار بار دھونے پر اتری ہوئی لگتی تھی۔ پچھلی سیٹ پر بیہوش ہوئی جولیا کو رسیوں سے جبڑ کر لٹا رکھا تھا۔

"جولیا۔۔۔ انگواء ہو گئی ہے، ساحر۔۔۔ اور اگلا ہدف۔۔۔ سیلینہ مظہر ہے۔۔۔ آخری اور ساتواں وکٹم۔۔۔" سامنے سے آتی سیلینہ اب ہاتھ میں مٹھائی کی پلیٹ لیے اسکی جانب بڑھ رہی تھی۔

قدیم وقتوں میں اک بادشاہ ہوا کرتا تھا۔ اسے شادیاں کرنے کا بے حد شوق تھا۔ وہ خوبصورت عورتوں سے شادیاں کیا کرتا تھا اور ہر چند دن بعد اسکی بیویاں غائب ہو جایا کرتی تھیں۔۔۔ اک دن۔۔۔ اس نے شادی کی اک خوبصورت لڑکی سے۔۔۔ اور پھر اس خوبصورت لڑکی نے کھول لیا وہ دروازہ کہ جس دروازے کو کھولنے کی نہ تھی اسے اجازت۔۔۔ اگلے ہی پل وہ خوبصورت لڑکی خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹی تھی۔۔۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

اوہ اب تک سامنے سے آتی سیلینہ کو دیکھ رہا تھا۔۔۔ اس بند دروازے کے پار۔۔۔ لٹکی تھیں لا شیں۔۔۔ ان تمام خوبصورت بیویوں کی۔۔۔

سیاہ جیکٹ والا اب جولیا کو کندھے پر ڈالے آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ اک سنسان جگہ بنے محل نماگھر میں داخل ہو کر اب اسکے نچلے تہہ خانے میں جاتے زینے عبور کر رہا تھا۔ نچلا تہہ خانہ سیاہ تھا۔۔۔ ہر جانب عجیب زندان سے بنے تھے جن میں ایکٹریس قید تھیں۔ اسکی ہونے والی خوبصورت بیویاں۔۔۔

یاسر نے فون کان سے نیچے کر لیا تھا۔ سیلینہ اسکے قریب چلی آئی تھی۔ وہ بس اسے آنکھیں اٹھا کر دیکھ رہا تھا۔

حملہ آور اب جولیا کو اک تخت پر لٹا رہا تھا۔ وہ اب اپنے کھدرے ہاتھوں سے اسکی گردن، چہرے اور کندھے پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ اسکا انداز ایسا تھا کہ جسم پر چینٹیاں رینگنے لگتی تھیں۔

"کیا تمہیں کبھی کسی نے کہا ہے کہ تم اسے بہت خوبصورت لگتی ہو۔؟" اس نے ایک پل کو ٹھہر کر پوچھا تھا۔ وہ اسکے بے وقت کے سوال پر چونکی۔ چہرے پر نامسحی سی ابھری۔
"کیا۔؟"

"کیا کبھی کسی نے تمہیں ایسے کہا ہے۔؟"

"ایسے تو مجھے بہت لوگ کہتے ہیں، یاسر۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو۔؟ کچھ ہوا ہے کیا۔؟" اسے

اسکا انداز ٹھکا گیا تھا۔ اس نے نفی میں سر ہلا�ا۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"اب میری بات دھیان سے سنو۔" وہ اسے سمجھانے کے سے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"تمہیں اب جو بھی ایسے کہے تو اس سے دُور بھاگنا۔ کسی بھی طرح ایسے شخص کے قریب جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اگر زبردستی کرنے کی کوشش کرے تو تم نے شور مچانا ہے۔ اسے اپنے قریب نہیں آنے دینا۔ ٹھیک ہے۔؟"

"یاسر تم ایسے۔۔" وہ الجھ کر اسے دیکھ رہی تھی۔ لیکن اسکا مسلسل بجنا فون اب اسے مزید بات نہیں کرنے دے رہا تھا۔ وہ فون کو کان سے لگائے گھر سے باہر بڑھا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جولیا۔۔ انغواء ہو گئی تھی۔۔

ساٹنکو پیچھے حملہ آور اس بادشاہ سے متاثر تھا جو اپنی خوبصورت بیویوں کو قتل کیا کرتا تھا۔ وہ خود کو بادشاہ تصور کرتا تھا جس کی کئی خوبصورت بیویاں تھیں۔ وہ اک پاگل شخص تھا۔۔ سیلینہ مٹھائی کی پلیٹ ہاتھ میں لیے ہی گیٹ تک آئی تھی۔ لیکن یاسر جاچکا تھا۔۔ کیونکہ وہ اب کہیں نہیں تھا۔۔ کھردے ہاتھوں والا شخص اب تک جولیا کے چہرے پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ اسکا چہرہ، اسکی آنکھیں، اسکا انداز سب بہت جانا پہچانا تھا۔ کیونکہ وہ مصطفیٰ حسن کا سب سے لاڈلا بیٹا تھا۔۔ ان کا انتہائی لاڈلا بیٹا۔۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

سیاہی میں دو مجسمے بالکل خاموشی سے بر اجمان تھے۔۔

ایک سایہ کسی لڑکی کا تھا۔۔ وہ ایک ادھیر عمر شخص کے ساتھ بر اجمان تھی۔۔

ان کے سائے سامنے دیوار پر لمبے ہو کر گر رہے تھے۔۔

وہ لڑکی آہستہ سے ساتھ بر اجمان انسان سے کچھ بولی تھی۔۔

"میں ان کو تباہ کر دوں گی۔۔ میں ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑوں گی۔۔"

"تمہیں نہیں لگتا کہ یہ بہت رسکی ہو گا۔۔؟"

"میں جانتی ہوں کہ یہ سب بہت خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔۔۔ لیکن میں نے اس وقت کے لیے بہت طویل عرصے سے انتظار کیا ہے۔۔۔ لواہ گرم ہے اور اب چوت مارنے کے درست وقت سے ہم نہیں چوک سکتے۔"

ادھیر عمر شخص کا سایہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ پھر سر ہلایا۔۔۔

"میں ہر جگہ تمہارے ساتھ ہوں۔ خیال رکھنا۔۔۔ اب چلتا ہوں۔۔۔"

سایہ آگے بڑھا تو ہر جانب خاموشی چھا گئی۔۔۔ لڑکی کے پاس اب بات کرنے کے لیے کوئی نہیں تھا۔ وہ اب سامنے دیوار پر پڑتے اپنے سائے کو خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے طے کر لیا تھا کہ جس نے اسے تباہ کیا ہے وہ انہیں انعام تک پہنچانے گی۔ اسکا ہر لائجہ عمل طے تھا۔



وہ ایجنسی چلا آیا تھا۔ انہی سسینڈرز میں ملبوس۔ اسے لباس تبدیل کرنے کا وقت نہیں مل سکا تھا۔ ایجنسی کے پارکنگ ایریا میں ساحر اسکا انتظار کر رہا تھا۔ وہ اپنی کار سے باہر نکلا تو ساحر آگے بڑھ آیا۔ اس نے اطراف میں نگاہیں دوڑائیں۔ پھر ساحر کی جانب دیکھا۔

"کنفرم ہے کہ وہ اغواء ہوئی ہیں۔۔۔؟ تم اتنے وثوق سے کیسے کہہ سکتے ہو۔۔۔؟" وہ دونوں اب ساتھ ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ رُخ ایجنسی سے ذرا فاصلے پر بنی پر تعيش عمارت کی جانب تھا۔

"وہ اغواء ہی ہوئی ہے، ساحر۔ حملہ آور فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ سیلینہ اور جولیا میں سے کون زیادہ خوبصورت ہے۔ اس نے اک خاص ترتیب سے ایکٹریس کو اغواء کیا ہے۔ اور جب اس نے

یہ طے کر لیا کہ جولیا، سیلینہ سے زیادہ خوبصورت نہیں ہے تو اس نے جولیا کو پہلے انغواء کر لیا۔ چھٹا وکٹم۔۔ اسکی ساتویں وکٹم سیلینہ ہے۔۔ "وہ تیزی سے بولتا اب لفت میں داخل ہو رہا تھا۔ ساحر بھی اسکے ساتھ ہی تھا۔ اسکی بات سن کر وہ لمحے بھر کو حیران بھی ہوا تھا۔

"تمہیں کیسے پتہ کہ وہ اس خاص ترتیب سے ایکٹریس کو انغواء کر رہا ہے۔۔؟"

"سیلینہ نے ڈی کوڈ کیا ہے۔ اس نے جس ترتیب سے تمام ایکٹریس کی تصاویر رکھیں، حملہ آور نے اسی ترتیب سے سب کو انغواء کیا ہے۔ کیا تم ظالم بادشاہ کی کہانی جانتے ہو۔۔؟" لفت سے نکل کر اب وہ دونوں ہی جولیا کے اپارٹمنٹ کی جانب بڑھ رہے تھے۔ ساحر نے اسکے سوال پر ناسمجھی سے چہرہ پھیر کر اسے دیکھا تھا۔ بس لمحے بھر کے لیے۔۔

"سانیکو پیچھے حملہ آور خود کو بادشاہ سمجھ رہا ہے۔ وہ بادشاہ جس نے بہت سی خوبصورت عورتوں سے شادی کر رکھی تھی اور اک خاص عرصے کے بعد وہ اپنی ان بیویوں کا قتل کر دیا کرتا تھا۔" اس نے کہا تو ساحر کی آنکھیں پھیل گئیں۔ "کیا۔!"

"ہا۔۔ وہ سانیکو ہے۔ اس سے کچھ بعید نہیں۔" اب وہ دونوں جولیا کے اپارٹمنٹ میں داخل ہو رہے تھے۔ اپارٹمنٹ میں مراحمت کے کوئی آثار نہیں تھے۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا اور پھر گھر اسنس لیا تھا۔

"تم نے اس کے ہر ایکٹو کا نیکٹ سے پوچھا ہے نا۔۔؟"

"ہاں۔۔ وہ کہیں نہیں ہیں۔" اس نے بالوں میں انگلیاں چلائی تھیں۔ قدرے بے بسی سے۔

"ہمیں ایک دو دن انتظار کرنا پڑے گا۔ پھر ہی اسکی اغوا کی رپورٹ ہم آگے بتاسکتے ہیں۔"

"بالکل۔۔ ابھی ہمیں خود کنفرم نہیں ہے کہ وہ اغوا ہوئی ہیں یا اپنی مرضی سے غائب ہوئی ہیں۔"

ایکٹریس

اکثر منظر عام سے غائب ہو جاتی ہیں۔ لیکن کسی پراجیکٹ کے عین درمیان میں غائب ہونا بہت اچھنے کی بات ہے۔ انکا مینیجر انکی غیر موجودگی کل یا پرسوں تک خود ہی رپورٹ کر دے گا۔ "ساحر نے کہا تو اس نے سر ہلا�ا۔ ایک گھری نظر اپارٹمنٹ پر ڈالی۔۔

"کیا ہمیں ان کے اپارٹمنٹ کی تلاشی لینی چاہیے۔۔؟" ساحر نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔

"تم جانتے ہو کہ ہم دونوں ہی یہ کام نہیں کریں گے۔" ساحر نے بغیر اثر لیے گھرا سانس لیا۔

"ہم بغیر سرچ وارنٹ کے کسی کے گھر کی تلاشی نہیں لے سکتے۔ یہ غیر قانونی ہے۔"

لیکن وہ اسکی بات نہیں سن رہا تھا۔ وہ اب آگے بڑھ کر پر تعیش سے اپارٹمنٹ میں موجود چیزوں کو الٹ پلت کر دیکھ رہا تھا۔ پچھے کھڑے یا سر نے گھرا سانس لیا اور پھر آگے بڑھ آیا۔

"سدھر جاؤ، ساحر۔"

"ہماری نیت خراب نہیں ہے۔ ہم انہیں ڈھونڈ رہے ہیں۔ ہم انہیں خطرے سے بچانا چاہتے ہیں۔

پولیس تک معاملہ گیا تو بہت پیچیدگی ہو جائے گی۔ ہمیں اس سے پہلے ہی گھر کی تلاشی لے لینی

چاہیے۔" اب وہ بھی اسکے ساتھ لگا، ہاتھوں میں باریک دستانے چڑھائے ایک ایک چیز کی تلاشی

لے رہا تھا۔ لیکن ایک آدھ گھنٹے کی محنت کے بعد بھی ان کے ہاتھ کوئی قابل غور شے نہیں لگی تھی۔

کچھ پل بعد وہ دونوں ہی اپارٹمنٹ کا دروازہ اپنے پیچھے بند کرتے باہر نکل آئے تھے۔ ساحر نے ایک نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

"تمہارے لیے اتنا چلننا پھرنا ٹھیک نہیں ہے ابھی۔" یاسر نے بیزاریت سے سر جھٹکا تھا۔

"پک چکا ہوں یہ اختیاطی تدابیر سن سن کر۔ اب پیزیر تم شروع مت ہونا۔" ساحر نے کندھے اچکائے تھے۔

"میں صرف تمہیں بتارہا ہوں کہ اتنا چلننا تمہارے لیے ٹھیک نہیں ہے۔ تم اس کے آگے کیا کرتے ہو یہ تمہاری اپنی مرضی ہے۔ زخم میں تنکیف ہوئی تو تم خود ہی بھگتو گے۔ ہم میں سے کوئی نہیں۔"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"بہت شکریہ بتانے کے لیے۔" یاسر نے ٹھنڈے سے طزر سے کہا تھا لیکن وہ مجال ہے جو اس طزر کا ذرا بھی اثر لے لیتا۔ اب وہ دونوں عمارت کے داخلی دروازے سے نکل کر باہر کی جانب بڑھ رہے تھے۔ ان دونوں کا رخ واپس ایجنسی کی جانب تھا۔

"تم سے جو فوٹج میں نے مانگی تھی۔ وہ نکالی۔؟"

"ہا۔" اسکے جواب پر وہ قدم اور تیزی سے بڑھاتا ایجنسی کے اندر چلا جا رہا تھا۔ کچھ ہی پل بعد اب وہ دونوں نچلے فلور پر لفت کے ذریعے بڑھ رہے تھے۔ نچلا فلور رات گھری ہونے کے باعث

تقریباً سنسان تھا۔ اکا دکا گارڈز اپنے اپنے کیسز میں برا جمان کام نبٹا رہے تھے۔ یاسر کو کئی دنوں بعد ایجنسی میں دیکھ کر ادھر ادھر سے سلام ابھرے تو اس نے ماتھے تک ہاتھ لے جا کر سب کے سلام کا جواب دیا۔ اب وہ دونوں اپنے کیسز کی جانب بڑھ آئے تھے۔ کیبین ویسا ہی تھا جیسے وہ چھوڑ کر گیا تھا۔ صاف سترہ۔ سلیقے سے سب کچھ رکھا ہوا۔

"یہ کیبین اب تک شیر صاف کرتا ہے۔۔۔؟" اس نے ہلاکا سا مسکرا کر پوچھا تو ساحر نے سر ہلاایا۔ "بالکل۔۔۔ رات دیر تک یہاں ٹھہر کر وہ اکثر فائلز کو سلیقے سے رکھنے کی جانے کو نسی مشقیں کرتا رہتا ہے۔۔۔ یہ اور اسکی صفائی۔۔۔!"

"کرنے دونا۔۔۔ تمہارا کیا جاتا ہے۔۔۔ اگر وہ نہیں ہوتا تو تمہارا کیبین دیکھنے کے قابل بھی نہیں ہوتا۔۔۔" "مجھے چیزیں درہم برہم انداز میں ہی اچھی لگتی ہیں۔۔۔ بلاوجہ کے سلیقے سے مجھے الجھن ہوتی ہے۔۔۔ وہ اب مسکرا کر سر ہلاتا کر سی کھنچ کر بیٹھ رہا تھا۔۔۔ ساحر اب اسکے سامنے اپنا کھلا لیپ ٹاپ رکھ رہا تھا۔۔۔ وہ بغور اس چند لمحات کی فوٹج کو بار بار دیکھتا رہا۔۔۔ اس نے واقعنا سب گارڈز کو ہی بتایا تھا۔۔۔ فوٹج ہر شکوک و شبہات سے پاک تھی۔۔۔ وہاں کچھ بھی غیر معمولی نہیں تھا۔۔۔ اس نے ساتھ جھکے ساحر کو ایک پل کے لیے دیکھا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ جو کوئی بھی ہے وہ ہماری ایجنسی سے ہی تعلق رکھتا ہے۔۔۔؟" اس نے پوچھا تو ساحر سیدھا ہو گیا۔۔۔ پھر ساتھ رکھی کر سی کھنچی اور اسکے برابر آبیٹھا۔۔۔ نچلا فلور مزید تاریکی میں ڈوبا محسوس ہونے لگا تھا۔۔۔ محض ان کے کیبین کی بیتی روشن تھی۔۔۔

"کیا تمہیں یقین ہے---؟" اس نے الٹا سوال کیا تو یا سر نے کندھے اچکائے۔ ایک نظر سامنے اسٹل ہوئی فوٹھ پر ڈالی۔ وہ چند لمحے کچھ سوچتا رہا تھا۔

"شاید اس نے ہمیں ایسا تاثر دیا ہو کہ وہ ایجنسی سے وابستہ ہے۔ ہو سکتا ہے حقیقت اسکے برعکس ہو۔" ساحر چپ چاپ ساکت ہوئی فوٹھ کو دیکھتا رہا تھا۔

"ہو سکتا ہے وہ ایجنسی سے ہو۔ ہو سکتا ہے وہ ہمیں مس ڈائیریکٹ کر رہا ہو۔ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ فی الحال کچھ بھی وثوق سے نہیں کہا جاسکتا۔"

"معید حسن۔۔۔ واجد حسن۔۔۔ زبیر اینڈ سنز کا چھوٹا بیٹا۔ کیا ان تینوں میں سے کوئی ہے---؟" فوٹھ کی جانب دیکھتا وہ خود کلامی کر رہا تھا۔ نظروں میں گہری سوچ ہلکوڑے لے رہی تھی۔ ساحرنے لمحہ بھر کو سر نفی میں ہلا�ا تھا۔

"یا پھر یہ کوئی تیسرا بندہ ہے۔ ایک تیسرا انسان۔ ایک ایسا انسان جس پر ہم شک کرنے کا سوچ بھی نہیں

سکتے۔" اسکے بے حد خاموشی سے کہنے پر یا سر نے بے ساختہ گردن اسکی جانب پھیری تھی۔ ساحر نے محض اسے ایک نگاہ اٹھا کر دیکھا۔

"اسے ایجنسی کے تمام داخلی اور خارجی راستوں کا علم ہے۔ اسے نچلے فلور کے خفیہ دروازوں کا علم بھی ہے۔ وہ ہمارے اندر ہی موجود ہے۔ یا پھر ہمیں ایسا تاثر دے رہا ہے جیسے وہ ہمارے درمیان موجود ہے اور در حقیقت موجود نہ ہو۔ جتنا سک یہ آدمی ہے۔۔۔ اس سے کچھ بھی توقع کی جاسکتی

ہے۔" اسکے کہنے پر ساتھ برا جمان یاسر نے سر ہلا�ا تھا۔ زیادہ چلنے کے باعث زخم میں خاصہ کھنچا و محسوس ہو رہا تھا اور درد بھی بڑھ رہا تھا۔ اگلے ہی پل اس نے آس پاس گردن گھما کر دیکھا تھا۔

"زار کیا کر رہا ہے آجکل۔؟ مجھے کافی دنوں سے نظر نہیں آیا ہے وہ۔" اس نے سرسری سا پوچھا تھا۔ ساحر اب آگے بڑھ کر لیپ ٹاپ بند کر رہا تھا۔

"زار وحید اسلام کو گارڈ کر رہا ہے آجکل۔ پاکستان میں نہیں ہے وہ۔ پچھلے دو دنوں سے دبی گیا ہوا ہے ان کے ساتھ۔ وہاں شوٹنگ تھی اسی لیے گارڈز کی ضرورت تھی۔ حنیفہ سر نے بھیج دیا اسے۔ تم اب سیلینہ میڈم کو گارڈ کرو گے تو کسی کی ضرورت نہیں ہو گی۔ شاید میری بھی نہیں۔" یہ آخری جملہ اس نے ذرا مسکراہٹ دبا کر کہا تھا۔ یاسر اسکے انداز پر ہلکا سا ٹھٹکا تھا۔

"کیا مطلب ہے اس فضول سی بات کا۔؟"

"بالکل صاف مطلب ہے۔"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"اور کیا ہے وہ صاف مطلب۔؟" ہاتھ باندھ کر پوچھا تھا۔ ساحر اب لیپ ٹاپ لیے کرسی سے اٹھ رہا تھا۔

"تم انہیں پسند کرتے ہو۔" بالکل سکون سے کہا۔ وہ حنیفہ یا سردار نہیں تھا جو یاسر سے بتیں کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتا۔ وہ ساحر تھا۔ اور یاسر جانتا تھا کہ وہ اپنے نام کا ایک ہی تھا۔

"میں تو اب تک حیران ہوں کہ وہ تمہیں اتنی خوفناک بارش میں اتنے آرام سے مل کیسے گی تھیں۔۔۔؟" وہ اب ڈیسک سے ٹیک لگائے، ہاتھ سینے پر باندھے، مخطوط سے انداز میں پوچھ رہا تھا۔
یاسر نے چہرہ جھکا رکھا تھا۔ وہ اپنے جوتے کو دیکھ رہا تھا۔

"مجھے پتہ تھا وہ میرے پاس ہی آرہی ہوگی۔۔۔" کچھ پل بعد اس نے آہستہ سے کہا۔ ساحر نہیں چونکا۔ وہ جانتا تھا۔

"میں جب ہاسپٹل سے باہر نکلا تو کچھ دور چلنے کے بعد ہی وہ مجھے مل گئی تھی۔ وہ ہر تکلیف پر مجھ تک بغیر کسی وجہ کے چلی آتی ہے۔ اسے یہ بات خود بھی نہیں پتا۔ وہ غیر ارادی طور پر ایسا کرتی ہے۔۔۔"

"بالکل۔ میں انہیں ہر جگہ ڈھونڈتا رہا تھا۔ پھر مجھے خیال آیا کہ شاید وہ تمہارے پاس آئی ہوں۔ جب میں ہاسپٹل کے راستے پر واپس لوٹا تو وہ تمہیں مار رہی تھیں۔" اسکی بات پر وہ چہرہ جھکائے ہی ہلکا سا مسکرا یا تھا۔

"میں بس حیران ہوں کہ اگر وہ تمہیں اس راستے پر نہیں ملتیں تو تم کیا کرتے۔۔۔؟" اس نے اگلے ہی پل چہرہ اٹھایا تھا۔

"ہر گلی ڈھونڈتا۔ ہر کوچہ کھنگالتا۔ راہ چلتے لوگوں سے اسکے متعلق پوچھتا۔"

"دوسرے لفظوں میں ان کے لیے خوار ہوتے۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔ کہہ سکتے ہیں۔"

"تو تم مان رہے ہو کہ تم انہیں پسند کرتے ہو۔۔۔؟" ہاتھ اب تک بند ہے تھے اور وہ مخطوط سا مسکرا رہا تھا۔ یا سرنے اسے دیکھا پھر کچھ سوچ کر سر نفی میں ہلایا۔

"نہیں۔ میں اسے پسند نہیں کرتا۔"

"تم انکے لیے خوار ہو سکتے ہو۔ ان کے لیے زخمی حالت میں بارش میں بھیگ سکتے ہو۔ انہیں خود کو ہاتھ لگانے دے سکتے ہو۔ ان کے لیے گولیاں کھا سکتے ہو۔ ان کے لیے روپورٹرز کو جھاڑ سکتے ہو۔ ان کے لیے چیف خنیفہ سے تنخ کلامی کر سکتے ہو۔ ان کے لیے ماذل بن سکتے ہو۔ ہاں لیکن۔۔۔ تم انہیں پسند نہیں کرتے۔۔۔؟" تالیاں بجانے کی کسر رہ گئی تھی بس۔ ساحر کا انداز ویسا ہی تھا۔

"بالکل۔۔۔ نہیں کرتا میں اسے پسند۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ مجھ سے جھوٹ بول لو لیکن کم از کم خود سے تو نہ بولو۔"

"میں جانتا ہوں کہ میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ میرے پاس جھوٹ بولنے کا کوئی ریزن نہیں۔" بالکل سکون سے کہا تھا۔ ساحر اسے چند پل دیکھا رہا تھا۔ پھر آہستہ سے سیدھا ہوا۔ وہ جیسے جیران ہوا تھا۔

"تم۔۔۔ انہیں۔۔۔!"

"ہاں ساحر۔۔۔ تم ٹھیک سمجھے ہو۔" اب وہ اٹھ رہا تھا۔ زخم میں کھنچا وہ ہنوز تھا۔ لیکن چہرے پر اک دل جلانے والی مسکراہٹ تھی۔ ساحر اسکی پشت کو بے یقینی سے دیکھے گیا تھا۔

"تم ان سے محبت کرتے ہو۔۔۔!" وہ جو دروازے کی جانب بڑھ رہا تھا لمحے بھر کو رکا۔ لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ اب تک تھی۔ وہ پلٹا نہیں۔ زحمت ہی نہیں کی پلنٹے کی۔۔۔

"لچھ کرو، ساحر۔۔ میں اس سے عشق کرتا ہوں۔" اور پھر آگے بڑھ گیا۔ ساحر کے لب اب تک ادھ کھلے تھے۔ اسے یاسر سے ایسے کسی انکشاف کی توقع ہرگز نہیں تھی۔ وہ بھی اتنے صاف انداز میں۔ جیسے وہ موسم کی کوئی خبر سنا رہا تھا۔ اس نے لبوں پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ پھر اسی انداز میں چند پل کے لیے دروازے کو دیکھے گیا جہاں سے وہ ابھی ابھی گیا تھا۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"اَسَلَامُ عَلَيْكُمْ اَحْبَابُ

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com

google.com/search?q=u

Google

urdu novel bank

All Images News Videos Books Sea

<https://www.urdunovelbank.com>

Urdu Novel Bank

interesting and best famous urdu novels free Pdf Download on One click. all Categories new and old urdu novel stories..

All Urdu Novels List

visit for more novels:

Urdu Novel Bank website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کمیٹگری میں ---

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

وہ جب گھر واپس لوٹا تو چونک کر دروازے میں ہی ٹھہر گیا۔ خنیفہ کے گھر کے سامنے اک جانی پہچانی سی کار کھڑی تھی۔ اس کے ابرو حیرت سے اکھٹے ہوئے تھے۔ پھر وہ سامنے سے آتے ارمان کو دیکھ کر چونکا۔

"تم لوگ کب واپس آئے۔۔۔؟"

"کچھ دیر پہلے ہی۔ دادا، انکل میرے گھر ہیں۔ تمہاری ماما آئی ہیں سیلیسہ سے ملنے۔ ان کا موڈ بہت آف لگ رہا تھا اسی لیے میں نے کسی کو بھی وہاں جانے نہیں دیا۔ وہ سیلیسہ سے اکیلے میں کچھ بات

کرنا چاہتی تھیں۔" لیکن اسکے ماتھے پر بل ابھر چکے تھے۔ وہ ارمان کے منع کرنے کے باوجود بھی آگے بڑھا تو اس نے اسے روک لیا۔

"کیا کر رہے ہو۔۔۔؟"

"مجھے ان سے دوٹوک بات کرنے دو۔"

"بدل حاظ مت ہونا۔ باقی سب خیر ہے۔"

"میں کبھی بدل حاظ نہیں ہوا۔ بس صاف گورہا ہوں۔"

"اسے ہی بدل حاظی کہتے ہیں۔" ارمان نے اسے ٹوکا تھا لیکن وہ بغیر سے آگے بڑھ گیا تھا۔ وہ اب چہرہ پھیرے اسے قدرے فکر مندی سے تک رہا تھا۔ وہ اندر بڑھ آیا تھا۔ لیکن پھر داخلی دروازے کے ڈار ناب پر اسکا ہاتھ ٹھہر سا گیا تھا۔ اندر سے سلطانہ کی بے حد سرد آواز آرہی تھی۔

"میں نے تمہیں اپنے بیٹے سے دور رہنے کے لیے کہا تھا۔ اور تم۔۔۔ اب اسکے ساتھ ایک دیوار پر رہ رہی ہو۔۔۔ کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا۔۔۔؟ کیا تمہیں ایک دفعہ کی بات سمجھ نہیں آتی۔۔۔؟" اندر کا منظر خاصی سرد مہری لیے ہوئے تھا۔ سیلینہ نے ہتھیلیوں کو آپس میں مس کیا تھا۔ اسے لگا اسکی ہتھیلیاں پسیجتی جا رہی ہیں۔ اس نے کہنے کے لیے لب واکیے لیکن الفاظ نہیں نکلے۔

"تمہاری بری شہرت اسکی ساکھ پر کیسا اثر ڈالے گی کبھی سوچا ہے تم نے۔۔۔؟ یا تم اتنی بیوقوف ہو کہ کبھی ایسا کوئی خیال تمہارے ذہن میں آیا ہی نہیں۔۔۔؟" آخر میں قدرے درشتی سے کہا تو اس

سامنے بیٹھی سیلینہ نے تھوک نگلا۔ اس نے وہی گلابی رنگ پہن رکھا تھا جو وہ سارے کے گھر پہن کر گئی تھی۔ سلطانہ نے اسے اتنی بھی مہلت نہیں دی تھی کہ وہ لباس ہی تبدیل کر لیتی۔

"آئی ایم سوری، آنٹی۔"

"مجھے تمہارے اس بکواس سے سوری کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جانتی ہو نا یہ بات تم۔!"

"جی۔" کمزور سی آواز میں کہا تو سلطانہ کو اسکے انداز پر مزید غصہ آنے لگا۔

"ایک میرا بیٹا ہے کہ تمہارے لیے مجھ سے فیور مانگنے چلا آیا تھا اور ایک تم ہو کہ اسکی زندگی بر باد کرنے پر تلی ہوئی ہو۔ کل شوٹ پر آ جانا۔ میں اس پراجیکٹ کو جلد از جلد مکمل کرنا چاہتی ہوں۔ تمہارا آس پاس ہونا مجھ سے مزید برداشت نہیں ہو گا۔" وہ کہہ کر اٹھی تھی۔ سیلینہ نہیں اٹھ سکی۔ وہ اسکے انکشاف پر بری طرح چونگی تھی۔ لیکن باہر کی جانب بڑھتی سلطانہ کے قدم لمحے بھر کو ساکت ہو گئے تھے۔ داخلی دروازہ دھکیل کر اب یا سر اندر داخل ہو رہا تھا۔ اسکا چہرہ اس قدر سپاٹ تھا کہ حد نہیں۔ وہ دونوں ہی لمحے بھر کو ایک دوسرے کے سامنے ٹھہر گئے تھے۔ پچھے سیلینہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ یا سر کے تاثرات بہت عجیب تھے۔ اسے کسی انہوںی کا احساس ہونے لگا۔

"بaba کو بھی اسی لیے اپنی زندگی سے بے دخل کر دیا تھا آپ نے کیونکہ وہ آپکی ساکھ کے لیے مہلک ثابت ہو رہے تھے۔ آپ نے انکی موت کی خبر کو بھی اک ڈرامہ کہا تھا۔ آپ نے اپنی شہرت کو بے داغ رکھنے کے لیے اپنے بیٹے اور شوہر دونوں کو چھوڑ دیا تھا، ماں۔" لیکن آپکو یہ

کیوں لگا کہ میں بھی آپکی طرح ہوں۔۔۔؟" وہ ایک پل کے لیے رکا تھا۔ سیلینہ کو اسکی آنکھیں اتنی دور سے بھی زخمی لگ رہی تھیں۔

"آپکو ایسا کیوں لگا کہ مجھے اپنی ساکھ اتنی عزیز ہو گی کہ میں اپنے سے جڑے لوگوں کو اسکے لیے چھوڑ دوں گا۔ آپ نے ایسا سوچ بھی کیسے لیا کہ جس چیز کے لیے میں آپ سے ساری زندگی نفرت کرتا رہا، وہ کام میں خود کروں گا۔۔۔! آپ نے کبھی بابا یا مجھے اپنے اس نام نہاد اسٹیٹس سے اوپر نہیں رکھا۔ میرا بچپن جس محروم اذیت میں گزرًا۔ آپ نے سوچا بھی کیسے کہ میں ایسی کسی محرومی کو اپنے سے جڑے لوگوں کی زندگی میں داخل ہونے دوں گا۔۔۔؟" اسکی آنکھوں میں زخمی سی تپش تھی۔ سلطانہ کو لگا وہ کبھی ہل نہیں سکے گی۔ اسے آج پتہ چلا تھا کہ یاسر اس سے ساری زندگی نفرت کیوں کرتا آیا تھا۔

"میں۔۔۔ میں تمہاری ماں ہوں بیٹے۔" اسکی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔ یاسر نے ضبط سے گھرا سانس لیا

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

تھا۔

"تو پھر ماں کی طرح رہیں۔ مجھے مزید اذیت سے دوچار مت کریں اور پلیز۔۔۔ پلیز۔۔۔ میرے سامنے مت آیا کریں۔ مجھے ہسپتال کی وہ ٹھنڈک یاد آ جاتی ہے جسے بھلانے کے لیے میں نے جانے کتنی ہی راتیں جاگ کر

گزاری تھیں۔ مجھے انہتائی قدم اٹھانے پر مجبور مت کریں، ماں۔"

"تم اس۔۔۔ اس لڑکی کے لیے اپنی ماں کو ایسے کہہ رہے ہو۔" وہ بے یقینی سے کیپکاتی آواز میں بولی تھی۔

"آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔ میں یہ آپکو اس لڑکی کی وجہ سے نہیں کہہ رہا۔ میں یہ سب آپکو صرف اسی لیے کہہ رہا ہوں کہ آئندہ آپ میری زندگی میں دخل نہ دیں تو بہتر ہو گا۔ مجھے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں۔ یہ سب میں طے کروں گا آپ نہیں۔ آپ نے بابا اور مجھے چھوڑ کر جو عزت کمائی ہے اسکی حفاظت کریں۔ میری زندگی پر آپکا کوئی حق نہیں ہے۔" وہ کہہ کر پلنٹے لگا تھا لیکن پھر لمبے بھر کو ٹھہر گیا۔ ایک پل کے لیے مڑ کر سیلینہ کی جانب دیکھا۔ پھر زخمی آنکھوں سے سلطانہ کا سفید چہرہ دیکھا۔

"یہ لڑکی۔۔۔ اپنے رشتے بچانے کے لیے کسی بھی حد تک جاسکتی ہے، ماں۔۔۔ مجھے آپ سے یہی کہنا تھا۔" وہ تیزی سے کہہ کر پلٹا اور پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکلتا چلا گیا۔ پیچھے کھڑی دونوں عورتیں اسکی اس آخری بات پر تھم گئی تھیں۔ وہ بے دم سی صوف پر بیٹھ گئی تھی اور سلطانہ لرزتے قدموں سے باہر کی جانب بڑھ گئی تھی۔ اسے لگا وہ مزید کھڑی رہی تو ایڑیوں سے خون نکل آئے گا۔ گھر خالی پڑا رہا۔ جانے کتنے ہی پھر وہ بعد حنیفہ گھر میں داخل ہوئے تو اسے دیکھ کر چونک سے گئے۔ وہ یک ٹک جانے کو نے غیر مریٰ نقطے کو گھور رہی تھی۔ وہ آگے بڑھے۔۔۔ پھر اسکا ساکت چہرہ دیکھا۔

"سیلین۔۔۔ بیٹھ کیا ہوا ہے۔۔۔؟" وہ جیسے ان کے پوچھنے پر چونکی تھی۔ پھر انہیں دیکھا۔

"میں کیسی بیٹی ہوں، بابا۔۔۔؟" وہ اسکے بے وقت کے استفسار پر حیران ہوئے تھے۔ پھر اسکے ساتھ آبیٹھے۔

"بہت پیاری۔۔۔"

"ایسے نہیں۔ میں کیسی انسان ہوں۔ میں ایز اے ہیو من کیسی ہوں۔۔۔؟" وہ چند پل اسے دیکھتے رہے تھے پھر ہلاکا سا مسکرائے۔

"تم قطع رحمی سے انہتائی نفرت کرنے والی، رحم دل، بیوقوف اور نرم سی انسان ہو۔"

"کیا قطع رحمی کرنا اتنا بڑا جرم ہوتا ہے۔۔۔؟ کیا اسکی سزا اتنی کٹھن ہوتی ہے کہ ایک بیٹا اپنی ماں کو آئندہ کبھی دیکھنا ہی نہ چاہے۔؟" کچھ تھا اسکے اندر جو ٹوٹ رہا تھا۔ یاسر ہرٹ ہوا تھا۔ اور اسکا ہرٹ ہونا اب اسے بری طرح ہرٹ کر رہا تھا۔ حنیفہ چند پل اسے دیکھتے رہے تھے پھر ہاتھ آگے بڑھا کر نرمی سے اسکا سر اپنے سینے سے لگایا۔

"وہ اپنی ماں کو معاف کرچکا ہے لیکن وہ اس تکلیف کو نہیں بھلاسکا جو اس رات اسے ہوئی تھی۔ بھری دنیا میں اکیلے رہ جانے کی اذیت نے اسے بہت اندر تک زخمی کیا ہے، بچے۔ وہ بس اس تکلیف سے ہر لمحہ گزرنا نہیں چاہتا۔ اسے ڈر رہتا ہے کہ وہ اگر زیادہ دیر تک اپنی ماں کے آس پاس رہا تو انہیں اپنے الفاظ سے زخمی کر دے گا۔ اسی لیے وہ ان کا سامنہ کرنے سے کتراتا ہے۔ وہ خود کو اور انہیں ہر اذیت سے بچانا چاہتا ہے۔" وہ چپ چاپ ان کے سینے سے لگی رہی تھی۔ کچھ لمحات بعد وہ بالکل خاموشی سے اپنے کمرے کی جانب بڑھ آئی تھی۔ حنیفہ نے اسے پلٹ کر لمحہ کے لیے دیکھا اور گھر اسنس بھرتے پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔

کافی لمحات بعد وہ اپنے کمرے سے باہر نکلی تھی۔ یاسر اپنا فون نہیں اٹھا رہا تھا۔ اس نے حنیفہ کے کمرے کے بند دروازے کو ایک نظر دیکھا اور پھر باہر کی جانب بڑھی۔ اگلے ہی پل اب وہ ارمان کو فون بھی کر رہی تھی۔ یکخت ہی اسکا دل بے چین ہونے لگا تھا۔

"ارمان۔۔ یاسر کہاں ہے۔۔؟ وہ فون نہیں اٹھا رہا میرا۔۔" اس نے فون کان سے لگائے تیزی سے کہا تھا۔

دوسری جانب ارمان کی بات سن کر اسکے اعصاب لمح بھر کو ڈھیلے پڑے تھے۔ پھر اس نے فون کان سے ہٹا کر قدم کار کی جانب بڑھائے۔

"وہ ایجنسی گیا ہے۔۔" اس نے کار روئورس کی تھی۔

"وہ جب بھی اکیلے رہنا چاہتا ہے تو ایجنسی چلا جاتا ہے۔ کچھ وقت پہلے ہی مجھے ایجنسی کے سیکیورٹی گارڈ کا میج موصول ہوا ہے کہ یاسر ایجنسی آیا ہے۔" وہ اب بنا کچھ سوچے ایجنسی کے راستے پر بڑھ رہی تھی۔

"لیکن وہ نچلے فلور پر نہیں گیا ہو گا۔۔" اس نے کار پارکنگ لاٹ میں روکی اور پھر تیزی سے باہر نکل آئی۔ اب اسکے قدم زینوں کی جانب تھے۔ وہ اسی گلابی لباس میں ملبوس تھی۔ کھلے بال پشت پر بکھرے تھے۔

"وہ ایجنسی کی چھت پر گیا ہو گا۔ وہ ہمیشہ وہیں جاتا ہے۔ سب سے خطرناک اسپاٹ پر ٹانگے لٹکائے بیٹھا ہو گا۔" ایجنسی کے زینے تاریکی میں ڈوبے ہونے تھے۔ لیکن وہ اس سے کچھ بھی نہیں سوچ رہی تھی۔ اگلے ہی پل تقریباً ہانپتے ہوئے اس نے چھت کا دروازہ کھولا اور پھر آگے بڑھ آئی۔ وہ سامنے ہی بر اجمان تھا۔ سسپینڈرز میں ملبوس۔۔ چھت کے سب سے خطرناک حصے پر بیٹھا۔۔ ایجنسی کی عمارت کی منزلہ بلند تھی۔ لیکن وہ اسی بے خوفی سے پیر لٹکائے، چھت کے خوفناک اطراف میں بیٹھا تھا۔

لمح بھر کے لیے اسکا دل بند ہوا تھا۔ کچھ محسوس کر کے یاسر نے چہرہ پھیرا اور پھر ساکت ہو گیا۔ آنکھوں میں حیرت سی ابھری۔ وہ شاید اس سے سیلینہ کی توقع نہیں کر رہا تھا۔ وہ جلدی سے آگے بڑھی تھی۔

"پلیز۔۔۔ یہاں سے اترو۔۔۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔۔ یہ کوئی جگہ ہے تمہارے بیٹھنے کی۔۔۔ پچھلے ہی دنوں میں نے اخبار میں پڑھا تھا کہ ایک نوجوان پیر پھسلنے کے باعث اونچی چھٹ سے ینچے جا گرا تھا۔ اترو یہاں سے۔۔۔

جلدی۔۔۔"

یاسر نے چہرہ پھیر کر گھر اسانس لیا تھا۔ پھر سر ہلا کر پیر چھٹ کی جانب گھمائے۔ اگلے ہی پل ہاتھوں پر زور دے کر چھوٹی سی چھلانگ لگائی اور اتر گیا۔ سیلینہ نے سینے پر ہاتھ رکھ کر گھر اسانس لیا تھا۔ اسے لگا وہ کی پھروں سے سانس روکے ہوئی تھی۔ پھر ایک تیز نظر اس پر ڈالی۔۔۔ دو قدم چل کر آگے بڑھی۔۔۔

"تمہارا دماغ ٹھیک ہے۔۔۔؟ یہ کوئی بیٹھنے کی جگہ ہے۔۔۔؟ کیا دُنیا میں بیٹھنے کی تمام جگہیں ختم ہو گئیں جو تم چھٹ کے اتنے خطرناک حصے پر آکر بیٹھتے ہو۔۔۔" اسے جیسے اسکی بیوقوفی پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ تیزی سے بولتے ہوئے سانس پھول گیا تھا اور اب وہ ہانپ رہی تھی۔

یاسر نے اسے اسی خاموشی سے دیکھا تھا۔

"اب جواب کیوں نہیں دے رہے ہو کوئی۔؟ زخمی بھی ہو تم لیکن مجال ہے جو ذرا بھی احساس ہو اپنی صحت کا۔" وہ آگے بڑھا اور پھر اسی خاموشی سے اسکی کلائی تھام کر اسے آگے کیا۔ اسکی چلتی زبان اگلے ہی پل ساکت ہوئی تھی۔ شہر کی روشنیاں چھٹ کے اس حصے سے اتنی حسین لگ رہی تھیں کہ اسے اپنی ہر بات بھول گئی تھی۔ چند پل کے لیے وہ بالکل میسرائیز ہوئی ان قمقوں کو دیکھے گئے۔ کتنا خوابناک سا منظر تھا۔

"میں یہاں خود کشی کرنے نہیں آیا تھا۔ سکون لینے آیا تھا۔ جو کہ آپ کے آتے ہی غارت ہو چکا ہے۔"

"میں پریشان ہو گئی تھی، یا سر۔" اس نے چہرہ پھیر کر سچائی سے کہا تو اس نے گہرا سانس لیا۔ اب وہ دونوں چہرہ سامنے کیئے، شہر کی روشنیوں کو تک رہے تھے۔

"میں کوئی چھوٹا بچہ نہیں ہوں۔ اپنا خیال رکھنا آتا ہے مجھے۔ تم ہر دفعہ میرے پیچھے ایسے نہیں آ سکتیں۔" آواز

ہلکی تھی۔ چہرہ سامنے تھا۔ ایسے جیسے وہ اسے کچھ سمجھا رہا تھا۔

"اور تم۔؟" سیلینہ نے کہا تو اس نے ہاتھ جیبوں میں اڑس لیے۔

"میں کیا۔؟"

"تم جو ہر دفعہ میرے لیے آتے ہو۔"

"تم انہیں اتفاق سمجھ سکتی ہو۔"

"لیکن میں انہیں محبت سمجھنا چاہتی ہوں۔۔۔" شہر کی روشنیاں بے حد خوبصورت تھیں۔ وہ دونوں اب تک سامنے دیکھ رہے تھے۔ ہوا سے ان دونوں کے بال اڑ رہے تھے۔ سیلینہ کے بال اڑ کر یاسر کے کندھے کو چھو رہے تھے۔

"تم میرے لیے اپنی ماں سے فیور لینے کیوں گئے تھے۔۔۔؟" کچھ پل بعد اس نے پوچھا تھا۔

"مجھے لگا کہ مجھے یہ کرنا چاہیے تو کیا۔۔۔" بنا کسی شرمندگی کے کہا۔ سیلینہ نے ایک پل کے لیے چہرہ پھیر کر اسے دیکھا تھا۔ وہ جیسے لاجواب ہوئی تھی۔

"تمہارا جو دل چاہے گا تم کرتے رہو گے۔۔۔؟"

اس نے کندھے اچکائے تھے۔

"اور میرے دل کا کیا۔۔۔؟" اب کہ اس نے بھی گردن گھما کر اسے دیکھا تھا۔ چند پل وہ دونوں ایک دوسرے کو تکتے رہے۔۔۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"اگر میں نے تمہیں ہرٹ کیا ہے تو۔۔۔ آئی ایم سوری۔۔۔" اسکے کہنے پر سیلینہ نے بے یقینی سے گھرا سانس لیا تھا۔

"یہی پر ابلم ہے یاسر عالم۔۔۔! تم مجھے ہرٹ نہیں کرتے ہو۔ تم مجھے ہرٹ نہیں ہونے دیتے ہو۔ اسی لیے میں تمہاری اس نرمی کا ایک بہت غلط مطلب نکال رہی ہوں۔ میری وقت پر تصحیح کر دو۔۔۔ ایسا

نہ ہو کہ تم مجھے میری زندگی میں آئے ہر مرد سے زیادہ ہرٹ کر جاؤ۔ اور میں تمہیں چاہ کر بھی معاف نہیں کر پاؤں۔"

"کیسی لصھج۔۔۔؟"

سیلینہ نے اپنا سراپا اسکی جانب پھیر لیا تھا۔ جبکہ وہ اب بھی سامنے دیکھ رہا تھا۔

"کیا تم مجھے پسند نہیں کرتے۔۔۔؟"

یاسر نے چہرہ جھکا کر اپنے جو توں کو دیکھا تھا۔ پھر سر اٹھا کر اسے۔۔۔

"نہیں۔۔۔ میں تمہیں پسند نہیں کرتا۔۔۔" سکون سے کہا تو سیلینہ کے دل کو کچھ ہوا۔ آنکھوں میں کرچیاں سی ابھریں۔

"اگر تم زخمی نہیں ہوتے تو تمہیں بہت مارتی۔"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

وہ مسکرا یا تھا۔۔۔

"تم ابھی بھی مار سکتی ہو۔"

"بالکل۔۔۔ تاکہ ساری دنیا مجھے ہی ظالم سمجھے۔ حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ یہاں اصل ظالم ہے کون۔۔۔!" جتا کر کہا اور پھر تیزی سے رُخ موڑ لیا۔ آنکھوں میں جانے کیوں آنسو سے تیرنے لگے تھے۔ اسکا دل جانے کس بات پر ڈکھا تھا۔

"تمہاری سب سے بڑی خواہش کیا ہے۔۔۔؟" کچھ پل بعد اس نے پوچھا تو سپلینہ نے ایک جھٹک سے چہرہ اسکی جانب پھیرا۔ وہ بغیر کوئی تاثر لیے بہت سکون سے پوچھ رہا تھا۔ اس نے اگلے ہی پل گہرا سانس لیا تھا۔

"فیملی ٹرپ پر جانا۔"

"فیملی ٹرپ۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔" وہ کہتے کے ساتھ ہی اب چھت کی دیوار سے لگ کر زمین پر بیٹھ گئی تھی۔ اسکی ٹانگیں مستقل کھڑے رہنے کے باعث تھکن کا شکار ہو گئی تھیں۔ یاسر نے چہرہ جھکا کر اسے دیکھا اور پھر اسکے ساتھ آ بیٹھا۔

"مجھے لگا تھا تم کہو گی دنیا کا مہنگا ترین پرس خریدنا۔۔۔" وہ اسکے کہنے پر ہنس پڑی تھی۔ پھر خنگی سے اسے دیکھا۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"اتنا مادیت پسند سمجھتے ہو تم مجھے۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔" وہ پھر سے ہنس دی تھی۔

"یہ بھی ایک خواہش ہے لیکن فیملی ٹرپ پر جانا سب سے بڑی خواہش ہے۔۔۔ پتہ ہے۔۔۔ بچپن میں جب اسکوں والے ٹرپس پر لے کر جاتے تھے تو میں نہیں جاتی تھی۔ میرے پاس ٹرپ کے لیے پسیے نہیں ہوتے تھے۔ پھر جب میرے تایا والے اپنے بچوں کے ساتھ ٹرپ پر جاتے تھے میں تب

بھی نہیں جاتی تھی۔ وہ لوگ مجھے لے کر ہی نہیں جاتے تھے۔ انہیں لگتا تھا میری صحبت ان کے بچوں پر برا اثر ڈال دے گی۔ ”بالکل نارمل سے انداز میں کہہ کر اس نے یاسر کو دیکھا تھا۔ ”اور تم اب بھی انہیں اپنا رشتہ دار مانتی ہو۔۔۔! ”وہ جیسے حیران ہوا تھا۔ اس نے سر اثبات میں ہلا�ا۔

”کیوں۔۔۔؟“ اسکے پوچھنے پر وہ مسکرائی تھی۔

”جانتے ہو۔۔۔ ایک راہب اپنے ساتھی کے ساتھ نہر کے کنارے بیٹھا ہاتھ دھور رہا تھا۔ اسی لمحے اسے ایک بچوں دکھائی دیا جو نہر کے تیز پانی کے تحت بہتا جا رہا تھا۔ اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر اس بچھو کو بچایا اور اس بچھو نے نیکتے ہی اسکے ہاتھ کو ڈس لیا۔ اس نے گھبرا کر بچھو کو چھوڑا تو وہ پھر سے پانی میں گر گیا۔ اب وہ جھک کر دوبارہ اسے بچا رہا تھا۔ اور وہ بچھو اسے دوبارہ ڈس رہا تھا۔ اسکے ساتھی راہب نے پوچھا کہ تم اسے کیوں بچا رہے ہو۔۔۔؟ یہ دو دفعہ تمہیں کاٹ چکا ہے۔ جانتے ہو اس راہب نے کیا جواب دیا تھا۔؟

وہ لمحہ بھر کو ٹھہری تھی۔ وہ چہرہ پھیرے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ شاید وہ جواب کا منتظر تھا۔

”اس نے کہا کہ اسکی نیچر ڈسنا ہے اور میری بچانا۔۔۔ وہ اپنی عادت سے باز نہیں آتا اور میں اپنی عادت سے۔۔۔ ہم دونوں ہی اپنی جگہوں پر مجبور ہیں۔۔۔ اسی لیے یاسر عالم۔۔۔ بعض لوگوں کی نیچر ہمیشہ ڈسنا ہوتی ہے اور بعض لوگوں کی مرہم رکھنا۔ میری نیچر جوڑنا ہے اور ان کی توڑنا۔۔۔ وہ رشتے توڑنے سے باز نہیں آتے اور میں جوڑنے سے۔۔۔ آخر میں معصومیت سے کندھے اچکائے تھے۔

"کہاں سے سنی ہے ایسی بیکار کہانی۔۔۔؟" وہ دیوار سے سر ٹکا کر بولا تھا۔ سیلینہ نے بھی اپنا سر پچھے ٹکایا تھا۔

"تم نے پوچھا تھا کہ میں انہیں اپنا رشتہ دار اب تک کیسے مانتی ہوں۔۔۔ تو ایسے مانتی ہوں۔۔۔ کیونکہ میں ایک راہب ہوں اور وہ سب بچھو۔۔۔" اور یہاں وہ زور سے ہنسا تھا۔ آنکھیں موond کر دیوار سے سر ٹکائے سیلینہ بھی ہنس رہی تھی۔

"بچھو۔۔۔ او گاڑ۔۔۔" وہ دونوں ہنستے جا رہے تھے۔ کچھ پل بعد وہ بازوؤں کو گھٹنوں کے گرد سمیٹ کر۔ ایک رخسار گھٹنے پر ٹکائے اسے دیکھ رہی تھی۔ یاسر کے ماتھے پر گرے بال ہوا سے لہرا کر دوبارہ ماتھے پر گر رہے تھے۔ لیکن وہ انہیں پچھے کرنے کا تکلف نہیں کر رہا تھا۔

"کیا تمہارے پاس کوئی ایسا انسان ہے جسے تم دیکھتے رہو۔۔۔ اور کبھی نہ تھکو۔۔۔؟" بے حد آہستگی سے پوچھا تھا۔ اسے دیکھتے ہوئے۔ وہ جو اپنی انگلی پر رہڑ لپیٹ رہا تھا چونکا۔ چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ خفیف سا سر ہلایا۔۔۔

"ہا۔۔۔" کہا تو جانے کیوں آواز بو جمل سی تھی۔ سر سراتی ہوا کے جھونکے جیسے چند پل کے لیے ان دونوں کے درمیان ٹھہر سے گئے تھے۔ سیلینہ کو پلکیں جھپکانے میں وقت لگا تھا۔

"واقعی۔۔۔؟"

یاسر نے اس سے نگاہیں چرا لیں۔ پھر سے رہڑ کو انگلی پر لپیٹنے لگا۔ ساتھ ہی سر بھی اثبات میں ہلایا۔

"کیا تمہیں اس انسان کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ اگر وہ تمہاری زندگی سے گیا تو تم خالی ہو جاؤ گے۔۔۔؟" رخسار اب تک گھٹنے پر ٹکا تھا۔ یاسر نے اب کہ چہرہ نہیں اٹھایا۔

"ہاں۔۔۔"

"کیا تمہیں کبھی ایسا لگتا ہے کہ اگر تم اسے دیکھ نہیں پائے تو تمہارا سانس رک جائے گا۔۔۔؟" اور اب کہ اس نے چہرہ اٹھالیا تھا۔ سیلینہ کے سوالات پیچیدہ ہوتے جا رہے تھے۔

"ہاں۔۔۔" گلے میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔

"کیا کبھی تمہیں ایسا لگا کہ تم اس سے ہر دفعہ ملنے پر اسکے ساتھ مزید انجھتے جاتے ہو۔۔۔؟ جتنا دور جاؤ اتنا قریب چلے آتے ہو۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔"

visit for more novels
www.urdunovelbank.com

"کیا کبھی تم نے اس انسان سے دور جانے کی کوشش کی ہے۔۔۔؟" کی تھی۔ کامیاب نہیں ہوا۔"

"تکلیف ہوتی ہے نا۔۔۔؟" وہ کہہ کر اداسی سے مسکرائی تھی۔

"ہاں۔۔۔"

"کیا تم جانتے ہو کہ یو آر ان لو۔۔۔؟"

"لیں آئی ڈو۔۔۔"

"کون ہے وہ خوش نصیب لڑکی---؟"

اس نے چہرہ پھیر کر اسے دیکھا تھا۔ پھر دیکھتا رہا۔

" ہے ایک۔ انتہائی سمجھدار لڑکی۔"

"سمجھدار ہے۔ میں تو ہرگز نہیں ہوں پھر۔" مایوس ہو کر کہا تو وہ نہس دیا۔ انگلی پر ربڑ اب تک لپیٹ رہا تھا۔

"میں خوش ہوں کہ ایٹ لیسٹ تمہارے پاس ایسا کوئی انسان ہے۔ ایسے انسان کا موجود ہونا ہی سب سے بڑی نعمت ہوتی ہے۔ اچھا بتاؤ۔ کیا وہ بھی تم سے اتنی ہی محبت کرتی ہے جتنی تم اس سے کرتے ہو۔؟" اب کہ وہ بہت دلچسپی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اسکی شہد رنگ آنکھوں کی چمک۔ وہ اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

"نہیں۔ وہ مجھ سے اتنی محبت نہیں کرتی جتنی میں اس سے کرتا ہوں۔ وہ کہر ہی نہیں سکتی۔" اسکی شہد رنگ آنکھوں کی پتلیوں کو اپنی پتلیوں کی قید میں لیے اس نے کہا تھا۔ اسکی سرمی آنکھوں کے رنگوں پر دل لمحے بھر کو ڈول سا گیا تھا۔ سیلینہ کا دل جیسے زور سے دھڑکا۔

"کیا تم نے اسے بتایا ہے۔؟" کچھ لمحات بعد سوال کیا تو یاسرنے سرا ثابت میں ہلایا۔

"وہ جانتی ہے۔"

"کتنی کلی ہے وہ لڑکی۔ مجھے بتاؤ نا۔ کیسی دلختی ہے وہ۔؟ کیا وہ جو لیا جتنی خوبصورت ہے۔؟"

"نہیں۔ وہ جو لیا سے زیادہ خوبصورت ہے۔"

"اچھا تمہیں اس میں سب سے زیادہ کیا چیز پسند ہے۔۔۔؟"

"مجھے وہ پوری پسند ہے۔ ساری کی ساری۔۔۔"

"تمہیں پتہ ہے میں جیلیں ہو رہی ہوں۔" اور اسکے کہنے پر وہ سر ہلا کر رہ گیا تھا۔

"اچھا بتاؤ۔۔۔ تمہاری سب سے بڑی خواہش کیا ہے۔۔۔؟" کچھ پل بعد اس نے پوچھا تھا۔ وہ دیوار سے سر ٹکائے آسمان کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"اپنی فیملی کے ساتھ ایک خوشگوار زندگی گزارنا۔ بغیر کسی رنجش اور تکلیف کے۔۔۔" اس نے آہستہ سے کہا تھا۔ سیلینہ نے سر ہلا کیا۔

"ہم جیسے بروکن فیمیلز کے بچوں کی ہر خواہش فیملی کے گرد ہی گھومتی ہے۔ فیملی ٹرپ پر جانا، فیملی کے ساتھ اچھی زندگی گزارنا۔۔۔ کتنی محروم خواہشیں ہیں نا ہماری۔۔۔؟" یاسر نے محض سر ہلا کیا تھا۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"کیا تم اپنی ماما کو معاف نہیں کر سکتے۔۔۔؟" کچھ پل بعد اس نے کہا تھا۔ اسکی آنکھیں جو لمبے تک بے حد زخمی لگ رہی تھیں اب محض تھکن کا شکار تھیں۔ لیکن اسے یہ آنکھیں تھکن زدہ بھی کتنی اچھی لگ رہی تھیں۔

"میں انہیں معاف کر چکا ہوں۔ بہت پہلے ہی کر چکا تھا۔"

"پھر اتنی درشتی سے کیوں پیش آتے ہو تم ان کے ساتھ۔۔۔؟"

اس نے کچھ نہیں کہا۔ شاید وہ شرمندہ تھا۔

"ایسے مت کیا کرو۔۔ وہ بہت ہرٹ ہوتی ہو گئی۔۔ ماں ہیں وہ تمہاری۔۔ تمہارے لیے کبھی برا نہیں چاہیں گی۔۔ اور بھلا میرے لیے تلخ کلامی کرنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ تم مجھے پسند بھی نہیں کرتے ہو۔۔ "تلی دیتے دیتے آخر میں قدرے خفگی سے کہا تو وہ چہرہ جھکائے ہی مسکرایا۔۔

"اگر تم مجھے پسند کرتے اور پھر میرے لیے اسٹینڈ لیتے تو واہ واہ۔۔ کیا بات ہوتی۔۔ مزہ آ جاتا۔۔ لیکن تم۔۔" اسکا تو موڑ ہی خراب ہو گیا تھا۔۔

"انسان ہونے کے ناطے بھی اسٹینڈ لے سکتا ہوں میں تمہارے لیے۔۔"

"اوہ پلیز۔۔" اس نے ہاتھ جوڑ کر ماتھے پر لگائے تھے۔۔ "تمہارے اس ہیومنزم کی وجہ سے میں آج یہاں پہنچی ہوں۔۔ ایسی جگہ پر جہاں میں تمہیں پسند کرتی ہوں لیکن تم مجھے بالکل پسند نہیں کرتے۔۔ ان فیکٹ قریب اکتاتے ہو مجھ سے۔۔ میری باتوں سے۔۔"

"کتنی سمجھدار ہو یا ر تم۔۔ کیسے پتہ چلا تمہیں کہ میں تم سے اکتار ہا ہوں۔۔؟" حیرت سے آنکھیں پھیلا کر کہا تھا۔۔ سیلینہ سن ہوئی اسے بے یقینی سے دیکھتی رہی۔۔

"بد نیز میں نے محض اس لیے کہا تھا تاکہ تم کہو کہ نہیں سیلینہ۔۔ ایسی کوئی بات نہیں۔۔ لیکن تم۔۔" اس نے اسکا سر پھاڑنے کے لیے آس پاس کچھ تلاش کیا لیکن کچھ بھی نہ ملا۔۔ یا سر اب احتیاط اسکے پاس سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔ چھت پر ایک جانب بہت سے پودے رکھے تھے اور اس کے درمیان میں ہی اک لمبا سا پائپ گرا تھا۔۔ اسکی آنکھیں چمکیں۔۔ وہ اٹھی اور پھر آگے بڑھ کر نکلا تلاش کیا۔۔ یا سر اسے پچھے سے تنبیہہ کر رہا تھا لیکن وہ نہیں سن رہی تھی۔۔ اس نے ٹونٹی چلا دی تھی اور پانی کسی فوارے کی مانند پورے پریشر سے باہر نکلا تھا۔۔

اب وہ پائپ لیے یاسر کے پیچھے تھی اور وہ بمشکل خود کو بھیگنے سے بچاتا ہوا دوسری جانب بھاگ رہا تھا۔ وہ ہنس رہی تھی۔ اس نے پائپ کا رخ یاسر کی جانب کیا اور وہ اگلے ہی لمحات میں بھیگ گیا۔ اب بھاگنے کی باری اس کی تھی۔ کیونکہ اب پائپ یاسر کے ہاتھ میں تھا۔ وہ اسکے پیچھے تھا اور وہ اسے منع کر رہی تھی۔ بال، لباس، چھت، پودے۔۔۔ سب کچھ پانی میں نہا گیا تھا۔ وہ اب ایک دوسرے پر پانی پھینک رہے تھے۔ ہنس رہے تھے۔۔۔ اگلے ہی پل یاسر نے پائپ کا رخ اوپر کی جانب کیا تو پانی کسی بوچھاڑ کی مانند ہر جانب برنسے لگا۔

"اگر ہمیں یہاں کسی نے دیکھ لیا تو ہم کیا کریں گے۔۔۔؟" اس نے پوچھا تھا۔ لیکن یاسر کو اگلے ہی لمح پائپ چھوڑنا پڑا۔ چھت کا دروازہ کھول کر سیکیورٹی گارڈ ٹارچ لیے اندر داخل ہو رہا تھا۔

"تو ہم یہ کریں گے۔۔۔" اس نے اسے کلائی سے تھاما اور پھر تیزی سے دوسرے دروازے کی جانب بڑھا۔ گارڈ اب انہیں رکنے کے لیے کہہ رہا تھا لیکن وہ رکنے کے لیے تو انہیں بھاگے تھے نا۔۔۔ وہ اب ہستے ہوئے تیزی سے زینے اتر رہے تھے۔ زینے پار کرنے کے بعد وہ دونوں سیلینہ کی کار کی جانب بڑھ آئے تھے۔ وہ اب تک ہنس رہی تھی۔۔۔ لیکن وہ محض مسکرا کر ڈرائیو کر رہا تھا۔ گھر آگیا تھا لیکن پھر ان دونوں کو کسی چیز کا احساس ہوا۔۔۔

اپنے بھیگے ہونے کا۔۔۔

"باہر بارش ہو رہی ہے کیا۔۔۔؟" سلمان نے اسے سر سے لے کر پیر تک دیکھتے ہوئے کہا تھا۔۔۔

"ایجنسی کی چھت پر ہو رہی تھی۔۔۔" اسکی زبان سے پھسلتا تو ارمان کی ہنسی ابھری۔۔۔

"واٹ--؟"

دوسری جانب حنیفہ فکرمندی سے چھینکتی ہوئی سیلینہ کو دیکھ رہے تھے۔

"تم کہاں سے آ رہی ہو--؟ باہر بارش ہو رہی ہے کیا--؟"

"نہیں بابا۔"

"تو پھر--؟"

"وہ-- میں پانی میں گر گئی تھی--۔" کہتے کے ساتھ ہی اس نے زبان دانتوں تلے دبائی تھی۔

"کیا--؟"

"مطلوب-- پانی مجھ پر گر گیا تھا۔"

"اتنا پانی آیا کہاں سے--؟"

visit for more novels:

"پائپ سے--" وہ کہتے ہی پھر چھینکی تھی۔ حنیفہ اب فکرمندی سے اسکی جانب ٹشو بڑھا رہے تھے۔

"ایکنسی کی چھت پر--؟" ان کے پوچھنے پر وہ چھینکا تھا۔

"میں نے تمہیں منع کیا تھا نا باہر نکلنے سے۔ دیکھو اب زکام ہو گیا ہے تمہیں--" وہ قدرے فکرمندی سے اسکی سرخ ناک دیکھ رہے تھے۔

اور پھر اس رات دونوں گھروں میں وہ دونوں وقوفے سے چھینکتے رہے تھے۔ وہ ارمان کے کمرے میں چلا آیا تھا۔ ساتھ ہی چھینکا بھی تو پیچھے سے ارمان کا قہقہہ بلند ہوا۔ اس نے ایک تیز نظر اس پر ڈالی تھی۔ پھر سر جھٹک کر چہرہ واپس پھیرا۔

"ایجنسی کی چھت پر بارش۔۔۔ اف۔۔۔" وہ ہستے ہستے دوہرا ہونے لگا تھا۔

"میں بس یہ سوچ رہا ہوں کہ سیلینہ نے اپنے گھر کیا کہا ہو گا۔۔۔؟" اور یہاں وہ بھی ٹھہرا تھا۔
کیونکہ وہ واقعی جانا چاہتا تھا کہ سیلینہ نے اپنے گھر کیا کہا تھا۔۔۔؟

"اتنا سارا پانی ایک ساتھ مجھ پر کیسے گر سکتا ہے یا سر۔۔۔؟" اپنے موبائل پر سیلینہ کا پیغام دیکھ کر اسے بے طرح ہنسی آئی تھی۔ یقیناً اسے حنفیہ کو جواب دینے کے لیے کسی مضبوط جواز کی ضرورت تھی۔

"پائپ سے۔۔۔" اس نے لکھا اور پھر لباس تبدیل کرنے کے لیے جو نہی اٹھا فون پیغام کی ٹون سے نج اٹھا۔

"میں تمہارا سر پھاڑ دوں گی یا سر۔۔۔" اور وہ موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر ہنس دیا تھا۔

"اتنا سارا پانی ایک ساتھ کسی انسان پر کیسے گر سکتا ہے، ارمان۔۔۔؟"

اس نے الماری سے لباس نکالتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ایجنسی کی چھت پر ہوتی اکلوتی بارش سے۔۔۔ اور کیسے بھلا۔۔۔؟" اور کہتے ہی وہ دونوں ہنس پڑے تھے۔

اگلے دنوں میں یاسر کا زخم کافی حد تک بھر گیا تھا۔ سردار بھی اپنے گھر جا چکے تھے اور وہ بھی اپنے اپارٹمنٹ چلا آیا تھا۔ ارمان اپنی جاپ پر جا رہا تھا اور سائرہ اپنے کام پر۔ سیلینہ بھی شوٹ پر واپس چلی آئی تھی۔ سلطانہ اور اسکے درمیان اک اندیکھا سا کھنچاو تھا۔ وہ یقیناً اسے پسند نہیں کرتی تھی۔ اس نے گھر اسنس لیا اور پھر سلطانہ کے آفس کا دروازہ پار کیا۔ جو غلط فہمی ہو گئی تھی وہ اسے ختم کرنا چاہتی تھی۔ سلطانہ کے سامنے وہ گردن اٹھائے کھڑی تھی۔ اس نے اسے بیٹھنے کے لیے نہیں کہا تھا۔ نہ ہی اس نے بیٹھنے کو درست سمجھا تھا۔

"آپ بے فکر ہو جائیں، میڈم۔ یاسر مجھے پسند نہیں کرتا۔ وہ مجھ میں انٹرست نہیں ہے۔ ہم دونوں میں صرف ایک ورک ریلیشن ہے جو جلد ہی ختم ہو جائے گا۔ ایک وقت بعد وہ اپنے راستے ہو گا اور میں اپنے راستے۔ مجھے بھی ایک وقت تک لگتا رہا کہ شاید میری موجودگی یاسر کے کیریئر کے لیے باعث تکلیف ہو گی۔ لیکن۔۔۔" وہ لمحے بھر کو ٹھہری تھی۔ سامنے براجمان، دبلي پتلی سی سلطانہ نے اسے انہی سپاٹ آنکھوں سے دیکھا تھا۔ نیوی بلیو لباس میں ملبوس، پروفیشنل سے تاثرات چہرے پر سجائے۔۔۔

"میں غلط تھی، میڈم۔ یاسر باقی سب کی طرح کمزور اعصاب کا انسان نہیں ہے۔ نہ ہی کمزور عقائد کا بندہ ہے۔ وہ ہر لحاظ سے بہت مضبوط ہے۔ اسے میری خراب شہرت کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی کیونکہ وہ اپنے لیے گئے فیصلوں کے نتائج فیس کرنے کا عادی ہے۔ وہ باہر موجود ہر اس روپر ٹرکو جواب دینا جانتا ہے جو اسکی ساکھ پر کوئی بھی انگلی اٹھائے گا۔ اسے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ کمزور

"نہیں ہے۔" اس نے کہہ کر خشک حلق سے بہت سا تھوک نگلا تھا۔ سلطانہ پر اسکی باتوں کا جیسے کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

"کیا اس نے تم سے خود کہا ہے کہ وہ تمہیں پسند نہیں کرتا۔؟"

اسکے چہرے پر استہزا تھی۔ سیلینہ کے چہرے پر نامبجھی سی ابھری۔

"جی میدم۔ اس نے مجھے خود بتایا ہے کہ وہ مجھ میں دلچسپی نہیں رکھتا۔"

"اور تم نے اس بات پر یقین کر لیا۔؟" اسکے ابرو اچھنے سے اوپر کو اٹھے تھے۔

"جی میدم۔ وہ کسی اور لڑکی کو پسند کرتا ہے۔"

"کیا تم مجھے بیوقوف سمجھتی ہو، سیلینہ۔؟ یا تم خود ہی اتنی بیوقوف ہو۔؟" اس نے ٹھہر کر واقعنا جاننے کے

visit for more novels:
www.urdunovelbarik.com

لیے سوال کیا تھا۔ وہ اسکے سوال پر جن بز ہوئی تھی۔
اس نے واضح الفاظ میں مجھ سے کہا ہے کہ وہ کسی لڑکی کو پسند کرتا ہے اور مجھے پسند نہیں " کرتا۔

"میں اسکی۔ ماں ہوں سیلینہ۔ اسکی آنکھیں بالکل میرے جیسی ہیں۔ کیا تمہیں لگتا ہے کہ میں اسکی آنکھوں میں موجود جذبے کی غلط وضاحت کر سکتی ہوں۔؟" اور اسکے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ یکدم بہت الجھ سی گئی تھی۔

"میدم میں آپکی بات سمجھ نہیں پار ہی ہوں۔ آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔؟"

"مزید کچھ نہیں کہنا چاہتی۔ بس اتنا کہنا ہے کہ میری فرم میں کام مکمل کرو اور آئندہ یہاں کا کبھی رخ نہیں کرنا۔ مجھے دوبارہ تمہاری شکل دیکھنے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" اس نے کڑوے تاثرات چھپانے کی ذرا سی بھی زحمت نہیں کی تھی۔ اس نے گہرا سانس لیا تھا۔ وہ اسکی نفرت کو سمجھتی تھی۔ ہر نفرت کی بیک استوری ہوا کرتی ہے۔ اس نفرت کی بھی تھی۔

"وہ آپ کے ساتھ ایسا رویہ رکھنے پر شرمندہ تھا، میڈم۔ وہ آپ سے محض اس لیے تعلق نہیں رکھنا چاہتا کیونکہ اسے لگتا ہے وہ آپکو تکلیف پہنچا دے گا۔ وہ آپکو ہر تکلیف سے بچانا چاہتا ہے اسی لیے وہ آپ سے دور رہتا ہے۔"

سلطانہ کے فائل کی ورق گردانی کرتے ہاتھ لمحے بھر کو ساکت ہوئے تھے۔ گلے میں گلٹی سی ابھری۔ آنکھوں میں چھن ہوئی۔ اس نے ضبط سے چہرہ اٹھا کر سیلینہ کو دیکھا تھا۔ وہ اسی بے ریا سادہ سے انداز میں کہتی جا رہی تھی۔

visit for more novels:

"وہ آپکو معاف کر چکا ہے۔ وہ آپکو بہت پہلے معاف کر چکا تھا۔"

اور وہ جو کچھ بہت تنخ سا کہنے لگی تھی یکدم ساکت ہوئی۔ دنیا ٹھہر گئی۔ وقت ٹھہر گیا۔ زندگی ٹھہر گئی۔ اسکی سماعت جیسے متعجب ہوئی تھی۔ آنکھوں میں تکلیف کے باعث گلابی سی نمی اترنے لگی۔

"میں آپکو آج یہی بتانے آئی تھی کہ میری وجہ سے اپنے بیٹے کی طرف سے دل نہیں خراب کریں۔ وہ آپکو معاف کر چکا ہے۔ وہ بس ہرٹ ہے۔ وہ جلد ہی آپکو قبول بھی کر لے گا۔"

"تم اتنے وثوق سے یہ سب کیسے کہہ سکتی ہو۔۔۔؟ وہ میرے پاس پچھلے تیس سالوں میں نہیں آیا۔ وہ میرے پاس اب کیسے آئے گا۔۔۔؟" اسے اپنی اور سیلینہ کے درمیان موجود ہر چیقلش بھول گئی تھی۔ اسے محض یہ یاد تھا کہ یاسر اسکا بیٹا تھا اور وہ اسے معاف کر چکا تھا۔ اسکا سارا وجود کا ان بن گیا تھا۔

"میں بہت بیو قوف ضرور ہو سکتی ہوں، میڈم۔ لیکن میں اتنا جانتی ہوں کہ رشتہ توڑنے والوں کے چہرے کیسے ہوتے ہیں۔ یاسر کا چہرہ ایسا نہیں ہے۔ وہ رشتہ توڑنے والا چہرہ نہیں ہے۔ جسے آپ اسکی سرد مہری سمجھ رہی ہیں وہ اسکی اذیت ہے۔ جو اس نے بہت سالوں تک کائی ہے۔ اسکا چہرہ ایک قطع رحم شخص کا چہرہ کبھی نہیں تھا۔"

وہ اسکے آفس سے نکل آئی تھی۔ اس نے جو بھی کہنا تھا وہ کہہ دیا تھا۔ شوٹ مکمل ہونے پر وہ ایجنسی چلی آئی تھی۔ اس نے قدم نظر کے آفس کی جانب بڑھائے تھے۔ لیکن اندر کا منظر دیکھ کر وہ بھونچکی رہ گئی تھی۔ نظر اپنا جبڑہ بمشکل سیدھا کر رہا تھا اور ناک سے بہتاخون ٹشو سے صاف کر رہا تھا۔ وہ جلدی سے آگے بڑھی تھی۔

"بھائی۔۔۔ بھائی یہ کیا ہوا ہے۔۔۔؟ آپکی طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔۔۔؟" اسی پل یوول دروازہ کھولتا اندر داخل ہوا۔ اسکے ہاتھ میں برف تھا جو وہ نظر کے زخموں کے لیے لا یا تھا۔ اس نے متوضش ہو کر نظر کی جانب چہرہ پھیرا تھا۔

"کس نے کیا ہے یہ سب۔۔۔؟"

"ساحر نے۔۔"

"واٹ۔۔! وہ تقریباً چلائی تھی۔

"وہ آیا اور بنا کسی وجہ کے دو تین گھونسے مار کر چلا گیا۔ کہہ کر گیا ہے کہ تم یہ ڈیزرو کرتے ہو۔" نظر کے منع کرنے کے باوجود بھی یوول نے موسم کی خبر کی طرح سب کچھ اگل دیا تھا۔ اس نے طیش سے اگلے ہی پل رخ پھیرا اور پھر دروازہ کھول کے باہر کی جانب بڑھ گئی۔ اسکا رخ نچلے فلور کی جانب تھا۔ چہرہ غصے سے دھک رہا تھا اور سانس چڑھ گیا تھا۔ لفت کا دروازہ کھلا اور وہ باہر نکل آئی۔ ہیل کی ٹک ٹک پر بہت سے گارڈن نے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔ وہ سیدھا ان کے کیپن کی جانب بڑھی تھی۔

ساحر جھک کر شیر کو کچھ سمجھا رہا تھا اور یاسر موجود نہیں تھا۔

"ساحر۔۔ تم نے نظر بھائی کو مارا پیٹا ہے۔۔؟" وہ اس کے سر پر پہنچی تھی۔ اس نے پہلے کبھی اس سے اتنی درشتی سے بات نہیں کی تھی۔ ساحر سیدھا ہو گیا۔ شیر بھی چونکا ہوا لگتا تھا۔

"جی ہاں۔"

"کیوں۔۔؟ کس نے کہا تھا ایسا کرنے کو۔۔؟"

"یاسر نے کہا تھا۔"

"واٹ۔۔؟ لیکن کیوں۔۔؟"

"یہ تو آپ۔۔ اس سے خود پوچھ لیں۔۔" اس نے ابرو سے پچھے اشارہ کیا تو وہ چونکی۔۔ پھر پلٹ کر دیکھا۔۔ وہ دروازے میں ایستادہ تھا۔۔ سیاہ پینٹ کوٹ، بالوں کو ایک جانب جیل سے سیٹ کیے۔۔ پہلے کی طرح ترو تازہ اور فٹ۔۔

اگلے ہی پل اب وہ دونوں زینوں پر ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔۔ وہ ہاتھ باندھے اسے کٹرے تیور لیے دیکھ رہی تھی اور وہ خاموش تاثرات لیے اسے۔۔

"نظر بھائی کو کیوں مارا تم نے۔۔؟"

"کچھ اصول ہیں۔۔ ان کے تحت مارا ہے۔۔ اور میں نے نہیں ساحر نے مارا ہے۔۔"

"ایک ہی بات ہے۔۔ حکم تم نے دیا تھا۔۔" وہ اس پر غرائی تھی۔۔

"کیا تمہیں پتہ ہے وہ کتنا دوغلا آدمی ہے۔۔؟ تمہارے ساتھ باقی ایکٹریس کے ساتھ بھی

کاٹ کرتا رہا ہے۔۔ ایک دو گرم ہاتھ تو ڈیزرو کرتا ہی تھا وہ۔۔

visit for more news
www.urdunovelbank.com

"میں جانتی ہوں کہ وہ کیسا آدمی ہے۔۔ وہ میرے لیے آئے پراجیکٹس دوسری ایکٹریس کو دیتا رہا

ہے۔۔ وہ صرف ان ایکٹریس کے ساتھ کام پسند کرتا ہے جو اسے اچھے سے کما کر دے سکیں۔۔ ہم

میں سے ہر انسان اپنا نفع نقصان دیکھ کر کام کرتا ہے۔۔ اگر انہوں نے ایسا کر لیا تو کیا گناہ کیا۔۔؟"

وہ اسکی بات پر حیران ہوا تھا۔۔ یہ جانتی تھی!

"ہاں میں جانتی ہوں کہ کون کیسا ہے۔ اگر میں اس سے نظر پھیر لیتی ہوں تو اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں بیوقوف ہوں۔ اسکا مطلب صرف یہ ہے کہ میں کسی قسم کی بدمزگی نہیں چاہتی۔" اسی کے ساتھ وہ تیزی سے

پلٹ گئی تھی۔ وہ پچھے کھڑا رہ گیا تھا۔ کچھ پل بعد ساحر کہیں آس پاس کھنکھارا تو اس نے گہرا سانس لیا۔

"وہ اتنی بھی بیوقوف نہیں ہیں جتنا لوگ انہیں سمجھتے ہیں۔ بلکہ کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے کہ وہ بیوقوف ہیں ہی نہیں۔" اس نے محض گہرا سانس لیا تھا۔

"چیف حنیفہ بلا رہے ہیں ہم دونوں کو۔" ساحر نے زینوں کی جانب دوبارہ قدم بڑھاتے ہوئے کہا تو اس نے سر ہلایا اور اسکے ساتھ ہی آگے بڑھ آیا۔ کچھ لمحات بعد وہ حنیفہ کے سامنے ایستادہ تھے۔ دونوں ہاتھ آگے کی جانب باندھے۔ حنیفہ نے باری باری ان دونوں کو دیکھا۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"سیلینہ کو کیسے پتہ چلا کہ نظر کو مار پڑی ہے۔؟"

"وہ شاید اس سے ملنے گئی تھی۔"

"کیا تم دونوں نے میرا نام لیا اسکے سامنے۔؟"

"نہیں چیف۔ میں نے کہا کہ اسے مارنے کا حکم یا سر نے دیا تھا۔" حنیفہ نے سکون کا سانس خارج کیا تھا۔ پھر سر ہلایا۔

"گڈ جاب۔ اور ہاں ساحر۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ اس حملہ آور کا اسکیج بناؤ۔ کیا بنا اسکا۔؟"

"جب چیف۔۔۔ کچھ دنوں سے کاموں میں بہت الجھا ہوا تھا اسی لیے بنا نہیں سکا۔۔۔ ابھی کرواتا ہوں یہ کام۔۔۔ انہوں نے سر ہلایا اور پھر انہیں پلٹ جانے کا اشارہ کیا تو وہ دونوں باہر کی جانب بڑھ آئے۔۔۔ یاسر نے لمجھے بھر کو ٹھہر کر ساحر کی جانب دیکھا تھا۔۔۔

"کیا جولیا کے متعلق کوئی خبر ملی ہے۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔ لیکن شاید آج اسکا مینیجر کچھ اقدام کرے۔۔۔" اس نے گھر اسنس لیا اور پھر آگے بڑھ آیا۔۔۔ ایک پل کو ٹھہر کر کام کرتے شیر کی جانب دیکھا۔۔۔

"شیر۔۔۔ کیا تم مجھے معید کے فری آورز کے بارے میں معلوم کر کے بتاسکتے ہو۔۔۔؟" لیپ ٹاپ پر ٹائپ کرتے شیر نے سر ہلا کر حکم کی تعییل کی تھی۔۔۔ وہ اب سامنے رکھی فائلز میں موجود تمام ایکٹریس کی تصاویر کو پھر سے دیکھ رہا تھا۔۔۔ بزل کا کونسا ٹکڑا کہاں سے غائب تھا بھلا۔۔۔؟



visit for more novels:

www.urdunovelbank.com
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

السلام علیکم احباب

"

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com

google.com/search?q=u

1

:

≡

Google



urdu novel bank



All

Images

News

Videos

Books

Sea

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com



<https://www.urdunovelbank.com> ...

:

Urdu Novel Bank

interesting and best famous urdu novels free Pdf
Download on One click. all Categories new and
old urdu novel stories..

[All Urdu Novels List](#)

Urdu Novel Bank
website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں---

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
کامل ناول مفت میں

مراد کے آفس میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ وکیل کے انکشاف پر ان سب مردوں کا سانس پل بھر کو خشک ہو گیا تھا۔ اس نے انہی خشک آنکھوں سے شہیر کی جانب دیکھا تھا۔ ساتھ بیٹھا عمر بھی خاصہ چونکا ہوا لگتا تھا۔ ایک پل کے لیے کوئی کچھ نہیں بولا تھا۔

"پرانے آدمی کی بیٹی۔۔۔ ہمارے کاروبار میں تینتیس فیصد شیرز کی مالک ہے اور ہمیں پتہ ہی نہیں تھا۔!" اس نے چنگھاڑ کر کہا تھا۔ سب کو گویا سانپ سو نگھ گیا تھا۔ ان کے سب سے چھوٹے بھائی احسن علی نے اپنے شیرز سیلینہ کے نام کر دیے تھے۔ لیکن وہ کچھ اصولوں کے تحت مراد اور شہیر پر آشکار نہیں کیے گئے تھے۔ یقیناً وہ اپنے بھائیوں کی بد نیتی سے واقف تھے۔ انہوں نے سیلینہ کا مستقبل محفوظ رکھنے کے لیے ان شیرز کو اسکے نام کر دیا تھا۔ وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں ہوتی، کوئی اس سے ان شیرز کی ملکیت نہیں لے سکتا تھا۔

مراد کا بس نہیں چلتا تھا، آفس کی ہر شے الٹ دیتا۔ جائیداد کے بٹوارے پر وکیل نے یہ بات کھوں دی تھی کہ ان تینتیس فیصد شیرز پر ان میں سے کسی کا حق نہیں تھا۔ جب تک وہ سیلینہ سے قانونی طور پر ان شیرز کے کاغذات پر دستخط نہیں کروالیتے، تب تک وہ اس حق سے دستبردار تھے۔

"وہ لڑکی۔۔۔ کیا وہ یہ بات جانتی ہے۔۔۔؟"

"شايد نہیں۔ اگر اسے علم ہوتا تو وہ ہم سے ان شیرز کے حصے کو لینے کی بات ضرور کرتی۔" شہیر بھی اتنا ہی شاکڈ تھا جتنے باقی سب۔ مراد نے صوفے کے ہتھے میں اپنے ناخن گاڑ لیے تھے۔ اسکا چہرہ سرخ ہو کر دہک رہا تھا۔

"اس لڑکی کو یہ غمہ بنا کر لاو۔۔۔ اپنے کسی بیٹی سے اس کی شادی کرواؤ۔۔۔ میں اپنے پسے باہر نہیں جانے دے سکتا۔۔۔ میں نے اس کاروبار کے لیے دن رات محنت کی ہے۔۔۔ وہ ضبط کھو کر بولا تھا۔۔۔ مجھ کے لیے سب کے چہرے سفید ہوئے تھے۔۔۔"

"شادی۔۔۔؟ وہ بھی اس لڑکی سے۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔ شادی کرو اس سے۔۔۔ شیرز لو اور طلاق منہ پر مارو اسکے۔۔۔ وہ حکم جاری کر کے کھولتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔۔ اس نے سمجھا تھا کہ شاید وہ ان دونوں ماں بیٹی کو اپنے گھرانے اور کاروبار سے نکال چکا تھا لیکن وہ غلط تھا۔۔۔ وہ تو آج بھی ان کے ساتھ اس کاروبار میں برابر کی حصے دار تھی۔۔۔ اسکے دل میں اپنے مرحوم بھائی کے لیے غبار سا ابلنے لگا۔۔۔"



شام گھری ہو گئی تھی۔۔۔ کینک کی بتیاں روشن تھیں۔۔۔ آفس کا دروازہ کھل کر بند ہونے کی آواز ابھری۔۔۔ معید نے پر سکون سما پڑھا کر آنے والے کو دیکھا۔۔۔ مجھ بھر کو اسکی بھوری آنکھوں میں ہلکی سی حیرت بھی ابھری تھی۔۔۔ وہ اب کرسی کھینچ کر اسکے سامنے بیٹھ رہا تھا۔۔۔ ریپشن کے سامنے لگی بڑی سی ایل ای ڈی پر اک خبر نشر کی جا رہی تھی۔۔۔ اسکی تیز آواز معید کے آفس کے اندر تک آر رہی تھی۔۔۔

"کیسے آنا ہوا۔۔۔؟ کیا تمہارا زخم ٹھیک ہے۔۔۔؟"

معید نے پوچھا تھا۔۔۔ اسکی سرمئی آنکھوں کا بے تاثر سا تاثر اگلے ہی پل بڑھ گیا تھا۔۔۔

"تمہیں کیسے پتہ چلا کہ میں زخمی ہوں۔۔۔؟" ٹھنڈا سا استفسار کیا تھا۔

"تم غلط بندے کے پاس آئے ہو یا سر۔۔۔ میں وہ نہیں ہوں جسے تم ڈھونڈ رہے ہو۔" اسکی بھوری آنکھیں انہائی ٹھنڈی تھیں۔ پھر وہ کرسی پر بیٹھے ہو بیٹھا۔

"میں یہ بات پرو کر سکتا ہوں کہ وہ میں نہیں ہوں جسے تم ڈھونڈ رہے ہو۔"

باہر لگی ایل ای ڈی پر خبر نشر کی جانے لگی۔

(جو لیا اینڈرسن اغوا کی جا چکی ہیں۔ نا صرف یہ بلکہ گلیمر ایجنٹسی کی بہت سی ایکٹریس بھی پچھلے عرصے سے غائب ہیں۔ اس خبر کو میڈیا سے پس پردہ رکھا گیا کیونکہ ایجنٹسی اپنی ساکھ بچانا چاہتی تھی۔ پولیس سے تفییش پر معلوم ہوا کہ یہ کیس انڈر کور طور پر سالو کیا جا رہا ہے۔ اس کی تحقیقات کو پوشیدہ رکھا گیا تھا۔)

معید نے آواز کی سمت اشارہ کیا تھا۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"یہ۔۔۔ جو بھی کر رہا ہے۔۔۔ وہ میں نہیں ہوں یا سر عالم۔۔۔"

وہ بالکل ساکت پتلیاں لیے اسکی ہاتھوں کی جنبش کو دیکھ رہا تھا۔ اسے یکدم اک عجیب سا احساس ہوا تھا۔ اسی پھر ایجنٹسی کے نچلے فلور پر موجود ساحر اپنے کپین میں موجود ہدایات دیتا حملہ آور کا اسکیج بنوارہ تھا۔ ٹی وی لاوچ میں بر اجمان، سیلینہ مظہر کا چہرہ اس خبر کو سن کر سفید ہوا تھا۔ اتنا سفید گویا اس سے خون کا آخری قطرہ تک پیچ لیا گیا ہو۔ وہ بس ابھی ابھی ایونگ شوٹ سے واپس آ کر لاوچ میں بیٹھی ہی تھی۔

اسکیج بالکل آخری مراحل میں تھا۔۔۔ نچلے فلور کی بتیاں گل تھیں۔۔۔ بس ساحر کے کیپن کی اک بتی روشن تھی۔۔۔

"حملہ آور کو او سی ڈی ہے، یا سر عالم۔۔۔"

(غالب گمان یہی ہے کہ ثمرین رضا کا قتل بھی اسی حملہ آور نے کیا ہے۔ پولیس اور تحقیقاتی ٹیمز میں بے چینی واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔ کرمنل پروفانکرز کا کہنا ہے کہ قاتل سائنسکو پیٹھے ہے)۔ خبر اب تک نشر کی جا رہی تھی۔

"اے او سی ڈی ہے۔۔۔ وہ ہر کام بار بار کرنے کا عادی ہے۔۔۔ وہ بار بار۔۔۔ اپنے ہاتھوں کو دھونے کا عادی ہے۔ اسکے ہاتھوں کی جلد بہت زیادہ دھونے جانے کے باعث بُری طرح متاثر ہوئی ہے۔۔۔ وہ ایک ایسا شخص ہے جس کے ہاتھ بد صورت ہیں۔۔۔ اور میرے ہاتھ۔۔۔" وہ لمحے بھر کو ہلاکا سا مسکرا یا تھا۔۔۔ اسکیج مکمل ہو گیا تھا۔۔۔ ساحر لمحے بھر کو پیچھے ہوا۔۔۔ ایک نظر ماسک کے پیچھے سے جھانکتی ان آنکھوں کو بغور دیکھا۔۔۔ آنکھیں سیکڑ کر چند لمحات کے لیے دیکھتا رہا۔۔۔ لیکن اسکی ریڑھ کی ہڈی سنسنائی تھی۔۔۔

"میرے ہاتھ کبھی بد صورت نہیں تھے۔ میرے ہاتھ ہمیشہ سے خوبصورت تھے۔"

وہ اسی طرح آنکھیں چھوٹی کیے اسے دیکھتا رہا تھا۔ اس نے بد صورت ہاتھ کہیں دیکھے تھے۔ اس نے کھر درے ہاتھ کہیں دیکھے تھے۔ اسے یہ ہاتھ یاد تھے۔۔۔ لیکن کہاں۔۔۔؟

ساحر بنا پلکیں جھپکے ان آنکھوں کو دیکھ رہا تھا۔

"اور تم اب دیر کر رہے ہو۔ تم جانتے ہو کہ وہ کون ہے۔"

وہ اٹھ کر باہر کی جانب بھاگا تھا۔ ساحر کے ماتھے پر ڈلا ہر بل ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ اس پر آشکار ہوا تھا کہ وہ آنکھیں

کس کی تھیں۔ وہ آنکھیں اتنی جانی پہچانی کیوں تھیں۔؟ یہ آنکھیں ماہر نفسیات جیسی ضرور تھیں لیکن وہ ماہر نفسیات کی آنکھیں نہیں تھیں۔

وہ اس رات جولیا کو اپنے کندھے پر ڈالے، اس زندان کے سیاہ زینے عبور کر رہا تھا۔ اس نے لمحہ بھر کو چہرہ اٹھایا تو اسکی آنکھیں واضح ہوئیں۔ ہلکے بھورے رنگ کی آنکھیں۔ غیر انسانی سی۔ یہ وہی لڑکا تھا جس کے بازو پر جلدے دل کا ادھورا سانشان کندا تھا۔ یہ وہی لڑکا تھا جسے سیلینہ نے ایک بار جوتے دیے تھے۔ مصطفیٰ حسن کا سب سے لاڈلا اور چھوٹا بیٹا۔ شیر حسن۔!

اسکا چہرہ ٹھنڈا تھا۔ بالکل کسی ماہر نفسیات کے چہرے کی طرح۔ لیکن وہ ماہر نفسیات کا چہرہ نہیں اسکا چہرہ ٹھنڈا تھا۔ بالکل یاسر نے ٹھہر کر ساحر کی پشت دیکھی تھی۔ وہ اسکیج کے سامنے

بالکل ساکت ہوا کھڑا تھا۔ ایک پل کے لیے اس نے پل کر یاسر کو دیکھا۔ اسکا چہرہ بھی اتنا ہی سفید تھا۔ وہ حملہ آور کوئی اور نہیں، ان کے ساتھ پچھلے کچھ مہینوں سے کام کرتا شیر حسن تھا۔ بے تاج بادشاہ۔ جسے خوبصورت لڑکیوں کو اپنی بیویاں بنانے کا بے حد شوق تھا۔



وہ بچپن سے ہی بہت عجیب سا تھا۔ گلیوں میں موجود بلیوں کو قتل کر کے، سیاہ تھلیوں میں باندھ کر پھینک دیا کرتا تھا۔ اسے قتل کرنا فیسینیٹ کیا کرتا تھا۔ مصطفیٰ حسن نے اسکی عادتوں سے نگاہیں پھیر لی تھیں۔ لیکن جب وہ جنونی حد تک پاگل ہونے لگا تو اسے کسی ماہر نفسیات کو دکھانا ہی پڑا۔ اسکا ایمپیتھی ٹیسٹ زیر و فیصد آیا تھا۔ وہ ہمدردی جیسے جذبے کو کبھی محسوس نہیں کر سکتا تھا۔ وہ ہمدردی اور انسانیت سے عاری پیدا کیا گیا تھا۔

وہ اور معید حسن سے بھائی تھے۔ معید اسکے پاگل پن کو دیکھتے ہوئے بڑا ہوا تھا۔ وہ اس گھر سے بھاگ جانا چاہتا تھا۔

تھا لیکن اسے اپنے بھائی کے ساتھ رہنا تھا۔ اسے اپنے بھائی کو ٹریٹ کرنا تھا۔ وہ اسی لیے ماہر نفسیات بنا تھا۔ لیکن ماہر نفسیات کے بنے کے بہت عرصے بعد اسے اندازہ ہوا تھا کہ وہ شیر حسن کو کبھی ٹریٹ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ سائیکلو پیچہ ہونے کے ساتھ ساتھ سو شیو پا تھے بھی تھا۔ اس سے کسی بھی قسم کی انسانیت کی توقع کرنا بیکار تھا۔ اس نے اپنے راستے مصطفیٰ اور شیر سے الگ کر لیے تھے۔ بہت عرصے تک شیر منظر عام سے غائب رہا۔ اسے مصطفیٰ نے باہر بھیج دیا تھا۔ لیکن جب وہ پلٹا تو مزید جانور بن چکا تھا۔ بات اب بلیوں کے قتل سے نکل کر انسانی قتال تک آچکی تھی۔ اسے اپنا ذہن پر سکون رکھنے کے لیے انسانی خون کی ضرورت ہوا کرتی تھی۔

زبیر اینڈ سنز کے چھوٹے بیٹے کے ساتھ اس نے پارٹی آر گناز کی اور اس میں جھانسے سے سیلینہ کو بلایا۔ وہ سیلینہ سے آبسیڈ ہوتا جا رہا تھا۔ وہ اسے باقائدہ طور پر اسٹالک کر رہا تھا۔ وہ بس کسی طرح اسے اپنی ملکیت بنانا چاہتا تھا لیکن وہ تھی کہ ہاتھ نہیں آتی تھی۔ نا صرف سیلینہ بلکہ وہ ہر

خوبصورت ایکٹریس کے ساتھ آبیسید ہوتا جا رہا تھا۔ اسے کسی بھی طرح وہ سب اپنے لیے چاہیے تھیں۔ وہ بچپن میں پڑھی اک کہانی کو ری کری ایٹ کرنا چاہتا تھا۔ وہ خود کو وہ بادشاہ بنانا چاہتا تھا جو اپنی بیویوں کو بغیر کسی وجہ کے قتل کر دیا کرتا تھا۔

اس نے سیلینہ کا مستقبل تباہ کر دیا تھا۔ تاکہ وہ اسکے بلانے پر اسکے پاس آسکے۔۔۔

لیکن ایسا نہیں ہوا۔ سیلینہ منظرِ عام سے غائب ہو گئی تھی۔ اس نے اسے مختلف پیغامات بھج کر دھمکایا لیکن وہ شاید اسکی بات نہیں سمجھ رہی تھی۔ پھر اس نے ایک انہتائی گھناؤنا لائجہ عمل ترتیب دیا۔ اس نے سیلینہ کی توجہ لینے کے لیے اسکے آس پاس موجود خوبصورت ایکٹریس کو اغواء کیا اور ساتھ ہی مصطفیٰ کی مدد سے ایجنٹی بھی جوانئ کر لی۔ وہ زیادہ سے زیادہ اسکے قریب رہنا چاہتا تھا۔

اس نے چند ڈوریاں ہلاکیں اور پھر سیلینہ کو ایجنٹی لانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس میں ماریہ نے اسکی مدد کی تھی۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

وہ اسکی حقیقت سے واقف تھی۔ وہ سیلینہ کو تباہ کرنا چاہتی تھی اور شیر سیلینہ کو اپنے لیے چاہتا تھا۔ وہ اس سے ایک پرانے سے گیرج میں ملنے آئی تھی۔ پولیس کو لگا کہ شاید وہ حملہ آور رحیم دین ہے۔ لیکن وہ رحیم دین نہیں تھا۔ رحیم دین کے بازو پر اک جلے ہوئے کند ادھورے دل کا نشان نہیں تھا۔ رحیم دین محض اک کرائے کا آدمی تھا۔ ایک مس ڈائریکٹ کرنے والا فارمر ملٹینٹ۔۔۔!

یہ نشان محض اسکے ہاتھ پر تھا۔ اس نے بہت جگہوں پر سیلینہ کو خوفزدہ کرنے کی کوششیں کی تھیں۔ اس نے اسے لفت کے اندر درندگی کا نشانہ بنانے کی کوشش کی لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اسے یاسر نے پکڑ لیا تھا۔ اسکے حلیے اور سیلینہ کی غیر حالت کے باعث وہ اس پر غور نہیں کر پایا تھا۔ وہ وہاں سے بھاگ نکلا۔۔۔

جب سیلینہ ہسپتال میں ایڈمٹ تھی تب وہ بالکل خاموشی سے اسکے کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔۔ اسکے چمکتے رنگ کو دیکھ کر اسکے جسم میں پھریری سی دوڑگی تھی۔ وہ ہلکا سا جھکا اور پھر اسکے کان میں کچھ گنگنا یا۔۔۔

Be happy happy happy and seize the day of pleasure!

لیکن پھر وہ وہاں سے چلا گیا۔ وہ محض اسے خوفزدہ کرنا چاہتا تھا۔ اور وہ اس میں بہت حد تک کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ پھر اس نے سیلینہ کو زینوں پر نشانہ بنایا۔ لیکن اسی پھر معید حسن چلا آیا اور اسے پرے دھکیلا۔ وہ اسے پہچان گیا تھا۔ اس رات وہ اسے وہاں سے نکال کر رحیم دین کو پولیس کے حوالے کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ لیکن پھر اس نے گھر میں داخل ہوتے ہی اسے بہت مارا تھا۔ اسے تنبیہہ بھی کی کہ وہ سیلینہ سے دور رہے۔ مگر کہیں اندر معید حسن جانتا تھا کہ شیر سدھرنے سے نکل چکا تھا۔ اسی بد لے کے لیے اس نے معید کے آفس میں اپنا ہتھیار رکھ دیا تھا۔ اک بھاری بھر کم ہتھوڑی۔۔۔ جس سے اس نے ثمرین رضا کو بے دردی سے قتل کیا تھا۔

وہ اسے قتل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ خوبصورت تھی۔ وہ اسے اپنی بیوی بنانا کر اذیت کا نشانہ بنانا چاہتا تھا لیکن پھر پولیس نے ایک تحقیقاتی ٹیم تشکیل دی تھی۔ تاکہ اسے پکڑ سکیں۔ اسکے جرائم یکسانیت

کا شکار ہونے لگے تھے۔ اسے تحقیقاتی ٹیم کو مس ڈائیریکٹ کرنا تھا اور اسی لیے اس نے اپنے مخصوص پیٹریں کے بجائے، دوسرے انداز سے ثمرین رضا کو قتل کر دیا تھا۔ اس نے پولیس کو کنفیوژ کرنا تھا اور وہ اس نے کر دیا تھا۔۔۔

لیکن ڈپریشن ہر پل گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ وہ بچپن سے ہی ڈپریشن کا مریض تھا۔ معید حسن یہ بات جانتا تھا۔ اسی لیے اس نے یاسر اور سیلینہ کو بتایا تھا کہ قتل گاہ پر سرمی اور گہرا نیلا رنگ موجود ہو گا۔ اس نے غصے سے اپنی انگلیاں چبائی تھیں۔ اسکا دشمن کوئی اور نہیں اسکا اپنا بھائی ہی تھا۔ وہ اسے اپنے باپ کی وجہ سے سیدھا پولیس کے حوالے نہیں کر سکتا تھا اسی لیے۔۔۔ اس نے یاسر کو مختلف طریقوں سے بتانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ بیوقوفوں کی طرح معید پر ہی شک کرنے لگا تھا۔ اس رات وہ بہت ہنسا۔۔۔ کیونکہ وہ بہت خوش تھا۔۔۔ یاسر معید پر شک کر رہا تھا۔۔۔ وہ اسکا آفس کھنگانے کے لیے سرج وارنٹ نکلا رہا تھا۔

یاسر اور سیلینہ کے جاتے ہی معید حسن نے دراز کھولا تو ہتھوڑی نگاہوں کے سامنے آئی۔ اس نے اگلے ہی پل ہتھیار اٹھایا اور اسے لیے اسکے گھر چلا آیا۔ اسے بلند آواز میں تنیبہ کی کہ آئندہ اس طرح کے ہر کام سے باز رہے لیکن وہ اس رات واقعی بہت خوش تھا۔ اسے کسی تنیبہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ اسکا پلان کامیاب جا رہا تھا لیکن تحقیقاتی ٹیم اب انکی ایچنسی تک پہنچ گئی تھی۔ ارمان یاسر سے کیس کو ڈسکس کر رہا تھا۔ وہ دروازے کے باہر ہی ٹھہر گیا تھا۔۔۔ جب ارمان باہر نکلا تو وہ اندر داخل ہوتے ہوئے اس سے جان بوجھ کر ٹکرایا۔۔۔ ارمان مسکرا یا۔۔۔ وہ سمجھا تھا کہ شاید وہ یاسر کو ٹنگ کرنے اندر داخل ہو رہا تھا لیکن درحقیقت وہ انکی گفتگو سننے کے لیے کھڑا رہا تھا۔

جب سیلینہ پہلی دفعہ نچلے فلور پر آئی تو وہ جولیا سے ہوئی اسکی لڑائی کے بعد اسے جوتا پہنا رہا تھا۔ وہ پہلی دفعہ اسے مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔ وہ اب نچلے فلور پر ہر لمحہ نظر آنے لگی تھی۔ لیکن کچھ تھا جو اسے بری طرح چھبھ رہا تھا۔ سیلینہ کا یاسر کی جانب جھکا و۔۔۔ وہ ٹی وی اسکرین کو بے حد سپاٹ آنکھوں سے تک رہا تھا۔ یاسر سیلینہ کے ساتھ اب ریمپ پر واک کر رہا تھا۔ وہ یاسر میں دلچسپی لینے لگی تھی۔ اسکے اندر خون کھولنے لگا تھا۔

اس رات اس نے اپنے گھر کی تمام چیزیں غصے سے پاگل ہوتے ہوئے الٹ دی تھیں۔ اس نے اپنے بال نوج لیے تھے۔ اسکے اندر یاسر کے لیے لاوہ سا پکنے لگا تھا۔ اس نے ماریہ حسن سے رابطہ کیا اور اس نے یاسر اور سیلینہ دونوں کو جدا کر دیا۔ ان دونوں وہ پھر سے بہت خوش رہنے لگا تھا۔ سیلینہ یاسر کی کچھ چیزیں واپس کرنے ایجنسی چلی آئی تھی اور اس نے اس سے اچھا موقع نہیں دیکھا تھا یاسر کو نقصان پہنچانے کا۔۔۔ وہ واقعہ اس انداز سے ہوا تھا کہ دیکھنے والی آنکھوں کو لگتا اس نے سیلینہ کو نقصان پہنچانے کے لیے ان تاریک گلیوں میں بلا یا تھا۔ لیکن در حقیقت وہ یاسر کو نشانے پر رکھنے والا تھا۔

اس نے سیلینہ کو محض خوفزدہ کیا اور یاسر کر بری طرح زخمی کیا۔ یاسر معید پر شک کرتا تھا۔ لیکن معید کا قد چھوٹا نہیں تھا۔ اسکا قد اس سے تین انج دراز تھا۔ اس نے خود کو مکمل طور پر معید ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس نے تین انج بلند جو تے پہن رکھے تھے۔ امپورٹڈ اور انہتائی مہنگے جوتے۔۔۔

لیکن اس دفعہ وہ یاسر کی بات سن کر چونکا تھا۔ بلکہ وہ پہلی دفعہ اس سارے عرصے میں بوکھلا یا تھا۔ یاسر بیوقوف نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ بندہ ایجنسی کا ہی تھا۔ اس نے اسے پرے دھکیلا اور تاریک گلیوں میں غائب ہو گیا۔ چہرے سے ماسک اتارا۔ ٹھنڈا تھ چہرہ سامنے آیا۔ یاسر کی مار کی وجہ سے اسکے سر پر چوت لگی تھی۔ لیکن اسے جلد از جلد اسے ٹریٹ کر کے یاسر کے پاس پہنچنا تھا۔ وہ انکے لیے اک معصوم گارڈ تھا۔ اسے معصوم گارڈ ہی رہنا تھا۔

لیکن اس سے غلطیاں سرزد ہوئیں۔ کیس کی فائلز ایجنسی میں موجود تھیں۔ انکے کیمین میں۔ لیکن وہ ان تینوں کی موجودگی میں ان فائلز کو ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا۔ وہ ان کی غیر موجودگی میں ایجنسی چلا آیا لیکن پھر اسے ساحر نے پکڑ لیا۔ وہ اس سے نج کر بھاگ نکلا تھا۔

جب حنیفہ نے سیلینہ کے باپ ہونے کا انکشاف کیا تو وہ سن رہ گیا تھا۔ وہ واقعتاً حیران ہوا تھا۔ اسکے بعد ہی مصطفیٰ حسن نے اسکا ساتھ مکمل طور پر دینے کے لیے ہائی بھر لی تھی۔

visit for more novels:

اس رات مصطفیٰ حسن آگے بڑھ آیا تھا۔ یک نظر اپنے بیٹے کو دیکھا۔ پھر دوسری نگاہ آس پاس موجود زندان پر ڈالی۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ تم سیلینہ کو بھی قید کر سکتے ہو۔؟" اس نے لمحے بھر کے لیے پوچھا تھا۔
شیر ہلکا سا مسکرا یا۔

"بالکل۔"

"لیکن اسکے پاس سیکیورٹی بہت سخت ہو گی۔"

شیر نے سر نفی میں ہلا�ا تھا۔

"اس دفعہ وہ خود میرے پاس آئے گی، ڈیڈ۔!" یا سر اب تک دروازے میں ایستادہ تھا۔ پھر وہ باہر کی جانب بھاگا تھا۔ ساحر بھی اسکے پیچھے ہی تھا۔

سلیمانہ میڈم سے کہیں کہ کسی فون کال کا جواب نہیں دیں۔ ان سے کہیں کہ گھر سے باہر نہ "نکلیں۔"

ساحر فون پر حنیفہ کو تیزی سے ہدایات دے رہا تھا۔ دوسری جانب حنیفہ نے متوجہ آنکھوں سے خالی کار پورچ کو دیکھا تھا۔ وہ وہاں نہیں تھی۔ وہ جا چکی تھی۔ وہ اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ہر جانب شدید بے چینی سی پھیل گئی تھی۔ نیوز چینلز پر اینکرز تھلکے خیز انشافات پر چیخ رہے تھے۔ ان کے ہاتھ مصطفیٰ حسن کے چھوٹے بیٹے کی ہوش رُبا میڈیکل روپورٹس لگ گئی تھیں۔ اپنے ٹوی وی لاونچ میں بر اجمان، ماریہ لمح بھر کو پیچھے ہوئی تھی۔ اسکی آنکھوں میں سرد مہر سی کاٹ تھی۔ پھر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ ساتھ رکھے سفری بیگ کا ہینڈل پکڑا اور اسے اپنی جانب گھمایا۔ ایک ہاتھ سے ازان کو تھاما۔ ملازم اسکا باقی سامان لیے، جانے کے لیے بالکل تیار لگ رہے تھے۔ اگلے ہی پل، کمرے سے شعیب بسطامی نکلا تھا۔

"تم نے-- یہ سب تم نے کیا ہے۔؟" انکی آواز میں کاٹ تھی۔ چھتی ہوئی کاٹ۔ ٹوی کی جانب اشارہ کر کے ضبط سے پوچھا تو ماریہ لمح بھر کو مسکرائی۔

"میں انہیں تباہ کرنا چاہتی تھی، ڈیڈ۔" اور میں انہیں تباہ کر چکی ہوں۔ آپ ان سے اپنا کاروباری تعلق ختم نہیں کرنا چاہتے تھے نا۔ لیں۔ میں نے آپکا کام آپکے لیے آسان کر دیا ہے۔ اب وہ

مصطفیٰ حسن آپ کے ساتھ کیا کرے گا۔۔۔ یہ سوچنا آپکا کام ہے۔۔۔ میرا نہیں۔۔۔ اس نے ملازم کو ابرو سے اشارہ کیا اور باہر کی جانب بڑھ گئی۔ اسکی فلاٹیٹ کا وقت ہوا چاہتا تھا۔

واجد کے آفس کے باہر رپورٹرز کا جم غیر تھا۔ ہر جانب سے ماٹکیس امڈ امڈ کر اسکے چہرے پر آرہے تھے۔ وہ بجتے فون پر جھپٹا تھا۔ پھر اپنے باپ پر دوسری جانب چیخا۔ اسے شیر اور معید کبھی پسند نہیں تھے۔ اور آج اسی شیر نے ان سب کو ڈبو دیا تھا۔ مصطفیٰ حسن اپنے سیکریٹری کے ساتھ باہر کی جانب بڑھ رہا تھا۔ اسے جلد از جلد شیر کے پاس اس زندان تک پہنچنا تھا۔ اس سے قبل کے وہاں کوئی اور پہنچ جاتا۔۔۔



"سیلینہ کہاں گئی ہیں۔۔۔؟ ان کا فون بھی نہیں لگ رہا۔۔۔"

یاسر بے چینی سے اسکا نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ وہاں موجود ہر شخص ہی اسکا نمبر ملا رہا تھا لیکن جواب ندارد۔۔۔ وہ ارمان کے گھر میں موجود تھے۔ لاوچنگ کے عین درمیان میں۔ خنیفہ کا رنگ سفید تھا اور سلمان کا چہرہ عجیب طرح سے خاموش تھا۔ ارمان اپنی تحقیقاتی ٹیم سے مستقل رابطے میں تھا۔ انہیں جو نہی شیر کے متعلق کوئی اطلاع ملتی وہ اسے گرفتار کرنے کے لیے نکلنے والے تھے۔ ہر جانب عجیب سی گھٹن تھی۔۔۔ کثافت تھی۔۔۔ یوں لگتا تھا گویا سانس ٹھیک سے نہیں آئے گا۔

دوسری جانب موجود شیر اس زندان میں موجود، ہر ایکٹریس کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے انہیں اتنا ٹارچر کیا تھا کہ اب وہ سب سہمی سہمی سی زندان کی سلاخوں سے لگ کر بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ ہر

گزرتے لمح میں گھٹری دیکھ رہا تھا۔ پھر مسکرا کر جولیا کو دیکھا جو سلاخوں سے لگی۔ اسے خونخوار نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"اب تک تو اسے آجانا چاہیے تھا۔ تم سب کی ساتھی کو۔"

"اب کسے ظلم کا نشانہ بنانے والے ہو تم۔؟" جولیا کی پھٹی پھٹی سی آواز ابھری تھی۔ شیر گردن پیچھے پھینک کر ہنسا۔

"وہی۔ جسے تم سب ایکٹریس بالکل بھی پسند نہیں کرتیں۔"

وہ چند پل اسے ناممتحنی سے دیکھتی رہی اور پھر بری طرح چونگی۔

"سیلینہ۔؟"

شیر اب تک ہنس رہا تھا۔ درمیان میں موجود قدیم سے ٹیبل پر اسکا پستول، تیز پھل والا چاقو اور ہتھوڑا رکھا تھا۔

"ہا۔ وہی انتہائی بیوقوف لیکن خوبصورت عورت۔ میری آخری اور حسین بیوی۔"

"وہ یہاں کبھی نہیں آئے گی۔" وہ پھنکاری تھی۔ شیر گردن پیچھے پھینک کر ہنستا جا رہا تھا۔

"وہ آئے گی۔ وہ تم لوگوں کو بچانے ضرور آئے گی۔ میں نے اسے تمہاری انتہائی گھٹیا تصویر بھجی ہے۔ وہ تمہیں بچانے کسی بھی حال میں آئے گی۔ وہ تم ایکٹریس جیسی خود غرض نہیں ہے۔ اسے آج اسکی انسانیت ختم کروادے گی۔ یا مجھے کہنا چاہیے کہ اسکی بیوقوفی۔"

اسی پہر کسی نے تاریک قدیم محل کا داخلی دروازہ عبور کیا تھا۔ سیاہ سلک کے لباس میں ملبوس، بالوں کو جوڑے میں قید کیے۔ اس کے جوڑے میں ہتھیلی جتنی لمبی، پتلی سی چاندی کی جوڑا اسٹک لگی ہوئی تھی۔ اس ایک پتلی سی چمکتی اسٹک نے اسکے سارے بالوں کو سمیٹ کر، گرنے سے روکا ہوا تھا۔ وہ اب ہیلز کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی۔ قدم محل کے زرد قمقوں میں اسکا سایہ زمین سے ہوتا ہوا، دیواروں پر پڑ رہا تھا۔

"اسکی بیوقوفی نے اسے زندگی میں ایسی جگہ لاکھڑا کیا ہے۔۔۔ جہاں سے وہ چاہے بھی تو نہیں نکل سکتی۔۔۔ خوبصورت عورتیں بیوقوف ہوتی ہیں۔ کچھ شک نہیں اسکے احمد ہونے میں۔" وہ اب تک بول رہا تھا۔

پچھے ارمان کے لاڈنخ میں سب موجود تھے۔ اسی لمحے سلمان نے چہرہ اٹھا کر گھر اسنس لیا۔

"مجھے پتہ ہے وہ کہاں گئی ہے۔" آہستہ سے کہا تو سب نے گرد نیں، تیزی سے گھما کر انکی جانب دیکھا۔ یاسر نے انہیں دیکھا اور پھر دیکھتا رہا۔ اسکے ماتھے پر ڈلا ہر بلن ڈھیلا پڑتا گیا تھا۔

"کیا مطلب، بابا۔؟ کہاں گئی ہیں وہ۔۔۔؟" ارمان تیزی سے آگے ہوا تھا۔ سلمان نے ایک نگاہ یاسر اور حنیفہ کے سفید چہروں پر ڈالی تھی۔

"اس نے اپنی لوکیشن ایک لمحے پہلے ہی بھیجی ہے مجھے۔" انہوں نے موبائل میں موجود پیغام یاسر کے سامنے کیا تھا۔ اس نے ہاتھ نہیں بڑھایا۔ وہ بس خاموش، چھپتی آنکھوں سے سلمان کو تک رہا تھا۔

سیاہ لباس میں موجود لڑکی آگے بڑھ آئی تھی۔ وہ اب زندان کو جاتے زینے عبور کر رہی تھی۔ اسکی ہمیل کی ٹک پر بہت کچھ لمبے بھر کو ساکت ہوا تھا۔ ایکٹر یس سلانخوں تک اٹھ آئی تھیں۔ شیر کی چلتی زبان ٹھہر گئی تھی۔ سب نے چہرے گھما کر یکبارگی آنے والے کو دیکھا تھا۔

(بادشاہ کی کہانی مکمل نہیں ہوئی تھی۔۔۔ بادشاہ کی کہانی میں ایک بہت اہم پزل تھا جو شیر نے حل نہیں کیا تھا۔ وہ کہانی کا ایک ایسا حصہ تھا جسے وہ نظر انداز کر گیا تھا۔) وہ ریلنگ تک بڑھ آئی تھی۔ اب وہ قدیم بیلوں سے ڈھکی اس ریلنگ پر ہاتھ پھیرتی نیچے اتر رہی تھی۔ اس کی آنکھیں شہد رنگ تھیں۔۔۔ بالکل بالوں کے رنگ جیسی۔۔۔ مشہور تھا کہ وہ احمق ترین اداکارہ تھی۔۔۔ لیکن یہی تو وہ حصہ تھا جو شیر سے مس ہو گیا تھا۔ یہی تو وہ پوائنٹ تھا جو لوگ اسکے بارے میں غلط انداز سے سمجھتے تھے۔

حنیفہ کے لاونج میں ایستادہ یاسر برف ہوتا جا رہا تھا۔ ایک لمبے لگا تھا اسے سمجھنے میں کہ وہ کہاں چُکوا تھا۔۔۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"کیا تم جانتے ہو، شیر۔۔۔ کہ کہانی بادشاہ کی شادیوں پر ختم نہیں ہوتی۔۔۔ نہ کہانی اسکے قتل پر ختم ہوتی ہے۔۔۔" وہ سکون سے کہتی آگے بڑھ رہی تھی۔ شیر اسے نا سمجھی سے دیکھتا بالکل آہستہ سے اٹھا تھا۔

"وہ جانتی تھی۔۔۔ وہ ہمیشہ سے جانتی تھی۔۔۔ کہ شیر ہی وہ بے تاج بادشاہ تھا۔" سلمان نے کہا تو حنیفہ بے دم سے صوفے پر گرے۔

"اس نے کیا کہا تھا آپ سے--؟" اس نے پوچھا۔ آواز بے حد کھردری تھی۔ سلمان نے تھوک نگل کر اسے دیکھا تھا۔

"اس نے کہا تھا کہ میں وہاں اس سے ملنے ضرور جاؤں گی۔ کیونکہ یاسر۔ مجھے ہر حال میں بچانے آئے گا۔ وہ تمہارا انتظار کر رہی ہو گی۔" اور اس نے اگلی کوئی بات نہیں سنی تھی۔ وہ باہر کی جانب بھاگا تھا۔ اسکے پیچھے ہی ساحر تھا۔ ارمان اب لوکیشن پر تحقیقاتی ٹیم کو پہنچنے کی ہدایات تیزی سے دے رہا تھا۔ وہ انہیں ایمر جنسی گرفتاری کا کہہ رہا تھا۔ وہ اب پوری قوت سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ اسکے ماتھے پر پسینہ تھا۔ آنکھیں سپاٹ تھیں۔

"بادشاہ کی ایک آخری بیوی تھی۔ جس نے ان تمام پچھلی بیویوں کے زندان کے دروازے کھول کر انہیں آزاد کیا تھا۔ جس نے دنیا کو یہ بتایا تھا کہ بادشاہ ایک ظالم قاتل تھا۔ اور جس نے بادشاہ کی کہانی کا اختتام کیا تھا۔ بادشاہ کی کہانی۔ اس آخری بیو قوف بیوی کے بغیر مکمل نہیں ہوتی، شیر

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

حسن---!!!"

وہ اب تک آگے بڑھ رہی تھی۔ اسکے اور شیر کے درمیان موجود فاصلہ سمشتا جا رہا تھا۔

کئی راتوں پہلے اک سایہ۔ دوسرے سائے سے کہہ رہا تھا۔

کہ جنہوں نے اسے تباہ کیا تھا۔ وہ انہیں تباہ کرنا چاہتی تھی۔

وہ سایہ۔ سلمان اور سیلینہ کا تھا۔

Be happy happy happy and seize the day of pleasure!

وہ آگے بڑھتے ہوئے، رابرٹ فراست کی نظم "کارپ ڈائم" کا پہلا مدرسہ گنگنائی تھی۔ شیر کا چہرہ یوں تھا گویا خون کا آخری قطرہ تک سینچ لیا گیا ہو۔ اسے کسی بات پر یقین نہیں آیا تھا۔ اسے اپنی سماعت۔۔۔ اپنی بصارت۔۔۔ کسی چیز پر یقین نہیں آرہا تھا۔ لمحے کے ہزارویں حصے میں اسے سمجھ آیا تھا کہ وہ دھر لیا گیا تھا۔ لمحے کے ہزارویں حصے میں اسے اندازہ ہوا تھا کہ وہ گھیر لیا گیا تھا۔

پچھے وہ شیر کے ساتھ ہنس رہی تھی۔۔۔

اسے نئے جو تے دے رہی تھی۔۔۔

اس سے یامر کے متعلق پوچھ رہی تھی۔

اسے مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔۔۔ وہ سب کچھ جانتی تھی۔۔۔ وہ اسے بہت پہلے سے جانتی تھی۔۔۔ اسے زبیر اینڈ سنز کا وہ چھوٹا بیٹا نہیں بھولا تھا، جس کے ساتھ مل کر شیر نے اسے ڈرگز دی تھیں۔ وہ اسکے پچھے تب سے لگا تھا۔ اگلے ہی پل شیر نے درمیانے ٹیبل پر رکھا تیز دھار چھرا جھپٹا تو سلاخوں سے لگ کر کھڑیں، ایکٹریس کی چینیں بلند ہوئیں۔۔۔ سیلینیہ نے بھی بھلی کی تیزی سے اپنے جوڑے میں اٹکی وہ اسٹک کھینچ کر نکالی تھی۔۔۔ اسکی تیز نوک چاندی کی مانند چبکی تھی۔ بال کھل کر پشت پر یکخت ہی بکھر گئے تھے۔ اسکی شہد رنگ آنکھیں اتنی سپاٹ تھیں کہ حد نہیں۔۔۔ "تم نے مجھے تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔۔۔" اسکی آنکھیں ضبط سے گلابی ہوئی تھیں۔ دانت جمع ہوئے تھے۔ شیر بس اسے بھونچکا ہوا دیکھ رہا تھا۔ "میں تمہیں بتانے آئی ہوں شیر حسن۔۔۔ کہ یور گیم از اوور۔۔۔!"

وہ تنہا اس پل پر کھڑی تھی۔۔ بالکل تنہا۔۔

اسکی آنکھوں میں۔۔ اس سیاہ رات تلے۔۔ بہت سے آنسو چمک رہے تھے۔۔

وہ رو نہیں رہی تھی۔۔ وہ آسانی سے نہیں رویا کرتی تھی۔۔

اسے اپنے آنسو روکنے میں مہارت حاصل تھی۔

وہ ایک ایکٹریں تھی۔۔ ایک ماہر اداکارہ۔۔

جس نے ایک زندگی قربان کر کے۔۔ دوسری زندگی حاصل کی تھی۔۔

اور اب وہ اسی زندگی سے ہاتھ دھونے جا رہی تھی۔۔

اسے اپنا کام عزیز تھا۔۔ اپنی یہ چھپماتی زندگی عزیز تھی۔

اسے اپنا کیریئر عزیز تھا۔۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

لیکن اب سب کچھ جیسے ریت کا بھر بھرا سا ڈھیر بتا جا رہا تھا۔۔

گرنے کو بے تاب۔۔ گر کر فنا ہونے کے لیے تیار۔۔

اسی پل انسانی گوشت میں کچھ تیز دھار سا گھونپے جانے کی آواز ابھری تھی۔۔ انتہائی مکروہ آواز تھی وہ۔۔ خون کے کی قطرے مٹی سے لدی زمین پر گرے تھے۔۔ اس نے اپنی نوکیلی چاندی کی اسٹک شیر کے بازو میں پوری قوت سے گھونپی تھی اور شیر نے اسی پل۔۔ اپنا تیز دھار چھرا۔۔

اسکے پیٹ میں کہیں اندر تک گھونپ دیا تھا۔ ایکٹر یس کی دلدوڑ چھینیں بلند ہونے لگی تھیں۔ باہر سے پولیس کی گاڑیوں کے سارے کی آواز ابھریں۔ دروازے کھل کر بند ہونے کی آوازیں۔۔۔ بھاگتے قدموں کی آوازیں۔۔۔ وہ پاگلوں کی طرح اس زندان نما محل کے اندر داخل ہوا تھا۔۔۔ پولیس کی بھاری نفری کے ساتھ۔۔۔

اس کے ہاتھ سے اسٹک چھوٹ کر گری تھی۔۔۔ اسکی آنکھ سے اک آنسو بھی ٹوٹ کر گرا تھا۔۔۔ خون اب تک ٹپک رہا تھا۔۔۔ شیر اپنے بازو سے نکلتے خون کو بمشکل ہاتھ سے دباتا۔۔۔ دوسری جانب بھاگا تھا۔۔۔ عجیب شور ہنگامہ سامچ گیا تھا ہر جانب۔۔۔ ایکٹر یس بلند آواز سے رورہی تھیں۔۔۔ گریہ وزاری کر رہی تھیں۔۔۔ بین کر رہی تھیں۔۔۔ ان سب کو بچانے کے لیے اپنی زندگی سے ہاتھ دھونے جارہی تھی۔۔۔

وہ گری نہیں۔۔۔ اس نے لڑکھڑا کر ساتھ موجود ٹیبل کو تھام لیا تھا۔۔۔ ایک ہاتھ زخم پر بھی رکھا۔۔۔ چھر اب تک اندر گھبا ہوا تھا۔۔۔ اسکی بصارت دھنڈ لارہی تھی۔۔۔ اسکی سماعت ماند پڑتی جارہی تھی۔۔۔ وہ زینے اتر رہا تھا۔۔۔ تیزی سے۔۔۔ یوں گویا وہ اپنے پیروں تلے ان زینوں کو روند دینا چاہتا ہو۔۔۔ زینوں کے پار ریلنگ موجود تھی۔۔۔ وہ اب نشیب میں بنے زینوں تک آیا اور سیلینہ کو دیکھ کر بس ایک۔۔۔ ایک پل کے لیے لڑکھڑا یا۔۔۔

قریب تھا وہ زمین پر بری طرح آگرتی لیکن وہ بھاگ کر اس تک پہنچ گیا تھا۔۔۔ اسے گرنے نہیں دیا۔۔۔ سیلینہ نے بند ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔۔۔ اسکی آنکھوں میں بہت آنسو تھے۔۔۔ خون سے لت پت ہاتھ لیے اس نے یاسر کا کوٹ مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔۔۔ الہکار اب تیزی سے نیچے اترتے،

زندان کے دروازے کھول رہے تھے۔ کوئی شیر کو پکڑنے دوسری جانب بھاگا تھا۔ لیکن اس ساری افرا تفری میں۔۔۔ وہ اسے لیے بیٹھا رہ گیا تھا۔

"مجھے۔۔۔ پتہ تھا۔۔۔ تم آؤ گے۔۔۔"

آنسو ڈھلکا اور پھر گردن بھی ایک جانب لڑھک گئی۔ قدم زندان کی ظالم کہانی اپنے اختتام کو پہنچی تھی بالآخر۔۔۔ اس کہانی کے آغاز اور اختتام پر محض خون ہی خون تھا۔ اسکے خون سے، یاسر کی سفید ڈریس شرط سرخ ہو رہی تھی۔۔۔

اس نے اسے ہاتھوں میں اٹھایا اور پھر اس افرا تفری سے اسے لیے۔۔۔ باہر کی جانب بڑھ آیا۔۔۔ اسکے قدم متوازن تھے۔۔۔

اور ہاتھوں میں ہلکی سی لرزش تھی۔۔۔
visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

اسے کھو دینے کا خیال جان نکال رہا تھا اسکے قدموں سے۔

"کیا آپ میری مدد کریں گے، سلمان سر۔۔۔؟" وہ اسے لیے آگے ہی آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ شیر کو تمام ثبوتوں کے ساتھ پکڑنا چاہتی تھی۔ وہ اس موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔ لیکن اس لائجہ عمل میں اسے ایک محافظ کی ضرورت تھی۔۔۔ اس نے سلمان کی مدد سے یاسر کو اپنے لیے استعمال کیا تھا۔

وہ لوگوں کے درمیان سے اسے نکال لایا تھا۔

لیکن۔۔ اسے کہیں۔۔ درمیان میں۔۔ یا سر سے محبت ہو گئی تھی۔۔ جو کہ اسکے لائجہ عمل کا حصہ ہرگز نہیں تھا۔ اور گارڈ۔۔ جان گیا تھا کہ وہ ایکٹریس کے ہاتھوں استعمال کیا گیا ہے۔

لیکن عجیب تھا۔۔ کہ وہ اسے اپنے بازوؤں میں لیے آگے ہی آگے بڑھ رہا تھا۔۔ شاید وہ ٹھیک ہی کہتا تھا۔۔

ایکٹریس اس سے اتنی محبت نہیں کر سکتی تھی۔۔

وہ اسے لیے اب تک آگے بڑھ رہا تھا۔۔

کیونکہ وہ اس سے کبھی اتنی محبت کر ہی نہیں سکتی تھی، جتنی وہ اس سے کیا کرتا تھا۔۔!



میڈیا، رپورٹرز، فلیش لائنس، لوگوں کا ہجوم۔

مصطفیٰ حسن کے آس پاس اک قیامت پھی ہوئی تھی۔۔ دوسری جانب موجود واجد اب ائیر پورٹ کی جانب دوڑ رہا تھا۔۔ ازلان اور ماریہ کے ملک چھوڑنے کی اطلاع ملنے پر وہ ہر ائیر جنسی پر لعنت بھیجننا یہاں چلا آیا تھا۔۔ لیکن اس نے دیر کر دی تھی۔۔ ماریہ اور ازلان کو گئے ہوئے کئی گھنٹے ہو چکے تھے۔۔ اس نے وہیں کھڑے کھڑے اپنے بال نوج لیے تھے۔۔ وہ اپنے پلانز میں اتنا مصروف تھا کہ اسے اندازہ ہی نہ ہوسکا کہ ماریہ نے اسکی تباہی کا سامان کر لیا ہے۔

مصطفیٰ حسن نے اپنے سیکریٹری کو آنکھ سے اشارہ کیا تو کئی بادی گارڈز نے رپورٹرز کے جم غفیر کو پرے دھکیلا۔۔ وہ اپنے سیاسی عملے کے ساتھ آفس کی جانب بڑھ آیا۔۔ پھر دروازے کے باہر ٹھہر کر

ان سب کو اشارہ کیا تو وہ چھٹ گئے۔ وہ اس وقت تنہا رہنا چاہتا تھا۔ اسے کچھ سوچنا تھا اس سارے میں سے نکلنے کے لیے۔ اور تنہائی سے بہتر فی الحال اسکے پاس کوئی راستہ نہیں تھا۔

وہ اندر آکر اپنی جھولتی کرسی پر براجمان ہو گیا۔ چند پل سر کرسی کی پشت سے ٹکائے وہ گھری سوچ میں غرق رہا۔ یکایک فون بجا تو اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر اٹھالیا۔

"اسلم۔ مجھے کسی سے نہیں ملنا فی الحال۔" لیکن پھر وہ دوسری جانب کی بات سے سن کر چپ سا ہو گیا تھا۔ ساتھ ہی گھر اسنس لیا اور پھر سر ہلایا۔

"بھیج دو اندر۔"

کچھ پل بعد کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ متوازن اور ٹھہری ہوئی چال۔ آفس کا دروازہ ہلاکا سا بجا اور پھر کوئی اندر داخل ہوا۔ اس نے لمحے بھر کو سر اٹھا کر دیکھا تھا۔ سامنے حنفہ ایستادہ تھے۔ ان کا چہرہ حد درجہ سفید تھا۔ آنکھوں میں زخمی سا تاثر لیے وہ اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ مصطفیٰ نے کرسی سے ٹیک لگا کر ایک پل کے لیے طائی کی گردھیلی کی تھی۔ چہرے پر ہلاکا سا اضطراب بھی تھا جسے وہ ضبط کیے بیٹھا تھا۔ اسکے انداز کا ازلی سکون خاصہ متزلزل گلتا تھا۔

"آؤ حنفہ۔ بہت دیر کر دی تم نے آتے۔" اس نے ساتھ ہی کسی اچھے میزبان کی طرح سامنے موجود کرسی کی جانب اشارہ کیا تھا۔ حنفہ اسی خاموشی سے آگے بڑھ آئے۔ لیکن وہ بیٹھے نہیں۔ وہ یہاں بیٹھنے نہیں آئے تھے۔

"کیا میری بیٹی تمہاری بیٹی نہیں تھی، مصطفیٰ۔؟ کیا ہم کسی وقت میں دوست نہیں تھے۔؟"

انکی آواز میں زخم سا تھا۔ وہ انہیں چہرہ اٹھائے چند پل دیکھتا رہا۔ انہیں دوبارہ بیٹھنے کو کہا تک
نہیں--

"وہ میری بیٹی نہیں تھی، حنفیہ۔۔۔ وہ میرے رقیب کی بیٹی تھی۔۔۔ وہ میری بیٹی کیسے ہو سکتی تھی۔۔۔؟
کیا تم بھول گئے کہ شُغفتہ نے مجھے دھنکار کر تم سے شادی کی تھی۔ کیا تمہیں لگتا ہے کہ میں
دشمنیاں بھول جانے والا انسان ہوں۔۔۔؟"

"ہم کبھی دوست تھے۔۔۔!" انہوں نے آگے بڑھ کر غصے سے دونوں ہاتھ ٹیبل پر رکھے تھے۔
مصطفیٰ متاثر ہوئے بغیر اسے دیکھ رہا تھا۔

"ہم دوست تھے، حنفیہ۔۔۔ ہم دوست ہیں نہیں۔۔۔!"

"اچھا نہیں کیا تم نے میرے ساتھ۔ تم نے اپنے دل کی پرانی خلش کا بدلہ میری بے قصور بیٹی سے
لیا ہے۔ بجائے اسکے کہ تم اپنے پاگل بیٹی کو ایسے کسی بھی کام سے باز رکھتے۔۔۔ تم نے اسکی مدد
کی۔۔۔ تم نے اسے ایسے گھناؤنے کام پر ابھارا۔ تم نے اسکی تصحیح نہیں کی۔ تم اس جرم میں برابر کے
شریک ہو۔۔۔"

"تم کورٹ میں کچھ ثابت نہیں کر سکتے۔!"

"یہ وقت بتائے گا۔۔۔ میں تمہیں ہر عدالت میں گھسیٹوں گا۔ ایسی گھٹیا ساکھ کے بعد لوگ تمہیں یا
تمہارے بیٹے کو ووٹ دینے سے بھی خوفزدہ ہونگے۔ تمہارا سیاسی کیریر ختم ہو چکا ہے، مصطفیٰ حسن۔

اور میں اس بات کو یقینی بناؤ نگاہ کہ تمہارا بیٹا اور تم۔۔ آئندہ کسی لڑکی کی زندگی کو جہنم نہیں بناؤ۔۔"

وہ اگلے ہی پل پلٹے اور تیزی سے باہر نکلتے چلے گئے۔ مصطفیٰ حسن نے لمحے بھر کو بند ہوتے دروازے کی جانب دیکھا اور پھر گھر اسنس لیا۔ اسے یکخت ہی کثافت سی محسوس ہونے لگی تھی۔ آفس کی بلند و بالا عمارت کے باہر گاڑیاں، رپورٹرز اور کئی لوگ موجود تھے۔ عجیب افراتفری سی تھی ہر جانب۔۔ انہی گاڑیوں کے درمیان پولیس کی گاڑیوں کا سائز بھی بھنے لگا تھا۔

باہر نکلتے حنفہ نے لمحے بھر کو ٹھہر کر دیکھا تھا۔ پولیس کی بھاری نفری اب تیز قدموں کے ساتھ مصطفیٰ حسن کے آفس کی جانب بڑھ رہی تھی۔ رپورٹرز میں یکدم ہی نی خبر ملنے کی پر جوش سی خوشی دوڑ گئی تھی۔ انہی افسران کے درمیان انہیں ارمان بھی دکھائی دیا تھا۔ وہ بھی اسی تیزی سے ساتھ موجود افسر سے بات کرتا عمارت کے اندر داخل ہو رہا تھا۔ مصطفیٰ حسن کے سیکیورٹی گارڈز

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

انہوں نے نظریں پھیریں اور پھر آگے بڑھ آئے۔۔

انہیں اب محض اپنی بیٹی کی فکر تھی جو زخمی حالت میں ایمرو جنسی میں ہسپتال پہنچائی گئی تھی۔۔

وہ اب اسی متوازن چال کے ساتھ چلتے اس شور ہنگامے سے دور ہوتے جا رہے تھے۔

انہیں اب اس میں سے کسی چیز میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔۔



ہسپتال کی راہداری بہت سرد تھی۔ رات کے اس پھر ہر جانب گھری خاموشی تھی۔ راہداری کی بہت سی بیان گل تھیں۔ اسی لیے مبھم سا اندر ہمرا بھی ہر جانب پھیلا ہوا تھا۔ حنیفہ اور سلمان راہداری میں ایستادہ تھے۔ پریشانی اور بے چینی تھی کہ سانسوں کے ساتھ ہر پل بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

راہداری کے ایک طرف کرسیاں رکھی تھیں۔ حنیفہ اور سلمان شانہ بشانہ ان کر سیوں پر بر اجمن تھے۔ یاسر ان کے مخالف سمت میں کھڑا تھا۔ بالکل خاموش۔۔۔ بہت خاموش۔۔۔ سلمان نے ایک بے بس نگاہ اس پر ڈالی اور پھر حنیفہ کی جانب دیکھا۔

"میں تمام غلط فہمیاں دور کر سکتا ہوں، حنیفہ۔۔۔!"

ایک پل کے لیے انہوں نے چہرہ پھیر کر پر شکوہ نگاہوں سے سلمان کا چہرہ دیکھا تھا۔ پھر گمرا سانس لیا۔

"میں فی الحال کوئی بات نہیں کرنا چاہتا، سلمان۔ اور یاسر سے اس بارے میں بات کرنے کو تم بھول جاؤ۔ وہ اب تمہاری کوئی وضاحت نہیں سنے گا۔ نہ ہی کسی وضاحت پر یقین کرے گا۔ تم اسے اچھے سے جانتے ہو۔" انہوں نے دھیمی سی آواز میں کہا تھا۔ پھر لمحے بھر کو چہرہ پھیر کر وہاں دیکھا جہاں وہ کھڑا تھا۔

اسکی پیشانی پر بال بکھرے ہوئے تھے، ڈریس شرٹ کے دو بُٹن کھلے تھے اور اس پر خون کے دھبے بھی لگے تھے۔ آہستینیں کلائیوں سے پچھے کو موڑے وہ بالکل خاموش چہرے کے ساتھ اب کلائی پر بند گھٹری دیکھ رہا تھا۔ آنکھیں بے تاثر تھیں۔ اسی پھر ڈاکٹرز باہر نکلے تو وہ تینوں انکی

جانب متوجہ ہوئے۔ سلمان اور حنیفہ بے ساختہ ہی اٹھ کر آگے بڑھ آئے تھے۔ اسکی بے تاثر آنکھوں میں لمحے بھر کو خوف سا ابھرا تھا۔

"وہ خطرے سے باہر ہیں۔۔!"

یہ لفظ۔۔ یہ چند لفظ۔۔ بہت سی رکی سانسیں بحال ہوئی تھیں۔ اس نے گھر اسنس لیا تھا۔ کوئی بہت گھر ابوجھ تھا جو سینے سے ہٹا تھا۔ حنیفہ اور سلمان ایک دوسرے سے گلے مل رہے تھے۔ حنیفہ شاید رو رہے تھے۔ سلمان کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ وہ مضبوطی سے ایستادہ، ڈاکٹر سے اسکے زخم کے متعلق بات کر رہا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ کسی واٹھل وین کو نقصان نہ پہنچا ہو۔ لیکن سیلپینہ اب ہر خطرے سے باہر تھی۔ ڈاکٹرز آگے بڑھے تو وہ جانے کے لیے پلٹا۔ سلمان نے اسے آواز دے کر روکا تھا۔ وہ جو فون کان سے لگائے ساحر کو کال ملا رہا تھا لمحے بھر کو ٹھہرا۔ چہرے کا سپاٹ سا تاثر بڑھ گیا تھا۔

visit for more novels:

"کیا تم۔۔ ایک دفعہ بھی میری وضاحت نہیں سنو گے۔۔؟"

وہ ٹھہرا رہا۔ لیکن پلٹا نہیں۔۔

"اس وقت میں بہت غصے میں ہوں، چیف۔ میں آپ سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔ بہتر یہی ہے کہ ہم اس وضاحت کو کسی اور وقت کے لیے اٹھار کھیں۔" اتنا کہا اور پھر آگے بڑھ گیا۔ ساحر نے فون اٹھا لیا تھا۔ پچھے کھڑے ان دونوں نے ایک دوسرے کو قدرے بے بسی سے دیکھا تھا۔

وہ باہر نکل کر کار کی جانب بڑھ آیا تھا۔ چہرہ جو کچھ لمحات پہلے تنک خاموش سالگ رہا تھا اب کسی اندیکھے طیش کے تحت سفید پڑ رہا تھا۔ اس نے موبائل ڈیش بورڈ پر ڈالا اور پھر گاڑی کو تیزی سے ریورس کرتا آگے بڑھ گیا۔ اسکا رخ پولیس اسٹیشن کی جانب تھا۔ پولیس اسٹیشن آیا تو وہ کار سے اتر آیا۔ اسٹیشن پر خاصہ رش تھا۔ رپورٹر ز کا۔ مصطفیٰ حسن کے سیکیورٹی عملے کا۔ معیند اور واحد بھی موجود تھے۔ مصطفیٰ حسن کو بھی گرفتار کیا گیا تھا۔ شیر حسن کو عارضی لاک اپ میں رکھا گیا تھا۔

وہ اسی سپاٹ چہرے کے ساتھ اسٹیشن کے اندر بڑھ آیا تھا۔ ارمان جو سامنے موجود مصطفیٰ کے سیکیورٹی گارڈ سے بحث کر رہا تھا اسے دیکھ کر چونکا۔ ساحر جو شیر کے لاک اپ کے اندر کھڑا پولیس الہکار کے ساتھ اس سے تقیش کر رہا تھا وہ بھی اسے دیکھ کر چونکا تھا۔ کیونکہ وہ کسی بھی جانب دیکھے بغیر لاک اپ کی جانب بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ ارمان نے فائل بے ساختہ سامنے ٹیبل پر پھینکی اور اسکی جانب بھاگا۔

لاک اپ کھلا تھا اور اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھ پاتا اس نے لاک اپ کا دروازہ پار کر کے شیر کو حلق سے پکڑا تھا۔ پھر ایک خوفناک مکا اسکی ناک پر مارا تو لمجھ بھر کو اسکی دنیا گھوم کر رہ گئی۔ اسٹیشن کے اندر یکدم ہنگامہ سائج گیا تھا۔ ساحر نے اسے بے ساختہ بازوؤں سے پکڑ کر پیچے دھکیلا تھا لیکن وہ کسی کے قابو میں نہیں آ رہا تھا۔ اس نے ساحر کو پرے دھکیلا اور فولادی ہاتھ کا ایک ہولناک پنج شیر کے جبڑے پر مارا۔ خون کے چھینٹے اڑ کر اسکے لباس پر آ لگے تھے۔ شیر جیسے ہوش کھو کر زمین سے آ لگا تھا۔

ارمان، ساحر، پولیس اہلکار۔۔۔ چار چار آدمی اسے پکڑے ہوئے تھے۔ لیکن وہ تھا کہ قابو میں نہیں آ رہا تھا۔ اسکی آنکھیں بہت سرخ تھیں اور گردن کی رگیں پھول گئی تھیں۔

"تو پاگل ہو گیا ہے کیا۔۔۔! یہ کیا کر رہا ہے۔۔۔؟" ارمان اس پر دھاڑا تھا۔ اس نے اپنا بازو چھڑانے کی کوشش کی تو ارمان نے اسے گریبان سے جکڑ کر ایک زور دار مکا مارا۔۔۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہوا تھا۔۔۔ اسے جیسے یکدم ہی ہوش آیا تھا۔ پولیس اہلکاروں نے اسے جلد از جلد لاک اپ سے باہر نکالا اور دروازہ بند کیا۔ کسی نے ڈاکٹر کو بھی فون کیا۔۔۔ شیر بیہوش ہو گیا تھا۔ مصطفیٰ حسن پولیس اہلکاروں پر چنگھاڑ رہا تھا۔ وہ یاسر کو گالیاں دے رہا تھا۔

معید بالکل ٹھنڈے چہرے کے ساتھ سب دیکھ رہا تھا اور واجد نے چہرے پر موجود زخموں کے پرانے نشان پر بے ساختہ ہی ہاتھ پھیرا تھا۔ آہ۔۔۔ درد اب تک ہو رہا تھا۔ ارمان اور ساحر اب اسے گھسیٹ کر اسٹیشن سے باہر لے جا رہے تھے۔ وہ بھرا ہوا تھا۔ اسے قابو نہیں کیا جاتا تو وہ یقیناً کسی کا تو قتل کر ہی دیتا۔ اور اسے قتل کرنے کے لیے لیپستول یا چھرے کی ضرورت ہرگز بھی نہیں پڑتی۔۔۔ دو تین مزید ہولناک پنج شیر کو دوزخ میں پہنچانے کے لیے کافی تھے۔

ساحر اور ارمان اسے بمشکل سنبھال کر باہر کی جانب بڑھ آئے تھے۔ ساحر کار سے ٹھنڈے پانی کی بوتل کر لایا تو اس نے پانی غٹاغٹ حلق سے اتار لیا۔ وہ پسینے میں شرابور ہو رہا تھا۔

ارمان نے گہر اسنس لے کر بالوں میں ہاتھ چلا�ا تھا۔ پھر پنج پر بیٹھے یاسر کو بے یقینی سے دیکھا۔ "میرا بلڈ پر یشر ہائی کر دیا ہے تم نے۔۔۔ تم تو کبھی غصے میں اپنے جذبات کو حاوی نہیں ہونے دیتے۔۔۔ اب کیا ہو گیا تھا تمہیں۔۔۔؟" وہ اس پر بر سر رہا تھا۔ یاسر کی حالت کچھ بہتر لگ رہی تھی۔

رنگت جو متغیر تھی اب کہ بحال ہو رہی تھی۔ سانس بھی قدرے بہتر ہو گیا تھا۔ ساحر خاموشی سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

"جدبات تو حاوی ہونگے نا۔ دوسری جانب سیلینہ ہیں۔" ساحر نے کہا تو ارمان نے گھر اسنس لیا۔

"مجھے پتہ ہے کہ دوسری جانب وہ ہیں۔ میرا بھی شیر کو تختیء دار تک پہنچانے کا بہت دل کر رہا ہے۔ لیکن یہ پولیس اسٹیشن ہے۔ یہاں کارروائی ہوتی ہے جرام کی۔ سزا نہیں۔ سزا دینا ہمارا کام نہیں ہے۔ مصطفیٰ حسن کوئی عام آدمی نہیں ہے۔ بلاوجہ اپنے سر پر مصیبت لینے کا کیا مطلب ہے جب ہمارا کیس مضبوط ہے تو۔؟ وہ جیل میں چکی پسیے گا۔ اس بات کو سب جانتے ہیں۔"

وہ درست کہہ رہا تھا۔ لیکن یاسر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے اسے دیکھا اور پھر اسکے ساتھ آکر بیٹھا۔

"میں جانتا ہوں تم ہرٹ ہو۔"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"پلیز ارمان۔" وہ جیسے آکتا یا تھا۔ پھر شدید بیزار نگاہ ان دونوں پر ڈالی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"اگر کورٹ میں نج نے پوچھا کہ ملزم کے چہرے پر یہ زخم کے نشان کس چیز کے ہیں تو کیا جواب دیں گے انہیں ہم۔؟" اسکا لاپرواہ انداز دیکھ کر ارمان کو غصہ آیا تھا۔

"کہہ دینا بادی گارڈ نے سبجیکٹ کے دفاع میں مارا ہے۔ اور وہ ملزم نہیں ہے۔ وہ مجرم ہے۔ میرے سامنے آئندہ اسے ملزم مت کہنا۔!"

وہ ہرٹ ہوا تھا۔ وہ واقعی ہرٹ ہوا تھا۔ شیر کو اس نے ہمیشہ اپنے چھوٹے بھائیوں کی طرح سمجھا تھا۔ سیلینہ کو اس نے ہمیشہ اپنے ساتھ مخلص سمجھا تھا۔ ماں کو اس نے ہمیشہ اپنے لیے حفاظت تصور کیا تھا۔ بابا کو اس نے ہمیشہ اپنے لیے نرم گرم سی آغوش سمجھا تھا۔۔۔ لیکن کیا ہوا۔۔۔ کیا فائدہ ہوا ان سب میں انویسٹ کرنے کا۔۔۔؟

ان سب انسانوں نے اسے دھوکہ دیا تھا۔

وہ پلٹ گیا تھا۔ پچھے موجود ساحر اور ارمان نے بے بسی سے گھرا سانس لیا تھا۔ ماں نے بہت پہلے اسکی امید توڑ دی تھی۔ بابا اسے بہت جلدی چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ سیلینہ نے اسے استعمال کیا تھا اور شیر نے اسکے بھروسے کا ناجائز فائدہ اٹھایا تھا۔

"کیا وہ ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔؟" وہ اسٹیشن کی حدود سے نکل کر جاچکا تو ساحر نے ہلکی سی آواز میں پوچھا۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"وہ تکلیف میں ہے۔ اسے ٹھیک ہونے میں وقت لگے گا۔"

اسٹیشن کی حدود میں اب تک جہنمی شور موجود تھا۔ وہ دونوں بھی اٹھ کر اندر کی جانب بڑھ آئے تھے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"السَّلَامُ عَلَيْكُمْ احْبَابَ

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com



google.com/search?q=u

1



Google



urdu novel bank



All

Images

News

Videos

Books

Sea

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com



<https://www.urdunovelbank.com> ...



Urdu Novel Bank

interesting and best famous urdu novels free Pdf
Download on One click. all Categories new and
old urdu novel stories..

[All Urdu Novels List](#)

Urdu Novel Bank
website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں---

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
کامل ناول مفت میں

سردار عالم کا پر سکون محل ویسے ہی کھڑا تھا۔ ٹھنڈا، سکینت سے بھرپور، ٹھہرا ہوا۔

رات کے پھر گھر کے سبھرے قمچے روشن تھے۔ سبزہ زار پر خالی سفید کرسیاں موجود تھیں۔ داخلی دروازے کے باہر، ایک سبھرا سالائیں نما بلب روشن تھا۔ لاونچ، کچن، کمرے۔۔۔ ہر جانب خاموشی اور سکون سا پھیلا تھا۔ پھر کسی نے داخلی دروازہ دھکیلا اور تھکے قدموں سے اندر چلا آیا۔ سردار اس آہٹ کو پہچانتے تھے۔ اسی لیے وہ کچی نیند سے اٹھ آئے تھے۔ لمحے بھر کو ٹھہر کر دیکھا۔ لاونچ میں مسحوم سی روشنی تھی۔۔۔ بالکل کسی غار کے سرے پر گرتے، مدھم زرد سے نور کی مانند۔

"یاسر۔۔۔؟"

visit for more novels:

ان کی آواز درودیوار سے ٹکرایا کر پلٹ آئی تھی۔ وہ وہیں دروازے میں ٹھہرا رہا۔

"یاسر بچے۔۔۔؟"

اگلے ہی پل انہوں نے دیکھا کہ وہ قدم قدم چلتا آگے بڑھ رہا تھا۔ ان کی جانب آرہا تھا۔ بالکل خاموشی سے۔ سردار اپنی جگہ ہی ٹھہرے رہے۔ وہ آگے بڑھا۔ اسکا چہرہ روشنی میں واضح ہوا۔ اسکی آنکھوں میں زخمی سا تاثر تھا۔ بلکی سی گلابی نمی بھی تھی۔ سردار یکدم ہی پریشان ہوئے تھے۔

"کیا ہوا ہے، بچے۔؟ یہ ہاتھ کیسے زخمی ہوئے۔؟ سدھرو گے نہیں نا تم۔؟ ابھی کچھ دنوں پہلے ہی تو تمہارا زخم ٹھیک ہوا ہے۔ایسے کیو۔"

لیکن وہ اگلی بات مکمل نہیں کر سکے۔ وہ آہستہ سے آگے بڑھ کر ان سے آگا تھا۔ ان کے گرد اپنے مضبوط بازو لپیٹ چکا تھا۔ اپنا چہرہ ان کے کندھے پر رکھ چکا تھا۔ سردار یکدم چپ ہوئے۔ بالکل چپ۔ اک پرانا سامنے تھا جو نگاہوں کے سامنے لہرا رہا تھا۔ وہ سعودیہ سے واپس آئے تھے۔ انہوں نے اپنا بیٹا کھو دیا تھا۔ تب یاسر چھوٹا تھا۔ وہ تب بھی انہیں دیکھ کر واویلا کرنے کے بجائے، بے حد خاموشی سے ان سے آگا تھا۔ تب وہ ہرٹ تھا۔ وہ شاید آج بھی ہرٹ ہوا تھا۔ سردار نے آہستہ سے اپنے بوڑھے ہاتھ اسکے گرد حمالہ کیے تھے۔ پھر اسکی پشت کو آہستگی سے سہلا یا۔ وہ آنکھیں بند کیے ان سے لگا رہا تھا۔

"کس نے ہرٹ کیا ہے میرے بچے کو۔؟" بے حد پیار سے پوچھا۔ وہ اپنا رخسار ان کے کندھے پر رکھے ہوئے تھا۔

"جس سے میں نے کبھی ہرٹ ہونے کی امید نہیں کی تھی۔" اتنی ہی خاموشی سے کہا۔ "دادا کو اسکا نام نہیں بتاؤ گے۔؟" اسی محبت سے پوچھا۔ ساتھ ساتھ اسکی پشت بھی سہلا رہے تھے۔ ان کے ایسے سہلانے پر اسے سکون مل رہا تھا۔

"میں آپکا دل اسکی طرف سے خراب نہیں کرنا چاہتا۔"

وہ لمحہ بھر کو چونکے تھے۔ آنکھوں میں نامگھبی سی ابھری۔

"جس نے تمہیں ہر ط کیا ہے میں اسے کیوں پسند کروں گا بھلا۔۔۔؟"

"آپ اسے ناپسند نہیں کر سکتے۔"

"کیوں بھلا۔۔۔؟"

"کوئی بھی اسے ناپسند نہیں کر سکتا۔ لوگ صرف اس سے محبت کر سکتے ہیں۔" اسکے کہنے پر وہ ایک بار پھر سے چپ ہو گئے تھے۔ وہ اب تک ان سے لگا ہوا تھا۔ وہ ان سے الگ نہیں ہونا چاہتا تھا۔

"آپ میری زندگی میں ایک مستقل فلگر ہیں، دادا۔ آپ وہ واحد انسان ہیں جن سے میں نے محبت کی اور اس نے مجھے جواباً تکلیف نہیں پہنچائی۔ میں آپکی بہت قدر کرتا ہوں۔ میں آپ سے بہت پیار کرتا ہوں۔" اور سردار کا تو دل ہی پکھل گیا تھا۔ کتنی دفعہ چاہا تھا انہوں نے کہ جیسے وہ اس سے اپنی محبت کا اظہار کرتے رہتے تھے، وہ بھی جوابی طور پر یہی کرے۔ لیکن وہ ایسا نہیں کیا کرتا تھا۔ ہمیشہ مراقب اڑاتا یا پھر ان سے جھگٹتا رہتا۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

انہوں نے نم آنکھوں کے ساتھ گھبرا سا سس لیا تھا۔ آج جب اس نے یوں آسانی سے کہہ دیا تھا تو کتنا اچھا لگ رہا تھا سماعت کو اسکا اعتراف۔۔۔! کتنا پیارا لگتا تھا اسکے منه سے اپنے لیے ایسے الفاظ سننا۔ لمحے بھر کو انہیں لگا گویا ان کا بیٹا انہیں واپس مل گیا ہو۔۔۔

"دادا بھی تم سے بہت پیار کرتا ہے، بچے۔ دادا تمہیں دیکھ کر زندہ رہتا ہے۔ تم نہیں ہوتے تو میں شاید کب کا کہیں مر کھپ گیا ہوتا۔" آخر میں وہ ہنسے تو ان سے لگا یاسر ہلکا سا مسکرا یا۔۔۔

"اس نے مجھے استعمال کیوں کیا، دادا۔؟ وہ مجھے ایک بار کہہ کر تو دیکھتی۔ کیا میں اسکا ساتھ دینے سے منع کر دیتا۔؟ میں اسے ہرٹ کیسے کر سکتا ہوں؟ میں ایسے انسان کو تکلیف کیسے پہنچا سکتا ہوں جس کی تکلیف پر میں سب سے زیادہ اذیت کا شکار ہو جاتا ہوں۔۔۔"

اس نے کہا تھا۔ لبجے میں شکوہ سا تھا۔ سردار نے اس سے دوبارہ نام پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔ البتہ انہوں نے اپنے ہاتھوں کی گرفت اسکی پشت پر مضبوط کر دی تھی۔

"اسکے پاس جواز ہو گا۔ ہمیں اسکا جواز سنے بغیر اندازے قائم نہیں کرنے چاہیے، بچ۔ ہو سکتا ہے وہ مجبور ہو۔"

"کیا میں اسکی مجبوری نہیں سمجھتا۔؟ میں اتنا کم عقل تو کبھی نہیں تھا۔"

"میں جانتا ہوں تم سمجھ جاتے۔ آگے والے شخص کو تم پر مزید بھروسہ کرنا چاہیے تھا۔"

"مجھے اب اس سے کوئی تعلق نہیں رکھنا، دادا۔ مجھے غیر انسانی طریقے سے استعمال کرنے والوں کی میری زندگی میں کوئی جگہ نہیں ہے۔" اس نے کہا تو سردار نے گہرا سانس لیا تھا۔

اگر تم اس ایک شخص سے دلی طور پر وابستہ ہو تو تم اسے کبھی اپنی زندگی سے نکال نہیں سکتے۔"

"

اس نے اپنی آنکھیں بند کی تھیں۔ دادا کی وارمٹھ اسکے ٹھنڈے سے وجود میں منتقل ہوتی جا رہی تھی۔ حرارت کے احساس سے اسکا تاخ وجود نرمی سے پکھلنے لگا تھا۔

"تم تھکے ہوئے ہو، یا سر۔ تمہیں سونے کی ضرورت ہے، بچ۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

وہ ان سے آہستہ سے الگ ہوا تھا۔ پھر انہیں دیکھا۔ وہ فکر مندی سے اسی کی جانب دیکھ رہے تھے۔ وہ انکی فکر مند آنکھیں دیکھ کر ہلاکا سا مسکرا یا تھا۔

"ایسے مت دیکھیں مجھے۔ ٹھیک ہوں میں۔ بس آپ سے گلے ملنے کا دل چاہ رہا تھا۔ میرے پاس کوئی وجہ نہیں تھی اور اگر بغیر وجہ کے آپ سے گلے ملتا تو کتنا آکروڑ ہوتا نا۔۔۔؟؟؟"

سردار اسے چند پل دیکھتے رہے اور پھر بے بسی سے ہنس دیے۔ وہ خود بھی ہنس رہا تھا۔ سفید محل کی سبھری روشنی میں اب ہلکی سی نمی گھلی محسوس ہو رہی تھی۔ ان سفید درو دیوار نے اسکے بچپن سے لے کر اب تک کی اذیت دیکھی تھی۔ اسکے ہنسنے پر سب ہی لمحے بھر کو دل سے مسکراتے تھے۔



جانے کتنے پھر گزرے۔۔۔ کتنے دن گزرے۔۔۔ وہ اندازہ نہیں کر پائی۔۔۔ وہ ہر بار اٹھنے پر دوبارہ خود کو غنودگی میں جاتا محسوس کرتی تھی۔ اسکی پلکیں بے حد بھاری تھیں۔ اسے درد سا ہو رہا تھا۔ سانس لینے میں کہیں تکلیف سی اٹھ رہی تھی۔ وہ اندازہ نہیں کر پائی کہ درد کہاں ہو رہا ہے۔۔۔؟ ایک تکلیف تھی جو سانس کے ساتھ ہو رہی تھی۔۔۔ رگوں میں چُجھن بربا کر دینے والی تکلیف تھی وہ۔ ایسے جیسے گوشت میں کوئی تیز دھار چھرا گھونپ کر نکالے جانے کی تکلیف۔۔۔ وہ اتنی اذیت ناک حالت تھی کہ اکثر اس نے نیم غنودگی میں بھی خود کو تکلیف سے روتے ہوئے محسوس کیا تھا۔ شاید وہ غنودگی میں کسی کا نام بھی پکار رہی تھی۔ شاید وہ اسے بلا رہی تھی۔ اسے اپنی وضاحت سننے

کے لیے کہہ رہی تھی۔ رگوں میں جلن سی بربپا تھی۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر زخم پر رکھنا چاہا لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکی۔ ہاتھ اٹھانے کے لیے ہوش میں آنا ضروری تھا۔ اور وہ اس پہر بیہوش تھی۔ ساتھ کھڑے حنیفہ نے اسے دیکھا اور پھر بے بسی سے آنکھیں رگڑیں۔ وہ نیم غنوڈگی میں یاسر کو پکار رہی تھی۔ بند آنکھوں سے آنسو مسلسل گر رہے تھے۔ وہ اسکی حالت دیکھ کر تھک گئے تھے۔ ڈاکٹر ز کا کہنا تھا کہ اسے مکمل طور پر ہوش میں آنے کے لیے کئی دن مزید درکار تھے۔ اسکا خون بہت زیادہ بہہ گیا تھا۔ وہ خطرے سے باہر ضرور تھی لیکن زخم بہت گہرا تھا۔ اسے بھرنے میں وقت لگنا تھا۔

انہوں نے ہاتھ آگے بڑھا کر اسکے آنسو اپنے ہاتھوں سے صاف کیے اور پھر اسکا ماتھا چوما۔

ہسپتال کے کمرے میں جا بجا پھول رکھے تھے۔ اسکے بہت فیزز تھے۔ وہ سب اسکے لیے پھول لارہے تھے۔ وہ بیہوش تھی اسی لیے کسی کو کمرے میں داخلے کی اجازت نہیں تھی۔ سماں رہ روز آ کر اسکے ساتھ وقت گزارتی۔ ارمان، سماحر، سلمان، سردار، سلطانہ، شلفتہ۔

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

سب اسے باری باری دیکھنے آتے رہتے۔ بس ایک وہ ہی اسے دوبارہ دیکھنے نہیں آیا تھا۔ اور جانے نیم بیہوشی میں کیسے وہ اسکی غیر موجودگی کو محسوس کر رہی تھی۔ حنیفہ دن رات اسکے سرہانے بیٹھے رہتے۔ اس سے باتیں کرتے۔ وہ انہیں بہت وقت بعد ملی تھی۔ وہ اس سے اپنی زندگی کی ہر بات کرنا چاہتے تھے۔

اگلی صبح وہ اسکے بیڈ کے قدرے قریب کرسی رکھے سو رہے تھے کہ اسکی ہلکی سی آواز پر چونکے۔ یکدم ہی سر اٹھایا اور پھر ساکت ہو گئے۔ وہ آنکھیں کھولے ہوئے تھی۔ انہی کی جانب دیکھ رہی تھی۔ ہلاکا سا مسکرا بھی رہی تھی۔ وہ یکدم ہی کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"سیلین۔۔۔ تم ٹھیک ہو۔۔۔؟ تکلیف تو نہیں ہو رہی نا بیٹا۔۔۔؟" وہ اب اس پر جھکے اسے سننے کی کوشش کر رہے تھے۔

"نہیں بابا۔۔۔ اب ٹھیک ہے زخم۔۔۔" اسکی آواز بیٹھی ہوئی تھی۔ گلا خراب تھا۔ وہ سر اثبات میں ہلا کر باہر کی جانب بھاگے تھے تاکہ ڈاکٹرز کو اسکے ہوش میں آنے کی اطلاع دے سکیں۔ اگلے ہی پل دو ڈاکٹرز اندر چلے۔ ایک کے ہاتھ میں اسکا ہمیلتھ چارٹ بھی تھا۔

"کیسا محسوس کر رہی ہیں اب آپ، سیلین۔۔۔؟" ایک نے نرمی سے پوچھا تھا۔

"ہلکی سی جنبش پر زخم میں بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اگر ساکت دراز رہوں تو تکلیف نہیں ہوتی۔ باقی میں بہتر فیل کر رہی ہوں، ڈاکٹر۔۔۔" اس نے کہا۔ آواز خراب گلے جیسی تھی۔ ڈاکٹرز نے سمجھ کر سر ہلا کیا تھا۔ پھر اسکے زخم کا معائنہ کرنے لگا۔ اسکا زخم پیوں میں جکڑا ہوا تھا اور پہلے سے خاصہ بہتر تھا۔

"آپکا زخم بہت تیزی سے ریکور کر رہا ہے۔ کچھ ہی دنوں میں آپ چل پھر بھی سکیں گی۔ تکلیف بہت کم ہو جائے گی زخم کی۔ بس آپکو چند ٹیبلیٹس لیتے رہنا ہیں اور ڈائٹ کا خیال رکھنا ہے۔ سخت کھانا نہیں کھانا۔ جو سس وغیرہ لیں۔۔۔ آنٹوں کو نقصان پہنچا ہے۔ کچھ وقت لگے گا انہیں ریکور کرنے میں۔۔۔"

اس نے آہستہ سے سر اثبات میں ہلایا تھا۔ حنیفہ البتہ ڈاکٹر کی بات بہت غور سے سن رہے تھے۔

"اب اگر سیلینہ جی کو ہوش آگیا ہے تو آپکو فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، سر۔۔ انہیں سمجھائیں سیلینہ کہ اب آپ بالکل ٹھیک ہیں۔ یہ آپکے لیے بہت پریشان تھے۔" انہوں نے مسکرا کر کہا تو سیلینہ نے چہرہ پھیر کر ساتھ کھڑے حنیفہ کو دیکھا۔ وہ اسے کی دنوں کی شدید تحکن کا شکار لگ رہے تھے۔ یقیناً انہوں نے اسکی دیکھ بال کی خاطر ایک پل کے لیے بھی آنکھ نہیں بند کی تھی۔ اس نے آہستہ سے ہاتھ بڑھایا تو حنیفہ نے اگلے ہی پل اسکا ہاتھ تھام لیا۔

"میں اب انہیں پریشان نہیں ہونے دوں گی، ڈاکٹر۔۔ آپکا بے حد شکر یہ۔۔"

انہوں نے سر اثبات میں ہلایا اور باہر کی جانب بڑھ گئے۔ حنیفہ اسکا ہاتھ تھامے اب پھر سے کرسی پر آبیٹھے تھے۔ اسے محبت بھری نظرؤں سے تک رہے تھے۔

"تم نے ہم سب کو بہت ڈرا دیا تھا، سیلین۔۔!"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"دیکھیں بابا۔۔ اب تو میں بالکل ٹھیک ہوں نا۔۔ اب ڈر کیسا۔۔؟" وہ اسکی بات پر مسکرائے تھے۔ شام تک اسکے روم میں رش سالگ گیا تھا۔ وہ اب بیڈ کے پچھلے حصے سے ٹیک لگائے نیم دراز تھی۔ سلمان اور ساحر اسکے سامنے ہی موجود تھے۔ کچھ ہی پل گزرے تھے کہ ارمان بھی چلا آیا۔ ہر دفعہ دروازہ کھلنے پر اسے لگتا کہ یا سر آگیا ہے۔ لیکن وہ تو اسے ایک بار بھی دیکھنے نہیں آیا تھا۔

اسکا دل بوجھ تلے دبتا جا رہا تھا۔ جو اس نے اسکے ساتھ کیا تھا ویسا تو کوئی دشمن بھی نہیں کیا کرتا۔
وہ اسے دوبارہ اپنی زندگی میں لانے کا خواب دیکھ بھی کیسے سکتی تھی بھلا۔۔۔؟ وہ ہر اس حق سے
محروم ہو گئی تھی۔

اسکے گم صم چہرے کو دیکھتا ارمان لمحے بھر کو گھرا سانس بھر کر رہ گیا تھا۔ پھر دیوار سے ٹک کر
ہاتھ سینے پر باندھ لیے۔

"وہ نہیں آئے گا۔"

اسکے کہنے پر وہ چونکی تھی۔ زرد چہرے پر مزید زردی بکھر گئی تھی۔

"سب میری غلطی ہے۔ مجھے پہلے ہی دن تمہیں ایسے قدم سے روک دینا چاہیے تھا۔" سلمان نے
کہا تو ساحر نے گھرا سانس لیا۔ سیلینہ کا سر مزید جھک گیا تھا۔ وہ اپنے ناخنوں کو دیکھتی کسی گھرے
غم میں نظر آتی تھی۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"آپ کو واقعی سیلینہ کو ایسے خطرناک کام سے منع کرنا چاہیے تھا۔ مجھے حیرت ہے کہ کیا سوچ کر
آپ نے انکی مدد کی۔۔۔؟" ساحر نے الجھن بھری نظریں سلمان پر اٹھائی تھیں۔ انہوں نے گھرا
سانس لیا تھا۔

"میں ہمیشہ سے جانتا تھا کہ سیلینہ خنیفہ کی بیٹی ہے۔ جن دنوں سیلینہ پر ڈر گز کے چار جز لگے، ان
دنوں خنیفہ بہت پریشان رہتا تھا۔ نہ ٹھیک سے کھاتا تھا، نہ سوتا تھا، نہ زندگی کے کسی کام میں

دچکپی لیتا تھا۔ میرے لیے اسے اتنی اذیت میں دیکھنا بہت مشکل تھا۔ اسی لیے جب سیلینہ میرے پاس مدد کے لیے آئی تو میں انکار نہیں کر سکا۔ مجھے لگا میں انکار نہیں کر سکتا۔"

ارمان کی نگاہ بے ساختہ ہی سیلینہ پر پڑی تھی۔ اس نے گہرا سانس لے کر چہرہ اٹھایا تھا۔ "آپکی کوئی غلطی نہیں ہے، انگل۔ اس سب کی ذمہ دار میں ہوں۔"

"آپ نے سلمان سر کا ہی انتخاب کیوں کیا۔؟" ساحر نے پوچھا تھا۔ اسکے پاس بہت سوال تھے۔ "مجھے نظر امجد نے سلمان انگل کے کہنے پر ایجنسی میں کام دیا تھا۔ بابا میری مدد نہیں کر سکتے تھے۔ انہیں لگتا تھا کہ وہ اچانک سے میری مدد کسی مضبوط جواز کے بغیر نہیں کر سکتے۔ لیکن سلمان انگل ایسا کر سکتے تھے۔ کیونکہ میں انکے دوست کی بیٹی تھی۔ میں براہ راست ان سے کبھی نہیں ملی تھی۔ میں نے نظر بھائی سے محض انکا نام سن رکھا تھا۔ اور میں جانتی تھی کہ یہ ہی میرے اصل محسن ہیں۔ اسی لیے جب مجھے زبیر اینڈ سنز کے بیٹے اور شیر کی حقیقت کے بارے میں معلوم ہوا تو میں سب سے پہلے انکے پاس ہی گئی۔ میں شیر کو رنگے ہاتھوں پکڑنا چاہتی تھی۔ وہ بہت بار سوچ سیاسی فیملی سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر اسے رنگے ہاتھوں نہیں پکڑا جاتا تو وہ کبھی پولیس کے ہاتھ میں نہیں آتا۔ اسکا باپ اسے ملک سے باہر بھیج دیتا یا پھر کہیں غائب کروادیتا۔ اس شخص نے میری زندگی تباہ کی تھی۔ میں اسے ایسے نہیں چھوڑ سکتی تھی۔"

اس نے ٹھہر کر گہرا سانس لیا۔ بولتے بولتے اسکا سانس چڑھ گیا تھا۔ زخم میں تکلیف سی ہونے لگی۔ اس نے سفید پڑتے لبوں کے ساتھ ہلاکا سا ہاتھ زخم پر رکھا اور پھر کہنا شروع کیا۔ وہ تینوں اسے بے حد توجہ سے سن رہے تھے۔

"میں یہ سب کام اکیلے کر سکتی تھی۔ لیکن مجھے اپنی حفاظت یقینی بنانی تھی۔ اپنی حفاظت کے لیے مجھے ایک عدد بادی گارڈ چاہیے تھا۔ ایک ایسا بادی گارڈ جو بہت طاقتور اور مضبوط ہوتا۔ ایک عام گارڈ مجھے گارڈ نہیں کر سکتا تھا۔ میرے دشمن بہت زیادہ تھے۔ پھر میں نے سلمان انگل سے مدد مانگی۔ ایک قابل بھروسہ بادی گارڈ کے لیے۔" وہ یہاں کہہ کر ٹھہری تھی۔ پھر سلمان کی جانب دیکھا۔ انہوں نے سر اثبات میں ہلا کر کہنا شروع کیا تھا۔

"یا سر سے زیادہ مجھے کوئی گارڈ بہتر نہیں لگا تھا۔ میں نے سیلینہ کو اسکے متعلق بتایا تو وہ راضی ہو گئی۔ پھر میں نے لائجہ عمل کے تحت، حنیفہ کو سیلینہ کی تحریٹ کے بارے میں بتایا۔ میں اسے پریشان کرنا چاہتا تھا تاکہ وہ اسے ایک گارڈ اسائیں کر دے۔ سیلینہ کو ایچنسی بلانا بھی پلان کا حصہ تھا۔ ہمارے ساتھ اس میں نظر برابر کا شریک تھا۔ سیلینہ کو کام کی ضرورت تھی اور ہمیں اسے ایچنسی بھی بلانا تھا۔ اس سے کچھ عرصہ قبل ہی میں نے شیر کو ہائیر کیا تھا۔ حالانکہ اسکی ٹریننگ بھی مکمل نہیں ہوئی تھی لیکن میں نے اسے اپاٹنٹ کر لیا۔ ہمیں اسے پکڑنے کے لیے ایچنسی میں رکھنا بہت ضروری تھا۔" انہوں نے کہہ کر پل بھر کو گھر اسنس لیا تھا۔

"اور۔۔ آپکو کیسے پتہ چلا کہ شیر اگلے کئی دنوں میں مختلف ایکٹریس کو ہماری ایچنسی سے اغوا کرے گا۔۔؟" ساحر نے آنکھیں تنکھے انداز میں سکیٹر کر پوچھا تھا۔ سیلینہ نے تھوک نگل کر چہرہ اٹھایا۔۔

"جس دن مجھے ڈرگز دی گئی تھیں۔۔ میں اس وقت شیر اور زیر اینڈ سنز کے چھوٹے بیٹے کے ساتھ چمیر میں ہی

تھی۔ مجھ پر ڈرگز کی وجہ سے غنودگی طاری تھی۔ میں بول نہیں پا رہی تھی لیکن میری سماعت کلیسٹ تھی۔ انہوں نے مجھے نشے میں دھت تصور کر کے اپنی باتیں جاری رکھی تھیں۔ انہیں لگا میں ڈرگز کی وجہ سے ٹھیک سے سن نہیں پاؤ نگی لیکن وہ غلط تھے۔۔۔ میں نے اس دن جانا تھا کہ شیر ایک سائیکو پیچھے سیریل گلر تھا۔ اس نے ایجنسی میں داخلے سے قبل ہی بہت سی ایکٹریس کو انغواء کر لیا تھا۔ ایجنسی وہ صرف اس لیے آیا تھا کیونکہ بہت سی ایکٹریس کو وہ صرف ایجنسی میں رہتے ہوئے ہی انغواء کر سکتا تھا۔ وہ خود کو بادشاہ سمجھتا تھا۔۔۔ وہ ذہنی مریض تھا۔"

لمح بھر کو روم میں گھرا سناٹا چھا گیا تھا۔ وہ بولتے بولتے تھک گئی تھی۔ پھر ارمان سیدھا ہوا۔۔۔

"اگر یاسر اس کیس کو لینے سے انکار کر دیتا۔۔۔ تو۔۔۔؟"

"میں نے حنیفہ کو یاسر کا مشورہ دیا تھا۔ وہ ہمارے دوست کا بیٹا تھا۔ حنیفہ اپنی بیٹی کے معاملے میں کسی اور انسان پر بھروسہ نہیں کر سکتا تھا۔ تم سمجھو میں نے اسے یاسر کو سیلینہ کے لیے ہائیر کرنے پر راضی کرنے کے لیے بڑین واش کیا تھا۔ میں جانتا ہوں یہ سب بہت رسمی تھا لیکن ہمیں کرنا تھا۔۔۔ سیلینہ اس وقت نہیں جانتی تھی کہ حنیفہ اسکا باپ ہے۔ اور میں نے بھی اسے اندر ہیرے میں رکھا۔ اگر وہ یہ بات جان لیتی تو شاید ایجنسی ہی دوبارہ نہ آتی۔ اپنا پلان کامیاب کرنے کے لیے مجھے خاموش رہنا تھا۔۔۔"

ساحر نے گھر اسنس لیا تھا۔ ارمان کو باپ کے ایسا اکشاف کر گنگ رہ گیا تھا۔

آپ جانتے ہیں کہ اگر یاسر کو کہیں درمیان میں اس سب کے متعلق ذرا بھی بھنک لگ جاتی تو "وہ کیا کرتا۔۔۔؟"

اسے جیسے کچھ بہت برا لگا تھا۔ اسے اپنے دوست کا استعمال کیا جانا بہت چُبھا تھا۔

"میں جانتا تھا۔ یاسر کو اندھیرے میں رکھنا بہت مشکل تھا۔ لیکن میں نے سب سنچال لیا۔ کیونکہ سیلینہ ایک اچھی اداکارہ ہے۔ اس نے کسی کو خود پر شک نہیں ہونے دیا۔"

"اور کیا آپکو پتہ تھا کہ شیر، واجد اور معید۔ تینوں بھائی ہیں۔؟"

ساحر کے پوچھنے پر اس نے سر ہلا�ا تھا۔

"مجھے یہ بھی چیزیں میں کیے گئے شیر کے انشاف سے پتہ چلا تھا۔"

"کیا آپکو یہ بھی پتہ تھا کہ شیر ثمرین رضا کا قتل کر دے گا۔؟"

"نہیں۔ مجھے یہ نہیں پتہ تھا۔ اسی لیے جب یاسر نے معید سے اس قتل کے متعلق پوچھا تو میں بہت ڈر گئی تھی۔ مجھے نہیں پتہ تھا کہ شیر قتل کرنے سے بھی نہیں چوکے گا۔ یاسر معید پر شک کر رہا تھا لیکن میں ہمیشہ سے جانتی تھی کہ معید کبھی قاتل نہیں تھا۔ معید میرا مسیحہ اور محسن تھا۔
ہمیشہ سے۔"

"جب ہم نے آپ سے ان تصاویر کے متعلق پوچھا۔ تب آپ سب جانتی تھیں۔؟ آپ جانتی تھیں کہ شیر انہیں ایک خاص ترتیب سے اغوا کر رہا تھا۔؟" ارمان نے استفسار کیا تو اس نے سر اثبات میں ہلا�ا۔

"میں جانتی تھی۔"

"اور اس سارے عرصے میں جو جو حملے آپ پر ہوتے رہے۔۔۔ کیا آپ ان سب کے متعلق بھی جانتی تھیں۔۔۔؟"

"میں بس اتنا جانتی تھی کہ مجھ پر یہ حملے ہونگے۔ کب، کیسے، کہاں، کون کرے گا۔۔۔ مجھے اس سب کے بارے میں کچھ نہیں پتہ تھا۔ اسی لیے تو مجھے ایک بادی گارڈ چاہیے تھا۔ جو میری اس سارے عرصے میں حفاظت کرتا۔۔۔"

ایک پل کے لیے پھر سب خاموش ہو گئے تھے۔ ساحر لمحے بھر کو کھنکھار کر سیدھا ہوا۔۔۔ "ماریہ اور واجد کے بارے میں کیا کہنا چاہیں گی آپ۔۔۔؟"

"وہ دونوں میری زندگی کے ثانوی ولن تھے۔ اب وہ دونوں ہی میری زندگی سے جاچکے ہیں۔ بلکہ شاید اب میری زندگی سے ہر دشمن جاچکا ہے۔۔۔" visit for more novels: www.urdunovelbank.com
"کیا آپکو تھوڑا بھی گلٹ نہیں یا سر کے لیے۔۔۔؟"
ارمان نے پوچھا تو اسکی آنکھوں میں نبی سی اتری۔

"مجھے اپنے لائجہ عمل کے بالکل شروع میں ہی گلٹ نے آگھیرا تھا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یا سر میری حفاظت اتنی تُند ہی سے کرے گا۔ میری زندگی میں کبھی کوئی مرد ایسا نہیں آیا تھا۔ مجھے لگا وہ بھی سب جیسا ہو گا۔ کہیں بیچ میں مجھے چھوڑ جائے گا۔ لیکن جب وہ مجھے ایسی جگہوں پر بچانے آیا جہاں میں نے اسکے آنے کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ تب مجھے پتہ چلا کہ وہ کبھی بیچ راستے میں چھوڑ

کر جانے والوں میں سے نہیں ہے۔ یاسر ایک بہت اچھا انسان تھا۔ میں نے اسے اندر میرے میں رکھ کر زیادتی کر دی تھی۔ مجھے لگا کہ وہ خود ہی میرے کور کو بلو کر دے گا۔ وہ میرے بتائے بغیر سب جان جائے گا۔ اور وہ اتنا سمجھدار ہے کہ یہ سب جان جاتا۔ لیکن وہ میرے جیسی بیوقوف ایکٹریس سے ایسے کسی لائچہ عمل کی توقع اپنی آنے والی زندگی میں بھی تصور نہیں کر سکتا تھا۔"

"مطلوب آپ کبھی بیوقوف تھی ہی نہیں۔۔۔؟"

ساحر نے سمجھ کر سر ہلاتے ہوئے مخطوط ہو کر پوچھا تھا۔ نیم دراز سیلینہ ہاکا سا مسکرائی تھی۔

"میں ہمیشہ سے بیوقوف تھی اور ہوں۔۔۔ بس یہ ایک ایسا لائچہ عمل تھا جو میں نے طے کیا تھا۔ مجھے اسکے آغاز اور انجام دونوں کا علم تھا۔ اسی لیے میں اس میں کسی بیوقوفی کا مظاہرہ نہیں کر سکی۔ اپنے ہاتھ پر مہندی سے اسکا نام لکھوانا، ماریہ کو چانٹا مارنا، یاسر کا سر کھانا، دادا کے ساتھ مزے کرنا۔۔۔

وہ سب کبھی پلان کا حصہ نہیں تھا۔ وہ اصل سیلینہ تھی۔۔۔"

visit for more novels:

اسکے زرد چہرے پر بہت دنوں بعد مسکراہٹ دیکھ کر لمح بھر کو سب کے کندھوں سے بوجھ اترا تھا۔

"کیا آپ نے ایک دفعہ بھی یاسر کو بتانے کے بارے میں نہیں سوچا۔۔۔؟ کیا آپ کو نہیں لگا تھا کہ اگر اسے یہ سب معلوم ہوا تو وہ بہت ہرٹ ہو گا۔۔۔؟" ارمان کو یاسر کے لیے بہت افسوس تھا۔ سیلینہ نے بھاری دل کے ساتھ چہرہ کھڑکی کی جانب پھیرا تھا۔ آنکھوں میں تیرتی نمی ہلکی سی گلابی ہوئی تھی۔

"میں نے بہت دفعہ کوشش کی تھی۔۔۔ لیکن بتا نہیں سکی۔۔۔ میں اسکے رد عمل سے خوفزدہ تھی۔۔۔ مجھے لگتا تھا وہ مجھے چھوڑ کر چلا جائے گا۔۔۔ مجھے اسکی آخر تک ضرورت تھی۔۔۔ وہ اگر میری حفاظت نہیں کرتا تو میں شیر کو پکڑنے سے قبل ہی مار دی گئی ہوتی۔۔۔ اس نے مجھے بہت خطرناک جگہوں سے بچایا تھا۔۔۔ اسے چھوڑنے کا تصور میرے لیے جان لیوا بنتا جا رہا تھا۔" اسکی آواز بھرائی ہوئی تھی۔۔۔ ارمان نے گھر اسنس لیا تھا۔۔۔

"اور اب۔۔۔ اب کیسے قائل کریں گی اسے آپ۔۔۔؟ کہ آپ اسے یہ سب بتانا چاہتی تھیں۔۔۔؟ آپکو اسکی خوبیوں کی قدر ہے۔۔۔ کیسے سمجھائیں گی آپ یہ سب اسے۔۔۔؟ مجھے نہیں لگتا کہ وہ آپکی ایک بھی بات سمجھنا چاہے گا۔" ارمان نے غیر جانبداری سے کہا تھا۔ اسکے دل پر بوجھ مزید بڑھنے لگا۔۔۔ وہ تو الفاظ کے ساتھ بھی اچھی نہیں تھی۔۔۔ نہ دلائل کے ساتھ اچھی تھی۔۔۔ نہ ہی ذہین تھی۔۔۔ وہ بھلا اسے کیسے قائل کر سکتی تھی۔۔۔؟

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"آپ آرام کریں۔۔۔ زخم ریکور ہونے کے لیے آپکو آرام کی بے حد ضرورت ہے۔" ساحر نے ہمدردی بھری نرمی سے کہا اور پھر وہ اور ارمان کمرے سے باہر نکل گئے۔ سلمان البتہ اس تک چلے آئے تھے۔ لمح بھر کو اسکا زرد چہرہ دیکھا۔۔۔ انہیں جیسے بہت دکھ ہوا تھا۔

"کیا تمہیں اسے دھوکا دینے کا اتنا افسوس ہے، سیلینے۔۔۔؟"

اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ بس سر اثبات میں ہلا دیا۔ کئی آنسو پلکوں سے ٹوٹ کر رخساروں پر گرے تھے۔ سلمان نے گھر اسنس لیا۔

"اگر اتنی ہی تکلیف فیس کرنی تھی تو اسے شروع سے ہی پلان کا حصہ کیوں نہیں بنایا۔؟"

"مجھے نہیں پتہ تھا انکل۔ کہ میں اس سے محبت کرنے لگوں گی۔ مجھے نہیں پتہ تھا کہ وہ یوں ہرٹ ہو جائے گا۔ مجھے کچھ نہیں پتہ تھا۔"

اسکی آواز رُندھی ہوئی تھی۔ سلمان نے اسے چند پل دکھی آنکھوں سے دیکھا اور پھر سر ہلاتے باہر کی جانب بڑھ گئے۔ اس سے زیادہ وہ اسکے لیے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ انکے جاتے ہی اس نے آنکھیں کھولی تھیں۔ حلق میں آنسوؤں کے بچنے تھے۔ یہ اس نے کیا کر دیا تھا آخر۔؟؟



سرِ شام ہی شگفتہ اس سے ملنے چلی آئی تھی۔ اسکے ہوش میں آنے پر وہ انہیں بے حد کمزور لگ رہی تھی۔ وہ پریشان سی اسکے آگے جھکی۔

"سیلین ڈارنگ۔۔ ٹھیک ہو نا تم۔۔؟ ویک فیل کر رہی ہو۔۔؟" ان کی آنکھوں میں اپنے لیے فکر دیکھ کر وہ لمح بھر کو مسکرائی تھی۔ پھر سر اثبات میں ہلا�ا۔

"میں ٹھیک ہوں، ماں۔ آپ کیسی ہیں۔۔؟"

"تم ٹھیک ہو تو میں بھی ٹھیک ہوں۔ تم نے مجھے ڈراہی دیا تھا۔" اس نے سکون کا سانس خارج کر کے لمح بھر کو اسے دیکھا تھا۔

"یہ سب کہہ رہے ہیں کہ تم نے کسی بادی گارڈ کو دھوکہ دیا ہے۔ اسے کسی معاملے میں اندھیرے میں رکھا ہے۔ کیا یہ سب حق ہے۔؟"

اس نے سر ہلایا تھا۔ شلگفتہ کے چہرے پر اک ناگوار سا تاثرا بھرا۔

"وہ گارڈ ہوتا کون ہے اس بات سے اوپنیڈ ہونے والا۔؟ تمہارا اس سے ایسا کوئی تعلق نہیں تھا۔
کہیں تم اسکی ٹینشن تو نہیں لے رہیں۔؟"

اس نے انکی جانب سنجیدگی سے دیکھا تھا۔ بس لمحے بھر کو۔

"میں نے اسے استعمال کیا تھا، ماں۔ اور مجھے اس بات پر بے حد افسوس ہے۔ اس نے میرے ساتھ
اتنی دل جمعی سے کام کیا اور میں نے کیا کیا اس کے ساتھ۔؟"

وہ ذرا متاثر نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ اسکے جذباتی رد عمل پر اسے حیرت ہوئی تھی۔ اسکی آنکھوں میں
اگلے ہی پل ناصحہ بھی سی ابھری۔

"واٹ۔۔! ایک عدد عام سے بادی گارڈ کے لیے تم اتنا ایمو شنل کیوں ہو رہی ہو، سیلین۔؟ کیا
تمہاری زندگی میں تمام مسائل ختم ہو گئے ہیں جو تم اس ادنی سے گارڈ کے خفا ہونے کی پریشانی
بھی اپنے سر پر مسلط کر رہی ہو۔؟"

اسے تو بہت تعجب ہوا تھا۔ سیلینہ کو اپنی کنپیاں سلگتی محسوس ہونے لگی تھیں۔ اس نے گھر اسانس
لے کر خود کو بھڑکنے سے روکا تھا۔

"مجھے مزید اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنی۔ آپ پلیز یہاں سے جائیں۔ مجھے آرام کرنا ہے۔"

"ایک گارڈ کے لیے تم اپنی ماں کو یہاں سے جانے کے لیے کہہ رہی ہو۔؟ اسکی حیثیت کیا
ہے۔؟ کیا وہ واجد جتنا امیر اور بارسون ہے۔؟"

انکی آنکھوں میں ڈھروں طزر اور حقارت دیکھ کر اسے جیسے یقین نہیں آیا تھا۔ اس نے بمشکل گھرا سانس لیا تھا۔

"نہیں ہے وہ واجد جتنا امیر اور بارسون۔۔۔ نہیں وہ اس کے جتنا پیسے والا۔۔۔ نہ ہی اسکے پاس تعلقات ہیں۔ لیکن اس نے میرے ساتھ احسان سے کام لیا تھا، ماں۔ اس نے مجھ پر احسانات کیے ہیں۔ اس نے مجھے انسان سمجھا ہے۔ اس نے مجھے کسی گونگے جانور کی مانند امیروں کی محفلوں میں کبھی نہیں گھسیٹا ہے۔ اس نے میرے لیے۔۔۔ سن رہی ہیں آپ۔۔۔ میرے لیے گولیاں کھائی ہیں۔ میرے لیے برسی بارش میں اپنے زخم کی پرواہ کیے بغیر وہ مجھے ڈھونڈنے چلا آیا تھا۔ اور ہاں۔۔۔" وہ لمح بھر کو رکی تھی۔ اسکی آنکھیں سرخ تھیں۔ دروازے سے اندر داخل ہوتے حنیفہ اسکی بلند زخمی سی آواز پر وہیں ٹھہر گئے تھے۔

"جس باپ سے آپ نے مجھے بہت سالوں پہلے جدا کر دیا تھا۔۔۔ اس نے مجھے میرا وہ باپ لوٹایا ہے۔ جس گھرانے کے لیے میں زندگی بھر ترستی رہی، اس نے مجھے میرا وہ گھرانہ لوٹایا ہے، ماں۔ اس نے مجھے بتایا ہے کہ میں اہم ہوں۔ اس نے مجھے میری اہمیت کا احساس دلایا ہے۔ اس نے میری حفاظت کی ہے۔ میرے ہاتھوں سے استعمال ہونے کے باوجود بھی۔۔۔ اس بات کا علم ہونے کے باوجود بھی وہ۔۔۔ مجھے اس نفسیاتی قاتل سے بچانے آیا تھا، ماں۔۔۔ اور کیا آپ جانتی ہیں۔۔۔ کہ مصطفیٰ حسن نے اپنے بیٹے کو میرے ساتھ ایسی زیادتی کرنے پر کیوں نہیں روکا۔۔۔؟"

آنکھیں بہت سرخ تھیں۔ آواز میں خراش زدہ سی لرزش تھی۔ شگفتہ کے سفید پڑتے چہرے پر لمح بھر کو خوف سا ابھرا تھا۔ باہر کھڑے حنیفہ نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"ا۔ اسکا یہاں کیا ذکر۔۔۔؟"

"میں بتاتی ہوں کہ اسکا یہاں کیا ذکر۔۔۔ آپ نے بابا کو اس پر فوقيت دی تھی۔۔۔ وہ اس بات کو کبھی نہیں بھلا سکا تھا۔۔۔ اس کے بیٹے نے میری زندگی بر باد کر دی، ماں اور وجہ صرف آپ ہیں۔۔۔ اس ساری تباہی کی، میرے معصوم بچپن کے تباہ ہونے کی، میری زندگی کا نٹوں پر گھسیٹے جانے کی ذمہ دار سراسر آپ ہیں۔۔۔!"

ایک آنسو ٹوٹ کر رخسار پر گرا تھا۔۔۔ اسکا حلق تکلیف سے پھٹنے کے قریب تھا۔۔۔ بولتے بولتے اسکی آواز بہت بلند ہو گئی تھی۔۔۔ اس نے کبھی اپنی ماں پر یوں آواز بلند نہیں کی تھی۔۔۔ اس نے کبھی ان کے ساتھ بد تیزی نہیں کی تھی۔۔۔ اس نے ان کی ہر ذیادتی کو نظر انداز کیا تھا لیکن بس۔۔۔ اب بہت ہو چکا تھا۔۔۔

"مجھے نہیں پتا تھا کہ وہ یوں تم پر اپنی بھڑاس نکالے گا۔۔۔ مجھے کچھ نہیں پتا تھا۔۔۔"

visit for more novels:

اس نے سفید لبوں کے ساتھ کمی آنسو بے دردی سے رگڑے اور انہیں زہر خندہ نگاہوں سے دیکھا۔۔۔

"آپکو تو یہ بھی نہیں پتا تھا، ماں۔۔۔ کہ بابا کو چھوڑ کر جانے کے بعد لوگ میرے ساتھ کس طرح پیش آئیں گے۔۔۔

گے۔۔۔ احسن علی سے شادی کرنے کے بعد اسکے گھر والے مجھے قبول نہیں کریں گے۔۔۔ سوسائٹی، اسکے سو کالڈ اصول، غربت، بھوک۔۔۔ آپکو کچھ نہیں پتا تھا۔۔۔ آپ نے اپنی جہالت میں میری زندگی

تابہ کر دی اور آپکو کبھی علم نہیں ہو سکا۔ لیکن اب جس زندگی میں یاسرنے مجھے ہلکی سی امید تھی تھی۔ آپ اس امید کو تیاگ دینے پر کیوں تلی ہوئی ہیں۔؟ کیوں آپ مجھے ایک نارمل زندگی کی جانب بڑھنے نہیں دے رہی ہیں۔؟ میں نے کیا قصور کیا ہے، ماں۔۔۔"

اور یہ حد تھی۔۔۔ وہ ہاتھوں میں چہرہ گرائے پھوٹ پھوٹ کر روپڑی تھی۔ حنیفہ یکدم ہی روم میں داخل ہوئے اور پھر ساکت بیٹھی شگفتہ کو کہنی سے تھام کر اپنے ساتھ باہر لے کر چلے آئے۔ وہ پیچھے بالکل بچوں کی مانند رو رہی تھی۔ بہت ساری باتوں کا دکھ اس پر یکدم ہی حاوی ہوا تھا۔

دوسری جانب حنیفہ، شگفتہ کو ہاتھ سے تھامے آگے ہی آگے بڑھ رہے تھے۔ پھر اک طویل سی شیشے کی ریلنگ کے سامنے آکر انہوں نے اسکا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔ لمحے بھر کو ضبط سے گھرے گھرے سانس لیتے رہے۔ پھر اسکی جانب بے حد افسوس سے دیکھا۔

"میری بیٹی کو تنہا چھوڑ دو، شگفتہ۔۔۔ وہ تمہاری جانب سے دیئے گئے نقصان کی بھرپائی اب تک کر رہی ہے۔ وہ مزید کسی نقصان کی تکلیف برداشت نہیں کر پائے گی۔ اب بس کر دو۔۔۔"

انکے لمحے میں طیش کے بجائے التجاسی تھی۔ شگفتہ کی آنکھیں ڈبڈائی تھیں۔

"کیا تم بھی مجھے قصور وار ٹھہراتے ہو۔۔۔؟ کیا تم بھی سمجھتے ہو کہ سیلینہ پر مصطفیٰ حسن کا حملہ میری غلطی تھی۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔ وہ تمہاری غلطی نہیں تھی۔ لیکن سیلینہ فی الحال ذہنی اور جسمانی طور پر زخمی ہے۔ وہ جذباتی ہو رہی ہے۔ وہ گلٹی ہے۔ تمہیں موقع محل دیکھ کر بات کرنی چاہیے تھی۔ ہم دونوں جانتے

ہیں کہ وہ کبھی ایسے تکلیف دینے والے الفاظ کا استعمال نہیں کیا کرتی۔ تم نے اسے اپنی کم علمی میں آکر، یہ سب کہنے پر اکسایا ہے۔ اسی لیے۔"

وہ لمح بھر کو ٹھہرے تھے۔ شگفتہ نے خوفزدہ نگاہوں سے انکی جانب دیکھا۔

"مہربانی کرو۔۔۔ اسکا پیچھا چھوڑ دو۔۔۔ میں اپنی بیٹی کا خیال رکھ سکتا ہوں۔"

اسی کے ساتھ وہ آگے بڑھ گئے تھے۔ شگفتہ پیچھے تھی داماد کھڑی رہ گئی۔ اس نے آگے بڑھ کر بے ساختہ ہی ریلینگ کو تھاما تھا۔ اسے لگا جیسے ماہول میں کثافت بہت بڑھ گئی ہے۔ اور واقعی۔۔۔ اسکے لیے ماہول کے ساتھ ساتھ زندگی کے ہر پھر میں کثافت بہت بڑھ گئی تھی۔



درمیان سے کئی دن دبے قدموں گزر گئے۔ ڈاکٹر ز نے اسکی ذہنی صحت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر ایک کو اس سے ملنے سے منع کر دیا تھا۔ وہ جتنا تھا رہ کر آرام کرتی، اتنی ہی تیزی سے ریکور کرتی۔ کچھ دنوں بعد وہ چلنے پھرنے بھی لگی تھی۔ سارہ، دادا، اور سلطانہ اس سے کئی دفعہ ملنے آئے لیکن اجازت نہ ملنے پر واپس پلٹ گئے۔ انہیں اسکی ذہنی اور جسمانی صحت عزیز تھی۔ ایک دن نرس کے ساتھ ہاسپیٹ میں چھل قدمی کرتے۔۔۔ وہ لمح بھر کو ٹھہر گئی تھی۔ یہ اسکی واک کا وقت تھا۔ مناسب واک اور مختلف ایکسر سائز کے باعث وہ جلد صحت یاب ہو رہی تھی۔

سامنے موجود شخص بھی اسے دیکھ کر رک سا گیا تھا۔ پھر وہ ہلاکا سا مسکرایا۔ وہ بھی مسکرائی تھی۔

اس نے سسٹر سے معدرت کی اور چھوٹے چھوٹے قدموں سے آگے بڑھ آئی۔ سامنے موجود شخص بھی آگے بڑھ آیا تھا۔ اگلے کی لمحات میں وہ دونوں ریلنگ کے سامنے موجود، باہر دیکھ رہے تھے۔

"کیسے ہو، معید۔۔۔؟"

وہ ہلاکا سا مسکرایا تھا۔۔۔

"بالکل ٹھیک۔۔۔ آپ کیسی ہیں۔۔۔؟"

"بہتر۔۔۔"

"میں کوئی لمبی اور بے مطلب تمہیر نہیں باندھوں گا۔۔۔ لیکن۔۔۔ جب ہم آپکی شوت کے بعد ملے تھے۔۔۔ تب آپ مجھ سے خوفزدہ کیوں ہوئی تھیں۔۔۔ آپ تو شروع سے ہی شیر کو جانتی تھیں

نا۔۔۔؟"

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

اس نے سر ہلاایا تھا۔

"مجھے لگا تھا کہ تم بھی شیر کے ساتھ برابر کے شریک ہو۔ شاید تم بھی اپنے والد کی طرح شیر کے اعمال کی پرده پوشی کر رہے تھے۔ مجھے بہت بعد میں سمجھ آیا تھا کہ تم مجھے شیر کی جانب گائیڈ کر رہے تھے۔ تم نے میری بہت دفعہ مدد بھی کی تھی۔ مجھے تمہیں سمجھنے میں تھوڑی غلطی ہو گئی تھی۔"

معید بغیر اثر لیے مسکرا رہا تھا۔ سیلینہ کی نگاہیں اسکے ہاتھوں کی جانب پھسلیں۔ اس نے کہنیاں یلنگ پر رکھی ہوئی تھیں اور ہتھیلیاں باہم ملانے والے ہلکا سا جھکا ہوا بھی تھا۔

"تمہارے ہاتھ کتنے خوبصورت ہیں۔ بالکل صاف سترے۔ لمبی انگلیوں والے۔۔۔ بے داغ اور کسی مجسمہ ساز جیسے۔۔۔ جب مجھے پتہ چلا کہ شیر کو او سی ڈی تھا تب مجھے اندازہ ہوا کہ تم پر شک کرنے والا ہر انسان بے وقوف ہے۔ صرف تمہارے ہاتھ ہی تمہاری بے گناہی ثابت کرنے کے لیے کافی تھے۔"

وہ آخر میں کہہ کر ہنسی تو معید بھی ہلکا سا ہنس دیا۔

"ہاں۔۔۔ مجھے بہت لوگ کامپلیمینٹ کرتے ہیں ہاتھوں پر۔۔۔"

"کیا تم کسی خاص طریقے سے انکا خیال رکھتے ہو۔۔۔؟ میرے ہاتھ بھی اتنے خوبصورت نہیں۔"

وہ پھر سے ہنس دیا تھا۔ پھر مسکرا کر سامنے دیکھنے لگا۔
visit for more novels
www.urdunovelbank.com

"میں اتنا خیال نہیں رکھتا۔ بس انہیں صاف رکھتا ہوں۔ مجھے اپنے ہاتھوں پر ایک بھی نشان برداشت نہیں۔ کبھی ناخنوں کو بڑھنے نہیں دیتا۔ لیکن انہیں اتنا بھی نہیں کاٹتا کہ وہ انگلیوں میں دھنے ہوئے، بد صورت محسوس ہوں۔ میں لیدر کے فیبر ک نہیں چھوتا۔ اس سے ہاتھ کھردے ہو جاتے ہیں۔ برتن نہیں دھوتا۔ اگر دھونے پڑیں تو دستانوں کا استعمال کرتا ہوں۔ میں انہیں رف نہیں رہنے دیتا۔ سرد اور خشک موسم میں انہیں موئست رکھتا ہوں۔ بس۔۔۔ پھر یہ خراب نہیں ہوتے۔۔۔"

وہ اسکی وضاحت پر لمح بھر کو اسے منہ کھول کر دیکھتی رہی تھی۔ معید نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر سر جھٹک کر مسکرا دیا۔

"یہ تم خیال نہیں رکھتے ہو۔۔۔؟" اسے بہت حیرت ہوئی تھی۔ معید نے کندھے اچکائے۔۔۔
"اتنا نہیں رکھتا۔۔۔"

"اگر اتنا خیال رکھنے لگو گے تو کیا ہو گا۔۔۔؟"

"تو۔۔۔ پھر یہ ہاتھ کسی انسان کے نہیں بلکہ فرشتے کے لگیں گے۔۔۔"

اور اسکے سنبھال گی سے کہنے پر وہ یکدم ہی لکھلا کر ہنس دی تھی۔ کچھ پل کے لیے یو نہی درمیان میں خاموشی حائل رہی۔

"جانتے ہو، معید۔ میں اتنے دن اپنے بابا کے ساتھ رہی نا۔ تو مجھے ایک پل کے لیے بھی ڈس آرڈر نے اٹیک نہیں کیا۔ مجھے ایک پل کے لیے بھی غیر انسانی طریقے سے کھانے کا خیال نہیں آیا۔ نہ ہی مجھے ایب نارمل پیٹرنس پر فاقوں کی حالت نے گھیرا۔۔۔ میں بالکل نارمل طریقے سے۔۔۔ بالکل کسی عام انسان کی طرح کھانا کھا رہی تھی۔۔۔"

اس نے سن کر سر ہلایا تھا۔

"ایسا اسی لیے ہوتا ہے کیونکہ ڈس آرڈرز ہماری ذہنی صحت پر کام کرتے ہیں۔ اگر آپکی ذہنی حالت بہت اچھی ہے۔۔۔ ہمیلڈی ہے۔ اسٹریس فری ہے۔ تو آپکو کبھی کوئی ڈس آرڈر اٹیک نہیں کرے گا۔۔۔ ممکن ہی نہیں ہے۔۔۔ ڈس آرڈر جنم ہی ایب نارمل ذہنی پیٹرنس پر لیتے ہیں۔ اگر دماغ ایک نارمل پیس

پر کام کر رہا ہے تو وہ کبھی کسی ایب نارمل چکر کا شکار نہیں ہو گا۔ نہ وہ ٹریگر ہو گا۔ نہ ہی اس کام کی جانب بڑھے گا۔ اور نہ ہی گلٹ کا سائیکل شروع ہو گا۔ آپکی زندگی میں پچھلے دنوں کوئی ٹریگر نہیں تھا۔ اسی لیے آپ کسی ٹاکسک پیٹرن کا شکار نہیں ہوئیں۔"

اس نے سمجھ کر سر ہلا�ا تھا۔ پھر معید کی جانب دیکھا۔

"کیا تمہیں اپنے بھائی کے لیے افسوس نہیں ہے۔؟"

"ہے۔ ایک بھائی ہونے کے ناطے ہے۔ لیکن ایک انسان ہونے کے ناطے ہرگز بھی نہیں ہے۔"

"ہو نا آخر ماہر نفسیات۔" اس نے اداس مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو وہ چونکا۔

"کیا مطلب۔؟"

"ہم ایکٹریس کے درمیان مشہور ہے کہ ماہر نفسیات بہت کرپی ہوتے ہیں۔ بہت پتھر دل۔"

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

معید نے سن کر سر ہلا�ا تھا۔ پھر کندھے اچکائے۔

"اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔ لیکن ہر دفعہ ایسا ہونا ضروری نہیں ہے۔ ہم نفسیات پڑھتے ہیں تو تمام جذباتی باتوں کی جانب سے ذرا بے حس ہو جاتے ہیں۔ یہ ہمارا نہیں۔ بلکہ ہمارے پیشے کا قصور ہے۔"

"اور ہینڈسم بھی۔۔۔ بے حس ہونے کے ساتھ ہینڈسم بھی ہوتے ہیں بلا کے۔"

وہ مسکرا یا تھا۔

"ہینڈ سم ہونے کا نہیں پتہ مجھے۔۔"

"میں بتارہی ہوں نا۔۔" اسی پل سستر نے اسے آواز دی تو وہ دونوں اس جانب کو متوجہ ہوئے۔ وہ پاس چلی آئی تھیں۔ اسے اپنے روم میں جانے کے لیے کہنے آئی تھی۔ اس نے سمجھ کر سر ہلاایا اور پھر معید کی جانب پڑی۔۔ بلکا سا مسکرائی۔۔

"ہمیشہ کی طرح تم سے بات کر کے بہت اچھا لگا، معید۔۔ تھینک یو۔۔"

"ہم اپنے ہر مریض کو دعا دیتے ہیں کہ۔۔ خدا کبھی آپکو دوبارہ ہماری جانب نہ لے کر آئے۔۔ یعنی آپ صحت یا ب ہو جائیں اور کبھی نفسیات کے طبیب کی جانب پلٹ کرنہ آئیں۔۔ میں بھی آپکو دعا دیتا ہوں کہ خدا آپکو کبھی دوبارہ مجھ سے نہ ملوائے۔۔ نہ ہی ہمارا کبھی سامنہ ہو۔۔"

اور وہ جانتی تھی کہ اس دعا کا مطلب کیا تھا۔ معید اسے بتا رہا تھا کہ وہ اب دوبارہ اس سے کبھی تعلق نہیں رکھنے والا تھا۔ وہ اپنے بھائی سے جتنی بھی نفرت کر لیتا تھا لیکن آخر کار وہ اسکا بھائی تھا۔ اور سیلینہ نے اسے گرفتار کروایا تھا۔ وہ اسے سمجھتی تھی۔ اس نے اس مسکراہٹ کے ساتھ سر اثبات میں ہلایا اور پھر سستر کے ساتھ پلٹ گئی۔ معید بھی اسی پل پلٹا تھا۔

آج اسکا اور سیلینہ کا۔۔ مریض اور طبیب والا تعلق ختم ہو چکا تھا۔

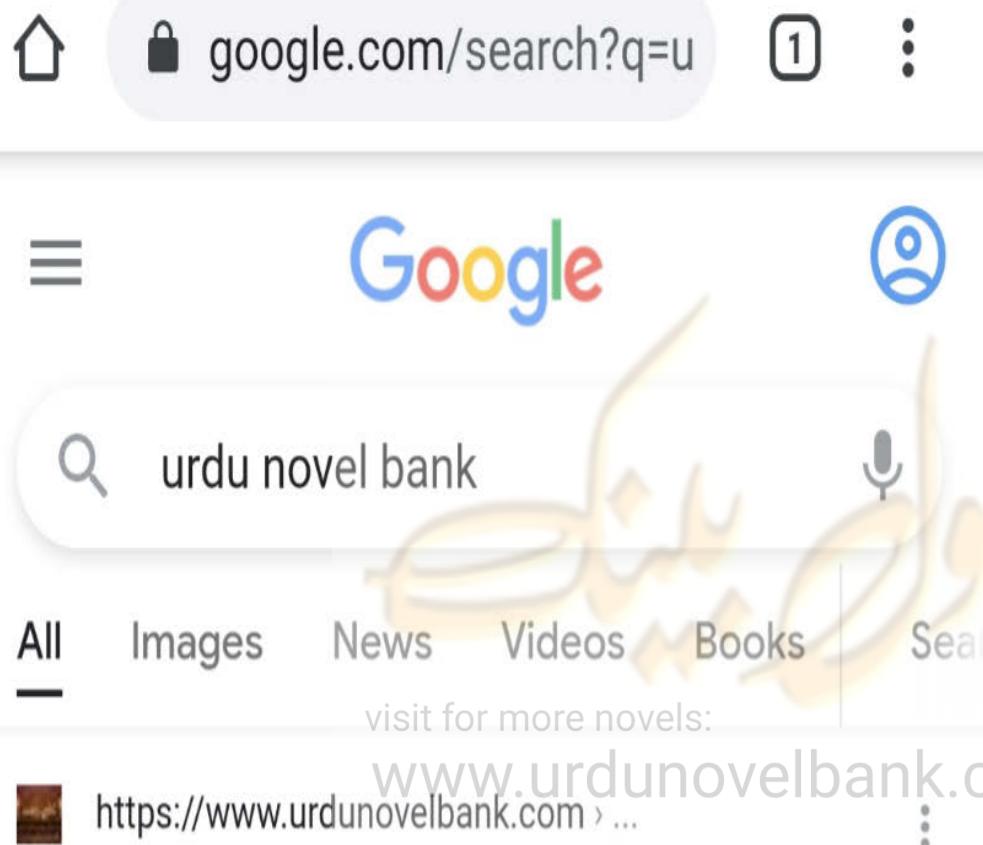


بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔۔

"الْسَّلَامُ عَلَيْكُمْ احْبَابَ۔۔"

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com



Urdu Novel Bank

interesting and best famous urdu novels free Pdf Download on One click. all Categories new and old urdu novel stories..

[All Urdu Novels List](#)

Urdu Novel Bank website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں ---

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
کامل ناول مفت میں

پولیس اسٹیشن کے تحقیقاتی کمرے میں عجیب سی خاموشی تھی۔ بالکل ایسی خاموشی جو کسی ویکیوم نما کمرے میں ہوتی ہے۔ جہاں کسی آواز کا گمان نہیں ہوتا۔ تحقیقاتی کمرے میں ایک عدد بلب سر پر جھول رہا تھا۔ تحقیقات مکمل کی جا چکی تھیں۔ اسکی شیو کافی حد تک بڑھی ہوئی تھی۔ ہاتھوں اور پیروں میں ہتھکڑیوں کے بجائے اسے کسی یہ غمال جانور کی مانند زنجیروں میں جکڑا گیا تھا۔ پھر دو ہٹے کٹے سے الہکار اندر آئے اور اسے کھینچ کر کھڑا کیا۔۔۔ پھر اسے کسی جانور کی مانند اپنے ساتھ باہر کی جانب گھسیٹا۔

ثبت بہت واضح تھے۔ ان سے انکار کرنا سراسر بیو قوئی تھی۔ لیکن وہ پھر بھی اعتراف نہیں کر رہا تھا۔ اب اسکا کیس جانے کتنی دہائیوں تک چلنا تھا۔ اسکے بار سوخ امیر باپ نے بڑے بڑے دفاعی وکلا کو اسکے لیے ہائیکر کیا تھا۔ لیکن سب کہیں اندر جانتے تھے کہ اسکا کیس بالکل بھی مضبوط نہیں تھا۔ آج اسے مستقل جیل میں بھجوایا جا رہا تھا۔ ایسے قیدیوں کے درمیان کہ جن کی شکلیں دیکھ کر بھی انسان کو قہو جایا کرتی تھی۔ ان کے ساتھ رہنا مراقب نہیں تھا۔

اسکا سانس ہر گزرتے پل کے ساتھ خشک ہوا جا رہا تھا۔

ڈیکوز اور پولیس الہکار اسکے دائیں بائیں۔۔۔ ایک قطار میں ایستادہ تھے۔ یہ سب وہ لوگ تھے جو اسکے کیس کے چارج میں تھے۔ قطار کے بالکل آخری سرے پر ارمان کھڑا تھا۔ اسکے ساتھ ہی ساحر

موجود تھا۔ بالکل سپاٹ چہرہ لیے۔ شیر قدم قدم چلتا آگے بڑھ رہا تھا۔ اسکے چہرے پر یاسر کی مار کے نشان اب تک موجود تھے۔ قطار کے آخری سرے پر وہ لمحے بھر کو رکا تھا۔ پھر ایک نگاہ پھیر کر ساحر کی جانب دیکھا۔

"قید مبارک ہو، شیر حسن۔ ایک لمبے عرصے کی جہنمی قید۔ مبارک ہو۔" اس نے کہا۔ لہجہ دہک رہا تھا۔ ارمان نے بھی اسے انہی نظرؤں سے دیکھا۔

"ہم اس بات کو یقینی بنائیں گے کہ تم آزادی کا سورج کبھی نہ دیکھ سکو۔ سک آدمی۔!"

ارمان کے کہنے پر شیر ہلاکا سا مسکرا یا تھا۔ پھر اسکے سامنے اپنے زنجیروں میں جکڑے ہاتھ اٹھائے۔ یوں گویا اسے دکھارہا ہو۔

"میرے باپ نے مجھے پندرہ سال ایک کمرے میں بند رکھا تھا، ارمان سر۔ جب میں باہر نکلا تو جانور بن گیا تھا۔ اب جہاں جا رہا ہوں وہاں مجھ سے بڑے جانور ہونگے۔ لیکن میں ان کے ساتھ رہنا سیکھ لوں گا۔ کیونکہ انسان بہت ظالم مخلوق ہے۔ وہ جہنم میں زندہ رہنا بھی سیکھ لیتا ہے۔ وہ اسکی جلتی بھٹی کے لیے اپنے جسم اور ذہن کو عادی کر لیتا ہے۔ قدرت انسان کو محض ایک کام سکھاتی ہے، سر۔" وہ ٹھہرا تھا۔ پھر ہلکی سی سرد آواز میں بولا۔ "اور وہ ہے زندہ رہنا۔"

اسی پل الہکار نے اسے باہر کی جانب دھکیلा تو سحر ٹوٹ گیا۔ ارمان کا سانس طیش سے دھوکنی کی مانند چل رہا تھا۔ ساحر خود بھی گھرے گھرے سانس لیتا خود کو نارمل کر رہا تھا۔ وہ جن آنکھوں کے ساتھ آخری بات بول کر گیا تھا۔ وہ بات ریڑھ کی ہڈی کو خوف سے چٹنا گئی تھی۔ اسکے جاتے ہی

اہکاروں نے ایک دوسرے کے کندھے تھپکے تھے۔ وہ ان کی دن رات کی محنت کا شمر تھا۔ ساحر نے بھی ارمان کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

اس نے آنکھیں بند کیں اور پھر خود کو نارمل کرنے لگا۔

اہکار اب میٹنگ روم کی جانب بڑھ رہے تھے۔ ابھی اس کیس پر اک طویل بحث ہونا باقی تھی۔ کس کو کیا ثبوت کب اور کیسے ملے۔؟ کس نے کیس کو سالو کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ سب کچھ۔ وہ بھی سب کے ساتھ میٹنگ روم کی جانب بڑھ گیا تھا۔ ساحر کو داخلے کی اجازت نہیں تھی تو وہ باہر چلا آیا۔ اسکا رخ ایجنسی کی جانب تھا۔ ایک ابھی ہوئی طویل گتھی سلیجنگی تھی۔ لیکن اس سلیجنگی کے آخری سرے پر کتنی تکلیف تھی۔

اس نے گھر اسنس لیا اور آگے بڑھ گیا۔ ایک سفر تمام ہوا تھا۔



visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

پورے بیس دن بعد اسے ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔

وہ حنیفہ کے ساتھ گھر چلی آئی۔ چلنے پھرنے کی دشواری خاصی کم ہو گئی تھی۔ وہ باآسانی کام کر سکتی تھی۔ وہ پہلے سے بہتر ہو گئی تھی۔ صحت یا بہتر ہو گئی تھی۔ وہ مغرب کے وقت گھر پہنچے تھے۔ لاوچ کی بتیاں گل تھیں۔ حنیفہ نے آگے بڑھ کر بتیاں روشن کیں تو گھر جیسے فیضیوں کی چمک میں نہا گیا۔ لیکن وہ اسے دیکھ کر نہیں چونگی تھی۔

لاؤنچ، زینے، دروازے۔۔۔ ہر شے کو خوبصورتی سے سجا�ا گیا تھا۔ پھولوں سے۔۔۔ بالکل تازہ گلابوں سے۔۔۔ لاؤنچ کے عین درمیان میں دادا، سائرہ، سلمان اور ارمان موجود تھے۔ اسکا منہ کھل گیا۔ وہ اب تالیاں بجا کر اسکا استقبال کر رہے تھے۔ وہ وہیں دروازے میں ٹھہر کر رونے لگی تھی۔ اس نے آس پاس نگاہیں دوڑا کر کسی کو تلاش کیا۔ لیکن وہ وہاں نہیں تھا۔ اس نے اسے جانے کتنے دنوں سے نہیں دیکھا تھا۔ وہ اسے بس ایک نظر دیکھنا چاہتی تھی۔

سائرہ نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا تھا۔ دادا اسے دعائیں دے رہے تھے۔ سلمان، ارمان کو کسی بات پر لتاڑ رہے تھے جس پر ساتھ کھڑے خنیفہ ہنس رہے تھے۔ وہ یہ منظر دیکھ کر روتے روتے ہنس دی تھی۔ سائرہ اسے ڈانٹ رہی تھی۔ وہ شاید خود بھی رونے لگی تھی۔ ارمان اب سائرہ کے ساتھ کھڑا اسے شاید کسی بات پر چھیڑ رہا تھا۔ وہ بھی جواباً اسے جملی کٹی سنارہی تھی۔ وہ انہیں دیکھتی نہ آنکھوں سے ہنس پڑی۔ اس نے نگاہ گھما کر دیکھا۔ سلمان اور خنیفہ اب کسی بات پر ہنس رہے تھے۔ شاید ایجنسی کے کسی گارڈ کی غلطی پر۔۔۔ وہ انہیں ہمیشہ ایسے ہی ہستا ہوا دیکھنا چاہتی تھی۔۔۔ دادا اب اسکی جانب بڑھ رہے تھے۔ پھر اسے لیے لاؤنچ کے صوفوں تک چلے آئے۔۔۔ چند پل اسے دیکھتے رہے۔۔۔ پھر اپنی نہ آنکھیں رگڑیں۔۔۔

"میں بہت ڈر گیا تھا۔۔۔"

اسے سردار پر بے تحاشہ پیار آیا تھا۔ انکی بے داغ سی فکر نے اسے انکا گرویدہ کر لیا تھا۔ "میں بھی بہت ڈر گی تھی، دادا۔۔۔ مجھے لگا میں آپ سب کو چھوڑ کر جا رہی ہوں۔" پھر کچھ پل بعد بولی۔۔۔

"کیا یاسر نہیں آیا۔؟"

ہر جانب سناتا سا چھا گیا۔ سب ایک پل کے لیے بالکل خاموش ہو گئے تھے۔ سردار نے تھوک نگل کر اسکی

جانب دیکھا۔

"وہ نہیں آیا۔"

"کیا وہ مجھے معاف نہیں کر سکتا، دادا۔؟"

"میں نے اس سے بات کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اس بارے میں کچھ بھی سننے کے لیے تیار نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں اسے اسکے حال پر ہی چھوڑ دینا چاہیے۔" انہوں نے کہا تو سب نے ہی سر ہلا�ا۔ سوائے اسکے۔۔۔ وہ کیسے اسے چھوڑ سکتی تھی۔۔۔؟ کچھ پل بعد وہ کمرے کی جانب اٹھ کر گئی تو سب نے ہی گھر اسانس لیا۔ وہ یکدم ہی بہت ڈسٹریب نظر آنے لگی تھی۔ اسے لگا تھا کہ وہ لڑے گا۔۔۔ لیکن آخر کار مان جائے گا۔۔۔ وہ تو آیا ہی نہیں تھا۔ نہ ہی لڑا تھا۔۔۔ نہ ہی چیخا تھا۔ اور اب اسے واقعتاً بہت ڈر لگ رہا تھا۔

"کیا یاسر واقعی اسے معاف نہیں کرے گا۔۔۔؟"

حنیفہ نے سردار سے پوچھا تھا۔ قدرے بے چینی سے۔۔۔

"وہ بہت ضدی ہے۔ مجھے نہیں پتہ کہ وہ کیا کرے گا۔۔۔؟"

کھانا، پھول، تیاری۔۔ سب کچھ ہی جیسے مر جھا گیا تھا۔۔ اور اب سب مکین ہی ایک دوسرے سے نگاہیں چرانے لاؤنج سے اٹھتے جا رہے تھے۔۔



اگلے دن وہ شوٹ پر چلی آئی۔۔ بہت سے ورکرز نے اسکی خیریت دریافت کی۔۔ کو ایکٹر ز اسکے ساتھ ہوئے حادثے پر افسوس کرتے رہے۔۔ وہ ہر ایک سے نرمی کے ساتھ گفتگو کر رہی تھی جیسے ہمیشہ کیا کرتی تھی۔۔ اسکا رویہ ویسا ہی تھا۔۔ ڈرامے کی شوٹ مکمل ہو چکی تھی البتہ اسکے لیے چند فوٹو شوٹس کرنی تھیں۔۔ کل سے اسکا ڈرامہ بھی آن ائیر ہونا تھا۔۔ اسکی خوشی دیدنی تھی۔۔ شوٹ سے فارغ ہو کر وہ سلطانہ کے آفس چلی آئی۔۔

وہ آج کریم گلر کے لباس میں ملبوس تھی۔۔ کانوں میں ٹاپس اور گہرے سرخ بالوں کو ہاتھ سے پیچھے کرتی ہوئی وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔ اسکے برعکس سیلینہ نے تیز سرخ رنگ کی میکسی زیب تن کر رکھی تھی۔۔ اسکا اوپری حصہ ایک جانب سے کھلا ہوا تھا اور دوسری جانب سے بند۔۔ نازک گردن میں سفید ہار موجود تھا۔۔ کان البتہ ہر قسم کے کانوں سے آزاد تھے۔۔ اس لباس اور ہار کے ساتھ کانوں میں آویزے پہننا فیشن کے خلاف تھا۔۔

"دو دن کی مزید فوٹو شوٹ کے بعد تمہارا اور ہمارا کام ختم ہو جائے گا۔۔ میں امید کرتی ہوں کہ تمہیں بہاں سے سیکھنے کے لیے بہت کچھ ملا ہو گا۔۔" اس نے خوش دلی سے سرا ثبات میں ہلایا تھا۔۔ پھر سامنے موجود کرسی کھینچ کر بیٹھی۔۔

"میں آپکا شکریہ ادا کرنے آئی تھی۔ مجھے بابا بتا رہے تھے کہ آپ میری خیریت دریافت کرنے ہا سپٹل آتی رہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں آپ سے مل نہیں سکی۔"

سلطانہ نے ناک سے مکھی اڑائی تھی۔

"ویسے۔ کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ آپ ہا سپٹل کیوں آتی رہیں۔؟ میری خیریت کے علاوہ۔" اس نے شہد رنگ پر سکون آنکھیں اس پر جمار کھی تھیں۔ سلطانہ لمحے بھر کو پیچھے ہو بیٹھی تھی۔ پھر اسے دیکھا۔

"مجھے افواہ سننے کو ملی تھی کہ تم نے میرے بیٹے کو اپنے کسی مشن کے لیے استعمال کیا تھا۔ میں یہ بات تم سے کنفرم کرنا چاہتی تھی۔ کیونکہ مجھے کسی کی بات پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ مجھے اس بات پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ میرے بیٹے کو۔ یا سر کو۔ کوئی استعمال کر سکتا ہے۔ وہ بھی اتنا لمبا عرصہ--!"

visit for more novels:

اس نے تھوک نگل کر چہرہ اٹھایا تھا۔ شہد رنگ آنکھوں میں سکون ویسے ہی ہلکوڑے لے رہا تھا۔

"جی ہاں۔ یہ سچ ہے کہ میں نے اسے استعمال کیا تھا۔"

وہ محظوظ ہوئی تھی۔ پھر آگے ہو بیٹھی۔ سرمنی آنکھوں میں چمک سی ابھری۔ اس نے ہتھیلیوں کو باہم ملا کر ٹیبل پر رکھا تھا۔

کیا تمہیں واقعی لگتا ہے کہ تم نے اسے استعمال کیا ہے۔؟ ہو سکتا ہے تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی " ہو۔؟

وہ ناممجبی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔ پھر کرسی پر سیدھی ہو بیٹھی۔

"کیا مطلب۔؟ میں سمجھ نہیں پا رہی کہ آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔؟"

سلطانہ ہلکا سا مسکرائی تھی۔ بالکل ہلکا سا۔

"جانتی ہو سیلینہ۔ یا سر میرا بیٹا ہے۔ وہ مجھ سے جتنی بھی نفرت کرتا ہو لیکن اسکی آنکھیں بالکل میری جیسی ہیں۔ میں ان آنکھوں میں موجود مفہیم کی کبھی بھی غلط وضاحت نہیں کیا کرتی۔"

"آپ کیا کہنا چاہتی ہیں، میڈم۔؟"

اسے الجھن سی ہورہی تھی۔

"یہی کہ میرا بیٹا۔ شاید کہیں اندر۔ یہ جانتا ہو گا کہ تم اسے استعمال کر رہی ہو۔"

اور ایک پل کے لیے سب کچھ رک سا گیا تھا۔ ساکت، جامد۔ اسکے اوہ کھلے لب بالکل ساکت تھے۔ پھر آنکھوں میں کچھ ابھرا۔ بالکل بے یقین سا۔

"یہ ناممکن ہے۔ وہ اگر جانتا کہ میں اسے استعمال کر رہی ہوں تو وہ کبھی میرے ہاتھوں استعمال نہ ہوتا۔ نہ ہی وہ ایسے ہرٹ ہوتا۔ بلکہ وہ مجھ سے آکر بات کرتا۔ اس غلط فہمی کو کلیئر کرتا لیکن۔"

"لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔" یہاں وہ مسکرائی تھی۔ اپنا اندازہ درست ثابت ہونے پر شاید۔ اسکی سرمی آنکھیں یوں مسکراتے ہوئے بالکل یا سر جیسی لگ رہی تھیں۔

"کیونکہ وہ تمہیں پسند کرتا ہے۔ وہ تمہیں پسند کرنے لگا تھا۔ اس نے شک کو شک رہنے دیا۔ اس نے کبھی تم سے اس بارے میں نہیں پوچھا۔ اس نے غلط فہمی کو غلط فہمی رہنے دیا۔ وہ تم پر

بھروسہ کرنا چاہتا تھا۔ اور اس نے تم پر بھروسہ کیا۔ اس نے پہلی بار اپنی گٹ فینگ کو جھٹلایا اور تمہارے ہاتھوں استعمال ہوتا رہا۔ میرے کہنے کا مطلب صرف اتنا ہے۔۔۔ کہ وہ۔۔۔ کہیں اندر اس بارے میں کچھ نہ کچھ جانتا تھا، سیلینہ بی بی۔۔۔ وہ سو سے زائد ایکٹریس کا گارڈ رہ چکا ہے۔ تمہیں لگتا ہے اسے تم پر شک نہیں ہوا ہو گا۔۔۔؟"

اور اسکی سکڑی آنکھیں اگلے ہی پل پھیل سی گئی تھیں۔ یہی بات بہت دفعہ اسے چبھی تھی۔ بلکہ ساحر، ارمان اور حنیفہ کو بھی۔ ایسا ہونا ممکن نہیں تھا کہ یاسر کو اس پر شک نہ ہوا ہو۔ وہ اسکلڈ تھا۔ اس نے بس ظاہر نہیں کیا تھا۔

وہ وہاں سے جانے کن قدموں سے اٹھ کر آئی تھی۔ فون اسکے ہاتھ میں تھا۔ گم صم سے انداز میں چلتے ہوئے، اس نے موبائل کو سختی سے تھام رکھا تھا۔ کیا اسے اس سے بات کرنی چاہیے۔۔۔؟

ہو سکتا ہے وہ اسکی فون کال کا انتظار کر رہا ہو۔ ہو سکتا ہے وہ اسے معاف کر چکا ہو۔ اس نے سڑک پر آکر تیزی سے موبائل میں نمبر ڈائل کیا تھا لیکن پھر اگلے ہی پل چونکی۔۔۔

کوئی سیاہ چھپماتی کار اسکے برابر میں زن سے آکر رکی تھی۔ وہ دو قدم ڈر کر پچھے ہٹی۔ اگلے ہی پل پچھلی نشست کا شیشہ نیچے ہوا۔ اندر موجود چہرے جانے پہچانے تھے۔ شہیر اور مراد نے لمبے بھر کو اسے دیکھا۔

"تایا۔۔۔ آپ۔۔۔؟"

"ہا۔۔۔ پر اپرٹی کے پیپرز کے متعلق تم سے کچھ بات کرنی ہے۔ اندر بیٹھو۔۔۔"

اس نے مشکوک آنکھوں سے ان دونوں کا چہرہ دیکھا تھا۔

"کونسے پیپرز--؟"

"تم اندر بیٹھو۔ ہم تسلی سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"لیکن میری شوت مکمل نہیں ہوئی ہے۔ مجھے کام پر واپس جانا ہے۔" اس نے چھوٹ بولا۔ شہیر اسکی جانب دیکھ کر نرمی سے مسکرا یا۔ البتہ مراد کے چہرے کی سختی رتی بھر بھی کم نہیں ہوئی تھی۔

"ہمیں بس کچھ دیر ہی تو بات کرنی ہے۔ تم واپس کام پر جا سکتی ہو۔" اس نے گہرا سانس لیا اور اگلے ہی پل کار کا دروازہ کھل گیا۔ وہ ہچکپا کر اندر آ پیٹھی تھی۔ اسی پل فون بجھنے لگا۔ عمر کالنگ۔ اس نے اگلے ہی پل فون اٹھالیا تھا۔ دوسرا جانب سے عمر کی انتہائی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی تھی۔

visit for more novels:

www.urdunoyelbank.com

"بaba اور تایا آر ہے ہیں۔ ان کے ساتھ مت بیٹھیے گا۔ وہ زبردستی کریں تب بھی نہیں۔ انکے ارادے ٹھیک نہیں ہیں۔" اور اس نے خوفزدہ نگاہوں سے ساتھ بیٹھے ان دونوں مردوں کو دیکھا تھا۔ اگلے ہی پل وہ ایک جھٹکے سے مڑی لیکن گاڑی بھی اسی تیزی سے اسٹارٹ ہوئی تھی۔ دروازہ خود بخود لاک ہو گیا تھا۔ اگلے ہی پل شہیر نے اسکی مزاحمت پر اسے ایک زنانے دار چانٹا رسید کیا تو اسکے ہاتھ سے فون چھوٹ کر نیچے جا گرا۔

اسکا دل خوف سے باہر گرنے کو تھا۔ یہ آن کی آن میں کیا ہو گیا تھا۔ ڈرائیور اب پوری تیزی سے گاڑی چلا رہا تھا۔ وہ چلا رہی تھی۔ مدد کر لیے پکار رہی تھی۔ شہیر نے اسکے دونوں ہاتھوں کو جکڑ کر پچھے رسی سے باندھا۔ پھر اسکے لبوں پر بھی ایک عدد پٹی زور سے باندھی۔ وہ ہر مزاحمت سے عاری ہو چکی تھی۔

"گاڑی کو پرانی حولی کی جانب موڑ دو۔۔۔ اب جو بھی ہو گا۔۔۔ وہیں ہو گا۔۔"

"آپ آگے کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔۔۔؟" شہیر نے پوچھا۔ مراد کی آنکھوں میں موجود سختی گہری ہوئی۔ سیلینہ خوف سے پھیلی آنکھیں لیے اسکا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ اسکا رخسار تھپڑ پڑنے کے باعث شدید سرخ ہو رہا تھا۔

"عمر کو بلاو۔۔۔ سیلینہ کا نکاح کرواؤ اس سے۔۔۔ جائیداد کے کاغذات دستخط کرواؤ۔۔۔ اور طلاق دو اس کچھے کے ڈھیر کو۔۔۔" اسکا مزاحمت کرتا جسم لمحے بھر کو ساکت ہو گیا تھا۔ آنکھیں استجواب سے پھیلی ہوئی تھیں۔ اس نے انہی بے لیکین آنکھوں سے شہیر کا چہرہ دیکھا تھا۔ بس ایک پل کے لیے۔۔۔

"لیکن۔۔۔"

"عمر سے شادی ہو گی تو جائیداد تمہارے حصے میں آئے گی۔ کیا تمہیں تینتیس فیصد حصہ اور وہ قسمی زمینیں نہیں چاہیے۔۔۔؟" اس نے اسی لٹھ مار انداز میں پوچھا تو شہیر کا منہ اگلے ہی پل بند ہو گیا۔ اسکی خاموشی بتا رہی تھی کہ اسے ایسے مطالبے پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ اس نے مزاحمت کی۔۔۔

اس نے بولنے کی کوشش کی۔۔ لیکن پڑی بہت سختی سے بندھی تھی۔۔ وہ کچھ بھی بولنے سے قاصر تھی۔۔

گاڑی میں کہیں پر گرفون اب کہ زوں زوں نج رہا تھا۔۔ لیکن سیلینہ مظہر کے لیے زندگی کسی اور ہی رخ پر کھڑی تھی۔۔



سرخ حوالی ویسی ہی تھی۔۔ شہر سے دور۔۔ ان کے باپ کی قدیم اور کئی رقبوں پر بھیلی حوالی۔۔ کار رکی۔۔ اسکے ساتھ ہی کئی گاڑیاں اور بھی رکی تھیں۔۔ سیلینہ کو بالوں سے پکڑ کر شہیر گھسیتا ہوا اندر لارہا تھا۔۔ دوپہر کا سورج پوری طرح سے تمتما رہا تھا۔۔ خنکی میں بھی گھٹن کا احساس خاصہ گہرا تھا۔۔ حوالی کے پہلے طویل صحن میں کئی ملازمین موجود تھے۔۔ اگلا حصہ پار کرنے کے بعد خواتین کے ہجرے شروع ہو رہے تھے۔۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

اس نے آنکھیں گھما کر دیکھا۔۔ گھر کی عورتیں حوالی میں موجود تھیں۔۔ کیا وہ سب اسکی عزت کا تماشہ دیکھنے آئی تھیں۔۔ دونوں تائیوں کے چہروں پر اپنے لیے زہر آلود تاثرات دیکھ کر اسے لگا اسکا دل خوف سے سکڑ کر پھیل رہا ہے۔۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ آخر ہو کیا رہا تھا۔۔

شہیر نے لا کر اسے لاونج میں پھینکا تھا۔۔ وہ بندھے ہاتھوں کے ساتھ توازن برقرار نہ رکھ سکی اور دور جا گری۔۔ اسکا سر زینوں کی ریلنگ سے ٹکرایا تھا۔۔ راہمہ نے آگے بڑھ کر اسکے لبوں سے پڑی نوچی تھی۔۔

"کیا۔۔ کیا چاہتے ہیں آپ لوگ۔۔؟"

"تم عمر سے شادی کرو۔۔ ہمارے بھائی نے ہم سے غداری کر کے تمہارے نام تینتیس فیصد شنیرز کیے اور ہماری جدی پشتی زمینیں بھی تمہارے حوالے کر دیں۔ تمہیں اس بات کا اب تک علم نہیں تھا نہیں تو تم دونوں ہم سے اپنا حق مانگنے ضرور آتیں۔۔ اب میری بات غور سے سنو لڑکی۔۔ تم ان کاغذات پر سائیں انسانیت کے ساتھ کر دو۔۔ اور اپنی اس ماں کو بھی راضی کرو سائیں کرنے کے لیے۔۔ نہیں تو ہم تمہیں اس حولی سے زندہ جانے نہیں دیں گے۔۔"

مراد آنکھوں میں شدید نفرت لیے اسکے سامنے پنجوں کے بل بیٹھا کہہ رہا تھا۔ اسی پھر عمر کی کار رکی۔ وہ بھاگتا ہوا اندر داخل ہوا لیکن شہیر نے آگے بڑھ کر اسے روک لیا۔ اس نے بے بسی بھرے غصے سے انہیں دیکھا تھا۔

"مجھے۔۔ مجھے آپ لوگوں سے کچھ نہیں چاہیے، تایا۔۔" اسکی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔ بری طرح گھسیٹے جانے کے باعث اسکے زخم میں بے تحاشہ تکلیف ہونے لگی تھی۔۔ میں آپ سے کچھ نہیں لوگنگی۔۔ عمر میرا بھائی ہے۔۔ میں اس سے شادی نہیں کر سکتی۔۔ میں ہر کاغذ پر دستخط کرنے کے لیے تیار ہوں۔۔ مجھے جانے دیں بس۔"

اس نے رندھی آواز میں کہا تھا۔ وہ وہی پانچ سالہ سیلینہ بن گئی تھی جو اپنے تایا کے سامنے کسی بات کا انکار نہیں کر سکتی تھی۔۔ اسے لگا وہ مزید بولی تو رودے گی۔۔

مراد نے ایک پل کو اسے مشکوک سا دیکھا۔

"کیا واقعی۔۔؟"

"جی۔۔ تایا۔۔ آپکو میرے ساتھ یہ سب کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ آپ مجھے محبت اور نرمی سے کہتے تب بھی میں دستخط کر دیتی۔ آپکو اتنا جانور بننے کی کیا ضرورت تھی۔۔؟" کچھ کاٹ سی تھی اسکے آخری جملے میں جو مراد کو سلاگئی تھی۔ اس نے ضبط کھو کر اسے چانٹا لگایا تھا۔ اسکا ہونٹ پھٹ گیا تھا۔ اس نے زخمی آنکھوں سے چہرہ پھیر کر اسے دیکھا تھا۔

"اگر اسے پتہ چل گیا کہ آپ نے مجھے مارا ہے۔۔ تو وہ آپکی جان لے لے گا، تایا۔۔" اس نے کہا۔۔ آواز میں ٹھنڈک سی تھی۔ مراد کی آنکھیں ناممجنحی سے سکڑیں۔

"کون۔۔ کس کی بات کر رہی ہو۔۔؟"

ہاتھ پیچھے بندھے تھے اور چہرے کے اطراف میں بکھری بکھری سی لٹیں گر رہی تھیں۔ چہرے پر جا بجا آنسوؤں کے نشان سے تھے۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"وہ آپکو جان سے مار دے گا۔۔"

مراد نے اگلے ہی پل اسے ایک اور تھپٹ مارا تو وہ پیچھے کی جانب لڑھکی۔ عمر نے شہیر کو پوری قوت سے دھکیلا تھا۔ پھر سیلینہ کو اٹھا کر اپنے ساتھ کھڑا کیا۔ مراد کو اس نے بے یقین آنکھوں سے دیکھا تھا۔

"جب وہ کہہ رہی ہیں کہ کاغذات پر سائیں کر دیں گی تو آپ انہیں کیوں بلا وجہ تشدد کا نشانہ بن رہے ہیں۔۔؟" وہ چلایا تھا۔ سیلینہ اسکے سہارے کھڑی تھی۔

"یہ سائین کر دے گی لیکن اسکی ماں سائین نہیں کرے گی۔ ہمیں دونوں کی رضامندی چاہیے۔ دونوں کے دستخط چاہیے۔ اگر تم نے اس سے شادی نہیں کی تو مجبوراً مجھے ہی اپنے کسی بیٹے سے اسکا نکاح زبردستی کروانا پڑے گا۔ نکاح کے بعد اسکی ماں کو بلیک میل کرنا آسان ہو گا۔ وہ ہمیں ایسے ہی سائین نہیں کر کے دے گی۔"

عمر نے بمشکل سر ہلایا تھا۔ پھر خشک حلق سے بہت سا تھوک نگلا۔

"میں بات کروں گا آنٹی سے۔ وہ راضی ہو جائے گی۔ لیکن اب آپ سیلینہ پر ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔" اس نے اسے ساتھ لیا اور پھر زینوں پر اوپر کی جانب بڑھ گیا۔ کمرے میں آتے ہی اس نے اپنے پیچھے دروازہ بند کیا تھا۔ پھر اسکی جانب آیا۔ اسکے ہاتھ کھولے۔ اسے کندھوں سے تھام کر سر سے پیر تک دیکھا۔ وہ اسے آنکھیں اٹھائے دیکھ رہی تھی۔

"آپ ٹھیک ہیں۔۔۔؟"

visit for more novels:

"ہا۔۔۔ لیکن ماں کبھی سائین نہیں کریں گی، عمر۔۔۔ وہ کبھی راضی نہیں ہو گی اپنے حق سے ایسے دستبردار ہونے پر۔ تم نے ایک غلط بات کا وعدہ کر لیا ہے۔" عمر ایک پل کو ٹھہر سا گیا تھا۔ پھر اسکی شہد رنگ آنکھوں کو دیکھا۔ چند پل دیکھتا رہا۔۔۔

"پھر۔۔۔ کیا مجھ سے شادی کریں گی آپ۔۔۔؟" بے حد خاموش سی آواز میں پوچھا تھا۔ وہ دو قدم پیچھے ہٹی۔ یوں جیسے کسی کرنٹ نے چھوپا ہو۔

"کیا فضول سوال کر رہے ہو تم۔۔۔؟"

"آپ جانتی ہیں میں آپکو ہمیشہ سے لپسند کرتا تھا۔"

"تم میرے بھائی ہو عمر۔۔۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

"میں ہمیشہ آپکی حفاظت کروں گا، سیلین۔۔۔ میں آپکو کبھی تھہا نہیں کروں گا۔"

"شٹ اپ۔۔۔ جسٹ شٹ اپ۔۔۔ مجھے مزید کوئی بات نہیں کرنی۔"

عمر نے اسے ایک پل کے لیے ٹھہر کر دیکھا۔ پھر سمجھ کر سر ہلایا۔ ہلاکا سا مسکرا یا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ مت کریں مجھ سے شادی۔ آنٹی کو فون کرتے ہیں۔ تایا تو بالکل ہی پاگل ہو چکے ہیں۔" لیکن وہ شلگفتہ کو فون نہیں کر سکا۔ کمرے کا دروازہ پوری قوت سے دھڑ دھڑایا جانے لگا تھا۔ شہیر عمر کو باہر نکلنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ اس نے اسے یہیں رہنے کا اشارہ کیا اور پھر باہر کی جانب بڑھ گیا۔ اسے شلگفتہ کو فون سب کے سامنے کرنا تھا۔

لاؤخ میں عجیب سا سننا تھا۔ فون کا اسپیکر آن تھا۔ اور شلگفتہ اگلے ہی پل ان کے منه پر لعنت بھیج کر فون بند کر چکی تھی۔ مراد نے اگلے ہی پل فون جھپٹا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ شہیر اور عمر بھاگ کر اسکے پیچھے آئے تھے۔ وہ اب دوسری جانب جاتی فون کی گھنٹی کو سن رہا تھا۔ اگلے ہی پل فون اٹھالیا گیا۔ اسی پل اس نے کمرے کا دروازہ کھولا تو سیلینہ کا بکھرا سا وجود سامنے آیا۔ وہ آگے بڑھا اور پوری قوت سے اسکے بالوں کو نوچ کر اسکا چہرہ اوپر اٹھایا۔

وہ کرب سے بلبلائی تھی۔ دوسری جانب شلگفتہ کی زبان کو جیسے بریک لگا تھا۔

"ماں۔۔۔ سیلینہ رورہی تھی۔۔۔ اسکی آواز کا کرب اور تھکن۔۔۔ وہ چور چور ہو رہی تھی۔۔۔ "ماں پلیز۔۔۔" لیکن مراد نے ایک جھٹکے سے اسکے بالوں کو چھوڑا تو وہ چلائی۔۔۔ عمر نے آگے بڑھ کر اسے سیدھا کرنا چاہا تو شہیر نے اسے روک دیا۔ وہ شدید بے بسی میں گھرا وہیں ٹھہر گیا تھا۔

"سن لیا۔۔۔؟ بیٹی ہمارے پاس ہے تمہاری۔۔۔ ڈرائیور کے ساتھ پپر ز بھیج دیے ہیں تمہاری طرف۔۔۔ سائین کر دوگی تو اسے آزاد کر دیا جائے گا۔ نہیں تو ہم اسے زبردستی اپنے بچے کے نکاح میں لے لیں گے اور پھر تمہارے پاس دستخط کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہو گا۔ سمجھیں۔۔۔!" اس نے آخر میں چنگھاڑ کر کہا اور رابطہ منقطع کر دیا۔ اگلے ہی پل وہ سب پلٹے اور کمرے کا دروازہ دھاڑ سے بند کیا۔ اسکی ٹانگیں جواب دے گئی تھیں۔ وہ زمین پر پیٹھتی چلی گئی۔

دوسری جانب شگفتہ نے تیزی سے کپکپاتے ہاتھوں کے ساتھ حنفیہ کو فون کیا تھا۔

"وہ۔۔۔ وہ میری بیٹی لے گئے ہیں۔۔۔ وہ اسے نقصان پہنچا رہے ہیں۔۔۔"

"کون۔۔۔؟" حنفیہ آفس میں سلمان کے سامنے بر اجمان تھے۔ اگلے ہی پل اٹھ کھڑے ہوئے۔

"کون لے گیا ہے سیلینہ کو۔۔۔؟" سلمان ہونقوں کی طرح انہیں چہرہ اٹھائے دیکھ رہے تھے۔

"احسن علی کے گھر والے۔۔۔ لیکن کیوں۔۔۔؟ کہاں لے کر گئے ہیں وہ اسے۔۔۔؟"

انہوں نے اگلے ہی پل فون رکھا اور پھر سلمان کی جانب اڑی رنگت لیے دیکھا۔

"وہ اسے دن دھاڑے اٹھا کر لے گئے ہیں۔۔۔ کہتے ہیں کسی پر اپرٹی پپر ز پر سائین کیے بغیر جانے نہیں دیں گے۔ اف میری پیچی۔۔۔" وہ آفس سے باہر کی جانب بھاگے تھے۔ سلمان بھی انکے پیچے

بڑھے تھے۔ شام گھر آئی تھی۔ مغرب کی اذا نیں ہر جانب گوئی خلی تھیں۔ سیلینہ کا جسم بالکل کسی پکے دانے کی مانند درد کر رہا تھا۔ عمر نے اسکے کمرے کا دروازہ کھولا اور پھر آگے بڑھ آیا۔ اسکی حالت دیکھ کر اسے ترس سا آیا تھا۔

"آپکا وہ گارڈ کیا ہوا، سیلین۔۔۔؟"

اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ پھر چند پل خالی خالی سا دیکھتی رہی۔۔۔ وہ اب اسکے سامنے پنجوں کے بل بیٹھ رہا تھا۔

"وہ نہیں آئے گا۔۔۔ وہ مجھ سے برگشته ہو گیا ہے۔"

"کیا وہ آپ سے محبت کرتا ہے۔۔۔؟" عمر نے اسی سمجھدگی سے پوچھا تھا۔ وہ خالی خالی سی اسے دیکھتی رہی۔

"مجھے نہیں پتہ۔۔۔ اسکی آواز کسی کھائی سے آرہی تھی۔"

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"کیا وہ آپکو یہاں بچانے آئے گا۔۔۔؟"

"مجھے نہیں پتہ۔۔۔"

"کیا وہ کبھی آپکو بچانے آیا ہے۔۔۔؟"

"ہمیشہ۔۔۔"

اس نے سمجھ کر سر ہلا کیا۔ پھر اسکی جانب دیکھا۔

"میری بات غور سے سنیں۔۔۔ بابا اور تایا آپکو شہر سے کہیں دور لے جانے کا لائچہ عمل طے کر رہے ہیں۔۔۔ کل صبح فجر سے قبل آپ کو لے جایا جائے گا۔۔۔ ہمیں جو کرنا ہو گا، جلدی کرنا ہو گا۔۔۔"

"میں۔۔۔ میں کیا کر سکتی ہوں۔۔۔؟"

"مجھے اپنے گارڈ کا نمبر بتائیں۔۔۔"

"وہ نہیں آئے گا، عمر۔۔۔ میں نے اسے استعمال کیا ہے۔۔۔ اسکی آواز میں کرب ساختا۔۔۔

"آپ مجھے اسکا نمبر بتائیں۔۔۔ وہ نہیں آیا تو کوئی اور راستہ نکالیں گے۔۔۔"

اس نے اسے وہ چند ہندسے بتادیے۔ عمر چلا گیا۔ وہ تاریک کمرے میں بیٹھی رہی۔ اسے حنیفہ، ارمان اور سائرہ میں سے کسی کا نمبر یاد نہیں تھا۔ وہ نمبر یاد کرنے میں کبھی اچھی نہیں تھی۔ یاسر کا نمبر بھی اس نے اسی کی تنیہ پر یاد کیا تھا۔ تاکہ وہ کسی بھی مشکل میں اسے فون کر سکے۔ اس نے سر دیوار سے ٹکایا اور زیر لب کچھ پڑھنے لگی۔۔۔ شاید کوئی دعا۔۔۔ کوئی کلمہ۔۔۔



ایجنسی میں ان چاروں کے کیپن میں، ارمان، ساحر، سلمان اور حنیفہ بر اجمان تھے۔ شگفتہ سے انہوں نے لوکیشن کے متعلق پوچھا۔ لیکن بد قسمتی سے وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ انکی لوکیشن کہیں اور تھی۔ جو شگفتہ کو یقیناً نہیں پہنچا۔

"وہ ایسے کیسے دن کی روشنی میں کسی کو اٹھا کر لے جاسکتے ہیں۔۔۔؟" ارمان فرستر یشن کا شکار ہورہا تھا۔ حنیفہ کو اب ماٹھے پر ٹھنڈے پسینے آنے لگے تھے۔ انہوں نے شلگفتہ سے مراد کا نمبر لے کر رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن رابطہ ممکن نہیں ہوا۔ انہیں اب شدید پریشانی ہو رہی تھی۔ مغرب بھی خاصی گہری ہو رہی تھی۔ اسی پل کسی نے نچلے فلور سے لفت کا راستہ عبور کیا۔ اسکی چاپ پر بہت سے گارڈز نے اسے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔ وہ داخلی راہداری سے ذرا آگے آ رکا تھا۔ لمحے بھر کو سب نے چہرے اٹھا کر اسے دیکھا۔

سیاہ کوٹ، سیاہ ٹائی، بالوں کو ایک جانب سلیقے سے جمائے، کلائی میں گھٹری باندھے۔۔۔ وہ ازلی سنجیدہ چہرے کے ساتھ کھڑا تھا۔ حنیفہ اور باقی سب بھی کہیں سے اٹھ آئے تھے۔ وہ ان سارے دنوں میں کسی اور ایکٹریں کو گارڈ کرنے کے بجائے، صرف اور آل سیکیورٹی دیکھ رہا تھا۔ ایجنسی میں سب جانتے تھے کہ سپلینہ نے اسکے ساتھ کیا کیا تھا۔

"چیف۔۔۔ مجھے یہ سب گارڈ ایک گھنٹے کے لیے چاہیے۔۔۔" اس نے سلمان کو مخاطب کیا تھا۔ بہت دنوں بعد۔۔۔ سب اب کاموں سے سر اٹھا کر اسے واقعی دیکھ رہے تھے۔ سلمان آگے بڑھے۔ ہاتھ میں موجود گھٹری دیکھی اور پھر ایک نگاہ کام کرتے گارڈز پر ڈالی۔۔۔

"تم شیور ہو کہ بس ایک ہی گھنٹہ درکار ہو گا۔۔۔؟"

حنیفہ نے چونک کر انکی جانب دیکھا تھا۔ ساحر نے چہرہ جھکایا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔

"بس ایک گھنٹہ۔۔۔"

سلمان نے سر ہلایا۔ گویا اجازت دی۔۔

"مجھے تم سب کی مدد چاہیے۔۔ سیلینہ کو کسی نے اغوا کر لیا ہے۔"

اسی ٹھنڈے اور ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا تھا۔ یکدم ہی سب اپنی جگہوں سے اٹھے تھے۔ کسی کی گود سے کاغذوں کا پلنڈہ فرش پر جا گرا تھا تو کوئی ریوالر لوڈ کر رہا تھا۔ کسی نے لیپ ٹاپ کی کھلی اسکرین نیچے گرائی تھی تو کوئی لفت کی جانب بڑھا تھا۔ اسے جواب کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ انکا ایسا ساتھی تھا کہ اسے انکار نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس نے ساحر کو دو انگلیوں سے اشارہ کیا تو وہ آگے بڑھ آیا۔

"تم یہیں رہو۔۔ ہم آتے ہیں تھوڑی دیر میں۔" اس نے ارمان کو یہیں رہنے کا کہا اور ساحر کے ساتھ لفت کی جانب بڑھ گیا۔ اسکے جاتے ہی حنیفہ بے ساختہ ہی کرسی پر گر سے گئے تھے۔

"کیا اس نے سیلینہ کو معاف کر دیا ہے۔۔؟"

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"لگتا تو ایسا ہی ہے۔"

سلمان نے کہا تھا۔

ایجنسی کے پارکنگ لाट میں ہلچل سی مج گئی تھی۔ تمام گارڈز سیاہ گاڑیوں میں بیٹھ رہے تھے۔ کی گاڑیاں تو یاسر کی بتائی گئی لوکیشن کی جانب نکل بھی گئی تھیں۔ اس نے اپنی کار کا اگلا دروازہ کھولا اور اندر آ بیٹھا۔ اسکا چہرہ پر سکون اور ٹھنڈا تھا۔ کان میں لگے بلیو ٹو تھے کا بٹن دبا کر اس نے تمام گارڈز سے رابطہ جوڑا۔۔

"بادی گارڈز۔ ان آپریشن۔!"

"راج رسر۔"

سب کی آوازیں یکدم ہی ابھری تھیں۔ سرمی آنکھوں میں سرد مہری سی تھی۔ وہ اسی چہرے کے ساتھ ڈرائیو کر رہا تھا۔ دوسری جانب سیلینہ نے اپنا سر دیوار سے اب تک ٹکار کھا تھا۔ وہ زیر لب اب بھی کچھ پڑھ رہی تھی۔ دعا۔۔۔ پکار۔۔۔
وہ ڈرائیو کر رہا تھا۔

(عورتوں کو اتنی طویل سزا عیں نہیں دیا کرتے بچے۔۔۔ وہ نازک ہوتی ہیں۔ ان کے ٹوٹ جانے کا خدشہ گھرا ہوتا ہے)

آدھے گھنٹے کی مسافت کے بعد سرخ حولی کے سامنے کی سیاہ گاڑیاں رکی تھیں۔ دروازے کھل کر بند ہونے کی آوازیں۔ بہت سے لوگوں کے ایک ساتھ اندر بھاگتے قدموں کی آوازیں۔ تمام گارڈز اندر کی جانب بڑھے تھے۔ مراد اور شہیر بے موقع و محل کی آوازوں پر گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ یکدم ہی کچھ سمجھ کر مراد اوپر کی جانب بھاگا تھا۔ عورتیں اپنے بھروسوں سے باہر نکل آئی تھیں۔ ملازمین بھی چلے آئے تھے۔ گاؤں کے مکین بھی حولی کے باہر جم غیر لگائے ہوئے تھے۔

(مرد مضبوط ہوتے ہیں۔ ان کے ٹوٹ جانے پر بھی جڑنے کی امید واثق ہوا کرتی ہے)

وہ اندر کی جانب بڑھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ پر سکون تھا۔ ٹھنڈا۔۔۔ سرد۔۔۔ بے تاثر۔۔۔

گارڈز اب اپنے لوڈ ہوئے ریوالور تمام گھر والوں پر تانے، اک سیدھ میں کھڑے تھے۔ انکی سخت ٹریننگ نے انہیں صاف سے باہر نکل کر کھڑا ہونا نہیں سکھایا تھا۔ قدموں کی چاپ بھاری تھی۔۔

اور کہیں پچھے سے آرہی تھی۔ گھر میں مچا شور ہنگامہ جیسے تھمنے لگا تھا۔ وہ آگے بڑھ آیا۔۔ سب سے آگے۔۔ حولی کے کھلے صحن میں گاؤں کے کمین اندر تک گھس آئے تھے۔ وہ ایک جگہ آکر ٹھہر گیا تھا۔ اس نے اپنا ریوالور نہیں نکالا۔۔ اسکے ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں تھے۔

اوپر کمرے میں موجود سیلینہ نے آنکھیں کھول دی تھیں۔۔ اسکی دعا سن لی گئی تھی۔۔ اسی پل مراد نے کمرے کا دروازہ دھاڑ سے کھولا۔۔

وہ چہرہ اٹھائے، حولی کی لمبی سی راہداری میں بنے کمروں کو دیکھ رہا تھا۔

اگلے ہی پل اسے کسی نسوانی چیخ کی آواز سنائی دی تھی۔ اسکی آنکھوں میں موجود سختی گھری ہوئی۔ اعصاب تن گئے۔۔ مراد سیلینہ کو بالوں سے گھسیٹ کر کمرے سے باہر لارہا تھا۔ سیلینہ نے ایک نظر اسے دیکھا۔۔ بس ایک نظر۔۔ اسکی مژا جمٹ رک گئی تھی۔۔ وہ برف ہو گئی تھی۔۔ یاسر چہرہ اٹھائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اسکی آنکھوں میں ہلکی سی سرخی ابھری تھی۔۔ سب گارڈز نے لمح بھر کو ریوالور مراد پر تانے تو اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔۔

"نیچے کرو۔۔"

اگلے ہی پل سارے ریوالورز جھک گئے تھے۔۔

"کیا اسے لینے آئے ہو۔۔؟" اس نے سیلینہ کے بالوں کو جھٹکا دیا تھا۔ اسکی کراہ نکلی۔۔

"چھوڑ دو اسے۔۔" اسکی آواز کھرداری تھی۔۔ بے حد خراش زده۔۔ مراد ہنسا۔۔ پھر ایک جھٹکے سے سیلینہ کو چھوڑا۔۔

"لو۔۔ چھوڑ دیا۔۔"

وہ ٹھہری۔۔ بس ایک پل کے لیے۔۔ اور پھر وہ بھاگی۔۔ پوری قوت سے۔۔ اسکے کھلے بال ہوا میں لہر رہے تھے۔۔ رخساروں پر آنسو تیزی سے لڑکتے جا رہے تھے۔۔ وہ اس طویل راہداری کو بھاگ کر عبور کر رہی تھی۔۔ وہ اسے بنا پلکیں جھپکائے دیکھ رہا تھا۔۔

(سب مجھے تم سے دور جانے کا کہتے ہیں۔۔ اور ایک میں ہوں۔۔ کہ مجھے تم سے ہر دفعہ محبت ہو جاتی ہے۔۔ وہ اسے بتا نہیں سکا تھا۔۔ کہ ہر دفعہ اس سے ملنے پر۔۔ اسے بھی اس سے محبت ہو جایا کرتی تھی۔)

وہ اب تک بھاگ رہی تھی۔۔ وہ اسے چہرہ اٹھائے دیکھ رہا تھا۔۔ صرف وہ ہی نہیں۔۔ نیچے ایستادہ ہر شخص اوپر سیلینہ کو دیکھ رہا تھا۔۔ راہداری بہت طویل تھی۔۔ وہ ننگے پیر بھاگ رہی تھی۔۔ اس نے جیبوں سے ہاتھ نکال لیے۔۔ وہ اب اسی تیزی سے زینے عبور کر رہی تھی۔۔ اتنی دور سے بھی اسے سیلینہ کے آنسو نظر آرہے تھے۔۔ زینوں اور اسکے درمیان۔۔ بہت فاصلہ تھا۔۔ سیلینہ کے زخم میں تکلیف ناقابل برداشت حد تک بڑھ گئی تھی۔۔ لیکن اسے پرواہ نہیں تھی۔۔ وہ بس جلد از جلد اس تک پہنچنا چاہتی تھی۔۔ اور پھر۔۔ وہ اس تک پہنچ گئی۔۔ بے ساختہ ہی اس سے آگلی۔۔ پوری قوت سے۔۔ وہ ساکت رہا۔۔ ہاتھ اب تک پہلوؤں میں گرے ہوئے تھے۔۔ وہ اس سے لگی رو رہی تھی۔۔

"مجھے لگا تھا۔۔ مجھے لگا تھا تم نہیں آؤ گے۔۔" اسکی ہچکیاں ابھریں۔۔ اس نے ہاتھ نہیں اٹھائے۔۔

"میں نماز پڑھتا ہوں، سیلینہ۔۔۔ تم ہر دفعہ مجھ سے آ کر یوں نہیں لگ سکتیں۔۔۔ میں اپنی نمازیں ضائع ہوتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتا۔۔۔" وہ چونکی۔۔۔ پھر رکی۔۔۔ یکدم ہی اس سے الگ ہوئی۔۔۔

"آئی ایم سوری۔۔۔"

"اور میں تمہیں کچھ اور بھی بتانا چاہتا ہوں۔۔۔"

"کیا۔۔۔؟" اسکی آنکھیں اب تک گیلی تھیں۔۔۔

"یہی کہ مجھے میری آنکھیں کبھی پسند نہیں تھیں۔۔۔ لیکن جب سے یہ تمہیں پسند آئی ہیں۔۔۔ تب سے یہ مجھے اچھی لگنے لگی ہیں۔۔۔"

اور وہ کچھ بول نہیں سکی۔۔۔ اسے لگا وہ کچھ بول نہیں سکے گی۔۔۔

اس نے ایک پل کے لیے اسکا چہرہ دیکھا۔۔۔

"چہرے کو کس نے ہاتھ لگایا ہے۔۔۔؟" یاسر کی آواز بہت عجیب تھی۔۔۔ سیلینہ کی آنکھوں سے آنسو گرے۔۔۔

"تایا نے۔۔۔"

"آج تمہارے ساتھ ہونے ظلم کا ہر بدله لے لیا جائے گا۔۔۔"

اس نے ایک نظر سامنے موجود مراد پر ڈالی تھی۔۔۔ وہ اب تنخ مسکراہٹ لیے زینوں سے نیچے اتر رہا تھا۔۔۔

"تمہیں لگتا ہے تم اس لڑکی کو یہاں سے نکال کر لے جاسکتے ہو۔۔۔؟"

وہ ہلکا سا مسکرا یا تھا۔ چہرہ جھکا کر۔۔ پھر چہرہ اٹھایا۔۔ اب وہ نہیں مسکرا رہا تھا۔۔
"بالکل۔۔"

اس نے کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی۔۔

"ایک گھنٹہ ہونے میں بیس منٹ ہیں، گارڈز۔۔ ہڈیاں توڑ دو انکی۔۔ اور دس منٹ کے اندر اندر باہر نکلو۔۔ ہمیں ایکجنسی واپس پہنچنا ہے۔۔"

اس نے اسے کلائی سے تھاما اور پلٹا۔ گھر میں عجیب قیامت سی مج گئی تھی۔ انکے ملاز میں اور گھر کے مرد اب ایکجنسی کے گارڈز کے ہاتھوں ٹھکائی کھار ہے تھے۔ عورتیں انہیں چلا کر رکنے کے لیے کہہ رہی تھیں۔ وہ کچھ نہیں سن رہا تھا۔ وہ اس ہلچل میں سے اسے کلائی سے تھامے باہر کی جانب بڑھ رہا تھا۔ کسی ملازم نے سیلینہ پر حملہ کیا تو اس نے ایک جھٹکے سے اسے کھینچ کر اپنی جانب کیا۔ پھر آگے بڑھ کر ریو اور کا دستہ اسکی کنپٹی پر پوری قوت سے مارا۔ وہ ہوش کھو کر نیچے جا گرا تھا۔ راستے میں آئی ہر رکاوٹ سے وہ بغیر کسی دقت کے لٹرتا جا رہا تھا۔ جو اسکے راستے میں آتا۔۔ اسکی ماں اسے روئی۔۔

سرخ حویلی کا تکلیف دہ باب۔۔ آخر کار اپنے اختتام کو پہنچا تھا۔۔

حویلی میں جنگ کا سامان تھا۔۔

اور وہ اس واریئر کی مانند تھا۔۔

جو اپنی محبوبہ کو۔۔

دشمنوں کے حلق سے کھینچ کر لے آیا تھا۔۔

جنگیں جتنے کے لیے لڑی جاتی ہیں۔۔

کہ جو جنگ ہاری جائے۔۔

وہ سبق ثابت ہوتی ہے۔۔ اگلی جیتی ہوئی جنگ کا۔۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"اَسَلَامُ عَلَيْكُمْ اَحْبَابَ"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com

google.com/search?q=u

1 :

Google

urdu novel bank

All Images News Videos Books Sea

<https://www.urdunovelbank.com> ...

Urdu Novel Bank

interesting and best famous urdu novels free Pdf Download on One click. all Categories new and old urdu novel stories..

visit for more novels:

All Urdu Novels List www.urdunovelbank.com

Urdu Novel Bank website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں ---

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

وہ اب تک اسے سب کے درمیان سے نکال رہا تھا۔ ملاز میں اور گارڈز کے درمیان جنگ سی چھڑ
گی تھی۔ مراد کو کسی کی کہنی لگی تو کسی کا ٹھڈا۔۔۔ شہیر کو تو باقائدہ پنکھے کی رفتار سے چٹا چٹ
چانٹے لگائے جا رہے تھے۔ کوئی کرسی سچینک رہا تھا تو کسی نے کسی کو سر پر اٹھا رکھا تھا۔ عمر چلا رہا
تھا کہ اس نے سیلیسہ کی مدد کی ہے لیکن فی الحال اسے وہاں کوئی نہیں سن رہا تھا۔ گارڈز غصے میں
تھے۔ انہوں نے ہاتھ لگانے کی ہمت کیسے کی ان کی

"بیوٹی کو تین "سیلینہ کو--

ان دونوں نے ایک پل کے لیے پلٹ کر دیکھا تھا۔ گارڈز کو دیکھ کر سیلینہ کی آنکھوں میں فکر سی اتری تھی البتہ یاسر صرف مسکرا کیا تھا۔ گارڈز کا انداز ہی ایسا تھا کہ یہ منظر دیکھ کر کسی کو بھی ہنسی آسکتی تھی۔ اس نے یاسر کی مسکراہٹ ہنسی میں بدلتے دیکھی تو حیران ہوئی۔

"تمہیں ہنسی آرہی ہے--؟"

اس نے پوچھ ہی لیا۔ وہ اب چہرہ پھیر کر ہنس رہا تھا۔

"ہاں--"

"تمہیں ان سب کو روکنا چاہیے اور تم ہنس رہے ہو۔!"

"لڑکوں کی لڑائیوں میں کبھی انہیں کام ڈاؤن نہیں کیا کرتے۔ یہ لڑکا ہونے کے ناطے اصولوں کے

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

خلاف ہے۔--"

اس نے گردن پھیر کر دیکھا۔ ایک گارڈ نے مراد کو جکڑ رکھا تھا اور دوسرا اسے صوف پر رکھ کشن سے دھما دھم مار رہا تھا۔ اسے بے اختیار ہی ہنسی آئی تھی۔ حولی کے صحن میں آنکلنے کے بعد وہ مڑا۔ بس لمحے بھر کے لیے۔ پھر اس نے انگشتِ شہادت اور انگوٹھے کا دائرہ بنایا کر ایک زوردار سیٹی ماری۔ گارڈز اسکی سیٹی پہچانتے تھے۔ اس نے ہاتھ سے انہیں واپس پلٹنے کا اشارہ کیا تھا۔

صرف دس منٹ رہتے ہیں۔۔۔ ایک منٹ بھی لیٹ ہوئے تو ہم سب کی جا ب ایک ساتھ جائے " گی ۔۔۔

اس نے کہا۔۔۔ گارڈز ایک ساتھ ہی باہر کی جانب بھاگے تھے۔ ساحر نے اپنا ہوا میں تنا ہوا مکا ملتوی کر دیا اور تیزی سے گارڈز کے ریلے کے ساتھ باہر نکلا۔ اس نے بھی سیلینہ کو ساتھ لیا اور تیزی سے مڑا۔۔۔ وہ اسکے ساتھ کھنچتی چلی جا رہی تھی۔ گارڈز اب ہنس رہے تھے۔۔۔ وہ جو صحیح اپنے بالوں، ٹائیوں، اور کوٹ کو سلیقے سے جما کر آئے تھے۔۔۔ اب انہیں دیکھنے پر کسی اور ہی چیز کا گمان ہوتا تھا۔۔۔

بال بکھر چکے تھے۔۔۔ کوٹ کے بٹن کھینچا تانی میں ٹوٹ کر ادھر ادھر گر گئے تھے۔۔۔ ٹائی اپنی جگہ سے ہٹ کر باہر گر رہی تھی۔ بلکہ ایک نے تو ٹائی آگے کوٹ کی جیب میں ڈالی ہوئی تھی۔ گارڈز اب اسکی ٹائی کی جانب اشارے کرتے ہنس رہے تھے۔ سیلینہ بھی یکدم ہنس دی تھی۔ وہ ساتھ چلتا ہوا صرف اسے ہنسنے ہوئے دیکھ رہا تھا۔۔۔ گاؤں والے منه میں انگلیاں دبائے، ان سیاہ کوٹ میں ملبوس نوجوانوں کو حیرت زده سے دیکھ رہے تھے۔ ان نوجوانوں کو کسی بات کی پرواہ نہیں تھی۔

گاڑیوں میں بیٹھنے تک ہر ایک اپنے گھروں سے چہرے باہر نکالے انہیں دیکھ رہا تھا۔ گاڑیاں ایک ہی انداز سے گھو میں اور ایک ہی رفتار سے گاؤں کی حدود سے نکلی تھیں۔ وہ اسکے ساتھ فرنٹ سیٹ پر براجمان تھی۔ وہ اب تک گارڈز کی حالت پر ہنس رہی تھی۔ وہ ڈرائیو کرتے ہوئے اس پر گاہے بگاہے نگاہ ڈال رہا تھا۔ کچھ پل بعد اسکی ہنسی سمٹی تو خیال آیا کہ اس نے یاسر سے معافی

نہیں مانگی ہے۔۔۔ وہ ایک فیصلہ کر کے نشست پر اسکی جانب رخ کر کے بیٹھی اور پھر اک لمبا سانس لیا۔۔۔ وہ اسکے ایسے کرنے پر بے ساختہ ہی اسے دیکھنے لگا تھا۔۔۔

"مجھے پتہ ہے میں نے تمہیں استعمال کر کے بہت غلط کیا۔ انکل نے مجھے جس گارڈ کا بتایا میں اسے نہیں جانتی تھی۔ مجھے نہیں پتہ تھا کہ دوسری جانب تمہارے جیسا کوئی ثابت قدم انسان ہو گا۔ میں اوائل دنوں میں ہی اس پلان کی بابت تمہیں بتانا چاہتی تھی لیکن مجھ سے نہیں بتایا گیا۔ مجھے تم سے ڈر لگ رہا تھا۔ تمہارے ردِ عمل سے۔۔۔ تمہارے درمیان میں کام کو چھوڑ جانے سے۔ اسی لیے میں نے اور سلمان انکل نے تمہیں بتانے سے پرہیز کیا۔ جب تمہیں پتہ چلا اور جن حالات میں پتہ چلا۔۔۔ ایسا لگتا ہے کہ میں نے تمہیں کسی غلط نیت سے استعمال کیا تھا۔۔۔ لیکن ایسا نہیں تھا۔ میری نیت کبھی خراب نہیں تھی۔ میں تمہیں کام کے پورے پسیے دینے والی تھی۔ اسکی رقم میں نے سلمان انکل کے ساتھ طے کی تھی۔ لیکن ایسا ممکن نہیں ہو سکا کیونکہ تم بابا سے اپنے پیسوں کی بات کر چکے تھے اور۔۔۔"

"سانس لے لو، سیلینہ۔۔۔"

اس نے ڈرائیو کرتے ہوئے سکون سے اسکی بات کاٹی تو وہ چونکی۔ اسکا سانس بالکل اوپر چڑھا ہوا تھا۔ اسے اندازہ نہیں ہوا کہ وہ واقعی سانس نہیں لے رہی ہے۔۔۔ وہ ایک ہی سانس میں اسے سب کچھ بتادینا چاہتی تھی۔ اسکے یکدم کہنے پر اسے اپنی اگلی بات بالکل بھول گئی۔۔۔ وہ ہونقوں کی طرح چپ ہو کر اسکا چہرہ دیکھنے لگی تھی۔ یاسر نے اس پر ایک نگاہ ڈالی۔۔۔

"لے لیا سانس۔۔۔؟"

اس نے گھرے گھرے سانس لے کر سر ہلایا تھا۔

"اب لیتی رہو۔ سانس لینا بہت ضروری ہے۔"

وہ ٹکر ٹکر اسکا چہرہ دیکھتی رہی۔

"تمہارے لیے۔ میری وضاحت اہم نہیں ہے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ میں اس غلط فہمی کو واضح کروں۔؟"

اس نے بس سر نفی میں ہلایا تھا۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھتی رہی۔ پھر یکدم ہی چونگی۔

"کیا تم جانتے تھے۔؟" بے حد خاموش آواز میں استفسار کیا۔ اسے شک سا ہوا تھا۔ بس لمح بھر کے لیے۔

"نہیں۔ میں نہیں جانتا تھا۔" اس نے سُکون سے کہا تھا۔ مغرب کا وقت گزر چکا تھا۔ جامنی سا اندھیرا گھرا ہو کر سیاہ لگ رہا تھا۔ ان کی کار اب صاف سُستھری سی کشادہ گلیوں میں داخل ہو رہی تھی۔ کچھ پل بعد اس نے گاڑی حنیفہ کے گھر کے عین سامنے روکی تھی۔ پھر چہرہ پھیر کر اپنی جانب دیکھتی سیلینہ کو دیکھا۔

"تم جانتے تھے۔" اب کہ اس نے سوال نہیں کیا تھا۔

"میں نہیں جانتا تھا، سیلینہ۔ مجھے بس شک تھا۔ کچھ اندازہ تھا۔ یہ سچ ہے کہ اگر میں ذرا سی بھی تحقیق کرتا تو مجھے پتہ چل جاتا کہ تم اور چیف سلمان کیا کر رہے ہو۔ لیکن میں نے یہ ضروری نہیں سمجھا۔"

اسکی آنکھوں میں استعجاب سا اُتر۔

"تم نے ضروری نہیں سمجھا۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔"

"اور اگر تم ضروری سمجھتے تو۔۔۔؟"

"تو میں ابھی تمہارے ساتھ کام نہیں کر رہا ہوتا۔ مجھے دھو کے باز لوگ بالکل نہیں پسند۔۔۔"

"میں بھی تمہیں دھو کا دینے کا باعث بنی تھی۔۔۔"

"تم بھی تو ناپسند ہو۔۔۔ کتنی دفعہ بتایا ہے تمہیں۔۔۔" اسی سکون سے کہا تھا۔ اسکی متوجہ ہوئی آنکھوں میں اگلے ہی پل ناگواری سی ابھری تھی۔ اسکے بدلتے تاثرات پر ساتھ بیٹھے گارڈ نے مسکراہٹ دبائی۔

"میں ہی پاگل ہوں جو تم سے محبت کی تھی۔ ایک تو مجھے پتہ نہیں کیوں ہر دفعہ محبت ہو جاتی ہے۔۔۔ وہ بھی ان سے جو مجھ سے محبت نہیں کرتے۔۔۔ اف۔۔۔" اسکا بس نہیں چلتا تھا اپنا سر ہی پھاڑ لیتی۔ ساتھ بیٹھے گارڈ کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔ حظ اٹھاتے تاثرات ساکت ہوئے۔۔۔ وہ سیدھا ہو بیٹھا تھا۔۔۔

"ہر دفعہ محبت ہونے کا کیا مطلب ہے۔۔۔؟"

لبخ میں اعتراض تھا۔۔۔ نقوش بگڑے بگڑے سے تھے۔ سیلینہ نے اس پر جلی کٹی سی نگاہ ڈالی تھی۔

"کاش میری زندگی میں بھی کوئی ولی احمد ہوتا۔۔۔"

اسکی مسکراہٹ غائب ہو چکی تھی اور اب چہرے پر حیرت تھی۔

"کون ہے یہ ولی احمد۔؟" وہ الجھا۔

"ہے ایک انسان۔ جس سے میں نے تم سے بھی زیادہ محبت کی ہے۔"

جتا کر کہا۔ یاسر کی آنکھیں پھیلی تھیں۔

"واٹ۔۔!"

"جی ہاں۔ اور اب مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔ مجھے بچانے کا بے حد شکر یہ۔ لیکن اس شکر گزاری کے عوض میں اپنا ناپسند کیا جانا برداشت نہیں کر سکتی۔ میں اب تمہیں بالکل پسند نہیں کروں گی۔ تھوڑی سی بھی محبت نہیں کروں گی تم سے۔"

دھڑاک سے کہا اور اسی تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکلی۔ وہ بھی اسی کے ساتھ باہر نکلا تھا۔ پھر تیزی سے گھوم کر اسکی جانب آیا۔

"میں اس ولی احمد کی ہڈیاں توڑ دوں گا۔ ہے کون یہ۔؟"

"ہرگز بھی نہیں۔ تم اسکی ہڈیاں نہیں توڑ سکتے۔ بہت دور ہے وہ تمہاری پہنچ سے۔ بلکہ ہر کسی کی پہنچ سے بہت دور ہے۔ دل کی اوپنجی مسند پر براجمان اک حسین شخص ہے وہ۔؟" کیا گردن اکڑا کر انداز سے کہا تھا اس نے۔ ہاتھ سینے پر باندھ کر۔

یاسر کے بگڑے بقوش مزید بگڑے۔

"سیلینہ میں مراقب نہیں کر رہا ہوں۔۔۔ مجھے بتاؤ کون ہے یہ۔۔۔" وہ اسے دیکھتی، چُبھتی آنکھیں لیے تھوڑا سا قریب آئی تھی۔ وہ گردن جھکائے اسے بے یقینی سے دیکھ رہا تھا۔ آخر وہ ولی احمد کو کتنا پسند کرتی تھی کہ اسکے لیے ایسا خونخوار انداز اختیار کر گئی تھی۔۔۔

"ہے ایک کردار۔۔۔ ایک افسانوی کردار۔۔۔ جس تک تم کبھی نہیں پہنچ سکتے۔۔۔ نہ ہی اسکی ہڈیاں توڑ سکتے ہو۔ اور میں اسے تم سے زیادہ پسند کرتی ہوں۔" آخری جملہ تڑاخ سے کہا اور اسی تیزی سے پلٹ کر قد آور داخلی دروازوں سے گزر کر گھر میں داخل ہو گئی۔ وہ پیچھے ہونق سا کھڑا رہ گیا۔ اسے سمجھ نہیں آیا کہ اسکے ساتھ یہ کچھ دیر پہلے ہوا کیا تھا؟

"۔۔۔ افسانوی۔۔۔" اس نے جیسے بے یقینی سے دھرا یا تھا۔

پھر وہ ایجمنی واپس چلا آیا۔ ذہن عجیب ماوف سا تھا۔۔۔ نچلے فلور پر گارڈن نے اسے چہرے اٹھا کر دیکھا۔ یقیناً اب اسکی طلبی سلمان کے آفس میں ہونی تھی۔ وہ ایک گھنٹے سے لیٹ ہو چکا تھا۔ اس نے راہداری میں قدم رکھا۔ گارڈن یک طرف ہو گئے۔ اس نے آگے بڑھ کر چیف سلمان کے آفس کا دروازہ واکیا۔ وہ سامنے ہی براجمان تھے۔ وہ آگے بڑھ آیا۔ اپنے پیچھے دروازہ بھی بند کیا۔ سلمان اسے کڑے نقوش لیے دیکھ رہے تھے۔ اگلے ہی پل انہوں نے اسکے سامنے اک پپر رکھا۔ اس پر اسکے دیر سے آنے پر سزا درج تھی۔ لیکن وہ اسکی جانب متوجہ نہیں تھا۔۔۔

"تم نے کہا تھا ایک گھنٹہ کافی ہو گا لیکن تم بیس منٹ لیٹ ہو۔"

اس نے آنکھیں اٹھا کر انہیں دیکھا۔۔۔

"وہ ایک افسانوی کردار کو مجھ سے زیادہ پسند کرتی ہے، چیف۔"

"کیا۔۔؟" سلمان کو اسکی بات جیسے سمجھ نہیں آئی تھی۔

"اس نے کہا وہ ولی احمد کو مجھ سے زیادہ پسند کرتی ہے۔"

"کیا فضول باتیں کر رہے ہو، یاسر۔"

"وہ ولی احمد کو مجھ پر فوکیت کیسے دے سکتی ہے، چیف۔۔؟" اسکا صدمہ گھرا تھا۔ سلمان اب کہ سیدھے ہو بیٹھے تھے۔ پھر سامنے موجود پیپر اٹھا کر دراز میں رکھ لیا۔ چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ دونوں ہتھیلیاں باہم ملا کر سامنے ٹیبل پر رکھیں۔

"سیلینہ نے کہا ہے ایسا۔۔؟"

اس نے محض سر اثبات میں ہلایا تھا۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"تم نے یقیناً اسے زرج کر دیا ہو گا۔۔"
کیا میرے زرج کرنے پر وہ یو نہی منہ اٹھا کر کسی بھی ولی احمد کو مجھ سے زیادہ پسند کر لے "گی۔۔؟

سلمان پچھے ہو بیٹھے تھے۔ پھر پیشانی پر ہاتھ رکھ کر چہرہ جھکایا۔ انہیں ہنسی آرہی تھی۔

"ٹھیک ہے کہ ولی احمد تم سے کہیں زیادہ مضبوط امیدوار ہے لیکن تم اتنے بھی بُرے نہیں ہو کہ تمہیں انتخابی نشست سے ہی نیچے اُتار دیا جائے۔۔" وہ محظوظ سا بولے تھے۔ چہرے پر ڈھیروں

سکون لیے۔ اس نے ضبط سے گہر اسنس لیا تھا۔ پھر سر اثبات میں ہلایا۔ اسکا انداز ایسا تھا کہ اب وہ اس موضوع پر دوبارہ گفتگو ہرگز بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"کہاں ہے وہ پیپر جس پر میری سزا درج ہے۔۔۔؟"

"جانے دو۔۔۔ بہت بُری ہوئی ہے ویسے بھی تمہارے ساتھ۔۔۔!" پچھے کہیں سے قہقہے اُبھرے تھے۔ وہ چیف کے بدلتے انداز پر انہیں دیکھ کر رہ گیا تھا۔ پھر تنے چہرے کے ساتھ باہر نکل آیا۔ راہداری میں گارڈز اسے دیکھ کر بے ساختہ ہی پچھے ہوئے تھے۔ یقیناً وہ ان دونوں کی گفتگو سے مستفید ہو چکے تھے۔ کئی گارڈز نے تو اسے دیکھ کر باقائدہ ہنسی بھی دبائی تھی۔۔۔ بیچارہ افسانوی کردار کا مارا۔۔۔

"کوئی بات نہیں۔ تم حقیقی زندگی کے ولی احمد ہو۔۔۔" ساحر نے اسے تسلی دی تھی۔

اس نے ناگواری چھپانے کی ذرا سی بھی کوشش نہیں کی تھی۔
visit for more novels.
www.urdunovelbank.com

"میرے سامنے نام مت لینا اس شخص کا۔۔۔"

"نہیں لیتے نام۔۔۔ افسانوی کردار کہنا ہی کافی ہو گا۔۔۔" کسی نے پچھے سے ہانک لگائی تو راہداری میں قہقہہ سا اُبھرا۔ ساحر نے بمشکل مسکراہٹ قابو کر کے اسے دیکھا تھا۔

"جانے دو۔۔۔ اس ولی احمد کی وجہ سے تمہاری سزا بھی واپس لے لی گئی ہے۔۔۔" اسکے کندھے سے اندر یکبھی گرد جھاڑتے ہوئے لبجے میں زبردست ہمدردی لیے کہا تھا۔

"بہت شکریہ آپکا، ساحر۔ مجھے تو اندازہ ہی نہیں تھا کہ اس بات کا اتنا خوشنگوار پہلو بھی ہو سکتا ہے۔" اس نے ضبط سے دانت جما کر کہا تھا۔ ساحر کو اب باقائدہ ہنسی آرہی تھی۔

"کیا ہورہا ہے یہاں۔؟ اتنا رش کس خوشی میں لگا ہوا ہے۔؟" چیف حنیفہ کی آواز پیچھے کھیں سے ابھری تو گارڈز ایک طرف ہوئے۔ درمیان میں یاسر نظر آیا۔ ان سب کے نیچ گھرا ہوا۔ اسکے چہرے کے تاثرات بہت قابل ترس تھے۔

"کچھ خاص نہیں، چیف۔ یاسر کے کچھ ذاتی دکھ ہیں جن پر افسوس کرنے ہم سب یوں راہداری میں جمع ہوئے ہیں۔" ساحر کہاں باز آرہا تھا۔ اس نے آج سارے بدلتے اتارنے کی قسم اٹھائی تھی۔ حنیفہ آنکھوں میں ناسمجھی لیے آگے بڑھ آئے تھے۔

"ذاتی دکھ۔؟"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"ایسا کچھ نہیں ہے، چیف۔ ان سب کو عادت ہے مراق کرنے کی۔" اس نے آنکھوں میں تنبیہ لیے ساحر کی جانب مسکرا کر دیکھا۔ وہ ہنسا۔

"مراق تو آپکے ساتھ ہوا ہے بیٹا۔"

اس نے کہا تو یکدم ہی دبی سی ہنسی گونجی۔ حنیفہ نے ان سب کو چھٹنے کے لیے کہا اور پھر اسے اپنے ساتھ آفس چلنے کا اشارہ کیا تو اس نے گھراؤ کے چھٹنے پر شکر ادا کیا اور آگے بڑھ آیا۔ اگلے کچھ لمحات میں وہ حنیفہ کے سامنے بر اجمان تھا۔ اب کہ اسکا چہرہ سنجیدہ تھا اور انداز سے پچھلا ہر

نقش غائب تھا۔ وہ بادی گارڈ والی فارم میں واپس آچکا تھا۔ خنیفہ اس سے آج کے واقعے کی تفصیل پوچھ رہے تھے۔

"کیا چاہتے تھے وہ سیلینہ سے--؟"

"پر اپرٹی کے کچھ کاغذات اور زمینی کاغذات پر سیلینہ اور شگفتہ میڈم کے دستخط چاہیے تھے" "انہیں۔

"سیلینہ راضی تھی۔۔؟"

"بھی۔ اسے دستخط کرنے پر کوئی اعتراض نہیں تھا لیکن شگفتہ میڈم کو اس پر کڑا اعتراض تھا۔" خنیفہ نے اسکی بات سن کر ہنکارا بھرا تھا۔ پھر کرسی پر سیدھے ہو بیٹھے۔ وہ کچھ سوچ رہے تھے۔

"کیا حل نکل سکتا ہے اس مسئلے کا۔۔؟"

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"یہی حل ہے کہ وہ شگفتہ میڈم کی لیگل پر اپرٹی ہے اور وہ اسے کسی بھی فرد کو دینے پر راضی نہیں ہیں۔ وہ اس حیثیت کو کسی کورٹ میں چیلنج نہیں کر سکتے۔ وہ کرنا چاہیں تب بھی نہیں کر سکتے۔ کوئی وکیل ایسا کیس لینے پر راضی نہیں ہو گا۔ اسی لیے تو انہوں نے سیلینہ کو ہائیکورٹ بنایا کر شگفتہ میڈم کو بلیک میل کرنے کی کوشش کی تھی۔" اسکی سنجیدہ سی تفصیل پر خنیفہ نے گھر اسائن لیا تھا۔

"تمہاری بات ٹھیک ہے۔ لیکن اگر انہوں نے سیلینہ کو دوبارہ نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو۔۔۔؟ یا پھر شگفتہ کے ساتھ ایسے کسی گھناؤ نے انداز کو اختیار کرنے کے بارے میں سوچا۔۔۔؟" وہ ان دونوں کی جانب سے فکرمند نظر آتے تھے۔

"ایسے میں صرف احتیاط کی جاسکتی ہے۔" اسکی بات پر حنیفہ نے سمجھ کر سر ہلا�ا تھا۔ "کوئی مستقل حل نہیں ہو سکتا کیا۔۔۔؟"

"مستقل حل ایک ہی صورت میں ہو گا جب انہیں مکمل طور پر یقین ہو جائے گا کہ یہ پر اپرٹی اب انہیں کسی بھی ہتھکنڈے سے واپس نہیں مل سکتی۔ وہ اس بات کو جتنا جلدی سمجھ جائیں انکے حق میں اتنا ہی بہتر ہو گا۔" وہ پیچھے ہو بیٹھے تھے۔ ساتھ ہی سر ہلا�ا۔

"چلو بہتر۔۔۔ اور بہت شکریہ میری بیٹی کو ایک دفعہ پھر بچانے کے لیے۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ بھی تمہاری اتنی ہی مشکور ہو گی۔۔۔"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"جی۔۔۔ بہت زیادہ۔۔۔"

کچھ تھا اسکے لمحے میں کہ وہ چونک سے گئے۔ اسکی جانب گھری نظروں سے دیکھا۔

"کیا ہوا۔۔۔؟ تمہاری اس سے لڑائی ہوئی ہے کیا۔۔۔؟" اس نے انکے انداز کو بغور دیکھا تھا۔ پھر بے بسی سے ہنس دیا۔ اگلے ہی پل اٹھ کھڑا ہوا۔ حنیفہ اب اسے چہرہ اٹھائے دیکھ رہے تھے۔ انکے انداز میں ایسی معصومیت تھی کہ وہ لاجواب سا ہو گیا تھا۔ ایسی ہی معصومیت سیلینہ کے انداز میں بھی ہوا کرتی تھی۔ اسی لیے تو وہ بعض دفعہ لاجواب ہو جایا کرتا تھا۔

"آپ عمر کے اس حصے میں آکر۔۔۔ ایک ایجنٹ کے سیکیورٹی چیف ہونے کے باوجود بھی اتنے معصوم کیسے ہو سکتے ہیں۔۔۔؟" وہ واقعتاً جاننا چاہتا تھا۔ وہ اسکے استفسار پر حیران ہوئے تھے۔

"کیا۔۔۔؟"

"کچھ نہیں۔ مجھے لگتا ہے کہ آپ۔۔۔ دادا اور سلیمان۔۔۔ تینوں پچھلی زندگی میں کسی ایک ہی قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں گے۔ کیونکہ آپ تینوں بالکل ایک جیسے ہیں۔ معصوم لیکن مجھے زرج کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھنے والے۔ جانتے ہیں چیف، میں انہیں سیدھا کر سکتا ہوں جو ٹیڑھ کا شکار ہوں۔۔۔ لیکن میں انہیں کیسے سیدھا کروں جو پہلے سے ہی بہت زیادہ سیدھے ہوں۔ خیال رکھیے گا۔ چلتا ہوں۔۔۔"

حنیفہ مسکرائے تھے۔ پھر ہنس دیے۔ انہیں اسکی وضاحت نے مزہ دیا تھا۔

"کہاں جا رہے ہو۔۔۔؟"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

وہ جو آگے بڑھ رہا تھا لمبھر کو ٹھہرا۔ پھر بغیر پلٹے گھر اساس لیا۔

"اس قبیلے کے ایک انتہائی معصوم انسان کے پاس۔" اس نے کہا اور دروازہ دھکلیتا باہر نکل گیا۔ حنیفہ پیچھے مسکرا کر سرفی میں ہلا رہے تھے۔ کبھی کبھی انہیں یا سر پر واقعی ترس آتا تھا۔ وہ اب سامنے موجود فائلز کھول کر دیکھ رہے تھے۔ چہرے پر آسودہ سی مسکراہٹ بھی جگمگاری تھی۔ بہت دنوں بعد انہیں اپنے کندھے بے حد بلکے محسوس ہوئے تھے۔



وہ سردار کے سفید محل چلا آیا۔ وہ اپنے اسماٹ فون کو کان سے لگائے کسی سے بات کر رہے تھے۔ چہرے پر سنجیدگی سی تھی۔ اس نے کار کی چاپی جیب میں اڑسی اور دبے قدموں آگے بڑھ آیا۔ بغور ذرا آگے جھانک کر سردار کا چہرہ بھی دیکھا۔ انہوں نے اسکی موجودگی محسوس کر کے ایک نظر اسے پلٹ کر دیکھا تھا۔ اس نے مسکرانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ کیونکہ سردار اسی پل اپنا چہرہ تیزی سے پھیر گئے تھے۔ اسکی مسکراہٹ غائب ہوئی۔ وہ اپنا فون رکھ چکے تھے۔ اس نے آگے بڑھ کر صوف پر بیٹھتے ہوئے انہیں غور سے دیکھا تھا۔

"کیا۔۔۔ میں نے کچھ ایسا کر دیا ہے جو مجھے نہیں کرنا چاہیے تھا۔؟"

سردار نے ایک ٹانگ پر دوسری ٹانگ رکھ کر اسے دیکھا تھا۔ اس نے ان کا ٹانگ پر ٹانگ رکھنا دیکھا تو بے اختیار ہی تھوک نگلا۔ ساتھ ہی ٹائی کی گردہ بھی ڈھیلی کی۔

"کیا ہوا، دادا۔؟"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

چلو جی۔۔۔ اس نے بے بسی سے آنکھیں میچی تھیں۔ اف۔۔۔ نات آگین۔۔۔

"تو اس نے بر قی رفتار سے آپکو میری شکایت بھی لگادی۔۔۔؟"

"ہا۔۔۔ بالکل۔۔۔ کیونکہ میں اسکا دوست ہوں۔۔۔"

"اچھا۔۔۔ بڑی دوستیاں گانٹھ رہے ہیں آپ آجھل۔۔۔ اگر آپ اسکے دوست ہیں تو میرے کیا ہیں۔۔۔؟" وہ گھائل نظر آرہا تھا۔ سردار کے ہر انداز سے بغاوت کی بو آرہی تھی۔

"صرف دادا ہی تو ہوں تمہارا۔۔"

"صرف۔۔ صرف دادا۔۔!" کچن کے دروازے میں کھڑے میثم کے دانت نکل آئے تھے۔ اس نے اسے سختی سے گھورا لیکن وہ ڈھیٹوں کی طرح کھڑا رہا۔ اسے سردار کی سپورٹ حاصل تھی۔ یاسر اسکا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔

"وہ تمہیں کتنا پسند کرتی ہے اور تم ہمیشہ اسکے ساتھ اتنی بد تمیزی سے پیش آتے ہو۔ کتنی بربی بات ہے۔ میں نے تمہاری ایسی تربیت تو نہیں کی تھی۔۔"

وہ جو جواباً کچھ تیز سا کہنے لگا تھا انکی بات پر لمح بھر کو چونک کر رک سا گیا۔ حیرانی سے چہرہ پھیر کر انہیں دیکھا۔

"اس نے۔۔ آپ سے کہا۔۔ کہ وہ مجھے پسند کرتی ہے۔۔؟" انگلی سینے پر رکھ کر بے یقینی سے پوچھا تھا۔ سردار یہاں ہلاکا سا مسکرائے تھے۔ جیسے انہیں بہت ناز تھا کہ سسیلینہ نے ان سے اپنا راز شیشیر کیا ہے۔

"ہاں۔۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا وہ تمہیں ناپسند کرتی ہے۔ تو اس نے کہا کہ نہیں۔۔ تم اسے ہمیشہ سے اپچھے لگتے تھے۔ اور اس نے ولی احمد کا ذکر صرف اسی لیے کیا تھا تاکہ تمہیں احساس دلا سکے۔ ٹھیک ہے کہ وہ ولی احمد کو تم سے زیادہ پسند کرتی ہے لیکن اس میں کچھ قباحت بھی نہیں۔ ولی پسند کیے جانے کے قابل ہے اور تم۔۔" ذرا ٹھہر کر ناقدانہ سی نگاہ اس پر ڈالی تھی۔۔ "تم بھی ہو۔۔ پسند کیے جانے کے قابل۔۔" میثم کا اب کہ قہقہہ ابھرا تھا۔

"آپ دونوں میرا اچھا خاصہ موڈ غارت میں سب سے آگے ہمیشہ کیوں ہوتے ہیں، دادا۔؟"
اس نے پوچھ ہی لیا۔ خفگی سے۔۔ سردار نے اسکی جانب دیکھا۔۔

"تمہارا موڈ غارت ہونے کے قریب ہی ہوتا ہے۔۔ بس ہمارا موقع پر موجود ہونا اسے ہمارے سر ڈال دیتا ہے۔۔ انکی منطق پر وہ انہیں لمبے بھر کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔۔ پھر اٹھ کھڑا ہوا۔۔ سر جھکا کر انہیں دیکھا۔۔

"مجھے مزید کوئی بات نہیں کرنی آپ سے۔۔"

"اچھا کھانا تو کھالو۔۔"

"نہیں۔۔ آپ کھالیں اپنی بیست فرینڈ سیلینہ کے ساتھ۔۔" آگے بڑھ کر زینے عبور کیے اور پھر کمرے کا دروازہ ٹھہا کی آواز کے ساتھ بند کیا۔۔ دادا اور میشم نے بے ساختہ ہی ایک دوسرے کی جانب دیکھا تھا۔۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"چھوٹے صاحب تو بہت غصے میں آگئے ہیں۔۔"

"مجھے جو جواب چاہیے تھا وہ مل گیا، میشم۔۔" آج سردار بہت خوش تھے۔۔ انہیں بس صبح کا انتظار تھا۔۔ اور اس خوشگوار صبح کے متعلق سوچ کر ہی انہیں نیند نہیں آرہی تھی۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلی صبح بہت خوشگوار تھی۔۔ ہوا میں موجود خنکی، سورج کی لاژوال خوبصورت کرنیں اور ماحول کی سکینت نے ہرشے کو تازگی کا احساس بخشنا تھا۔۔ وہ اور حنیفہ ناشتے کے بعد ٹی وی لاونج میں

براجمان، لیٰ وی دیکھ رہے تھے۔ اسکے چہرے پر بے پناہ خوشی تھی جبکہ حنیفہ کے چہرے پر بے پناہ فخر۔۔ اسکا ڈرامہ آن ائیر ہو گیا تھا اور اسکی ریٹینگ بے حد زبردست شمار کی جا رہی تھی۔ ابھی محض ایک ہی دن ہوا تھا اور لوگوں کا ثابت رد عمل اس ڈرامے کی شہرت کو مزید چار چاند لگا رہا تھا۔

خبروں، مختلف شوبز کے چینز اور گلیمر ایجنسی کے آفیشل چیج پر اسکے ڈرامے سے متعلق تبصرے کیے جا رہے تھے۔ انڈسٹری کے ماہر افراد اس ڈرامے کو سیلینے کے لیے اک نی اور خوش آئند بنیاد قرار دے رہے تھے۔ فیز کارسپانس اور لوگوں کے منقی رد عمل ایک ہی رات میں واضح طور پر تبدیل ہوئے تھے۔ وہ ہمیشہ سے ایک اچھی اداکارہ تھی۔ اس بات پر اسکے دشمنوں کو بھی اس سے اختلاف نہیں تھا۔

حنیفہ نے ہاتھ بڑھا کر اسے خود سے لگایا تھا۔ انکی آنکھیں بھی ہوئی تھیں۔

"میری بھی کے نصیب میں اللہ نے بہت کامیابیاں لکھی ہیں۔ ہمیشہ خوش رہو۔۔" انہوں نے اسکا ماتھا چوما تو اس نے پر سکون سے انداز میں پناہ مرا نکل سینے سے ٹکائے رکھا۔ قدرت نے اسکی تمام تر آزمائشوں کا صلح محض ایک ہی رات میں اسے دے دیا تھا۔

"اس پراجیکٹ کے بعد کیا کرنے کا ارادہ ہے۔۔؟ دوسرے پروڈکشن ہاؤس سس اب تمہیں اپروچ کریں گے۔ کس کے ساتھ کام کرنا چاہوگی۔۔؟" انہوں نے پوچھا تو اس نے گہرا سانس لیا۔

"میں نے کچھ سوچا ہے، بابا۔۔ وقت آنے پر آپکو بتاؤں گی۔" اس نے مسکرا کر کہا تو حنیفہ نے سر ہلایا۔ اسی پل سائرہ گھر کے اندر داخل ہوئی تو ان دونوں نے چہرے پھیر کر اسے دیکھا۔ اسکے ہاتھ میں بکے اور کیک کا ڈبا تھا۔ یقیناً وہ سیلینے کے کامیاب پراجیکٹ کے بعد یہ خبر سن کر ہی آئی۔

تھی۔ اور آتے ساتھ ہی خوشی سے چیختی تھی۔ سیلینہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا۔ حنیفہ اب ان دونوں کو مسکرا کر دیکھ رہے تھے۔ ساتھ ہی انہوں نے ملازم کو بھی آواز دی تاکہ وہ سائرہ کے ہاتھ سے سامان لے سکے۔

"میں تمہارے لیے بہت خوش ہوں۔۔۔" اسے خود سے لگائے وہ بولی تو سیلینہ مسکرا دی۔ پھر اسے اپنے ساتھ لیے لاونچ تک چلی آئی۔ اسکا پھٹا ہونٹ دیکھ کر سائرہ کو مزید تشویش ہوئی تھی۔ زخم چونکہ خاصہ گھرا نہیں تھا تو وہ محض ہلکا سا جامنی دکھ رہا تھا۔

"یہ ان جاہل لوگوں نے کیا ہے نا۔۔۔؟" اس نے سائرہ کے سوال پر گھرا سانس لیا تھا۔ پھر سر اثبات میں ہلایا۔

"ہاں۔"

"تم نے کیس کیوں نہیں کیا ان پر۔۔۔؟ عدالتون میں گھسیٹو ذلیل لوگوں کو اللہ پوچھئے گا منحوسوں سے۔" بیست فرینڈِ موڈ سے نکل کر وہ اماں والے موڈ میں داخل ہو چکی تھی۔ سیلینہ نے اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر دھیرج رکھنے کا اشارہ کیا تھا۔

"جانے دو۔ ایسے لوگوں کے ساتھ اپنا وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ۔۔۔؟ میں نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کیا ہے۔ تم بھی اسے سپرد کر کے بے فکر ہو جاؤ۔" وہ اتنے ٹھنڈے پر سکون سے انداز میں بولی تھی کہ حنیفہ لمبے بھر کو حیران ہوئے۔ سائرہ اور انکی نگاہوں کا تبادلہ بے ساختہ تھا۔

"کیا تم نے انہیں معاف کر دیا ہے۔۔۔؟"

اُنکے پوچھنے پر وہ آہستہ سے سرا اثبات میں ہلانے لگی۔

"جی بابا۔ میں نے انہیں معاف کر دیا ہے۔ ہر ظلم اور ہر کوتا، ہی پر۔"

"اسکے باوجود بھی کہ انہوں نے تمہارے ساتھ ایسا سلوک کیا۔؟ ایسا سلوک جو کسی جانور کے ساتھ بھی نہیں کیا جاتا۔!" سائرہ کو اسکی دریا دلی ایک آنکھ نہیں بھائی تھی۔ وہ ٹی وی کی جانب دیکھتی مسکرانے لگی۔ اسکی کامیابیوں کے بارے میں ہر چینل پر گفتگو کی جا رہی تھی۔ ایک وقت تھا جب لوگ اسے ذلیل و رسوا کر رہے تھے۔ اور ایک یہ وقت تھا کہ وہی لوگ اب اسے پھر سے آسمانِ دنیا پر بٹھانے کے لیے بے تاب تھے۔ اسکے چہرے پر اک اداسِ مسکراہٹ آٹھبری تھی۔

"میں نے سب کو معاف کر دیا ہے۔ میں اپنی زندگی کو مزید انکی سیاہیوں کے باعث آلو دہ نہیں رکھ سکتی۔ میں دل میں بعض وعداوت رکھ کر اپنا قیمتی وقت اور توانائی ان میں سے کسی پر بھی ضائع نہیں کرنا چاہتی۔ وہ پہلے ہی مجھے اندر سے بہت کھاچکے ہیں۔ میں انہیں اپنا آپ مزید کھانے نہیں دے سکتی۔"

اسکی بات پر وہ دونوں ہی چپ سے ہو گئے تھے۔ پھر یونہی ٹی وی کی جانب دیکھنے لگے۔ کچھ پل بعد سائرہ کی آواز ابھری۔۔۔

"تم معاف کیسے کر سکتی ہو۔؟ انسان ہی ہونا تم۔؟ یا کوئی آسمانی فرشتہ۔؟"

اور وہ بے اختیار ہی نہس دی تھی۔ بہت سوچ بچار کے بعد بھی سائرہ کو ادراک نہ ہوسکا کہ وہ ایسے لوگوں کو معاف کرنے کی ہمت کہاں سے لاسکتی تھی۔

"تم لمح بھر کو خاموش ہوئیں تو مجھے لگا کہ شاید میری بات تمہیں سمجھ آگئی ہے۔ اف ہے سائرہ۔۔۔" وہ ہنس کر سرخ ہورہی تھی۔ حنیفہ نے اسے بہت دنوں بعد خوش دیکھا تھا۔ وہ خواہ خواہ ہی مسکرانے لگے تھے۔ سائرہ بھی ڈھٹائی سے ہنسی۔

"مجھ سے ایسی باتیں سمجھنے کی امید رکھی بھی کیسے تم نے۔۔۔؟"

"واقعی۔۔۔ میں نے تم سے ایسی امید رکھی بھی کیسے۔۔۔؟" اسی پل دروازے میں ارمان اور سلمان نمودار ہوئے تھے۔ سلمان کے ہاتھ میں پھول تھے اور ارمان کے ہاتھ میں مٹھائی۔۔۔ وہ دونوں بھی یقیناً سیلینہ کو اسکے ڈرامے کی کامیابی پر مبارک باد دینے آئے تھے۔ گھر یکدم ہی بھرا بھرا سا لگنے لگا تھا۔ سلمان اب حنیفہ کے ساتھ بیٹھتے اسے مبارک باد دے رہے تھے۔ ارمان نے بھی اسے مبارک سلامت سے نوازا۔ نگاہ سائرہ پر پڑی۔۔۔ ابرو خوشنگواریت سے اوپر کو اٹھے۔۔۔ مسکراہٹ آپ ہی آپ لبوں پر گھلنے لگی۔۔۔ سائرہ نے اسے ایک نگاہ دیکھا۔۔۔ اسکے مسکراتے انداز پر وہ گلابی ہوئی تھی۔۔۔ ساتھ ہی سر بھی جھٹکا۔۔۔ سیلینہ نے ان دونوں کی جانب باری باری دیکھا۔۔۔ پھر سائرہ کی جانب جھکی۔

"آج ارمان ہینڈ سم لگ رہا ہے نا۔۔۔؟"

"ہاں نا۔۔۔ کیا۔۔۔؟" یکدم مسکرا کر کہتی سائرہ چونکی تھی۔ وہ ہنس پڑی۔ اسکے بے ساختہ قہقہے پر گھر والے اسے دیکھنے لگے تھے۔ اس نے جلدی سے لبوں پر ہاتھ رکھ کر خود کو مزید ہنسنے سے روکا تھا۔ سائرہ کا چہرہ۔۔۔ اف۔۔۔

"آپ کب آئیں بیٹا۔۔۔؟" سلمان نے سائرہ کی جانب دیکھ کر پوچھا تھا۔

"جی۔۔۔ بس کچھ دیر پہلے ہی آئی ہوں انکل۔۔۔ سیلین کو مبارک باد دینے۔۔۔" نگاہ پھر سے ارمان پر پھسلی۔۔۔ رخسار گلابی ہوئے۔ کیوں دیکھتا تھا وہ اتنے پیارے انداز سے۔ اس نے نگاہیں پھیر لی تھیں۔

"مان لو کہ وہ ہینڈ سم لگ رہا ہے۔۔۔" سیلین نے پھر سے جھک کر کہا تھا۔ سائزہ نے اسے آنکھیں دکھائیں۔ اسکا آنکھیں دکھانا ارمان نے دیکھ لیا تھا۔ اس نے مسکراہٹ دبا کر رخ ٹی وی کی جانب پھیرا۔

"کل یاسر کو کیا ہوا تھا۔۔۔؟" حنیفہ نے یکدم ہی پوچھا تو سب چونکے۔ سلمان اور سیلین سب سے زیادہ۔ ارمان نے حنیفہ کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"کیا ہوا تھا اسے۔۔۔؟ ٹھیک تو واپس آیا تھا وہ۔۔۔"

"پتہ نہیں۔ جب میرے آفس آیا تو بہت اکھڑا اکھڑا سالگ رہا تھا۔ جیسے ساری دنیا سے خفا ہو۔ تمہاری اس سے لڑائی ہوئی تھی کیا سیلین۔۔۔؟" انہوں نے یکدم ہی ٹھہر کر پوچھا تھا۔ اس نے لب کھولے پھر بند کر لیے۔۔۔ پھر کھولے۔۔۔

"میں نے کچھ نہیں کہا۔ میں تو اس سے اپنے لائجہ عمل کی معافی مانگ رہی تھی۔۔۔" منمناتی سی آواز ابھری۔۔۔

"پتہ نہیں پھر کہاں سے درمیان میں ولی احمد آگیا۔۔۔!" یہ جملہ سلمان نے مکمل کیا تھا۔ اسکا چہرہ گلے تک سرخ ہوا تھا۔ ارمان، سائزہ اور حنیفہ اب سلمان کی جانب وضاحت طلب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ گڑبرڑائے۔۔۔

"ولی احمد۔۔؟ کون ہے یہ۔۔؟"

"کوئی نہیں، حنفیہ۔ تمہارا جانا ضروری نہیں ہے۔" انہوں نے کہا تو حنفیہ کو مزید تجسس ہوا۔ اسی پھر سیلینہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے یہاں سے اٹھنے میں ہی عافیت جانی تھی۔

"آپ لوگ بیٹھیں۔۔ میں سب کے لیے چائے بنوائی ہوں۔"

"ہاں ضرور۔۔ ہم آج تمہارے ہاتھ کی چائے پی کر ہی جائیں گے۔" سلمان نے یکدم ہی خوش ہو کر کہا تھا۔ سائرہ بھی اسکے ساتھ اٹھ کر کچن کی جانب بڑھ گئی تھی۔ پھر اسے کہنی سے تھام کر اپنی جانب گھما�ا۔۔

"تمہاری یاسر سے لڑائی ہوئی ہے۔۔؟"

"ہاں۔۔ تھوڑی سی۔۔" اسکے لمحے میں ہلاکا سا افسوس بھی تھا۔ سائرہ نے بغور اسکا چہرہ دیکھا۔

"کس بات پر۔۔؟"

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"میں نے اس سے پوچھا کہ کیا وہ مجھے پسند نہیں کرتا۔۔ اس نے کہا کہ نہیں کرتا۔۔ پھر مجھے غصہ آگیا۔۔ میں نے کہا کہ میں ولی احمد کو اس سے زیادہ پسند کرتی ہوں۔۔ وہ ناراض ہو کر چلا گیا۔۔"

"کیا۔۔؟"

"ہاں۔۔" اسے اب اپنی بیوی کی پر شدید افسوس ہوا تھا۔ سارہ یکدم ہنس دی تھی۔ سیلینہ نے بد مزہ ہو کر اسے پرے دھکیلا اور پھر چائے بنانے کے لیے مڑی۔ ساتھ ہی راجہ کو بھی آواز دی۔ مزید لوازمات کے لیے ہدایات دیں۔ سارہ اب تک ہنس رہی تھی۔

"ہنس لو تم۔۔"

"میں بس یہ سورج رہی ہوں کہ اگر وہ تمہیں پسند نہیں کرتا تو پھر ولی احمد کے ذکر پر اتنا اوپنیڈ کیوں ہوا۔۔؟ ہو سکتا ہے وہ راز دارانہ طور پر تمہیں پسند کرتا ہو۔ یا تم سے محبت کرتا ہو۔۔"

"بالکل۔۔ خواب میں آپکے۔" اس نے سر جھکتا تھا۔

"یا ہو سکتا ہے کہ وہ یہاں تمہارا رشتہ لے کر آتا ہی ہو۔۔" وہ مزید بولی تھی۔ ساتھ ہی اسکی حالت سے خط بھی اٹھا رہی تھی۔ سیلینہ نے اسے ایک نظر پلٹ کر دیکھا تھا۔

"بالکل۔۔ کیوں نہیں۔۔ دیکھو۔۔ کہیں دروازے میں تو نہیں کھڑا وہ مٹھائیاں لے کر۔۔" اسی پھر سردار نے اپنا کلف لگا سفید کرتا شوار زیب تن کیا تھا۔ پھر خود کو آئینے میں دیکھا۔ پرفیوم بے دریغ خود پر چھڑکا۔ ساتھ ہی انہوں نے میشم کو بھی آوازیں دی تھیں۔

"یاسر کو کہا تم نے سفید کرتا پہنے۔۔؟"

"جب۔۔ کہہ دیا۔" اگلے کئی لمحات میں سردار اور میشم لاڈنچ میں سفید کرتے زیب تن کیے، اسکا انتظار کر رہے تھے۔ وہ کمرے سے باہر نکلا۔ ساتھ ہی کلائی میں گھٹری باندھنے لگا۔ دھلے دھلانے سے بالوں کو ایک جانب جمائے، سفید کرتے میں وہ ترو تازہ سالگ رہا تھا۔ لیکن پھر یکدم ہی سردار اور

میثم کو دیکھ کر چونکا۔ وہ دونوں نگاہوں پر سیاہ چشمے چڑھائے، گردن اکٹائے، سنجیدہ چہروں کے ساتھ اسکے منتظر لگ رہے تھے۔ اس نے آگے بڑھ کر ان دونوں کو بغور دیکھا۔

"هم تینوں کہاں جا رہے ہیں، دادا۔ کسی بھی پلاٹ ٹوئست کے بغیر مجھے ابھی سے بتا دیں۔"

دادا نے اسکی جانب نہیں دیکھا۔ آہستہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ میثم کو اشارہ کیا۔ وہ اشارہ سمجھ کر باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔

"تمہارا سیاہ چشمہ کہاں ہے۔؟"

"یہ کیا ڈرلیں کوڈ کا حصہ ہے۔؟" اسے الجھن ہوئی تھی۔

"اوہ ہوں، گستاخ۔ آج کوئی بحث نہیں۔" اس نے چاروں ناچار نگاہوں پر گلاس چڑھایا۔

"میں بتارہا ہوں، دادا۔ تینوں کارٹون لگ رہے ہیں۔" سردار اور میثم بہت سنجیدہ تھے۔ آج وہ ایک اہم کام کرنے جا رہے تھے۔ وہ اسکے ساتھ ذرا بھی نرمی نہیں دکھانا چاہتے تھے۔ وہ فرنٹ سیٹ پر آبیٹھا۔ گلاس کے پیچے چپھی آنکھوں میں اب واضح تشویش تھی۔ سردار اسکے ساتھ والی نشت کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ رہے تھے۔ پیچے میثم بیٹھ رہا تھا۔ اس نے نگاہوں سے چشمہ اتار کر انہیں دیکھا۔

"مجھے بتائیں تو سہی ہم کہاں جا رہے ہیں۔؟" دادا نے اسے دیکھا۔ یعنی واقعی دیکھا۔

"گستاخ۔ چشمہ پہنوا۔" جلال سے کہا تو اس نے ڈر کر چشمہ پہن لیا۔

"کیا ہوا ہے یار--؟ آپ لوگ یہ صحیح کون سا ڈرامہ پر فارم کرنے جا رہے ہیں--؟" اسے
اب کہ باقائدہ پریشانی ہونے لگی تھی۔

"اگر اگلے دو منٹ میں تم نے کار اسٹارٹ نہیں کی تو تمہاری خیر نہیں ہوگی، یاسر عالم--" دادا کی
تشیبہ پر وہ انہیں چند پل دیکھتا رہا۔ پھر سمجھ کر سر ہلایا۔ کار اسٹارٹ کی--

"اب بتائیں کہاں جانا ہے--؟"

"حنفیہ کے گھر--"

اسکا پیر یکنہت ہی بریک پر جا پڑا تھا۔ پیچھے سیدھ میں بیٹھے میشم کا چشمہ جھٹکے پر گاڑی رکنے سے بے
ساختہ ہی پھسلا تھا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر فورا اسے درست کیا۔ اس نے بھی اپنے گلاس اتار کر
بے یقینی سے انکی جانب دیکھا۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"هم وہاں کیوں جا رہے ہیں--؟"

"عینک لگاؤ، بیو قوف--!"

اس نے اف کہہ کر دوبارہ گلاس لگالیے تھے۔

"دادا بتائیں تو سہی--"

"ایک اور سوال-- اور تم جائیداد سے عاق کر دیے جاؤ گے--" اس نے گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کر دی
تھی۔ اب کہ کانوں سے واضح طور پر دھواں نکلا تھا۔ چہرے پر تشوش سی پھیلی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ آپ ایک دفعہ مجھے اس جائیداد سے عاق کر ہی دیں۔ آپکا شوق بھی پورا ہو جائے گا اور میرے اندر سے جائیداد کا بچا ہوا خوف بھی نکل جائے گا۔" اس نے جل کر کہا تھا۔ اب کہ سردار نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ آج بہت خوش تھے۔ لبوں پر ابھرتی مسکراہٹ بمشکل دبارکھی تھی۔ اگلے کچھ لمحات بعد وہ حنفیہ کے گھر میں داخل ہو رہے تھے۔ میشم کو اشارہ کیا تو وہ پچھلی سیٹ پر رکھا مٹھائی کا ٹوکرہ اٹھا لایا۔

"یہ مٹھائی کس خوشی میں ہے۔؟" اب کہ وہ بری طرح چونکا تھا۔

"سیلینہ کی کامیابی کی خوشی میں۔۔ اور کس لیے۔۔؟" وہ دونوں آگے بڑھے تو اسے مرتا کیا نہ کرتا کے مصدق ان کے پیچھے بڑھنا پڑا۔ ان کے اندر بڑھتے ہی گھر میں بے ساختہ ہی خوشی کی اک لہر سی اٹھی تھی۔ کچن سے باہر کی جانب بڑھتی سیلینہ دادا کو دیکھ کر چونکی تھی۔ اس نے پلٹ کر بے اختیار ہی سائزہ کو دیکھا تھا۔ خلاف توقع وہ حیران نہیں لگ رہی تھی۔ اور اسے حیران نہ دیکھ کر سیلینہ چونکی تھی۔ دادا اب مسکرا کر حنفیہ اور سلمان سے بات کر رہے تھے۔ عینک اتار کر ساتھ رکھ لی تھی۔ خوشی تھی کہ چہرے سے پھوٹی پڑ رہی تھی۔ پھر وہ اسے دیکھ کر مسکرائے۔۔ وہ بھی جواباً مسکرائی تھی۔ اسی پل یاسر اندر داخل ہوا۔ اسکی آنکھوں پر گلاس لگے تھے۔ اور وہ اس سفید کرتا شلوار میں بہت جاذب نظر دکھ رہا تھا۔ اسکے آنے پر یکدم ہی لاونچ میں عجیب سی رونق اتر آئی تھی۔ ارمان نے اسے خاص اپنے پاس جگہ دی۔ وہ ناسمجھی سے سب کا ایسا والہانہ انداز دیکھ رہا تھا۔

اسی پل سارہ نے اسے اپنے ساتھ لیا اور کمرے کی جانب بڑھ آئی۔ اسکا ذہن ماؤف ہو رہا تھا۔ اس نے اسے کمرے کے اندر کر کے دروازہ بند کر دیا تھا۔ اسکا لباس گلابی تھا اور اس لباس کا دوپٹہ ریشمی۔ اس نے گلابی دوپٹے کو اسکے سر پر ڈالا تھا۔ سیلینہ اسے بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔ کچھ تھا جو اسے حیران کر رہا تھا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے، سارہ۔؟"

وہ اسے دیکھ کر مسکرائی تھی۔ پھر اسے گلے لگایا۔ زور سے۔ آنکھوں میں یکدم ہی جانے کیوں نہیں سی اتری تھی۔

باہر لاڈنخ کا منظر بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ یاسر خاموش تھا۔ گلاس اتار کر ہاتھ میں پکڑ لیے تھے۔ اس سیلینہ کی طرح کسی کی وضاحت درکار نہیں تھی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ سردار اب کیا بات کرنے والے تھے۔ ارمان نے اسکے اطراف میں بازو پھیلار کھا تھا۔ اس نے محض گھر اسنس لیا تھا۔ حنیفہ کے علاوہ سب کو پتہ تھا کہ وہ کیا بات کرنے والے تھے۔ کچھ دیر معمول کی گفتگو کے بعد وہ جیسے مدعا پر آتے ہوئے کہنے لگے۔

"هم سیلینہ کا رشتہ لینے آئے ہیں، حنیفہ۔ یاسر کے لیے۔"

انہوں نے کہا۔ اندر وہ اب تک سارہ کے سامنے بے یقینی سے ایستادہ تھی۔

"وہ تمہارا ہاتھ مانگنے آئے ہیں۔ یاسر کے لیے۔"

اسکے لب ادھ کھلے رہ گئے۔ گلابی دوپٹے کے ہالے میں اسکا چہرہ دمک رہا تھا۔ شہد رنگ آنکھوں میں بے یقین، حیرت، استجواب۔ سب تھا۔ سارے جذبات گڑ مڈ ہور ہے تھے۔ حنفیہ پہلے چونکے۔ پھر سیدھے ہو بیٹھے۔ سلمان اور سردار کی آسودہ مسکراہیں انہیں کچھ اور ہی داستان سنارہی تھیں۔ وہ لاجواب ہو چکے تھے۔

"کیا تمہیں یہ رشتہ منظور ہے۔؟" سردار نے پوچھا۔ حنفیہ کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ انہوں نے اگلے ہی پل سرا ثابت میں ہلا�ا تھا۔

"مجھے اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں ہے، سر۔ لیکن میں سیلینہ سے ایک دفعہ پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"بے شک۔ ہم یہیں بیٹھے ہیں۔ تم اپنی تسلی کرلو۔"

وہ اٹھے اور پھر اسکے کمرے کی جانب بڑھے۔ وہ اب بیڈ پر براجمان تھی۔ انہوں نے دروازہ دھکیلا اور اسکی جانب دیکھا۔ اس سادہ سے انداز میں بھی کتنی پیاری لگ رہی تھی وہ انہیں۔ سارہ اسکے کندھوں پر دونوں ہاتھ رکھے، اسکے ساتھ ہی کھڑی تھی۔ حنفیہ آگے بڑھ آئے۔ اسکے سامنے رکھی کرسی کھینچ بیٹھے۔ اسے محبت بھری نظرؤں سے دیکھا۔

"کیا تم۔ اس رشتے کے لیے راضی ہو، بیٹا۔؟"

اس کا حلق آنسوؤں کے باعث بھاری ہو رہا تھا۔ اسے جانے کس بات پر رونا آرہا تھا۔ چند پل وہ اسے دیکھتے رہے۔

"جی بابا۔" اس نے کہا۔ آنکھوں سے آنسو بھی ٹوٹے۔ کیا ساری ذلت کا صلہ آج اتنے بڑے انعام کے ساتھ مل رہا تھا اسے۔۔۔ وہ آگے بڑھے۔ اسکا سر چوما۔ اسے خود سے لمحے بھر کے لیے لگایا۔ انکی آنکھوں میں بھی نمی تھی۔ سارہ بھی رونے لگی تھی۔

"ابھی تو آئی تھی رونق زندگی میں میری۔۔۔ اب یہ رونق کسی اور گھر کا حصہ بننے جا رہی ہے۔ لیکن میں اللہ کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔ میں تمہیں اپنے گھر سے رخصت کر دوں گا۔۔۔ اپنی چھت سے۔۔۔"

وہ ان سے لگی رونے لگی تھی۔ اسے تھپک کر وہ باہر چلے آئے۔ سردار نے انکا چہرہ بغور دیکھا۔ "اسے رشتہ پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" اور اگلے ہی پل مبارک سلامت کی صدائیں ابھری تھیں۔ حنیفہ نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا تھا۔ وہ مسکرا یا تھا۔ وہ اب اسے تھپک رہے تھے۔ پھر سلمان نے اسے گلے لگایا۔۔۔

visit for more novels:

"ثابت ہوا کہ وہ ولی کو اتنا پسند نہیں کرتی جتنا تمہیں کرتی ہے۔۔۔" وہ انکی سرگوشی پر دل آویزی سے ہنس دیا تھا۔ پھر سردار نے اسے گلے لگایا۔ باعثِ مسرت انکی آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔

"میرا کو لڈ بد لحاظ پوتا۔۔۔ یقین نہیں آرہا کسی لڑکی نے تم سے شادی پر حامی بھر لی ہے۔۔۔" انکے کہنے پر سب ہنس دیے تھے۔ پھر اسے ارمان نے گلے لگایا۔

"رشتہ مبارک ہو، یارا۔۔۔"

"بس یہ بتاؤ کہ یہ سب پلان کب کیا تھا۔۔۔؟" اس نے اس سے گلے ہی پوچھا تھا۔ وہ ہنس دیا۔۔۔

"جب تم نے ٹھاہ دروازہ مار کر دادا کو کہا تھا کہ اپنی بیسٹ فرینڈ سیلینہ کے ساتھ ہی کھانا کھا لیں۔۔۔" اور وہ بے بسی سے مسکرا دیا تھا۔ لاونچ میں مٹھائیوں کی بہتات سی لگ گئی۔ میشم نگاہوں پر عینک اب تک لگائے ہوئے تھا۔ ساتھ ساتھ وہ اور راجہ سب کو مٹھائی بھی کھلا رہے تھے۔ اسی پل کمرے سے سامرہ کے ساتھ سیلینہ بھی چلی آئی تھی۔ اسکے سر پر موجود گلابی دوپٹہ اب کہ کندھوں پر آگرا تھا۔ بال ہاف بندھے تھے۔۔۔ اک لٹ رخسار پر بھی جھول رہی تھی۔ دادا نے آگے بڑھ کر اسے اپنے ساتھ بٹھایا تھا۔ وہ اب سب کی جانب سے دی گئی رشتنے کی مبارک باد پر مسکرارہی تھی۔

سامنے بیٹھا یاسر بس اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اسکی آنکھیں پھر سے اسکی جھولتی لٹ میں الجھنے لگی تھیں۔ کچھ تھا کہ اس نے بے بسی سے اپنا ہاتھ سر کے پچھے پھیرا تھا۔ اسکی ایک لٹ اسے پریشان کر رہی تھی۔۔۔ اسی پل سیلینہ کی نگاہ اسکی جانب اٹھی اور اگلے ہی پل جھک گئی۔ وہ اسکے ایسے انداز پر گنگ رہ گیا تھا۔ کیا وہ ہمیشہ سے اتنی ہی خوبصورت تھی۔۔۔؟ وہ جیران ہورہا تھا۔ ارمان نے اسکے سامنے ہاتھ لہرایا۔۔۔ وہ چونکا۔۔۔ فوراً نگاہ پھیری۔۔۔

"اب مجھے ایک اور اہم بات کرنی ہے۔۔۔"

سردار نے یکدم ہی کہا تو سب پھر سے انکی جانب متوجہ ہوئے۔ مٹھائی کی چاشنی اب تک زبان میں گھلی ہوئی تھی اور وہ سب ان سے کسی اور خوشگوار مطالبے کی امید لیے انہیں دیکھ رہے تھے۔ یاسر بھی انہی کی جانب دیکھ رہا تھا۔ انہوں نے اگلے ہی پل ہاتھ اٹھا کر ساتھ بیٹھی سیلینہ کے سر

پر ہاتھ رکھا تھا۔ وہ مسکرا رہے تھے۔ اور بقول دادی کے۔۔۔ وہ واقعی طام کروس جیسے وجیہہ دکھ رہے تھے۔

"میں اسی ہفتے اپنے بچوں کا نکاح چاہتا ہوں۔ اپنے سفید محل میں۔۔۔"

حنیفہ پھر سے چونکے۔ یاسر بھی چونکا۔ سیلینز اور اسکی نگاہیں بے ساختہ الجھی تھیں۔ سارہ پر جوش سی مسکرا رہی تھی۔ سردار نے ان سب کو رات ہی اپنے تمام لائجہ عمل سے آگاہ کر دیا تھا۔ انہیں ان کی کسی بات پر حیرت نہیں ہو رہی تھی۔ ارمان نے اسے پر جوش ہوتے دیکھا تو مسکرا کر رہ گیا۔

"لیکن سر۔۔۔ اتنا جلدی۔۔۔!" حنیفہ کے کہنے پر سردار نے کندھے اچکائے تھے۔

"اب ہماری بیٹی ہمیں عزیز ہے تو ہم عاجز ہیں۔ نکاح سادگی سے کیا جائے گا۔ سیلینز کی عین خواہش کے مطابق۔" انہوں نے لمحے بھر کو اسکی جانب شفقت سے دیکھا تھا۔ وہ بے یقین تھی۔

"جب یہ میرے پاس رہنے آئی تھی، تب اس نے مجھے بتایا تھا کہ یہ اپنی شادی کیسے کرنا چاہتی ہے۔ میں بالکل اسکی توقع کے عین مطابق یہ شادی ارتیخ کروارہا ہوں۔۔۔"

انکے کہنے پر اب سب سیلینز کی جانب سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگے تھے۔ وہ سب کے دیکھنے پر لمحے بھر کو گڑبرڈائی تھی۔

"جی۔۔۔ دادا ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ مجھے بے جا فضول خرچ نہیں کرنا اپنی شادی پر۔۔۔ اک سادہ لیکن برکت والا نکاح۔۔۔ رخصتی پر ان بچوں کے ساتھ کھانا کھانا جو سارا سال بھوک کی اذیت سے بلکہ رہے ہوں۔۔۔ سب کچھ سادگی سے۔۔۔ بغیر کسی شور شرابے اور بے چینی کے۔۔۔ سکینت سے

بھرپور۔۔ ویمے کے متعلق میں کچھ نہیں کہنا چاہتی۔۔ وہ دادا اپنی مرضی سے کر سکتے ہیں۔۔ "اس نے مضبوطی لیکن نرمی سے کہا تھا۔ حنیفہ کو اس پر آج سے پہلے کبھی اتنا فخر نہیں ہوا تھا۔ وہ ایک ایکٹریس تھی۔۔ ایک ایسی انسان جو دن رات تیز روشنیوں اور پسیے کی چمک دمک کے درمیان کام کرتی رہی تھی۔۔ اس سے ایسی سادگی کی توقع ان میں سے کسی کو بھی نہیں تھی۔۔ یہاں تک کہ یاسر کو بھی نہیں۔۔ وہ بس رخسار پر دو انگلیاں ٹکائے اسے قدرے فرصت سے تک رہا تھا۔ وہ مانتا نہیں تھا لیکن وہ اس سے اس پھر متاثر ہوا تھا۔

"بس تو پھر ٹھیک ہے۔۔ ویمہ یاسر اپنے انداز سے کر لے گا۔ باقی رخصتی اور نکاح سیلینہ کی مرضی سے ہو گا۔" سردار نے کہہ کر حنیفہ کی جانب دیکھا تو وہ مسکرائے۔ آج وہ بہت مسکرا رہے تھے۔

"جبیسا آپکو ٹھیک لگے، سر۔۔"

"ٹے کریں اس ہفتے نکاح۔۔ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں۔۔؟"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"نہیں، سر۔۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔۔ میرے ایک بہت پیارے دوست کا۔۔ بہت پیارا بیٹا ہے یاسر۔۔ مجھے اس جلد بازی پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔۔" حنیفہ کی بات پر سلمان مسکرائے تھے۔

"ٹھیک ہے۔۔ اور رخصتی تم ہمیں اسی ہفتے دو گے۔۔ رخصتی اور ویمہ ہم ایک ہی دن کریں گے۔۔ کوئی اعتراض۔۔؟"

سردار تو سارے فیصلے کر کے آئے تھے۔ یاسر نے تو اب جیران ہونا بھی چھوڑ دیا تھا۔ سیلینہ نے بے ساختہ ہی چہرہ اٹھا کر سارہ کی جانب دیکھا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ وہ جانتی تھی سیلینہ اتنی ساری خوشیاں پر اس نہیں کر پا رہی۔۔۔

"جی، سر۔۔۔ منظور ہے۔۔۔" حنیفہ اس دفعہ جواب دیتے ہوئے ہنس دیے تھے۔ ان کے ساتھ سردار بھی ہنسے تھے۔ ارمان نے اسے کہنی کا ٹھوکا دیا تو اس نے لمح بھر کو اسے دیکھا۔

"ایسے ایکٹ مت کرو جیسے تمہیں خوشی نہیں ہو رہی۔۔۔" اس نے ذرا جھک کر کہا تھا۔ یاسر نے اسے دیکھا۔ پھر اسکی جانب ہلکا سا جھکا۔

"میرا بس چلے تو میں اسے آج ہی رخصت کروا کر لے جاؤں۔۔۔" اور ارمان لمح بھر کو گنگ ہو کر اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔ وہ بے نیازی سے کہہ کر اب پھر سے رخسار پر انگلیاں رکھے گلابی لباس والی لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔

visit for more novels:

"تمہیں تو اچھی نہیں لگتی تھیں۔۔۔" اس نے قدرے جتا کر دبی سی سرگوشی کی تھی۔

"اب لگ رہی ہے نا۔۔۔" ذرا متاثر ہوئے بغیر ڈھنڈائی سے کہا تو ارمان ہنس دیا۔۔۔

"میسا۔۔۔!"

مٹھائیاں کھائی جا چکی تھیں۔ لاڈنخ میں کی دفعہ قہقہے گونجے تھے۔ خوش گپیاں۔ سفید روشن سی صبح۔ گلابی جوڑے میں ملبوس، سردار کی کسی بات پر ہنستی ہوئی ایک لڑکی۔ سفید کرتے شلوار میں ملبوس انتہائی فرصت سے اسے تکتا ہوا ایک لڑکا۔ گھر آج سے پہلے اتنا مکمل نہیں لگا تھا۔ پھر سب چھٹ

گئے۔ حنیفہ اور سلمان کو ایجنسی کے لیے نکلنا تھا۔ ارمان کو بھی آفس جانا تھا۔ یاسر کو بھی ایجنسی جانا تھا۔ میشم کو گھر کے کام کرنے تھے۔ سائرہ البتہ سیلینہ کے لیے آج خاص فراغت لے کر آئی تھی۔

سردار اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر حنیفہ سے اجازت طلب کی۔ اور باہر کی جانب یاسر اور میشم کے ساتھ بڑھ آئے۔ حنیفہ اور سلمان انہیں دروازے تک چھوڑنے آئے تھے۔ ارمان بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ سائرہ بھی سب کے پیچھے ہی سردار کو سی آف کرنے آگے بڑھ رہے تھے۔

"لگے ہاتھوں آپکو بھی رخصت کروالوں۔؟" اس نے ساتھ چلتی سائرہ کو کہا تھا۔

"خبردار۔ سوچیے گا بھی مت۔ میں نے سیلینہ کی شادی کا بہت انتظار کیا تھا۔ اب میں اسے بھرپور طریقے سے انجوائے کروں گی۔ کیا آپکو اپنے دوست کی شادی کا انتظار نہیں تھا۔؟" اس نے ذرا حیرت سے پوچھا تھا۔

visit for more novels:

"اڑکوں کو صرف اپنی شادی کا انتظار ہوتا ہے، سائرہ جی۔" اور اسکے برجستگی سے کہنے پر وہ بے ساختہ ہنس دی تھی۔ سیلینہ ان دونوں کی نوک جھونک کو پیچھے سے تک رہی تھی۔ لبوں پر ہلکی سی شیریں مسکراہٹ بھی تھی۔ پھر یکدم ہی اک خیال آنے پر اس نے اپنی سفید ہتھیلیوں کو نگاہ جھکا کر دیکھا تھا۔

اب ان ہتھیلیوں پر واقعتاً یاسر کے نام کی مہندی لگنے والی تھی۔
اسکا پور پور مہکنے لگا تھا۔

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com

google.com/search?q=u 1 :



Google



urdunovelbank



All

Images

News

Videos

Books

Sea

visit for more novels
www.urdunovelbank.com



<https://www.urdunovelbank.com> ...



Urdu Novel Bank

interesting and best famous urdu novels free Pdf Download on One click. all Categories new and old urdu novel stories..

[All Urdu Novels List](#)

Urdu Novel Bank website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں۔۔۔

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

()

جمع کو انکا نکاح طے کر دیا گیا تھا۔ جمع کو آنے میں ابھی تین دن باقی تھے۔ حنفہ اور اسکے ایسے کوئی خاص مہمان تھے ہی نہیں جنہیں وہ دعوت دیتے۔ محض سارہ تھی جو ہر دن آجایا کرتی تھی۔ وہ بھی آفتر شوُس اور انٹرویوز میں مصروف تھی۔ محض شام میں ہی فارغ ہوتی۔ ایک شام وہ یونہی اپنے شاپنگ کیے نئے کپڑوں کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی جب سارہ اسکے کمرے میں جھانکی۔ اسے بغور دیکھا۔

"اتنے دن ہو گئے یاسر سے بات نہیں ہوئی۔ اب مجھے وہ یاد آ رہا ہے۔"

اس کے کہنے پر سارہ کی آنکھیں یکدم ہی چمکی تھیں۔ وہ اندر چلی آئی۔ سیلیسہ جو آئینے کے سامنے کھڑی تھی، اسے کندھوں سے تھاما۔ سبز آنکھوں میں ڈھیروں سنجیدگی ابھر آئی۔

"پتہ ہے۔ جب رشتے کی بات طے ہو جائے تو ہونے والے شوہر سے ملاقات نہیں کیا کرتے۔ نہ اسے دیکھتے ہیں۔ نہ ہی اسے خود کو دیکھنے دیتے ہیں۔ بالکل بھی نہیں۔" اسکی آنکھوں میں ناسمجھی ابھری۔

"کیوں۔!"

"اسکی ایک بہت گھمیر وجہ ہے۔" سارہ نے چہرہ کچھ اور سنجیدہ بنالیا تھا۔ سیلینہ اب پلت کر اسے بغور دیکھ رہی تھی۔

"اور ایسی کیا وجہ ہے۔؟"

"کہتے ہیں کہ اگر نکاح سے قبل دلہن کو دیکھا جائے تو وہ شوہر کو نکاح کے بعد اتنی خوبصورت نہیں لگتی۔ وہ اسے عام سی لگتی ہے۔" اسکی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ سارہ نے بمشکل اپنی ہنسی ضبط کی تھی۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"واقعی۔؟ تم مزاق کر رہی ہو نا۔؟" اسے تو چج میں پریشانی لاحق ہو گئی تھی۔

"بالکل۔ کیا تم یاسر کے سامنے عام لگنا چاہتی ہو۔؟ کیا تم اسکے سامنے خوبصورت نہیں لگنا چاہتی۔؟" وہ چند پل اسے خالی خالی نظروں سے دیکھتی رہی تھی۔ یہ انکشاف اسکے لیے نیا اور چونکا دینے والا تھا۔ سارہ نے کمال انداز سے اسے یقین دلا یا تھا۔ اگلے دن وہ چھوٹے سے باغیچے میں، ہاتھوں کو مٹی میں لٹھیڑے، پودوں کے لیے تازہ مٹی گوندھ رہی تھی۔ مالی بھی اسکے ساتھ ہی موجود تھا۔ وہ اسکی ہدایات پر بھاگ کر سامان لا رہا تھا۔ جمپ سوٹ میں ملبوس، سر پر پھول

دار رومال باندھے، رخسار پر جھولتی لٹ لیے۔۔۔ وہ مصروف سی دکھ رہی تھی۔ آج اسے کام سے فراغت حاصل تھی اور خنیفہ نے بھی اسے باہر نکلنے سے منع کیا تھا۔

نکاح میں محض دو دن رہ گئے تھے۔ وہ گنگناتی ہوئی مشغول تھی۔ لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ بھی تھی۔ کام تقریباً ہو ہی گیا تھا۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر داخلی دروازے کی جانب بڑھ آئی۔۔۔ اندر سے کوئی اسی پل باہر نکلا تھا۔ سفید ڈریس شرٹ کے ساتھ خاکی رنگ کی پینٹ پہنے۔۔۔ فال پر چہرہ جھکائے۔۔۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کی جانب نہیں دیکھا تھا۔ بے دھیانی میں قدم اٹھاتی سیلینہ بے اختیار کسی سے ٹکرائی تھی۔ پھر یکدم ہی ڈر کر پیچھے ہوئی۔۔۔ سامنے والے نے بھی بے یقینی سے چہرہ اٹھا کر دیکھا تھا۔

"تم۔۔۔! تم کب آئے۔۔۔؟"

یاسر کو اپنے سامنے دیکھنے کی توقع نہیں تھی اسے۔ وہ اسے دیکھ کر لمبھر کو ٹھہرا تھا۔ نگاہیں اسکے چہرے پر بھکیں۔ رخسار، ماتھے اور ٹھوڑی پرمٹی لگی تھی۔ سوکھی سوکھی سی۔۔۔ وہ جو کچھ کہنے لگا تھا رک سا گیا۔ وہ اسکے ایسے دیکھنے پر ٹھٹک گئی تھی۔ پھر کچھ یاد آنے پر جلدی سے اپنی مٹی والے ہاتھ اسکی آنکھوں کے سامنے کیے۔

"تم مجھے ابھی نہیں دیکھ سکتے۔۔۔" تیزی سے کہا۔

"کیوں۔۔۔؟"

"ب۔۔۔ بس نہیں دیکھ سکتے۔۔۔"

"کوئی وجہ تو ہو گی نا۔۔" اس نے اسکے ہاتھوں کو سامنے سے ہٹانے کا تکلف بھی نہیں کیا تھا۔

"سامرہ نے کہا ہے کہ جو لڑکیاں نکاح سے پہلے اپنے ہونے والے شوہر کو دیکھتی ہیں وہ انہیں نکاح کے بعد اتنی خوبصورت نہیں لگتیں۔ وہ انہیں عام سی لگتی ہیں۔" انداز بہت سنجیدہ تھا۔ سامنے کھڑے گارڈ نے گہرا سانس لیا تھا۔

"اور تم نے اس وجہ پر یقین کر لیا۔۔؟"

وہ حیران بھی نہیں ہوا تھا۔ سادہ سے لبجے میں پوچھ رہا تھا۔

"اگر ہم نے احتیاط نہیں کی اور میں تمہیں شادی کے بعد اتنی خوبصورت نہ لگی تو۔۔؟" ہاتھ اب تک اسکی آنکھوں کے سامنے تھے۔ یاسر کو ہنسی آئی تھی۔

"تمہیں اور کتنا خوبصورت دکھنا ہے، سیلینہ۔۔؟ مجھے لگتا ہے میں اس سے زیادہ تمہاری خوبصورتی ہینڈل نہیں کر پاؤں گا۔ اتنی کافی ہے میرے لیے۔۔ اسی لیے اگر تم میرے دیکھنے سے تھوڑی سی کم خوبصورت بھی ہو گئیں تو مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔" ساتھ ہی اس نے جیب سے رومال بھی نکالا تھا۔ پھر اسکے ہاتھوں کو نیچے کیا اور ہاتھ آگے بڑھا کر اسکی پیشانی پر لگی سوکھی مٹی کو صاف کرنے لگا۔

"تم کیوں آئے تھے۔۔؟"

سیلینہ اسے روک نہیں پائی۔۔ وہ اب اسکے رخسار پر لگی مٹی صاف کر رہا تھا۔ بالکل ایسے جیسے وہ روز یہی کرتا ہو۔

"چیف نے بلا یا تھا۔ ایک اہم فائل چاہیے تھی انہیں۔ کچھ ڈسکس بھی کرنا تھا۔"

"اور تم چلے آئے۔ ذرا نہیں سوچا کہ اگر میں شادی کے بعد تمہیں اچھی نہیں لگی تو کیا ہو گا۔ ویسے بھی میں تمہیں اتنی کوئی خاص اچھی نہیں لگتی ہوں۔ ایک بات تو بتاؤ۔ تم تو کسی اور لڑکی کو پسند کرتے تھے نا۔ وہ جو جولیا سے زیادہ خوبصورت تھی۔ اب تم مجھ سے اچانک سے شادی کیسے کر رہے ہو۔؟"

سامرہ کی باندھی پٹی آنکھوں سے ہٹی تو اسے دیکھ کر بہت سی باتیں یاد آئیں۔ وہ اسی سکون سے اب اسکی ٹھوڑی پر لگی مٹی صاف کر رہا تھا۔

"مجھے لگتا ہے میں اسی لڑکی سے شادی کر رہا ہوں۔ جو مجھے جولیا سے زیادہ خوبصورت لگتی ہے۔" کچھ تھا اسکے بو جھل سے لجھ میں کہ وہ بے ساختہ ہی دو قدم پچھے ہٹی تھی۔ آنکھوں میں بے یقین سی اتری۔ دھوپ کے باعث اسکی آنکھیں شہد کا گاڑھا سا سمندر لگ رہی تھیں۔ وہ میسر ائز ہوا تھا۔ رومال والا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا۔

"تم تو کسی اور لڑکی کے بارے میں۔۔۔" اور لبوں پر اگلے ہی پل اسکے الفاظ دم توڑ گئے تھے۔ دنیا رک سی گئی تھی۔ ایچنسی کی وہ چھت۔۔۔ وہ بیکھر سی رات۔۔۔ وہ باتیں۔۔۔ اسے لگا وہ غلط مطلب اخذ کر رہی ہے۔ وہ دو قدم چل کر قریب آیا تھا۔ پھر اسکی ٹھوڑی پر رومال رکھا۔ ہولے سے مٹی صاف کی۔۔۔ نگاہیں البتہ اسکی بے یقین آنکھوں پر جمی تھیں۔۔۔

"میں نے تو واضح الفاظ میں کہا تھا۔ تم نے ہی سمجھنے میں دیر کر دی۔"

"تم اس رات۔۔ میرے بارے میں بات کر رہے تھے۔۔؟" اسکا حلق خشک ہو گیا تھا۔ وہ ہلاکا سا مسکرا یا۔ پھر اپنا رومال جیب میں رکھ لیا۔ اسے دیکھا۔ فائل والا ہاتھ نیچے کیا اور دوسرا ہاتھ جیب میں اڑ سا۔ ایک قدم آگے بڑھا تو وہ بے اختیار ہی پچھے ہوئی۔

"تمہارے بر عکس میں لوگوں سے ایسی باتیں غلطی سے نہیں کیا کرتا۔" وہ اب تک آگے بڑھ رہا تھا اور سیلینہ قدم قدم پچھے جا رہی تھی۔

"تم اس رات۔۔ واقعی میرے بارے میں بات کر رہے تھے۔۔؟" انداز، آنکھیں، آواز۔۔ بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔ وہ اسکی متوجہ آنکھوں کو بے حد شوق سے دیکھ رہا تھا۔ قدم اب بھی یونہی بڑھا رہا تھا اور وہ پچھے جا رہی تھی۔

"مجھے جو لیا کبھی خوبصورت نہیں لگی۔ نہ ہی کبھی کوئی اور لڑکی اچھی لگی۔ مجھے بس ایک ہی لڑکی اچھی لگی تھی۔ جو مجھے استعمال کر رہی تھی۔ اور جس کے ہاتھوں سے میں ہزار دفعہ استعمال ہو کر بھی اسے معاف کر سکتا ہوں۔ جس کی ہیلیز ٹوٹ جانے پر میں اسے اپنے جو تے نہیں دے سکتا لیکن اس کے لیے ہیلیز چرا کر لا ضرور سکتا ہوں۔ جسے میں بغیر تھکے پھروں دیکھ سکتا ہوں۔ یہ وہی لڑکی ہے جس کے دور جانے کے خیال پر مجھے لگتا ہے میں خالی ہو جاؤ نگا۔ جس کے مہندی لگے ہاتھ مجھے بہت پسند ہیں۔ نہ صرف مہندی لگے۔۔" وہ لمحے بھر کو ٹھہرا تھا۔ اسکے مٹی سے لਹڑے ہاتھوں کو دیکھا۔ پھر نگاہیں اسکی آنکھوں تک اٹھیں۔۔ "بلکہ اسکے یہ مٹی لگے ہاتھ بھی مجھے اتنے ہی عزیز ہیں۔" سیلینہ کی پشت بالکل دیوار سے جا لگی تھی۔ وہ سانس روکے اسے دیکھ رہی تھی۔

"تم یہ۔۔ کیا کر رہے ہو۔۔؟" زبان اُنکی۔۔ الفاظ خشک حلق سے نکل نہیں پائے۔ اس نے مسکراہٹ دبائی تھی۔۔

"اندر جا کر سوچنا۔۔ کہ میں کیا کر رہا تھا۔۔" اور اسکی بات پر سیلینہ کے دونوں رخسار گلابی ہوئے تھے۔ وہ اُنگلی کوئی بات کئے بغیر ہی ساتھ سے نکلتا چلا گیا۔ وہ جانے کتنے پھر وہیں ایستادہ رہی۔ مالی کے آواز دینے پر اسے احساس ہوا کہ وہ داخلی روشن پر کھڑی ہے۔ وہ اسی ٹرانس میں اندر چل آئی تھی۔ حنفہ نے اسے چہرہ گھما کر دیکھا۔ وہ کمرے سے باہر نکل رہے تھے۔

"تم نے کیا چہرے پر بھی باغبانی کی ہے۔۔؟"

"جی۔۔؟" اس نے یکدم ہی غائب دماغی سے چونک کر کہا تھا۔ حنفہ نے اسکے ہاتھوں اور چہرے کی جانب اشارہ کیا۔۔

"کیا کیا ہے یہ۔۔؟" اس نے یونہی دیوار گیر آئینے میں اپنا سراپا دیکھا تھا۔ شاک سے آنکھیں پھیلیں۔۔ یا اللہ۔۔ میں کب سے ایسی لگ رہی تھی۔۔؟!

"افف۔۔"

"کیا ہوا۔۔؟" حنفہ نے چونک کر اسکی جانب دیکھا تھا۔۔

"بابا میں کب سے ایسی لگ رہی تھی کیا۔۔؟" آواز میں شدید صدمہ تھا۔

"کیسی۔۔؟" وہ اسکی بات سمجھ نہیں پائے تھے۔۔

"ایسی۔۔؟" انہوں نے اسے سر سے پیر تک دیکھا۔۔

"مجھے تو پیاری لگ رہی ہو۔ اور اس جمپ سوٹ میں تو اور بھی اڈوریبل لگ رہی ہو۔ کیا ہوا۔؟"

لیکن وہ اپنے کمرے کی جانب بھاگ گئی تھی۔ پیچھے کار ڈرائیور کرتا وہ اب تک مسکرا رہا تھا۔ پھر سر جھٹکا۔ حد ہے اس لڑکی سے۔۔



نکاح میں محض ایک دن رہ گیا تھا۔ آج سائرہ نے ڈھولکی رکھی تھی۔ سیلینہ کے ہاتھوں پر مہندی لگنی تھی۔ لاڈنچ کے صوفوں کو ذرا پرے کھسکا کر، درمیان میں بچھے قالین پر لڑکیاں دائرہ بنائے بیٹھی تھیں۔ سیلینہ ایک جانب صوفے پر بر اجمان تھی۔ اسکے دونوں ہاتھوں پر مہندی لگ رہی تھی۔ سائرہ کی کسی بات پر وہ ہنس بھی رہی تھی۔ آج حنفیہ نے سردار کو بھی بلایا تھا۔ سلمان بھی چلے آئے تھے۔ ارمان البتہ ڈیوٹی پر تھا۔ وہ نہیں آسکا۔ اسے کل نکاح کے لیے ویسے بھی چھٹی چاہیے تھی۔

visit for more novels:

ایک جانب رکھے صوفوں پر وہ تینوں بر اجمان باتیں کر رہے تھے۔ گاہے بگاہے لڑکیوں پر نگاہ بھی ڈال لیتے جو سیلینہ کو کسی بات پر تنگ کر رہی تھیں۔ سائرہ سب سے زیادہ پیش پیش تھی۔ وہ لڑکیاں بھی اسی کی دوستیں تھیں۔

"دادا۔۔ یا سر کے کیا حالات ہیں۔۔؟" سائرہ نے اسے دیکھتے ہوئے دادا کو معنی خیزی سے ہانک لگائی تھی۔

"بالکل ویسے ہی جیسے ہمیشہ سے تھے۔ ایجنسی کے کام۔۔ مصروفیت۔۔ کیس۔۔ صد شکر کہ وہ کل ایجنسی نہیں جائے گا۔" انہوں نے قدرے بد مزہ ہو کر کہا تو سائرہ ہنسی۔ پھر سیلینہ کو دیکھا۔ وہ اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔ سائرہ سے کچھ بعید نہیں تھا۔ اسی پھر کوئی داخلی دروازے سے اندر داخل ہوا تو سب نے گرد نیں پھیر کر یکبارگی اس جانب دیکھا۔ شگفتہ سامنے موجود تھی۔ حنفیہ الٹھ کھڑے ہوئے۔ ڈھوکی رک گئی۔ لڑکیاں چپ ہو گئی تھیں۔ وہ آگے بڑھ آئی تھی۔ سیلینہ نے رخ پھیر لیا۔ کچھ پل بعد وہ ادھوری مہندی لیے، اسکے سامنے کمرے میں براجمان تھی۔ شگفتہ نے اسکے چہرے کو بغور دیکھا تھا۔

"کیا تم اس سے شادی کرنے پر اتنی زیادہ خوش ہو، سیلین۔۔؟"

اس نے گھرا سانس لے کر چہرہ اٹھایا تھا۔

"ماں اگر آپ پھر سے بد مزگی چاہتی ہیں تو میرا خیال ہے کہ ہمیں بات نہیں کرنی چاہیئے۔ میں اپنا موڈ نہیں خراب کرنا چاہتی مجھے لگتا ہے کہ میں پچھلی دفعہ میں آپکی تمام غلط فہمیاں دور کر چکی تھی۔"

وہ چند پل اسکا چہرہ دیکھتی رہی۔ پھر سیدھی ہو بیٹھی۔

"کیا تم اپنی ماں کو نکاح میں شرکت کی بھی اجازت نہیں دوگی۔۔؟" اس نے یکخت ہی چونک کر چہرہ اٹھایا تھا۔

"آپ۔۔ شرکت کرنا چاہتی ہیں۔۔؟"

"ہاں۔۔ میں اپنی بیٹی کے نکاح میں شریک ہونا چاہتی ہوں۔ مجھے حنیفہ نے ہی بتایا تمہارے نکاح کا۔ وہ نہیں چاہتا کہ تمہیں اس اہم دن پر کسی بھی قسم کی کمی محسوس ہو۔ وہ تمہیں اس گھر سے بالکل کسی نارمل لڑکی کی طرح رخصت کرنا چاہتا ہے۔ بلاشبہ وہ ایک بہت اچھا باپ ہے۔۔" سیلینہ اسے چند پل دیکھتی رہی تھی۔ پھر وہ آگے بڑھی اور اس سے آگئی۔

"میں آپکو مس کر رہی تھی، ماں۔۔ کوئی بھی انسان آپکی کمی پوری نہیں کر سکتا۔"

شگفتہ نے گھر اس انس لے کر اسے اپنے ساتھ لگائے رکھا تھا۔ جب وہ دونوں کمرے سے باہر نکلیں تو چہرے آنسوؤں سے دھلے دھلانے سے لگ رہے تھے۔ باہر موجود نفوس نے یکدم ہی سکون کا سانس لیا۔ سائرہ نے ڈھولک سنبھال لی تھی۔ اب وہ لڑکیوں کے ساتھ مل کر گارہی تھی۔ سیلینہ دوبارہ درمیان میں آبیٹھی تھی۔ اسکی ادھوری مہندی مکمل کی جا رہی تھی۔ شگفتہ اب سردار سے نکاح کے متعلق کچھ گفتگو کر رہی تھی۔۔

اسی پھر سفید محل میں وہ اپنے اسٹرڈی ٹیبل پر بیٹھا کسی کام میں مصروف تھا۔ جیز پر ٹرٹل نیک سوئٹر پہنے۔۔ مصروف سا۔۔ اگلے ہی پل میشم نے دروازے پر دستک دی تھی۔ پھر اسے دھکیل کر ہلکا سا اندر جھانکا۔

"ہوں۔۔؟"

"بڑی بیگم صاحبہ آئی ہیں۔۔" اسکے ہاتھ یکدم ہی ٹھہر گئے تھے۔ ایک پل کے لیے چہرہ پھیر کر میشم کی جانب دیکھا۔

"انہیں کہہ دو۔۔ دادا نہیں ہیں گھر پر۔۔"

"وہ آپ سے ملنے آئی ہیں۔۔" وہ جو پھر سے کام کی جانب متوجہ ہونے لگا تھا، اگلے ہی پل ٹھہر سا گیا۔ کچھ لمحات بعد وہ کمرے کا دروازہ اپنے پیچھے بند کرتا باہر نکل رہا تھا۔ سردار نے جانے کوں سے ملاز میں کو شہر سے بلوایا تھا۔ وہ گھر کو سفید پھولوں سے سجارہ ہے تھے۔ ایک جانب جالی دار پردے بھی رکھے تھے۔ چاندنیاں بھی موجود تھیں۔ وہ سب پر ایک نگاہ ڈال کر مہمان خانے کی جانب بڑھ آیا تھا۔ سلطانہ اسے صوفے پر بیٹھی نظر آئی۔ سیاہ لباس میں ملبوس، نک سک سے تیار۔ وہ یا تو کسی ایونٹ میں شرکت کرنے جا رہی تھی یا واپس آرہی تھی۔۔

وہ اسکے سامنے صوفے پر آبیٹھا۔ سنجیدگی سے اسے دیکھا۔۔

"تو تم آخر کار۔۔ شادی کر رہے ہو۔۔"

"جی۔۔ کیوں ملنا چاہتی تھیں آپ مجھ سے۔۔؟"

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

وہ اسے دیکھتی رہی۔ لبou پر تکلیف دہ سی مسکراہٹ آٹھہری۔

"بروکن فیمیلز کے بچے شادیوں کے بعد اکثر خوش نہیں رہتے، یا سر۔۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ تم خوش رہ سکو گے۔۔؟" اسکے لمحے میں تلخی نہیں تھی۔ البتہ سوال بہت تلخ تھا۔ وہ بغیر اثر لیے اسے دیکھتا رہا۔

"کیا آپ مجھ سے یہ بات کرنا چاہتی تھیں۔۔؟"

"میں نے تم سے ایک اہم سوال پوچھا ہے۔ اگر تمہارے پاس اسکا واضح جواب نہیں تو یقیناً میری پیش گوئی صحیح ثابت ہو گی۔" وہ سیدھا ہو بیٹھا تھا۔ اسکی آنکھیں اب کہ زخمی سی دکھ رہی تھیں۔

"اپنی اولاد کے بارے میں والدین کو ایسی پیش گویاں کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ بروکن فیمیلز کے بچے اکثر شادیوں کے بعد خوش نہیں رہ سکتے۔ پچھلی زندگی کا زہر انکی اگلی زندگی میں گھلنے لگتا ہے۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس زہر کو پھیلنے سے روک نہیں سکتے۔ لیکن ماما۔۔۔ ہر دفعہ ایسا ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ اس زہر آلو چکر کو کسی ایک انسان کو تو توڑنا ہی ہوتا ہے۔ اس سے پہلے کہ یہ چکر میری نسلیں تباہ کر دے۔۔۔ میں اس چکر کو روک دونگا۔ میں اپنی پچھلی زندگی کا زہر، اپنی اگلی زندگی میں گھلنے نہیں دونگا۔ میں وہ سب غلطیاں کبھی نہیں کروں گا جو آپ نے اور بابا نے کی تھیں۔"

سلطانہ کے چہرے پر موجود مسکراہٹ ویسی ہی رہی۔ اس نے حلق سے بہت سی گرہیں نگل کر اسے دیکھا تھا۔ پھر اٹھ کر اسکے پاس چلی آئی۔ وہ چہرہ اٹھائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"میں خدا سے دعا کروں گی کہ تم کبھی اپنی زندگی میں وہ غلطیاں نہ دھراو۔" وہ آگے بڑھی اور پھر یاسر کا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔ وہ جیسے سن ہو گیا تھا۔ نگاہیں پتھرا گئی تھیں۔ سلطانہ اب جھک کر اسکا ماتھا چوم رہی تھی۔ وہ ساکت رہا۔ اسکی آنکھوں سے دو آنسو ٹوٹ کر یاسر کے ہاتھوں پر گرے تھے۔

"میں تمہیں یہاں مبارک باد دینے آئی تھی، یاسر۔ اس رشتے سے تمہیں بدظن کرنے نہیں۔ میں بھی نہیں چاہتی کہ میری نسل میں کوئی بھی ٹاکسک پیٹرن داخل ہو۔ میں تمہارے بابا سے بہت پیار

کرتی تھی، بچے۔ لیکن اس نے وقت پر میری قدر نہیں کی۔ میں نے بھی انا میں اسکی قدر کرنا چھوڑ دی۔ لیکن میں تمہیں بھول گئی۔ میں اس سب میں بھول گئی تھی کہ میرا ایک بیٹا میرے لمس کے لیے ترپتی رہتا ہے۔ میں نے کوتاہی کی۔ میں نے بہت بڑی کوتاہی کر دی۔ لیکن میں تم سے معافی مانگنا چاہتی ہوں، بیٹا۔ "وہ اسکے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھنے لگی تو یاسر کرنٹ کھا کر اٹھا۔ ساتھ ہی دونوں بازوؤں سے تھام کر اسے بھی اٹھایا۔ وہ بے تحاشہ رورہی تھی۔ یوں لگتا تھا کہ آج وہ کسی بھی طرح معافی کے بغیر یہاں سے ٹلنے والی نہیں تھی۔

"یہ آپ کیا کر رہی ہیں، ماں۔۔۔؟"

کچھ اسکے اندر ٹوٹا تھا۔

"مجھے اس لڑکی نے آکر بتایا کہ تم مجھے بہت پہلے معاف کر چکے ہو۔ کچھ ہی دونوں میں مجھے قبول بھی کر لو گے۔ میرا دل امید کی شمع کو بجھنے نہیں دیتا۔ میرا وجود ہر آن اس بات پر مصروف رہتا ہے کہ تم مجھے کبھی نہ کبھی تو قبول کر ہی لو گے۔ کیا تم مجھے الپنی اس نئی زندگی میں، بحیثیت ماں قبول نہیں کر سکتے، یاسر۔۔۔؟"

اسے دونوں بازوؤں سے تھامے، وہ اسے جھنجھوڑ رہی تھی۔ بے تحاشہ آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر اسکے ہاتھوں پر گرنے لگے۔ اسے لگا وہ انکار نہیں کر سکے گا۔ وہ انہیں خالی ساد یکھنے لگا تھا۔

"کیا یہ آپ سے سیلینہ نے کہا تھا۔۔۔؟ کہ میں آپکو جلد قبول کر لوں گا۔۔۔؟" اس نے بہت دھیئے سے لبھ میں پوچھا تھا۔ سلطانہ نے محض سر اثبات میں ہلا�ا تھا۔ اسکی آنکھوں میں امید اور خوف، بیک وقت ہلکوڑے لینے لگے تھے۔

"اس نے ایسا کیوں کہا۔۔۔؟"

"کیونکہ وہ تم سے محبت کرتی ہے۔ جب سب نے کہا کہ اس نے تمہیں استعمال کیا ہے تو مجھے بالکل بھی ناگوار نہیں گزرا تھا۔ کیونکہ وہ تمہیں کبھی جان بوجھ کر تکلیف دے ہی نہیں سکتی تھی۔ اس نے جو بھی کیا انجانے میں کیا تھا۔۔۔"

"آپ میری اس سے شادی کے خلاف نہیں ہیں۔۔۔؟"

سلطانہ نے تیزی سے سر نفی میں ہلا�ا تھا۔ رخساروں پر موجود آنسوؤں کو جلدی سے صاف کیا۔ وہ پہلی بار غیر جانبداری سے اپنے بارے میں۔۔۔ اپنی زندگی کے بارے میں اس سے سوال کر رہا تھا۔ "سیلینہ مظہر سے زیادہ محبت تم سے کوئی نہیں کر سکتا۔" وہ کچھ کہہ نہیں پایا۔ اسے لگا کہ واقعی سیلینہ سے زیادہ اس سے کوئی محبت نہیں کر سکے گا۔

"کیا میں ایک دفعہ۔۔۔ بس ایک دفعہ تمہارے گلے لگ سکتی ہوں۔۔۔؟" visit for more novels
www.urdunovelbank.com
اور وہ اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔ کیا وہ اسے انکار کر سکتا تھا۔۔۔؟ اگر آج وہ اسے انکار کر دیتا تو شاید بابا اسے کبھی معاف نہیں کرتے۔ بابا کیا اسے تو سیلینہ بھی معاف نہیں کرتی۔ اسکے حلق میں آنسو جمع ہونے لگے تھے۔ وہ وہی چھوٹا سا یاسر بن گیا تھا۔ سلطانہ اگلے ہی پل اسکے سینے سے آگئی تھی۔ اس نے جانے کیسے اسکے آس پاس اپنے بازو لپیٹ دیے۔ دل میں جیسے کوئی چھمن باقی نہ رہی۔ اندر داخل ہوتے سردار اپنی ہی جگہ ٹھہر گئے تھے۔ ان کے لیے یہ منظر بہت بے یقین تھا۔

"میں نے تمہیں بہت یاد کیا ہے، یاسر۔۔۔ بہت زیادہ۔۔۔"

وہ بلند آواز سے رو رہی تھی۔ یاسر نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس نے سلطانہ کو خود سے ہٹانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ یکدم ہی کسی کی ہچکیوں پر ان دونوں نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا۔ سردار دروازے میں ایستادہ آنکھیں رگڑ رہے تھے۔

"اف۔۔۔ میں نے یہ منظر دیکھنے کے لیے جانے کتنی دعائیں کی ہیں۔۔۔ میرے بچوں۔۔۔" وہ آگے بڑھے اور ان دونوں کے گرد اپنے ہاتھ پیٹھے۔ یاسر ہنس دیا تھا۔ سلطانہ بھی روتے روتے ہنس دی تھی۔ دادا کے ہاتھ اتنے مضبوط نہیں تھے کہ ان دونوں کو سمیٹ سکتے۔ یاسر نے ان دونوں کو اپنے طاقتور ہاتھوں میں سمیٹ لیا تھا۔ وہ تینوں ہی رو رہے تھے۔ بابا کہیں دور کھڑے اداسی سے مسکرائے تھے۔ ہوا کی سرسر اہٹ میں خوشیاں تھیں۔۔۔ سکون تھا۔۔۔ محبت تھی۔۔۔



رات گھری ہو گئی تھی۔ اسکی مہندی سوکھ گئی تھی۔ سب اپنے اپنے گھروں کو پلٹ گئے تھے۔ ہر جانب سکینت سی تخلیل تھی۔ وہ بھی تھک ہاڑ کر کمرے میں چلی آئی تھی۔ اسی پھر اسکا فون بجھنے لگا تھا۔ اس نے دوپٹہ اتار کر بیڈ پر ڈالا اور سائیڈ ٹیبل کی جانب بڑھ آئی۔ دوسری جانب اپنے کمرے میں بیڈ پر دراز یاسر، اوپر موجود تر چھپی چھت کے شیشے سے خوبصورت رات تک رہا تھا۔ اس نے فون اٹھالیا۔

"یہ کونسا وقت ہے شرفاء کو فون کرنے کا۔۔۔؟ اور ایک دلہن کو فون کرنا تو بہت ہی نازیبا سی بات ہے۔۔۔ خاص کر اسکے ہونے والے شوہر کا۔" اسکی آواز میں شرارت سی تھی۔ لبؤں پر مسکراہٹ بھی دبار کھی تھی۔

"سیلینہ--"

یاسر کی مدد سی آواز ابھری تو وہ سنجیدہ ہوئی۔ دل بے اختیار ہی پریشان ہوا تھا۔

"تم ٹھیک ہو۔۔۔؟ کیا ہوا۔۔۔؟"

"تم مجھے پہلے کیوں نہیں ملیں۔۔۔؟" وہ یکدم چپ سی ہو گئی تھی۔ پھر اپنے پیروں کو اوپر چڑھالیا۔ پھرے پر مسکراہٹ پھر سے املا آئی تھی۔ سائیڈ ٹیبل پر سنہر اسالیم پ روشن تھا۔ کمرے میں خوابناک سا اندر ہیرا پھیلا تھا۔

"کیوں گارڈ جی۔۔۔ ایسا کیا ہو گیا کہ آپکو ہماری قدر آگئی۔۔۔؟" نرمی سے پوچھا۔

"سیلینہ--"

"تم دوسری دفعہ میرا نام لے رہے ہو۔ اب بتاؤ۔۔۔ کیا بات پریشان کر رہی ہے۔۔۔؟"

"تم نے ماں سے یہ کیوں کہا تھا کہ میں انہیں جلد ہی قبول کر لوں گا۔ میں نے تو صرف تمہیں یہ بتایا تھا کہ میں انہیں معاف کر چکا ہوں۔" سیلینہ نے دوسری جانب گھر اسنس لیا تھا۔

"پتہ ہے یاسر۔۔۔ تم بہت مضبوط ہو۔ ایسے ہی کسی کے سامنے نہیں چھٹتے۔ تم محافظ ہو۔ حفاظت کرنے والے ویسے بھی بہت طاقتور ہوتے ہیں۔ انہیں کوئی چیز خوفزدہ نہیں کرتی۔ وہ ہر شے جھیلنے کی ہمت رکھتے ہیں۔ لیکن جانتے ہو۔۔۔ ہر انسان پر اک کمزور پھر ضرور وارد ہوتا ہے۔ تم ہر وقت مضبوط نہیں رہ سکتے۔ اگر تمہیں لگتا ہے کہ تم ہر وقت مضبوط رہ سکتے ہو تو تم ایک بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہو۔ جب تم نے مجھے چھت پر بتایا کہ تم انہیں معاف کر چکے ہو، تب مجھے اندازہ تھا کہ تم

انہیں جلد ہی قبول بھی کر لو گے۔ کیونکہ تم۔۔ تھک گئے تھے۔ اتنی طویل رنجش پال کر تم تھکنے لگے تھے۔ تم قبول نہیں کر رہے تھے، حالانکہ تمہیں بہت پہلے یہ کر لینا چاہیے تھا۔ میں نے بس تمہارے لیے آدھا کام کیا ہے۔ باقی کام اب بھی تمہیں ہی کرنا ہے۔۔"

وہ سکون سے بول کر خاموش ہوئی تو ہر جانب خاموشی چھا گئی۔۔

"میں نے باقی کام کر لیا ہے، سیلینہ۔۔"

اور وہ اپنے ناخنوں کو دیکھ رہی تھی، لکخت ہی سیدھی ہوئی۔ آنکھیں حیرت سے چند پل پھیلی رہیں۔۔

"کیا۔۔؟!"

"میں انہیں قبول کر چکا ہوں۔ وہ باہر دادا کے ساتھ کل کی تیاریوں کو ڈسکس کر رہی ہیں۔ اور وہ مجھے اتنی خوش لگ رہی ہیں کہ مجھے اپنے پچھلے ہر رویے پر شدید فسوس ہو رہا ہے۔ میں نے اتنے سال ایسے ہی ضائع کر دیے۔ اگر تم اب بھی یہ آدھا کام نہیں کرتیں تو میں ایسی نعمت سے محروم رہ جاتا۔ تم مجھے اتنی دیر سے کیوں ملی ہو۔۔؟"

اس نے یاسر کا ایسا لہجہ پہلی بار سنا تھا۔ وہ اسے کبھی اتنا کمزور اور بے بس نہیں محسوس ہوا تھا۔ وہ تو ہمیشہ اٹل لہجوں میں بات کرنے کا عادی تھا۔ وہ کچھ بول نہیں سکی۔ اسکے پاس بولنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔

"دادا اور آنٹی کو خوش دیکھ کر کیسا لگ رہا ہے۔۔؟"

"بہت اچھا۔ میرے پاس اس فلینگ کو بتانے کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے سالوں کی تشنگی چند لمحات میں ہی ختم ہو گئی ہے۔" وہ اٹھ بیٹھا تھا۔ اس دفعہ وہ پورے دل سے مسکرائی تھی۔

"یہ کوئی احسان نہیں کیا ہے میں نے تم پر۔۔۔ تم نے بھی تو مجھے میرے بابا لوٹائے ہیں۔ وہ جن سے ملنے کی امید مجھے کبھی نہیں تھی۔ مجھے مراد تایا بالکل نہیں پسند۔ لیکن وہ ہمیشہ سورہ رحمان کی ایک آیت کو کوت کیا کرتے تھے۔۔۔ کہ احسان کا بدلہ احسان کے سوا اور کیا ہے۔۔۔؟ اور میں سوچتی تھی کہ اس سے زیادہ مکمل بات اور کیا ہو سکتی ہے بھلا۔۔۔؟" وہ ایک ہتھیلی سامنے پھیلائے اپنی سوکھی مہندی دیکھ رہی تھی۔ مہندی سوکھنے کے باعث جگہ جگہ سے اترنے لگی تھی۔ رنگ گہرا سرخ آیا تھا۔

"کچھ انسان آپکے لیے بہت بڑی نعمت ہوتے ہیں، یا سر۔۔۔ تم میرے لیے ان انسانوں میں سے ہو۔ میرے جیسے راہب۔۔۔ میرے خاندان والوں جیسے پچھو نہیں۔۔۔" اک پچھلی بات کے حوالے پر یا سر ہلکا سا ہنس دیا تھا۔ وہ خود بھی ہنس رہی تھی۔

"جانتے ہو۔۔۔ اس بار تمہارے نام کی مہندی لگوائی ہے۔۔۔ پورے ہوش و حواس کے ساتھ۔۔۔ مجھے نہیں پتہ تھا کہ بیوقوفیاں اگر عقل مندی کے ساتھ کی جائیں تو اتنی خوبصورت ہو جاتی ہیں۔۔۔" وہ کہہ کر مسکرائی۔

"بیوقوفیاں عقل مندی کے ساتھ صرف آپ ہی کر سکتی ہیں، محترمہ۔۔۔" اور وہ ہنسی تھی۔ پھر کچھ یاد آیا تو سیدھی ہو بیٹھی۔

"کیا تم نے مجھے معاف کر دیا ہے---؟"

"ہاں---"

"پھر اتنے دن مجھ سے ملنے کیوں نہیں آئے تھے تم---؟" اب کہ لمحے میں شکوہ سا تھا۔

"مجھے اب بہت افسوس ہو رہا ہے۔"

"کس بات پر---؟"

"اسی بات پر کہ میں تم سے ملنے کیوں نہیں آیا۔"

"تم اتنی اچھی باتیں کرو گے تو میں تم سے لڑوں گی کیسے---؟" وہ یکدم ہی بولی تھی۔ وہ دوسری جانب ہنس دیا۔

"تمہیں لڑنا کیوں ہے---؟"

visit for more novels:
www.novelskidx.com
"میں لڑوں گی نہیں تو تم سے ناراض نہیں ہو سکتی۔ ناراض نہیں ہونگی تو تم مجھے مناؤ گے کیسے---؟ تم مناؤ گے نہیں تو میری ایک دیرینہ خواہش دیرینہ ہی رہ جائے گی۔"

"گاڑ---! تم ایکٹریس کیوں ہو آخر---؟ اس ایجینیشن کے ساتھ تمہیں رائٹر ہونا چاہیے تھا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ پھر کھڑکی تک چلا آیا۔ لمحے میں شرارت تھی۔ وہ یقیناً اسکے چڑنے سے لطف انداز ہو رہا تھا۔

"مجھے رائٹرز ذرا سے بھی نہیں پسند---"

"کیوں۔؟ تم نے یہ بات پہلے بھی کہی تھی۔ رائٹرز تو بہت باعزت اور معاشرے کا اہم جزو ہوتے ہیں۔ تمہیں کیا مسئلہ ہے ایسے بے ضرر لوگوں سے۔۔۔؟" لبھے میں اب بھی شرارت تھی۔ وہ جانتا تھا سیلینہ اب اسے کیا جواب دینے والی تھی۔

"بنو مت زیادہ۔ تم جانتے ہو لکھاری اصل میں کیسے لوگ ہوتے ہیں۔ تم بھی اسی ایجنسی میں کام کرتے ہو جس میں، میں کام کرتی ہوں۔ ہم سب جانتے ہیں کہ رائٹرز ویسے ہرگز نہیں ہوتے جیسے پیش کیے جاتے ہیں۔ باعزت، بے ضرر،۔۔۔ہنہ۔۔۔" اس نے سر جھٹکا تھا۔ "خود پسند، گھٹیا، مفاد پسند اور انہتائی آرٹیفیشل لوگ ہوتے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ اگر وہ لکھ سکتے ہیں تو دنیا فتح کر سکتے ہیں۔ ذرا سی تنقید برداشت نہیں کی جاتی ان سے۔ کوئی کچھ کہہ دے تو ان پر بڑے بڑے مضامین لکھ کر مذمت کرتے ہیں۔ جیسے دنیا میں اس ایک مذمت کی ہی تو کمی رہ گی تھی۔ بکواس۔۔۔"

لکھاریوں کے لیے اس کے دل میں بہت سا غبار تھا جو اب نکل چکا تھا۔ وہ ایک ساتھ کہہ کر ہی سانس لے پائی تھی۔

"مجھے نہیں پہتہ تھا کہ رائٹرز نے تمہارا اتنا دل دکھایا ہے۔"

"میں سوچنا بھی نہیں چاہتی اس خوشی کے موقع پر ان کے بارے میں۔" اس نے سر جھٹکا تھا۔ یا سر نے بھی گہرا سانس لیا تھا۔ پھر گھٹری کی جانب نگاہ پھیری۔ رات کے دو نج رہے تھے۔

"اب میں فون رکھ رہی ہوں۔ مجھے سونا چاہیے۔ اگر نیند پوری نہیں ہوئی تو اسکن بالکل بھی فریش نہیں لگے گی۔ اور اگر اسکن فریش نہیں ہوئی تو میں خوبصورت کیسے لگوںگی۔۔۔؟" اس کے کہنے پر یا سر نے سر ہلا�ا تھا۔

"دنیا میں اور بھی بہت مسائل ہیں خوبصورت لگنے کے علاوہ۔"

"تم تو کہو گے۔۔۔ تم ہمیشہ اچھے جو لگتے ہو۔ ویسے میں ان لوگوں سے بہت جیلیس ہوتی ہوں جو ہر وقت بغیر کسی محنت کے اچھے لگتے ہیں۔۔۔"

"تم مان رہی ہو کہ میں تمہیں ہر وقت اچھا لگتا ہوں۔۔۔؟"

"یہ میں بہت پہلے مان چکی تھی۔ اب میں فون رکھ رہی ہوں۔ تم بھی سو جاؤ۔ اپنے نکاح والے دن تم دیر سے اٹھے تو کتنا برا لگے گا۔" اسی کے ساتھ اس نے اگلی بات سننے بغیر ہی فون رکھ دیا تھا۔ جو نہی فون بند کیا تو ساتھ ہی گھر اسنس بھی لیا۔ دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ صد شکر کہ یاسر نے اسکی چوری نہیں پکڑی تھی۔ اس نے موبائل سامنے ڈال کر بے ساختہ ہی اپنے دل پر ہاتھ رکھا تھا۔ کل اسکا نکاح تھا۔ او گاڑ کل اسکا نکاح تھا۔۔۔

اس نے دونوں ہاتھوں سے گلابی ہوتے رخسار چھپائے تھے

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

یاسر نے مسکرا کر فون ایک جانب ڈالا اور پھر سے بیڈ پر دراز ہو گیا۔ اگلے ہی پل دادا نے اسکے کمرے کا دروازہ دھاڑ سے کھولا تھا۔ وہ یکدم چونک کر اس جانب دیکھنے لگا۔

"تم یہاں لیٹے ہوئے ہو اور باہر بس ہم دونوں ہی کام کر رہے ہیں۔۔۔"

"اب کیا جس کا نکاح ہے اس سے بھی کام کروائیں گے۔۔۔؟"

"بالکل کروائیں گے۔۔۔ شرافت سے باہر آجائو۔۔۔ یہ جالی دار پرده درمیان میں لگانا ہے۔۔۔ ملاز میں میں سے کسی کا بھی ہاتھ اتنا اوپر نہیں جا رہا ہے۔۔۔" اسے چار و ناقچار اٹھنا ہی پڑا۔۔۔ اگلے کئی لمحات میں وہ جب اسٹول پر چڑھا، رسیاں باندھ رہا تھا تو اسے حیرت ہو رہی تھی۔۔۔

"آپ یہ پرده درمیان میں لگا کیوں رہے ہیں۔۔۔؟"

"بیو قوف۔۔۔ ایک جانب تم اور دوسری جانب سیلینہ بیٹھے گی۔۔۔" وہ اسٹول سے گرتے گرتے بچا۔

"کیا۔۔۔!"

"تو اور کیا۔۔۔ اب کام پر فوکس کرو۔۔۔" پیچھے بیٹھی سلطانہ ہنس دی تھی۔

"تحوڑی تو عزت کر لیں۔۔۔ کل نکاح ہے میرا۔۔۔" دادا اسکے شکوے پر ہنسے تھے۔

"اسی لیے تو ہمارے پاس ہر ریزن ہے آج تمہاری بے عزتی کرنے کا۔۔۔" سلطانہ کا قہقہہ پیچھے سے

ایک بار پھر ابھرا تھا۔ وہ ان کے ایسے ہنسنے پر جھینپ سا گیا تھا۔
visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"میں بہت ایکسا یٹھڈ ہوں کل کے لیے۔۔۔ میں تو اپنی شادی کے لیے بھی اتنا پر جوش نہیں تھا۔۔۔" اسٹول پر چڑھ کر جالی دار پرده باندھتا وہ ہنسا تھا۔ سردار کا بس نہیں چلتا تھا صبح کا نکاح ابھی کروالیتے۔۔۔

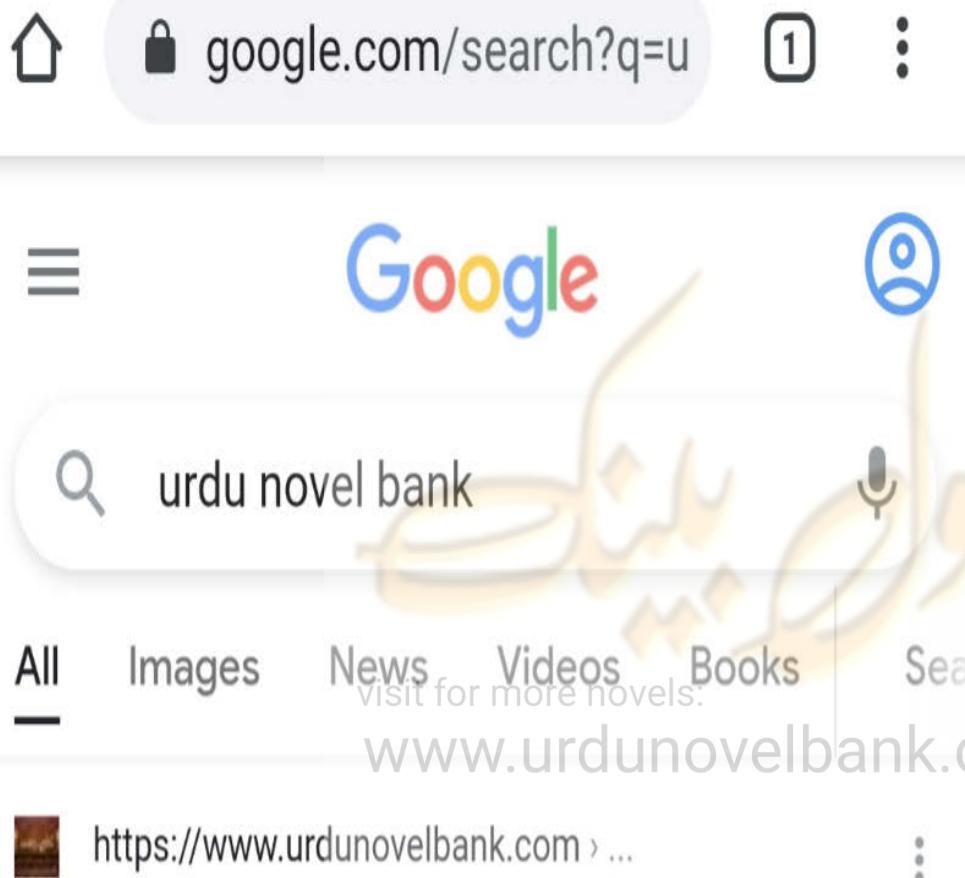


بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

"اَللّٰهُمَّ عَلٰيْكُمْ احْبَابٌ

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com



google.com/search?q=u

1 :

Google

urdu novel bank

All Images News Videos Books

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

https://www.urdunovelbank.com ...

Urdu Novel Bank

interesting and best famous urdu novels free Pdf Download on One click. all Categories new and old urdu novel stories..

All Urdu Novels List

Urdu Novel Bank website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیبلگری میں۔۔۔

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

اگلی صبح آگی۔۔ اتنی روشن کہ آنکھیں چندھیا جانے کا خدشہ لگتا تھا۔۔

سفید محل آج سے پہلے کبھی اتنا سفید اور روشن نہیں لگا تھا۔۔

سردار بھاگے ملاز میں کو ہدایات دے رہے تھے۔ سلطانہ بھی سفید خوبصورت لباس میں مبوس، فون پر کسی سے محو گفتگو تھی۔ سردار نے آج سفید کرتے پر، سیاہ واسکٹ پہن رکھی تھی۔ آنکھوں پر سنہرے فریم کی عینک بھی لگا رکھی تھی۔ یاسر نے بھی سفید کرتا پہنا تھا۔ اسکے ساتھ اس نے کندھے پر سیاہ شال لے رکھی تھی۔ کچھ ہی پل میں چند اور گاڑیاں گھر کے سامنے آر کیں۔ سردار، یاسر اور سلطانہ انہیں رسیو کرنے باہر تک آئے تھے۔ کچھ ہی دیر میں ساحر بھی چلا آیا تھا۔ سفید کرتے میں مبوس۔۔ وجہہ اور اونچا سہا۔۔

گھر میں جالی دار پردے کے اس پار مرد براجمن تھے۔۔

دوسری جانب خواتین بیٹھی تھیں۔۔ کچھ ہی پل بعد سیلیسہ کو لاایا گیا۔۔ وہ سائزہ کے ساتھ آئی تھی۔۔ اسکے سفید کامدار دوپٹے پر، سرخ ستاروں والا جالی دار دوپٹہ آگے تک کر کے ڈالا گیا تھا۔ وہ پردے کے اس پار بالکل یاسر کے عین سامنے بٹھائی گی تھی۔۔ یاسر کے دائیں جانب ارمان اور بائیں جانب سردار بیٹھے تھے۔۔ نکاح خواں اب نکاح نامے کی چند اہم سطور پڑھ رہا تھا۔۔

(وہ ایجنسی میں اسے پہلی دفعہ دیکھ رہا تھا۔ سیاہ لباس میں مبوس۔ لاپرواہ اور خوبصورت۔ اب وہ اسے سڑک پر اپنا مفلر دے رہا تھا۔ وہ اس سے کسی بات پر بحث کر رہی تھی۔ اب وہ اسے اسٹیچ سے واپس لارہا تھا اور وہ اسکے ساتھ کھنچتی چلی جا رہی تھی۔ اب وہ اسکے ساتھ زینوں پر چڑھ رہا تھا۔ وہ اسے بیہوشی کی حالت میں لیے ہا سپٹل بھاگ رہا تھا۔ وہ اسکے لیے ناخوشی سے برگر اور کوک لیے، اسکے اپارٹمنٹ تک جا رہا تھا۔ وہ اسکے ساتھ ریمپ پر چل رہا تھا۔ وہ خنیفہ کے ساتھ اسکے لیے تلخی سے بحث کر رہا تھا۔ اب وہ اسکے لیے واجد کو درمیان میں روک رہا تھا۔)

نکاح خواں اب تک سطور پڑھ رہا تھا۔ وہ جالی دار پر دے کے پار بیٹھی سیلینہ کو دیکھ رہا تھا۔ سنبھری سی افشاں تھی جو ان دونوں پر گرنے لگی تھی۔

(وہ بھاگ کر اس سے آگئی تھی۔ اب وہ اسکا خون آلود ہاتھ دبائے ہوئے تھی۔ وہ اسکے سامنے ہتھیلیاں پھیلائے اسے اپنی مہندی دکھار رہی تھی۔ وہ اسکے جھمکے کو اسکے بالوں سے علیحدہ کر رہا تھا۔ اب وہ زینوں پر اس سے ایک زینے اوپر کھڑا، اسے کچھ سمجھا رہا تھا۔ اب وہ اسے تاریک گلیوں میں حملہ آور سے بچا رہا تھا۔ اب وہ اسے بارش تلے سینے پر بند مٹھیوں سے مار رہی تھی۔ اب وہ اس سے لگی رو رہی تھی۔)

اس نے نکاح خواں کے سوال پر آہستگی سے 'اقبول ہے' کہا تھا۔

(اب وہ اسکے پچھے کھڑی اسے ایسی خوفناک جگہوں پر بیٹھنے سے منع کر رہی تھی۔)

"قول ہے۔"

اب وہ اسکے زخم پر پٹی باندھ رہی تھی۔۔ اور وہ رو رہی تھی۔۔ جیسے زخم یاسر کو نہیں بلکہ اسے) (لگا ہو۔۔

اس نے ایک بھی نگاہ اس سے ہٹائے بغیر اسی رو انی سے "قبول ہے" کہا تھا۔۔ اس سے اب کاغذات پر دستخط کروائے جا رہے تھے۔ وہ پر سکون چہرے کے ساتھ دستخط کرتا جا رہا تھا۔

اگلے ہی پل نکاح خواں سیلینہ کی جانب اٹھ کر گیا۔ اس نے جالی دار سرخ دوپٹے کے پار سے یاسر کو دیکھا تھا۔ وہ چند پل دیکھتی رہی۔ نکاح خواں اب پھر سے سطور پڑھ رہا تھا۔

(وہ آگے جھکی ایک رخسار تلے ہاتھ رکھ کر اسکی رائٹ پروفائل بہت دلچسپی دیکھ رہی تھی۔۔ اب وہ اسکی آنکھوں کی تعریف بھری ایجنسی میں کر رہی تھی۔۔ اب وہ اسے گولیاں لگانے پر رو رہی تھی۔۔ اب وہ اسکے پیچے ہیلز کے ساتھ بھاگ رہی تھی۔۔ اب وہ اسکے ساتھ کچھی چلی جا رہی تھی۔۔ وہ بارش تلے اسکے لیے بری طرح بھیگ رہا تھا۔۔ وہ قدیم محل کے اندر اسکے لیے داخل ہو رہا تھا۔۔ اب وہ اسکے خون آلو و وجود کو اپنے ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے تھا، باوجود اسکے کہ وہ اسکے ہاتھوں استعمال ہوا تھا۔۔)

"قبول ہے۔۔" اس نے خود کو کہتے سنا۔۔ اسکی آواز مدهم تھی۔۔ آنکھوں میں ہلکی سی نمی بھی تھی۔۔

(وہ سرخ حوالی میں ننگے پیر بھاگ رہی تھی۔۔ پھر وہ اس سے آگلی تھی۔۔ اب وہ اسے خود سے الگ کر رہا تھا۔۔ وہ دونوں چھت کی تاریکی میں بیٹھے کسی بات پر ہنس رہے تھے۔۔ وہ اسے ایجنسی

میں نماز پڑھتا ہوا دیکھ رہی تھی۔۔۔ وہ دادا اور اسکی نوک جھونک پر مسکرا رہی تھی۔۔۔ وہ اسے اب کسی کے سامنے اپنی منگیتر کہہ رہا تھا۔۔۔ وہ اسکے لیے لان شارکس سے لٹڑ رہا تھا۔۔۔)

یادوں کا ایک بے ترتیب ساریلا تھا، جو ایک ساتھ ہی اس پر وارد ہوا تھا۔۔۔ اسکی آواز بھیگنے لگی تھی۔۔۔

"قبول ہے۔۔۔" اسکی آواز کا بھیگا سا تاثر یا سر تک پہنچ گیا تھا۔

وہ اسکی کلائی تھامے اسے روئے سے منع کر رہا تھا۔۔۔ وہ زخم زخم تھا اور اسے آنسو بہانے سے) (روک رہا تھا۔

"قبول ہے۔۔۔"

(وہ اسکی رخسار پر جھولتی لٹ پیچھے کر رہا تھا۔۔۔ اسکا کہنا تھا کہ وہ لٹ اسے پریشان کر رہی تھی۔۔۔ حالانکہ سچ یہ تھا کہ اپنی لٹ میں ابھی اسکی آنکھیں سیلینہ نے دیکھ لی تھیں۔۔۔ اس لٹ کو سلبھاتے وہ سیلینہ میں کہیں الجھ گیا تھا۔۔۔)

ایجاد و قبول کی مدد حم آوازیں ابھریں۔۔۔ پھر مبارک سلامت کی صدائیں ابھریں۔۔۔ کاغذات پر دستخط کیے گئے تھے۔۔۔ درمیان سے پردہ اٹھا لیا گیا۔۔۔ اس نے ایک نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔۔۔ اسکے اوپر سے سرخ دوپٹہ اتار لیا گیا تھا۔۔۔ اسکا دوپٹہ کھلے بالوں پر نفاست سے ٹکا تھا۔۔۔ ایک جانب سے سفید جھومر بھی جھاکنگ رہا تھا۔۔۔ کانوں میں بھاری بالیاں۔۔۔ اسکی چوڑیاں۔۔۔ اسکی مہندی۔۔۔ اسکا ہلاکا پھلاکا سا بناؤ سنگھار۔۔۔ وہ اپنی نظریں نہیں ہٹا پایا۔۔۔ سب اب اسے جھک کر مبارک باد دے رہے

تھے۔ وہ مسکرا کر مبارک باد قبول کر رہی تھی۔ پھر اس نے یاسر کی جانب دیکھا۔ سرمی آنکھیں۔ اسکی پسندیدہ آنکھیں۔ ان آنکھوں میں اپنے لیے ستائش دیکھنے پر اسکے رخسار گلابی ہوئے تھے۔ اس نے نظریں پھیر لیں۔

اگلے کئی لمحات میں ان دونوں کو لاونج کے درمیانی صوفوں پر لا کر بٹھایا گیا تھا۔ وہ دونوں شانہ بشانہ آبیٹھے تھے۔ سارہ اپنے بھاری کامدار لباس کو بمشکل سنبھالتی، کچن سے میشم کے ساتھ مٹھائیاں لا رہی تھی۔ ارمان یکدم ہی اسکے سامنے آیا تھا۔

"کچھ بوجھ میں اٹھا لوں۔؟" اس نے سر ہلا کر مٹھائی کی تھالی اسے تھما دی تھی۔ پھر دوسرا پلیٹ لیے باہر کی جانب بڑھی۔

"کہتے ہیں کہ جو دلہن کی جگہ پر بیٹھتے ہیں، ان کی شادی بھی بہت جلد ہو جاتی ہے۔"

"واقعی۔ تھینک یو بتادیا آپ نے۔ اب میں وہاں ہرگز بھی نہیں بیٹھوں گی۔" اس نے کہا تو وہ رکا۔

چہرے پر ایسے تاثرات ابھر آئے تھے کہ سارہ بے ساختہ ہنس دی تھی۔

"آپ کو مجھ سے شادی کرنے کی جلدی نہیں ہے۔؟"

"بالکل بھی نہیں۔"

"اتنی سنگدل کیوں ہیں آپ۔؟"

"آپ نہیں جانتے۔؟ ہر خوبصورت لڑکی سنگدل ہوتی ہے۔" اتنا کہا اور آگے بڑھ گئی۔ وہ پچھے حرمت زدہ کھڑا رہ گیا تھا۔ اب گھر والے باری باری ان دونوں کو مٹھائیاں کھلا رہے تھے۔ ارمان

کے ہاتھ میں ایک عدد کیمرہ تھا جس سے وہ آڑھی ترچھی تصویریں لے رہا تھا۔ دادا کی یاسر کے ساتھ ہنستی ہوئی تصویر۔ یاسر کی دادا کو گھورتی ہوئی تصویر۔ سیلینہ کے ساتھ دادا کی شرارت سے بھرپور تصویر۔ سارہ اور سیلینہ کی سرگوشی کی تصویر۔ سلطانہ اور یاسر کی فارمل سی تصویر۔ حنیفہ اور سلمان کی یاسر کو چھیڑتی ہوئی تصویر۔ سیلینہ کی رخساروں پر ہاتھ رکھنے والی تصویر۔ اسکی اور سارہ کی تصویر۔ اسکی اور یاسر کی تصویر۔ شگفتہ اور سیلینہ کی گلے ملتے ہوئے تصویر۔ حنیفہ اور سیلینہ کی پیاری سی تصویر۔ سلمان اور سیلینہ کی پارٹنر ان کرامم والی تصویر۔ ساحر اور ان دونوں کی تصویر۔ میشم کے ساتھ یاسر اور سیلینہ کی تصویر۔ آخر میں یاسر اور سیلینہ کی ایک دوسرے کی جانب دیکھتے ہوئے تصویر۔

بہت ساری خوبصورت یادیں تھیں جو جمع ہوتی جا رہی تھیں۔ تقریب ذرا سمٹی تو لاونچ میں وہ چاروں رہ گئے۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"ساری ایجنسی کے گارڈز کو۔" اسکے بجائے ارمان نے جواب دیا تھا اور وہ بے اختیار ہنس دی تھی۔ سارہ اور ارمان اب کسی تصویر پر بحث کر رہے تھے۔ سارہ کا کہنا تھا کہ اس تصویر میں وہ اچھی نہیں لگ رہی، لہذا اسے ڈیلیٹ کر دیا جائے لیکن ارمان کا ماننا تھا کہ وہ اسے سب سے اچھی اسی تصویر میں لگ رہی ہے۔ وہ دونوں بحث کرتے اٹھ کر گئے تو سیلینہ اور یاسر لاونچ میں تنہارہ گئے۔ وہ دونوں بالکل چپ بیٹھے تھے۔ ایسے جیسے کرنے کے لیے کوئی بات ہی نہیں تھی۔ خاموشی بہت آکرڈ ہوتی جا رہی تھی۔ ان دونوں کو ہی کچھ بولنا چاہیے تھا۔ اور جو نہیں وہ دونوں فیصلہ کر

کے ایک دوسرے کی جانب ایک ساتھ مڑے تو لمحے بھر کو ٹھہر سے گئے۔ پھر یکدم ہی دونوں ہنس دیے۔۔۔

"وہ میں۔۔۔"

"وہ میں۔۔۔"

اور ایک بار پھر ایک ساتھ بولنے پر وہ چپ ہوئے۔ اور ہنس دیے۔ سیلینہ نے رخساروں پر ہاتھ رکھ لیے۔ اسے بہت ہنسی آرہی تھی۔ شرم بھی آرہی تھی۔ گدگدی بھی ہورہی تھی۔

"یہ تم اپنے رخساروں پر ہاتھ کیوں رکھتی ہو۔۔۔؟" یاسر نے اسے دلچسپی سے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔ وہ گلابی چہرے کے ساتھ بتانے لگی۔

"ماں بتاتی ہیں کہ میں بچپن سے ایسی ہی ہوں۔۔۔ جب بھی آکورڈ ہوتی ہوں تو اپنے رخساروں کو دونوں ہاتھوں سے چھپا لیتی ہوں۔۔۔"

"اچھا تو تم ابھی آکورڈ ہورہی ہو۔۔۔؟" مختظوظ ہو کر پوچھا۔ اس نے اسکی جانب دیکھا۔ پھر اسکی مسکراتی آنکھوں پر بے ساختہ ہی مہندی والے ہاتھ رکھے۔ وہ ہنس رہی تھی۔ یاسر مسکرا رہا تھا۔

"تم اب مجھے ایسے نہیں دیکھو گے۔۔۔"

"کیسے دیکھ رہا ہوں بھلا میں۔۔۔؟" اس نے اسکے ہاتھ آنکھوں سے نہیں ہٹائے تھے۔

"اف یاسر۔۔۔ بد تیزی مت کرو۔۔۔"

"یار نکاح سے پہلے بھی دیکھنے نہیں دے رہی تھیں۔ اب نکاح کے بعد بھی دیکھنے نہیں دے رہی ہو۔ اور بد تمیزی میں کر رہا ہوں۔۔۔؟" وہ جیسے حیران ہوا تھا۔

"تم مجھے ابھی مت دیکھو۔ مجھے تمہارے ایسے دیکھنے پر گدگدی ہو رہی ہے۔۔۔" وہ ساتھ ہنس بھی رہی تھی۔

"اچھا اب نہیں دیکھ رہا۔۔۔ ہاتھ تو ہٹاؤ۔۔۔"

اس نے آہستہ سے اسکی آنکھوں سے ہاتھ ہٹا دیئے تھے۔ اسکی سرمی آنکھیں سامنے آئیں۔ اسکی ہنسی سمٹ گئی تھی۔ وہ اب بے حد دلچسپی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیا دیکھ رہی ہو۔۔۔؟"

"دیکھ رہی ہوں کہ تم کتنے ظالم تھے جسے اپنی ہی آنکھیں پسند نہیں تھیں۔ ویسے تم ایسی آنکھوں سے نفرت کیسے کر سکتے ہو۔۔۔؟"

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

"سب مجھے کہتے تھے کہ میری آنکھیں ماما جیسی ہیں۔ مجھے اچھا نہیں لگتا تھا۔ پھر وقت کے ساتھ میں اپنی آنکھوں کو ناپسند کرنے لگا۔"

"خبردار۔۔۔ جو اب تم نے ایسا کیا ہے ان کے ساتھ۔" اس نے مہندی والے ہاتھ سے تنیہ کی تھی۔ یا سر کی نگاہیں اسکے سرخ ہاتھوں میں الجھیں۔ اس نے بے ساختہ ہی اسکا ہاتھ پکڑا تھا۔ پھر اس پر لگی مہندی دیکھنے لگا۔ ساتھ ہی دوسرا ہاتھ بھی پکڑ کر دیکھا۔ پھر سر اٹھایا۔۔۔

"میرا نام کہاں ہے۔۔۔؟"

"یہ تو تم ڈھونڈو گے نا۔" اس نے ایسے کہا جیسے کہہ رہی ہو کہ 'سوری جی۔' میں اس میں آپکی ذرا سی بھی مدد نہیں کر سکتی۔' وہ اب بغور ان سرخ رنگوں میں اپنا نام ڈھونڈ رہا تھا۔ اسے اپنا نام نہیں ملا۔

"کہاں ہے۔؟ مجھے مل کیوں نہیں رہا۔؟"

"وہ اسی لیے کہ تم توجہ نہیں دے رہے۔"

"میں پوری توجہ سے ڈھونڈ رہا ہوں۔" اس نے سر اٹھائے بغیر انہاک سے کہا تھا۔ وہ ہنس دی۔ پھر بیوی پر ہنسی دبا کر اسکے جھکے سر کو دیکھنے لگی۔ کچھ محسوس کر کے یاسر نے سر اٹھایا اور پھر چونکا۔ اسکی آنکھوں کی شرارت اسے کچھ غلط ہونے کی آگاہی دے رہی تھی۔

"نہیں ملا۔؟" آنکھیں پھیلایا کر انداز سے پوچھا۔

"تم نے نام لکھوا�ا بھی ہے یا نہیں۔؟" وہ مشکوک ہو چکا تھا۔ سیلینہ کی دبی سی ہنسی ابھری۔ "چج چج۔ ایجنسی کا گارڈ۔ جسے بڑے بڑے مجرمین مل جاتے ہیں۔ اسے اپنی منکوحہ کی ہتھیلی پر مہندی سے لکھا اپنا نام نہیں مل رہا۔" کیا کمال افسوس تھا انداز میں۔ یاسر کے نقوش بگڑے۔ اس نے اب کہ اسکے ہاتھوں کو آنکھوں کے بالکل قریب کر لیا تھا۔ اسکے ایسے قریب کرنے پر سیلینہ کی ہنسی ابھری۔ کچھ غلط تھا۔ یاسر نے پھر بے بسی سے چہرہ اٹھایا تھا۔

"سم تھنگ از آف۔"

"نہیں۔۔ بیہیں ہے تمہارا نام۔۔" وہ مصر تھی۔ اسی پل سائرہ اندر آئی تو یاسر کو اسکی ہتھیلی پر جھکا دیکھ کر چونکی۔ پھر بے ساختہ ہی اسکا قہقہہ ابھرا۔ اسکے پیچھے اندر آتے ارمان نے بھی اسی سمت دیکھا تھا۔ اسکی بھی ہنسی نکلی تھی۔۔

"کیا ہوا یاسر۔۔؟" ارمان نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"مجھ سے بات مت کرو۔۔ میں اپنا نام ڈھونڈنے کے مشن پر ہوں۔۔" اس نے سر اٹھائے بغیر کہا۔ ان تینوں کے قہقہے ابھرے۔ ساحر بھی اندر چلا آیا تھا۔ پھر آگے بڑھ کر ذرا جھکا۔ یاسر کی انسپیکشن دیکھی۔

"تم غلط طرح سے نام ڈھونڈ رہے ہو۔۔" اسکے کہنے پر سب نے اسکی جانب دیکھا تھا۔

"اڑکیاں ایک ٹرک کے تخت نام لکھواتی ہیں۔۔ ایک حرف کسی مہندی کے ڈیزائن میں ہوتا ہے اور دوسرا حرف کسی اور ڈیزائن میں۔ یہ ایک پیٹریں کے تخت لکھا جاتا ہے۔ ایسے کہ تمہارا نام دیکھنے پر پورا لکھا ہو ہتھیلی پر۔ یہ ایک ساتھ کہیں نہیں لکھا ہو گا۔ اور باوے۔۔ یہ تمہیں دور سے نظر آئے گا۔۔ دور کرو ہتھیلیاں آنکھوں سے۔۔"

سب ہنسے تھے۔ ساحر کو بھی ہنسی آرہی تھی۔ اس نے ہتھیلیاں دور کر لیں۔ اس کا نام واضح لکھا ہوا تھا۔ وہ محض دور سے دیکھنے پر ہی سمجھ آرہا تھا۔

"ڈھونڈ لیا۔۔"

"کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ خیر۔۔ مبارک ہو۔۔"

ارمان نے کہا۔ یاسر نے سر ہلا�ا تھا۔

"مجھے اتنا تو مجر میں کو ڈھونڈنے میں بھی نہیں سوچنا پڑتا۔ مجھے نہیں پتہ تھا مہندی سے نام لکھوانے میں بھی لڑکیاں اتنی سائنس استعمال کرتی ہیں۔" وہ خوش تھا۔ اس نے نام ڈھونڈ لیا تھا۔ پھر کھانا کھایا گیا۔ خوش گپیوں کے دوران چائے کا دور بھی چلا۔ ہر جانب گلاب اور موٹیے کی مہک سی تھی۔

شام اتر آئی۔ جانے کا وقت ہو گیا تھا۔ حنیفہ اب سیلینہ کو لیے، سردار سے اجازت طلب کر رہے تھے۔ پھر وہ ذرا فاصلے پر کھڑے یاسر کی جانب بڑھ آئے۔ اسے مسکرا کر دیکھا اور پھر گلے لگالیا۔

"مجھے نہیں پتہ تھا کہ تم مجھ سے لڑتے لڑتے ایک دن میرے بیٹے بن جاؤ گے۔" وہ مسکرا یا۔ پھر ان سے الگ ہوا۔ وہ اسے دعائیں دے رہے تھے۔

"میرا دل نہیں کر رہا کہ سیلینہ کو جانے دوں۔ ابھی بھی رخصتی میں ایک دن ہے۔!" سردار نے افسوس سے کہا تو سب ہنس دیے۔ اب وہ آگے بڑھے سیلینہ کو سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں دے رہے تھے۔ پھر سب انہیں ہاہر تک چھوڑنے آئے۔ تین چار گاڑیاں ایک ساتھ شہر کی جانب

بڑھیں۔ وہ، سردار، سلطانہ، ساحر پچھے رہ گئے۔ پھر ساحر نے بھی اجازت طلب کی اور اپنی کار کی جانب بڑھ آیا۔ ایک پر سکون نکاہ، بابرکت طریقے سے اپنے اختتام کو پہنچا تھا۔



اگلے دن ایجنسی کے کانفرنس ہال میں بہت سے رپورٹرز جمع تھے۔ یوول، نظر امجد، حنیفہ، سلمان۔ سب موجود تھے۔ اس کانفرنس میں کیا ہونے والا تھا ان میں سے کسی کو علم نہیں تھا لیکن سیلینہ نے انہیں اس کانفرنس میں شرکت کرنے کے لیے بلا یا تھا۔ رپورٹرز اپنے لیپ ٹاپس کے سامنے

الگ الگ ڈیسکس پر بیٹھے تھے۔ اونچے سے ہال کے استیج پر اک چکنا سا ٹیبل موجود تھا۔ ہال کے پیچے موجود شیشے کی کھڑکیوں سے روشنی اندر کو گر رہی تھی۔

اسی پل وہ ہال کے اندر داخل ہوئی۔ سیاہ سلک کا لباس پہنے۔ اسکا پسندیدہ لباس۔ سیاہ ہائی ہیلز۔ گردن میں جانا پہچانا سا سیاہ مفلر لپیٹے۔ ایک جانب قطار میں کر سیوں پر نامور اداکارائیں بھی بر اجمنا تھیں۔ سلطانہ بھی اسی پل آکر پچھلی نشست پر بیٹھ گئی تھی۔ وہ اعتماد سے آگے بڑھی اور پھر ٹیبل کے پیچے رکھی کرسی کھینچ بیٹھی۔ سب اسکی جانب ہی متوجہ تھے۔ اسی پھر داخلی دروازے سے یاسر اندر داخل ہوا تھا۔ سیاہ پینٹ کوت، ٹائی اور بالوں کو سلیقے سے جمائے۔ اسکی کلائی میں گھڑی بندھی تھی اور وہ بھی اسی اعتماد کے ساتھ پچھلی نشست پر جا بیٹھا تھا۔

سیلینہ نے چہرہ قدرے آگے کیا۔ ہلاکا سا مسکرائی۔

"میرے ڈرامے کے پوسٹر ز اور مجھے اصل زندگی میں دیکھنے کے بعد آپ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ میں واقعتاً خوبصورت ہوں۔" ہال میں مسکراہٹیں ابھری تھیں۔ وہ بھی اسے اسی مسکراہٹ کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔ اسکی خوبصورتی سے آبسیڈ ایکٹر میں۔

"میرے ڈرامے کی کامیابی اور اسکے ریکارڈ توڑتے بزنس کے بعد میں اپنی زندگی سے بہت خوش ہوں۔ میں نیچے سے اوپر آئی۔ پھر پستی میں دھکیل دی گئی۔ اور ایک بار پھر میری شہرت بلندیوں کو چھو رہی ہے۔ مجھے اپنی زندگی سے بہت شکوئے تھے۔ اب نہیں ہیں۔ میں نے اس سفر میں ڈس آرڈر ز کی افیت دیکھی۔ ڈائیریکٹر ز کے ناجائز روپے برداشت کیے۔ ٹی وی اسکرین پر چلتے زیادتی سے بھرپور تبصروں کو خاموشی سے سہا۔ زندگی نے وہ کچھ بھی دکھایا جو بتانے کے قابل

نہیں ہے۔۔ لیکن میں یہاں آج اس بارے میں بات نہیں کرنے آئی۔۔ آج میں ایک بے حد اہم فیصلے کے متعلق بات کرنے آئی ہوں۔۔ "اس نے ہاتھ سے ساحر کو اشارہ کیا تو وہ چند کاغذات لیے اس تک آیا۔ حنیفہ اور سلمان چونک کر سیدھے ہو بیٹھے تھے۔ ان دونوں نے ایک پل کے لیے بے یقینی سے ایک دوسرے کی جانب دیکھا تھا۔

"میں نے یہ فیصلہ بہت پہلے لیا تھا۔۔ اتنی غربت اور بھوک سہنے کے باوجود بھی۔۔ اور میں اس فیصلے پر ذرا بھی گھبراہٹ کا شکار نہیں ہوں۔۔ نہ ہی مجھے اس فیصلے پر کوئی گلٹ ہے۔۔ میں ایک ملکے دل اور بوجھ سے آزاد کندھے لیے یہ فیصلہ کر رہی ہوں۔۔ "س نے چہرہ اٹھایا۔۔ یاسر کو دیکھ کر مسکرائی۔۔ وہ بھی جواباً مسکرا یا تھا۔۔

"میں۔۔ سیلینہ مظہر۔۔ حنیفہ مظہر کی بیٹی۔۔ کامیابی کی بلندیوں پر پہنچ کر۔۔ اس ایجننسی سے مستعفی ہوتی ہوں۔۔ میں اپنے پیشے، اپنی اداکاری، اپنی گلیمرس زندگی سے۔۔ دستبرداری کا اعلان کرتی ہوں۔۔ "وہ چہرہ اٹھائے اعتماد سے کہہ رہی تھی۔۔ ہال میں یکدم ہی بے چینی سی پھیل گئی تھی۔۔ ایکٹریس نے ٹانگ سے ٹانگ اتار لی تھیں۔۔ نظر امجد کا منہ کھلا رہ گیا تھا۔۔ یاسر ولیسے ہی نرمی سے مسکرا کر اسے دیکھتا رہا۔۔ رپورٹرز اب کھٹا کھٹ کی بورڈ پر لکھتے جا رہے تھے۔۔

"جس زندگی نے مجھے ذلت سے دوچار کیا۔۔ جس زندگی نے مجھے عزت کا ذائقہ چکھنے کا موقع دیا۔۔ جس زندگی نے مجھے آنسو دیے۔۔ جس زندگی نے مجھے ہنسی دی۔۔ جس زندگی نے مجھے آسمان پر بٹھایا۔۔ جس زندگی نے مجھے زمین پر دے مارا۔۔ جس زندگی نے میری زندگی بر باد کی۔۔ جس زندگی نے میری زندگی آباد کی۔۔ میں اس زندگی سے دستبردار ہوتی ہوں۔۔ میں۔۔ سیلینہ مظہر۔۔

ایسی زندگی کو دن کی واضح روشنی میں چھوڑ رہی ہوں جو کٹھن وقت آنے پر مجھے تاریکی میں چھوڑ دیتی ہے۔۔۔ میں اس شہرت، عزت، پیسے، محبت اور نفرت کو۔۔۔ آپ سب کو گواہ بنائے کرے۔۔۔ آج اور ابھی چھوڑ رہی ہوں۔۔۔"

اس نے سامنے موجود کاغذات پر دستخط کیے۔۔۔ اعتماد اسکی آنکھوں، اسکے لمحے، اسکے انداز سے جھلکتا تھا۔ وہ آج فیصلہ کر کے یہاں آئی تھی۔ ہال میں مرعوب سی بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ ایسے جیسے ان سب کو یقین نہ آرہا ہو کہ وہ ایسے تابناک وقت میں اپنی زندگی چھوڑ کر جا رہی ہے۔ لیکن وہ جا رہی تھی۔۔۔ اس نے سائیں کر کے پیپرز ٹیبل پر رکھے۔ قلم بند کیا۔۔۔ سراٹھا کر خنیفہ کو دیکھا۔۔۔ پھر سلمان کو دیکھا۔ ان دونوں کی آنکھیں نم تھیں لیکن ہونٹ مسکرا رہے تھے۔۔۔

"میرے لوگوں نے میرا ساتھ کبھی نہیں چھوڑا۔۔۔ چاہے تاریکی ہو۔۔۔ چاہے روشنی ہو۔۔۔ اب میں انکا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتی ہوں۔ میں آئندہ زندگی میں، کبھی بھی اس پیشے سے جڑنے کا ارادہ نہیں رکھتی۔ میں آئندہ کبھی اداکاری نہیں کروں گی۔" اسکی آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔ ٹی وی کی جانب بے یقین سے دیکھتا واجد سن تھا۔۔۔ اسکی پریس کانفرنس دیکھتی ماریہ لمحے بھر کو مسکرائی تھی۔۔۔ وہ جانتی تھی کہ سیلینہ زندگی میں جیت گئی تھی۔۔۔

"اور آج۔۔۔ میں آپ سب لوگوں کے سامنے ایک اہم بات تسلیم کرنے لگی ہوں۔۔۔" وہ ٹھہری۔۔۔ پھر گردن اٹھا کر جیسے کسی کو تلاش کرنا چاہا۔۔۔ "میں دنیا کے سامنے یا سر عالم کو اپنا شریک حیات تسلیم کر رہی ہوں۔ ہم پچھلے دونوں ہی نکاح کے تعلق میں بندھے ہیں۔ میں نے سوچا جو شخص مجھے میرے اندر ہیں میں نہیں چھوڑ سکا۔۔۔ وہ مجھے میری روشنیوں میں کیسے چھوڑ سکتا ہے۔۔۔ اس سے

پہلے کہ وہ مجھ سے دور جانے کا سوچتا میں نے اسے خود سے باندھ لیا۔ اب وہ چاہ کر بھی مجھ سے بھاگ نہیں سکتا۔ "ہال میں قہقہے گونجے تھے۔ وہ بس مسکرا رہا تھا۔ ایکٹریس کی قطار میں بیٹھی جولیا بے یقین تھی۔

"میں چاہتی ہوں۔ کہ یاسر عالم۔۔۔ یہاں اسٹیج پر آئیں۔۔۔ اور مجھے۔۔۔ اس زندگی سے۔۔۔ بہت باعزت طریقے سے۔۔۔ اپنی زندگی میں لے کر جائیں۔۔۔ تاکہ لوگ یاد رکھیں۔۔۔ کہ بعض ایکٹریس نہ گرتی ہیں۔۔۔ نہ ٹوٹتی ہیں۔۔۔ بلکہ وہ بہت اعتماد اور بے خوفی سے اس زندگی کو چھوڑ کر بھی زندہ رہتی ہیں۔۔۔ سروائیو کرتی ہیں۔۔۔ سانس لیتی ہیں۔۔۔ میں ایک ایکٹریس ہوں۔۔۔ جو اپنے بادی گارڈ کا انتظار کر رہی ہوں۔۔۔"

یکدم ہی یوول اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ پھر اس نے چہرے پر سیلینہ کے لیے ڈھیروں فخر لیے تالیاں بجائیں۔۔۔ اگلے ہی پل سلمان بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔۔۔ پھر حنیفہ۔۔۔ پھر سلطانہ۔۔۔ پھر نظر۔۔۔ پھر ایکٹریس۔۔۔ پھر سب روپر ٹرزا۔۔۔ ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔ تالیاں اتنی تیز تھیں کہ اسے کان پڑی آواز تک سنائی نہ دیتی تھی۔۔۔ عمر اپنے لاڈنچ میں بیٹھا اسکے لیے تالیاں پیٹ رہا تھا۔ شلگفتہ اپنے ٹی وی کے سامنے براجمان روتے ہوئے تالیاں بجا رہی تھی۔۔۔ سائرہ میک اپ چھوڑے تالیاں بجا تی جا رہی تھی۔۔۔ دادا اپنے ٹی وی میں بیٹھے تالیاں بجا رہے تھے۔ اسکے سب سے بڑے فین بوائے۔۔۔ ساحر اسٹیج پر اسکے پیچھے کھڑا تالیاں بجا رہا تھا۔۔۔ نچلے فلور کے گارڈز اپنے تمام کاموں کو پس پشت ڈالے۔۔۔ اسکے لیے فخر سے تالیاں بجا رہے تھے۔۔۔ ان کی بیوی کوئین سیلینہ۔۔۔

وہ اٹھا۔۔۔ اس تالیوں کی گونج میں اسٹچ کی جانب بڑھا۔۔۔ پھر آگے بڑھ کر اسے ہاتھ دیا۔۔۔ وہ اسکا ہاتھ تھامے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔۔۔ رپورٹرز اب ان دونوں کی تصاویر کھٹاکھٹ لے رہے تھے۔۔۔ پھر اس نے سیلینہ کو ساتھ لیا۔۔۔ وہ دونوں اب اعتماد سے چلتے نیچے اتر رہے تھے۔۔۔ رپورٹرز ان کے ساتھ ہی باہر نکلے تھے۔۔۔ یاسر نے اس پر ایک نگاہ ڈالی تھی۔۔۔

"پتہ نہیں مجھے تمہارے لیے آگے اور کیا کیا کرنا ہو گا۔۔۔؟"

"تم جانتے ہو کہ تم میرے لیے سب کچھ کر سکتے ہو۔۔۔"

"ویسے یہ مفلر میرا ہے۔۔۔"

"لیکن اب تو یہ میرا ہے۔۔۔" مسکرا کر کہا تو وہ ہنس دیا۔۔۔ وہ دونوں اب رپورٹرز کے ریلے کے ساتھ داخلی دروازے کی جانب بڑھ رہے تھے۔۔۔ ان کا کپل دن کی روشنی میں مزید جگمگانے لگا تھا۔۔۔ ایک وقت تھا جب وہ اسے، اسی داخلی ہال کے سامنے پہلی دفعہ رپورٹرز سے بچا رہا تھا۔۔۔ اور ایک یہ وقت تھا کہ وہ اسے ساتھ لیے۔۔۔ آگے بڑھ رہا تھا۔۔۔ وہ ہر جگہ اسکے ساتھ تھا۔۔۔ داخلی دروازے کے سامنے وہ دونوں ٹھہرے۔۔۔ پھر ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔۔۔

"اچھی لگ رہی ہو۔۔۔"

"میں کب اچھی نہیں لگتی۔۔۔"

نوک جھونک جاری تھی۔۔۔ لوگ پیچے رہ گئے۔۔۔ بس وہ ہی دونوں آگے بڑھ رہے تھے۔۔۔



ولیمہ اور رخصتی ایک ہی دن رکھی گئی تھی۔ ہال کی روشنیوں میں ایک جانب گارڈز بر اجمن تھے۔ اور دوسری جانب ٹرست کے پچے۔ درمیان میں استیج تک جاتا راستہ پھولوں سے سجا تھا۔ وہ اسپاٹ لائٹ میں، حنیفہ کا ہاتھ بازو سے تھامے، استیج تک بڑھ رہی تھی۔ وہ سامنے استیج پر کھڑا اسے گنگ سا دیکھ رہا تھا۔ سرخ لہنگے میں وہ اتنی حسین لگ سکتی تھی، اس نے پہلے کبھی نہیں سوچا تھا۔ ان دونوں نے ٹرست کے پھولوں کے ساتھ کھانا کھایا۔ پھر وہ پورے اہتمام سے اسکے گھر رخصت ہو کر آگئی۔ فضول رسموں اور ہر قسم کے شور ہنگامے کے بغیر انکی رخصتی بہت بارکت طریقے سے ہوئی تھی۔ وہ اسکے کمرے میں بر اجمن تھی۔ اسکے لیے اسکے کمرے میں موجود ہونا اتنا نیچرل تھا کہ وہ بالکل بھی کسی گھبراہٹ کا شکار نہیں تھی۔ وہ کمرے میں آیا۔ اسے دیکھا۔

"میں یہ لباس تبدیل کر رہا ہوں۔ مجھے اسکا بو چبھ رہا ہے۔" آتے ہی اس نے یہ کہا تھا۔ وہ ٹھہری۔ پھر ہنس دی۔ کچھ پل بعد اس نے بھی لباس تبدیل کر لیا تھا۔ اب وہ میک اپ، جیولری سے آزاد ہوئی، قمیص شلوار میں ملبوس تھی۔ بال کھوئے اور شفون کا دوپٹہ اوڑھے۔

"دادا کے پاس چلتے ہیں۔ ہم تینوں نے ٹھیک سے کھانا نہیں کھایا اور مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔" آرام دہ سے سرمی قمیص شلوار میں ملبوس یا سرنے سر ہلایا تھا۔ پھر وہ دونوں سردار کے کمرے کے دروازے کے باہر جا کھڑے ہوئے۔ دروازہ کھلکھلایا۔ انہوں نے دروازہ کھولا اور چونکے۔

"تم دونوں اس وقت۔؟"

"دادا بھوگ لگ رہی ہے۔ کیا آپکو نہیں لگ رہی۔؟" سیلینہ نے کہا۔

وہ کبھی ایک کو تکتے تو کبھی دوسرے کو۔ پھر وہ بے اختیار ہی ہنس دیے۔ اگلے کی لمحات میں کچن سے اٹھا ٹੱخ کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ اور دادا گول ٹیبل پر بیٹھے تھے۔ سردار اسے اپنے وقت کا کوئی قصہ سنارہے تھے اور وہ انہماک سے سن رہی تھی۔ یاسر ان کے لیے کھانا گرم کر رہا تھا۔ کچھ پل بعد وہ تینوں باتیں کرتے کھانا کھا رہے تھے۔

"بچے اتنا بڑا فیصلہ لیا تم نے۔۔ یاسر کو پہلے سے بتایا تھا۔۔؟" وہ انکے سوال پر مسکرائی تھی۔۔

"جی دادا۔۔ اسے پہلے سے بتایا تھا۔۔"

"اور اسکا کیا رد عمل تھا۔۔؟"

"اس نے کہا جو تمہاری مرضی ہو وہ کرو۔۔ میں تمہیں ہر جگہ سپورٹ کروں گا۔" اسکے جواب پر دادا نے محبت سے یاسر کو دیکھا تھا۔ وہ رغبت سے کھانا کھا رہا تھا۔

"کبھی کبھی میں سوچتا ہوں یہ کتنا پیارا ہے۔۔" انہوں نے سیلینہ کی جانب جھک کر سرگوشی کی تھی۔

"میں سن سکتا ہوں۔" یاسر نے کہا تو وہ دونوں ہنس دیے۔۔ پھر سیلینہ دادا کی جانب جھکی۔۔

"دادا مجھے بھی یہی لگتا ہے۔۔"

اس بار وہ ہنس دیا تھا۔۔ کھانا کھایا جا چکا۔۔ وہ برتن سمیٹ کر سنک میں جمع کر رہی تھی۔

"اچھا بچوں۔۔ اب میں سونے جا رہا ہوں۔۔ تم لوگوں کی شادی نے مجھے تھکا دیا ہے۔ اور تم لوگ بھی آرام کرو۔۔ سیلینہ بچے۔۔ یہ برتن صبح میشم دھو لے گا تم آرام کرو۔۔"

"جی دادا۔۔" اس نے کہا۔ وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے تھے۔ وہ اب آہستینیں چڑھائے، برتن دھونے کی تیاری میں لگ رہی تھی۔ یاسر نے اسے دیکھا۔

"میشم کر لے گا، سیلینہ۔۔"

"جی گارڈ جی۔۔ مجھے پتہ ہے وہ کر لے گا۔۔ لیکن ایز اے ہیو من میری بھی کچھ ولیوز ہیں۔۔ مجھے جھوٹے برتن رکھ کر سونا بالکل نہیں پسند۔۔ اب آپ یہاں آئیں اور برتوں کو صاف کپڑے سے سکھا کر اسٹینڈ پر رکھتے جائیں۔۔ خبردار جو آواز کی۔۔ دادا سورہ ہے ہیں۔۔" اس نے ہدایات دیں۔۔ وہ آگے بڑھ آیا۔۔ اب وہ برتن دھو دھو کر اسے دے رہی تھی اور وہ کپڑے سے سکھا کر اسٹینڈ پر رکھ رہا تھا۔۔ اسکا شفون کا دوپٹہ پیچھے کرسی پر لٹکا تھا۔۔

"تم اپنے فیصلے سے خوش ہو۔۔؟"

اس نے اسے دیکھتے ہوئے استفسار کیا تھا۔ وہ مسکرائی۔۔ ایک لٹ رخسار پر جھولنے لگی۔۔

"بہت۔۔ نا صرف خوش بلکہ مطمین ہوں۔۔"

"کیا تم میرے ساتھ خوش ہو۔۔؟"

"آف کورس۔۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔۔"

وہ اسے چند پل چہرہ پھیرے دیکھتا رہا۔۔ برتن جلد دھل گئے۔۔ اسکے ہاتھ پانی میں رہنے کے باعث تخت ہو رہے تھے۔۔ انگلیاں آگے سے سرخ ہو رہی تھیں۔۔ یاسر نے اسکے ہاتھوں کو دیکھا اور پھر اسے لیے اپنے ساتھ کمرے کی جانب بڑھا۔۔ اب وہ تو لیے سے اسکے ہاتھ خشک کر رہا تھا اور وہ محض اسے

دیکھ رہی تھی۔ اس نے تو لیا ایک جانب ڈالا پھر اسکے ہاتھوں کو اپنے سینے پر رکھا۔ اب سیلینہ کے تجھے، اسکے گرم ہاتھوں تلے دبے تھے۔ وہ اسکے بے حد پاس کھڑی تھی۔۔۔

"کتنے ٹھنڈے ہو رہے ہیں ہاتھ تمہارے۔۔۔"

"مجھے یقین ہے کہ اب گرم ہو جائیں گے۔۔۔" اسکے کہنے پر وہ مسکرا یا تھا۔ پھر اسے دیکھتا رہا۔۔۔

"مجھے کبھی نہیں پتہ تھا کہ مجھے کسی لڑکی سے اتنی محبت ہو جائے گی۔۔۔" کہ میں اسکے تجھے،۔۔۔ اپنے ہاتھوں سے گرم رکھنے کی کوشش کروں گا۔۔۔" سیلینہ کی پلکیں لمحے بھر کو جھکی تھیں۔ وہ اسکی جھکی پلکوں کو دیکھ رہا تھا۔

"لیکن اب تمہیں محبت ہو گئی ہے اور تم ایسا کر رہے ہو۔۔۔" اس نے بمشکل مسکرا کر چہرہ اٹھایا۔ وہ اسے ہی تک رہا تھا۔ اسکی پلکیں گرنے اٹھنے لگیں۔ وہ ہلاکا سا مسکرا یا۔ اسکی گرتی اٹھتی پلکیں اسے الجھا رہی تھیں۔۔۔

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"تمہیں مجھ سے محبت کب ہوئی تھی، یا سر۔۔۔؟" کچھ پل بعد اسکی نظروں سے گھبرا کر اس نے سوال کیا۔ پھر اسے دیکھا۔ اف۔۔۔ ان آنکھوں میں دیکھنا آج سے پہلے کبھی اتنا مشکل نہیں تھا۔

"اس بات کا جواب چاہیے تو تمہیں میری طرف دیکھنا ہو گا۔" اسکی مسکراتی آواز پر سیلینہ نے اسے بے یقینی سے دیکھا تھا۔

"تم۔۔۔ تم میرا مزاق اڑا رہے ہو۔۔۔؟ دیکھ سکتی ہوں میں تمہاری طرف۔۔۔ میں تم سے ہرگز نہیں شرما تی۔" جی کڑا کر کہا۔ وہ مسکرا یا۔ پھر لب دبا کر بمشکل مسکرا ہٹ روکی۔ اپنے ہاتھوں تلے دبے

اسکے ہاتھوں کو نگاہوں کے سامنے کیا۔ اسے دیکھا۔ پھر ان ہاتھوں پر جھکا اور انہیں باری چوما۔ سیلینہ مظہر کا چہرہ کانوں کی لوؤں تک سرخ ہوا تھا۔ وہ جیسے لمحے بھر کو اسکے سامنے بے بس ہوئی تھی۔ اسے لگا وہ مزید کھڑی نہیں رہ سکے گی۔ یا شاید اسکے اتنا قریب کھڑی نہیں رہ سکے گی۔

"یا سر۔" اس نے الجھتی سانسوں کے درمیان اسے پکارا تھا۔ وہ اب اسکے ہاتھوں کو اپنی آنکھوں سے لگا رہا تھا۔ کچھ تھا اسکے انداز میں کہ سیلینہ کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔ عقیدت سی تھی اسکے انداز میں۔ اس نے اسکے ہاتھوں کو ایک بار پھر سے اپنے ہاتھوں تلے رکھا تھا۔ عین سینے پر۔ "اس کلب میں۔ جہاں تمہیں اسکام کے ذریعے بلا�ا گیا تھا۔ مجھے تم سے وہاں محبت ہوئی تھی۔" اسکی آنکھوں میں حیرت سی اتری۔

"وہاں۔۔۔؟"

visit for more novels:

"ہاں۔۔۔ ایک لڑکی مجھے اتنی امید سے دیکھ رہی تھی کہ میں اسے ایسی جگہ چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ اور مجھے لگا کہ میں واقعی نہیں جا سکتا۔ میں نے آگے بڑھنے کی کوشش کی، لیکن آگے بڑھ نہیں سکا۔ اس لڑکی کی آنکھوں نے میرے قدم زنجیر کر دیے تھے۔ مجھے لگا میں اسے اپنے ساتھ لیے بغیر یہاں سے ہل نہیں سکوں گا۔"

اسے بالکل اندازہ نہیں تھا۔ وہ یقیناً اسکے ایسے انکشاف پر حیران ہوئی تھی۔ پھر مسکرائی۔۔۔

"لیکن تم نے کبھی بھی پر اپر طریقے سے مجھے نہیں بتایا کہ تم مجھ سے کتنی محبت کرتے ہو۔۔۔؟"

الفاظ اور لمحے میں شکوہ سا تھا۔ وہ ذرا سا آگے جھکا۔ آنکھوں میں شوخی تھی۔۔۔

"کس نے کہا مجھے آپ سے محبت ہے۔۔۔؟" اسکی مسکراہٹ غائب ہوئی۔ آنکھوں میں خفگی سی ابھری۔

"کیا نہیں ہے۔۔۔؟"

"نہیں سیلینہ جی۔۔۔ ہم آپ سے محبت نہیں کرتے۔ ہم آپ سے عشق کرتے ہیں۔" وہ جو لڑنے کے لیے لب کھول ہی رہی تھی، ٹھہر گئی۔ اسے جیسے یقین نہیں آیا۔ اسکے چہرے کے بدلتے رنگ دیکھ کر وہ یکدم ہنسا تھا۔ اس نے تیزی سے اپنے ہاتھ اسکے ہاتھوں سے نکالے۔

"تم شروع سے ہی اتنے بے باک تھے یا مجھ سے ملنے کے بعد ہوئے ہو۔۔۔؟" اس نے رخ پھیر کر رخسار دونوں ہاتھوں سے چھپاتے ہوئے پوچھا تھا۔ وہ مسکراہٹ روک کر آگے آیا۔۔۔

"مجھے لگتا ہے یہ سب آپکی صحبت کا اثر ہے۔۔۔"

"تم۔۔۔" وہ پلٹی پھر اسے دیکھا۔

"پیارا ہوں نا بہت۔۔۔؟" وہ ہنس دی۔

"پاگل ہو تم۔۔۔" وہ چند پل اسے دیکھتی رہی تھی۔ جانے کیوں اسکی آنکھیں لمجھ بھر کو نم ہوئی تھیں۔

"رونا کیوں آرہا ہے۔۔؟" نرمی سے پوچھا۔ ساتھ ہی اسکے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔۔ جیسے اسے کفرت کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"مجھے لگا تھا۔۔ میں ذلیل ہو جاؤ نگی۔۔ ڈوب جاؤ نگی۔۔ لیکن۔۔" اسکی آواز کانپی۔ یاسر اب جھک کر عقیدت سے اسکے بالوں کو چوم رہا تھا۔ اس نے شکر سے آنکھیں بند کر لیں۔
"ایسے کیسے ذلیل ہو جاؤ گی۔۔؟" وہ اب اسے دیکھ رہا تھا۔ اسکی آنکھ سے آنسو ٹوٹا۔

"مجھے یقین نہیں آرہا کہ تم مجھے مل سکتے ہو۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ کوئی مجھ سے بھی اتنی محبت کر سکتا ہے۔" وہ اب انگوٹھے سے اسکا بھیگا رخسار صاف کر رہا تھا۔ پھر اسے بے حد نرمی سے خود سے لگایا۔ پھر لگائے رہا۔ کچھ نہیں کہا۔ سارے الفاظ بے معنی ہو گئے۔

"میں نے بچپن میں ایک کہانی پڑھی تھی۔ اس کہانی میں بچے اسکول کی بے رحمی کا شکار ہوتے ہیں۔ وہ تاریکی میں ڈوبے بے بس بچے تھے۔ لیکن پھر ان کی زندگی میں ایک استاد آیا۔ جس نے انہیں یہ بتایا کہ زندگی ماضی اور مستقبل کے غم سے آزاد ہو کر زندہ رہنے کا نام ہے۔ زندگی کا رپ ڈائم کا نام ہے۔۔ وہ بچوں کو کہتا تھا کہ اسے اسکے نام کے بجائے۔۔

Oh captain, my captain

کہہ کر بلاں۔۔ جانتے ہو کیوں۔۔؟" وہ اس سے الگ ہوئی۔ اسے چہرہ اٹھا کر دیکھا۔ وہ نرمی سے اسکی بات سن رہا تھا۔

"کیونکہ وہ ان بچوں کا نجات دہنده تھا۔ وہ ان کا سو لجر تھا۔ وہ ایک ایسا شخص تھا۔۔ جس نے ان سب کو تاریکیوں سے نکالا تھا۔۔ وہ ان کا کیپین تھا۔۔ میں نے اپنے آس پاس کیپین تلاش کرنا

چاہا۔ مجھے کوئی نہیں ملا۔ لیکن اب مجھے احساس ہو رہا ہے۔ کہ میرے کیپٹن تو تم ہو۔۔۔ او کیپٹن۔۔۔
مائے کیپٹن۔۔۔"

وہ مسکرا دیا تھا۔۔۔ پھر اسے دوبارہ خود سے لگایا۔۔۔ اسکے سر پر اپنی ٹھوڑی رکھی۔۔۔
"ہاں۔۔۔ میں تمہارا کیپٹن ہوں۔۔۔ اور اس کیپٹن کے پاس تمہارے لیے ایک سرپرائز ہے۔۔۔"
"کیسا سرپرائز۔۔۔؟" وہ اس سے الگ نہیں ہوئی۔۔۔

"کل ہم ایک فیملی ٹرپ پر جائیں گے۔۔۔ تم۔۔۔ میں۔۔۔ دادا۔۔۔ ارمان۔۔۔ سائرہ۔۔۔ ماما۔۔۔ چیف۔۔۔ سلمان
انگل۔۔۔ ہم سب۔۔۔" اب وہ اس سے الگ ہوئی تھی۔ آنکھوں میں ڈھیروں بے یقین لیے اسے دیکھا۔
واقعی۔۔۔؟""

"ہاں۔۔۔ ہم کل فیملی ٹرپ پر جائیں گے۔۔۔ کیمپنگ کریں گے۔۔۔ میں بس چلاوں گا۔۔۔ تم سب پیچھے بیٹھ
کر سفر انجوائے کرنا۔۔۔ تمہارا ایک خواب اور اپنا ایک خواب۔۔۔ میں ایسے پورا کرنا چاہتا ہوں۔۔۔" وہ
ہنس دی۔۔۔ اسے رونا بھی آرہا تھا۔۔۔ اس نے شدت جذبات سے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔۔۔ تر چھی
چھت کے نیچے کھڑے، وہ دونوں ایک دوسرے سے سر گوشیاں کر رہے تھے۔۔۔

اور وہ تھے سمندری جہازوں کی مانند۔۔۔

کہ جو سفر کرتے تھے، سمندر کی تاریک گھرائیوں میں۔۔۔

اور ڈھونڈ لاتے تھے۔۔۔ اک اجلادن۔۔۔

جو ٹھہر جاتا تھا۔۔۔

بالکل کسی بلند جہاز کی مانند۔۔

سمدری سطح پر--

ختم شد



اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urdunovelbank.com

google.com/search?q=u

1

⋮

≡

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com



urdu novel bank



All

Images

News

Videos

Books

Sea



[https://www.urdunovelbank.com](http://www.urdunovelbank.com) ...

⋮

Urdu Novel Bank

interesting and best famous urdu novels free Pdf
Download on One click. all Categories new and
old urdu novel stories..

[All Urdu Novels List](#)

Urdu Novel Bank
website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں---

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں



visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com